

شرح

اخبار الاخیاء



اولیائے ہندوپاک کے مستند حالات و واقعات

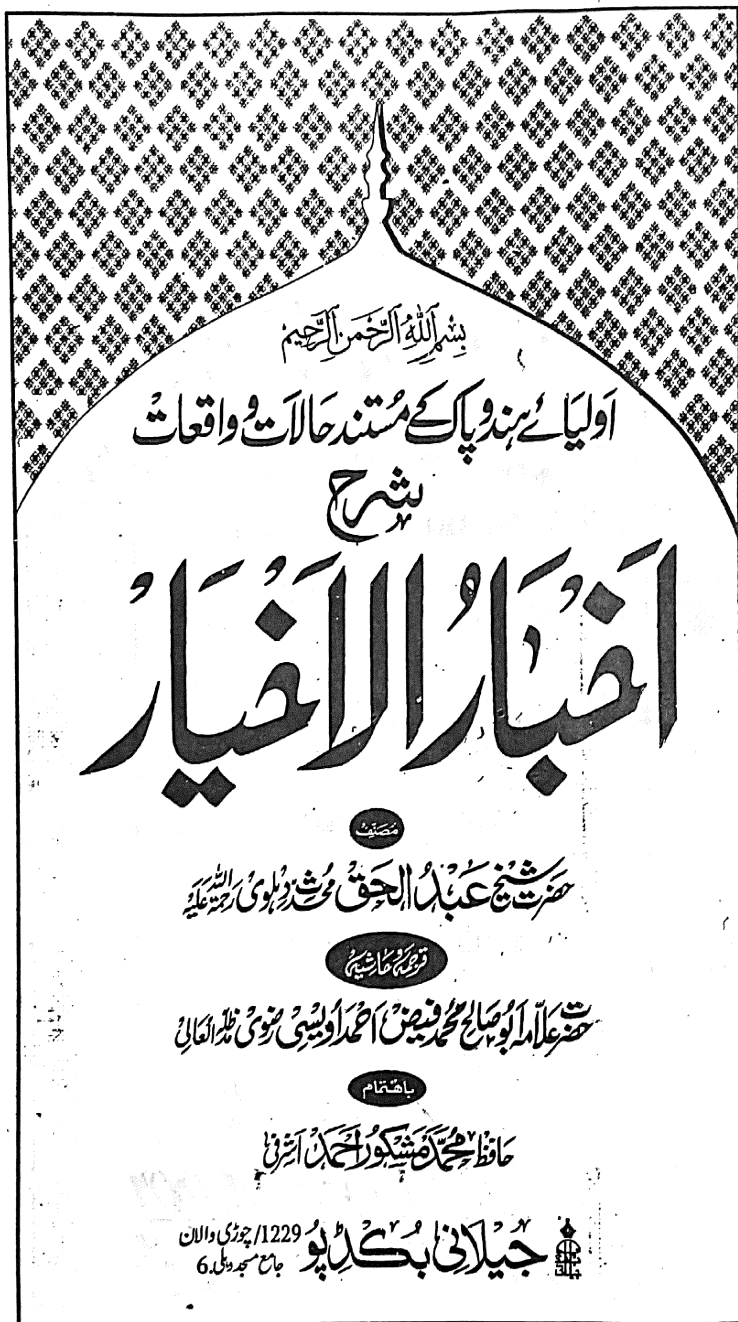
مُصَنَّف

حضرت شیخ عبدالحق عظیمی مؤلف و مرقوم رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ علامہ

حضرت علامہ ابو صالح محمد رفیعین آزاد اویسی مؤلف و مرقوم رحمۃ اللہ علیہ

رضا کا اڈا الاشاعت بریلی



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نوٹ۔ ناشر کے بلا اجازت کتاب کے کسی بھی صفحہ کا عکس لینا قانوناً جرم ہے

شرح

اخبار الاخيار

SHARAH AKHBAR-UL-AKHYAR

حضرت شیخ عبدالحق مودودی مدظلہ العالی

مصنف

ترجمہ علامہ

حضرت علامہ ابو صالح محمد رفیع احمد اویسی مدظلہ العالی

اشاعت جدید : 2016

صفحات : 656

تعداد : 1100

Rs.

Published by.



JILANI BOOK DEPOT

1229, Choori Walan Jama Masjid Delhi-1100-06

Email ids... jilani.book.depot@gmail.com , jilani graphic @gmail.com

Phone numbers... +91 8212346577, +819350046577, TEL.011-23256577

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان
12	اسرار الابرار اردو ترجمہ اخبار الاخبار
13	تذکرہ برکتہ المصطفیٰ فی الہند حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
26	دیباچہ اخبار الاخبار
49	نقشہ خلاصہ مضامین اخبار الاخبار
52	حضور سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
71	امام یاقوتی کا بیان
86	طبقہ اول
86	خواجہ معین الحق واطلہ والدین حسن الحسینی، اجمیری (غریب نواز)
90	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوٹھی (قدس سرہ)
95	ملفوظات خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ
97	حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین والحق ابو محمد زکریا (ملتان) القرشی الاسدی
103	حضرت سید نور الدین مبارک غزنوی رحمۃ اللہ علیہ
123	حضرت حمید الدین الصوفی ناگوری رحمۃ اللہ علیہ
138	حضرت شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ
142	حضرت شیخ نظام الدین ابوالموید قدس سرہ
143	حضرت شیخ برہان الدین محمود بن ابوالخیر اسعدی رحمۃ اللہ علیہ
144	حضرت شیخ احمد نبروانی رحمۃ اللہ علیہ

144	حضرت شیخ محمد ترک نارنولی رحمہ اللہ	
146	حضرت شیخ ترک بیابانی مشہور شاہ ترکمان رحمہ اللہ	
148	شیخ بدرالدین موئے تاب رحمہ اللہ	148
149	مولانا محمد الدین حاجی رحمہ اللہ	149
150	شیخ بدرالدین غزنوی رحمہ اللہ	150
152	حضرت مولانا صبیح الدین رحمہ اللہ	151
152	حضرت شیخ فخر الدین رحمہ اللہ	
153	طبقہ دوم	
153	حضرت شیخ فرید الدین مسعودی شکر رحمہ اللہ	
162	حضرت شیخ نظام الحق والدین محمد بدایونی قدس سرہ	
176	سید جلال الدین بخاری رحمہ اللہ	175
181	شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمہ اللہ	177
187	مولانا بدز الدین اسحاق رحمہ اللہ	186
190	شیخ برہان الدین صوفی رحمہ اللہ	188
191	حضرت شیخ صابر رحمہ اللہ	191
192	حضرت مولانا شہاب الدین رحمہ اللہ	192
193	حضرت خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ	193
194	حضرت مولانا داؤد دہلوی رحمہ اللہ	194
195	مولانا رضی الدین منصور رحمہ اللہ	195
197	شیخ ضیاء الدین رومی رحمہ اللہ	196
197	سید مولہ رحمہ اللہ	197
198	شیخ فرید الدین ناگوری رحمہ اللہ	198

199	شیخ علی کرد برہانہ	199	شیخ عبدالعزیز برہانہ
201	مولانا مخلص الدین برہانہ	200	مولانا نور ترک برہانہ
202	علی مولا	201	خواجہ علی بدایونی برہانہ
203	شیخ تقی الدین محمد برہانہ	202	خواجہ حسن افغان برہانہ
203	علاء الدین اصولی بدایونی برہانہ	203	شیخ برہان الدین نسفی برہانہ
205	قاضی جمال ملتانی بدایونی برہانہ	205	شمس الملک برہانہ
207	شیخ شہاب الدین برہانہ	205	شیخ صوفی بدھنی برہانہ
208	شیخ قاضی منہاج جرجانی برہانہ	207	شیخ احمد بدایونی برہانہ
210	مولانا احمد حافظ		
211	طبقة سوم		
211	شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی برہانہ		
222	شیخ سراج الدین عثمان گوری برہانہ		
223	شیخ قطب الدین منور ہانسوی برہانہ		
227	شیخ حسام الدین ملتانی برہانہ	226	شیخ نور الدین ہانسوی برہانہ
232	مولانا فخر الدین مروزی برہانہ	230	مولانا فخر الدین زرادی برہانہ
234	شیخ برہان الدین غریب برہانہ	233	مولانا علاؤ الدین برہانہ
236	شیخ علاؤ الدین برہانہ	236	مولانا علی شاہ جان داو برہانہ
238	خواجہ عزیز الدین صوفی برہانہ	237	خواجہ محمد برہانہ
239	سید محمد بن سید محمود کرمانی برہانہ	239	خواجہ تقی الدین نور برہانہ
240	مولانا شمس الدین یحییٰ برہانہ	239	حضرت سید محمد برہانہ
242	مولانا وجیہ الدین یوسف برہانہ	241	قاضی محی الدین کاشانی برہانہ
243	حضرت امیر خسرو دہلوی برہانہ	242	مولانا وجیہ الدین پاکلی برہانہ

246	امیر حسن بن علاء بحری دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	244	مکتوب محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ
249	خواجہ ضیاء الدین برنی رحمۃ اللہ علیہ	249	خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ
259	خواجہ ضیاء الدین سنائی رحمۃ اللہ علیہ	251	حضرت خواجہ ضیاء محشی رحمۃ اللہ علیہ
260	خواجہ موید الدین کریم رحمۃ اللہ علیہ	260	مولانا جلال الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ
261	شیخ شمس الدین دھاری رحمۃ اللہ علیہ	261	شیخ نظام الدین شیرازی
262	مولانا حمید رحمۃ اللہ علیہ	262	شیخ احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
267	شیخ حسام الدین سوختہ	267	شیخ حسام الدین
271	خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ	269	خواجہ معین الدین خرد
272	شیخ رکن الدین فردوسی	272	شیخ بدر الدین سرقتدی
273	شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ	273	شیخ نجیب الدین فردوسی
294	شیخ شرف الدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ	283	شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ
298	شیخ ابوبکر مومئی تاب رحمۃ اللہ علیہ	298	شیخ عثمان سیاح رحمۃ اللہ علیہ
299	حضرت سید محمد گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ	298	شیخ شہاب الدین حق گو
307	سید محمد بن جعفر سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	299	گیسودراز کی وجہ تسمیہ
319	سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ المعروف مخدوم جہانیاں اوچی		
323	مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ		
325	حضرت مولانا معین الدین عمرانی رحمۃ اللہ علیہ		
325	حضرت مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ		
335	شیخ سراج الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ	328	شیخ صدر الدین حکیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
337	قاضی شمس الدین شیبانی رحمۃ اللہ علیہ	336	سید تاج الدین شیرسوار رحمۃ اللہ علیہ
338	حضرت قاضی عبدالمتقدر رحمۃ اللہ علیہ	338	مولانا قطب الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ
341	حضرت شیخ نورالحق والدین رحمۃ اللہ علیہ	340	حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ

347	خواجہ اختیارالدین عمر امیر جمعیہ	347	سید صدر الدین راجو قتال
348	حضرت شیخ سارنگ	348	حضرت شیخ قوام الدین
351	حضرت شیخ احمد کھٹو	349	حضرت شیخ محمد شاہ مینا
363	حضرت بخش شاہ عالم	362	حضرت قطب عالم
364	حضرت قاضی محمود	364	حضرت دادور الملک
366	شیخ علاؤ الدین قریشی گوالیری	365	حضرت شیخ وجہہ الدین
366	حضرت شیخ سراج سوختہ	366	شیخ ابوالفتح علانی قریشی
368	حضرت شیخ سخاؤی	367	شاہ بدیع الدین مدار
370	حضرت شیخ رفعتہ الدین	369	مولانا نقی الدین اودھی
370	حضرت میر سید اشرف سمنائی	370	حضرت شیخ انور
375	حضرت مسعود بک	374	حضرت شیخ فتح اللہ اودھی
382	شیخ پیارے	382	حضرت سید ید اللہ
384	شیخ محمد ملاوہ	383	حضرت شاہ جلال گجراتی
385	حضرت شیخ رزق اللہ	385	حضرت شیخ سعد اللہ
388	حضرت شیخ لعلی	387	حضرت شیخ ابوالفتح جوہوری
388	حضرت شیخ عبداللہ شطاری	388	سید شمس الدین طاہر
392	مولانا جلال الدین مانکپوری	389	حضرت شیخ حسام الدین
394	شیخ کالو	393	حضرت مولانا خواجہ
394	شیخ علی پیر و گجراتی	394	حضرت مولانا شیخ
397	قاضی شہاب الدین	396	شیخ محمد عیسیٰ
399	شاہ میاں جیو	399	قاضی نصیر الدین گنبدی
400	خواجہ حسین ناگوری	400	حضرت شیخ کبیر

407	شیخ حمزہ دھرسوی رحمۃ اللہ علیہ	403	حضرت شیخ احمد مجد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ
412	حضرت شیخ صلاح درویش رحمۃ اللہ علیہ	409	شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
413	حضرت شیخ بختیار رحمۃ اللہ علیہ	413	حضرت شیخ جمال گوجری رحمۃ اللہ علیہ
415	حضرت شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ	415	حضرت شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ
417	شیخ سعد الدین خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ	416	حضرت شاہ نور رحمۃ اللہ علیہ
418	حضرت راجی حامد شاہ رحمۃ اللہ علیہ	417	حضرت شاہ سیدو رحمۃ اللہ علیہ
419	حضرت شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ	419	حضرت راجی سید نور رحمۃ اللہ علیہ
422	شیخ معروف جوپوری رحمۃ اللہ علیہ	422	حضرت مولانا الہ داد رحمۃ اللہ علیہ
424	شیخ بہاؤ الدین شطاری رحمۃ اللہ علیہ	423	شیخ بہاؤ الدین جوپوری رحمۃ اللہ علیہ
428	مخدوم مولانا عماد الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ	428	شیخ بڑھن شطاری رحمۃ اللہ علیہ
430	مخدوم شیخ محمد الحسنی البجائی اوجی رحمۃ اللہ علیہ	429	شیخ علم الدین حاجی رحمۃ اللہ علیہ
435	سلطان خنجر	431	مخدوم شیخ عبدالقادر (ثانی اوجی) رحمۃ اللہ علیہ
437	حضرت سید زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ	436	مخدوم سید شیخ عبدالرزاق اوجی رحمۃ اللہ علیہ
438	حضرت شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ	437	مخدوم شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ
440	حضرت شاہ فیص رحمۃ اللہ علیہ	439	میر سید اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ
447	حضرت شیخ عبداللہ بیابانی رحمۃ اللہ علیہ	445	مولانا اسماء الدین رحمۃ اللہ علیہ
449	شیخ حسام الدین متقی ملتان رحمۃ اللہ علیہ	448	حضرت سید کبیر الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ
452	شیخ حاجی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ	450	حضرت شاہ عبداللہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ
458	حضرت شاہ احمد شرعی رحمۃ اللہ علیہ	457	شیخ جلال شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
460	حضرت شیخ سلیمان بن عثمان مندوی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ		
461	شیخ بھورو رحمۃ اللہ علیہ	460	حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ
262	شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد	461	حضرت شیخ عمر دینی رحمۃ اللہ علیہ

266	حضرت شیخ امجد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	262	حضرت شیخ عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ
267	حضرت شیخ یوسف قتال رحمۃ اللہ علیہ	266	حضرت شیخ اذہن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
468	زین الدین و حضرت وزیر الدین	267	حضرت مولانا شعیب رحمۃ اللہ علیہ
476	سید حسین پائے میناری رحمۃ اللہ علیہ	472	حضرت شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ
477	حضرت شیخ خانوگوالیری رحمۃ اللہ علیہ	476	حضرت شیخ یوسف چڑیا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ
479	حضرت سید سلطان بھڑاچی	478	حضرت شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ
480	حضرت سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ	480	شیخ علاؤ الدین شیخ ابن انبرو رحمۃ اللہ علیہ
483	میاں قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ	481	حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ
485	حضرت شیخ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ	485	حضرت شیخ محمد مودود رحمۃ اللہ علیہ
490	شاہ عبدالرزاق بھنجانہ رحمۃ اللہ علیہ	486	شیخ مجھو رحمۃ اللہ علیہ
504	حضرت مولانا حسین نقشب رحمۃ اللہ علیہ	499	حضرت شیخ انان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
510	سید جلال الدین قریشی رحمۃ اللہ علیہ	505	حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ
516	حضرت سید رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ	515	حضرت میر سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ
517	حضرت شیخ حاجی حمید رحمۃ اللہ علیہ	517	حضرت شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ
519	حضرت میر سید عبدالاول رحمۃ اللہ علیہ	518	حضرت میر سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ
530	حضرت شیخ علی بن حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ		
533	حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ و شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ		
534	حضرت عبدالوہاب بن ولی اللہ		
543	شیخ حاجی نظر بدخشان رحمۃ اللہ علیہ		
552	سید ابودین کامیان رحمۃ اللہ علیہ		
554	سیدی عبدالوہاب امّتی رحمۃ اللہ علیہ		
569	شیخ عزیز اللہ متوکل رحمۃ اللہ علیہ		

569	حضرت مخدوم جیو قادری رحمۃ اللہ علیہ
570	حضرت میاں غیاث رحمۃ اللہ علیہ
570	حضرت میاں طاہر رحمۃ اللہ علیہ
571	شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ
572	حضرت شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ
572	حضرت شیخ عبدالعزیز بن حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ
574	حضرت شیخ جنید حصار رحمۃ اللہ علیہ
575	میاں نجم الدین مندوی رحمۃ اللہ علیہ
575	شیخ برہان کالپی رحمۃ اللہ علیہ
576	شیخ سلیم بن بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ
577	شیخ نظام الدین انیسٹھوی رحمۃ اللہ علیہ
578	شیخ جلال قنوجی قریشی رحمۃ اللہ علیہ
578	شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ
579	حضرت شیخ الحق رحمۃ اللہ علیہ
579	حضرت شیخ عبدالغور مانو رحمۃ اللہ علیہ
580	مولانا درویش محمد واعظ رحمۃ اللہ علیہ
581	حضرت مولانا بخش رحمۃ اللہ علیہ
582	بعض مجذوبوں کے حالات
582	شاہ ابوالغیب بخاری رحمۃ اللہ علیہ
582	حضرت میاں معروف رحمۃ اللہ علیہ
583	شیخ علاؤ الدین مجذوب رحمۃ اللہ علیہ
584	حضرت مسعود نحاسی رحمۃ اللہ علیہ

584	شیخ حسن مجذوب رحمہ اللہ
585	حضرت شیخ حسن بودلہ رحمہ اللہ
585	حضرت شیخ عبداللہ ابدال رحمہ اللہ
586	حضرت میاں مانگیر رحمہ اللہ
586	حضرت بابا کپور مجذوب رحمہ اللہ
587	حضرت باین مجذوب رحمہ اللہ
588	حضرت الدین مجذوب رحمہ اللہ
589	حضرت شاہ منصور رحمہ اللہ
590	حضرت شیخ یوسف رحمہ اللہ
591	حضرت سوہن مجذوب شاہ رحمہ اللہ
592	چند صالح خواتین رحمہن اللہ
592	حضرت بی بی سارہ رحمہ اللہ
592	حضرت بی بی فاطمہ سام رحمہ اللہ
595	والدہ شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ
596	حضرت بی بی زلیخا رحمہ اللہ
598	حضرت بی بی اولیاء رحمہ اللہ
599	تکمیلہ
599	شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ
601	حضرت سعد اللہ رحمہ اللہ
602	حضرت شیخ سیف الدین رحمہ اللہ
621	خاتمہ کتاب
621	شیخ عبدالحق محدث رحمہ اللہ (حالات)

اسرار الابرار و ترجمہ اخبار الاخیار

الحمد لله رب العلمين و الصلوٰۃ والسلام على رسونه الامين و على آله و اصحابه اجمعين، وعلى علماء ملتہ و اولياء امتہ الکاملين لا سيما قطب

الواصلين السيد الشيخ عبدالقادر محي الدين، اما بعد! ”الحقائق في الجرائق“ المعروف بہ ”شرح حقائق بخشش“ کا کام ابھی تشنہ تکمیل ہے اس لئے کہ تا حال صرف ۱۵ جلدیں نتائج ہوئی ہیں، جب کہ اس کا پھیلاؤ پچیس (۲۵) بلکہ تیس (۳۰) مجلدات تک ہے۔ اس کے علاوہ دیگر تصانیف بھی زیر ترتیب ہیں۔ عزیزم الحاج محمد آصف مدنی زید مجدد نے ”اخبار الاخیار“ مصنفہ حمید اللہ فی الہند، شیخ الحدیث، عاشق امام الرشیدین سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو فارسی سے اردو زبان میں ڈھالنے کی استدعا کی، فقیر نے عزیز کے ہذہ شوق کو اس لئے نہیں ٹھکرایا کہ موصوف کم عمر ہونے کے باوجود اشاعت اسلام کے لئے بڑی قربانیاں فرما رہے ہیں۔

علاوہ ازیں اخبار الاخیار کا ترجمہ سوائے دیوبندی مسلک کے علماء کے کسی نے نہیں کیا۔ جس کی تصدیق و تائید مولوی محمد شفیع دیوبندی نے کی۔ لیکن صد افسوس مترجم نے ترجمہ میں خیانت سے کام لیا اور حواشی میں عقائد و نظریات اہلسنت کی اشارات و کنایات سے تردید کرتا چلا گیا۔ لہذا ضرورت تھی اس کتاب کا مکمل و صحیح ترجمہ کیا جائے جس سے مصنف کا مسلک بھی واضح ہو۔ فقیر نے نہ صرف ترجمہ کیا بلکہ حواشی سے بھی کتاب کو مزین کیا اور آخر میں بعض اکابر کے تذکار کا بھی اضافہ کیا تاکہ قارئین اسلام صالحین کے تذکار کے مطالعہ سے بھرپور طریق سے روحانی استفادہ فرما سکیں۔

عرصہ سے فقیر کو اس کے ترجمہ کی اشاعت کا شوق تھا لیکن وہی پرانا مسئلہ ”قلعہ دارم، درے ندارم“ حائل رہا۔

مولیٰ عزوجل بظہل حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فقیر کی اس مساعی کو قبول فرمائے آمین۔

دیئے کا بھکاری الفقیر القادری محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ۔

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۷ھ بمطابق ۱۳۰ اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز بدھ قبل العصر۔

تذکرہ برکتہ المصطفیٰ فی الہند حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ

الحمد للہ وکفی والسلام علی عبدہ المصطفیٰ وعلی آلہ واصحابہ اولی التہی والنقی۔
اما بعد! علماء اسلام نے حضرت شیخ محقق محدث دہلوی رحمہ اللہ کو گیارہویں صدی کا مجدد تسلیم کیا اور آپ کی خدمات دیدیہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ کو مجدد تسلیم کیا جائے۔

خاندانی حالات: حضرت شیخ کے آباء واجداد بخارا کے ساکن تھے۔ ان میں سب سے پہلے آغا محمد ترک تیرہویں صدی عیسویں میں تشریف لائے۔ سلطان نے آپ کی بڑی قدر دانی کی۔ چونکہ آپ اپنے قبیلہ کے بزرگ اور مرشد بھی تھے۔ اسی لئے آپ کے ساتھ مریدین اور رشتہ دار بھی کثیر تعداد میں آئے۔ بادشاہ نے انہیں امراء کی جماعت کے ساتھ گجرات کی مہم پر روانہ کیا۔ آغا محمد ترک گجرات کی فتح کے بعد وہیں مقیم ہو گئے۔ آپ کے کمالات کے پیش نظر بادشاہ نے آپ کو اعلیٰ منصب اور جاگیر سے نوازا۔ نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کے ایک سوا ایک (۱۰۱) بیٹوں کو بھی اعلیٰ مناصب دیے۔

اقامت دہلی: ایک حادثہ میں آغا محمد ترک کے سو (۱۰۰) بیٹے فوت ہو گئے صرف ایک صاحبزادہ معز الدین بچ گئے۔ انہی سے آپ کا سلسلہ خاندان چلا۔ آغا محمد ترک اس صدمہ سے نڈھال ہو کر گجرات کو چھوڑ کر دہلی میں مقیم ہو گئے اور شیخ صلاح الدین سہروردی رحمہ اللہ کی خانقاہ میں معتکف ہو گئے اور ۱۷ ربیع الآخر ۷۳۳ھ میں واصلِ جنت ہو کر وہیں مدفون ہوئے۔ ان کے بعد آپ کی اولاد میں سے ملک موسیٰ نے بہت شہرت پائی۔ آپ کے بھی کئی بیٹے تھے۔ ان میں شیخ فیروز نے خاندانی شہرت کو چار چاند لگائے آپ شیخ محقق رحمہ اللہ کے پردادا تھے۔ شیخ فیروز دینی، دنیوی، ظاہری، باطنی، وہبی اور کسی علوم و کمالات سے معور تھے۔ آپ ۸۶۰ھ میں بہرائچ کے کسی معرکہ میں شہید ہوئے۔ اس وقت آپ کی اہلیہ حاملہ تھیں۔ جن کے کطن سے چند ایام کے بعد شیخ سعد اللہ متولد ہوئے۔ یہ شیخ محقق کے دادا تھے۔ آپ بھی اپنے والد محترم کی طرح ہمہ صفت موصوف ہوئے اور علم سے فراغت کے بعد اپنے زمانہ کے مرشد کامل شیخ محمد منکن کے مرید ہوئے اور ریاضت و مجاہدہ کے بعد خلافت سے نوازے گئے۔ آپ نے ۲۲ ربیع الاول ۹۲۸ھ کو وصال فرمایا۔

شیخ محقق کے والد مرحوم: شیخ سعد اللہ کے دو بیٹے تھے۔ (۱) شیخ رزق اللہ (۲) شیخ سیف الدین۔ آپ کے انتقال کے وقت شیخ سیف الدین کی

عمر آٹھ سال تھی۔ آپ بچپن ہی سے بہت نیک اور پرہیزگار تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ جب میرے والد محترم کی وفات کا وقت قریب ہوا تو تہجد کے وقت مجھے ساتھ لے کر چھت پر گئے اور نماز کے بعد مجھے سامنے کھڑا کر کے دعا فرمائی ”اے اللہ عزوجل! میں نے دوسری اولاد کی تربیت کی لیکن اس کے حقوق ابھی ادا نہ ہو سکے لہذا تو ہی اس کا مربی اور والی ہے پھر نیچے اتر آئے۔ الطاف ربانی اور والد گرامی کی دعا اور ذاتی استعداد کی بناء پر آپ میں ولایت و بزرگی کے آثار جھلکنے لگے اور عشق و شوق اور جذب و ارادت، مجاہدہ و ریاضت اور ذکر و فکر میں اس کمال تک پہنچے کہ معاصر رشک کرنے لگے۔ آپ کا ۲۷ شعبان ۹۹۰ھ کو انتقال ہوا آپ کے گھر سے علم و فضل کا وہ آفتاب چکا جس سے زمانہ بھر منور ہوا یعنی شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ۔

ولادت: آپ شیر شاہ سوری کے عہد میں محرم ۹۵۸ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ مادہ تاریخ شیخ اولیاء (۹۵۸ھ) ہے۔

تعلیم و تربیت: جب شیخ تین سال کے ہی تھے تو آپ کے والد ماجد نے بڑی شفقت و محبت سے آپ کی پرورش کا اہتمام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت قوی حافظہ اعلیٰ استعداد سے نوازا خود فرماتے ہیں کہ جب میں اڑھائی سال کا تھا اس وقت کی باتیں مجھے اب تک یاد ہیں۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے پورا قرآن شریف ناظرہ صرف تین ماہ کے عرصہ میں اپنے والد ماجد سے پڑھ لیا۔ اس کے بعد ایک ماہ میں آپ نے لکھنا سیکھ لیا۔ اس قدر کم وقت میں لکھنا، پڑھنا سیکھ لینا حضرت شیخ کی غیر معمولی ذہانت کی دلیل ہے۔

ذوق مطالعہ: آپ کو مطالعہ کتب سے فطرتی طور پر شغف تھا۔ خود بیان فرماتے ہیں ”بچپن میں کبھی کوئی کھیل نہیں کھیلا۔ کوئی اگر کھیلنے کی ترغیب دیتا تو کہتا کہ کھیل سے نہیں میرا علم سے دل خوش ہوتا ہے، رات کو اکثر چراغ جلا کر کتابیں پڑھتا رہتا۔ والد گرامی آرام کرنے کا فرماتے تو آواز سن کر لیٹ جاتا اور کہتا لیٹ گیا ہوں۔ پھر دوبارہ اٹھ کر پڑھنے لگتا۔“

فراغت علمی: والد محترم کی ہی زیر سرپرستی آپ نے عربی و فارسی کی تعلیم شروع کی۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں شرح شمسہ اور شرح عقائد پڑھ لی اور پندرہ، سولہ سال

کی عمر میں مختصر و مطول کو ختم کر لیا۔ غرض اٹھارہ برس کی عمر میں آپ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ حاصل فرما چکے تھے۔ آپ نے جس علم کی جانب بھی قدم بڑھایا اس کو بہت جلد حاصل فرمایا۔ اس دوران آپ نے علماء ماوراء النہر سے بھی اکتساب علم کیا۔ آپ کے اساتذہ از خود آپ کے علوم کے معترف تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ ”جب میں کوئی علمی بات کرتا تو اساتذہ کرام فرماتے عزیز! دراصل ہم تم سے علمی استفادہ کرتے ہیں اور تمہارے مشکور ہیں۔“

حضرت شیخ اڑتیس (۳۸) برس کی عمر میں براستہ مالوہ و گجرات و داخلہ مدینہ یونیورسٹی: احمد آباد ۹۹۶ھ بمطابق ۱۵۷۸ھ میں حجاز کی جانب روانہ ہوئے اور رمضان سے کافی عرصہ قبل مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ اور وہاں محدثین سے صحیح بخاری و مسلم شریف کا درس لیا۔ پھر شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کو علم کی تکمیل کروائی اور سلوک و طریقت کی راہوں سے بھی آشنا کیا۔ شیخ علیہ الرحمۃ کے لئے یہ انتہائی خوش قسمتی تھی کہ آپ کو ایسا رہبر کامل مل گیا۔

شیخ متقی کا تعارف: حضرت عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ علی متقی کے تلمیذ عزیز ہیں۔ اور حضرت شیخ علی متقی قدس سرہ محتاج تعارف نہیں۔ آپ ایک بار گجرات تشریف لائے۔ سلطان وقت نے ملاقات کے لئے بلایا تو محض اس وجہ سے اسے ملنے سے انکار کر دیا کہ وہ خلاف شرع لباس زیب تن کرتا ہے۔ شیخ علی متقی علیہ الرحمۃ نے ہی خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ (متوفی ۹۱۱ھ) کی ”جمع الجوامع“ کو حروف تجوی کے اعتبار سے ترتیب دیا اور علم حدیث کے طالبوں پر احسان عظیم فرمایا۔ چنانچہ ابی الحسن بکری نے اسی وجہ سے کہا:

”للمیوطی منة علی العالمین و للمتی منة علیہ“

شیخ علی متقی نے برسوں مکہ مکرمہ میں مسند حدیث سجا رکھی۔ آپ کی وفات کے بعد شیخ عبدالوہاب متقی آپ کے جانشین ہوئے۔ آپ نے شیخ محقق میں وہ قوت و صلاحیت پیدا کر دی کہ واپس آ کر آپ نہ صرف خود فتوں سے محفوظ رہے بلکہ آخر دم تک فتوں کے سد باب کے لئے کوشاں رہے۔ علم حدیث کی سند کے علاوہ آپ نے شیخ متقی سے قادر بیہ، شاذلیہ، مدنیہ، اور چشتیہ سلاسل میں خلافت و اجازت حاصل کی اور کتب تصوف میں سے ”نصوص الحکم، قواعد الطریقہ اور بیخ السالک“ پڑھیں۔

۹۹۸ھ میں آپ مدینہ طیبہ چلے گئے وہاں آپ نے ”جذب القلوب“
 الی دیار محبوب“ تالیف فرمائی ایک جگہ ۱۰ جمادی الاول ۹۹۹ھ کا ذکر
 ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک آپ وہیں مقیم رہے اور بڑی شان و شوکت سے ”مدینہ
 الرسول“ میں اقامت پذیر رہے۔

ادب مدینہ شریف: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پناہ محبت کے سبب آپ مدینہ
 شریف کا بھی بے حد احترام فرماتے تھے۔ علی شیر قانع حجوی نے لکھا
 کہ ”در مدینہ برہنہ پاگردیدے“ یعنی مدینہ شریف میں آپ اپنے جوتے اتار دیتے اور برہنہ
 پاؤں رہتے۔

ایک عرصہ مدینہ شریف میں رہ کر دوبارہ مکہ مکرمہ آئے۔ وہاں سے حضرت شیخ متقی علیہ
 الرحمۃ کی ہزار ہا دعاؤں اور نیک تمناؤں سے ہندوستان واپس چلے آئے۔ آپ نے حج سے واپس
 آ کر باون (۵۲) برس دہلی میں گزارے لاہور کے ایک سفر کے علاوہ جس میں شاہ ابوالمعالی سے
 ملنا مقصود تھا۔ کبھی دہلی سے باہر نہ نکلے، خود فرماتے ہیں۔

حقی از گوشہ دہلی نہ نیم پا بیروں
 خود گر ہم کہ ملک گجراتم دا دند

شاہ ابوالمعالی سے آپ کے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شیخ عبدالقادر
 جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے شاہ صاحب کو خاص نسبت تھی۔ دوسرا یہ کہ شاہ صاحب شیخ داؤد کے بھتیجے اور خلیفہ
 تھے۔ شاہ صاحب نے محدث سے ان کی کتابوں کے بارے میں فرمایا تھا:

”حق تعالیٰ شارا باں مفتوح گرداند، اگرچہ خنناں مردم بسیار خواندہ ایم و خواندہ می شود،
 اما خن شمار اور فقر گوارائی است کہ خنناں مردم دیگر نیست۔“

آپ کی ”ایضاح اللغات شرح مشکوٰۃ“ ابھی زیر تالیف تھی تو شاہ صاحب نے آپ پر زور دیا
 کہ اسے جلد سے جلد مکمل فرمائیں۔ اور ساتھ ہی یہ پیش گوئی فرمائی کہ۔

”شرح مشکوٰۃ را تمام کنید انشاء اللہ کتابے شود کہ اہل عالم ہمہ از اس مستفید شوند“
 آپ نے عرض کی دعا فرمائیں کہ جلد از جلد ہو جائے، آپ نے جواب دیا۔

”آں خود تمام شدہ است“

اور ساتھ ہی یہ مشورہ بھی دیا کہ شرح میں اشعار بھی لکھ دیا کریں تاکہ عبارت میں رنگینی پیدا ہو
 جائے اور مطالب سمجھنے میں بھی دقت نہ پیش آئے۔ آپ نے عذر پیش کیا کہ مجھے دوسروں کے اشعار یاد

نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ پھر اپنے اشعار ہی لکھ دیا کرو۔ شاہ صاحب کی دعاؤں کا یہ اثر ہوا کہ آج ہر مدرسہ میں طالب علم حدیث شریف کی پہلی کتاب ”مشکوٰۃ“ شروع کرتے ہیں جو شیخ رحمہ اللہ کے نام ہے۔ شیخ نے ابتداء ہی سے علوم ظاہر کے ساتھ ساتھ علوم باطن کا بھی پورا عبادت و ریاضت: خیال رکھا۔ شیخ سیف الدین رحمہ اللہ نے ان کے قلب میں عشق حقیقی کی

ایسی آگ بھڑکادی جو آخر تک ان کے قلب کو گرماتی رہی۔ آپ عبادت و ریاضت کے ساتھ ساتھ اپنے وقت کے علماء و مشائخ کرام رحمہم اللہ کی صحبت بھی اختیار فرماتے۔ دنیا داروں سے میل جول سے ہمیشہ منقطع رہتے۔ وہ دور شہنشاہ اکبر تھا جب کہ شرع مطہرہ کی بے حرمتی اور بدعات اپنے عروج پر تھیں۔ اکبر بادشاہ اور اس کے امراء نے بہت کوشش کی کہ آپ ان کے ہمراہ ہو جائیں مگر جن کے مقدر میں تجدید علوم اسلامیہ و احیائے سنت اور ترویج شرع متین لکھی ہو وہ اس ماحول میں کیسے ٹھہر سکتا تھا۔ اس دور کے مذہبی حالات سے دل برداشتہ ہو کر آپ حجاز تشریف لے گئے۔ اور شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ سے پورا پورا اکتساب علم کیا، انہی کے ساتھ رمضان گزارا اور فریضہ حج بھی ساتھ ادا فرمایا۔

علم و عمل کی تمام وادیوں کی سیر کرانے کے بعد شیخ حجاز سے ہندوستان واپسی: عبدالوہاب متقی نے شیخ محقق رحمہ اللہ کو واپس ہندوستان

جانے کا حکم صادر فرمایا، لیکن آپ وہاں کے حالات سے ایسے دل برداشتہ تھے کہ طبعیت واپسی کی طرف ہائل ہی نہ تھی مگر شیخ کے حکم پر ارادہ کیا کہ بغداد کے راستہ حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے مزار شریف کی زیارت کر کے ہندوستان واپس ہوں۔ لیکن شیخ نے اس کی بھی اجازت بعض وجوہ کی بناء پر نہ مرحمت فرمائی۔ چنانچہ شوال ۹۹۹ھ میں آنکھوں میں آنسو اور دل میں حسرت لئے اس مقدس سرزمین سے رخصت ہوئے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد

روئے گل سیر ندید یم و بہار آخر شد

شیخ محقق ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان تشریف لائے۔ یہاں آکر دیکھا کہ اکبر کے مذہبی افکار ”دین الہی“ کی شکل اختیار کر چکے تھے۔ اسلامی شاعر کی کھلی تنقید کی جارہی تھی۔ ایسے روح فرسا حالات میں شیخ محقق نے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور قرآن و حدیث کے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور یہ سلسلہ تا حیات جاری رہا۔

شیخ نے ابتداء میں اپنے والد ماجد شیخ سیف الدین علیہ الرحمۃ سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ حضرت سید

موسیٰ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ قادریہ سلسلہ کے مشہور بزرگ ہیں، ان سے شیخ کو بیعت عقیدت تھی۔ چنانچہ ۹۸۵ھ میں سید موسیٰ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن سے وابستہ ہوئے۔ انہوں نے اپنی خلافت سے نوازا۔ شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ سے مکہ معظمہ میں تربیت حاصل کی (جن کا تفصیلی ذکر گزر چکا) حضرت خواجہ باقی اللہ مشہور بزرگ ہیں، جن کی پوری زندگی دعوت الی الحق میں گزری، شیخ محقق نے آپ کے دست حق پرست پر بھی بیعت کی۔ آپ کی زندگی میں باقی باللہ کی دہلی آمد کے بعد ایک انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ ایک عزیز کو اپنے ایک خط میں شیخ محقق ارقام فرماتے ہیں:

”ہمارے شہر میں اس نسبت کے داعی اور مرشد عارف باللہ سیدنا مولانا خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں وہ اس سلسلہ میں ہمارے مشائخ میں ہیں۔“ (مکتوب نمبر- ۵۷)

خواجہ صاحب ۱۰۰۸ھ میں دہلی تشریف لائے تھے۔ انہوں نے دین کا در در کھنے والے تمام امراء کو ذمہ داریوں کا احساس دلا کر اکبری دین کے خلاف متحدہ محاذ بنالیا۔ آپ خود تو ۱۰۱۲ھ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ لیکن شیخ محقق اور مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی تحریک کو جاری رکھا۔ دونوں بزرگوں نے مسلمانوں کے عقائد درست کرنے کے لیے متعدد کتب و رسائل تصنیف فرمائیں۔ ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو یہ آفتاب علم جس نے چورانوے (۹۴) سال تک فضاء ہند کو وصال: منور رکھا، غروب ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون آپ کی وصیت کے موافق حوض شمس کے کنارے سپرد خاک کیا گیا اور شیخ نور الحق نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی تاریخ ولادت ”شیخ اولیاء“ اور تاریخ رحلت ”فخر عالم است“ ہے۔

شیخ محدث کی تصانیف: آپ کی عمر کا بیشتر حصہ تصنیف و تالیف میں بسر ہوا۔ بیشتر علوم و فنون پر آپ نے کتب تصنیف فرمائیں۔ جن کی تعداد (۶۰) کے قریب ہے اور اگر آپ کے مکاتیب و رسائل کو بھی شمار کیا جائے تو یوں یہ تعداد ۱۱۶ تک جا پہنچی ہے ان میں مشہور ترین کتب جو مطبوع ہیں ان کے اسماء بہ ترتیب حروف تہجی ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

1- اخبار الاخیار فی احوال الابرار۔ (سیر و تذکرہ) (اس کا اردو ترجمہ آپ کے پیش نظر ہے)

2- آداب الصائغین۔ (فارسی) (اخلاقیات) (اس کا بھی اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے)

- 3- اوجہ الممعات فی شرح مشکوٰۃ۔ (فارسی) (حدیث) (اس کا بھی اردو ترجمہ مطبوع ہے اور کتب خانوں پر دستیاب ہے)
- 4- تکمیل الایمان وتقویۃ الایمان۔ (فارسی) (عقائد) (اردو تراجم ماریکٹ میں موجود ہیں)
- 5- توصل المرید الی المراد بہ بیان۔ (عربی و فارسی) (اردو ترجمہ بھی شائع ہوا)۔
- 6- جذب القلوب الی دیار المحبوب۔ (فارسی) (تاریخ) (اردو ترجمہ بھی شائع ہوا)۔
- 7- زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار۔ (فارسی) (سیر و تاریخ) (اردو ترجمہ بھی شائع ہوا)۔
- 8- شرح سفر السعادت۔ (فارسی)۔
- 9- شرح فتوح الغیب۔ (فارسی) (تصوف) (اردو ترجمہ بھی شائع ہوا)۔
- 10- فہرست التوائف۔ (فارسی و عربی)۔
- 11- کشف اللباس فی استحباب اللباس۔ (فارسی) (اخلاقیات) (اردو تراجم بھی مطبوع دستیاب ہیں)
- 12- کتاب الکاتیب والرسائل۔ (فارسی) (مکاتیب) (اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے)
- 13- ماثبت بالنسب فی ایام السنہ۔ (عربی) (حدیث) (اردو ترجمہ بھی مطبوع دستیاب ہے)۔
- 14- مدارج النبوة۔ (فارسی) (سیر و تذکرہ) (اردو ترجمہ بھی مطبوع دستیاب ہے)۔
- 15- مرج البحرین۔ (فارسی) (تصوف) (اردو ترجمہ بھی شائع ہوا)۔
- 16- نکات الحق والحقیقت۔ (فارسی) (تصوف)

شیخ محدث کی اولاد: شیخ کے تین فرزند ہوئے۔ سب سے بڑے بیٹے شیخ نور الحق مشرقی ہیں جو اپنے والد محترم کی ہی طرح صاحب علم و قتل تھے۔ خود آپ کے والد آپ سے بہت خوش تھے اور اپنے بیٹے کو اپنا وجود ثانی قرار دیتے تھے شیخ نور الحق علیہ الرحمۃ نے بہت سی مفید کتب بھی تصنیف فرمائیں۔ جس میں ”تیسیر القاری شرح صحیح البخاری“ بھی شامل ہے۔ آپ نے اپنے والد محترم کی حیات میں عہد شاہ جہان میں اکبر آباد کے قاضی کا عہدہ قبول کر لیا تھا۔ مگر جب والد محترم کا انتقال ہوا تو شیخ نور الحق نے اپنے والد کی مسند ارشاد کو ترجیح دیتے ہوئے جلوہ افروز ہوئے۔ شیخ محقق کے دوسرے بیٹے شیخ علی محمد بھی جید عالم دین اور بزرگ شخصیت کے حامل تھے آپ نے بھی بہت سی کتب تصنیف فرمائیں۔ تیسرے فرزند شیخ محمد ہاشم تھے آپ علم

حدیث میں خاص شغف رکھتے تھے۔ محمد ہاشم کے بیٹے محمد عاصم سے حضرت شیخ کو بے حد محبت تھی۔ جن لوگوں نے اکبر کے دین الہی کے خلاف

دین اکبری کے خلاف متحدہ محاذ: آواز بلند کی تھی۔ ان پر عتاب، نازل ہو چکا تھا۔

ملا محمد یزدی اور قاضی بنگال شہید کر دئے گئے تھے۔ شہباز خان کبجو اور قطب الدین امیر سے دربار میں بے عزت کئے گئے۔ اور خواجہ منصور پیر کو حکیم مرزا کے ساتھ خط و کتابت رکھنے کے جرم میں سزائے موت دی گئی۔ اس لئے لوگ یہ سمجھ گئے تھے، کہ تشدد کے ذریعے تحریک احیائے دین نہیں چل سکتی اس لئے یہ اصول وضع کئے گئے۔

1- غرباء کی جماعت تیار کی جائے جو اسلام کا عملی نمونہ بن کر سامنے آئے۔

2- علماء اور سنجیدہ طبقہ کے ذہنوں میں انقلاب پیدا کیا جائے۔

3- صحیح عقائد اسلام کی اشاعت کی جائے۔

4- امراء دربار جو صاحب اختیار ہوں اور بادشاہ کے مزاج میں دخل ہوں، ان کی عزت ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انہیں ذمہ داری کا احساس دلایا جائے۔

5- النَّاسُ عَلَى دِينِ مُلُوكِهِمْ کے مطابق بادشاہ کی اصلاح کی جائے۔

اس تحریک سے دین الہی کا زور ٹوٹ گیا اور اکبر کے ساتھ ہی وہ بھی مٹ گیا۔ جہانگیر کے مقابلہ میں خسرو تخت کا دعوے دار بن گیا۔ اور راجپوت اس کے طرف دار بن گئے۔ لیکن اسی اسلامی گروہ کی مدد سے جہانگیر کامیاب ہوا۔ اور وہ خود چل کر اس مقدس گروہ کے سربراہ شیخ فرید بخاری کو مبارک باد دیئے آیا۔ کہتے ہیں کہ اس نے اس گروہ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ تخت نشین ہوتے ہی احکام شریعت نافذ کر دے گا۔ حسب وعدہ اس نے بہت سی اصلاحات کیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں کہ دین الہی ختم کر دیا۔ دوبارہ اپنے سکوں پر کلمہ طیبہ کندہ کرایا۔ شراب نوشی بند کر دی۔ مجرموں کے ناک کان کاٹنے بند کر دئے۔ اور ساتھ ہی جاگیرداروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں شاہراہوں کے ساتھ ساتھ مساجد اور سرائیں تعمیر کروائیں۔

جس وقت اکبر فوت ہوا اور جہانگیر تخت نشین ہوا اس زمانے میں حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ محدث نے پے در پے شیخ فرید بخاری کو خطوط لکھے کہ وہ اپنے اثر کو کام میں لا کر نئے بادشاہ سے احکام شریعت نافذ کرائیں۔ (شیخ محدث کے مکاتیب)

فائدہ: اس سے یہ اندازہ لگائیے کہ ہمارے اسلاف صالحین رحمۃ اللہ علیہم نے کس طرح متفق ہو

کر باطل قوتوں کا مقابلہ کیا اور پھر اس معاملہ میں آپس میں کیسے مخلص تھے اگرچہ ایک بار حضرت محدث دہلوی اور امام ربانی قدس سرہا کی آپس میں شکر رنجی ہو گئی تھی لیکن مسئلہ کی تحقیق کے بعد پھر شیر و شکر ہو گئے تھے۔ جس کی تفصیل جانیں کی تصانیف میں مذکور ہے۔

اہل سنت اسلاف: الحمد للہ آج اہل سنت اسلاف عقائد و معمولات اس مقدس گروہ کو نصیب ہیں۔ جنہیں لوگ سنی بریلوی سے تعبیر کرتے ہیں۔ سیدنا مجدد

الف ثانی امام ربانی قدس سرہ کے عقائد و معمولات توفیق نے ”عقائد المجید دین“ تصنیف میں درج کیے ہیں۔ سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے عقائد و معمولات بھی اکثر و بیشتر اسی میں عرض کر دیئے گئے ہیں یہاں اخبار الاخیار آپ کی تصنیف ہی ہماری تائید کے لیے کافی ہے۔ جسے قارئین مطالعہ فرمانے کے بعد خود ہی انصاف فرمائیں گے کہ حقیقت کس مسلک کے ہاتھ میں ہے۔

فضائل و کرامات: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و کرامات بلکہ کمالات یہ کچھ کم نہیں کہ آپ نے خطہ ہند کو علم الہدیٰ سے نوازا اور دین کی

خدمات جلیلہ کی وجہ مجدد و قوت کا لقب پایا۔ لیکن پھر بھی ایسے کالمین سے کرامات کا صدور بھی ہوتا رہتا ہے جو اہل اسلام کے ایمان و اسلام کی مضبوطی کا سبب ہوتا ہے ہمارے نزدیک سب سے بڑی کرامت یہی ہے کہ سرور کونین ﷺ خود فرمائیں کہ یہ میرا ہے۔

1- مولوی اشرف علی تھانوی نے الاضافات الیومیہ (ص ۶، جلد ۷) میں شاہ صاحب قدس سرہ کا تعارف یوں لکھا کہ

”بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالت غیبت میں روزمرہ ان کو دربار نبوی میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی ایسے حضرات صاحب حضوری کہلاتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہیں کہ یہ بھی اسی دولت سے مشرف تھے اور صاحب حضوری تھے۔“ (فوائد جامعہ شرح حالہ ج ۲، ص ۲۲)

2- مخالفین کے سرکردہ کی شہادت کے بعد غوث علی شاہ (تمذہب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ) کی شہادت بھی لیجئے غوثیہ (ص ۲۳۲، ۲۳۵) میں ہے کہ

”ایک روز ارشاد ہوا کہ جب حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں حدیث ختم کر چکے تو حضرت سرور کائنات نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ تم ہندوستان میں جا کر علم حدیث کو شائع کرو تا کہ لوگ فیضاب ہوں لیکن خاکساران ہند سے بھی ملے رہنا۔

آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بغیر حضوری آستانہ مبارک میری زندگی کس طرح کئے گی؟ حکم ہوا کہ تم رات کے وقت مراقب ہو کر بیٹھا کرو ہمارے پاس پہنچ جایا کرو گے۔ جب بیدار ہوئے تو قیام حکم لیے ہندوستان کی راہ لی۔ جس وقت سورت یا بمبئی سے ہندوستان کو روانہ ہوئے جا بجا فقراء سے ملنا شروع کیا۔ ایک جگہ پہنچے تو لوگوں سے پوچھا کہ میاں کوئی فقیر ہے؟ کس نے نشان دیا کہ فلاں محلہ میں ہے۔ فجر کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھتے ہی فقیر بولا کہ مولوی عبدالحق صاحب آپ کا بڑا انتظار تھا۔ آپ چپ بیٹھ گئے۔ بعد مزاج پر سی فقیر نے جام و صراحی نکال کر ایک ساغر نوش کیا۔ دوسرا جام لبریز کو کے مولوی صاحب کو دیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں تمہارے فعل پر معترض نہیں لیکن ہمارے واسطے حرام ہے تمہیں بارانکار کیا اس نے کہا کہ لی لے ورنہ پچھتائے گا۔ جب رات کو مراقب ہوئے تو دیکھا کہ جہان خیمہ دربار رسول ﷺ میں ایستادہ ہے اس سے سو قدم آگے وہ فقیر لٹھ لئے کھڑا ہے۔ ہر چند مولوی صاحب نے آگے جانے کا قصد کیا لیکن فقیر نے جانے نہ دیا۔ ناچار واپس آئے۔ صبح کے وقت پھر اس فقیر کے پاس پہنچے۔ اس نے پھر جام پیش کیا آپ نے نہ لیا کہ میرے واسطے حرام ہے۔ تیرے حکم سے خدا اور رسول کا حکم افضل ہے فقیر نے کہا: اپنی کو رو نہ پشیمانی اٹھاؤ گے۔ رات کو پھر وہی معاملہ پیش آیا، آپ نے انکار کیا۔ چونکہ شب جو مراقب ہوئے تو فقیر کو سدراہ پایا اور لٹھ لے کے انکی طرف دوڑا کہ خبردار جو اس طرف قدم اٹھایا اس وقت اظطر اب میں آپ کی زبان سے نکلا یا رسول اللہ! الغیث اس وقت رسول کریم ﷺ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ عبدالحق چار شب سے حاضر نہیں ہوا، دیکھو تو باہر کون پکارتا ہے؟ بلاؤ انہوں نے دونوں صاحبوں کو حاضر کیا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ عبدالحق چار رات سے تو کہاں تھا؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرت ﷺ نے اس فقیر کی نسبت کہا اخرج یا کلب صبح کے وقت پھر شاہ صاحب فقیر کے پاس پہنچے۔ اس کا حجرہ بند پایا۔ دو چار مرید بیٹھے ہوئے تھے پوچھا کیا سبب ہے کہ پہر دن چڑھا اور دروازہ نہیں کھولا؟ دیکھو تو ہیں بھی یا نہیں۔ دروازہ کھولا تو پیر ندرود۔ حیران ہوئے۔ شاہ عبدالحق نے فرمایا کہ کوئی جانور یہاں سے نکلا ہے یا نہیں؟ وہ بولے کہ ایک کالا کتا تو ہم نے یہاں سے جاتا ہوا دیکھا تھا۔ فرمایا کہ بس وہی تمہارا پیر تھا۔ کیونکہ رات یہ معاملہ پیش آیا۔ اب جاے تم بیعت رکھو یا فسخ کرو تمہارا پیر کتا ہو گیا۔

غرض اس قصہ سے یہ ہے کہ فقیر کو کسی امر میں ضد لازم نہیں کہ ضد میں خود نمائی ہے خود نمائی خلاف فقر۔ پس فقیر اس مقام میں ضرور خطا کھاتا ہے۔

خوافند: ۱- شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی قدر و منزلت کا کیا کہنا کہ جنہیں ہمارے خطہ ہندو پاک میں ہماری رہبری اور ہدایت کے لئے بھیجا، افسوس ہے کہ آج ان کے شاگرد کہلوا کر بھی ان کے دلائل نہیں مانتے۔

۲- فقراء کی زیارت اور ابن کی محبت سرکارِ مدینہ ﷺ کو مطلوب ہے۔

۳- شریعت پر استقامت کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کو باوجود یہ کہ صاحب کرامت فقیر نے دھمکیاں بھی دیں لیکن شاہ صاحب رحمہ اللہ ڈٹے رہے۔

۴- ”یا رسول اللہ الغیاث“ پکارنا ہمارے اسلاف کا طریقہ ہے جو اس سے منہ موڑ لے۔
من شدَّ شدَّ فی النار۔

ترجمہ: جو علیحدہ ہوا وہ جہنم میں گیا۔

۵- رسول اللہ ﷺ فریاد سن کر مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

۶- شریعت کے مخالف کا انجام بد ہے خواہ وہ صاحب کرامت بھی ہو جیسے حکایت مذکورہ میں قابونین نے پڑھا۔

افسوس کہ آج کل بد عمل پیروں کا دور دورہ ہے اور ہم فقیر کچھ کہتے ہیں تو ہمیں الٹا سزا سنائی

جاتی ہے۔

محدث دہلوی کے کلام کا نمونہ

آں نور کہ مشرق جیلان تابید
بس عالم آدم ہمہ روشن گردید
زو مشرق مغرب شدہ روشن آخر
از اوج ملتان ہمہ گشت پدید
ملتان چہ عجبت کہ دل پذیر افتادہ است
چوں منزل میر دیکھیر افتادہ است
دلی است اگرچہ مک خورد و لے
ملتان چوں مدینہ صغیر افتادہ است

احمد خوئے کہ عالم بندو اوست
 یوسف روئے کہ مہ شر مندہ اوست
 عیسیٰ نفسی کہ جان دل زندہ اوست
 موسیٰ لقای کہ دوست خواہندہ اوست
 اے باد گذر کن بد یار ملتان
 زین راہ نشین خاکسار ملتان
 این تحفہ جان ببر بہ یار ملتان
 یک جان چہ ہزار جان نثار ملتان
 اے دیدہ بیا لقائے آن منظور بہین
 آن جبہ آن جمال آن نور بہین
 در وادی ایمن محبت بگذر!!
 ہم درخت وہم موسیٰ ہم طور بہین
 باد یا رب تا قیامت دولت جیلا نیان
 کم مباد از قدرت حق صولت جیلا نیان

فائدہ: فقیر اویسی غفرلہ نے یہ اشعار تبرکاً لکھے ہیں تاکہ ناظرین اندازہ لگائیں کہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
 اور مشائخ طریقت کے نہ صرف ہم نیاز مند ہیں بلکہ ہمارے اسلاف کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ **فَللّٰہُ**
 الحمد علی ذلک۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف مستند سمجھی جاتی ہے
اخبار الاخیار: یہاں تک کہ مناظرہ میں مخالفین پر حجت قائم کرنے کے لیے اس کے حوالہ

جات پیش کئے جاتے ہیں۔ فارسی زبان میں مطبع مجبائی دہلی سے بارہا شائع ہوئی حال ہی میں
 کمبخت ضلع خیر پور میرس (سندھ) میں اسی کا عکس شائع ہوئی ہے۔ فارسی زبان کے متروک ہونے
 پر فضلاء دیوبند نے حسب عادت اسے اردو میں مختلف کاریگروں سے ترجمہ کرایا۔ انہوں نے
 اپنی کاریگری کر دکھائی کہ اصل فارسی کی ترجمانی کی بجائے مفہوم و مطلب پر اکتفاء کیا اور کہیں کہیں
 ہر ممکن مفہوم بدلنے کی بھی کوشش کی جسے فقیر نے اپنے ترجمہ کے وقت حاشیہ میں نشاندہی کی ہے

مفتی محمد شفیع کراچی سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کے زیر اہتمام شائع شدہ ترجمہ میں کم اور مولوی فاضل اور مولوی عبدالسبحان مدرسین دارالعلوم کراچی مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ، کراچی نے زیادہ ترجمہ میں اپنے مسلک (دیوبند) کے خلاف کے کوئی جملہ دیکھا تو اس نے حاشیہ پر اپنے مسلک کے اشارے لکھے۔ بلکہ تم بالائے ستم کہ بعض مواقع پر ترجمہ میں خیانت کر ڈالی مثلاً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے مقدمہ میں ایک شعر لکھا۔

ہر مرتبہ کہ بود در امکان روبروست ختم

ہر نعمتی کہ داشت خدا شد برو تمام

اس شعر میں مصرعہ اول میں لفظ ”ختم“ ختم کر ڈالا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ کاتب سے رہ گیا ہو گا تو پھر ترجمہ پڑھ لیجئے ترجمہ میں لکھتا ہے کہ جو مرتبہ بلند بھی ممکن ہوا آپ اس پر فائز ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ آپ پر تمام ہیں۔

یہ ترجمہ سراسر غلط اور مسلک حق کے خلاف ہے فقیر نے اسی جگہ صحیح ترجمہ لکھ دیا ہے اور شعری بھی صحیح کر دی ہے۔

کرامت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ: باوجود زیں ہمہ یہ شیخ بیہوش کی کرامت ہے کہ مخالفین کی قلم

سے منوالیا کہ مذہب بریلوی اہلسنت حق ہے جو یہ کہتے ہیں وہی میں (شیخ) کہتا ہوں اسی لئے فقیر غاشقان مسلک دیوبند سے گزارش کرتا ہے کہ جو کچھ تمہارے پیشواؤں نے اخبار الاخیار کا ترجمہ لکھا ہے اسے حق مان لو۔ اور انہیں عقائد و معمولات پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ ورنہ کم از کم ایسے عقائد و معمولات والوں شرک و بدعتی کہنا چھوڑ دو۔

ہاں اگر واقعی شرک و بدعت کے فتویٰ کا شوق ہے تو پہلے اس کا ترجمہ کنندگان اور اس کے مصدقین اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ پر فتویٰ شائع کرو۔ تاکہ عوام اہل اسلام سمجھ سکیں کہ آپ کون ہیں؟ وما علمنا الا البلاغ و صلی اللہ علی حبیبہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ بہاؤ پور۔ پاکستان ۸ جنوری ۱۹۹۷ء ۲۴ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ شب سوموار مبارک۔

ديباچہ اخبار الاخيار

(از: برکت المصطفیٰ فی الہند شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ
خدا تعالیٰ بزرگ و برتر اور واہب العطا یا کا شکر ہے، اس کی عطائیں بے حد و بے عد ہیں اور
اس کی نعمتوں کا مکمل طور پر شکر ادا کرنا دائرہ امکان سے خارج ہے۔
منجملہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے سب سے پہلی نعمت وجود ہے اس کے بعد دیگر
نعمت وجود: نعمتیں ہیں چونکہ نعمت وجود دائمی ہے اسی لئے ہر لمحہ اس نعمت کا شکر ادا کرنا
ضروری ہے فلہذا اس نعمت وجود کا شکر ادا کر کے دوسری نعمتوں کا شکر کیا جائے۔

قطعہ

عقل در اندیشہ فرو شد مگر شکر خداوند تعالیٰ کند
دید کہ ہر گز نتواند کہ آن لائق آن درگاہ والا کند
تا ابد شرمندگی سر تنو انت کہ بالا کند
ترجمہ: عقل اس فکر میں پڑی کہ شاید اللہ تعالیٰ کا شکر کر سکے۔ اس نے دیکھا کہ یہ اس سے نہ ہو سکے
گا اس لئے کہ وہ اس بلند قدر والی درگاہ کے لائق نہیں۔ پھر ہمیشہ تک شرمندگی سے سرا و نہانہ کر سکی۔
نعمت نفس (سانس): اللہ تعالیٰ کی غیر متناہی مسلسل نعمتوں میں سے ایک نعمت ”نفس“
ہے جو ہر لمحہ بغیر کسی کمی کے جاری ہے۔ جس کی آمد و رفت میں
ہزاروں نعمتیں موجود ہیں جن کے شمار کی عقل کو بھی طاقت نہیں۔ اندر آنے والی سانس سے صدمہ کاموں
کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس کی مثال اس آب حیات جیسی ہے جو رگوں اور پٹھوں کی تالیوں کے ذریعہ
اعضاء جسمانی کو قوت دیتا ہے۔ اور بخرو برگ کو سرسبز کرتا رہتا ہے۔

سانس پہلے حلق کے میل کچیل اور اس کی خشکی وغیرہ کو دور کر کے اس نرم کرتی ہے۔ پھر ہیمہ پڑے
کے ذریعہ مگر از قلب میں داخل ہونے کے بعد تمام پٹھوں، رگوں اور مسامات میں گھومتے ہوئے ان
سب کو معتدل کرتی اور حرارت عزیزی فراہم کرتی ہے۔ یعنی نئے سرے سے زندگی بخشی اور ہر لمحہ

شریت حیات پلاتی ہے۔ اور پھر واپسی میں مسامات، رگوں اور پٹھوں وغیرہ سے کشافیتیں و فضلات وغیرہ نکال کر پورے جسم میں فرحت و نشاط پیدا کرتی ہے۔ اور اسی طرح مسلسل آمد و رفت کرتی رہتی ہے۔ نفس نے محاسبہ کرنے والے (صوفیاء، سالکین) کو علم ہے کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک سانس کتنی دفعہ آمد و رفت کرتی ہے۔ اور سانس کی ہر آمد و رفت پر شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ ”فسبحان من جلت قدرته و دقت حکمته“ پاک ہے وہ ذات جس کی قدرت جلیل الشان اور دقیق حکمت ہے۔

مثنوی

ہر نفسے نو کہ وصول آورد	ماندہ تازہ نزولی آورد
روح ازد تازہ غذائے برد	دل نفس باد ہوائی خورد
ہر نفس زندگی آید پدید	بل ہم فی اللبس بخلق جدید
ہر نفسے تازہ حیاتے دیگر	واسطہ صبر و ثباتے دیگر
ہر ایک ازاں مروحہ جنیاں شش	روح مزاج دلی ازد کردہ خوش
حجرہ جاں مترنم ازد	پنجرہ دل متعسم ازد
ہر سر مو در بدن آدمی	یافت از تازگی و خرمی
آدمی بے ہنر و بے زبان	حمد خدا راجہ تو اند بیان

ترجمہ: (۱) ہر نئی سانس جو حاصل ہو رہی ہے گویا ہر لمحہ ایک تازہ دسترخوان نازل ہو رہا ہے۔ (۲) اس روح کو تازہ غذا ملتی ہے اور دل تازہ ہوا کھاتا ہے۔ (۳) ہر سانس سے زندگی ظاہر ہو رہی ہے لیکن اس تازہ حیات سے شک میں مبتلا ہیں۔ (۴) ہر تازہ سانس نئی زندگی اور نئے صبر و استقلال کا وسیلہ (سبب) ہے۔ (۵) ہر سانس تمام پہلوؤں کے لئے پنکھا ہے کہ اس سے مزاج قلب شاداں ہو جاتا ہے۔ (۶) روح کی آواز اسی کے باعث نغمہ ریز اور دل کا پنجرہ اسی سے آباد ہے۔ (۷) انسان کے بدن کا رواں رواں اسی سے تازگی اور راحت حاصل کرتا ہے۔ (۸) یہ بے ہنر اور بے زبان انسان اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

نعمت رزق: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت رزق ہے جو روزانہ صبح و شام بلا تاخیر اللہ تعالیٰ تم کو عنایت کرتا ہے اور اس کے اسباب و تدابیر پر غور و فکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کندم کا

ایک دانہ پیدا کرنے میں کتنے اسباب پیدا کرتا ہے۔ کھیتی باڑی کا سامان مہیا کر کر زمین کو خراب ہونے سے بچاتا ہے اور پھر حفاظت کرتے ہوئے دانوں کو بالیوں میں پکا کر لوگوں کے لئے بطور اناج عنایت کرتا ہے۔ پھر اس کی عجیب و غریب حکمتیں و نعمتیں دیکھئے کہ گندم کو پیسے گوند بننے پکانے، کھانے، چبانے، ہضم و جذب کرنے میں وہ یقین محکم پیدا کر دیا ہے جسے حکیم مطلق ہی خوب جانتا ہے اور جس نے گندم کو بہترین غذا بنایا ہے۔

فسبحان من تمت حکمتہ و عمت نعمتہ۔

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس کی حکمت کامل مکمل اور اسکی نعمت عام ہے۔

سبحان قدیرے کہ بہ یک ذرہ شکرش
از خرمن رودانہ گندم زرہ آدم
خاصاں درش کردہ ره عقل و خرد گم
پروردہ ہمہ خلق باں دانہ گندم
گم در شکم دانہ دل انجم و افلاک
چوں دانہ چند یست قنادہ بتہ خم

ترجمہ: (۱) پاکی ہے اس قادر کی جس کے ذرہ شکر پر اس کی درگاہ کے خواص کی عقل و خرد گم ہے۔

(۲) اس لی خرمن سے صرف ایک گندم کا دانہ بویا تو اس سے اس نے تمام مخلوق کو پالا۔ (۳) ایک دانہ کے دل میں انجم و افلاک گم ہیں جب دانہ چند روز خم کی تہ میں گم ہوا۔

اس کے علاوہ اس کی دوسری نعمتیں مثلاً کھانا، پینا، لباس، مجلس و مکان آمد و رفت کے مقامات، بستیاں اور تمام ارضی و سماوی، علوی و سفلی، روحانی و جسمانی اور ظاہری و باطنی نعمتوں کو دیکھئے اور علیم و قدیر کی تخلیق و تقدیر اور تربیت و تدبیر پر غور فکر کیجئے تو سکوت و جبروت اور عاجزی و بندگی کے علاوہ کچھ بھی نظر نہ آئے گا۔

آسمان و کواکب کی عجیب و غریب طریقہ پر تخلیق و رفتار و ثابت و سیارات کے تمام احوال و صفات، عناصر و ارکان کی عجیب و غریب ترتیب، وسیع و عریض زمین کا بچھونا، مضبوط و مستحکم پہاڑوں کی ایجاد، چشموں کا چھوٹنا، نہروں کا چلنا مختلف الانواع، نباتات و حیوانات کی نگوین، ان اجسام کی تخلیق میں عجیب و غریب حکمتوں کو ملحوظ رکھنا اور تمام کے ظاہر و باطن میں ان بڑی بڑی نعمتوں کا عطیہ جن کا جمل ذکر بھی نہ کسی کے بس میں ہے اور نہ ان کا ذکر بڑی بڑی کتابوں میں ہاں سکتا ہے، اے انسان! یہ سب تیرے لئے ہیں تاکہ تو اس کی یاد سے غافل نہ ہو، اور اس کی جستجو میں مشغول رہے۔

فسبحان من لا حصر لآلائہ ولا احصاء لنعمانہ۔

ترجمہ: پس پاک ہے وہ ذات جس کی نعمتیں بے حساب اور اس کے احسانات بے شمار ہیں۔

قطعه

احصاء و حصر نعمت حق قدرت تو نیست
 فکر اندران خیال چه باید ترا گماشت
 کار تو دیں بود کہ بدانی کہ ہنہ
 بہر تو آفرید و ترا بہر خود نگاشت
 ایں منہسط بساط زمین بہر تو نہاد
 واں سائبان سبز فلک بہر تو افراشت
 چندیں نعم بہ بزم ظہور آشکار کرد
 چندیں دگر بعالم دیگر نگاہ داشت
 غافل مشوز ذکر خدا وند روز و شب
 آندم کہ آتش شام خوری یا غذائے چاشت

فائدہ: مذکورہ بالا نعمتوں میں تو تمام انسان و حیوان سب مشترک ہیں لیکن ذہ مخصوص نعمتیں جو صرف انسان کو عطا کی گئی ہیں۔ جیسے فہم و فراست نطق بولنا و فکر، علم و دانش، شوق و محبت، ذوق و معرفت قرب و ولایت، نبوت و رسالت اور تکریم و تعظیم ان کا شکر ادا کرنا مشکل ہے اور مخصوص نعمتوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ مرتبہ بلند عطا فرمایا ہے کہ تمام مخلوق ارضی کے سر پر اس کے پاؤں ہیں اور جملہ مخلوق سماوی سے اس کا سرا و نچا ہے۔

قطعه

پاکی کہ خاک را سراز بر فلک رسید
 بلکہ فلک زیر تو آں خاک نور یافت
 بنمود ہر چہ بود پنج ازل نہاں
 آں دم کہ نور آدم خاکی ظہور یافت
 بیروں در فرشتہ بکارے موکل است
 ایں آدم اختصاص یزیم حضور یافت
 از بوئے او ریاض بہشت بریں شگفت
 وز روئے او سفیدی رخسار حور یافت

نور صفا اگرچہ ز روئے صفی ظہور
چوں از درخت شعثہ نار طور یافت
داند کہ نور کیست ز رخسار اوعیاں
آنکس کہ روشائی نور شعور یافت
نور محمدی! است کہ ازل ز ذات لجت
در عقل و نفس آمدہ زیں جامعور یافت
حرف نخست ابجد ایجاد ذات او است
کاں حرف کاتب ازل اصل سطور یافت
فرقاں وصف اوست کہ توریت کردہ طے
انجیل در نوشتہ زبر بر زبور یافت
عقل از کمال اوست چو از آفتاب چشم
نزدیک خیرہ رہ نتواند ز دور یافت

ترجمہ: 1- پاک ہے وہ ذات جس نے خاک کے بنائے ہوئے سر کو فلک پر پہنچا دیا بلکہ فلک نے اس کے سایہ سے نور حاصل کیا۔

2- جب آدم خاکی کا نور جلوہ گر ہوا تو جو کچھ خزانہ ازل میں تھا اسے ظاہر فرما دیا۔

3- باہر فرشتہ ہر خدمت کیلئے متعین و کمر بستہ ہے، حضرت آدم کو یہ خصوصیت حضور سرور عالم ﷺ کے طفیل ملی ہو۔

4- آپ کی خوشبو سے بہشت کا باغ شگفتہ و معطر ہو گیا اور آپ کے چہرہ انور سے حور کے رخسار کو ملاحظہ ملی۔

5- نور صفا اگرچہ صفا کی جانب سے ظاہر ہوا جس طرح درخت شعثہ سے طور کو آگ حاصل ہوئی۔

6- لیکن جس کو نور شعور کی روشنی ملی ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے چہرہ سے کس کا نور ظاہر ہو رہا ہے۔

7- یہ نور محمدی ہے جو ذات محض سے پہلے عقل و نفس میں اسی راستہ سے گزر کر ظاہر ہوا ہے۔

8- ابجد کا پہلا حرف آپ کی ذات کی ایجاد ہے، اس حرف نے کاتب ازل سے اصل سطور کا

۱- وہی جو اہل سنت کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے ہیں نہ بالعیین کہ اس کا جزو۔ معاذ اللہ

مقام پایا ہے۔

- 9- فرقان آپ کا ایسا وصف جسے توریت نے طے کر دیا اور انجیل و زبور میں بھی یہی لکھا ہوا ملا۔
10- عقل آپ کے کمالات میں ایسی ہے جیسے سورج کے سامنے آنکھ کہ نزدیک ہو کر خیرہ ہو جاتی ہے اور دور سے استفادہ کر سکتی ہے۔

فضائل و کمالات اور صلوات و تسلیمات بر سر ور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

جس طرح خالق موجودات کا مکمل شکر ادا کرنا انسانی قدرت اور مکان سے باہر ہے اسی طرح رسول اکرم ﷺ کی مدح و تحریف تشریح و بیان سے بلند و بالا ہے۔ مرتبہ احدیت کے سوا جو کچھ متعین ہے حقیقت محمد یہ ﷺ نے اس کو برقرار رکھا اور ذات احدیت میں جو کچھ مبہم و پوشیدہ ہے صفات سرور عالم ﷺ نے اسے ظاہر فرمایا، بلندی و پستی اور آسمان و زمین میں جو کچھ ظاہر ہے وہ سب کا سب رسول اکرم ﷺ کے انوار کا پر تو اور مدقہ ہے۔^۱ حقیقت یہ ہے کہ عقل و شعور کی دکو تابی کے باعث صفات حق کے ادراک و معلوم کرنے میں عاجز ہوتا۔ اصل اللہ کی ذات کامل و مطلق کی حقیقت سے آگاہی میں عاجزی در ماندگی دکو تابی ہے۔

قطعہ

- حق را بہ چشم اگر چہ ندیدند لیکش از دیدن جمال محمد ثنا خستد
اورا بہ چشم دید و ثنا خستد ازاں کز صورتش غشادہ معینش ساختد
توجہ: 1- حق کو اگر چہ انہوں نے آنکھ سے نہیں دیکھا لیکن اسے جمال محمدی علی صاحب الصلوٰۃ و السلام کے دیکھنے سے پہچان لیا۔
2- اگر چہ حضور ﷺ کو لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا لیکن صورت کو دیکھنے سے ان کی حقیقت نہ پہچان سکے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی صورت کو حقیقت کے لئے پردہ بنا دیا۔^۲

۱- یہ وہی مقیدہ ہے جو اہلسنت (بریلوی) کہتے ہیں۔

کیا شان احمدی کا جن میں ظہور ہے

بر گل میں بر شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے

۲- اسے امام احمد رضا مجدد ملت محدث بریلوی قدس سرہ نے یوں ادا کیا۔

خود رہے پردے میں اور آئینہ عکس خاص کا

بیج کر انجانوں سے کی راز داری واہ۔ واہ

فائدہ: حضور رسول اکرم ﷺ کا ”ما عبدناك“ کہنا کہ اے اللہ ہم نے پوری طرح تیری عبادت نہیں کی۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی آواز ہے۔ اور ”ما عرفناك“ کی صدا کہ بھی یہی معنی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا مقصود و مطلوب ہر آن موجود ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! مجھ سے تیری ویسی تعریف نہ ہو سکی جیسی تو نے خود اپنی صفات بیان کی ہیں۔ اور تمام کچے بچے اور صالح مسلمان کہتے ہیں اے سرور عالم! ہم آپ پر ویا درود و سلام نہ بھیج سکے جیسے اللہ نے آپ پہ صلوة و سلام فرمایا ہے۔

قطعہ

خیر الوریٰ امام رسل مظہر اتم او از خدا و ہر چہ ازو منشئ ازو
او جان جملہ عالم و حق جان جاں شمار حق را بغیر واسطہ ذات او نحو
حق در ازل برابر آئینہ وجود آئینہ بھیتش آورد روبرو
آئینہ را مقابل آئینہ چو نہند انحال صفہ است اگر بشنوی کو
از در دوم افتد بود بعکس گردد درست باز ازیں چو فتد درو
نقش وجود راست نشیند بایں طریق بشناس ایں دقیقہ وزن دم بکلتکو

ترجمہ: 1- آپ ﷺ تمام مخلوق سے بہتر اور امام الانبیاء اور اللہ تعالیٰ کے مظہر اتم ہیں آپ ﷺ خدا سے اور باقی جملہ مخلوق آپ ﷺ سے نشوونما پانے والی ہے۔

2- آپ ﷺ جملہ عالم کے کی جان اور حق تعالیٰ کو جان جان سمجھ حقیقت کو آپ کی ذات گرامی کے بغیر طلب نہ کر۔

3- روز ازل میں حق تعالیٰ آپ ﷺ کے آئینہ وجود کے مقابل ہو کر آپ کے آئینہ حقیقت کو سامنے لایا۔

4- اگر تو سننا چاہتا ہے تو ان کا حال ایسا صاف ستھرا تھا جیسے آئینہ کے سامنے آئینہ رکھا جائے۔

5- پہلے آئینہ سے دوسرے میں جو عکس پڑتا ہے اس وقت درست اور سیدھا ہوتا ہے جب اس میں پڑے۔

1- حدیث شریف کا ترجمہ فرمایا ہے: کما قال النبی ﷺ انا من نور اللہ و جمیع الخلائق من نوری (او کما قال سقہ)

2- حدیث شریف میں ہے۔ انا مرآة جمال الحق او کما قال ﷺ۔

6- اس طریقہ سے وجود کے نقش راست کو نہیں سنا گیا، اس نکتہ کو پہچاننا اور زیادہ گفتگو مت کرو۔
فائدہ: حضور ﷺ ابتدا میں تخلیق کائنات کا سبب اور آخر میں بنی آدم کی ہدایت کا وسیلہ ہیں، باطن میں تربیت کنندہ ارواح اور ظاہر میں تکمیل کنندہ اجسام ہیں، ارکان مذاہب باطلہ کو منہدم کرنے والے، ادیان سابقہ کو منسوخ کرنے والے، انگشتی وجود کا نگینہ، اور گنبد معرفت و شہود کا نقش۔ معکفین مقصورہ افلاک کا مقصود، سالکین اہل زمین کا مطلوب، مکارم اخلاق کی تکمیل کرنے والے، کاملوں کو درجہ کمال تک پہنچانے والے، وجود عدم کی منزلوں کو دیکھنے والے، دربار حدوث و قدم کا سنگم، امکان و وجوب کے جامع، طالب و مطلوب میں رابطہ، مصر صمدیت کے عزیز، مملکت احدیت کے بادشاہ حقیقت فردانیت کے مظہر، صورت رحمانیت کے جلوہ، عالم لاہوت کے راز سر بستہ، خزانہ جبروت سے واقف، ارواح ملکوتیہ کو تر و تازگی بخشنے والے اور اجسام ناسوت کو رونق دینے والے ہیں۔ خط ولایت کے رہنما، دائرہ نبوت کی انتہا، مظہر اعم، رحمت عالم، عقل اول، ترجمان ازل، جملہ انوار کے نور، سر تاپا راہ نمائے سل، سید رسل روشن تر نور، برگزیدہ راز حق خدا کے محبوب، سب سے زیادہ برگزیدہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

قطعہ

شاہ رسل شفیع ام خواجه دو کون
 نور ہدی حبیب خدا سید انام
 مقصود ذات اوست دگر ہا ہمہ طفیل
 منظور نور اوست دگر جملگی ظلام
 ہر مرتبہ کہ بود در امکان او بر دست ختم
 ہر نعمت کہ داشت خدا شد برو تمام
 برداشت از طبعیت امکان قدم کہ آں
 اسرئی بعبدہ است من المسجد الحرام
 تا عرصہ وجوب کہ انقضاء عالم است
 کا نجانبہ جاست نے جہت و نے نشان و نام
 برے است بس شگرف درین جا بیچ ہاں
 انا شائے عالم جاں پرس ایں مقام

ترجمہ: 1- جملہ رسل کرام ﷺ کے آپ ﷺ بادشاہ اور جملہ امتوں کے شافع، دونوں جہانوں

- کے سردار نور ہدایت، اللہ تعالیٰ کے محبوب، تمام لوگوں کے سردار۔
- 2- آپ ﷺ کی ذات مقصوداً صلی ہے باقی تمام مخلوق آپ کی طفیلی ہے آپ کا نور ہی اصلی ہے باقی تمام تاریکی ہیں۔
- 3- ہر مرتبہ جو عالم امکان میں تھا وہ آپ ﷺ پر ختم ہوا خدا تعالیٰ کی تمام نعمتیں آپ پر تمام ہونیں۔
- 4- آپ ﷺ نے عالم امکان سے اوپر قدم اٹھایا جیسا کہ قرآن میں ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مسجد حرام سے لے گیا۔
- 5- درگاہ و جوب تک جو منتہائے عالم ہے۔ جہاں نہ مکان ہے نہ جہت نہ نشان اور نہ نام۔
- 6- یہ عجیب و غریب بھید ہے اور نہایت پیچیدہ یہ مقام اس سے دریافت کرو جو عالم جاں کا واقف و آشنا ہے۔

اشعار

رسول کریم نبی بنیہ رفیع شفیع عزیز وجیہ
ترجمہ: رسول ہیں کریم ہیں نبی ہیں، عاقل کامل ہیں بلند مرتبہ ہیں شفاعت کرنے والے باعزت و باوجاہت ہیں۔

بشیر نذیر سراج منیر رحیم ضحیم عظیم خطیر
ترجمہ: خوشخبری اور ڈر سنانے والے روشن چراغ ہیں رحمت کے بلند مرتبہ صاحب عظمت "عظیم المرتبہ ہیں۔

رضی وصی تقی نقی سخی بھی علی ملی
ترجمہ: پسندیدہ ناصح، پاک و صاف، سخاوت والے جمال والے بلند و بالا اور بے حد غنی
عطوف رؤف کریم رحیم علیم رحیم سلیم کلیم
ترجمہ: نہایت شفیق نہایت مہربان، کریم، رحیم علم والے صاحب رحمت بے عیب اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے والے۔

خسف القمر بجماله عجز البشر بکماله نطق الحجر بجلاله
ترجمہ: آپ ﷺ کے جمال سے چاند بے نور ہو گیا۔ ہر بشر آپ کے کمال کے سامنے عاجز ہے آپ کی عظمت سے پتھر بول اٹھے۔

1- اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں جو ممکن ہیں وہ تمام حضور ﷺ کو عطا ہوئیں مثلاً نعمت علم و اختیار و نور و تصرف و غیرہ وغیرہ۔ یہی عقائد و مسائل نزاعی ہیں مخالفین صرف یہی مان لیں تو جھگڑا ختم۔

صلوا علیہ و سلموا آپ پر درود و سلام بھیجو۔

ملأ الخلاء بخیره^۱ لخرق السماء لیسیرہ ما ساغ ذاک لغیرہ

ترجمہ: آپ ﷺ نے اپنی خیر و برکت سے کائنات کو پُر فرما دیا۔ معراج پر آسمانوں پر تشریف لے جا کر اس کے دروازے کھولے۔ آپ کے سوا یہ شرف کس کو ملا۔

صلوا علیہ و سلموا۔ آپ پر درود و سلام بھیجو۔

شرق^۲ المکان بنورہ۔ آپ کے نور سے ہر جگہ روشن ہو گئی۔

سر الزمان بسورہ۔ زمانہ آپ کی آمد سے خوش ہو گیا۔

نسخ الملل بظہورہ۔ تمام مذاہب آپ کے ظہور سے منسوخ ہو گئے۔

۱۔ حضور سرور عالم ﷺ کی خیر و برکت سے اٹھارہ ہزار عالم پُر رہا ہے یہی عقیدہ امام اہلسنت محدث بریلوی قدس سرہ نے بیان کیا۔

آسمان خواں زمین خواں زمانہ مہمان صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دے دی کہ۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہوا مالک کے حبیب یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا اس کی تفصیل و تحقیق فقیر کی شرح حدائق میں دیکھئے۔ (اویسی غفرلہ)

۲۔ احادیث مبارکہ میں ہے کہ

۱۔ ابوہریرہؓ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں۔ رأینا کائن النور یخرج من فمہ ہم نے نور سانسکتے دیکھا ان کے دہان پاک سے۔ احادیث کثیرہ میں ہے کہ جب حضور سرور عالم ﷺ پیدا ہوئے ان کی روشنی سے بصرہ اور روم و شام کے محل روشن ہو گئے۔ روایات میں ہے۔ اضاہہ ما بین المشرق والمغرب۔ شرق سے غرب تک منور ہو گیا اور بعض میں ہے امتلاک الدنيا کلھا نوراً۔ تمام دنیا نور سے بھر گئی۔

۲۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں رایت نوراً ساطعاً من رأسہ قد بلغ السماء۔ میں نے ان کے سر سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا۔

۳۔ ابن عساکر نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی میں (کپڑا) سیتی تھی۔ سوئی گر پڑی تلاش کی نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ حضور کے نور رخ مبارک کی شعاع سے سوئی ظاہر ہو گئی۔ یعنی مل گئی۔ (خصائص کبریٰ السیوطی رحمہ اللہ)

۴۔ علامہ قاسم مطالع اسرار علامہ ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں۔ کان النبی ﷺ یضی البیت المظلم من نورہ نبی کریم ﷺ کے نور مبارک سے خانہ تاریک روشن ہو جاتا۔ (نفی الفی شریف)

فلفظہ ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم ﷺ کسی نور بھی تھے۔ اس کی تحقیق فقیر کے رسالہ حضور کسی نور اور سالہ نور بشر کا مطالعہ کیجئے۔

صلوا علیہ وسلموا۔	آپ پر درود و سلام بھیجو۔
کشف الشبه ببیانہ۔	آپ نے تمام شبہات اپنے بیان سے حل کر دیے۔
رفع العلی بمکانہ۔	بلندیوں کو آپ کی وجہ سے رفعت ملی۔
اکرم برفعة شانہ۔	آپ کی رفعت شان سے اس کو عظمت ملی۔
صلوا علیہ وسلموا۔	آپ پر درود و سلام بھیجو۔
فلتهدوا الشریعتہ۔	سو آپ کی شریعت سے ہدایت حاصل کرو۔
ثم اقتدوا لطریقہ۔	پھر آپ کی طریقت کی پیروی کرو۔
فتحققوا الحقیقۃ۔	پھر آپ کی حقیقت پر جم جاؤ۔
صلوا علیہ وسلموا۔	آپ پر درود و سلام بھیجو۔

اللہم صل علی محمد و علی ال محمد و اصحابہ و بارک و سلم۔
درود شریف:

ترجمہ: اے اللہ! درود بھیج ہمارے سردار محمد پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر اور ان پر برکتیں نازل فرما اور سلام بھیج۔

مناقب اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم:
 اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی آل کامل کے کمالات، صحابہ کرام کی تمام صفات اور ائمہ عظام کے احسانات

کا حساب و شمار طاقت بشری کے امکان میں نہیں ہے درحقیقت یہ تمام حضرات دریائے نبوت کی نہریں اور آسمان رسالت کے چاند ہیں۔ جس فیض کو فروغ ملایا جو نور دین میں ظاہر ہوا وہ انہی بزرگوں کے طفیل ہوا ان میں ہر نہر کا پانی جدا اور ہر چاند کی روشنی الگ ہے ان میں سے ہر بزرگ کتاب فضیلت کا ایک مستقل باب اور مستقل فصل ہے، کوئی صدق و راستی میں مشہور ہے، کوئی عدل و انصاف میں معروف، کوئی لباس حیا سے مزین کوئی علوم بے پایاں کا ماہر، غرضیکہ خاتم نبوت کے خلفاء کا اختتام خاتم ولایت کی مہر سے ہوا۔

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

قطعہ

اصحاب پیہر ہمہ متفرق نور اند مد شعشعہ ذات چہ از دور چہ نزدیک

اے درہ ظلمات خلافت شدہ حیراں بے نور ہدایت مرو اندر شب تاریک خوش غریبے است عجب مشکل و آسان چوں جبر صراط است بے روشن و تاریک
توجہ: 1- حضور رسول اکرم ﷺ کے تمام صحابہ کرام نور میں ڈوبے ہوئے ہیں اگرچہ باعتبار ذات کے دور ہوں یا نزدیک۔

2- اے راہ خلافت کی تاریکیوں میں بھٹکنے والے اندھیری رات میں نور ہدایت کے بغیر نہ چل (صحابہ کرام کا دامن پکڑ)۔

3- یہ بہترین اور پیارا راستہ ہے یہ مشکل بھی ہے آسان بھی جیسے پل صراط کہ وہ بے انتہا روشن بھی ہے اور تاریک بھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شجرہ علم ولایت کا آغاز ہونا مشہور ہے مناقب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: اس شجرہ سے درخت طوبی کی مانند بہت زیادہ شاخیں نکلی ہیں۔ جن کے کمالات ہر جانب سایہ فگن ہیں۔ اور پوری دنیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نور جمال ولایت سے روشن ہوئی۔ بالخصوص رسول اللہ کی اولاد عالی نژاد نے بحکم وراثت حقیقی اور مناسب ذاتی ولایت کا پورا پورا حصہ اور مکمل فیض حاصل کیا اور اپنی ذاتی عصمت کی بناء پر ولایت معنوی کا پرچم بلند کرتے ہوئے ظاہری حکومت دوسروں کے لئے چھوڑ دی۔

قطعہ

نواب بنی بملک ایں ایشا : حکام ولایت یقین ایشا نند
از کشتی نوح و بحر موسیٰ گوئی : مقصود مراد حق ہمیں ایشا نند
توجہ: 1- مملکت دین میں یہی حضرات نبی کریم ﷺ کے نائب ہیں حکومت یقین کے یہی حضرات حکام ہیں۔

2- حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہو یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دریا سب میں حق تعالیٰ کی یہی حضرات مقصود و مراد ہیں۔

خاندان نبوت سے نور ولایت کبھی جدا نہیں ہوا اور نہ فلک ولایت خاندان نبوت کی شان: ان قطب شخصیتوں کے بغیر کسی اور چیز پر قائم رہ سکتا ہے۔

قطعہ

ظاہر اس از اہل بیت نور نبی : ہجودر ماہ نور خورشید است
1- امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا تیری نسل پاک میں سے بچہ بچہ نور کا تو ہے میں نور تیرا سب گمراہ نور کا۔

- از ازل تا ابد بود ظاہر ز انکہ این نور نور جاوید است
توجہ: 1- اہل بیت میں حضور سرور عالم ﷺ نور جلوہ گر ہے جس طرح چاند میں آفتاب کا نور ہے۔
 2- ازل سے ابد تک اس کا ظہور ہے کیونکہ یہ نور نور جاودانی ہے۔

خاندان نبوت: چاہا اطراف و اکناب کا قطب الاقطاب، عام لوگوں کا غوث، جن و انس کا مرجع بنا کر مشرق و مغرب میں مشہور کر دیا اور اخیر میں حضور محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کے ذریعہ اسلامی بزرگوں میں سے جس کو مذہب اسلام کا مجدد مقرر کیا۔ اگرچہ رسالت نبی کا جمال تمام آل و اولاد اور تمام مسلمانوں میں تاباں و درخشاں ہے لیکن حضرت شیخ سید سلطان محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ میں کچھ اور ہی جمال اور کچھ اور ہی کمال ہے۔ یعنی سرور عالم کا جمال اور آپ کے کمال کی چند صفات حضرت شیخ میں موجود ہیں۔ اللہم صل علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

اشعار

عالم ظہور نور کمال محمد است

آدم مثال حسن جمال محمد است

توجہ: تمام عالم نور کمال محمدی کا مظہر ہے، آدم حسن و جمال محمدی کا نمونہ ہیں۔

از آفتاب روز قیامت چہ غم بود

آں راکہ در پناہ ظلال محمد است

توجہ: اس شخص کو جو سایہ محمدی کی پناہ میں ہو قیامت کے روز آفتاب کا کیا غم ہوگا۔

اے غرقہ گناہ زطوفان غم مترس

کشتی نوح عصمت آل محمد است

توجہ: اے غریق گناہ! طوفان غم سے نہ ڈر کیونکہ عصمت آل محمد ﷺ تیرے لئے کشتی نوح ثابت ہوگی۔

وجہ تالیف کتاب: حمد و ثناء کے بعد فقیر حقیر، خدائے قوی و قادر کا عاجز بندہ عبدالحق بن سیف الدین ترک بخاری دہلوی عرض رساں ہے کہ اہل عقل و

بصیرت اور باشعور حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ حالات کی بہترین اثر اندازی بلکہ افضل ترین عبادت اہل کمال حضرات کی رفاقت اور مقربان دربار الہی کی مجالست ہے کیونکہ ان کی استقامت کو دیکھ کر

ساکل کیلئے راہ عبادت کی بڑی بڑی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں بلکہ وہ شکوک و شبہات جو بعد و حجاب کا سبب ہیں محض ان کی زیارت سے زائل ہو جاتے ہیں، اگر بے مضحک کسی آدمی میں اتنی صلاحیت و استعداد ہی نہ ہو کہ وہ کسی بزرگ کی صحبت سے استفادہ کر سکے لیکن اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ اہل ولایت و کمال جو وجود کی لذت اور کمال مخصوص رکھتے ہیں اپنے پاس آنے جانے والے نا اہلوں کو بھی نعمت خداوندی سے نوازتے رہتے ہیں کیونکہ ایسا افادہ بھی ولایت کی ایک قسم ہے۔

اشعار

اے کہ از کشکش قال و مقال	نیتست حالت ارباب کمال
یچ نا یافتہ در خود اثرے	نشدیدہ زکساں جز خبرے
قابل کار نہ معذوری	یا خود از کوشش آں بس دوری
باش کیں راہ گزارے دگر است	ہر کسے قابل کارے دگر است
لیکن اندر پے انکار مرد	از جہاں منکر ایں کار مرد
بگر ایں حالت درویشاں را	کوشش و سوزش عشق ایساں را
کہ دریں رہ چہ طلبہا دارند	در طلبہا چہ تعیبا دارند
زیں طلب گہر خدا نیافتہ اند	ایں ہمہ برچہ شتافتہ اند
در طلب ایں ہمہ جانبازی چیست	مال و اسباب فدا سازی چیست
کشف اگر نیت قیاس تو کجا است	عقل کو درک حواس تو کجا است
یارے رونیت تر وجدانے	معتقد باش و بیار ایمانے

- 1- اے قال و مقال کی کشکش میں مبتلا۔ تجھے اہل کمال کے حال کی خبر ہی نہیں۔
- 2- تو نے اپنے اندر کچھ بھی اثر حاصل نہیں کیا اوروں سے باتوں کے سوا تو نے کچھ نہیں سنا۔
- 3- تو کام کے قابل ہے معذور نہیں یا اپنی طرف سے کوشش محض دوری اور بُعد ہے۔
- 4- یا اس طرح رہو کہ یہ دوسری رہگزر ہے ہر انسان ایک کام کے لائق و موزوں ہوتا ہے۔
- 5- لیکن ضد و انکار کی راہ نہ چلو۔ اور دنیا سے اس کام کے منکر ہو کر نہ جاؤ۔
- 6- درویشوں کی اس حالت کو دیکھو اور ان کی جدوجہد اور سوزش عشق کو بھی دیکھو۔
- 7- کہ وہ اس راہ کی کتنا طلب رکھتے ہیں اور وہ اس راہ پر کتنا مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔

- 8- اگر انہیں اس راہ میں خدا تعالیٰ نہیں ملا تو وہ سب کچھ کس مقصد پر کر گزرتے ہیں۔
 9- راہ طلب میں ان کی یہ جان بازیائیں کیوں ہیں۔ اور جان و مال کی ان کی یہ قربانیاں کیسی ہیں۔
 10- اگر تمہیں کشف حاصل نہیں تو تیرا قیاس و تخمینہ کہاں ہے اور تیری عقل کا ادراک و حواس کہاں ہیں۔

11- اگر تم ذوق و وجدان سے محروم ہو (تو کوئی حرج نہیں) کم از کم ان کے معتقد ہو کر ان پر ایمان تولے آؤ۔ (انہیں اور ان کے کمالات کو مانو)۔

مفائدہ: اہل کمال کی صحبت اور عارفوں کے مشاہدہ جمال سے محروم رہنے کے بعد بھی ان کے حالات سے آگاہی اور ان کی پیروی کرنے سے ہمت بڑھتی اور تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں اور بالکل وہی کیفیت ہوتی ہے جیسا کہ ان بزرگوں کی صحبت و ہم نشینی سے حاصل ہوتی۔
 خلاصہ: بزرگوں کے حالات کا مطالعہ اور ان کے آثار کی پیروی بھی ایک قسم کی صحبت و ہم نشینی ہے کیونکہ کدورت انسانی کے غبار اور صورت غصری کے حجاب سے جمال زیادہ صاف و ستھرا ہے حسن عقیدت کی وجہ سے ہر چیز مشاہدہ میں آتی ہے۔ اس لئے بزرگان دین نے سینکڑوں برس تک حضور سرور عالم ﷺ کے پاکیزہ اخلاق آپ کی مبارک سیرت اور دوسرے بزرگوں کے حالات ہر قسم کی مجلسوں اور محفلوں میں بیان کئے۔ اور صد ہا کتابوں میں سیرت لکھ کر ان کے جمال کو اور بھی آراستہ کیا۔ تسلی و تشفی، نصیحت و عبرت کے علاوہ اور بھی بے انتہا فائدے ہیں جس میں سے پہلا یہ کہ اولیاء اللہ کا وجود دراصل اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور اس نعمت عام میں سبھی شامل و داخل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم ”و اما بنعمة ربك فحدث“ اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کرتے رہو کے مطابق بزرگوں کے مناقب و فضائل بیان کرنا ضروری ہیں جو دراصل نعمت عظمیٰ و عطیہ کبریٰ کا شکر یہ ہے۔ اور ان پاکیزہ لوگوں سے اعتقاد و محبت رکھنا لازم و ضروری ہے۔^۱

رباعی

ہر کس کہ کمال اولیا رائہ شناخت

ایں نعمت خاص بے بہا را شناخت

۱- دشمن ایشان لائق لعنت است

۱- کیونکہ: حب درویشان کلید جنت است

پس شکر تکلف و حسب ایشان نگزید

میدان بہ یقیں کہ او خدا را شناخت^۱

ترجمہ: ۱- جس نے اولیائے کرام کے کمالات کو نہیں پہچانا۔ اس نے مفت کی خاص نعمت کی قدر و منزلت نہ جانی۔

۲- اس نے نہ تو شکر کیا اور نہ ان کی محبت و عقیدت سے سرفراز ہوا۔ یقین جانو کہ اس نے خدا تعالیٰ کو بھی نہ پہچانا۔

تذکرہ اولیاء کے فوائد: بخوبی جان لیا جائے کہ اللہ کے دوست اور محبوبانِ بارگاہِ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نازل ہونے کے اسباب اور اس کے

قریب ہونے کے وسیلے ہیں۔ چونکہ عاشق کو اپنے محبوب کا تذکرہ اچھا لگتا ہے اسی لئے محبوب بھی عاشق کا ذکر پسند کرتا ہے غرضیکہ ان بزرگوں کا تذکرہ ایک ایسی عبادت ہے جسے ہر آدمی محنت و مشقت کے بغیر ہر حال میں ادا کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب اس طرح اسے نصیب ہو سکتا ہے۔

دیے بھی ماضی و حال کے واقعات اور قصے کہانیاں سننا لوگوں کی عادت میں داخل ہو گیا ہے، پس بزرگوں کے حالات کا سننا جو باعثِ سعادت دارین بھی ہے زیادہ اچھا ہے تاکہ طبعیت کی یہ خواہش بھی پوری ہو جائے اور عبادت بھی ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ ذکر و مذکور میں ایک ایسی نسبت و محبت کی ضرورت ہے جو ذکر کا سبب ہو اور بزرگوں کے حالات و واقعات سننے سے قلب میں بہت جلد ایک ایسی امتیازی نسبت حاصل ہوتی ہے اور فطرتِ انسان ہے کہ بزرگوں کے حالات سن کر اس کے دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ بزرگوں کو یہ سعادت ابدی صرف اس لئے حاصل ہوئی کہ وہ اچھے عمل کے پیکر تھے جس سے خود اس کے دل میں لازماً نیک عمل کی طرف قدم اٹھانے کا ایک لازوال جذبہ پیدا ہو جائے گا نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ پاکیزہ اور مقدس ارواح ہماری اس یاد سے خوش ہوں اور اس کے بدلہ میں وہ ہمیں بھی عالمِ آخرت میں یاد کر لیں اور مدد کے لیے اپنے دروازے ارادتمند کے لئے کھول دیں۔

علاوہ ازیں یہ بھی ہے کہ جب انسان ان بزرگوں کو خیر و بھلائی سے یاد کرے گا تو اس سے بھی دوسرے لوگوں کا یہی معاملہ ہو گا کیونکہ مشہور ہے۔ کما تدین تدان جیسے تم اوروں کے

۱- سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں اولیاء خدا نہیں لیکن جلوہ خدا سے جدا نہیں۔ (ایسی غفرلہ)

ساتھ کرو گے تمہارے ساتھ بھی وہی ہوگا۔

دعا: رب ھب حکما والحقنی بالصالحین و اجعل لی لسان صدق فی الاخرین۔
 ”اے پروردگار! مجھے علم و دانش عطا فرما اور مجھے زمرہ صالحین سے ملا۔ اور مجھے آنے والوں
 میں صدق کا ذکر عطا فرما۔“

قطعہ

چومن بخیر کم یاد تر فنگان دارم امید آنکہ مرا ہم بخیر یاد کنند
 چو شاد میکنم ارواح دیگران شاید کسں رسندو مرا نیز روح شاد کنند
 ترجمہ: 1- جب میں گزشتہ لوگوں کو خیر سے یاد کروں گا تو امید ہے کہ آنے والے لوگ مجھے بھی
 خیر سے یاد کریں گے۔

2- جب میں دوسروں کی ارواح کو خوش کروں گا۔ دوسرے لوگ بھی میری روح کو خوش کریں گے۔
 امور بالا کی نسبت کے مد نظر مجھ ابجد خوان کو خواہش ہوئی کہ بزرگوں کے مناقب و فضائل
 بیان کرنے کی ہمت کروں اور ارواح مشائخ سے مدد لیتے سٹھوئے ان کو پیر و پیغمبر، قطب عالم،
 غوث بنو آدم کی خدمت میں وسیلہ بناؤں کیونکہ میری امداد و استعانت کا مبداء و معاد اور دنیا و
 آخرت میں وسیلہ ان کی تمنائیں اور مہربانیاں ہیں۔ مجھ گنہگار و بدکردار کو یہ سکت کہاں کہ خدا شناس
 1- اسی لئے کہا گیا ہے:

احب الصالحین ولست منهم لعل الله یرزقنی صلاحاً

میں اللہ والوں سے پیار کرتا ہوں اگرچہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے صلاح و صلاح عطا
 فرمائے گا۔ (اویسی غفرلہ)

2- اسی یاد کی کڑی ہے اعراس اولیاء اور گیارہویں شریف اور سیلا و معراج کی مجالس آج ہم ان کی یاد مناتے
 ہیں انشاء اللہ کل قبر و مشر میں یہی حضرات ہمیں یاد فرمائے گے۔ جیسے السبعہ کے عقائد میں مسئلہ شفاعت و وسیلہ ہے۔
 3- شاہ عبداللہ محدث دہلوی قدس سرہ ارواح اولیاء سے استمداد کے قائل ہیں اگرچہ مخالفین کے نزدیک یہی شرک
 اکبر ہے لیکن شاہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ کے علاوہ ان کے اپنے اکابر دیوبند بھی اپنی کتابوں میں لکھ گئے ہیں چند
 نمونے ملاحظہ ہوں۔

دیوبند کے شیخ الہند:

مجدد الحسن نے اپنے ترجمہ القرآن کے حاشیہ میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ ہاں اگر کسی مقبول بندہ سے واسطہ
 رحمت الہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت (بقید حاشیہ اگلے صفحے پر ہے)

و خدا میں حضرات کا نام گرامی اپنی آلودہ زباں پہ لاسکوں اور خود کو ان کی تعریف و توصیف کرنے والوں کی جماعت میں شریک کرسکوں۔

بجلیے صفحے کا حاشیہ) درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

(ف) شیخ الہند نے اپنے ترجمہ قرآن میں جس کے چار پاروں کا حاشیہ اور باقی کا مولوی شبیر احمد عثمانی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی میں (ایک تفسیر) کے تحت آگئے ہیں۔

در علماء لمید کہ استعانت از غیر بوجہ کہ اعتماد بر آن غیر باشد اور مظہر عون الہی اندام حرام است
استعانت محض بجانب حق است و اور ایک از مظاہر دانستہ و نظر بکار خانہ اسباب و حکمت اوتعالیٰ در آن
نمودہ ظہیر استعانت ظاہری نماید، دور از عرفان خواہد بود و در شرع نیز جائز و انبیاء و اولیاء این نوع
استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت این نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بمعرفت حق است:

لیکن یہاں یہ بات سمجھنا چاہیے۔ کہ غیر اللہ سے استعانت اس وقت حرام ہے جب اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کو ان الہی کا مظہر نہ جانے۔ لیکن اگر تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور غیر اللہ کو مظہر من سمجھتا ہو اور اسباب و حکمت الہی کو پیش نظر رکھے اور غیر سے استعانت ظاہری نہ کرے تو یہ عرفان الہی سے بعید نہیں۔ اور شریعت میں بھی جائز ہے۔ اس قسم کی استعانت انبیاء و اولیاء نے بھی غیر اللہ سے کی ہے حالانکہ حقیقت میں یہ استعانت غیر سے نہیں ہے۔ بلکہ خود حق تعالیٰ ہی ہے۔
شاہ ولی اللہ قدس سرہ:

فریقین کے مسلم بزرگ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے شرح الطیب الفہم میں لکھا ہے۔ کہ:

”لا بدست از استمداد بروح آنحضرت علیہ السلام“

حضور سرور عالم ﷺ کی استمداد کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ”فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب النظر والاہام ص ۶۳، ایک سوال و جواب ہے۔ سوال اشعار اس مضمون کے پڑھنے یا رسول اللہ کبریا فریاد ہے“ یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے۔

مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ

میری تو ہر گھڑی تم سے فریاد ہے

کیسے ہیں (الجواب) ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور غلطی میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کو مطلع فرمادے۔ یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم صفحہ ۶ پر ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی:

کسی نے سوال کیا کہ ان اشعار کو بطور وظیفہ یاد و پڑھنا کیسا ہے:

یا	رسول	اللہ	انظر	حالنا
یا	رسول	اللہ	امح	قالنا
اتنی	نی	محریم	مفرقی	
خدا	یدی	سمل	لنا	الحالنا

یا قصیدہ بردہ کا یہ شعر وظیفہ کرتا: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

بہیات من از کجا و ایں کار کجا در خورد من ضعیف ایں بار کجا
اوصاف بزرگان ز شمار افزوں است در طاقت تقریر، من زار کجا
(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

یا اکرم الخلق مالی من الودع
سواک عند حلول الحادث الہم
جواب دیا کہ ایسے کلمات کو نظم یا نثر ور در کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور کفر و شرک نہیں کہا گیا ہے۔
(ف): ان دونوں عبارتوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگنے کو کفر یا شرک نہیں کہا گیا ہے۔
بانی دارالعلوم دیوبند:

تصاندا قاسمی میں مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں:

مدد کر اے کرم احمدی کہ حیرے سوا
نہیں ہے قاسم نیکس کا کوئی حامی - کار
(ف): اگر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی ہے اور عرض کیا ہے آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔
اسامیل دہلوی: ترجمہ صراطِ مستقیم اردو خاکہ تیسرا فائدہ صفحہ ۱۰۳ پر مولوی اسماعیل صاحب نے لکھا ہے کہ اسی طرح ان
مراتب عالیہ و مقامات رفیعہ کے صاحبان عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کے ماذون مطلق اور مجاز ہوتے
ہیں۔ "حاجی امداد اللہ صاحب" فرماتے ہیں۔

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
تم اب چاہے ڈوباؤ یا تیراؤ یا رسول اللہ

سنگوی:

فتاویٰ رشیدیہ جلد اول کتاب البدعات صفحہ ۹۹ میں ہے اور بعض روایات میں جو آتا ہے۔
"لعمولوی یا عباد اللہ"۔ یعنی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ تو وہ فی الواقع کسی میت سے استعانت نہیں بلکہ
مہاد اللہ جو صحرا میں موجود ہوتے ہیں۔ ان سے طلب اعانت ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کو اسی کام کے واسطہ ہاں مقرر کیا ہے۔
(ف): اس عبادت سے معلوم ہوا کہ جنگلوں میں کچھ اللہ کے بندے اللہ کی طرف سے اس لئے رہتے ہیں کہ لوگوں کی مدد
کریں۔ ان سے مدد مانگنی جائز ہے۔ مدعا ہمارا بھی یہی ہے کہ اللہ کے بندوں سے استمداد ہے۔ اسے شرک کہنا اسلام اور
شریعت پر بہتان باندھنا ہے لیکن انہوں نے کہہ دیا اس افتراء پر دازی کو تو حید کہنا جائز ہے۔
دیوبند کا شیخ الہند:

محمود الحسن صاحب اولہ کاملہ میں صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں: آپ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں۔ جمادات ہوں۔ یا
حیوانات ہوں، بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم القصد آپ اصل میں مالک ہیں۔ اور یہ بھی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

ترجمہ: 1- بھلا میں کہاں اور یہ پاکیزہ کام کہاں، اور مجھ جیسے ضعیف میں یہ بوجھ اٹھانے کی طاقت کہاں۔

2- بزرگوں کے اوصاف تو بے حساب ہیں، مجھ بیچارہ کی تقریر میں یہ طاقت کہاں۔
(پچھلے صفحہ کا باقیہ حاشیہ) وجہ ہے کہ عدل و ہر آپ کے ذمہ واجب الادا نہ تھا۔

اسماعیل دہلوی نے لکھا۔ ”اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیعین پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے۔ اور وہ فضیلت آپ کے لہر امیرداروں کا زیادہ ہونا اور مقامات ولایت بلکہ قطبیت و غوثیت اور ابدالیت اور انہی جیسی باقی خدمات آپ کے زمانے سے لیکر دنیا ختم ہونے تک آپ ہی کی وساطت سے ہونا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔ (صراط مستقیم افادہ اول)
(ف)۔ اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ سلطنت امیری، ولایت، غوثیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لوگوں کو ملتی ہے۔

تھاوی:

امداد الفتاویٰ مصنف مولوی اشرف علی صاحب جلد نمبر ”کتاب العقائد والکلام“ صفحہ نمبر ۹۹ میں جو استغانت و استمداد باعتبار علم و قدرت مستقل ہو وہ شرک ہے اور جو باعتبار علم و قدرت غیر مستقل ہو۔ وہ وہ علم قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے۔ خواہ مستمد منہجی ہو یا میت۔

(ف) بتلقون غیر مستقل قدرت مان کر ان سے استمداد جائز ہے اگرچہ میت ہی سے مانگی جائے یہی ہم کہتے ہیں۔
ایضاً:

مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شیم الحیب کے عربی اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔ جس کا نام الطیب رکھا۔ جس میں حضور ﷺ سے بے دریغ امداد مانگی۔ اشعار حسب ذیل ہیں۔ شیم الطیب ترجمہ شیم الحیب مصنف مولوی اشرف علی صاحب تھاوی۔

یا شفیع العباد خذ بیدی
انت فی الاضطراب معتدی
دھیری کیجئے میری نبی۔ بکشمش میں تم ہی ہو میرے ولی۔

لیس لی ملجبا سواک اعف
مسنی العفر سیدی سندی
جز تبارے ہے کہاں میری پناہ۔ فوج کلفت مجھ پہ غالب ہوئی۔

اغشی الدہرا بن عبد اللہ
کن مغیبا فانت لی مددی

(ترجمہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

تخصیص اولیائے ہند اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی وجہ: چونکہ علاقہ عرب و ایران کے اولیاء کے حالات تو

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) ابن عبد اللہ زائدہ ہے خلاف۔ اے میرے مولیٰ خبر لیجئے میری۔

نام احمد چون حصارے شد حصین

پس چہ باشد ذات آن روح الامین

اشرف علی کی تانی کی کہانی اپنی زبان:

آخر میں فقیر تھانوی کی اپنی کہانی لکھتا ہے۔ جس میں تمام جھگڑے ہی ختم ہو جائیں۔ بشرطیکہ کوئی ضد میں مبتلا نہ

ہو۔ کیونکہ ضد کی بیماری لا علاج ہے۔

آپ کے والد مرحوم کی اولاد زینہ زندہ نہ رہی تھی۔ اس کی ظاہر وجہ تو یہ تھی کہ موصوف کو جب مرض خارش نے آگھیرا۔ اور کسی صورت سے یہ مرض دفع نہ ہوتا تھا۔ تو بھجور کسی ڈاکٹر کے مشورہ سے ایسی دوا کھائی تھی۔ جو دافع خارش مگر بظاہر قاطع بھی ثابت ہوئی۔ خوش دامن صاحب کو اس کا پتہ لگا۔ تو وہ سخت پریشان ہو گئے۔ اور حافظ غلام مرتضیٰ صاحب پانی پتی سے عرض کی کہ میری لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے ہیں۔ حافظ صاحب فوراً عجز و باند انداز میں فرمایا۔ ”عمر بیٹو حضرت علیؓ کی کشاکش میں مر جاتے ہیں۔ اب کی باری حضرت علیؓ کے سپرد کر دینا۔ اس معرکہ کو کوئی بوجہ نہ سکا۔ لیکن حکیم الامت کی والدہ کے ذہن رسا نے اس کے راز کو پایا۔ وہ کہہ اٹھیں کہ حافظ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ لڑکوں کی دھیال ہے فاروقی اور نصیال ہے علوی اور اب تک جو نام بھی رکھے گئے، وہ دھیال طرز پر تھے۔ اب کی بار جب لڑکا ہو۔ تو نصیال وزن پر نام رکھا گئے جائے۔ جس کے آخر میں علی ہو۔ حافظ صاحب یہ سن کر نہس پڑے۔ اور فرمایا لڑکی بڑی ہوشیار ہے۔ میرا نشانہ بھی یہی تھا۔ پھر فرمایا۔ اور بڑے جوش سے فرمایا۔ انشاء اللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے۔ اور وہ زندہ رہیں گے۔ ایک کا نام اشرف علی رکھنا اور دوسرے کا نام اکبر علی۔ ایک میرا ہوگا۔ اور وہ مولوی ہوگا۔ اور دوسرا دنیا دار ہوگا۔ چنانچہ اس روئیش نے جو کچھ تو کلام اللہ کہا تھا۔ حرف و حرف وہ پورا ہوا۔“ قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔ (بوادار النوادر صفحہ ۳۱)

اور یہ واقعہ مولوی اشرف علی تھانوی نے خود بھی الافاضات الیومیہ میں بار بار دہرایا ہے۔ اور شرف السوانح اور مدلل

بہشتی زہر کے مقدمہ میں بھی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

تانی پیر کے پاس بچہ لینے گئی:

عمر علی کی کشاکش یعنی جھگڑا میں ہمارے مسلک کی پہلی تائید تو یہ کہ اللہ والے زندہ ہیں۔ اور انہیں اپنے متعلقین و متوسلین کے دکھ سکھ کا علم ہے۔ دوسرا یہ کہ باذن تعالیٰ وہ مارے جلانے کی قدرت بھی رکھتے ہیں۔

تیسرا یہ کہ ان کو اپنی طرف منسوب ہونے سے خوشی ہوتی ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں۔ کہ قادری چشتی وغیرہ تجھ سے درا در در سے مگ، اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت۔

چوتھا یہ کہ ان سے منسوب ہونے سے دنیوی و آخری فوائد نصیب ہوتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

ارباب معارف کی کتب و رسائل میں مدون ہیں اس لئے دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت پیر دھیمر شیخ العالم غوث الاعظم، فرد احباب، قطب الاقطب غوث الثقلین شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسینی البیہانی کے تذکرہ کے بعد ہندوستان کے مشائخ کے حالات سپرد قلم کئے جائیں کیونکہ ہمارا ملک عجاوب خدا اور اولیاء اللہ کا خاص مرکز رہا ہے اور اگرچہ بعض مشائخ کے حالات بقید تحریر آچکے ہیں لیکن اکثر علماء و صلیا اور اتقیا جو فتح اسلام کے ابتدائی دور سے اس ملک میں پیدا ہوئے اور اپنے زمانہ کے مشہور بزرگوں میں ہیں ان کے تفصیلی حالات میں کوئی مخصوص کتاب نہیں ہے۔ بلکہ بعض ملفوظات میں یا خاص و عام کی زبان سے ان کا کچھ تذکرہ مل جاتا ہے نیز وہ مشائخ متاخرین جو ماضی قریب میں گزرے ہیں ان کے حالات و مناقب بھی ضبط تحریر میں نہ آ سکے بلکہ ان کے معصروں کی زبان پر

(پچھلے صلی کا بقیہ حاشیہ) مجذوب نے فرمایا دلا کے ہوں گے۔ اس میں علم مانے لغد یعنی کل کیا ہوگا اور مانی الارحام جتنے بچہ ہوگا یا بی بی کا دعویٰ ہے جو حقائین کے نزدیک حضور ﷺ کے لئے ماننا شرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ لیکن یہاں ایک مجذوب کے لئے نہ صرف مانا جا رہا ہے۔ بلکہ یقین حقیقت بتائی جا رہی ہے۔

دنوں کی مکمل سوانح عمری اجمالی طور پر بتادی کہ ایک مولوی ہوگا دوسرا دنیا دار اور اس میں کتابت بڑا دعویٰ ہے۔ لیکن کسی نبی دلی کیلئے ہم اہلسنت ایسا کہیں۔ تو جو کچھ مرد و ریش نے کہا حرف حرف پورا ہوا اگر ہم کہہ دیں یا رسول اللہ ﷺ تیرے منہ سے جو بات نکلی وہ ہو کے رسی تو چمک دیکھنے کیا ہوتا ہے۔ یعنی مشرک، مشرک اور بے شمار دفعہ مشرک۔

”قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید“

قلندر جو کچھ کہتا ہے دیکھ کر کہتا ہے!

یعنی قلندر ولی اللہ جو کہتا ہے۔ وہ بوج محفوظ کو دیکھ کر کہتا ہے۔

انصاف:

ناظرین! دراقصودی دیر انصاف کا دامن تمام کر صاف گوئی سے کام لیں۔ اگر ہم جملہ امور انبیاء و اولیاء علیہ السلام کے لئے عقیدہ و کھلم تو شرک اور یہ صاحبان صرف مجذوب کے لئے نامیں تو یقین ایمان یا تو ہمارے ساتھ ہو کر جھگڑا ختم کریں یا بھریہ کہیں کہ سرے سے یہ واقعہ منکھوت ہے۔ (اویسی غفرلہ)

۱۔ اگرچہ شیخ عبدالرحمن محدث دہلوی قدس سرہ کے علاوہ متعدد تذکرے شائع ہوئے لیکن جیسی مقبولیت اخبار الاخیار کو نصیب ہوئی کسی دوسرے تذکرہ کو یہ منصب نہ مل سکا یہاں تک کہ خود اولیاء کے خاقائین بھی اس کی صحت کے نہ صرف قائل بلکہ اس کی اشاعت میں اہل سنت سے وہ قدم آگے ہیں۔ طباعت فارسی (سجہائی دہلی) میں بھی اور درہ حاضر اشاعت اردو میں بھی اسی لئے اسے کتب تذکرہ میں مستند کچھ کر مناظرہ میں بھی اس کے حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

ہیں۔ اس لئے اس کتاب میں جو حقائق و اسرار کا ایک خزانہ ہے حضرت معین الدین چشتیؒ کے ابتدائی دور سے ۱۰۰۰ھ تک (جو اس کتاب کی تصنیف کا زمانہ ہے) تمام اولیائے کرام اور ارباب یقین کے وہ احوال جو مشائخ چشتیہ کی کتب و رسائل میں مذکور اور معتبر راویوں سے منقول ہیں نہایت تحقیق و تفتیش کے بعد جمع کر رہا ہوں نیز ان صلحاء و علماء کے حالات بھی سپرد قلم کئے گئے ہیں جو اپنی امتیازی شان کے ساتھ مشہور تھے۔ طبقہ اسکندریہ کے ان اولیاء و صلحا کے حالات و صلاح حال، تقویٰ، دیانت و امانت میں ضرب المثل تھے اور اطراف عالم کے وہ علما جو ہندوستان میں مقیم ہو گئے تھے اگرچہ بعض ایسے بھی ہیں جن کی ولایت و کرامت مشہور نہیں ہے لیکن اہل مجلس ان کا ذکر کرتے ہیں، یہ بھی کسی نہ کسی طرح ممتاز تھے اور اس مناسبت سے اس کا نام اخبارالاخبار فی اسرارالابرار رکھا گیا۔ ہر ایک کی تعریف کسی مبالغہ آرائی کے بغیر ان کے حالات کے ساتھ لکھی گئی ہے اور ان بزرگوں کی تصنیفات و تالیفات اور مکتوبات و رسائل میں سے جو مسائل طریقت، مکاشفات حقیقت یا وعظ و نصیحت نظر سے گزرا وہ بھی قدرے سپرد قلم کر دیا ہے بعض مقامات پر فوائد و منافع کے پیش نظر مضمون طویل کر دیا گیا ہے اس لئے کہ اس کے بغیر بات نامکمل رہ جاتی تھی اور بعض جگہ اختصار سے اس لئے کام لیا گیا ہے کہ اس اختصار سے ہی مقصد پورا ہو جاتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد صرف سائلین راہ و طلب گار ان حق کو فائدہ پہنچانا ہے اس لئے ادبی تحریر جس سے کام کرنے والوں کا دقت و برباد ہوتا ہے یا اپنی فضیلت جتانے کے لئے جو امانت و حفاظت کا شیوہ نہیں۔ اگر کسی قصہ و حکایت کو اس کے سیاق اسباق کے پیش نظر دیکھا جائے تو یہ چند اور اق کا ایک بڑا دفتر بن جاتا۔ اور ورق گردانی سے مطلب برآری میں دقت ہوئی۔ اس لئے لکھتے وقت مختصر تحریر کا خیال رکھا اور نفس مقصد بیان کرنے میں اختصار سے کام لیا۔ اور پڑھنے والوں کے عزیز و کارآمد وقت کا خیال رکھنا کوئی کٹجوتی نہیں ہے۔ ناظرین اس کتاب میں جہاں کہیں سہوار غلطی دیکھیں تو براہ اصلاح اس کی صحت کر دیں۔ ان اللہ لا یمضیٰ اجر المحسنین۔ اللہ تعالیٰ مجھ مؤلف کتاب کو تفرقہ و فتور سے محفوظ رکھے۔ بزرگان دین جن کے درجات و مراتب کا تعین کرنا اس مسکین کی طاقت سے باہر ہے لیکن جب کہ انہی حضرات کا یہ تذکرہ ہے تو ادب و احتیاط کے مد نظر مناسب یہ معلوم ہوا کہ زمانہ و وقت کے لحاظ سے ان حضرات عظام کے طبقات مقرر کئے جائیں اگرچہ بعض اوقات مقامات پر تقدم و تاخر سے زمانہ کی رعایت باقی نہیں رہی۔

نقشہ خلاصہ مضامین اخبار الاءار

نمبر شمار	نام طبقہ	اس مبارک صاحب طبقہ مع مختصر تذکرہ
1-	طبقہ اول	حضرت خواجہ معین الدین چشتی (جو ہمارے ملک کے سرکردہ مشائخ، عظام اور سلسلہ چشت کے اول شخصیت ہیں)۔ آپ کے ہم زمانہ، آپ کے خلفاء اور مریدوں وغیرہ کے حالات کے لیے مخصوص کیا گیا۔
2-	طبقہ دوم	حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر اور آپ کے ہم عصر اور آپ کے مریدوں کے حالات کے لیے خاص کیا گیا ہے۔
3-	طبقہ سوم	شیخ زماں حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی اور آپ کے ہم عصر لوگوں کے لیے متعین کیا گیا اور پھر اسی ترتیب سے اپنے زمانہ تک کے بزرگوں کے حالات کے لیے خاص رکھا گیا ہے۔ اس کے بعد مجذوبوں پھر نیک بیبیوں کے حالات تقدم و تاخر زمانہ کی خصوصیات کے بغیر لکھے ہیں۔
4-	خاتمہ	خاتمہ میں اپنے چند اسلاف کے مختصر حالات اور والد ماجد کا مفصل حال لکھ کر آخر میں خود اپنی آپ بیتی اور مجیب الدعوات کے حضور میں مناجات لکھ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پر کتاب ختم و مکمل کی ہے۔
	فضیلت اخبار الاءار	الحق۔ یہ ایسا مجموعہ ہے کہ اگر کوئی فقیر اس میں دلچسپی لے تو درست و صحیح اور جو سالک اپنے مقصود کا طالب ہو وہ اس کے مطالعہ کے ذریعہ مطلب برآری سے مایوس نہیں رہ سکتا امید ہے کہ میری یہ کوشش درگاہ مستجیب الدعوات میں مبول ہوگی اور انشاء اللہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

دارم امید از خدائے جہاں
کہ دہد از قبول خویش نشان
کند ایں را بلطف خویش قبول
بقبول خودش کند موصول

1- نقشہ کا اصل مضمون حضرت شیخ محمد دہلوی قدس سرہ کا ہے صرف نقشہ کے طرز پر تقریر کی جت ہے تاکہ قارئین کو مطالعہ کتاب "اخبار الاءار" میں آسانی ہو۔ (اولیٰ غفرلہ)

سوئے اہل دلش رواں سازد
 جائے او درمیان جاں سازد
 اے خدا زار و دلفگارم من
 من بیکس و بے نوائے زارم من
 بفقیری جو من ضریری نیست
 جز تو ام یح و دھگیرے نیست
 مفلس و کترین گدائے تو ام
 ارزو مندیک عطاءے تو ام
 نظر رحمت بمن فرما
 بردلم لطف خویشتمن فرما
 نیست جز لطف تو کے مارا
 انت نعم الوکیل والمولیٰ

- 1- میں خداوند جہاں سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو قبول کرنے کی نشانی عطا فرمائے گا۔
 - 2- اپنے لطف و کرم سے اسے قبول فرمائے گا۔ اور اپنی قبولیت سے اسے نوازے گا۔
 - 3- اہل دل کی طرف اسے لے جائے گا۔ روح کے درمیان اس کی جگہ بنائے گا۔
 - 4- اے خدا! میں پریشان اور غمگین اور بیکس و بے سہارا اور نہایت خستہ حال ہوں۔
 - 5- فقیری میں مجھ جیسا کوئی عاجز و مسکین نہیں۔ تیرے سوا میرا کوئی دھگیر نہیں۔
 - 6- مفلس و کترین گدا ہوں۔ اور تیری عطاء کا آرزو مند ہے۔
 - 7- مجھ پر ایک نظر رحمت فرما اور میرے دل پر اپنا لطف فرما۔
 - 8- تیرے کرم کے سوا ہمارا کوئی سہارا نہیں تو ہی ہمارا بہترین کارساز اور مالک و مولیٰ ہے۔
- و صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ اجمعین الطیبین الطاہرین۔
 اور اللہ اپنی تمام مخلوق سے بہتر و برتر حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) اور آپ کی آل و تمام اصحاب
 طیبین و طاہرین پر درود بھیجے۔
 حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے کتاب اخبار الاخیار کے مقدمہ کو دعائیہ

کلمات پر ختم فرمایا ہے۔ فقیر اپنی اس کاوش کے آغاز پر امام اہلسنت شاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی دعاء درج کر کے اپنے لیے انجام بخیر کی امید کرتا ہے۔

دعائے اویسی بالفاظ رضوی:

یا الہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
 جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو
 یا الہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
 شادی دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو
 یا الہی گور تیرہ کی جب آئے سخت رات
 ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو
 یا الہی جب پڑے محشر میں شور دار و گیر
 امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
 یا الہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
 صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو
 یا الہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر
 سید بے سایہ کے ظلیں لوا کا ساتھ ہو
 یا الہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن
 دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو
 یا الہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں
 عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو
 یا الہی جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں
 ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو
 یا الہی جب حساب خندہ بیجا زلائے
 چشم گریان شفیع مرتضیٰ کا ساتھ ہو
 یا الہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں

ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو
یا الہی جب چلوں تاریک راہ میں صراط
آفتاب ہاشمی نور الہدیٰ کا ساتھ ہو
یا الہی جب سر شمشیر پر چلنا پڑے
رَبِّ سَلِّمْ کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو
یا الہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمین رشنا کا ساتھ ہو
یا الہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ (ﷺ) کا ساتھ ہو

حضور سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب فرد
الاحباب سیدنا غوث اعظم

استاذ شیوخ عالم شیخ الاسلام حضرت شیخ سید سلطان محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی والحسنی
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بیت نبی ﷺ سے کامل ولی اور سادات حسنین رضی اللہ عنہما میں سے بڑے بزرگ شخصیت کے
مالک ہیں سلسلہ نسب کے لحاظ سے عبداللہ محض بن حسن مثنیٰ بن حسن بن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد
ہیں۔ چونکہ آپ کو قصبہ ”جیل“ کی طرف نسبت ہے اس لئے آپ کو جیلانی اور گیلانی بھی کہتے ہیں۔
آپ کی ولادت ۴۷۰ ہجری کی ہے بعض لوگوں نے آپ کا سن ولادت ۴۷۱ ہجری لکھا ہے۔ آپ نے
اپنی عمر کے (۳۳) سال پڑھانے اور قویٰ دینے میں اور چالیس سال خلق خدا کو راہِ حق دکھانے اور وعظ و
نصیحت میں بسر فرمائے۔ اور پھر ۹۰ سال ۵۶۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ۴۸۸ھ میں جب کہ آپ
کی عمر ۸۰ سال تھی آپ بغداد شریف لائے۔

شیوخ، ائمہ، بزرگان اسلام، علمائے سنت اور پیشوایان مذہب سے آپ کی صحبتیں جاری
رہیں آپ نے پہلے ہی قرآن کریم کی روایت و ذراایت اور رموز و اسرار سے تجوید و قرات کے

۱۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے جاتا ہے۔ حضور غوث پاک بغداد کے علاقہ جیلان میں ۴۷۱ھ کو
حضرت ابو صالح کے گھر میں پیدا ہوئے آپ کے والد محترم تصوف کے اعلیٰ ترین درجے پر پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ
عبدالقادر کے پوم پیدائش کو اس علاقہ میں جس کے گھر میں بھی کوئی پیدائش نہ ہو چکی تھی۔

غوث اعظم پوم پیدائش ہی سے صاحب کرامات تھے ایک سال عوام میں رمضان شریف کا چاند نظر آنے پر اختلاف
ہو تو آپ کی والدہ بخت مرے فیصلہ دیا کہ آج محرمی سے عبدالقادر نے دو دوہنیں پیا ہندو روزے سے ہیں۔

ساتھ پڑھا تھا اور وقت کے بڑے بڑے محدثین اور فضلاء علماء سے حدیث کا دورہ ختم کیا۔ پھر دوسرے علوم اصولی و فروعی، مذہبی و اخلاقی وغیرہ میں زکمال حاصل کیا۔

بغداد میں پہنچنے پر بغداد کے تمام مشاہیر بلکہ دوسرے ممالک کے تمام علماء کرام سے آپ بازی لے گئے اور سب پر آپ کو فوقیت حاصل ہو گئی اور آپ کو تمام لوگوں نے اپنا مرجع بنالیا۔ تحصیل علوم کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو لوگوں میں بلند مقام بخشا عوام و خواص تمام لوگوں کے قلوب میں آپ کی عظمت و برتری قائم ہو گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کا مرتبہ عنایت فرمایا۔ دنیا کے ہر گوشہ کے فقہاء علماء طلباء فقراء آپ کی جانب متوجہ ہو گئے آپ نے اپنے محیط قلب سے حکمت و دانائی کے چشمے اپنی زبان کے ذریعے جاری فرمائے ملائکہ کرام سے لے کر زمین کی مخلوق تک آپ کے کمال و جلال جمال کی شہرت ہو گئی آپ نے علامات قدرت، امارت و ولایت خصوصی مشاہدات اور ثبوت کرامات کو آفتاب نصف النہار سے زیادہ روشن طور پر ظاہر کر دکھایا اللہ تبارک و تعالیٰ کی بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور جسمانی تصرفات کے لوازم و اسباب آپ کے اقتدار و اختیار میں دے دیئے تھے تمام مخلوق کے دل آپ کے مسخر و تابع فرمان بن گئے تھے آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے شان و شوکت سے مہربان، قہریوں پر بیت سلطان جیسا بنا دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے تمام اولیاء اللہ کو آپ کا مطیع و فرمانبردار بنا دیا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف سے مامور مقرر فرمایا تھا جیسا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں۔ میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ غرضیکہ تمام اولیائے وقت حاضر و غائب،

۱۔ اسیروں کے مشکل کشا غوث اعظم
فقیروں کے حاجت روا غوث اعظم
مریدوں کو خطرہ نہیں بحر غم سے
کہ بیڑے کے ہیں نا خدا غوث اعظم

۲۔ یہ مسئلہ دور حاضر میں مختلف پہلوؤں سے اختلاف کی زد میں ہے مثلاً بعض سرے سے اس دعویٰ کو صحیح نہیں مانتے، بعض کہتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے عالم سکر میں فرمایا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ صرف آپ کے ہزمان اولیاء کے لئے تھا مقتدین و متاخرین اولیاء اس میں شامل نہیں۔ فقیر نے ان ہر تین اختلافات کے لئے علیحدہ علیحدہ رسالہ لکھا ہے۔ قدی علی رقیہ کل ولی۔ حق ہے اور عالم سکر میں نہیں بلکہ عالم صحو میں کہا گیا از خود نہیں منجانب اللہ کہلوا یا گیا اور مقتدین و متاخرین تمام اولیاء کرام علیہ السلام ہیں سوائے صحابہ کرام و اہل بیت کرام کے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے فرمایا:

جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے

سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

قريب وبعيد ظاہر و باطن سب کے سب آپ کے فرمانبردار و اطاعت گزار تھے جس کا سبب یہ تھا کہ انہیں تنزل اور نیچے گرنے کا خوف اور آگے بڑھنے کا لالچ دامن گیر تھا (کیونکہ ان کی ولایت آپ کے قبضہ میں تھی اور اب بھی) اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی حالت یہ تھی کہ آپ تمام اولیاء اللہ کے سردار و سالار تھے کیونکہ آپ قطب وقت، سلطان الوجود، امام صدیقین، حجت عارفین، روح معرفت قطب حقیقت، زمین پہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ، وارث کتاب نامب رسالت مآب جن کا وجود نورانی ہے اور سلطان طریق ہیں اور حقیقی نور سے وجود جسم پر تصرف و قبضہ رکھتے تھے۔

حلیہ مبارک: پیوستہ بلند آواز، علم کامل اور اثر غالب کے حامل تھے۔ آپ کے کلام میں اس قسم کی جلدی اور تیزی تھی جس سے سامع کے دل میں رعب و ہیبت پیدا ہو جاتی۔ آپ کی آواز میں ایک خوبی یہ تھی کہ مجلس میں دور نزدیک کے سننے والوں کو آپ کی گفتگو بغیر کسی کمی و بیشی کے مکمل طور سنائی دیتی تھی یعنی جس طرح قریب کا شخص سنتا تھا ویسے ہی مجلس میں دور بیٹھنے والا بھی آسانی سے آپ کی باتیں سن لیا کرتا۔ اور قرب و بعد مکان کے سبب سننے میں کوئی فرق نہ آتا، آپ کے کلام کرتے وقت ہر شخص پر سکوت و خاموشی کا عالم طاری رہتا۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں ہر شخص سرعت و جلدی دکھاتا اور بڑے سے بڑا سنگدل جب آپ کو دیکھتا تو خشوع و خضوع، عاجزی و انکساری سے آپ کا مطیع و فرمانبردار ہو جاتا۔ آپ جب مسجد میں آتے تو ضرورت مند لوگ آپ سے اپنے لئے دعا کراتے اس وقت آپ سب کے لئے درگاہ قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا مانگتے۔

۱۔ آپ کا وعظ پر تاثیر تھا ہزاروں کا مجمع میں کثیر التعداد تابع ہوتے بلکہ بعض تو تقریر کے دوران فوت ہو جاتے اور یہ تاثیر بفضلہ تعالیٰ آپ کو بچپن سے حاصل تھی چنانچہ بچپن کا ایک واقعہ بہت مشہور وہ یہ کہ جب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ماجدہ سے رخصت ہو کر ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ جو بغداد جا رہا تھا روانہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ہمدان سے گزر کر ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں بہت کچھڑ تھی اور قافلے پر ساٹھ ڈاکوٹ پڑے اور قافلے کو لوٹ لیا اور مجھ سے کسی نے بھی تعرض نہ کیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص میری طرف آیا اور کہنے لگا کہ آپ کے پاس بھی کچھ ہے؟ میں نے کہا میری گدڑی میں بھل کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ اس نے سمجھا کہ میں مذاق کر رہا ہوں اس لئے وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا اس ک بعد ایک دوسرا شخص آیا اور جو کچھ پہلے نے پوچھا وہی پوچھا۔ میں نے جو پہلے شخص کو جواب دیا تھا۔ اس کو بھی وہی جواب دیا۔ ان دونوں نے جا کر اپنے سردار کو یہ خبر سنائی تو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ سردار نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس واقعی چالیس دینار ہیں؟ میں نے کہا ہاں میری گدڑی میں سلے ہوئے ہیں۔ اس نے میری گدڑی ادھیڑی اور اس میں سے چالیس دینار نکلے۔ اس نے حیرت سے پوچھا کہاں کو ظاہر کرنے پر کس چیز نے مجبور کیا؟ میں نے کہا میری والدہ ماجدہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

خلیفہ وقت پر گھبراہٹ: ایک روز آپ کو جامع مسجد میں چھینک آئی لوگوں نے

یوحکم اللہ اور یرحمہ ربک کی آوازیں خوب بلند کیں۔
خلیفہ وقت المستجد باللہ نے جو اتفاقاً مسجد کے کمرہ میں تھا پریشان ہو کر پوچھا یہ شور و غوغا کیسا؟
لوگوں نے کہا کہ حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے چھینک آئی تھی جس پہ لوگوں نے انہیں
چھینک کا جواب (دعا یہ کلمات) سے دیا ہے۔

تبحر علمی: ایک دن کسی قاری صاحب نے آپ کی مجلس میں قرآن مجید کی ایک آیت تلاوت کی۔
آپ نے اس کی ایک تفسیر بیان کی پھر دوسری اور تیسری یہاں تک کہ حاضرین کے
علم کے مطابق اس ایک آیت کی گیارہ تفسیریں فرمائیں پھر حقائق بیان کرتے ہوئے اس کی
چالیس حقیقتیں بیان فرمائیں اور ہر معنی و تفسیر کی علیحدہ علیحدہ تفصیل سے سند و دلیل کے ساتھ کچھ
ایسے نرالے رنگ میں بیان فرمائی کہ حاضرین مجلس دم بخود رہ گئے اس کے بعد فرمایا حال کو چھوڑ کر
اب ہم قال میں آتے ہیں پھر آپ نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا۔ اس کلمہ توحید کا زبان
سے نکلنا ہی تھا کہ حاضرین مجلس کے دل میں شور و اضطراب کی لہریں دوڑ گئیں۔ اور وہ اپنے
کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف بھاگنے لگے۔

انوکھا فتویٰ: تمام علمائے عراق بلکہ دنیا کے تمام طلب گاران حال و قال کے حضور غوث
اعظم رضی اللہ عنہ مرجع و وسیلہ تھے دنیا کے ہر کونہ سے آپ کے پاس فتویٰ آتے

(مکملہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) نے مجھے سچ بولنے کی تاکید کی تھی۔ میں ان سے عہد شکنی نہیں کر سکتا۔ ڈاکوؤں کا سردار میری یہ گفتگو
سن کر رونے لگا اور کہنے لگا کہ آپ اپنی والدہ ماجدہ سے عہد شکنی نہیں کر سکتے اور میری عمر گزرتی ہے کہ میں اب تک اپنے
پروردگار سے برابر عہد شکنی کر رہا ہوں۔ پھر اس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی اس کے بعد اس کے سب ساتھیوں نے کہا تو لوٹ
مار میں ہم سب کا سردار تھا اور اب توبہ کرنے میں بھی ہمارا سردار ہے پھر ان سب نے بھی میرے ہاتھ پر توبہ اور قائلے کا سارا
سامان واپس کر دیا۔

فائدہ: اسی لئے آپ چورس کو لی بنانے والے مشہور ہیں ایک چور آپ کے مکان میں چور بن کر آیا اور لی کا بل بن کر واپس لوٹا۔
۱۔ آپ عالم اسلام کے بہت بڑے نہ صرف مفتی بلکہ مجتہد تھے لیکن آپ نے حضرت امام احمد بن حنبل کی تقلید اختیار
فرمائی تا کہ امت میں انتشار نہ ہو۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ امت میں جب سے اجماع ہو گیا کہ تقلید واجب ہے تو پھر اس
سے انحراف ناجائز ہے کیونکہ اگر تقلید سے ہٹ کر اپنا اجتہاد روا ہوتا تو سب سے بڑھ کر حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا اجتہاد قابل
عمل ہے کیونکہ آپ بڑے مجتہد تھے۔ اسی تقلید کی بنا پر امام احمد بن حنبل کی فقہ پر عمل کرتے چونکہ امام احمد بن حنبل رافع بن
کرتے تھے اسی لئے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی غنیۃ الطالبین میں رافع بن حنبل کا مسئلہ مرقوم ہے اگرچہ وہ بھی غیر مقلدین کی
ثنائے میں سے بھی خلاف ہے لیکن ہمارے دور کے غیر مقلدین نے شور مچایا کہ حضور غوث اعظم بھی وہابی تھے (فقیر نے اس
کے دو برس رسالہ لکھا ہے کیا غوث اعظم وہابی تھے) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

جن پہ فوراً بغیر مطالعہ کتب وغور و فکر جواب لکھتے۔ کسی بڑے سے بڑے حافظ عالم کو آپ کے جواب کے خلاف لکھنے یا کہنے کی جرات نہ تھی۔ ایک دفعہ عجم سے آپ کے پاس فتویٰ آیا جس میں لکھا تھا کیا فرماتے ہیں رؤسائے علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے قسم کھائی کہ اگر میں اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں کہ اس مقام عبادت میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو تو مجھ پر تمیں طلاق، اب فرمائیے کہ یہ شخص کون سی عبادت کرے کہ اس کی قسم نہ ٹوٹے؟ اس فتویٰ کے لکھنے میں تمام علمائے کرام عراق سرگشتہ و حیران اور عاجز ہو گئے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں استفتاء پیش ہوا۔ آپ نے بلا غور و فکر فوراً فرمایا اس شخص کے لئے خانہ کعبہ معظمہ میں اس طرح جگہ چھوڑی جائے کہ یہ تہا طواف کعبہ کرے تاکہ اپنی قسم سے عہدہ برآ ہو سکے یعنی طواف کعبہ ہی وہ عبادت ہے جس میں کوئی ایک دوسرے کے ساتھ عبادت طواف میں شریک کار نہیں ہوتا۔

ریاضت و عبادت: حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا طریقہ سلوک بے انتہا مشکل اور بے مثال تھا۔ آپ کے کسی ہم عصر مشائخ میں اتنی مجال نہ تھی کہ آپ جیسی

ریاضت یا مجاہدہ میں ہمسری کر سکتے آپ کا قاعدہ تھا کہ اپنے ہر عضو کو اس کی طاقت کے مطابق عبادت سپرد کر دیا کرتے۔ اور قوت قلب کے موافق مجاری اقدار میں روح و نفس کا ظاہر اور پوشیدہ طور ذکر کیا کرتے۔ غائب و حاضر دونوں حالتوں میں نفس کی صفات کو علیحدہ کر کے نفع و نقصان اور دور نزدیک کا فرق مٹا دیا کرتے۔ فراغت قلب کی خاطر سر اور دھڑ کو بغیر شک و شبہ الگ کر دیا کرتے جس میں کسی کوتاہی و تفرقہ کرنے یا حیرانی و پریشانی کا کوئی خدشہ نہ رہے آپ کے اقوال و افعال میں اتحاد،

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) (فائدہ): یاد رہے کہ غنیۃ الطالبین بھی غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی نہیں اس کی تفصیل و تحقیق کے لئے دیکھئے فقیر کی تصنیف ہدیۃ السالکین فی توضیح غنیۃ الطالبین۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ

باوجودیکہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے معتقد تھے لیکن انکا اپنا حال ملاحظہ ہو۔ قطب وقت شیخ علی بن الحسن سیدنا غوث اعظم کا حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس پر حاضری کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں۔ کہ ”جب میں شیخ حمی الدین اور شیخ یحییٰ بن بطو کے ساتھ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ امام احمد بن حنبل نے اپنی قبر انور سے باہر آ کر حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا استقبال فرمایا اور آپ کو ایک خوبصورت پوشاک عطا کی اور کہا اے عبدالقادر! علم شریعت، علم حقیقت، علم حال کو علم طریقت کو آپ کی احتیاج ہے۔“ (بیچہ الاسلامیہ تفریح الماطر)

تسلیم و خلوص میں یکجائی کتاب وسنت کی پیروی میں مطابقت ایسی تھی کہ آپ ہر حالت میں ہر وقت اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرتے اور حضور قلب کے ساتھ توحید الہی میں مشغول رہتے آپ اس مقام عبودیت میں تھے جہاں کمال و ربوبیت ہر لحظہ آپ کی مدد کیا کرتا آپ احکام شریعت کی مکمل طور پر حفاظت کے ساتھ اسرار حقیقت کا مشاہدہ فرماتے تھے۔

مجاہدہ: ایک مرتبہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پچیس سال تک ترک دنیا کئے ہوئے عراق کے جنگلوں اور میدانون میں اس طرح پھرتا رہا کہ میں کسی کو نہ پہچانتا اور نہ کوئی مجھے اجانتا رہا! غیب اور جنات میرے پاس آمد و رفت کرتے اور میں ان کو حق کی تعلیم دیا کرتا۔

عشاء عتا فجر: چالیس سال تک فجر کی نماز میں نے عشاء کے وضو سے ادا کی ہے پندرہ سال تک عشاء کی نماز کے بعد ایک قرآن شریف ختم کرتا رہا ایک پاؤں پکڑے ہو کر ایک ہاتھ سے دیوار کی کھوئی پکڑ کے عبادت میں صبح کر دیتا۔ تین دن سے چالیس دن تک کا ایسا بہت سا زمانہ گزرا ہے کہ کھانے پینے اور سونے سے علیحدہ رہا۔

برج بغداد: گیارہ سال تک برج بغداد کے اندر عبادت الہی میں مشغول رہا اس میں میری طویل اقامت کی وجہ سے لوگ اسے برج غمی بھی کہتے ہیں برج بغداد کے قیام

۱۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدات طاعلی سے ہی جاری تھے۔ مشہور ہے کہ جب آپ سے والدہ محترمہ کا عطا کردہ خرچ ختم ہو گیا تو فاقہ و رفاقت میں وقت گزار رہے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ بھوک سے غڑھال ہو کر لڑکھڑاتے ہوئے ایک مسجد کے گوشے میں جا بیٹھے۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک غمی جوان روئی اور بھونا ہوا گوشت لے کر مسجد میں داخل ہوا اور ایک طرف بیٹھا کر کھانے لگا۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بھوک کی شدت سے اس شخص کے ہر لٹے کے ساتھ بے اختیار میرا منہ کھل جاتا تھا چنانچہ میں نے اپنے لٹس کو اس حرکت پر لامنت کی۔ اتنے میں اس شخص نے میری طرف دیکھا اور کھانا لاکر مجھے پیش کیا اور اس نے مجھ کو ریاضت کیا کہ آپ کہاں کے باشندے ہیں۔ اور کیا مشغلہ رکھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ میں جیلان کا رہنے والا ہوں اور طالب علم ہوں۔ اس نے ریاضت کیا کہ کیا آپ جیلان کے ایک نو جوان کو جس کا نام عبد القادر ہے جانتے ہیں؟ میں نے کہا وہ میں ہی ہوں یہ سن کر وہ بہت بے چین ہوا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں کلی روز سے تلاش کر رہا ہوں۔ جب میں بغداد میں داخل ہوا تو اس وقت میرے پاس اپنا ذاتی خرچ موجود تھا۔ مگر جب میں نے تمہیں تلاش کیا تو مجھے کسی نے تمہارا پتہ نہیں بتلایا۔ اٹھائیس ہزار خرچ ختم ہو گیا پھر میں نے تین روز فاقے میں گزارے اور آج مجبور ہو کر آپ کی امانت میں سے جو آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو پہنچانے کے لئے دیئے تھے۔ ایک وقت کے کھانے کے لئے یہ روٹی اور گوشت لایا ہوں اور اب آپ خوشی سے یہ کھانا تناول فرمائیں کیونکہ یہ آپ ہی کا ہے اور اب میں آپ کا مہمان ہوں۔ پھر میں نے اسے تسلی دی اور اس بات پر اپنی خوشنودی ظاہر کی اور کھانا تناول کیا۔

عبادت کے زمانہ میں اللہ تبارک تعالیٰ سے عہد کرتا رہا کہ جب تک غیب سے کھانا نہ ملے گا نہ کھاؤں گا۔ اس حالت کو کافی عرصہ گزر جاتا لیکن میں عہد شکنی نہ کرتا۔ اس کے علاوہ میں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی نہیں کی۔

وعدہ وفا: حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک سفر میں ایک شخص نے میرے پاس آکر کہا مجھے اپنے ساتھ اس شرط پر شریک صحبت کر لیجئے کہ کسی حالت میں دامن ممبر اور میری مخالفت چھوئے نہ پائے ایک دفعہ وہ مجھے ایک جگہ بٹھا کر اور یہ وعدہ لے کر کہ جب تک میں نہ آؤں آپ یہاں سے نہ جائیں کہیں گیا اس کے انتظار میں ایک سال تک میں وہاں بیٹھا رہا وہ ایک سال کے بعد لوٹا اور پھر یہی وعدہ لے کر دوبارہ چلا گیا۔ یہاں تک کہ تیسری دفعہ میں بھی یہی واقعہ درپیش رہا آخری مرتبہ اپنے ساتھ دودھ روٹی لایا اور کہا میں ”خضر“ ہوں مجھے حکم ہوا ہے کہ آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاؤں۔ چنانچہ ہم نے کھانا کھایا بعد فراغت اس نے کہا اٹھیے اور بغداد جا کر قیام فرمائیے سفر و ساحت ختم کیجئے لوگوں نے پوچھا اس تین سال کی مدت میں غذا کی کد صورت رہی؟ جواب دیا غیب سے زمین پر پڑا ہوا مل جاتا۔

ابلیس سے مقابلہ: حضرت شیخ ضیاء الدین ابونصر موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی زبان خود سنا ہے آپ فرماتے

۱۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ابلیس سے مقابلہ کے واقعہ ہے وہ مدعیان تصوف اور جال و بے عمل بزرگوار ہیں کہ جب ہزاران بھڑکتے ہوئے مراجع کے یاد جو شریعت مطہرہ کی ہیر دی سے دست بردار نہیں ہو رہے بلکہ اس تصور کو شیطان کا نامہ سمجھ رہے تو پھر تم کس باغ میں موی ہو کہ معمولی طور کچھ حاصل ہوا تو شریعت سے نہ صرف دست بردار بلکہ بھتیان اڑاتے نظر آتے ہو اور کہتے ہو کہ شریعت سے ہمیں کیا تعلق ہم تو حقیقت و معرفت کے شہسوار ہیں۔ (معاد اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

یاد رہے دو حقیقت و معرفت میں اگر گمراہی و ضلالت ہے جس میں شریعت کا پس نہ ہو کیونکہ حقیقت و معرفت کے لیے شریعت بمنزلہ قی ہے۔ سچ نہ ہو تو درخت کیا ہوگا۔ اسی لئے حقیقت و معرفت کے سب سے بڑے شہسار عارف ہر دی قدس سرہ نے فرمایا:

شریعت را مقدم دار النوں

کہ طریقت از شریعت نیست ہر دن

شریعت کو ہر حال میں مقدم رکھ اس لئے کہ طریقت شریعت سے باہر نہیں۔ (مغربی احمداوی رضوی غفرلہ)

ہیں ایک سفر کے دوران میں اس جنگل میں پہنچا جہاں پانی نہ تھا میں نے کئی دن وہاں قیام کیا لیکن پانی نہ ملا جب پیاس کی شدت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے بادل کا ایک ٹکڑا بھیجا جس نے میرے سر پہ سایہ کر لیا پھر اس میں سے چند بوندیں نکلیں جنہیں پی کر تسکین ہوئی اس کے بعد ایک روشنی پیدا ہوئی جس نے پورے آسمان کو گھیر لیا پھر اس میں سے ایک عجیب صورت نظر آئی اور اس نے کہا کہ اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں۔ جو کچھ میں نے دوسروں پر حرام کیا ہے۔ وہ تیرے لئے حلال کرتا ہوں تو جو چاہے مانگ اور جو چاہے کر، یہ سن کر میں نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر کہا بھاگ جاملعون کیا بک رہا ہے اس کے بعد فوراً ہی وہ روشنی اندھیرے سے بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن کر کہنے لگی اے عبدالقادر! تم احکام پروردگار جاننے کی وجہ اور حالات منازل کی واقفیت کے سبب مجھ سے بچ گئے میں نے اس طریقہ سے ستر اہل طریقت کو راستہ سے ایسا بھٹکایا کہ وہ کہیں کے نہ رہے بتائیے یہ کون سا علم و ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت کیا ہے؟ میں نے جواب دیا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور وہی ابتداء و انتہا میں رہبری کرتا ہے۔

غوثیہ کا وعظ منظر: حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابتدائی زمانہ میں سونے جاتے مجھے

کرنے کے کام بتائے جاتے اور مخلوقات سے علیحدہ رہنے کا حکم الہی ملتا رہتا تھا ایک مرتبہ گویائی نے مجھ پر اتنا غلبہ کیا کہ میں بے اختیار ہو گیا اور خاموش رہنے کی قوت میرے ہاتھ سے جاتی رہی۔ پھر میرے پاس دو تین آدمیوں نے آکر مجھ سے بات چیت کی جو پس پردہ میری گفتگو سنا کرتے تھے۔ اس کے بعد میرے پاس لوگوں کا اتنا بڑا جھوم بن گیا کہ میری نشست گاہ میں ان کے بیٹھنے کیلئے گنجائش نہ رہی۔ پھر میں شہر کی جامع مسجد میں جاتا اور لوگوں کو احکام الہی سناتا یہاں بھی اتنا مجمع بڑھنے لگا کہ مسجد میں بیٹھنے کی گنجائش نہ رہتی بالآخر میں شہر سے باہر جاتا جہاں بے شمار لوگوں کا اجتماع ہونے لگا پیدل چلنے والے اور سوار سب ہی قسم کے لوگ جمع ہو جاتے اور مجلس کی شکل بنا کر اس کے اطراف و اکناف میں دور دور تک کھڑے وعظ و نصیحت سننے۔ بعض اوقات تو سامعین کی تعداد ستر ہزار تک ہو جاتی تھی۔

نبی و علی کا لعاب مبارک: حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس وعظ میں چار سو اشخاص قلم و دوات لئے آپ کی نصیحتیں قلم بند کرتے رہتے تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ

وای نصاب کی برکت تھی کہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو وعظ میں بھی کمال حاصل تھا آپ کی مداری زبان اگر چہ فادری تھی۔ لیکن آپ عربی میں بھی بہترین تقریر کیا کرتے تھے۔ کیونکہ بغداد کے لوگوں کی زبان عربی ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

نے فرمایا کہ ابتدائی زمانہ میں حضور سرور عالم ﷺ اور سیدنا حضور علی رضی اللہ عنہ کو میں نے خواب میں دیکھا جنھوں نے مجھے کلام کرنے کا حکم دیا اور میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ٹپکایا اور مجھ پر ابواب سخن کھول دیئے۔

حاضرین وعظ: ایک شیخ کا بیان ہے کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ جب وعظ کیلئے منبر پہنچتے تو پہلے الحمد للہ کہتے تاکہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک ولی جو غائب ہو یا حاضر خاموش ہو جائے اور پھر دوسری مرتبہ الحمد للہ کہتے اور دونوں کے درمیان تھوڑی دیر کے لئے وقفہ کرتے اس عرصہ میں فرشتے اور تمام اولیاء اللہ آپ کی مجلس میں آجاتے۔ جتنے لوگ آپ کی مجلس میں دکھائی دیتے اس سے زیادہ نظر نہ آنے والے جنات ہوتے آپ رضی اللہ عنہ کے ہم عصر ایک شیخ کا بیان ہے میں نے اپنی عادت کے موافق جنات کی حاضری کے لئے عزیمت پر بھی لیکن کوئی جن حاضر نہ ہوا۔ میں کافی دیر تک عزیمت پر ہتھارہا۔ پھر حیران ہو گیا کہ جنات کی حاضری کیوں نہیں ہو رہی ہے؟ ان کے نہ آنے کا کیا سبب ہے؟ تھوڑی دیر بعد جب تھوڑے سے جن آئے میں نے دیر سے حاضری کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے تھے، ہم سب جنات وہاں حاضر تھے۔ آپ آئندہ ہم کو اس وقت طلب کریں جب حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وعظ نہ کر رہے ہوں ورنہ ہماری حاضری میں تاخیر ہوگی میں نے پھر پوچھا کیا تم لوگ حضرت شیخ کی مجلس وعظ میں حاضر رہتے ہو؟ اس پر ان جنات نے جواب دیا شیخ کی مجلس وعظ میں آدمیوں کی بہ نسبت ہماری تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے، ہم جنات میں سے اکثر قبائل حضرت شیخ کے ہاتھ پر اسلام لائے ہیں اور توبہ واستغفار میں مشغول ہیں۔

تائیین کی تعداد: وہ یہودی و عیسائی وغیرہ جو آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور فزاق، لیرے، ڈاکو، بدعتی، فسادی، مذہب و اعتقاد کے کچے جو آپ

(پچھلے صلی کا بیٹے حاشیہ) محل شہزادہ دارالعلوم اپنی مشہور تصنیف سلفیہ الاولیاء صفحہ ۱۶۴ پر لکھتا ہے جب آپ تقریر فرماتے تو عوام کے ساتھ علماء فقہاء محدثین مفسرین مورخین گھوڑوں اونٹوں خچروں پر سوار ہو کر آتے۔ لوگوں کے کثرت تعداد میں آنے کی وجہ سے مدرسہ کی عمارت نا کافی ہو گئی تو بڑی عید گاہ میں آپ کا منبر رکھا گیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ یہاں آپ کے مواظ حسنہ سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد ستر ہزار ہوتی تھی۔

۱۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پاک کے دو عنوان بہت با عظمت ہیں۔ ایک تبلیغ شریعت دوسرا تبلیغ معرفت۔ تبلیغ شریعت حضرت کی آخری عمر تک جاری رہی۔ اس طرح روز انہ کی رشد و ہدایت کے علاوہ آپ ہفتہ میں تین بار وعظ و نصیحت فرماتے جس میں ہزاروں یہودی، مجوسی و نصرانی و کافر اور مسلمان شریک ہوتے تھے۔ ہر وعظ کے بعد کثیر تعداد میں غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کرتے اور گمراہ مسلمان تائب ہو کر دولت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

کے سامنے اپنی بدافعالیوں سے توبہ کر چکے تھے یہ سب آپ کی مجلس میں حاضر رہا کرتے پانچ سو سے زیادہ یہودی و عیسائی اور ایک لاکھ سے زیادہ دوسرے مشرب و مگروہ کے لوگ آپ کے ہاتھ پر توبہ کر کے بدکرداریوں سے باز آئے اس کے علاوہ عام مخلوق کی فیض یابی کی تعداد بے انتہا بے شمار ہے۔

وعظ کی تاثیر: جب حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ منبر پر آتے تو مختلف قسم کی باتیں کرتے اور حاضرین مجلس آپ کی ہیبت و عظمت دیکھ کر دم بخود ہو جاتے کبھی دوران گفتگو میں فرماتے قال کو چھوڑو اب ہم حال و وجد میں آگئے ہیں۔ یہ سنتے ہی حاضرین مجلس مضطرب و بے چین ہو جاتے اور ان پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہو جاتی کوئی گریہ و فریاد کرتا کوئی اپنے کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا کوئی بے ہوش ہو کر جان دے دیتا۔ آپ کی مجلس وعظ سے اکثر لوگوں کے جنازے نکلتے جس کا سبب یہ تھا کہ وہ آپ کے ذوق و شوق، ہیبت و تعریف، عظمت و جلال کی تاب نہ لا سکتے اور دم توڑ دیتے تھے۔

فائدہ: حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب و غریب کرامات و تجلیات جو خرق عادت کے طور پر اکثر ظاہر ہوا کرتی تھیں بے شمار ہیں جن کے لکھنے کیلئے تمام درختوں کو قلم اور تمام سمندری پانی کو رویشانی بنانے کی ضرورت ہوگی۔

(پچھلے سلسلہ کا نتیجہ حاشیہ) روحانی سے مالا مال ہوتے تھے۔ تبلیغ معرفت حضرت غوث پاک کی مبارک زندگی کا عظیم جزو تھا۔ آپ کی ہر ایک بات میں یہی تعلیم تھی کہ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھو سب کچھ خدائے برتر کو ہی سمجھو۔ جب آپ نے تبلیغ حق شروع فرمائی تو آپ کے وعظ میں یہ اثر پیدا ہو گیا تھا کہ سننے والا دنیا و مافیہا سے بے خبر اور آپ کا عاشق بنارہتا تھا کوئی اس حد تک بے قرار ہوتا کہ دل کے ٹکڑے ہو جاتے اور حضرت شیخ محبوب سبحانی کے فرزند اکبر کا بیان ہے کہ آپ کی مبارک مجلس وعظ میں دو چار آدمی ضرور واصل الی اللہ ہو جاتے تھے۔

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی کی ذات اقدس کو اللہ تعالیٰ نے جو شان عطا فرمائی۔ اس پر یقین کامل کرنے کے لئے ایک عیسائی عالم کے قول کو اسلام کا واقعہ کافی ہے۔ شان نامی ایک عیسائی عالم محبوب ربانی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس نے اپنے قبول اسلام کے متعلق یہ واقعہ بیان کیا کہ کافی عرصے سے میرے دل پر خواہش تھی کہ میں اسلام قبول کروں۔ مگر میں نے یہ زہم کر رکھا تھا کہ اس شخص کے ہاتھ اسلام قبول کروں گا۔ جو سب سے افضل و احسن ہو میں دن رات اس فکر میں رہتا تھا۔ کہ ایک رات سرد و کائنات فخر و عالم کی مجھے خواب میں زیارت ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شان! بغداد جاؤ اور شیخ عبدالقادر کے ہاتھ پر اسلام قبول کرو کیونکہ وہ اس وقت نہ صرف بغداد میں بلکہ تمام روئے زمین پر سب سے افضل و احسن ہیں۔ محبوب سبحانی قلب ربانی میرا محی الدین کی تبلیغ سے تقریباً پانچ ہزار یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا۔ اور انھوں نے زبا و راہ مستقیم سے چلنے ہوئے مسلمانوں نے توبہ کی۔ دین حق پر استقامت سے قائم ہوئے۔

انبیاء و اولیاء و عظمیٰ: بعض مورخین کا بیان ہے کہ حضور غوث اعظم ﷺ کی مجلس وعظ میں تمام اولیاء، انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ اپنے اجسام کے ساتھ اور مردے اپنی ارواح کے ساتھ جنات اور فرشتے شریک ہوتے تھے اور سرور عالم ﷺ (ترتیب و تائید کیلئے) تجلی فرماتے تھے اکثر اوقات حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شریک مجلس رہتے آپ جب اپنے ہم عصر مشائخ سے ملاقات کرتے تو فرماتے مجلس وعظ میں ضرور آنا اور کبھی فرماتے جس کو فلاح و کامیابی کی طلب ہو اس پر واجب ہے کہ ہماری مجلس وعظ میں شرکت کیا کرے۔

اسرائیلی محمدی کا وعظ سن: حضور غوث اعظم ﷺ مصروف گفتگو تھے اچانک چند ہوائی اجسام کی آمد محسوس ہوئی آپ نے فرمایا اے اسرائیلی! ظہر اور کلام محمدی ﷺ سن۔ جب آپ اپنے گھر لوٹے گئے تو راستہ میں لوگوں نے پوچھا۔ اے شیخ الاعظم ہوا پر آنے والا کون تھا؟ آپ نے فرمایا حضرت ایدہ العباس حضرت خضر علیہ السلام جار ہے تھے اور ہماری مجلس وعظ پر سے تیز رفتاری کے ساتھ گزر رہے تھے۔ اس لئے میں نے ان کی جانب متوجہ ہو کے کہا: اتنی تیز رفتاری نہ کرو اور وعظ سنتے جاؤ۔

ضرور آؤ: حضور غوث الاعظم ﷺ مسند پر تشریف لانے کے بعد فرماتے اے غلام! ہماری نشست وعظ کے بعد حاضری میں دیر نہ کیا کرو، ولایت یہاں ملتی ہے۔ درجابہ اعلیٰ یہاں سے سرفراز ہوتے ہیں اے توبہ کے خواہشمندو! بسم اللہ میرے پاس آؤ۔ اے بخشش کے طلبگارو!

۱۔ اس عنوان پر بعض کم ظرف لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ حضور غوث اعظم ﷺ کی شان انبیاء علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ خود امام الانبیاء ﷺ پر بے حدادی گئی ہے اور یہ ایک حد تک کفر ہے اس لئے کہ کوئی ولی کسی نبی سے شان میں نہیں بڑھ سکتا۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ اعلیٰ کا ادنیٰ کے معنا میں شامل ہونا کسر شان نہیں۔ علماء کرام کو معلوم ہے کہ کبھی ادنیٰ کے اعزاز و اکرام اور کبھی ان کی حوصلہ افزائی اور کبھی اس کی تربیت و ارشاد اور کبھی اس کی اصلاح وغیرہ کے لئے اعلیٰ حضرات تشریف لاتے ہیں تو وہ سب کسر شان اور گستاخی نہیں تو غوث اعظم ﷺ کے لئے کفر تک نوبت پہنچانے کا کیا معنی؟

۲۔ اس پر اعتراض یہ ہے کہ غوث اعظم ولی اللہ ہیں اور خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نبی، ایک ولی کسی نبی پر ایسی جرات نہیں کر سکتا۔ اس کے تفصیلی جوابات تو فقیر نے کشف الشبہات فی الحجرات والکرامات میں لکھے ہیں یہاں اتنا عرض ہے کہ یہ جرات نہیں حجت ہے اس لئے کہ حضرت خضر علیہ السلام اس وقت من حیث الہی نہیں بلکہ من حیث الانسانی ہیں۔ آپ کی جمع من حیث الانسانی ہے تاکہ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کا ارشاد گرامی مکمل ہو۔

بسم اللہ میرے پاس آؤ۔ اے اخلاص و خلوص کے چاہنے والو! بسم اللہ میرے پاس آؤ۔ ہفتہ میں ایک دفعہ آؤ اگر نہ ہو سکے تو ماہانہ آؤ یہ بھی نہ ہو سکے تو سالانہ آؤ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو عمر میں ایک مرتبہ ضرور میرے پاس آؤ اور ہزاروں نعمتیں لے جاؤ۔ اے عالمو! ہزار مہینہ کی مسافت طے کر کے آؤ اور میری ایک بات سن جاؤ جب تم یہاں آؤ اس وقت اپنے اعمال، زہد و تقویٰ اور اپنی حیثیت کو نظر انداز کر دینا تاکہ تم اپنی قسمت کے موافق مجھ سے اپنا حصہ حاصل کر سکو۔ میری مجلس میں پوشیدہ فرشتے، خاص اولیاء اور رجال الغیب اس لئے آتے ہیں تاکہ درگاہ الہی میں آداب کے طریقے سیکھ لیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جتنے انبیاء و اولیاء پیدا کئے ان میں سے ہر ایک نے بصورت زندگی اپنے جسم کے ساتھ اور بصورت مورت اپنی روح کے ساتھ لازمی طور پر میری مجلس میں حاضری دی ہے۔ نیز فرمایا رجال الغیب سے میری گفتگو ہوتی ہے جو کہ قاف کے پیچھے سے آتے ہیں۔ ان کے قدم ہوا پر ہوتے ہیں اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی انس شوق اور اشتیاق کی لپٹیں موجزن رہتی ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس مجلس میں جب کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ بیان کر رہے تھے آپ کے صاحبزادے سید عبدالرزاق بسینہ (یہ وہی عبدالرزاق بسینہ ہیں جن کے متعلق امام اہلسنت شاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے شجرہ میں فرمایا ہے) آپ کے منبر کے قریب آپ کے پاؤں کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے سر اٹھایا۔ پھر حیران ہو کر بے ہوش ہو گئے اور ان کے کپڑے اور عمامہ کو آگ لگ گئی۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے منبر سے فوراً نیچے آ کر آگ بجھائی اور فرمایا اے عبدالرزاق! تم بھی ان ہی میں سے ہو جن کے دل کی آتش شوق بھڑک اٹھی ہے مجلس پر خاست ہونے کے بعد شیخ عبدالرزاقؒ نے کہا میں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا ہوا میں رجال غیب خاموش مدہوش کھڑے ہیں اور پورا آسمان ان سے بھرا ہوا ہے اور ان کے کپڑوں میں آگ لگی ہوئی ہے۔ ان میں سے بعض شور و غوغا کر رہے ہیں بعض روجد و حال کی کیفیت میں ہیں۔ بعض دم بخود ہیں اور بعض زمین پر گرے پڑے ہیں۔

بیت المقدس ایک قدم۔ ایک شیخ وقت جن کا نام ”شیخ صدقہ“ تھا حضرت غوث پاک کی خانقاہ میں آئے جہاں اور دوسرے مشائخ بھی حضور غوث پاک

۱۔ یہی الزکان کے قبیل سے ہے یہ کوئی مشکل امر نہیں فقیر کے اس موضوع پر دور سارے (مطبوعہ) ہیں۔ الانجلا دی بطور الاولیاء اور لی اللہ کی واز۔ دوسرا سال دواصل امام سیوطی بسینہ کے رسالہ النجلی، فی تطور الولی کا ترجمہ مع حاشیہ وغیرہ ہے۔

بیک وقت اکثر مجد غوث اعظم رضی اللہ عنہ

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو ستر مہینوں نے افکار کی دعوت دی آپ نے ہر ایک کی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)۔

کے منتظر بیٹھے تھے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ گھر میں سے برآمد ہو کر سیدھے اپنے منبر پر گئے مقرر قاری سے کسی قرآنی آیت کے پڑھنے کو نہیں کہا اس کے باوجود جو لوگ جمع تھے ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی ان سب لوگوں کی عجیب و غریب حالت دیکھ کر شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے نہ تو کوئی بات کی اور نہ قاری صاحب نے کوئی آیت تلاوت کی پھر ان کو یہ وجد کیسے آگیا اور کیوں کرا گیا؟ شیخ صدقہ کے دل میں اتنا خیال آیا ہی تھا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے شیخ صدقہ کی طرف دیکھ کر کہا یہ لوگ میرے مرید ہیں اسی وقت بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں آ کر میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے اور حاضرین مجلس نے ان کے لئے ضیافت کی ہے۔ شیخ صدقہ نے پھر اپنے دل میں کہا۔ ایک قدم میں جو بیت المقدس سے یہاں آ سکتے ہیں وہ کس چیز سے توبہ کرتے ہیں؟ اور ان کو پیر و مرشد کی ضرورت کیا؟

حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے پھر شیخ کی طرف دیکھ کر فرمایا ہوا میں اڑنے والے بھی اس لئے توبہ کرتے ہیں تاکہ پھر کوئی برا کام نہ کریں۔ اور ضرورت ہے کہ میں ان کو اللہ تبارک و تعالیٰ سے محبت کرنے کا طریقہ سکھاؤں۔ پھر فرمایا میں وہ ہوں کہ میری تلوار مشہور ہے میری کمان کھنچاؤ میں نایاب میرا تیر نشانہ پہ پہنچتا ہے۔ میرا برچھا بے خطا۔ میرا گھوڑا نگلی پیٹھ والا ہے۔ میں سوزش الہی کی آگ ہوں حال و قال سلب کر لیتا ہوں۔ میں دریائے بے کراں، رہنمائے وقت اپنے غیروں سے بھی گفتگو کرتا ہوں۔ غوث شبہ وعظ کا نمونہ۔

اے روزہ دارو! اے شب بیدارو! میں محفوظ و ملحوظ ہوں۔ اے پہاڑوں

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) دعوت قبول فرمائی۔ اور ہر ایک کے ہاں افطار فرمایا یہ خبر بغداد میں پھیل گئی۔ آپ کے خادم نے خیال کیا کہ آپ تو اپنے گھر سے باہر کبیں نہیں گئے۔ آپ نے اس کے دل کو خطرہ سے مطلع ہو کر فرمایا۔ جیہے کہ میں نے ایک وقت ان کی ستر میدوں کے گھر میں غلجہ و عیٹہ افطار کیا اور اپنے گھر پر بھی۔ اس قسم کی بیشمار کرامات فقیر کی مذکورہ تصانیف میں ملاحظہ فرمائیے اور ساتھ ساتھ دلائل بھی۔

۱۔ آپ کے مواعظ کی تاثیر کی تفصیل مذکور ہو چکی ہے اسی طرح آپ کے ملفوظات بھی نہایت ہی موثر چند نمونے ملاحظہ ہوں:

- 1۔ جو خدا کو چھوڑ کر دوسروں سے مانگتا ہے اس نے خدا کے رتبہ اور مقام کو نہیں پہچانا۔
- 2۔ دنیا کو دل سے نکال دو اور ہاتھ میں لے لو۔ یعنی دولت دنیا حاصل کرو مگر وہ تمہارے ہاتھ میں آتی جاتی رہے۔ دل پر قبضہ نہ کرنے پائے۔
- 3۔ علماء صلحاء اور اولیاء پہاڑوں کی طرح ہیں جن کو آفات و مصائب کی آندھیاں متزلزل (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

پر بیٹھ کر عبادت کرنے والو! تمہارے پہاڑ پست ہو جائیں گے اگر جوں اور بت خانوں کے باشندو! تمہارے عبادت خانے منہدم و مسمار ہو جائیں۔ احکام الہی کو مانو میں اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کر رہا ہوں۔ اے طلب گاران حق، ابدال و انقلاب، اے پہاڑو! اور لو جو انو! آؤ! اور اللہ تعالیٰ کے بے ساحل دریائے فیض سے جو چاہو لے لو۔

لوح محفوظ پیش نظر: حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نیک بخت اور بد قسمت سب ہی میرے پاس اپنی آرزوئیں لاتے ہیں میں لوح محفوظ کی عبارتیں

پڑھتا رہتا ہوں۔ میں دریائے علم کا غوطہ خور ہیں اور مشاہدہ تجلیات الہی میں مستغرق ہوں تم سب پر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمینی وارث ہوں۔ اس کے بعد فرمایا: آدمیوں کے پیر، جنات کے پیر اور فرشتوں کے پیر ہیں ان سب ہیروں کا پیر و مرشد ہوں۔

راز و نیاز: حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا لوگو! مجھ میں تم میں کوئی نسبت نہیں مجھ میں اور دوسری مخلوق میں زمین و آسمان کا فرق ہے مجھ کو

دوسروں پر اور دوسروں کو مجھ پر قیاس نہ کرو۔ میری تخلیق سب کاموں سے بالا اور لوگوں کی عقل سے برتر ہے اے زمین و آسمان کے مشرق و مغرب کے رہنے والو! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اعلم مالا تعلمون ہم وہ سب کچھ جانتے ہیں جسے تم نہیں جانتے میں وہ ہوں جسے صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے مجھ سے شب و روز میں ستر مرتبہ کہا جاتا ہے۔

انا اخترتک ولتصنع علی عینی۔

میں نے تجھے منتخب کیا تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) نہیں کر سکتیں۔ وہ توحید کے مقام سے مطلق جہنم نہیں کرتے۔

4- اپنے اقوال و افعال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔

5- جس نے اپنے اعمال مخلوق کے لئے کیے اس کا کوئی عمل نہیں۔

6- ریا کار اور منافق دین سے دنیا کما تا ہے باوجود نااہل ہونے کے نیکوں کی صورت بناتا ان جیسی باتیں کرتا اور ان جیسا کہ اس پہناتا ہے حالانکہ ان جیسے کام نہیں کرتا۔

7- بغیر عمل کے تحصیلِ علم میں اعتراض نہ کرو۔

8- آپ تو سرخیل اولیاء اللہ ہیں آپ سے کم درجہ کے اولیاء کی شان بھی یہ ہے۔

حضرت عزیز اس علیہ الرحمۃ والرضوان کی گفتگو اندک کہ زمین و نظر میں طائفہ چوں سفرہ ایست و مای گویم چوں روئے نانیست چچیز از نظر ایشان غائب نیست۔

کہ حضرت عزیز اس بیہیہ فرماتے ہیں کہ زمین گردو اولیاء کے سامنے مثل دسترخوان کے ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ساری زمین ان کے سامنے ایسی ہے جیسے روئے ناخن کوئی چیز بھی ان کی نظر سے غائب نہیں ہے۔

مجھ سے کہا جاتا ہے۔ اے عبدالقادر! ہمارے حق کے برابر ہم سے بات کرتا کہ تیری بات دوسرے لوگ سنیں، اور مجھ سے یہ بھی کہا گیا اے عبدالقادر! تیرا حق ہماری بارگاہ میں یہ ہے کہ ہمارے پاس سے کھا، پی اور پہن۔ اور ہم نے تیری تردید سے تجھے محفوظ بنا دیا ہے۔

اور بخدا جب میں نے بارگاہ الہی سے فیض الہی حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور و مقرر فرمایا۔ ایک دفعہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے لوگو جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو اس کو بالکل سچا مانو۔ کیونکہ میری بات بالکل یقینی ہے جس میں شک و شبہ کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مجھے جو حکم دیا جاتا ہے وہ میں اپنی زبان سے ادا کر دیتا ہوں۔ مجھے جو چیزیں دی جاتی ہیں وہ میں لوگوں کو بخشش کر دیتا ہوں۔ اور مجھے جو حکم دیا جاتا ہے میں اس کی تعمیل کرتا ہوں۔ ہر شخص یقین کر لے کہ میں منجانب اللہ مامور و مقرر ہوں۔ عقلمند کیلئے اشارہ کافی ہے۔

مجھے جھٹلاتا تمہارے لئے زہر قاتل ہے۔ مجھے جھٹلانے سے تمہاری دین و دنیا اور آخرت سب کچھ خراب ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری جانوں کو بچائے میں سب سے زیادہ تلووار کا دھنی اور سب سے بڑا قاتل و جان لیوا ہوں۔ اگر شریعت نے میری زبان میں لگام نہ لگا دی ہوتی تو میں لازمی طور پر تمہیں بتا دیتا کہ تم اپنے اپنے گھر میں کیا کھانے اور کیا رکھتے ہو میں تم لوگوں کے ظاہر و باطن سے واقف ہوں اور تمہارا رنگ تمہارے شیشوں میں سے مجھے نظر آرہا ہے۔

نفیس لباس! حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ آخری دور میں بہت ہی نفیس کپڑے پہنتے تھے ایک دن آپ کا ایک خادم ابوالفضل بزاز کے پاس گیا اور کہا مجھے وہ کپڑا اور کار ہے

۱۔ نہ صرف نفیس لباس بلکہ آپ کا ہر عمل محض رضائے حق تعالیٰ کے لئے ہوتا تھا چنانچہ آپ نے فرمایا میرا کھانا، چیرا اور پہنا اللہ کے اذن سے ہے جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہوتا نہ کھاتا ہوں نہ پہتا ہوں اور نہ پہنتا ہوں۔ کوئی پوشاک آپ کے جسم پر ایک دن سے زیادہ نہیں رہتی تھی۔ ایک دفعہ آپ نے ایک عمامہ ستر ہزار اشرفیوں سے خریدے اور پھر فوراً اتار کر تھنا جوں کو عطا فرما دیا۔ آپ کے نقش مبارک سونے کے ہوتے تھے اور کلیں سونے چاندی کی ہوتی تھیں تاکہ تھنا جوں کا فائدہ دور ہو۔

عجیب واقعہ:

تفریق الماطر میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اعظم کی ولایت کی شہرت سنی تو زیارت سے کئے حاضر ہوا۔ اس نے آپ کے گھوڑوں کا مشعل دیکھا کہ اس میں چالیس ایسے گھوڑے ہیں جن کی مثال دینا میریں نہ تھی ان کے باندھنے کی جگہ سونے کی تھی۔ چاندی اور سونے کے گھوڑوں سے بندھے ہوئے ہیں جن کی جمبولیں ریشمی تھیں دل میں خیال کیا کہ اولیاء اللہ دنیا کے طالب نہیں ہوتے اور یہ ساز و سامان جو میں نے دیکھا ہے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں اور یہ دنیا کی طلب و محبت پر دلالت کرتا ہے۔ آپ سے بدظن ہو کر تیرے میں نے خبر بلکہ ایک دوسرے آدمی کے مکان میں قیام کیا۔ تو یہ ایک مہلک مرض کا شکار ہو گیا۔ اطباء اس کے معالجے سے تھک گئے تو ایک حکیم نے کہا یہ تب اچھا ہوگا جب اسے فلاں نسل کے چالیس گھوڑوں کے ملے۔ کھلائے جائیں لوگوں نے کہا اس نسل کے گھوڑے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سوا اور کہیں سے نہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

جو ایک اشرفی گز ہو۔ کم نہ زیادہ بزاز نے پوچھا کس کے لئے خریدتے ہو؟ خادم نے جواب دیا اپنے آقا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے درکار ہے یہ سن کر بزاز کے دل میں خیال آیا کہ شیخ نے بادشاہ وقت کے لئے بھی کپڑا نہ چھوڑا وہ سب لے لیا بزاز کے دل میں ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ غیب سے اس کے پاؤں میں ایک کیل چھبی اور ایسی چھبی کہ مرنے کے قریب ہو گیا۔ لوگوں نے پاؤں سے کیل نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن مطلب برآری نہ ہو سکی بالآخر لوگ بزاز کو اٹھا کر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا اے ابوالفضل! تم نے اپنے دل میں مجھ پر اعتراض کیوں کیا؟ اے اللہ تعالیٰ! میرے حقوق کی بناء پر بخدا جب تک تو نے یہ نہ کہا اس وقت تک میں نے کپڑا نہ پہنا کہ اے عبدالقادر وہ کپڑا پہن جو جس کی قیمت فی گز ایک اشرفی ہو۔ اور اے ابوالفضل یہ کپڑا میت کا کفن ہے اور میت کا کفن عمدہ نفیس ہونا چاہیے جو ہزار موت کے بعد نصیب ہوتا ہے اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا دست مبارک ابوالفضل کی تکلیف کے مقام پر رکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ رکھتے ہی تکلیف اس طرح جاتی رہی گویا بالکل تھی ہی نہیں اسکے بعد فرمایا ابوالفضل کا اعتراض ہمارے پاس پہنچا اور کیل کی صورت میں اس کے پاس لوٹ کر جو کچھ چاہا کیا۔

بے شمار کرامت: اللہ تعالیٰ حضرت شیخ اعظم اور تمام اولیاء اللہ کو پسند کرتا ہے اس کے علاوہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتیں اور خرق عادات جو ہر وقت ظاہر ہوتی رہتی تھیں ان کا شمار کرامات قوت تقریر و تحریر سے خارج ہے اچھی طرح یقین کر لیا جائے کہ ان باتوں میں کوئی تصنع بناوٹ اور مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

(کچھ ماضی کا بقیہ حاشیہ) ملیں گے۔ لوگوں نے کہا کہ ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑوں کا سوال کرتے ہیں۔ اور وہ نمی ہیں امید ہے کہ ہم خالی ہاتھ نہ لوٹیں گے۔ لوگوں نے جا کر سوال کیا کہ ہمیں ایسی نسل کے گھوڑے عطا فرمادیں۔ آپ نے فرمایا انہیں ایک گھوڑا دے دو۔ پھر دوسرے دن آکر سوال کیا تو آپ نے فرمایا ان کو چالیس کے چالیس گھوڑے روزانہ ایک ایک کر کے دے دینا۔ پھر روزانہ آکر آپ سے سوال کرتے تو آپ ان کو گھوڑا دینے کا حکم دے دیتے پھر اللہ تعالیٰ نے جب ہر بیض کی شفا بخشی تو حضرت کے پاس شکر یہ ادا کرنے کے لئے آئے۔ آپ نے اس شخص (یعنی مریض) کو فرمایا اے فلاں یہ گھوڑے جو تونے دیکھے تھے میں نے تیرے لئے خریدے تھے اس لئے کہ جب تو گھر سے نکلا اور عبت و شوق سے میری طرف آئے گا قصہ اور کوئی توجیہ معلوم ہو گیا کہ یہاں آکر تجھے ایک ایسی مرض مہلک پہنچی گی جس کی دوا اس نسل کے ۴۰ گھوڑوں کے جذبہ کے علاوہ اور کوئی شے نہیں ہے تو میں نے تیرے لئے انہیں خرید لیا اور جب گھوڑوں کے اصطبل کے پاس سے گزرا اور ان کے گھوڑوں اور بھلوں کو دیکھا تو بدن ہو کر دوسرے مکان میں جا کر قیام کیا۔ پھر تجھے جو تقدیر میں لکھا تھا پہنچا (یہ سن کر) اس شخص نے اپنے خیال سے تو یہ کی اور معافی مانگی اور آپ کا عقیدت مند بن گیا پھر آپ نے فرمایا گھوڑوں کی کھوپڑیاں جو میں حکیم صاحب کو سدا۔ لوگ کہتے ہیں حکیم صاحب پہلے نصرانی تھے یہ واقعہ سن کر آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا۔

بچپن کی کرامات: حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بچپن اور آغاز جوانی ہی سے کرامات اور خرق عادات عوام باتیں ظہور میں آتی رہیں اور نوے سال کی عمر تک

آپ سے ہمیشہ کرامات کے ظہور کا سلسلہ جاری رہا۔

حضور غوث پاک نے پیدا ہونے کے بعد رمضان کے مہینہ میں دن شیر خوار روزہ دار: کے وقت اپنی والدہ صاحبہ کا دودھ نہیں پیا اور یہ بات لوگوں میں پھیل

گئی کہ فلاں شریف گھرانے میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوا ہے جو رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا۔ ایک دفعہ لوگوں نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا ملائکہ خدام: کہ آپ ولی اللہ ہیں؟

جواب دیا میں دس برس کا تھا گھر سے مدرسے جاتے وقت دیکھتا کہ فرشتے میرے ساتھ چل رہے ہیں پھر مدرسہ میں پہنچنے کے بعد وہ فرشتے دوسرے لڑکوں سے کہتے ”ولی اللہ کے لئے جگہ دو“ ایک دن مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اس نے ایک فرشتہ سے پوچھا یہ کون لڑکا ہے جس کی عزت کرتے ہو؟

اس فرشتہ جواباً کہا یہ ایک ولی اللہ ہے جو بہت بڑے مرتبہ کا مالک ہوگا۔ راہ طریقت میں یہ وہ ہے جسے بغیر روک ٹوک کے نعمتیں دی جا رہی ہیں اور بغیر کسی حجاب کے تمکین و قرار عنایت ہو رہا ہے اور بغیر کسی حجت کے تقرب الہی عطا ہو رہا ہے۔

حادثہ: چالیس سال کی عمر میں میں نے پہچان لیا کہ پوچھنے والا اپنے وقت کا ایک ابدال تھا۔

کرامات

کرامت: حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے بچپن میں ایک دفعہ عرفہ کے دن شہر سے باہر

آپ کی کرامات سجدہ وعد ہیں اور ایسی دلچسپ کہ پڑھنے سننے میں دل بیدار اور ایمان پر انوار ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ قلبی مرض نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لی قلوبہم مرض فقیر چند کرامات محض حصول تبرک اور قارئین کی تفریح خاطر کی خاطر اضافہ کرتا ہے۔

مردہ زندہ کرتا:

اسرار الہامین میں لکھا ہے کہ ایک روز غوث اعظم ایک محلہ سے گزرے تو دیکھا کہ ایک مسلمان اور ایک عیسائی آپس میں جھگڑ رہے تھے آپ نے جھگڑنے کا سبب دریافت فرمایا تو مسلمان بولا کہ یہ عیسائی کہتا ہے مجھے علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل ہیں اور میں کہتا ہوں نہیں بلکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں غوث اعظم پاک رضی اللہ عنہ انسانی سے فرمانے لگے تم اپنے نبی مجھے بتانا، کو (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کسانوں کے جانوروں کے پیچھے دوڑنے لگا۔ ان میں سے ایک گائے نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور (پچھلے صفحہ کا نتیجہ حاشیہ) ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ پر کس دلیل سے فضیلت دیتے ہو؟ عیسائی بولا ہمارے نبی عیسیٰ مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا میں نبی نہیں ہوں بلکہ اپنے نبی کریم ﷺ کا اکابر ہوں۔ ان مردوں کو زندہ کر دینا تو کیا تم ہمارے نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لے آؤ گے؟ نصرانی نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کسی پرانی قبر پر چل کر کرشمہ قدرت دیکھو چنانچہ آپ کو ایک قبر پر لایا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ صاحب قبر تو الٹا تھا اگر چاہو تو یہ گاتا ہوا قبر سے سے باہر آئے عیسائی نے کہا ایسے ہی ہو چنانچہ اسے فرمایا قہر ہالفتی میرے حکم سے اٹھو تو قبر پھنی تو مردہ گاتا ہوا قبر سے باہر نکلا۔ عیسائی یہ کرامت دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

بڑھیا کا بیڑا:

یہ مشہور کرامت جس کا مخالفین کو سخت انکار ہے فقیر نے دلائل قرآن و حدیث سے ثابت کر کے تصنیف کا نام رکھا احیاء المواتی بعد المائین اور اس طرح غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی درجنوں کرامات ہیں۔

چور قطب بن گیا:

جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ لی حاضری سے واپس تھے پاؤں بغداد کی طرف لوٹے تو راستہ میں ایک چور کھڑا ہوا کسی مسافر کا انتظار کر رہا تھا۔ تاکہ یہ اس سے سامان چھینے۔ آپ اس کے پاس پہنچے تو فرمایا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں بدوی ہوں آپ کو کشف کے ذریعہ اس کی بدکرداری کا حال معلوم ہوا اس کے دل میں بھی خیال گزرا کہ عجب نہیں کہ یہ بابت و عظمت شخص غوث اعظم ہی ہو۔ آپ کو اس کے اس خیال کا بھی مکاشفہ کے ذریعہ علم ہو گیا۔ اور فرمایا میں عبدالقادر ہوں۔ چور فوراً آپ کے قدموں پر گر پڑا اور اس کی زبان پر یہاں ہی عبدالقادر دشتی کا سید جاری ہو گیا آپ کو اس کی حالت پر رحم آیا اور اس کی اصلاح کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ خدا آئی اے غوث اعظم چور کو سید ہمارا ستہ دکھا دو اور ہدایت کی طرف رہنمائی فرما کر اسے قطب بنا دو چنانچہ آپ کی ایک نظر مبارک سے وہ قطب بن گیا۔

خاندانہ: اس قسم کے واقعات بھی بیشمار بلکہ ایک ایسے بیکار آدمی کو ابدال بنایا چنانچہ حکایت ملاحظہ ہو۔

عیسائی ابدال بن گیا:

ایک شخص عیسائی مسلمان ہوا غوث اعظم نے اس کا زنا تو ذکر الگ کیا اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی اس کو تلقین کی۔ مسلمان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ شخص ابدال کے قائم مقام ہے۔ خادم نے حقیقت دریافت کی تو فرمایا کہ شہر موصل کے ابدال کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور چونکہ اس کا کلمہ میرے تحت ہے۔ میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی تو مجھے الہام ہوا کہ قسطنطنیہ کے فلاں عیسائی کو ان کی جگہ دے دی جائے۔ چنانچہ خرق عادت کے طور پر میں نے اس کو مسلمان کیا اور وہ مقام ابدال پر پہنچ گیا۔

خلاصہ یہ کہ اولیاء اللہ میں کسی کے حصے میں بھی اتنی عظیم و کثیر کرامات نہیں آئیں جو سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو ملی ہیں حضرت شیخ علی بن ابی نصر فرماتے ہیں کہ ”جب بھی کوئی شخص آپ کی کرامت کو کھنا چاہتا دیکھ لیتا تھا۔ حضرت نور بخش تو کلی علیہ الرحمہ نے تذکرہ غوث اعظم میں آپ کی کرامات کے جو عنوانات قائم کیے ہیں، یہاں صرف انہی کو درج کیا جاتا ہے تاکہ کچھ اندازہ ہو سکے۔ مردوں کو زندہ کرنا۔ بیماروں کا دور کرنا۔ بے موسم سب کا غیب سے آنا۔

کہا اے عبدالقادر آپ کو اس کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اور آپ کو یہ کام نہیں دیا گیا۔ یہ سن کر میں دوڑتا ہوا ہانپتا کانپتا اپنے گھر آیا اور کوٹھے پر چڑھ گیا جہاں دیکھا کہ لوگ میدانِ عرفات میں کھڑے ہیں میں وہاں سے اتر کر سیدھا اپنی والدہ صاحبہ کے پاس آیا اور ان سے کہا میں بغداد جا کر پڑھنا چاہتا ہوں وہاں اچھے اچھے لوگوں سے ملاقات ہوگی۔ مجھے اجازت روادگی دے دیجئے۔ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ بچپن میں جب میں دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا تو کرامت: ”آواز آتی“ اے مبارک ہماری طرف ”آؤ“ یہ ڈراؤنی آواز سن کر میں سیدھا وہاں سے اپنی والدہ کی گود میں آکر چھپ جاتا۔ اور یہ آواز اب میں اپنی خلوت میں سنتا ہوں۔

ظہور کرامات: شیخ علی بن ہتی کا بیان ہے میں نے اپنے زمانہ میں حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کسی کو صاحب کرامات نہیں پایا ہم لوگوں میں سے جو کوئی جس وقت چاہتا ان کی کرامت کا مشاہدہ کر لیتا خرق عادات جو ظاہری ہوتی تھیں وہ کبھی خود آپ سے متعلق کبھی آپ کی بابت اور کبھی آپ کے ذریعہ ہوتی تھیں۔

کرامات ہی کرامات: شیخ ابو مسعود احمد بن ابی بکر خزیمی اور شیخ ابو عثمان مرتضیٰ کا مشترکہ بیان ہے کہ حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کی مثال اس جواہرات کی تسبیح کی طرح ہے جس کے ہر دانہ کو ہر روز اور ہر وقت دیکھا اور شمار کیا جا سکتا ہے۔

سہروردی کا بیان: شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے سلطان تھے اور درحقیقت وجود و جسم پر ان کو تصرف و غلبہ حاصل تھا۔ منجانب اللہ آپ کو ہر چیز پر تصرف کرنے کا اختیار تھا اور آپ کرامتیں ہمیشہ ظاہر ہوتی رہتی تھیں!

۱۔ بلکہ آپ کے وصال کے بعد تا حال کرامات کا صدور و ظہور ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔

چند مستند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیہغات میں آپ کی توصیف اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”اولیاء و عظام میں سے راہِ جذب کی تکمیل کے بعد جس شخص نے کامل و اکمل طور پر نسبتِ اویسی کی طرف رجوع کر کے وہاں کامل استقامت سے قدم رکھا وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور یہ وجہ سے کہتے ہیں کہ آن جناب اپنی قبر شریف میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔ نیز تمہیمات البیہ جلد دوم میں لکھتے ہیں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

امام یافعی کا بیان

امام عبد اللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کی کرامتیں مسلسل ظاہر ہوتی رہیں اور ہم جانتے ہیں کہ آپ جیسی شخصیت یا آپ جیسی کرامتیں دنیا کے کسی شیخ میں پائی نہیں گئیں۔

غافلہ: غرضیکہ آپ سے ہر طرح کی کرامتیں ظاہر ہوئیں مخلوقات کے ظاہر و باطن میں آپ تصرف کرتے انسانوں اور جنات پر آپ کا حکم چلتا تھا۔ لوگوں کے دل کی باتوں اور بھیدوں سے آپ واقف تھے فرشتوں کے ظاہر و باطنی خیالات جانتے تھے۔ عالم جبروت کے حقائق اور عالم لاہوت کے راز ہائے سرستہ معلوم کر لیتے۔ پروردگار کے غیبی عطیات زمانہ کے انقلاب، موت و حیات کی صفات، تشکیک و تحقیق، تصدیق کی حقیقت، اچھے اور برے، اندھے اور کوڑھی، بیماروں کی صحت، مقام و زمانہ سے روائگی، زمینی و آسمانی کاموں میں اجرائی احکام، پانی پر چلنے، ہوا میں اڑنے، لوگوں کے تنخیل بدلنے اشیاء کی طبیعت پلٹنے، غیبی چیزیں حاصل کرنے، ماضی و مستقبل کے صحیح حالات بتانے کی خاطر آپ کی کرامات عام و خاص سب کے لئے ہمیشہ لگا تار ظاہر ہوتی رہیں۔ حق کے اظہار کے لئے آپ بارادہ و اختیار کرامات ظاہر کرتے تھے جس میں کسی قسم کا کسی کو کوئی شک و شبہ نہ رہتا۔ آپ کی کرامات اتنا بکثرت ہیں جن کے مکمل بیان کرنے سے قلم و زبان (پچھلے صفحہ کا حاشیہ) کہ حضرت موصوف قدس سرہ کو عالم میں اثر و نفوذ کا ایک خاص مقام حاصل ہے اور ان میں وہ وجود منعکس ہو گیا ہے جو تمام عالم میں جاری و ساری

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت غوث پاک کی شان و عظمت اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے غوث اعظم کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ کا مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ فرشتوں سے لے کر زمین مخلوق تک میں آپ کے کمال و جلال کا شہرہ تھا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ العزیز حضرت غوث اعظم کی علو شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو آپ کی تصنیف مہدو معاد کے صفحہ ۱۲ پر تحریر ہے کہ اس مقام تک پہنچ جانے کے بعد جو اقطاب کا مقام کہلاتا ہے نبی کریم روؤف رحمہ اللہ نے قطبیت ارشاد کی خلعت عطا فرمائی اور اس منصب پر سرفراز فرمایا۔ اس کے بعد عنایت خداوندی نے اس سے مزید بلندی کی طرف متوجہ فرمایا چنانچہ ایک مرتبہ اصل ظل امیر تک رسائی ہوئی اور اس مقام میں بھی گزشتہ مقامات کی طرح ثناء و بقاء نصیب ہوئی اور پھر وہاں سے اصل کے مقام تک ترقی عطا فرمائی گئی اور مقام اصل الاصل تک پہنچا گیا۔ آخری عروج میں جو کہ مقامات اصل کا عروج ہے غوث اعظم کی روحانیت کی امداد حاصل رہتی ہے۔ ان کی قوت و نصرت نے ان تمام مقامات سے گزر کر اصل الاصل کے مقام تک اصل کر دیا۔

دونوں عاجز و قاصر ہیں آپ کی کرامات اکثر مشائخ نے اپنی کتابوں میں لکھی ہیں۔ بالخصوص حضرت امام عبداللہ یافعیؒ کی کتابیں آپ کی کرامات سے پُر ہیں۔

اولیائے سابقین: مشائخ متقدمین جنہوں نے آپ کے آنے کی اطلاعات دی تھیں وہ اپنی عظمت و شان کے باوجود حضور غوث اعظم کی عزت و بلندی مقام کے قائل تھے ان کے سوا تمام مشائخ و اقطاب وقت آپ کی اطاعت و فرمانبرداری اور آپ کے احکام و نواہی پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے صاف صاف اقرار اور اعلان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا یہ حکم کہ ”میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے“

بالکل درست اور سچ ہے وہ منجانب اللہ مامور و مقرر کئے گئے غرضیکہ مشائخ و اقطاب نے آپ کی رفعت مکانی اور بلندی مقام کے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا تصور بھی آج لوگوں کو نہیں ہو سکتا جسے میں نے تھوڑا سا کتاب زبدۃ الآثار (جو بختہ الاسرار کا منتخب ہے) میں تحریر کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ میری محنت قبول کرے اور اس تک رسائی کا وسیلہ بن جائے۔

عام اخلاق: آپ نہایت پاکیزہ اور خوش اخلاق تھے۔ انک لعلی خلق عظیم اور انک لعلی ہدی مستقیم کے مصداق تھے۔

آپ اپنی ظاہری شان و شوکت اور وسیع علم کے باوجود کمزوروں اور ضعیفوں میں بیٹھتے۔ فقیروں سے عاجزی کے ساتھ پیش آتے۔ بڑوں کی عزت کرتے اور چھوٹوں پر شفقت و مہربانی فرماتے سلام کرنے میں پہل کرتے۔ مہمانوں اور طالب علموں کی مجلسوں میں نشست کرتے اور ان کی لغزشوں سے درگزر کرتے جو کوئی آپ کے سامنے کتنی ہی جھوٹی قسم کیوں نہ کھاتا آپ اس کا یقین کر لیتے اور اپنے علم و کشف کو اس پر ظاہر نہ فرماتے اپنے مہمانوں اور ہم نشین کے ساتھ دوسروں کی بہ نسبت بے انتہا خوش خلقی اور کشادہ روی سے پیش آتے۔ سرکشوں، ظالموں، مالداروں، فاسقوں اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کے لئے کھڑے نہ ہوتے۔ کسی امیر و وزیر کے گھر

مطلوع ہے ملتے ہوئے بیخ گوش لاہور (اردو) میں شائع ہوئی ہے۔

۱۔ کمالات حضرت غوث اعظمؒ کے منکر کہتے ہیں کہ حضور غوث اعظمؒ کے متعلق اولیاء سابقین پر فضیلت کا قول غلو ہے اس لئے کہ صحابہ کرام و تابعین عظام پر ان فضیلت لازم آتی ہے اور یہ احادیث مبارکہ کی مراحت کے خلاف ہے اس کا جواب سیدنا جابر علی شاہ صاحب گلرودیؒ نے کہا ہے کہ عرف میں اولیاء کا لفظ صحابہ و تابعین و اہلبیت پر نہیں آتا اسی لئے اعتراض ہے سودے ہاں تابعین میں بعض مجمل پر فضیلت دی جاسکتی ہے جیسا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ نے فرمایا صحابیت ہوئی پھر تابعیت بس آگے قادری منزل ہے یا غوث بزاروں تابعی سے فردو ہاں وہ طبقہ بخلاف فاضل ہے یا غوث اس کی تحقیق فقیر کی تصنیف تحقیق الکا برتر قدم الشیخ عبدالقادر میں دیکھے۔

نہ جاتے۔ آپ کے کسی ہم عصر مشائخ کی تعظیم کو آپ جیسا حسن خلق، کشادگی سینہ، کرم نفس، مہربانی قلب، حفاظت وامانت میں برابری کی قوت و طاقت نہ تھی۔

چوہے کی موت: ایک دن آپ خلوت میں کچھ لکھ رہے تھے کہ وہی چھت میں دو تین مرتبہ چوہی مرتبہ مٹی گرنے پر نظر اٹھا کر دیکھا کہ ایک چوہا چھت کاٹ رہا ہے۔ آپ کے ایک نظر دیکھتے ہی اس کا سر ٹک کر ایک طرف گرا اور دھڑ دوسری طرف آپ لکھنا چھوڑ کر رونے لگے راوی کہتا ہے میں نے کہا اے آقا! آپ کس وجہ سے رورہے ہیں؟ ارشاد ہوا مجھے خوف ہے کہ کسی مسلمان سے میرے دل کو تکلیف پہنچے اور اس کی وہی حالت ہو جو اس چوہے کی ہوئی۔

چڑیا کی موت: ایک مرتبہ آپ مدرسہ میں وضو کر رہے تھے ایک چڑیا نے ہوا میں اڑتے ہوئے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ کے سر اٹھا کر دیکھتے ہی وہ چڑیا زمین پر آ رہی کپڑے پر پیشاب کے چھینٹوں کی جگہ دھوئی پھردہ لباس اتار کر کہا اسے لیجا کر فروخت کر دو اور اس کی قیمت فقیروں میں بانٹ دو۔ کیونکہ یہ اس چڑیا کے مارنے کی سزا اور بدلہ ہے۔

روسید ادج غوشیہ: اپنی شہرت کے زمانہ میں آپ ایک مرتبہ حج کے لئے روانہ ہوئے جب مقام جملہ پہنچے (جو بغداد کے قریب ہی تھا) فرمایا یہاں ایک مکان تلاش کرو۔

۱۔ شاید یہ وہی موقع ہے جسے حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے گلستان میں لکھا خوب عبد القادر جیلانی بیستہ راویہ اندر حرم کعبہ روے بر حصانہادہ میکفت کہ یا غفور یا رحیم بخشا و اگر مستوجب عقوبت عقوبتم مرادر روز قیامت ناپا بر انگیز تاد روئے نکال شرمسار بناشم۔

ترجمہ: خوب عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا گیا کہ حرم کعبہ میں چروں پر چہرہ رکھ کر کہہ رہے تھے اے بخشے والے مہربان! مجھے بخش دے اگر میں سزا کے لائق ہوں تو قیامت میں مجھے ناپا اٹھانا تاکہ نیک لوگوں کے سامنے میں شرمسار نہ ہوں۔ اے وہ ذات ازراہ عجز ہم کہتے ہیں جب صبح کے وقت باد صبا آتی ہے اے وہ ذات میں تجھے کسی نہیں بھلاتا۔ تجھے بھی بندے سے کچھ آتا ہے۔

خاندہ: یہ کہانی نقل کر کے نقیب احمد دہلوی مٹھی گلستان لکھتا ہے کہ شیخ کا تو یہ حال ہے لیکن خریدوں (بریلویوں) کا یہ حال ہے کہ انہیں حاجت روا اور کار ساز دیکھتے ہیں بلکہ بہت سے تو ختم شدہ بغداد پڑھتے ہیں انہیں بجائے قرآن اور حدیث و تہلیل کے شعر پڑھتے ہیں۔

امدادکن امدادکن از ہر غم آزادکن یا شیخ عبد القادر

بہر لکھتا ہے کہ یہ وظیفہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ ہی اثر اربعہ سے ثابت ہے نہ خود غوث اعظم نے فرمایا بلکہ اس کے برعکس فرمایا: لا استعنت باللہ جب مدد مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو (فتوح الانیب)۔

تبرہ اکیس لعلہ:

ہم بھی مشکل کشا حاجت روا صرف اور صرف اللہ کو ماننے ہیں اگر انبیاء اولیاء علی نبیاء علیہم السلام (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

کرد جو غیر مشہور، ٹوٹا پھوٹا اور اجڑا ہوا سا ہو۔ میں اس میں ٹھہروں گا۔ وہاں کے معززین، رئیسوں، (پچھلے صفحہ کا قیصر حاشیہ) اصلو و السلام سے استعانت و استغاثہ ہے تو بمعنی وسیلہ ہے جیسا کہ ہلسٹ کی تصانیف شاہد ہیں۔ قدرت نے اسی معترض سے اس کا جواب خود ان کے قلم سے لکھوا دیا کہ اسی تردید بیان میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ جو کوفوت اعظم لکھا و غوث کا معنی ہے فریادرس و غیث اللغات صفحہ ۳۹۲ اور اعظم کا معنی ہے ”بہت بڑا“ گویا جناب مولوی اشرف علی صاحب نے حضرت موصوف کو بہت بڑا فریادرس بھی لکھا اور ”دبگیر“ بھی چنانچہ ملاحظہ ہو سیدنا غوث اعظمؒ بیستہ فرمایا کرتے تھے، کہ منصور کی کسی نہ دیکھیری نہ کی۔ اگر میرے زمانے میں ہوتا تو میں دیکھیری کرتا۔ (ملفوظات مفت اختر صفحہ ۲۱) ۱۔ شاید یہ وہی موقع ہے جسے حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے گلستان میں لکھا خواجہ عبدالقادر گیلانیؒ بیستہ را دیدر حرم کعبہ روے بر حصا نہادہ میخفت کہ یا غفور یا رحیم بخشا و اگر مستوجب عقوبت عفو تو مرار روز قیامت تا بدینا بر انگیز تار روئے نکال شر مسار بناشم۔

ترجمہ: خواجہ عبدالقادر جیلانیؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا گیا کہ حرم کعبہ میں پتھروں پر چہرہ رکھ کر کہہ رہے تھے اے بخشے والے مہربان! مجھے بخش دے اگر میں سزا کے لائق ہوں تو قیامت میں مجھے تاپنا اٹھانا تاکہ نیک لوگوں کے سامنے میں شر سہار نہ ہوں۔ اے وہ ذات از راہ ہر مجز کہتے ہیں جب صبح کے وقت باد صبا آتی ہے اے وہ ذات میں تجھے بھی نہیں بھلاتا۔ تجھے بھی بندے سے کچھ آتا ہے۔

حاشیہ: یہ کہانی نقل کر کے قیصر احمد یوہندی محشی گلستان لکھتا ہے کہ شیخ کا تو یہ حال ہے لیکن مریدوں (بریلویوں) کا یہ حال ہے کہ انہیں حاجت روا اور کار ساز سمجھتے ہیں بلکہ بہت سے تو نعمتِ خداوند پرستے ہیں انہیں بجائے قرآن اور تسبیح و تہلیل کے یہ شعر پڑھتے ہیں۔ امداد کن امداد کن از ہر غم آزاد کن یا شیخ عبدالقد۔

پھر لکھتا ہے کہ یہ وظیفہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور نہ ہی ائمہ اربعہ سے ثابت ہے نہ خود غوث اعظم نے فرمایا بلکہ اس کے برعکس فرمایا: اذا استعنت فاستعن باللہ جب مدد مانگو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو (فتوح الغیب)۔

تبرہ اویسی غفرلہ:

ایسے ہی اس کا کہنا کہ قرآن و حدیث و اقوال ائمہ سے ثابت نہیں یہ ان کی پرانی عادت ہے یہاں تک خود غوث اعظمؒ جتنے سے بھی نفی کر دی ہمارے دلائل تصانیف اہل سنت میں ریت کے ذرات سے زیادہ ہیں خود غوث اعظمؒ جتنو ایک بار نہیں بار بار فرمایا

بعض اشعار میں فرمایا کہ وصلت الی العرش المعبد بحضورتی فلاحت لی الانوار و لدق اعطانی نظرتی لعرش اللہ قبل تخلقی فلاحت لی الاملاک واللہ عملنی ولو جنی تاج الوصال بنظرک ومن خلعة الشریف والقرب اکسنی۔ میں عرشِ مجید تک پہنچا تو انوار الہی مجھ پر ہوئے اور مجھے یہ مرتبہ ملا میں نے اپنی پیدائش سے پہلے عرش اللہ کو دیکھا تو مجھ پر اللہ کے تمام ملک ظاہر ہوئے اور میرا نام غوث اعظم رکھا اور اپنی نظر عنایت سے مجھے تاج وصال عطا فرمایا نیز خلعت و قرب کا مجھے لباس پہنایا۔

نہ صرف یہی اشعار بلکہ بجز الاسرار شریف آپ کے دعاوی معراج ہیں لیکن دیدہ و کور کو آنے نظر کیا دیکھے۔ از الہ و ہم حضور غوث اعظمؒ جتنو کا ایسا بحر و نیاز آپ کی رفعت شان کی دلیل ہے کیونکہ آتا نہ کہ غنی تر نعمت تزد۔ اللہ کے حضور میں جتنا قرب زیادہ ہوگا اتنا ہی شان و عزت زیادہ ہوگی یہ آپ کی تواضع و انکساری ہے من قولہ فاعلم للہ رفعہ اللہ مدحہ اللہ۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع و انکساری کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرماتا ہے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

سرداروں نے آپ کے قیام کے لیے شاندار انتظام کیا اور آپ کو شاندار طریقے سے ٹھہرانا چاہا لیکن آپ نے ان کی نہ مانی آخر کار بدرجہ مجبوری ایسا مکان مل سکا جس میں ایک بوڑھا بدھیا اور اس کی ایک لڑکی رہا کرتے تھے۔ تو آپ نے اس بوڑھے سے اجازت لے کر رات کو وہاں قیام کیا بے انتہا ہدیے و نذرانے جو زور و فخر، غلہ اور حیوانات کی صورت میں آئے ان کی بابت فرمایا میں نے یہ سب اس بوڑھے کو دے دیئے آپ کی دیکھا دیکھی حاضرین نے اپنا تمام مال و اسباب بھی اس بوڑھے کے حوالے کر دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے قدموں کی برکت اس بوڑھے کو اتنا سرمایہ دولت و اسباب وغیرہ دیا جو اس کے اطراف میں کسی اور کو نصیب نہ ہوا تھا۔

ہکایت: حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک تاجر نے آکر کہا میں اپنی کچھ دولت جو مال زکوٰۃ نہیں فقیروں اور مسکینوں کو دینا چاہتا ہوں لیکن مستحق اور غیر مستحق کو پہنچانا نہیں آپ جس کو مستحق سمجھیں دے دیں ارشاد ہوا مستحق و غیر مستحق دیکھے بغیر جس کو چاہو دے دو تا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل تجھے وہ سب کچھ دیدے جس کا تو مستحق ہے یا نہیں۔

ہکایت: آپ نے ایک دن ایک فقیر کو جو شکستہ خاطر ایک کونہ میں بیٹھا تھا۔ دیکھ کر کہا تو کس حال و خیال میں بیٹھا ہے؟

اس نے کہا میں دریا پر گیا تھا کہ پار چلا جاؤں لیکن میرے پاس پیسے نہ تھے کہ ملاح کو دیتا اور کشتی میں بیٹھ کر پارا تر جاتا۔ ابھی فقیر پوری بات کہنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک آدمی ایک تھیلی لایا جس میں تیس اشرفیاں تھیں اور وہ تھیلی آپ کی نذر کی آپ نے وہ تھیلی فوراً ہی اس فقیر کو دی اور فرمایا جاؤ ملاح کو کرایہ دے دو۔

حافظہ: آپ کے بعض ہم عصر مشائخ نے آپ کے اوصاف میں لکھا ہے کہ حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ بڑے ہنس کھہ، فراخ چہرہ بڑے خنی، بے انتہا شرمیلے، اللہ تعالیٰ کی محبت میں غرق، ہآسانی مطیع کرنے والے، خوش اخلاق، پاکیزہ اوصاف، مہربان، شفیق نرم دل، ہم نفس کی عزت کرنے والے، غم زدہ اور مصیبت کے مارے ہوئے کی امداد کرنے والے تھے ہم نے ان جیسا شیریں زبان، فصیح و بلیغ اور الفاظ کا ذخیرہ رکھنے والا کوئی دوسرا آدمی نہیں دیکھا۔

بعض نے لکھا ہے کہ آقا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی عادات و خصائل: آنکھیں ہمیشہ ڈبڈباتی رہتی تھیں۔ وہ اللہ تعالیٰ عز و جل سے بے انتہا

(کچھ سلو کا کاپڑ حاشیہ) انہی درجہ کی بلندی کا نتیجہ ہے کہ جب گنبد خضراء پر حاضری دی اور عرض کیا السلام علیکم یا مہدی نہ صرف حزار اقدس سے آواز آئی بلکہ کھل کھلا باجواب جواب ملا و علیکم السلام یا ولدی جسے ہزاروں بندگان خدا نے دیکھا۔ تفصیل فقیر کی کتاب ”غوث اعظم“ میں دیکھے۔

ڈرتے تھے پر جلال و پرہیت تھے ان کی دعا فوراً قبول ہوتی تھی بڑے خوش اخلاق اندرونی بیماری کے مابرو و کامل طبیب، لوگوں کی فحش کاریوں سے بہت دور، حق سے بالکل قریب، احکام الہی کی تعمیل نہ کرنے والے پرے انتہا سخت گیر غیر اللہ یا اپنے نفس کے لئے کبھی غضبناک نہ ہوتے کسی سائل کو محروم نہ لوٹاتے اگر کوئی سائل خوب اچھے کپڑے پہنے ایک کپڑے کا سوال کرتا اور آپ کے پاس کوئی کپڑا نہ ہوتا تو آپ اپنے پاس آنے والے اور جانے والوں میں سے کسی سے کہہ کر اس سائل کو کپڑا بھی دلا دیتے آپ کے دست بازو پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی تائید تھی علم نے آپ کو مہذب کیا۔ قرب الہی نے آپ کو ادب سکھایا۔ اللہ تعالیٰ کی مخاطبت آپ کو مشورہ دیتی۔ ملاحظہ الہی آپ سے سفارت کے کام لیتا اس و محبت آپ کے ساتھی خوش روئی آپ کو ہوادیتی صداقت و سچائی آپ کی مقررہ و مامور فتوحات آپ کا سرمایہ بردباری آپ کی کاریگری یاد الہی اور ذکر آپ کا وزیر غور و فکر آپ کا افسانہ گو مکاففہ آپ کی غذا، آپ کے مشاہدہ سے لوگوں کو شفا ہوتی ظاہر میں آپ احکام شریعت کا مجسمہ اور باطن میں حقیقت کے راز ہائے سر بستہ تھے آپ کے دوستوں، مریدوں، محبت کرنے والوں اور آپ سے نسبت رکھنے والوں کی فضیلت و برتری بہت زیادہ ہے فضیلت و برتری کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ متبوع و مطاع و مرشد کی خیریت کے ساتھ تابع مطیع اور مرید کا بغیریت رہنا لازمی ہے۔

فضیلت سلسلہ قادری: کسی شیخ نے حضور ﷺ کو خوب میں دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ

اگر شاد گرامی ہوا انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا اور کیوں نہ ہوگا جب کہ تمہارے پیرو مرشد شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ہیں اس شیخ کا بیان ہے کہ تین مرتبہ میں نے سرور عالم ﷺ سے یہی درخواست کی قرآن کریم اور آپ ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے میرے خاتمہ کی دعا فرمائیے تینوں مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے پہلے والا ہی جواب سرفراز فرمایا یہ حکایت طویل ہے جس کا واقعہ بڑا ہی عجیب و غریب ہے جسے اختصار کے طور پر لکھتا ہوں، ہم نے مناسب تصور کیا۔

قادری کا خاتمہ برایمان: مشائخ کی ایک جماعت کا بیان ہے حضور غوث اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے قیامت تک میں اپنے ان تمام مریدوں

ضامن ہوں۔ جن کی وفات تو بہ پر ہوئی ہو۔

۱۔ یہ دراصل بیچہ الاسرار صفحہ ۹۶ کا ترجمہ ہے حضور غوث اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا۔ ان ربي وعدني ان يدخل احدكم الجنة و لعل منهي و كل معب لي في الجنة۔ بیشک میرے رب تعالیٰ نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ میرے دوست (مرید) اور اہل مذہب اور ہر جمعہ کرنے والے کو بہشت میں داخل فرمائے۔ دوسرے مقام پر بیچہ الاسرار صفحہ ۹۶ میں ہے کہ ان الهموت احدهم الاعلى توبه۔ میرا مرید نہ مرے مگر توبہ کرے (ہر مرید کے لئے)

جس کا پیر نہ ہو اس کا پیر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ چند مشائخ نے آپ سے پوچھا کہ اگر کرے سب کو آپ کے ہاتھ سے خزانہ نہ پہنچے بلکہ صرف آپ کا ارادہ تہ ہو اور آپ کی طرف خود کو منسوب کرے تو کیا ایسے شخص کو آپ کے اصحاب میں شمار کیا جاتا ہے؟

کیا ایسا شخص ان فضیلتوں میں شریک ہوگا جو آپ کے مریدوں کو حاصل ہوں گی؟

حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس نے خود کو میری طرف منسوب کیا اور مجھ سے ارادت رکھی تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرے گا اس پر اپنی رحمتیں بھیجے گا اور اس کو توبہ کی توفیق دے گا اگرچہ اس کے طریقہ کار مکروہ ہوں ایسے شخص کا شمار میرے مریدوں اور اصحاب میں ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کے صدقہ وعدہ کیا ہے کہ میرے دوستوں، میرے اہل مذہب، میری راہ پر چلنے والے، میرے مرید اور مجھ سے محبت کرنے والوں کو جنت دے گا اس کے علاوہ آپ نے فرمایا ہے ہم سے ہزاروں انڈے لے سکتے ہو لیکن چوڑا اپنی قیمت آپ نہیں پہچان سکتا۔

مریدوں کے رجسٹر: آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے وہ رجسٹر عنایت کیا ہے جس میں میرے تمام ان دوستوں اور مریدوں کے نام درج ہیں جو قیامت تک میری ارادات میں آتے رہیں گے یہ رجسٹر اللہ تبارک و تعالیٰ نے عنایت کر کے فرمایا میں نے ان سب کو تیری وجہ سے بخش دیا۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن دو درخ کے نگہبان سے جس کا نام مالک ہے میں نے پوچھا کیا تیرے آس پاس ہمارا کوئی دوست ہے؟

اس نے جواب دیا قسم بخدا کوئی نہیں۔ یاد رکھو! میرے مریدوں پر میرے ہاتھ کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر آسمان اگر میرا کوئی مرید بزرگ نہیں تو کیا مضافہ میں توجید بزرگ موجود ہوں پروردگار کے جلال کی قسم جب تک میرے تمام مرید جنت میں داخل نہ ہو جائیں گے اس وقت تک میں بارگاہ الہی میں نہیں جاؤں گا اگر میرے کسی مرید کی مشرت میں پردہ درں کی جاری ہو اور میں مغرب میں ہوں تب بھی اس کی پردہ پوشی کروں گا۔

۱- یہی کچھ ۱۱ مرامصلیٰ ۹۶ میں ہے "من ائتمنی اقلی قبلہ اللہ" جو میری طرف منسوب ہوگا اسے اللہ قبول فرمائے گا۔

۲- یہ قول بھی آپ کا برحق ہے فقیر نے رسالہ فضائل سلسلہ قادریہ میں تفصیل سے عرض کیا ہے تعہد غوثیہ کے اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے۔

مریدی لا یخلف اللہ ربی عطانی رفعة ملت المالی "اے میرے مرید خوف نہ کر اللہ مہربان ہے اس نے مجھے بلندی بخشی ہے کہ میں نے اپنی آرزوئیں کو پایا۔"

فائدہ: شیخ عدی بن مسافر کا بیان ہے جو شیخ مجھ سے خرقہ طلب کرتا ہے میں غور و فکر کے بغیر اسے خرقہ پہنا دیتا ہوں حضور شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اصحاب دریائے رحمت الہی میں مستغرق ہیں اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کوئی شخص دریا کو چھوڑ کر سقاہ اور سبیل کی طرف نہیں آتا۔

منصور کی رہبری: ایک دفعہ حضور غوث پاک نے فرمایا حسین بن منصور حلاج کے زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو اس کی دستگیری کرتا اور اس کی لغزشوں سے اسے روکتا

اگر میں اس زمانہ میں ہوتا تو لازماً اس کی دستگیری کرتا اور نوبت یہاں تک نہ پہنچتی اور میں قیامت تک اپنے ہر مرید کی دستگیری کروں گا۔ اگرچہ وہ مرکب سے پھسل کر گر پڑے ہر طویلہ میں میرا وہ گھوڑا بندھا ہوا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا وہ ایسا گھوڑا ہے جس سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا ہر فوج پر میری بادشاہت ہے جس سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا اور ہر عہدہ کا ایک حاکم ہوتا ہے جسے علیحدہ نہیں جاسکتا۔

وسیلہ جیلانی: اللہ تعالیٰ سے تم جو کچھ مانگنا چاہتے ہو وہ میرے وسیلہ سے مانگو تا کہ تمہاری مراد پوری ہو سکے۔ بعض لوگ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیخاً للہ کہتے ہیں

۱۔ یہی وجہ ہے ہر کہ سلسلہ کامریہ سلسلہ قادریہ میں داخل ہو سکتا ہے لیکن سلسلہ قادریہ کامریہ دوسرے سلسلہ میں داخل ہو تو منزل تک نہیں پہنچ سکتا شرط یہ ہے کہ سلسلہ قادریہ میں جس کا دامن پکڑا وہ کامل ہو اگر صرف نام ہے بقہ کام کہاں (انتہاء) دور حاضر میں بعض حضرات اپنے سلسلہ کی الفت سمجھ کر سینہ زدوری سے سلسلہ قادریہ پر اپنے سلسلہ کی فوقیت کے عقلی دلائل بیان کرنے لگ جاتے ہیں انہیں ایسی جرات نادر ہے اس لئے کہ جب تمام سلاسل کے کاہر حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو اپنا رہبر و رہنما تسلیم فرما چکے ہیں تو پھر اب اپنے نظریہ فاسدہ کو ٹھونسنے کا کیا حق۔

۲۔ یہ صرف دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت ہے چنانچہ زبدۃ الاسرار صفحہ ۹۶ میں ہے۔

”لو انکشف عورۃ مریدی بالمغرب وانا بالمشرق استرلھا“ اگر میرے مرید کا پردہ کھل جائے یعنی مشکل میں چنس جائے اور وہ مغرب میں ہو اور میں مشرق ہوں تو میں اس کی پردہ پوشی فرماؤں مشکل حل کروں گا۔ اب بھی یہ سلسلہ جاری ہو لیکن عقیدت کی پختگی شرط ہے اگر عقیدہ میں تذبذب ہے تو پھر نہ ادھر کا نہ ادھر کا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا۔ حضرت غوث الاعظم سے تغیر جہاں ظاہر ہوئی اور آپ اپنی قبر میں بھی زندوں کی طرح تعریف فرماتے ہیں۔ (مجمعات صفحہ نمبر ۱۶-۸۳)

۳۔ ہجۃ الاسرار صفحہ ۱۰ میں ہے ”الاساتعہ اللہ فاسئلوہ ہی“۔ جب تم اللہ سے کچھ مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو۔

۴۔ ولیفہ یا شیخ عبدالقادر فیائدہ: حق ہے اس پر علماء کی مستقل تصانیف ہیں جن علماء نے اختلاف کیا اور جن دن کر کے انکا کیا علماء اہلسنت نے ان کے دلائل کا رد کر کے قرآن و حدیث کی روشنی میں اسکا اثبات فرمایا۔ فتاویٰ خیرہ میں اس کے دلائل پڑھئے علماء اہلسنت کے لیوٹ و برکات سے فقیر کا بھی ایک رسالہ شیائندہ مشہور ہے اور شرح حدائق مناقب غوث النوری بقلم امام احمد رضا میں بھی فقیر نے تفصیل تحقیق عرض کر دی ہے۔

جس میں بعض اہل شریعت کو اختلاف ہے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے جو کسی تکلیف میں امداد چاہے یا مجھے آواز دے اس کی تکلیف دور کی جائے گی جو کوئی میرے وسیلہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مانگے اس کی ضرورت پوری کی جائے گی اور جو کوئی دو رکعت نماز اس طرح کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور پھر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاجدار مدنیہ علیہ السلام پڑھ دو دیکھیے اس طرح دونوں رکعتیں ختم کر کے سلام پھیرنے کے بعد دو شریف پڑھ کر عراق کی جانب منہ کر کے میرا نام لے کر اپنی مراد اللہ تبارک و تعالیٰ سے مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد اپنے فضل و کرم سے پوری کرے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ عراق کی جانب منہ کر کے گیارہ قدم چلے۔

مکتوبات غوثیہ: مختصر یہ کہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پروردگار کے علم غیر متناہی کا ایک دریا ہے جس کی عبارت اور اشاروں کو پوری طرح احاطہ کرنا غیر ممکن ہے آپ کے چند خطوط فارسی زبان کے جو سلطان فصاحت و دانائی میں اپنی اصل عبارت کے ساتھ جس میں قرآن کریم کی آیات بھی ہیں ان کا ترجمہ لکھا جاتا ہے آپ اپنی قدیم عجمی نسبت کے لحاظ سے بھی فارسی میں کلام فرماتے تھے عام طور پر مجالس وعظ میں عربی زبان میں بولتے تھے اسی لئے آپ کو ذوالبیانین، ذواللسالین دوزبان دان اور امام الفرقین بھی کہتے ہیں آپ کے مکتوبات کے چند نمونے درج ذیل ہیں۔

مکتوب نمبر ۱: عزیز من! خرق عادت سے آسان شہود پہ جب (یہدی اللہ بنورہ من یشاء) اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت یافتہ کرتا ہے، چمکتا ہے اور واہب عنایات کی ہوائیں اس کی اپنی ذات پروردگار تک رسائی کیلئے چلتی ہیں جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے۔

”بِمَقْصُصِ بَرِّحَمَّتِهِ مِنْ يَسَاءٍ“۔ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کر لیتا ہے۔

۲۔ عراق پاکستان سے شمال مغرب میں ہے۔

۱۔ دیوبندی مفتی محمد شفیع کراچی کی نگرانی میں اخبار الاخیار کا اردو ترجمہ عرصہ ہوا شائع ہوا اس میں اس مضمون کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ روایت کہیں ثابت نہیں۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) میں حیران تھا کہ دیوبندیوں کو کوئی پڑی کہ انہوں نے اخبار الاخیار کا ترجمہ اردو کر کے شائع کیا اس چھوٹے شے جملے اور پھر آگے چل کر مختلف حربوں سے یقین ہوا کہ ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اہلسنت عوام ہی تو پڑھیں گے ان پر اور کچھ نہیں شکوک و شبہات تو پیدا ہو جائیں گے حالانکہ یہ نماز جو شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے نقل فرمائی اس کا نام صلوٰۃ الاسرار یا نماز غوثیہ ہے اسلاف صالحین کی تصانیف میں تصدیقاً مذکور ہے اور نہایت مضبوط دلائل سے اس نماز کا ثبات فرمایا ہے ان سب سے مجدد ملت امام احمد رضا محدث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف انوار الانوار من بعد صلوٰۃ الاسرار خوب ہے۔

الفت و محبت کے پھول دل کے باغ میں کھلتے ہیں گلستان ارواح میں شوق کی اہلیں (یا)
 اَسْفَى عَلٰی یُوسُفَ / ہائے یوسف کے نغموں کے ساتھ بلبل ہزار داستان کی طرح ترنم ریزی
 کرتے ہیں رازوں کی دنیا میں اشتیاق کی آگ شعلہ زنی کرتی ہے غور و فکر کے پرندے اپنی بلند
 پروازی کے ساتھ فضائے بسیط میں اس طرح چھا جاتے ہیں کہ تل رکھنے کو جگہ نہ رہے بڑے
 بڑے ماہر عقلمند وادی معرفت میں مسلسل گم ہو جاتے ہیں اس کی ہیبت و جلال سے سمجھ بوجھ کے
 قواعد و اسباب و ارکان متزلزل ہو جاتے ہیں ارادوں کی کشتیاں۔

”مَا قَدَّرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ“ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے موافق اس کی قدرو
 عظمت نہیں کی) کے سمندر میں ”وَهِيَ تَجْرِيْ فِيْهِمْ فَيُؤْخِرُ كَالْجِبَالِ“ وہ بڑے بڑے
 پہاڑوں کی طرح ایک ہی موج میں بہا لے جاتا ہے) کی ہواؤں کے ساتھ حیران و پریشان ہو
 جاتی ہیں دریائے عشق و محبت ”يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَہُمْ“ باہم ایک دوسرے سے محبت الفت رکھتے
 ہیں) کی موجوں میں طغیانی ہوتی ہے ہر ایک زبان حال سے التجا کرتا ہے ”رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا
 مُّبَارَكًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ“ اے اللہ تعالیٰ مجھے بہترین مقام پر متمکن کر کیونکہ تو بہترین مقام
 عنایت کیا کرتا ہے) تب اللہ تبارک و تعالیٰ کی عنایت کے سبب ”اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَہُمْ مِنَّا
 الْحُسْنٰی“ جنہوں نے ہماری راہ میں سبقت کی ان کو ہم اچھائیوں سے مالا مال کریں گے) یہاں
 تک پہنچے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے جود و کرم کی بدولت ”فِيْ مَقْعَدٍ صَدِیْقٍ“
 صداقت کے منبروں پر) جلوہ افروز کرتا اور بادۃ السمت کے مستون کی مجلس میں جگہ دیتا ہے۔

”لِّذٰلٰلِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَ زِيَادَةً“ جنہوں نے اچھائیاں کیں انہیں اور زیادہ) کی
 نعمتوں کے دست خوان ان آنے والوں کے لئے بچھائے جاتے ہیں پھر ”بِاٰیْدِنَا سَقَمَہُمْ
 وَ سَقَمَہُمْ رِہْمُہُمْ شَرَابًا طَہُوْرًا“ پروردگار ان کو گھوم پھر کر پلانے والوں کے ہاتھوں شراب طہور پلاتا
 ہے) کے جام قرب الہی کی گردش ہوگی اور پھر ”اِذَا رَیْتُمْ لَہُمْ رَیْعِمًا وَّ مَلٰئِکًا کَہِیْمًا“
 چہرہ رخ کرو گے نعمتیں اور بڑی بڑی مملکت کے مالک و وارث ہو گے) کی ابدی مملکت اور
 سرمدی دولت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

مکتوب نمبر ۲: اے عزیز! قلب سلیم پیدا کرو تا کہ ”فَاَعْتَبِرُوْا یٰۤاُولٰٓئِیْہِ الْاَبْصَارُ“ آنکھ والو عبرت
 حاصل کرو) رازوں کو معلوم کر سکو مکمل آخرت درکار ہے تو۔ ”سَتَرِہُمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاَمَّاکِ وَ فِی

”انفسہم“ ہم ان کو اپنی نشانیاں دنیا میں اور ان کے نفوس میں دکھاتے ہیں) کے رقیق اسرار کا ادراک کرو یقیناً صادق کی طلب ہے تو شواہد، معرفت (”وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِغْ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَقْهَوْنَ“ ہر چیز پروردگار کی تسبیح کر رہی ہے جسے تم سمجھ نہیں۔) کو دل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرو۔

(”وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ“ جب میرا کوئی بندہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور اس کی دعا کو قبول کر لیتا ہوں) کے اصول و قواعد کے پیش نظر دعا مانگو قبول ہوگی ”أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ“ تم نے یہ خیال کیوں کر لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور تم کو اپنی طرف لوٹائیں گے نہیں) کی ظاہری سخت تنبیہ کے باوجود دنیاوی دنیوی آرزوؤں میں گرفتار رہو اس لئے (”وَيُلْهِمُهُمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ“ جب آرزوئیں ان کو چھوڑ دیں گے تب جانیں گے۔) سے چونک کر خواب غفلت سے بیدار ہو (”وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ“ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی مددگار اور دوست نہیں ہے۔) کی مضبوط زنجیر کو مضبوطی سے پکڑ لو (”فَقَرُّوا إِلَى اللَّهِ“ اللہ کی طرف دوڑو۔) کی کشتی پر سوار ہو جاؤ۔

”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادُونَ“ جنات و انسانوں کی تخلیق ہم نے صرف عبادت کے لیے کی ہے۔

کے دریائے معرفت میں مردانہ وار غوطہ زنی کرو۔ اگر گوہر مطلوب ہاتھ آجائے تو ”فقد فاز فوزاً عظيماً“ تو زبردست کامیابی حاصل کی۔ اور اگر اسی طلب میں جان نکل جائے تو ”فقد وقع اجرہ علی اللہ“ تو اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے واقع ہو گیا۔

مکتوب نمبر ۳: اے عزیز! جب جذبات کی موجیں (اللہ یجتبی الیہ من یشاء۔ اللہ جسے چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے) ولایت قلب پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ اور نفس امارہ کی خواہشات کو ریاضت کی لگام (جَاهِدْ وَافِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ۔ یعنی اللہ کی راہ میں مکمل طور پر جہاد کرو) سے فرمانبردار بنا لیتی ہیں اور ظالم فرعونوں کو مجاہدہ کی زنجیروں سے باندھ کر مجلس زہد و تقویٰ میں لے آتی ہیں۔ ان کی آرزوؤں کے طوق کو (أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو) کے تحت نکال پھینکتی ہیں اور اعمال ارادی و اختیاری کو (مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ۔ یعنی جو کوئی ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اس کا اسے لازماً بدلہ دیا جائے گا) سے

مزین کرتی ہیں جاہلیت کے رسم و رواج، شیطانیّت کے قواعد اور سرکشی کے ارکان بالکل ان میں سے نکال کر ان کی زبان حال سے (إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً يَمَسُّوا فِيهَا مِنْهَا كُلَّ شَيْءٍ فَالْيَوْمَ يُعْطِلُ الْوَلَدُ لِلْكَافِرِ مَا عَمِلَ الْأَبُ عَلَيْهِ مِنْ كِبَرٍ وَاسْتَغْنَى الْكَافِرُ بِالْغَنِيِّ وَالْكَافِرُ بِالْكَافِرِ) تو وہاں کے باشندوں کو تمس نہس کر کے عزت داروں کو ذلیل و محتاج کر دیتے ہیں) کی صداقت قوی کا اعلان کرتی ہیں پھر جب صفائی قلب کی پسندیدہ خواہشات (وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ - یعنی جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کو تلاش کرے گا تو وہ ناقابل قبول ہے) کے ذریعہ بالکل پاکیزہ ہو جاتی ہیں پھر روح کے باغات میں (مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدُ - یعنی جسے اللہ سیدھا راستہ چلاتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے) کی نسیم الطاف و کرم سرسرائی اور عطریں پھیلاتی ہیں۔ رازداری کے پتوں پر ایمان کے ہر جہتی نقشے تحریر کئے جاتے ہیں (يَوْمَ تَبْيَضُّ الْوُجُوهُ وَتَسْوَدُّ الْوُجُوهُ) کی مشاہدہ شہود کو ”حوال“ کی صورت مل جاتی ہے۔ شوق کے پہاڑ ہباء منشور کی مانند ہوا ہو جاتے ہیں۔ اسرافیل عشق کا صورت پھونکتا ہے جس کی ہولناک آواز کے اثر سے (صَبَقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ - یعنی زمین و آسمان کی ہر چیز مد ہوش ہو جاتی ہے) کا ظہور ہوتا ہے پھر اقبال مندی و خوشخبری کا نقیب آ کر ان کو صبر و قرار دیتا اور مقام علیین میں پہنچاتا ہے (رَضَوْنَ الْجَنَّةَ الْيَوْمَ - یعنی آج کا دن مبارک ہو) کی صدا کا کر جنتا نعیم کے دروازے کھول کر کہتا ہے (سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طَبَعُوا فَاذْخُلُوا خَالِدِينَ - یعنی تم پر سلامتی ہو۔ اچھے رہے خوش رہے اور ہمیشہ ہمیشہ یہاں قیام کیجئے) جس کے جواب میں اچھے لوگ کہتے ہیں (الحمد لله) یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو جنت دی ہے جس میں جہاں چاہیں رہیں۔ اچھے کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیا جاتا ہے۔

مکتوب نمبر ۴: اے عزیز! خواہشات نفسانی سے پرہیز کرو (وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِہِ) یعنی خواہشات نفسانی سے پرہیز کرو ورنہ راہ الہی سے ہٹک جاؤ گے (اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرو فاسق و فاجر جن کے دل سخت ہو گئے ہیں اور وہ یاد الہی نہیں کرتے ان سے علیحدہ رہو۔ (فَوَيْلٌ لِلْعَالَمِہِ قُلُوْبُہُمْ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ سخت دل لوگوں پر لعنت ہے جو اللہ کی یاد نہیں کرے) موت جسے کوئی مال نہیں سکتا اس کے آنے سے پہلے اللہ کے احکام کی تعمیل کرو اور منادی کا یہ اعانہ اَللّٰہُ یُکِنِّ لِلْکَافِرِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ تَخْشَہُ قُلُوْبُہُمْ لَذِکْرِ اللّٰہِ مسلمانوں کے دل ذکر الہی کیلئے جھکتے کیوں نہیں) کوہوش کے کانوں سے سنو۔ (اَلْحَسْبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یَّتْرَکَ سُدًی لَّوْکَیْوُنَ خِیَال ہو گیا ہے کہ وہ بونہی چھوڑ

دے جائیں گے) کی تعبیر پر کسی رات تو خواب غرور و تکبر سے بیدار رہا اور اہل دل و اہل شہود (رجائے) لَا تَلْبِسُھُمْ تَجَارَةً وَلَا یُبْعَثُ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ جو ایسے لوگ ہیں کہ خرید و فروخت وغیرہ ان کو ذکر الہی سے باز نہیں رکھتی) سے مقامات عالیہ کی خبریں دریافت کرو۔ کعبہ مقصود کے حصول میں سر پر پاؤں رکھ کر جنگوں کی مسافت طے کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ کی یکتائی کو (اَقْوِضْ اَمْرُی اَی اللّٰہ) میں نے اپنا سب کچھ اللہ کے حوالہ کر دیا ہے) کے سامان کوچ کی معیت میں قافلہ اہل صداقت (کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ)۔ جنوں کے ساتھ ہو جاؤ) کے ساتھ سفر کرو۔ دنیوی آرائشوں و زینتوں سے عبور کرتے ہوئے (اِنَّمَا لَوْلَاکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فَتَنَّا تَمَہَارِیْ اَوْلَادِیْ دَاوُدَ وَ اِسْمٰعِیْلَ سَبَّحَا) کے مہلک راستہ سے سلامت رہ کر (فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا) جس کا جی چاہے قرآن کریم کو اہل قانون عمل بنا کر اللہ کی رسائی کا سبب بنالے) کے صاف راستہ پر گامزن رہو۔ اضطراب رو بے چینی کی زبان سے گریہ زاری کے ساتھ (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا) کی خواہش لے کے اللہ تعالیٰ کی تدبیر کو خوشخبری والا (اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھُمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ) اچھی طرح سن لو اولیاء اللہ کو کوئی خوف و غم نہیں ہے) کے پیش نظر (سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ الرَّحِیْمِ اللّٰہ تعالیٰ ان کو مبارکباد دے گا) کو بشارت حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھو (نَصْرٌ مِنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ وَ یَشْرُ الْعُومِنِیْنَ) مسلمانوں کو خوشخبری دے دیجیکہ اللہ کی مدد سے فتح و کامیابی تمہارے قدم چومے گی) کی سواری پر سوار ہو کر پروردگار کے دربار فضل و نعمت کی جانب روانہ ہو جہاں عزت وصال کی ہوائیں ہر طرف سے چلتی ہیں اور غیبی ساقیوں کے ہاتھوں شراب محبت کے جام سے پیتے نظر آؤ۔ جہاں (مِنْ هٰذَا كَانَ لَکُمْ جَزَآءٌ وَّ سَعِیْکُمْ مَشْکُورًا) یہ تمہارے اچھے کاموں کا بدلہ ہے تمہاری کوشش اور کاوشیں قبول کی گئی ہیں) کی صدائیں بلند ہوتی ہیں پھر اس مقام محبت میں (کَلَّمَ اللّٰہُ مُوسٰی تَلْکَیْمًا) اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو کلام کرنے کی عزت بخشی) کی گفتگو کا آغاز کرو (تَجَلٰی رَبِّہٖ لِلْجَبَلِ اللّٰہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی فرمائی) کے دیباچہ کی طنائیں بچ لو۔ آنکھوں کے دیکھنے کی قوت کے مناظر ہر سرگرم کی حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بے شوش ہو کر گر جانے کے حالات بیان کریں۔ اس وقت تم (وَجِئْتُمْ یَوْمَیْنِذٍ نَّاکِظَةٍ اِلٰی رَبِّہَا نَاکِظَةٌ) جس دن ہشاش بشاش لوگ اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے) کو مشاہدہ کے طور معائنہ کرو گے۔ اپنی عاجزی کا ہمیشہ اقرار کرتے رہو۔ اپنی زبان اور حال سے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم کہتے اور مانتے رہو (لَا تُدْرِکُھُ الْاَبْصَارُ وَ ھُوَ یُبْصِرُکُمْ لَا بُصَارًا) اس کو ہماری

آنکھیں نہیں اور اک کر سکتیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہماری آنکھوں کا ادراک کرتا ہے) اور اس بصارت کی روشنی سے بینائی حاصل کرنے کی کوشش کر کے آنکھ والے بن جاؤ۔

۱۔ چونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کو اختصار طوطا تھا اسی لئے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات مختصر لکھے فقیر حصول سعادت کی بنا پر کچھ عرض کر دے۔

ولادت ۱۶ شوال ۷۷۰ھ میں ہوئی آپ کا سال ولادت ”عشق“ ۷۷۰ھ اور تاریخ وصال ”معشوق الہی“ ۸۵۶ھ اور عمر کامل (۹۱ سال) نکلی ہے۔ اگرچہ علم و معرفت کا یہ ماہتاب بظاہر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ مگر باطنی و روحانی تعلیمات کا یہ سرچشمہ طالبان حق کو ہمیشہ نور ایمانی سے سیراب سر مست اور سرشار کرتا رہے گا۔

صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی بغداد شریف میں آپ کا روضہ مبارک مرجع خلائق ہے (چمنستان) لامکان کے شہبازی ولادت اس وقت ہوئی جب آپ کی والدہ کی عمر ساٹھ برس کی تھی۔ آپ کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے غوث میں بحر کرامت کے گہر پیدا ہوئے، واہ کیا چرخ بخت پر قمر پیدا ہوئے ہیں ثنا خواں جن کے سامنے وحش و طیر و انس و جان کیا ہی ذی شان یہ شہ جن و بشر پیدا ہوئے تھے شہ مرداں، علی المرتضیٰ شیر خدا غوث اعظم محی الدین جن کے پسر پیدا ہوئے” افتخار عالم پر کر نہیں چکے سے پہلے ہی اس آفتاب ولایت کے طلوع ہونے کا شہرہ چار دہائیک عالم میں پھیل چکا تھا لاکھوں پروانے اس شمع کے روشن ہونے کی اطلاع پا کر اس پر نندا ہونے کے لئے تیار تھے۔

شیخ موئی سروردی:

بہشت مکاشفات اولیاء میں فرماتے ہیں کہ ایک سید المشائخ حضرت جنید حالت مکافہ میں تھے کہا کہ قدمہ علی رقبתי یعنی اس کا قدم میری گردن پر جب مراقبہ ختم ہوا تو خدام نے ان ارشادات کا عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ پانچویں صدی ہجری میں کسم عدم سے منہ پر شہود پر تشریف لانے والے شیخ عبدالقادر جیلانی کہیں گے قدمی علی رقبۃ اولیاء اللہ میں نے ابھی سے کہا ہے ان کا قدم میری گردن پر شیخ ابو محمد شہنکی نے سید ابو بکر بن ہواریطاکی کو فرماتے ہوئے سنا کہ عراق کے اوداؤٹھ میں معروف کرنی، احمد بن جنبل، بشر حافی، منصور بن عمار، جنید بغدادی، سری سقطی، سہیل بن عبداللہ تہسری، عبدالقادر جیلانی، میں نے دریافت کیا کہ حضور عبدالقادر جیلانی کون ہیں آپ نے فرمایا عجمی بزرگ ہیں جن کا مسکن بغداد اور ظہور پانچویں صدی میں ہوگا۔ وہ زمانے کے اقطاب کے سردار ہوں گے

آپ اجتہاد و اجتہاد اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے تمام علوم کے امام بن چکے تھے جب آپ نے ماہ ذی الحجہ ۸۹۶ھ میں ان علوم کی تکمیل کی سند حاصل کر لی تو کراہ ارض پر کوئی عالم نہ تھا جو آپ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔ عبادت و ریاضت:

ساہا سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی عبادت و ریاضت اور صحرانوردی کا۔ شاہراہ سلوک پر گامزن ہو کر عراق کے دشوار گزار پہاڑوں پر عبادت فرمائی۔ آخر کار حسن مجرد کی بارگاہ بے نیاز سے آپ کو قطبیت و غویہ کے خلعت عطا ہوئے۔ محبوب کے قابل رشک منصب پر فائز ہوئے اور ساری دنیا کو آپ کے روحانی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

فائدہ: اب ہم مشائخین ہند کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔

(پچھلے صفحہ سے بقیہ حاشیہ) تصرف کا مختصر میدان بنا دیا گیا۔

وعدہ ہدایت:

۱۶ سوال ۵۲۱ھ شنبہ کو غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی تقویٰ سے راستہ معراج شریعت سے آشنا اور کتاب و سنت کے علوم سے بے گناہ ہو کر مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور مجالس ارشاد و تربیت اور اجتماعات اصلاح و ہدایت کے ذریعے باطل کے خلاف بھرپور جنگ کا آغاز کر دیا۔ آپ کا وعظ اس قدر پر شکوہ تھا۔ اور زبان مبارک (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے) اس قدر پرتا شیریں تھی۔ کہ کوئی ایسی محفل و وعظ نہ تھی جس میں لوگ کثیر تعداد میں اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرتے ہوں۔ اور بیوردو نصاریٰ دولت اسلام سے مالا مال نہ ہوتے ہوں۔ گمراہ مسلمان آپ کے ارشادات سن کر صراط مستقیم اختیار کرتے اور غیر مسلموں کے لئے آپ کے ملفوظات سن کر کلمہ شہادت پڑھ لینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستان وجود

ہوتی ہے بندہ مومن کی اذان سے پیدا

راہنہ میں آپ کی محیر العقول خدمات دیکھ کر انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ آپ کا مٹی الدین ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ خود فرمایا کہ:

لَقَلَّتْ شَمْسُ الدُّنْيَا وَشَمْسُنَا

أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعَالِي لَا تَقْرُب

ترجمہ: ہم سے پہلے لوگوں کے سورج غروب ہو گئے اور ہمارا آفتاب ہمیشہ بلندی کے افق پر رہے گا۔ اور کبھی غروب نہ ہوگا۔

گیارہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ بمطابق ۱۱۶۵ء کو بعد نماز عشاء آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔

نوٹ: تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ ہم نے شہرت گیارہویں کی مناسب سے اگیا رہویں لکھ دی ہے۔

(الوسی غفرلہ)

طبقہ اول

خوابہ معین الحق واعلہ والدین حسن الحسینی، اجمیری (غریب نواز)

خطہ ہند میں اسلام: اپنی پچھلی زندگی میں سلطان معز الدین سام کی فوج غزنین سے یہاں پہنچی۔ چھوڑا نے اسلامی فوج کا مقابلہ کیا اور آخر کار سلطان معز الدین سام عرف شہاب الدین غوری کے ہاتھوں زندہ گرفتار ہو۔ اس تاریخ سے اس ملک میں اسلام پھیلا اور کفر و فساد کی جڑیں کٹ گئیں۔

خوابہ اجمیری کا وصال: مشہور ہے کہ خوابہ اجمیری بیسویں کے وصال کے بعد آپ کی پیشانی پر یہ نقش ابھرا ہوا تھا۔ حبیب اللہ مات فی حب اللہ

اس ملک ہندو پاکستان میں سلسلہ چشتیہ کے بانی اور بزرگ مشائخ کے پیشوا تھے آپ کی زندگی میں آپ کے خلفاء و مریدین وغیرہ کا سلسلہ قائم ہو گیا۔ بیس سال تک آپ حضرت عثمان ہرونی کی خدمت میں رہے۔ سفر و حضر کی ہر حالت میں خوابہ عثمان ہرونی کے سونے کے کپڑوں کی عمرانی کرنی آپ کا کام تھا۔ بیس برس کی مقررہ خدمت انجام دینے کے بعد خوابہ عثمان ہرونی نے آپ کو خلافت سے نوازا۔ رائے چھوڑا کے عہد حکومت میں آپ اجیر شریف (ہندستان) آئے اور عبادت الہی میں مشغول ہو گئے۔ رائے چھوڑا اس زمانہ میں اجمیر ہی میں مقیم تھا اس نے آپ کے ایک عقیدت مند کو کسی وجہ سے ستایا۔ وہ مظلوم سیدھا آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس کی سفارش کیلئے رائے چھوڑا کے پاس ایک پیغام بھجوا دیا لیکن آپ کی سفارش رائے چھوڑا نے قبول نہ کی اور کہا یہ شخص یہاں آکر بیٹھ گیا ہے اور بیٹھے بیٹھے غیب کی باتیں کہتا ہے۔ یہ بات آپ تک پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا "ہم نے چھوڑا کو زندہ گرفتار کر کے حوالہ کر دیا"۔

معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء کی غیب کی باتوں سے کفار کو قدیم الایام سے ضد ہے (اویسی غفرلہ)

۱۔ حضرت عثمان ہرونی بیسویں ملک خراسان کے قصبہ ہرون میں پیدا ہوئے آپ خوابہ اجمیری کے پیرو مرشد تھے آپ نے ۶ شوال ۶۰۷ھ بمطابق ۱۲۲۹ء کو رحلت فرمائی اور مکہ معظمہ میں مدفون ہوئے۔ ہرونی کو لوگ ہارونی کہتے ہیں جو بالکل غلط ہے حضرت غریب نواز قدس سرہ کی ولادت ۱۴ رجب ۵۲۷ھ اور وصال ۶ رجب ۶۳۳ھ کو ہوا۔ آپ کے والد گرامی کا نام سید غیاث الدین اور والدہ کا نام بی بی ماہ نور امام الوریع تھا۔ گیارہ سال کے تھے کہ والد کا وصال ہو گیا۔ باغ وراثت میں ملا اس کی دیکھ بھال میں لگے رہے ایک مجذوب ابراہیم قدوزی سے ملاقات ہوئی انہوں نے خشک روٹی کا ٹکڑا چبا کر کھلایا تو انوار الہی سے معمور ہو گئے۔

اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں چل بسا۔ بعض کے نزدیک ہے کہ ۶ رجب ۶۳۳ھ اور بعض کا بیان ہے کہ سنہ مذکورہ میں ذی الحجہ کے مہینہ میں آپ نے انتقال فرمایا لیکن وہی تاریخ صحیح ہے جسے ہم نے پہلے لکھا ہے یعنی ۶ رجب ۶۳۳ھ اور اجمیر ہی میں آپ رہا کرتے تھے وہیں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کا اعزاز: اسے حسب حال بحال رکھ کر اس کے اوپر سے پتھر کا ایک صندوق بنوایا گیا

اسی لئے آپ کا مزار بلند معلوم ہوتا ہے آپ کے مقبرہ کی عمارت سب سے پہلے خواجہ حسین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ نے بنوائی پھر مندو کے حکمرانوں نے دروازہ خانقاہ کی تعمیر کروائی۔

ملفوظات: آپ کے ملفوظات خواجہ قطب الدین اوٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”ذیل العارفین“ میں جمع کئے ہیں جس میں تحریر ہے کہ آپ نے فرمایا: ”عاشق کا دل

انس محبت سے دھڑکتا رہتا ہے اس میں جو خیال آتا ہے خاکستر ہو جاتا ہے اور آنے والی چیز نابود ہو جاتی ہے کیونکہ انس و محبت سے زیادہ کسی اور آگ میں اتنی تیزی نہیں۔ بہتی ندیوں کے پانی کی آواز سننے ہو۔ کیسا شور ہوتا ہے لیکن جب دریا میں پہنچتا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔“

عارف کا تعارف: عارف وہ ہے کہ وہ جو کچھ چاہے فوراً اس کو مل جائے اور جس سے بات کرے اس کا جواب سن سکے۔

محبت میں کم سے کم درجہ عارف کا یہ ہے کہ صداقت و حق کی صفات اس میں پیدا ہو جائیں اور الفت میں بلند مرتبہ اس کا یہ ہے کہ اگر اس کے مقابلے میں کوئی دعویٰ کرے تو اپنی کرامت کی قوت سے اسے گرفتار کر لے۔

ہم برسوں سے کام کرتے رہے لیکن آخر کار مصیبت کے سوا ہمیں کچھ نہ ملا۔ تمہارا خود کردہ گناہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچائے گا۔ جتنا کہ مسلمان بھائی کی بے عزتی و ذلت وہی سے تم کو نقصان پہنچے گا۔

عارف کا عمل: نفس کی نگہبانی کرنا اہل معرفت کی عبادت ہے حق شناسی کی علامت یہ ہے کہ عام لوگوں سے علیحدہ اور معرفت میں خاموش رہو جب تک معارف

و عرفان معلوم نہ کر لئے جائیں اس وقت تک کوئی شخص معرفت کا عارف نہیں ہو سکتا۔ عارف وہ ہے جو اپنے دل سے غیر اللہ کو نکال باہر کرے اور یکتا ہو جائے کیونکہ حقیقی دوست بھی یکتا و تنہا ہی ہے۔

بد بخت کی نشانی: بد بخت کی نشانی یہ ہے کہ گناہ کرتا رہے ساتھ ہی مقبول بارگاہ ہونے کا امیدوار بھی رہے۔

عارف کی نشانی: عارف کی نشانی یہ ہے کہ غمگین و خاموش رہو۔ جس نے نعمت پائی سخاوت کی وجہ سے پائی۔

درویش وہ ہے کہ اس کے پاس جو کوئی بھی اپنی ضرورت پیش کرے اسے محروم، مایوس اور خالی ہاتھ نہ لوٹائے عارف دراصل محبت الہی کے راستہ میں گامزن ہے اس لئے چاہیے کہ دو عالم سے اپنا دل ہٹالے۔

دنیا میں سب سے اچھی چیز: دنیا میں سب سے اچھی چیز یہ ہے کہ درویش باہم ایک دوسرے کے پاس نصیحت و درخواست کریں اور بدترین بات یہ ہے کہ درویش آپس میں ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ رہیں اور علیحدہ رہنے کے لئے لازمی طور پر کوئی علت اور وجہ ہوا کرتی ہے۔

متوکل: درحقیقت متوکل وہ ہے جس کو لوگوں سے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اس تکلیف کی کسی سے شکایت اور حکایت نہ کرے۔

بہترین عارف حق: مخلوق میں بہترین عارف حق وہ ہے جو سب سے زیادہ متعبر و حیران نظر آئے عارف کی نشانی یہ ہے کہ وہ موت کو دوست رکھتا، راحت و آرام سے گریز کرتا اور ذکر الہی سے محبت رکھتا ہے۔ روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو اپنے انوار سے زندہ رکھتا ہے، اہل محبت وہ لوگ ہیں جو استاد کے بغیر دوست کی باتیں سنتے ہیں، عارف وہ ہے جو سچ اٹھ کر رات کی یاد نہیں کرتا، سب سے بہتر وقت وہ ہے جب کہ دل دوسو سوں سے پاک ہو۔

علم: علم ایک بے کراں سمندر ہے اور معرفت اس کی ایک نہر کہاں اللہ اور کہاں بندہ؟

علم: علم اللہ کو لائق ہے اور معرفت بندہ حاصل کرتا ہے۔

”عارفین سورج کی طرح ہیں تمام دنیا کو منور کرتے ہیں جن کے نور سے تمام عالم روشن ہے۔“

لوگ اللہ کا قرب اس وقت حاصل کر سکتے ہیں جب کہ نماز پوری شرائط کے ساتھ مکمل طور پر ادا کریں کیونکہ مسلمانوں کی معراج یہی نماز ہے۔

اجمیر کی وجہ تسمیہ: ہندوؤں کا ایک راجہ جس کی غزنین کی سرحد تک راج دھانی تھی اس کا نام ”آجا“ تھا اس کے علاوہ ”آجا“ کے معنی آفتاب کے بھی ہیں۔

اور ہندی زبان میں ”میر“ کہتے ہیں پہاڑ کو۔ ہندوؤں کی تو راج میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے پہاڑوں پر جو دیواریں بنائی گئیں ان میں سے یہی وہ دیوار ہے جو کہ اجیر کے اوپر ہے ہندوستان کی سرزمین میں جو سب سے پہلا حوض بنایا گیا وہ ”پہلر“ کا حوض ہے جو اجیر سے آٹھ میل ہے اور تمام ہندو اس کی پوجا کرتے ہیں اور ہر سال چھ دن تک ”تحول مقرب“ کے وقت یہاں اکٹھے ہو کر نہاتے رہتے ہیں۔ اپنی اور اپنے آل و اولاد کی عمر باطل دھرم کی بدولت برباد کرتے ہیں ان میں جو لوگ قیامت کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ قیامت اسی حوض پر شروع ہوگی۔

لغۃ: رائے و جہور سے پہلے کے اکثر ہندو باشندے اپنا نام ”آجا“ رکھا کرتے تھے۔ رائے و جہور ادہ آخری راجہ ہے جس کے قبضہ سے مسلمانوں نے ہندوستان حاصل کیا۔

”ناگور“ بھی رائے و جہور سے پہلے کی آبادی ہے۔ رائے و جہور نے اپنے ایک افسر (جو اس کے جانوروں کے گھاس دانہ کا حاکم تھا) کو کہا کہ گھوڑوں کے طویلوں کیلئے ایک عمدہ جگہ تلاش کر دتا کہ وہاں ایک شہر بھی آباد کیا جائے راجہ کے حکم پر جانوروں کے افسر نے بہت کچھ ڈھونڈا بالآخر اس مقام پر پہنچا جہاں ”ناگور“ کی آبادی تھی وہاں ایک بھینس کو دیکھا جس نے بچہ جتنا تھا۔ اور ایک بھڑیا اس بچہ پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ بھینس نے اپنے بچے کو پیچھے کر کے اس بھڑیے پر حملہ کر دیا۔ جانوروں کے افسر نے یہ حالت دیکھ کر کہا کہ یہ جگہ مردانہ وار ہے۔ اس جنگل کا پانی چارہ گھوڑوں کیلئے مفید ہوگا۔ چنانچہ وہاں ایک شہر آباد کر کے اس کا نام ”نوا نگر“ (نیا شہر) رکھا۔

لغۃ: سلطان معز الدین سام معروف بہ سلطان شہاب الدین غوری جب یہاں پہنچا اور رائے و جہور کو قتل کر دیا گیا تو اس کی ترکی فوجوں کے زمانہ میں ”نوا نگر“ لفظ ناگور سے بدل گیا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)۔

۱۔ حضور خلیفہ غریب نواز علیہ السلام کی سیرت کا ایک ورق عرض کروں تاکہ ہمارے دور کے خواجگان و مومنین کے جن کے صدقے ہم خواہے کہلاتے ہیں وہ خلیفہ کیسا تھا اور ہم خواہے کیسے؟ ایک بار آپ رضو کرنے میں اٹھیں کہ خال کرنا بھول گئے تو غیب سے آواز آئی کہ ”محبت رسول ﷺ کا دعویٰ اور ترک سنت“ آپ نے فوراً توبہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

لغۃ: وہ خلیفہ ترک سنت بلکہ (عند الاستغفار) مستحب پر توبہ فرما رہے ہیں اور ہمارے خواہے فراموش ترک کرنے کے باوجود کسی نہیں جو توبہ تو بڑی بات ہے۔ اور نئے لکھا ہے کہ آپ جہاں آگ کو دیکھتے تو (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی (قدس سرہ)

آپ حضرت غریب نواز حضور خواجہ معین الدین چشتی بیہیہ کے بڑے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ (پچھلے مصلیٰ کا حاشیہ) کانپ اٹھے کہ کہیں قیامت کے روز اس کی (انگلیوں کے خلال کی) سزا نہ ہو۔ تو اتباع سنت میں ان کا وہی حال تھا جو حضرات صحابہ کا تھا۔

فائدہ: یہ تھا ہمارا خواجہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور دور حاضر کے خواجے اتباع سنت تو زہے قسمت تقلید نصاریٰ پر نہ صرف خوش بلکہ نازاں ہیں (الانگلیا)

ریاضت و مجاہدہ: حضرت بابا فرید الدین گنج شکر بیہیہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ سلطان الہند خواجہ غریب نواز سر تاج اولیائے ہند معین الدین چشتی الجیری بیہیہ عجیب مجاہدہ و ریاضت فرمایا کرتے تھے کہ اکثر ایک ایک ہفتہ تک کچھ نہ کھاتے تھے اور عموماً پانچ حشال کی نکیہ کو پانی میں تر کر کے روزہ افطار کرتے تھے آپ ہر وقت پاؤں دھو رہا کرتے تھے اور جب کبھی وضو ٹوٹ جاتا تو فوراً نیا وضو کر لیا کرتے تھے کہتے ہیں کہ سالہا سال تک اور بقول بعض ستر سال تک حواٹر مشاء کے وضو سے بچ کر نماز ادا کرتے رہے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے جس زمانہ میں آپ اپنے جیروں و مرشد خواجہ عثمان ہارونی بیہیہ کے ہمراہ ان کا سامان اٹھائے پھرتے تھے اس زمانے میں بھی دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے بعض اوقات مسلسل سات سات دن تک روزہ رکھتے تھے اس کے باوجود ایک حشال وزن کی نکیہ سے زیادہ غذا استعمال نہ کرتے تھے۔

نتیجہ: ہمارے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدہ و ریاضت کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس پر نظر ڈالتے تھے۔ صاحب معرفت ہو جاتا تھا۔ علوم ظاہر و باطنیہ دونوں میں کمال حاصل تھا۔

اسی نظر کیا اثر کا نتیجہ تھا کہ نوے لاکھ ہندو دولت اسلام سے نوازے گئے۔ اور ہمارے خواجے اکثر کا حال سب کو معلوم ہے کہ ریاضت و مجاہدہ کا تو خواب میں کبھی نام نہ نہتے ہوں گے۔

سید عارف محمود دیکھو رضوی صاحب زیادہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے:

ہر کار غلط پر جو طلب کرتے ہیں اب داد
”مہراث میں آتی ہے انہیں مند ارشاد“
اسلاف سے رقت رہا نہ دیں سے لگاؤ
احمال سے بیگانہ ہوئے صاحب اجداد
دولت کی چمک سے ہیں چکا چوند نکاحیں
زنجیر ہوئی حد سے سوا مند ارشاد
زخموں کے تصرف میں عقابوں کے نشین
ہیں ننگ جہاں ننگ وطن صاحب سیاد

عبد استغراق

آپ ایک بڑے ولی اور جلیل الشان صوفی تھے۔ بہت مشہور مقبول بزرگ ہو گزرے ہیں ترک دنیا اور فقر و فاقہ میں بے مثال تھے۔ ہر وقت یاد الہی میں مشغول رہتے جب کوئی آپ سے ملے آتا تو تھوڑی دیر بعد آپ کو افاقہ ہوتا اور آنے والے سے گفتگو کرتے آنے والے کا حال سن کر اور اپنی سنا کر فرماتے اب مجھے معذور رکھیے یہ کہ کربا یاد الہی میں مشغول ہو جاتے۔ اگر آپ کی کوئی اولاد فوت ہو جاتی تو آپ کو اس کی وفات کے وقت مطلع خبر نہ ہوتی۔ البتہ تھوڑے عرصہ بعد اس واقعہ سے آگاہ ہوتے۔

(پچھلے سلسلے کا بقیہ حاشیہ)

او مجمل ہے نگاہوں سے ہوا جادہ منزل
ہر گز نہ رہا ان کو کوئی حرف وفا یاد
مفقود ہوا ان چلن مبر رضا کا
بن مول عبادت بھی سمجھتے ہیں یہ اقدار
منطوق بصیرت ہے تو مصلوب فرست
محرّم طریقت ہے یہاں شیخ کی اولاد
صد فخر سمجھتے ہیں یہ اس در کی غلامی
جس در سے رہے دور سدا مرشد و استاد
دو پاؤں بھی چلنا انہیں دشوار بہت ہے
کاروں سے لگے لپٹے ہیں اب واعظ و زیاد
مظلوم ہوا ان کے سبب دین محمد
مشہور فرمانے میں ہیں جو صاحب ارشاد
ہر روز نیا درد ملے ان کے کرم سے
ہر روز شمع میں کریں نت نئی ایجاد
موجم خیالات پہ ہے ان کا گزرا
ہو کیسے گوارا انہیں کوئی رہبر آزاد
مہجور زبوں حال ہوا دین حیدر
اللہ ہی کرے اس کی تمبہائی و ادوار

۱۔ آپ کی ولادت ۵۰۵ھ میں ہوئی اور وصال ۶۸۸ھ رجب الاول ۶۳۳ھ میں ہوا۔ خلیفہ قطب الدین مختیار کاکی بہتے
ناور الہتم کے قصبہ اوش میں پیدا ہوئے آپ کے والد محرم خلیفہ کمال الدین احمد آپ کی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

کرامت: آپ کے ہمسایہ میں ایک بنیاد رکھتا تھا ضروریات میں اس سے قرض لیا کرتے تھے اور اس سے بار بار فرمایا کرتے کہ اگر قرضہ میں درم تک ہو جائے تو پھر اس سے زیادہ

نہ دنیا جب فتوحات حاصل ہوتے اس میں سے بنیا کا قرض ادا کرتے ایک دفعہ آپ نے اپنے

(بچھلے صلہ کا بقیہ حاشیہ) پیدائش کے ڈیڑھ سال ہی بعد انتقال فرما گئے چنانچہ آپ کی پرورش آپ کی والدہ ماجدہ نے کی آپ کی والدہ اپنے وقت کی نہایت متقی و پرہیزگار اور باعصمت خاتون تھیں ان کا اکثر وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا جب خوب تقریباً پانچ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ نے اپنے ہی محلہ کے ایک بزرگ حسن احمد عثمانی کو بلوایا اور کہا کہ میں اس بچے کو اسلامی تعلیمات دلوانا چاہتی ہوں اس لئے انہیں کسی بہترین معلم کے سپرد کر آئیں حسن احمد عثمانی خود بھی بڑے بزرگ اور متقی انسان تھے ابو حفص جو ای قصبہ اوش کے ایک کتب کے ختم اور معلم تھے کے سپرد کئے گئے۔

مادرزادہ اولی: قاضی حمید الدین ناگوری کو بشارت ہوئی تھی کہ جلد جا کر قطب الدین کو تم سکھاؤ اس پردہ حیران رہ گئے اور دریافت کیا کہ قطب الدین ہے کہاں؟ آواز آئی کہ قصبہ اوش میں، اب آپ فوراً اوش پہنچے ابو حفص کی درگاہ کا پتہ کیا اور وہیں جا پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ قطب الدین اکیلے بیٹھے قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں ناگوری بیٹھ چکے ہے سو کر ایک طرف بیٹھ لے جب تلاوت کلام سے فارغ ہوئے مشق کے لئے سختی لے کر بیٹھ گئے ناگوری قریب ہوئے اور سلام کہا خوب نے ناگوری کو دیکھا تو ادب کے لئے کمرے ہو گئے اب ناگوری نے اپنا تعارف نہ کرایا بلکہ خوب نے سختی لی اور دریافت کیا کہ اس پر کیا لکھوں؟ خوب نے فرمایا لکھو یا سبحان الذی اسری بہ صمد پھر پوری آیت پڑھ دی قاضی صاحب نے کہا یہ تو سولہویں پارے کی آیت ہے اس حضرت قطب الدین نے فرمایا نہیں میری والدہ کو صرف پندرہ پارے حفظ ہیں میں جب بیت میں تھا وہ رات کو قرآن شریف پڑھا کرتی تھیں اسی کو میں سن کر سیکھا کرتا تھا اور اس کے بعد قاضی ناگوری نے کہا کہ اچھا پڑھو تو آپ نے پورا پارہ پڑھ کر سنا دیا۔

جب آپ اوش سے دہلی تشریف لائے اور ایک نان بائی کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے آتے ان میں بڑے بڑے علماء و رؤساء بھی شامل ہوتے اور نذرانے پیش کرتے لیکن آپ کسی کا نذرانہ قبول نہ کرتے ایک دن باجوا آپ کے گھر کے ساتھ ہی رہتا تھا اکثر اس سے قرض لے لیا کرتے اور اس طرح ہفت گزرا کر تے۔ دینی علوم سے فارغ ہو کر آپ ہندو تشریف لے گئے اور امام ابو الیث سمرقندی کی مسجد میں حضرت خوب معین الدین چشتی بخاری سے ملاقات کی۔ اس وقت آپ کی صحبت میں شیخ شہاب الدین سہروردی شیخ اودالدین کرمانی شیخ برہان الدین چشتی شیخ محمد اصلہاکی جیسے علماء کرام موجود تھے حضرت اختیار کاکی نے ان سب بزرگوں سے فیض روحانی حاصل کیا۔ اور جب خوب معین الدین چشتی نے انہیں ولایت پر فائز کیا۔ اور خرقہ عطا کیا تو آپ کی عمر میں سال تھی بغداد میں آپ کی ملاقات شیخ جلال الدین تبریزی سے بھی ہوئی۔ جو فراسان سے آئے ہوئے تھے جب آپ کو شہر دہلی کی ولایت پر مامور کیا۔ تو آپ دہلی روانہ ہو گئے تو پہلے ملتان پہنچے اس وقت آپ کے ہمراہ شیخ جلال الدین تبریزی بھی تھے وہ آپ سے علیحدہ ہو کر دوسری جانب چلے گئے تھے۔ ملتان میں شیخ بہاؤ الدین زکریا کو آپ کے آنے کی خبر ملی تو وہ استقبال کے لئے آئے بڑی تعظیم کے ساتھ اپنے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

دل میں عہد کیا کہ اب آئندہ قرض نہیں لوں گا۔ اللہ کے فضل و کرم سے مصلیٰ (جائے نماز) کے نیچے سے آپ کو ایک روٹی مل جاتی جس پر گھر کے سب لوگ گزارہ کرتے بنیانے خیال کیا کہ خواجہ صاحب مجھ سے خفا ہو گئے ہیں جب ہی تو قرض نہیں لیتے یہ سوچ کر اس نے اپنی بیوی کو خواجہ صاحب کے گھر اصل واقعہ کی کھوج لگانے کیلئے بھیجا اور خواجہ صاحب کے اہلیہ محترمہ نے اصل واقعہ اس سے کہہ سنایا۔ اس دن سے وہ روٹی ملنا بند ہو گئی۔

حافظہ: شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی نے اپنے مریدین کو کہا کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا پانچ سو درم تک ہمیشہ قرض چکا دیا کریں۔ ادائیگی قرض کا یہ طریقہ ایک مدت تک جاری رہا لیکن خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ جب درجہ کمال کو پہنچ گئے تو آپ نے اس سے بھی دست برداری کر لی۔

حافظہ: خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے ابتدائی زمانہ میں نیند کے غلبہ سے تھوڑی دیر کے لئے آنکھ لگا لیتے۔ لیکن عمر کے آخری حصہ میں یہ حالت بھی بیداری سے بدل گئی۔

عادات و خصال: شیخ محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”سلسلۃ الذائب“ میں لکھا ہے کہ ”بختیاراوشی رحمۃ اللہ علیہ بڑے زبردست وئی، سالک اور عبادت گزار تھے۔ خلوت و جلوت میں ہمیشہ یاد الہی کرتے تھوڑے کھانے، تھوڑے سونے اور تھوڑی سی بات کہنے کے عادی تھے۔ ہمیشہ یاد الہی میں مشغول رہتے۔ باطنی حالات اور مد کا صفہ میں بلند پایہ تھے۔

زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم: آپ ہر رات تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کے بعد آرام کیا کرتے تھے اسی زمانہ میں آپ نے شادی کی جس کی وجہ سے تین رات

(پچھلے صفحہ کا بیقہ حاشیہ) ہاں ٹھہرایا ایک روز شیخ جلال الدین قطب الدین اور بہرائی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے بائیں گز رہے تھے گوہر دار قباچہ نامی حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ مفلون کا لشکر ہمیشہ پریشان کرتا ہے آپ خدا سے دعا فرمائیں کہ وہ بھاگ جائے ان تینوں کا ہزارگوں نے دعا کی دشمنوں میں ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ سب بھاگ گئے۔ یہ سردار ملتان کا حاکم الدین قباچہ تھا جب بختیار کاکی ملتان سے دہلی روانہ ہوئے تو اس نے آپ کو ملتان رکھنے کے لئے بہت خوشامد اور اصرار کیا۔ مگر آپ نے جواب دیا کہ یہ جگہ شیخ ذکر یا ملتان کی کیلئے مقرر ہوئی ہے اس کے علاوہ میں اپنے شیخ طریقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی اجازت کے بغیر کسی جگہ سکونت اختیار نہیں کر سکتا۔ علاوہ ازیں آپ کے استغناء کا تقاضہ بھی یہی تھا اس لئے کہ آپ دنیا اور اہل دنیا سے سخت نفرت تھے۔

حکایت: ایک دفعہ اختیار الدین خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے حجرے میں قدم پوسی کے لئے حاضر ہوا اور کئی گاؤں بطور نذرانہ پیش کیے قطب صاحب نے اس کو بلایا اور اپنی جانماز کا گوشہ الٹ کر نیچے دیکھنے کے لئے کہا۔ اختیار الدین نے آنکھوں سے زرائع الہی کا دریاؤں کا رخار پتے ہوئے دیکھا آپ نے اختیار الدین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس کے ہاں خزان کا دریا بہتا ہو وہ چند گاؤں لے کر کیا کرے گا جاؤ آئندہ درویشوں کے ساتھ ایسی گستاخی نہ کرنا۔

درویش شریف نہ پڑھ سکے جس پر ایک شخص نے جس کا نام ”ربیع“ تھا رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا ”بختیار کا کی سے ہمارے سلام کے بعد کہنا ہر رات جو تحفہ تم ہمارے پاس بھیجا کرتے تھے وہ تین راتوں سے ہمارے پاس نہیں پہنچا (ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم ﷺ ہر درود پڑھنے والے سے باخبر ہوتے ہیں ربیع کے ذریعہ اطلاع اور باز پرس میں راز ہے جو وہی جانتے ہیں جو ان اسرار سے آگاہ ہیں۔) اویسی غفرلہ

واقعہ وصال: شیخ علی سکری (سنجری) کی خانقاہ میں ایک دن محبت احباب گرم تھی جس میں بختیار کا کی بھی شریک محفل سماع تھے یہ شیخ علی سنجری حضرت معین الدین حسن سنجری کے عزیز اور خواجہ بختیار کا کی کے ہمسایہ تھے۔ ان کی قبر بھی خواجہ صاحب کے مزار کے قریب ہے۔

قوال اس محفل سماع میں شیخ احمد جام (قدس سرہ) کی غزل گارہے تھے جب ان کا یہ شعر پڑھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زمان از غیب جان دیگر است

ترجمہ: تسلیم درخشا کے خنجر کے شہیدوں کو ہر گھڑی غیب سے ایک نئی زندگی عنایت ہوتی ہے۔ تو خواجہ صاحب پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور چار شبانہ روز اسی شعر کے شرف ذوق میں مست اور متحیر رہے آخر کار پانچویں رات اسی حالت میں عالم جاودانی کی جانب رحلت کر گئے۔

۱۔ وجہ تسمیہ کا کی:

شروع میں آپ بنیاسے قرض لے کر ہر اوقات فرماتے ایک دن نماز سے فارغ ہوئے تو خیال آیا کہ قرض کسی بھی نہیں لینا چاہیے اور کوئی بھی نذر قبول نہ کرنی چاہیے چنانچہ اس کے بعد آپ نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اللہ کے حکم سے روزانہ آپ کی جائے نماز سے روٹی روٹی ٹکٹی اور کا کی افغانی زبان میں روٹی کو کہتے ہیں چونکہ عرصہ تک آپ کے مصلیٰ کے نیچے سے آپ کو روزانہ مناجات اللہ کی طریقہ پر آپ کو روٹیاں ملتی رہنے کی وجہ سے آپ کا کی (روٹیوں والے) مشہور ہو گئے۔ (سیر الاولیاء اور سیر الاقطاب)

خرقہ خلافت:

رجب ۵۲۲ھ میں جب کہ آپ کو خرقہ پہنایا گیا۔ آپ کی عمر ۷۷ سال کی تھی۔ اس حساب سے آپ کی پیدائش ۵۰۵ھ مطابق ۱۱۲۷ء قرار پاتی ہے سمرقند، غزنی، بغداد اور اجمیر ہوتے ہوئے آپ وہاں دہلی پہنچے اس وقت سلطان شمس الدین التمش ہندوستان کا شہنشاہ تھا جو آپ کا ارادہ نہ تھا۔ غرضیکہ یہ عمر (۱۲۸) سال ۱۳ ربیع الاول ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۵۶ء کو رحلت کی آپ کی مزار دہلی میں مرجع خاص دعام ہے۔

ملفوظہ: میر حسن دہلوی نے اپنی اس زمین کی غزل میں آپ کے واقعہ انتقال کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

چل بیاں یک بیت ۱۵۵ است آن بزرگ
آرے ایں گوہر زکان دیگر است
کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

ترجمہ: اس بزرگ (خواجه مختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس ایک شعر پر اپنی جان دے دی ہے
یہ موتی کسی اور کان کا ہے۔
واقعی یہی بات تسلیم و رضا کے خنجر کے شہیدوں کو ہر گھڑی غیب سے ایک نئی زندگی عطایت
ہوتی ہے۔

ملفوظہ: یہ واقعہ ۶۳۳ھ ربیع الاول کی چودھویں رات کا ہے اور اسی سال ۱۲ شعبان کو سلطان عثم
الدین التمشؒ کی وفات ہوئی۔

ملفوظات خواجہ مختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ

1- موت: خواجہ قطب الدین مختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب دلیل العارفین میں لکھا ہے
ایک مرتبہ جمعرات کے دن اجمیر شریف کی جامع مسجد میں مجھے اپنے پیرو مرشد
حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف پابوسی حاصل ہوا اس وقت آپ کی مجلس میں درویش،
مرید اور دیگر صوفائے کرام موجود تھے اور ملک الموت کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ پیرو مرشد نے
فرمایا موت کے بغیر دنیا کی رتی برابر بھی قیمت نہیں لوگوں نے پوچھا کیوں؟ تو ارشاد فرمایا الموت
جسرواصل الحیب الی الحیب ”موت ایک پل ہے جو حیب کو حیب سے ملاتا ہے“
پھر فرمایا دوستی وہ چیز ہے جسے زبان سے نہیں بلکہ دل سے پوری کرو اور جن چیزوں سے تم کو
قطعی ہوان کو بالکل چھوڑ دو جب تم عرش کے اطراف طواف کرنے لگو گے۔

2- عارف کی مثال: عارف کی مثال تاباں و درخشاں آفتاب کی طرح ہے جس کے انوار
سے پوری دنیا روشن ہے۔

فرمایا ”اے درویشو! ہمیں یہاں لایا گیا ہے اور ہمارا مدفن بھی یہیں ہو گا اور چند دن بعد ہم سفر آخرت کریں گے۔“

3- وصال کی خبر:

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ علی بخاری سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ قطب الدین بختیار کاکی کا نام حکمنانہ جاری کرنا۔

کہ وہ دہلی چلے جائیں وہاں کی سجادہ نشینی ہم نے ان کے حوالہ کر دی ہے اور وہ دہلی میں قیام کریں گے حکمنانہ تحریر ہونے کے بعد وہ مجھ فقیر (قطب الدین) کو عنایت فرمایا اور میں فقیر سر تسلیم خم کرتے ہوئے آداب بجالایا پھر ارشاد ہوا ”زدیک آؤ“ جب میں آپ کے قریب ہو گیا تو کلاہ و دستار میرے سر پر رکھی حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ کا عصا مبارک میرے ہاتھ میں دیا اور خرقہ پہنا کر قرآن کریم، مصلیٰ اور نعلین مبارک عنایت کر کے فرمایا ”یہ رسول اللہ کی امانت ہے جو خواجگانِ چشت کے ذریعہ ہم تک پہنچی تھی تم اسے جاری رکھنا تا کہ کل قیامت کے دن مجھے اپنے مشائخ کے روبرو شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔ فقیر (قطب الدین) نے سر تسلیم خم کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد پیر و مرشد خواجہ چشت نے میرا ہاتھ پکڑ کر میرا منہ آسمان کی طرف کیا اور فرمایا جاؤ۔ اللہ کے سپرد ہم نے تمہیں تمہارے مقام پر پہنچا دیا۔ پھر ارشاد ہوا ”نفس انسان کی عظمت چار چیزوں سے ہے۔“

فقیری میں تو نگری کرے۔ بھوک میں سیر نظر آئے۔ غم و تکلیف میں سرور رہے۔ دشمن سے بھی دوستی ظاہر کرے۔ پھر فرمایا:

جہاں جانا کسی کا دل نہ دکھانا اور جہاں رہنا مردانہ وار رہنا۔

اس کے بعد میں دہلی آ کر مقیم ہو گیا اور تمام حکماء و امرا اور عوام مجھ فقیر کی جانب رجوع کرنے لگے۔ دہلی آئے چالیس دن بھی نہ ہوئے تھے کہ اجمیر سے ایک قاصد نے آ کر بیان کیا کہ آپ کہ اجمیر سے روانہ ہونے کے بعد پیر و مرشد خواجہ چشت اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بیس دن تک زندہ رہے پھر رحمت حق سے جا ملے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔

1۔ جن لوگوں کا یہ مذہب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یا کوئی اور کسی کو معلوم نہیں کہ کون کہاں۔ اور کب مرے گا یہ ان کی عقلی ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو اس کا علم عطا فرماتا ہے مجملہ واقعات و احادیث کے ایک یہ بھی ہے و (اویسی غفل)۔

2۔ آپ کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے جن کا نام شیخ احمد اور شیخ محمد تھا وصال کا حال تو پہلے بیان ہو چکا ہے مگر میں نے بیان کیا کہ ۸ ربیع الاول ۶۳۲ کو آپ کی حالت کافی خراب ہو گئی۔ آپ کا سر قاضی حمید الدین ناگوری کے زانوں پر تھا اور شیخ بدر الدین غزنوی کی گود میں۔ اس وقت آپ سے شیخ حمید الدین نے دریافت کیا۔ خلافت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)۔

حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین والحق ابو محمد زکریا (ماتانی) القرشی الاسدی

آپ لخصرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے ہندو پاکستان کے (بجلیہ کا بقیہ حاشیہ) کے بارے میں آپ کی کیا بصیرت ہے خواہ مخیار کا کی نے باوجود اس کے کہ ان کے بیٹے بھی تھے فرمایا کہ وہ خرقہ، جو مجھے خواہ مخیر الدین چشتی نے عنایت فرمایا ہے، مع مصلیٰ، عصا، اور نعلین کے شیخ فرید الدین گنج شکر کو پہنایا، کیوں کہ خلافت کا تعلق ان ہی سے ہے۔

نمازہ جنازہ:

آپ کی نمازہ جنازہ پڑھنے کے لئے شمس الدین اولیاء اور دیگر فقراء اور عوام دہلی میں جمع ہو گئے۔ تو مولانا سعید احمد نے فرمایا کہ خواہ صاحب نے وصیت کی ہے کہ میری نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جو عمر بھر مجھ سے محفوظ رہا ہو جس سے کبھی مصری ملت اور بکیر اولیٰ نہ چھوئی ہو، اس وقت مجمع پر سناٹا سا چھا گیا، کوئی شخص آگے نہ بڑھا۔ اور نہ کسی نے دعویٰ کیا۔ یہ تینوں مفتیش اس میں موجود ہیں آخر سلطان شمس الدین ایش آگے بڑھے اور رو دیے، اور کہا کہ میں چاہتا تھا کہ میرے حال سے کوئی غمراہ نہ ہو لیکن حضرت خواہ مخیر کی وصیت نے میرا راز فاش کر دیا۔ مجھ میں یہ تینوں مفتیش موجود ہیں پھر نماز جنازہ شمس الدین نے پڑھائی۔

فائدہ: کیسے باشر تھے اگلے زمانے کے۔ (اولیٰ غفرلہ)

۱۔ حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ والد کرم کا ام گرامی مولانا وجیہ الدین بن حضرت کمال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ قریشی تھا۔ حضرت کمال الدین مکہ معظمہ سے خوارزم اور پھر بلقان آ کر قیام پذیر ہوئے۔ آپ کی ولادت باسعادت میں سورمین کے درمیان اختلافات ہے۔ بعض نے سن ولادت ۵۵۸ھ اور بعض نے ۵۶۵ھ لکھا ہے کچھ محققین نے تاریخ ولادت ۵۶۶ھ بھی درج کی ہے۔

جب منگولوں نے بلقان پر حملہ کیا تو حضرت بہار الدین زکریا کے والد بزرگوار مولانا وجیہ الدین اپنے خسر مولانا حسان الدین کے ہمراہ بلقان کے نواح میں بمقام کوٹ کر وڑا کر مقیم ہوئے اس جگہ حضرت بہاؤ الدین کی ولادت باسعادت ہوئی آپ ۱۲ سال کے تھے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا والد کی وفات کے بعد آپ نے ساتویں قرأتوں کے ساتھ قرآن پاک حفظ کیا اس کے بعد ۱۲ سال تک ملک خراسان میں علمائے دین سے علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم حاصل کی آٹھ سال تحصیل علم کے لئے بخارا میں رہے اور پھر پانچ برس مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بسر کئے اس مدت میں آپ نے وقت کے مشہور محدث حضرت مولانا کمال الدین سے جو ۵۳ سال حرم نبوی میں مجاور رہے حدیث کی تعلیم حاصل کی یہاں سے آپ پہلے بیعت ائمہ میں اور پھر بغداد گئے۔

بغداد میں آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے دست حق پرست پر سلسلہ سہروردیہ میں بیعت کی۔ سلسلہ سہروردیہ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ سہروردی عراق میں ہمدان اور زنجان کے درمیان (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

کا برآؤ لیا۔ میں آپ کا شمار ہے ظاہری و باطنی کمالات و برکات سے آراستہ تھے۔

نزہۃ الارواح کے مصنف (میر حسینی) سادات اور کتاب ”لمعات“ کے مصنف شیخ فرید الدین عراقی دونوں نے آپ کی خدمت کا شرف حاصل کیا اور آپ کی تربیت سے فیض پایا ہے۔ (پچھلے صفحہ کا حاشیہ) ایک مقام کا نام سے حضرت شہاب الدین ان کے مرشد شیخ خیاہ الدین ابو نجیب اور ان کے مرشد حضرت شیخ وجہ الدین اسی مقام کے رہنے والے تھے اس لئے ان کے سلسلے کے کامیاب بزرگ آپ کے پیر بھائی حضرت جلال الدین تبریزی تھے حضرت بہاؤ الدین زکریا کا سلسلہ طریقت حضرت جنید بغدادی اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے آپ صرف ۷۰ روز تک مرشد کی خدمت میں رہے اور خرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے اس پر دوسرے مریدوں نے شکایت کی کہ ہم ایک مدت سے خدمت میں ہیں مگر ہمیں وہ نعمت نہ ملی جو ایک ہندوستانی ایک گلیل مدت میں حاصل کر گیا اس پر حضرت شہاب الدین سہروردی نے فرمایا تم گیلی کلوزی کی مانند ہو جس میں آگ دیر سے لگتی ہے اور بہاؤ الدین خشک کلوزی کی طرح ہے جو جلد آگ پکڑ لیتی ہے۔

خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت بہاؤ الدین زکریا مرشد کے حکم پر واپس ملتان آئے آپ نے اپنے فیوض و برکات سے تمام برصغیر کو مستر کیا بزم صوفیہ میں سلسلہ لہذا ابھ کے حوالے سے لکھا ہے ”حضرت بہاؤ الدین زکریا ہندوستان میں رئیس الاولیاء تھے علوم ظاہری کے عالم و مکاشفات اور مشاہدات کے مقامات و احوال میں کامل تھے۔“
”لوگوں کو رشد ہدایت فرمائی اور ان کو کفر سے ایمان کی طرف معصیت سے اطاعت کی طرف لانے اور ان کی شان بڑی تھی۔“
انورضیاء میں درج ہے کہ ملتان کی مدت قیام میں نہ صرف ملتان بلکہ سارا ہندوستان حضرت بہاؤ الدین زکریا کے فیوض و برکات کے انوار سے منور ہو گیا آپ کے عہد کو مورخین نے خیرالاعصار لکھا ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو آپ سب بڑی عقیدت تھی ایک بار جب وہ ملتان آئے اور آپ کے مہمان ہوئے تو کچھ معتقدین نے ان سے ملتان ہی میں قیام کرنے کی درخواست کی اس پر انہوں نے فرمایا کہ ملتان پر بہاؤ الدین زکریا کا سایہ کافی ہے ان ہی کی حمایت تم لوگوں کے ساتھ رہے گی۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا بڑی متواضع اور فیاض طبیعت کے مالک تھے آپ کو اس وقت تک کھانے میں لذت محسوس نہ ہوتی جب تک کہ آپ کے ساتھ دوسرے مہمان مسافر اور درویش کھانے میں شریک نہ ہوتے ایک بار ملتان میں قحط پڑا آپ نے والی ملتان کو غلے کی ایک بڑی تعداد اپنے ذخیرے سے دی غلے کے انبار سے نقدی سکوں کے سات کوزے بھی برآمد ہوئے والی ملتان نے اس کی اطلاع آپ کو دی آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ پہلے سے معلوم تھا ہم نے یہی کچھ نہیں بچھے آپ کے پاس مال و دولت کی کمی تھی مگر آپ ہمیشہ اس سے بے نیاز رہے ایک بار آپ نے ایک خادم سے کہا کہ ایک صندوقچے میں پانچ ہزار دینار سرخ رکھے ہیں لیکن خادم کو صندوقچہ نہ ملا جب اس نے صندوقچہ کھوجا جانے کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا ”الحمد للہ“ مگر تھوڑی دیر بعد مطلوبہ صندوقچہ مل گیا جب اس کے مل جانے کی اطلاع آپ کو ہوئی تو آپ نے مکرر الحمد للہ کہا اس پر حاضرین کو تعجب ہوا انہوں نے پوچھا کہ صندوقچہ گم ہونے پر اور مل جانے پر آپ نے الحمد للہ کہنے میں کیا حکمت ہے آپ نے فرمایا کہ فقیر کی نظر میں دنیا کا جو وجود عدم دونوں برابر ہوتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

حکایت: آپ بعد حصول کمالات و برکات جب بغداد شریف سے ملتان (پاکستان) آئے تو بعض ملتان صوفیہ نے آپ کی آمد پر اپنا حسد یوں ظاہر کیا کہ آپ کے پاس دودھ کا لبریز ایک پیالہ روانہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ شہر ملتان میں ہمارے سوا کسی دوسرے کی گنجائش نہیں۔

شیخ نے ان کے اشارہ کنایہ سے واقف ہو کر اس دودھ کے پیالے پر گلاب کا ایک پھول کھڑا کر کے وہی دودھ بھرا پیالہ بھیجنے والے صوفیوں کے پاس لوٹا دیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہمارا وجود شہر ملتان میں اس طرح ہے جس طرح دودھ بھرے پیالہ پر پھول کھڑا ہے اکابر صوفیا آپ کی اس ادائیگی حسن لطافت پر تحیر اور آپ کی کرامات کے قائل و مطیع ہو گئے۔

خاندہ: شیخ اس قسم کے غنی اور شا کر لوگوں میں سے تھے جن کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اتَّبِعْنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ لِمَنِ الصَّالِحِينَ“

اور ہم نے انہیں دنیا میں اچھائیاں دیں اور آخرت کے دن یہ یقیناً صالحین کے زمرہ میں ہیں۔
یہ فرمان الہی آپ پر بھی صادق آتا ہے۔

(بچلے صفحہ کا قیہ حاشیہ) حضرت بہاؤ الدین زکریا کو اپنے پیر بھائی حضرت جلال الدین تبریزی جن کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں کیا جا چکا ہے سے بڑی انس اور لگاؤ تھا جب آپ مرشد سے رخصت ہو کر عازم ملتان ہوئے تو حضرت جلال الدین تبریزی بھی ازراہ عقیدت و محبت آپ کے ہمراہ تھے راستے میں بمقام نیشاپور حضرت جلال الدین حضرت فرید الدین عطار کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں آکر انہوں نے حضرت بہاؤ الدین زکریا سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت فرید الدین عطار نے مجھ سے پوچھا کہ تم بغداد سے آرہے ہو وہاں کون بزرگ مشغول بحق ہیں تو میں خاموش رہا حضرت بہاؤ الدین زکریا نے پوچھا تم نے اپنے مرشد حضرت شہاب الدین کا ذکر کیوں نہ کیا انہوں نے جواب دیا کہ فرید الدین عطار کا رعب مجھ پر ایسا غالب آیا کہ میں کچھ نہ کہہ سکا اس پر حضرت بہاؤ الدین زکریا کو بہت ملال ہوا اور وہ حضرت جلال الدین تبریزی کو چھوڑ کر ملتان چلے گئے۔

اس کے بعد حضرت جلال الدین تبریزی ایک بار دہلی آئے تو سلطان اتش نے ان کا استقبال بڑی عقیدت و احترام سے کیا۔ سلطان کی حضرت جلال الدین سے غیر معمولی عقیدت و محبت دیکھ کر شیخ الاسلام غم الدین مغربی ان سے حسد کرنے لگا۔ اس نے حضرت جلال الدین تبریزی کو بادشاہ کی نظروں سے گرانے کے لئے بڑے جتن کیے۔ یہاں تک کہ اس نے ایک طوائف کو روپے کا لالچ دے کر حضرت جلال الدین تبریزی پر گمراہی کا الزام عائد کر دیا۔

سلطان اتش جانتا تھا کہ یہ الزام بے بنیاد ہے تاہم قانون کا تقاضہ یہ تھا کہ معاملے کی پوری تحقیق کی جائے بادشاہ نے تحقیق و تفتیش اور انصاف کے مطابق فیصلے کے لئے برصغیر کے چند علماء اور مشائخ کو جامع مسجد میں اکٹھے ہونے کی دعوت دی۔ بزرگوں میں حضرت بہاؤ الدین زکریا بھی تھے۔

فائدہ: ایک دفعہ بعض مشائخ وقت آپ سے فقر و غنا کے بارے میں مصروف کلام تھے۔ آپ نے ان کو جواب دیا۔ دنیا اپنی تمام دلچسپیوں کے باوجود کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

”قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ“

اے سرور عالم ﷺ! ظفر مادیتجے کہ دنیوی سرمایہ قلیل ہے (جو کوئی وقعت نہیں رکھتا)

فائدہ: ظاہر ہے کہ دنیا کا تمام سرمایہ کسی فرد واحد کو بیک وقت میسر نہیں ہو سکتا نیز فرمایا سانپ کا ساتھ رکھنا اس کے لئے اذیت رساں ہے جو سانپ کا منتر نہ جانے اور یہ بھی فرمایا کہ دولت اور سرمایہ داری دراصل ہمارے خسارہ حال کا ایک تل ہے (یعنی سیاہ دھبہ ہے)

آپ کی اور شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ میں بڑی گہری محبت تھی دونوں کئی سال **دودوست:** تک ایک ساتھ رہے ہیں بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ دونوں خالد زاد بھائی تھے۔

ایک دفعہ لوگوں نے آپ کی طرف بابا گنج شکر کو ایسا پیغام بھیجا جو بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی طبع **لطیفہ:** کے موافق حال نہ تھا اس کے اطلاع جب شیخ کو ہوئی تو انہوں نے خود بابا گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو

خط لکھا جس میں ایک بات یہ بھی لکھی ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان عشق بازی ہے جس کے جواب میں بابا گنج شکر نے شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا ہم دونوں میں عشق ہے مگر بازی نہیں۔

فائدہ: حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ فرید الدین کو اگر بخارا آتا یا فصد کھلوانا چاہتے تب بھی وہ روزہ رکھتے اور شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ جو زیادہ روزے تو نہ رکھتے البتہ بے حد عبادت گزار اور احکام الہی کی تعمیل کی تصویر تھے اور یہ آیت قرآنی پڑھا کرتے تھے۔

”كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا۔ اے رسل کرام اچھی پاک چیزیں کھاؤ اور خوب نیک عمل کرو۔“

آپ اس آیت کے صحیح مصداق تھے۔

فائدہ: شیخ محمد نور بخش نے اپنی کتاب ”سلسلۃ الذہب“ میں لکھا ہے کہ:

بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ہندو پاکستان کے رئیس الاولیاء تھے وہ علوم ظاہری کے زبردست عالم اور مقامات مکاشفات و مشاہدات کے صاحب حال مرشد تھے آپ سے اکثر اولیاء کے سلسلے نکلے ہیں۔ آپ نے اکثر لوگوں کو رشد و ہدایت فرمائی ہے کفر سے ایمان کی گناہ و

بازی چونکہ کھیل و تماشہ کے معنی میں آتی ہے حضور گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کوارہ نہ کیا یہ ایک لطیف نکتہ ہے اور محبت و عشق کے مہرے تعلق کا اشارہ ہے۔ (اولیٰ غفرلہ)

معصیت سے اطاعت کی اور نفسانیت سے روحانیت کی راہ لوگوں کو دکھائی۔ غرضیکہ شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ عظیم شخصیت کے مالک تھے۔

خدا رسی کے اصول: مجمع الاخیار میں لکھا ہے کہ شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

نصائح: ہر انسان پر لازم ہے کہ وہ مکمل سچائی اور خلوص کے ساتھ صرف اللہ کی عبادت کرے۔ اللہ کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔ ذکر و عبادت الہی میں ایسے مستغرق رہو کہ کسی دوسری چیز کا خیال تک نہ آنے پائے اللہ تک رسائی کا طریقہ یہی ہے کہ اپنے حال کو درست کر لو۔ اپنے اقوال و افعال میں ہر وقت نفس سے محاسبہ کرتے رہو۔ ضرورت کے وقت بقدر ضرورت قول و فعل کو کام میں لاؤ۔ ہر قول و فعل سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسی سے مدد کی درخواست کرو تا کہ اللہ تم کو نیک عمل کرنے کی توفیق دے۔

ذکر الہی: ایک مرتبہ مریدوں کو یہ نصیحت کی کہ تم لوگ ہمیشہ ذکر الہی کرتے رہو کیونکہ ذکر الہی کی وجہ سے طالب اپنے محبت تک رسائی کرتا ہے اور محبت وہ آگ ہے جو سب میل کچیل بھسم کر دیتی ہے اور محبت جب پختہ ہو جاتی ہے تب مشاہدہ مذکورہ کے ساتھ یاد الہی کرنا ”ذکر الہی“ ہے اور یہی وہ ذکر ہے جس پہ فلاح و کامیابی کا انحصار ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلَحُونَ۔ بکثرت اللہ کا ذکر کرو تا کہ تم کامیابی اور فلاح

پانے ہو جاؤ۔

حکایت: آپ نے اپنے کسی مرید کو ایک خط میں لکھا ہے میں نے سنا ہے کہ شیخ شہاب الدین ابو عبد اللہ عمر بن محمد سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد ضیاء الدین ابونجیب عبدالقادر کے ساتھ حرم کعبہ میں بیٹھے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس آئے لیکن ابونجیب ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے خضر علیہ السلام قہقہہ دیکھ کر رے رہے پھر لوٹ گئے۔ ابونجیب جب ہوش میں آئے تو شیخ شہاب الدین سہروردی نے جرات کر کے پوچھا پیر و مرشد کو کیا ہو گیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام بنی آپ سے ملنے آئے اور آپ نے ان کی جانب التفات نہیں فرمایا۔ یہ سنتے ہی ابونجیب کا چہرہ سرخ ہو گیا اور غصہ سے کہا افسوس! تجھے کیا معلوم خضر آکر لوٹ گئے تو پھر آجائیں گے لیکن وہ ایسا وقت تھا جب کہ میں حق میں مشغول تھا اگر وہ وقت ہاتھ سے نکلی جاتا تو پھر ہاتھ نہ آتا۔ اور قیامت تک پشیمانی رہتی۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی

تھیں کہ خضر علیہ السلام تشریف لائے اور پیر و مرشد ابو نجیب نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور خاطر تواضع کی۔ (اللہ تعالیٰ سے ان حضرات کی طرح برکتیں اور فیض حاصل کرنے کے ہم امید وار ہیں)

درس عبرت: ہر مرید کو چاہیے کہ اپنے وقت کی حفاظت کرے اور اس کی نگرانی کرتا رہے اور غیر اللہ کو اپنے دل سے دور نکال پھینکے دنیا والوں سے میل جول کو اپنے اوپر حرام کرے اور ذکر حق میں ہمیشہ مشغول رہے۔ اگر کسی کو ذکر حق سے کوئی تعلق نہ ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کی بونے محبت کو بھی نہ سونگھ سکے گا۔

درود و سلام: آپ نے اپنے ایک مرید کو لکھا ہے کم خوری میں جسم کی سلامتی ہے۔ گناہوں سے دور رہنے کے سبب روح کو سلامتی ملتی ہے اور سرکار کائنات ﷺ پر درود و سلام بھیجنے سے دین کی سلامتی حاصل ہوتی ہے۔

وصال: شیخ زکریا رحمہ اللہ نے ۶۶۱ھ کو جام بقا نوش کیا۔

۱۔ وفات: حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی آپ کی وفات کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک روز ایک بزرگ آپ کے صاحبزادے سے شیخ صدر الدین عارف کی خدمت میں ایک خط لائے اور فرمایا کہ یہ خط اپنے والد گرامی تک پہنچا دو شیخ صدر الدین اس خط کا عنوان پرہ کربے حدیران ہوئے اور اپنے والد گرامی کی خدمت میں وہ خط پیش کر کے باہر آئے باہر آکر دیکھا قاصد جاچکا تھا خط پڑھتے ہی حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی کی روح نفس عصری سے پرواز کر گئی اور آواز بلند ہوئی یہ آواز سنتے ہی شیخ صدر الدین حجرے میں گئے دیکھا کہ آپ رحلت کر چکے ہیں آپ نے صفر ۶۶۱ھ میں انتقال فرمایا آج بھی آپ کا حراز مقدس روحانی فیوض و برکات اور سکون قلب کا باعث ہے۔

ارشادات گرامی:

جسم کی سلامتی کم کھانے روح کی سلامتی ترک گناہ عقل کی سلامتی حصول علم دل کی سلامتی ذکر و فکر دین کی سلامتی حضور پر نور پر کثرت درود شریف پڑھنے میں اور اجتماعی فلاح جہد مسلسل میں ہے۔

محنت کو اشعار بناؤ یہ دارالعمل ہے جہد مسلسل اور عمل جہد سے خوشحالی کی راہیں کھلتی ہیں۔

ذکر الہی کو اپنے اوپر لازم کرو اور محبت کو اپنا شعار بناؤ کیونکہ محبت وہ آگ ہے جو تمام بد اعمالیوں کو ختم کر دیتی ہے۔

جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ صرف خدا کے علم بزل سے ڈرتا ہے اور دنیا کے عیش و عشرت کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔

بندے پر واجب ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور عبادت و (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

حضرت سید نور الدین مبارک غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے۔ دہلی والوں کے روحانی پیشوا اور شیخ الاسلام تھے۔ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ کے لوگ آپ کو ”امیر دہلی“ کہتے تھے۔
(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) اذکار میں غیر اللہ کی نفی ہو۔

بندہ ہر قول و فعل سے پہلے اللہ تعالیٰ سے التجا کرے اور اس سے نیک عمل کی توفیق چاہے۔
بندہ اپنے اقوال و افعال میں اپنے نفس سے جہاد کرے۔
بندہ دوسرے حضرت بہاؤ الحق محمد زکریا ملتانی قدس سرہ کے پیرومرشد کا تذکرہ ملاحظہ ہو۔

حضرت شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کے عہد طفلی میں ہی پہلی ملاقات پر غوث اعظم حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی نے شفقت اور احترام کے انداز میں فرمایا۔ اسے عمر اے شک تم مشابہر عراق کے آخر ہو۔ اور واقعی اس پیشگوئی کی صداقت کا ثبوت تاریخ اسلام کے اس زریں باب سے ملتا ہے جسے علم و عمل معظوظی علیہ السلام کے انمول گینوں سے مزین کرنے کی سعادت حضرت شہاب عمر سہروردی کو حاصل ہوئی۔

آپ تقریباً ساڑھے آٹھ سو سال قبل ۵۳۶ھ عراقی کردستان کے قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے اور یوں آپ کا خاندان سہروردی کہلاتا ہے۔ بارہویوں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب سیدنا حضرت ابو بکر الصديق سے ملتا ہے جس کی نسبت سے الکرہی بھی آپ کی کنیت میں شامل ہے۔

تحصیل علم کی غرض سے آپ پچھن میں ہی بغداد تشریف لے گئے جہاں آپ کے چچا حضرت ضیاء الدین ابونجیب عبدالقادر سہروردی مشہور زمانہ مدرسہ نظامیہ کی مسند درس ارشاد پر فائز تھے عم محترم کی مشفقانہ تربیت نے آپ کے باطن کے مخفی خزانوں کو ظاہر کر دیا۔ کم سن ہی میں ہی دینی علوم پر اس قدر عبور تھا کہ علمائے وقت بھی آپ سے پیچیدہ مسائل پر فتوے حاصل کرتے۔ فارغ التحصیل ہو کر آپ نے اپنے عم محترم اور استاد گرامی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور بحکم شیخ مجاہدات نفس کے دشوار ترین محرواؤں کے مسافر بن گئے۔ برسوں عبادان کے پر خار بیابانوں میں تنہا عبادت و ریاضت رہے مدتوں ندرات کو سونے ندن کو آرام فرمایا۔ ہر روز ایک پورا قرآن تلاوت فرماتے۔ دن بھر روزہ رکھتے اور شام کو جنگلی جھلاڑیوں کی چند پتلیوں سے افکار کرتے۔ اس دور میں آپ نے پیدل کئی حج بھی کئے اور خانہ کعبہ میں مقیم ہو کر عظیم ترین روحانی کماہیات و مشاہدات میں کمال قرب حاصل کیا بالآخر اس طویل ریاضت سے جب باطن کے تمام پردے اٹھ گئے تو آپ دائیں بغداد پہنچے اور پیر و مرشد کے وصال کے بعد ۵۶۳ھ میں ان کی مسند سنبھالی جب کی عمر صرف ۲۷ برس تھی عظیم محدث امام سبکی طبقات میں فرماتے ہیں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی تھمیر فاضل (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

۱- آپ ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے ۶۳۳ھ میں وفات پائی۔

”فوائد الفوائد“ میں لکھا ہے شیخ نظام الدین ابو بلوید کی بزرگی کے بارے میں کرامت: آپ نے ایک دن کہا ایک مرتبہ عرصہ تک بارش نہیں ہوئی قحط پڑ گیا تھا۔ لوگوں نے شیخ کو بارش کی دعا کیلئے مجبور کیا تو آپ نے برسر منبر چڑھ کر بارش کیلئے دعا کی پھر آسمان کی (چھپکھلی صفحہ کا بقیہ حاشیہ) عارف کامل زاہد متورع اور علم حقیقت میں اپنے وقت کے شیخ اور امام جلیل تھے۔ مریدین اور طالبین کی تربیت خالق کی طرف خلق کی دعوت مخلوق کی رشد و ہدایت تکمیل سلوک ساکان اور تعلیم و تلقین طریق عبادت و خلوت وغیرہ آپ پر ختم تھی۔

سبحان اللہ کیا عجب منظر تھا خدمت بغداد کے دربار عالیہ کا! کر دہ تھیں رنک قصر بارون الرشید فتوحات میں روزانہ ہزاروں دیناروں کی بارش لیکن نفروغنا کا یہ عالم کہ ہر روز شام تک سب کچھ راہ خدا میں تقسیم کر دیا جاتا۔ چوکھٹ پر سلاطین وقت اذان حضوری کے بلقی چاک پیر، طالبان حق یتخانہ وحدت میں کاسہ مراد لئے جام ہدایت کے منظر خاص و عام شاہ گدا کامل و مبتدی ہر شخص جمہولی پھیلا کر دربار سہروردیہ میں صدادے رہا ہے ہر شخص پر فضل و عطاء کے خزانے لٹائے جا رہے ہیں۔ ہر درد مند کی تشفی ہر حاجت مند کی دیکھیری ہر تشنہ لب کی سیرانی ہر تنگے ہوئے کی رہنمائی ہو رہی ہے ادھر ناقصوں پر رموز و اسرار کھل رہے ہیں ادھر کامل اس چشمہ علم و معرفت سے اکتساب فیض کر رہے ہیں۔ اس شمع محراب رسالت پر شاعر ہونے دور دور سے پروانے پھڑ پھڑاتے ہوئے پہنچتے ہیں ہندوستان سے خواجہ فرید الدین گنج شکر شہزاد الدین زکریا اور شیخ حمید الدین ناگوری ایران سے شیخ نجیب الدین شیرازی شیخ جلال الدین شاہ تبریزی شیخ سعدی شیرازی (مصنف گلستان و بوستان) اور خواجہ کمال الدین اسماعیل اصفہانی دمشق سے خواجہ فرید الدین عطار نیز عالم اسلام کے ہر گوشے سے مشائخ عظام علمائے کرام محدثین مفکرین و مفسرین زمان اس سہروردیہ پایاں میں غوطہ زن ہونے کی فرض سے بغداد میں حاضر ہوتے ہیں امام جلیل مسند ارشاد پر فوٹو گن ہیں تن مبارک برسوں کے جاں مسل عبادات سے نجف ہو چکا ہے لیکن آپ کی شخصیت میں وہ زبردست کشش ہے رخ جمیل پر نور محمدیہ کی وہ چمک بیان میں وہ صدق و عزم علم میں وہ کمال ہیں، فکر میں وہ پاکیزگی ہر قول فعل میں وہ احترام شریعت و سنت بندگی میں وہ عجز و تسلیم اور عشق رسول میں وہ سراپا سرشاری کہ چشم زدوں میں ہزاروں کے لئے در نصیب وا ہو جاتے ہیں اور ہر طرح کے لوگ رقت و وجدان کی روحانی لذتوں کو پاکر راہ شوق و اضطراب کے مسافر بن جاتے ہیں!

سرور مقبولان خدا!

اے معدن بحر وجود خدا

در دریائے فضل و عطا
محل باغ کرامت کیا کہنا

اتباع شریعت و سنت کا آپ نے وہ خالص اور مکمل نمونہ پیش کیا جس کی مثال تاریخ ولایت میں نہیں ملتی اور یہی آپ کے سلسلہ عالیہ میں تصوف کی جزا و اصل روح ہے۔ طالبوں پر آپ کا ایک (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر حاضر خدمت ہے)

حرف نہ کر کے کہا ”اے اللہ تو میں نہ برسائے گا تو میں آبادی میں رہنا چھوڑ دوں گا اتنا کہہ کر منبر سے اترے فوراً ہی اللہ کے فضل و کرم سے خوب پانی برسا۔ تھوڑے دن بعد سید قطب الدین نے شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ سے دوران ملاقات میں کہا آپ کے بارے میں ہمیں کامل اعتقاد ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ بارگاہ الہی کے آپ کے نیاز مند ہیں لیکن گذشتہ دنوں آپ نے یہ کیوں کہا تھا کہ اے اللہ اگر تو بارش نہ برسائے گا تو میں آبادی چھوڑ دوں گا حضرت نظام الدین نے جواباً کہا چونکہ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور بارش برسائے گا اس لئے میں نے یہ بات کہہ دی تھی۔ سید قطب الدین نے پھر کہا آپ نے کیسے جان لیا کہ وہ بارش بھیجے گا۔

زبردست احسان یہ ہے کہ آپ نے تصوف کو اعتدال اور میانہ روی کے اصول و قواعد کے مطابق پیش کیا اور دین و دنیا میں ایک حسین استخراج قائم کرنے کی تعلیم دہرائی جس کی اعلیٰ ترین مثال حضور سرور کونین علیہ السلام کی حیات مقدس ہے منازل قرب و مشاہدہ کے حصول کے لئے سلسلہ عالیہ میں ریاضت شاقہ اور ترک لذائذ لازم نہیں کیونکہ نسبت سہروردیہ اس قدر مضبوط اور باہر ہے کہ تابع شریعت سنت اپنے شیخ کامل کی توجہ سے بہت جلد مدارج ارفع حاصل کر لیتا ہے۔

طالبان حقیقت پر آپ کا دوسرا ناقابل فراموش احسان آپ کی وہ تعریف لطیف ہے جو موراف العارف کے نام سے مشہور عالم ہے جس کا ترجمہ کئی مغربی زبانوں میں بھی کیا جا چکا ہے تصوف کی یہ بنیادی اور جامع کتاب جس کا درس ملایا اپنے خاص مطلقوں میں دیتے ہیں خانہ کعبہ میں لکھی گئی۔ اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تصوف کے مسائل کی وضاحت قرآن حکیم احادیث نبوی اور ملفوظات بزرگان سلف کی روشنی میں کی گئی ہے نامور جرمن متشرق کارل بروکلمان نے اپنی تاریخ ادبیات عرب میں حضرت شیخ الشیوخ کی تیس مزید تعنیفات کا بھی کا ذکر کیا ہے جن کے نسخے یورپ اور ایشیا کے مشہور کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

آپ محض خانقاہ کے بزرگ نہ تھے بلکہ سنت رسول اللہ ﷺ کے مطابق آپ نے اپنے اثر سے اسلامی حکومتوں کے مابین اخوت اور مصالحت کی فضا قائم کی بلا جھجک حکمران اور وزرائے وقت کی اصلاح فرماتے رہے اور مہاراجا غلام کے سلیکرام کی حیثیت سے متعدد بار اسلامی ریاستوں کا سفر کیا جہاں آپ کی جہاک حق کوئی انصاف پسندی اور صلہ جوئی لے آپ کے ہر فرمان کو واجب تنظیم بنایا دین و ملت کے لئے ان اہم خدمات کے باعث غلیظہ ابو جعفر منصور بن العطار نے آپ کو شایخ وقت کی منقذ رائے سے ان سب پر مقدم کر کے آپ کو شیخ الشیوخ کا خطاب بطور نذرانہ پیش کیا۔

آپ کا وصال ۹۶ سال کی عمر میں یکم محرم ۶۳۲ھ کو ہوا۔ بغداد میں دجلہ کے کنارے شارع عمر پر حرار اقدس اس مرد خدا اور محبوب رسول کی آرام گاہ ہے جس نے عالم انسانیت کے تاریک دور میں یقین و ایمان کے چراغ کو پھر سے روشن کیا۔ ان حضرات کا نور تا مشرق و مغرب کے گوشا ہر اہم پر لانے میں مددگار رہے گا۔ (محمد فیض احمد اکیسی غفرلہ)

حضرت نظام الدین اولیاء نے کہا ایک مرتبہ ہمارا اور سید نور الدین مبارک غزنوی کے جنگل میں بسیرا کرنے کا مقدمہ سلطان ٹمس الدین برازی کے دربار میں پیش ہوا۔ میں نے ایک ایسی بات کہہ دی تھی جس سے سید مبارک رحمۃ اللہ علیہ رنجیدہ ہو گئے تھے اس کے بعد انہوں نے مجھ سے دعائے بارش کیلئے کہا میں نے جواب دیا آپ مجھ سے رنجیدہ ہو گئے ہیں اگر صلح و صفائی کر لیں تو دعائے بارش کروں گا اگر صلح و صفائی نہ کرو گے تو میں بھی دعائے بارش نہ کروں گا ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ ان کے خلوت خانہ سے غیبی آواز آئی ہم نے تم سے دوستی کر لی جاؤ دعائے بارش کرو۔

حکایت: حضرت شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ شیخ محمد اجل شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے بزرگ تھے جن سے سید مبارک غزنوی نے بھی فیض نعت حاصل کیا ہے ان کا واقعہ یہ ہے کہ شیخ شیرازی کا ایک سوداگر مرید تھا۔ اس نے پیر و مرشد شیرازی کے پاس حاضری دی اور کہا میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے جو آپ کا غلام زادہ ہے اسے فیض نعت سے سرفراز فرمائیے۔ شیخ شیرازی نے جواب دیا اچھا کل جب میں نماز فجر سے فارغ ہو جاؤں اس وقت اپنے لڑکے کو لے آنا اور میری دہنی جانب سے اسے میرے سامنے رکھ دینا۔ اسی روز اتفاق سے سید مبارک کی ولادت ہوئی تھی ان کے والد شیخ شیرازی کی محفل میں حاضر تھے انہوں نے شیخ اور سوداگر کی گفتگو سنی تھی۔ اپنے دل میں کہا میں بھی اپنے لڑکے کو لا کر شیخ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ دوسرے دن نماز فجر کے بعد سوداگر کو آنے میں دیر ہوئی۔ سید مبارک کے والد صبح سویرے جلد ہی اٹھتے تھے موزن نے اذان دی۔ شیخ نے نماز فجر ادا کی اور سید مبارک شیخ کی دہنی طرف سے نکل کر اپنے بیٹے سید مبارک غزنوی کو شیخ پیر و مرشد کے حضور میں پیش کر دیا۔ پیر و مرشد نے ایک نظر اس نو مولود لڑکے سید مبارک کو دیکھ کر تمام فیوض و برکات ایک ہی نظر میں اس کے حوالے کر دیئے اس کے بعد سوداگر آیا شیخ نے اس سے کہا فیض تو سید زادہ کی قسمت میں تھا وہ لے گیا۔

حکایت: سید صاحب کا بیان ہے کہ غزنی میں ایک مرتبہ قحط پڑا عوام شیخ محمد اجل شیرازی کے پاس آئے اور عرض کی بارش کے لئے دعا کیجئے شیخ یہ سن کر گھر سے نکل کر ایک باغ میں گئے عوام آپ کے پیچھے پیچھے تھے باغ میں پہنچ کر آپ نے باغبان کو تلاش کیا جو ایک درخت کے نیچے سو رہا تھا آپ نے اسے بیدار کیا اور اس سے کہا درخت سوکھ رہے ہیں اٹھو اور آبشاری کرو۔ باغبان نے جواب دیا باغ میرا جن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ کسی کو کیا خبر کہ بارش کب ہوگی اور یہ ان پانچ علوم میں سے ہے جو سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، ان کا عقیدہ غلط ہے اس لئے کہ اللہ نے اپنے محبوبوں کو ان کا علم عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے وہ بھی ان علوم خسہ کو جاننے میں جیسے اس تذکرہ میں معلوم ہوا۔ (اویسی غفرلہ)

ہے اور درخت میرے ہیں جب ضرورت ہوگی آپ رسائی کروں گا شیخ نے یہ سن کر اس باغبان سے کہا ان لوگوں کو منع کر دو کہ میرا پیچھا نہ کریں اور کہ دوہم اللہ کے بندے ہیں اور زمین اللہ کی ہے وہ جب چاہے بارش برسا دے گا۔ اتنا کہ کر لوٹے تھے کہ ایسی زوردار بارش ہوئی جس کی حد نہ تھی۔ سید نور الدین مبارک غزنوی کا مقبرہ دہلی میں شمس حوض کے مشرقی طرف ہے آپ نے ۶۳۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت حمید الدین الصوفی ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو سعید ناگوری سوری بھی کہتے ہیں سلطان التارکین آپ کا لقب تھا اور ابو احمد کنیت تھی حضرت معین الدین چشتی کے خلفائے اعظم میں سے تھے ترک دنیا اور تنہا پسندی میں ثابت قدم مشہور تھے۔ اللہ کے خاص بندے تھے آپ کی بلند ہمتی دنیا و آخرت سے برتر تھی آپ کی نظر انکسائے موالید ثلاثہ پر رہتی تھی تصوف میں عالی شان اور قواعد طریقت کے بیان میں بلند مقام کے مالک تھے آپ سلسلہ نسب کے اعتبار سے سعید الدین زبیدیؒ کی اولاد میں سے ہیں جن کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے آپ ہندوستان کے قدیم شیخ ہیں آپ نے کافی عمر پائی۔ فرماتے تھے فتح دہلی کے بعد مسلمان گھرانوں میں سب سے پہلے میری ہی ولادت ہوئی ہے۔

خلافت: خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے شیخ نظام الدین اولیاء کے ابتدائی زمانہ تک آپ زندہ تھے ممکن ہے نظام الدین اولیاء سے آپ نے ملاقات کی ہوگی (واللہ اعلم بالصواب) خواجہ نظام الدین اولیاء نے آپ کی تصنیفات سے آپ کے ملفوظات منتخب کر کے خود اپنے ہاتھ سے لکھے تھے اور سیر الاولیاء کے مؤلف نے صوفی صاحب موصوف کے ملفوظات کو سلطان المشائخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

ہکایت: خواجہ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن بے انتہا خوش تھے اسی مسرت کے عالم میں فرمایا ”جو کوئی جو کچھ مانگنا چاہے مانگ لے کیونکہ مقبولیت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں مجلس سے کسی نے دنیا چاہی کسی نے آخرت آپ نے (شیخ حمید الدین ناگوری) کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا ”تم دنیا و آخرت میں معزز و معظم ہونا چاہتے ہو۔“

شیخ ناگوری نے جواب دیا ”میری کوئی خواہش نہیں مشیت دراصل اللہ کی ہے“

اس کے بعد خواجہ چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ قطب الدین کی طرف مخاطب ہو کر یہی

آپ کی پیدائش ۵۷۰ھ میں اور وفات ۶۷۳ھ میں ہے۔

کلمات ارشاد فرمائے۔ انہوں نے عرض کیا ”بندہ کو کوئی اختیار نہیں جو کچھ ارشاد ہو آپ کو اختیار ہے“ حضرت خواجہ چشت آجیری نے ارشاد فرمایا ”حمید الدین صوفی جو تارک الدنیا اور مستغنی آخرت ہے سلطان التارکین ہے اسی دن سے صوفی صاحب کا سلطان التارکین لقب مشہور ہو گیا۔

فائدہ: ناگور شہر کے ایک گاؤں سواہی میں شیخ حمید الدین صوفی کی چند جگہ زمین معاش کے طور پر تھی جسے اپنے ہاتھ سے اہل چلاتے اور خود ہی ختم ریزی کرتے تھے اور اس سے اپنے اہل و عیال کی روزی کا سامان فراہم کرتے تھے آپ نے ۲۹ ربیع الاول ۶۷۳ھ میں وفات پائی اور آپ کا مزار ناگور میں ہے۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا رومیؒ سے فقر و غنا کے بارے میں آپ کی اکثر مکتوبات شریف: خط و کتابت رہی جن میں سے ایک خط کا مضمون یہ ہے۔

مشائخ کے خیال کے مطابق نیز قرآن و حدیث شریف کے اعتبار سے دنیا اور سامان دنیا دراصل اللہ تک رسائی سے مانع و مہر ام ہیں جب ہم یہ سنتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ بے پاس دنیا کا بہت کافی حصہ ہے اور ساتھ ہی ان سے کرامات بھی ظاہر ہوتی ہیں تو فقیر کو بے انتہا حیرت ہوتی ہے۔ والا جناب ازراہ کرم اس عقدہ کی وضاحت کریں عین نوازش ہوگی۔

احقر (ناگوری) نے حضور والا شیخ بہاؤ الدین کی خدمت اہل شریعت و طلبگاران حق: میں ایک عریضہ روانہ کیا تھا احقر کو جو مشکلات درپیش تھیں

اس کے جواب کی استدعا کی تھی والا جناب نے نہ معلوم کیوں مکمل جواب نہیں دیا اور جو جواب آیا وہ تقشی بخش نہیں تھا آخر کار احقر نے بارگاہ رب العزت میں منت و زاری کی کہ اپنے بندہ کی مشکل آسان کر دے اور حصول مقصود کی علامت ظاہر کر دے چنانچہ خدائے مجیب الدعوات نے بندہ کی دعا قبول فرمائی اور معلوم ہوا کہ اہل شریعت جن کو آخرت کا ثواب درکار ہے وہ حصول ثواب کیلئے اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ اچھے سلوک کر کے خیرات میراث کرتے رہتے ہیں لیکن تقویٰ و پرہیزگاری کی حقیقتوں کے انکشاف اور روحانی اسرار و ہار یک بنیوں کے قواعد سے محروم رہتے ہیں حالانکہ اہل طریقت کو یہ اسرار حاصل ہو جاتے ہیں لیکن یہ طریقت والے اسرار قرب اور انوار تجلی الہی جو طالبان حق کے لئے مخصوص ہیں اس کے حصول سے معذور رہتے ہیں کیونکہ طالبان حق کے نزدیک جن کے سوائے ہر وہ چیز جو کشف و مشاہدہ کے ذریعہ حاصل ہو وہ بھی حجاب ذات کا موجب ہے اسی لئے یہ قاعدہ مقرر کیا

میا ہے کہ جو کوئی حق کے سوا کسی اور چیز کے حصول میں عاجز ہو وہ درحقیقت پردہ حجاب میں مستور یعنی مجبب ہے اگرچہ اس کے اپنے تئیں یہ علم نہ ہو کہ وہ مجبب ہے۔

ہنسنا کم اور روننا زیادہ: شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ ”ذکر الہی میں مشغول لوگوں کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ نے اپنا تھوڑا سا قرب ان سے دور کر لیا ہے تو وہ لوگ ہنسیں گے کم اور روئیں گے زیادہ اگر مشغول ذاکرین کو معلوم ہو جائے کہ قرب الہی ان سے دور ہو گیا تو وہ خون کے آنسو روئیں گے اور اگر مشغول ذاکرین کو یہ علم ہو جائے کہ اللہ کی محبت نہیں رہی جو مجھ سے دور ہو گئی ہے تو وہ اپنی جان دے دیں۔

تصانیف ناگوری: شیخ حمید الدین ناگوری کے خطوط و تصانیف اور اشعار بکثرت موجود ہیں ان کی مشہور تصنیف، اصول الطریقت ہے جس میں ایک جگہ لکھا ہے کہ سلوک کے جو ان مرد جن کا مقصد رسائی بارگاہ الہی ہے تین طرح کے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

الذین اصطفینا من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات۔ ہم نے اپنے جن بندوں کو منتخب کر لیا ہے ان میں بعض وہ ظالم ہیں جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں بعض وہ ہیں جو بہت محتاط ہیں اور بعض وہ ہیں جو نکوکاری میں سبقت لے گئے ہیں۔

- تفسیر: ۱- وہ ظالم جن کو معذور کہا جاتا ہے۔
- ۲- دوسرے وہ محتاط جن کو مشکور کا نام دیا گیا ہے۔
- ۳- تیسرے وہ نکوکار ہیں جن کو فانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اب تفصیل سے سمجھ لو۔

معذور: معذور وہ لوگ ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان لائے اور توحید کا اقرار کرنے کے بعد بارگاہ الہی میں حاضری نہیں دیتے اور اگر آتے ہیں تو آہستہ آہستہ بہت دیر میں آتے ہیں اور نیکیوں کی طرف جلدی کرنے کی سے غافل ہیں۔

مشکور: مشکور وہ ہیں جو ایمان سے ہمعنان اور اقرار سے ہمرکاب ہیں۔

فانی: اور فانی وہ ہیں جنہوں نے الٰہی برکم (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کے خطاب کو یاد رکھتے ہوئے قالوا لی (ہاں آپ رب ہیں) کے اقرار کو طاق نسیان نہیں بنایا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس دنیا

میں دعوت اسلام سے پہلے ہی خطاب ازل اور جواب لم یزل کے حکم کو قبول کر چکے ہیں اور ابتدائی میں اسرار الہی کی طلب کیلئے میدان عمل میں آگئے ہیں ان میں سے اکثر لوگ ایسے تھے جو پوشیدہ طریقے سے چلے گئے جن کا نام کسی کو معلوم نہ ہو سکا اور ان کا کوئی نشان بھی موجود نہیں۔ البتہ وہ لوگ جن سے شناسائی ہے وہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کا رسول اکرم ﷺ نے تعارف کرایا ہے وگرنہ ان کا نام و نشان بھی کوئی نہ جانتا ان شناسا شخصیتوں میں سے پہلے امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو دعوت اسلام سے قبل ہی رسول اللہ کی طلب میں آگے بڑھے اور اپنے درو کا اظہار کیا اور ایک حضرت علی تھے جو جوان ہونے سے پہلے ہی قبول اسلام کیلئے تیار ہو گئے۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

سیدنا اولیس رضی اللہ عنہ: اگر ان کی تعریف سرور عالم ﷺ نہ فرماتے تو اس کا نام کسی کتابچہ میں نہ آتا اور ان کے حالات کسی کتاب میں درج نہ ہوتے (بہ نصیب ہارگاہ رسالت میں آپ معزز تھے انہوں نے دنیا میں کچھ رکھا اور نہ کچھ لے گئے۔ آزاد آئے اور سرور گئے) آپ ہی کی وجہ سے سلسلہ ادبیہ مشہور ہے

جو اعلان اسلام سے پہلے ہی طلب ہدایت کے کوشاں تھے
حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ: جنہوں نے ازلی عہد کی چنگلی کیلئے صداقت کو تلاش کیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”فانی“ لوگوں کو جب علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی موجود ہے اور اس کو فنا نہیں تو یہ ”فانی“ لوگ اس فنا کے طلبگار بن گئے جس کو فنا نہیں ہے۔ اس طرح راہ عدم میں قدم رکھا اور سرگرداں بن گئے انہوں نے پاس و ناامیدی کا وہ ورق پڑھا جو پڑھنے کے لائق نہ تھا اور راہ فنا میں الف کی نظر ایسے یگانہ و یکتا ہو گئے کہ اپنا وجود فنا کچھ نہ رہا بلکہ عین فنا میں باقی رہے جو کوئی فنا میں باقی رہے اسے ”بقائے ابد“ کہتے ہیں اسی لئے فقراء کہتے ہیں ہمارے ملک میں درویشی کو زوال نہیں کیونکہ درویشی جو امر سلبی مثنیٰ ہے یہ کوئی ایجابی و اثباتی صورت نہیں رکھتا۔ اثبات کی نفی ہوتی ہے لیکن نفی کی نفی جائز نہیں ہے اور یہ ایک گہرا ہمید ہے جو بمشکل سمجھ میں آ سکتا ہے۔ اعتقاد رکھو کہ آزاد سینے اور قبروں کے ہمید دراصل بھرے ہوئے خزانے تھے اور یہ سب خزانے آنکھوں سے پوشیدہ ہیں اور جو خزانہ تباہ ہو جاتا ہے اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ اس کی دولت برباد ہو جاتی ہے۔

فائدہ: شیخ فرماتے ہیں کہ پیٹ کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو جب گرتا ہے تو دست قدرت میں محفوظ ہوتا ہے
آپ کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے فیہ کی تعریف ”ذکر اولیس“ (اویسی غفرلہ)

جب پیدا ہوتا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا زندہ پیدا ہوگا یا مردہ اگر وہ مردہ پیدا ہوا تو کیا طبعی موت پہنچ کر مردہ پیدا ہوا ہے تو وہ کامل ہوگا ناقص اگر ناقص طور پر مردہ پیدا ہوا ہے تو اس کا لہکا نہ اس کی کمی نقصان کے لحاظ سے دوزخ ہے اور اگر کامل مردہ ہوا تو وہ موت اجتہاد باطنی سے کہ طور پر مردہ ہوگا یا موت اجتہاد ظاہری کے طریقہ پر مردہ ہوگا۔ بصورت اول وہ جنت کے اعلیٰ مائے میں جائے گا بصورت دوم اپنی بلندی کے مبداء و مرکز تک کسی مقام پر ٹھہرے بغیر پہنچ جائے گا۔
 ﷻ: بعض محققین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طلب کرنا چاہیے اور بعض محققین کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ کو طلب نہ کرنا چاہیے۔

فیصلہ: تم ان دونوں اقوال کو باطل و فرسودہ نہ سمجھو بلکہ دونوں کو حق و سچا مانو۔ یہ دونوں باتیں تمہاری نظر میں تم کو ایک دوسرے کے مخالف و نقیض دکھائی نہ دینی چاہیں البتہ یہ دونوں اس وقت باہم مخالف ہو سکتی ہیں جب کہ ایک ہی زمانہ میں ان کا ایک ہی سبب ہو۔

اللہ کو طلب کرنا چاہیے یا نہیں: کا مطلب یہ ہوا کہ اگر طلب نہ کرو گے تو اس کا معطل ہونا لازم آتا ہے اور طلب نہ کرنا چاہیے کا مطلب یہ ہوا کہ اگر طلب کرو گے تو اس سے تشبیہ لازم آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا ان دونوں معانی و صفات سے منزہ پاک اور برتر ہے۔

فیصلہ: اصل یہ ہے کہ تشبیہ تشبیہ دینے والوں کی طرح طلب نہ کرو نیز تعطل رکھنے کی صفت کے ساتھ ترک طلب نہ چھوڑو یعنی اللہ کی طلب اور ترک طلب سے دست برداری نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کسی خاص سمت میں نہیں ہے کہ اس کی طرف حرکت کرو وہ کسی خاص مقام میں بھی نہیں ہے کہ اس مقام کو جا کر پکڑ لو۔ وہ آنے والا بھی نہیں ہے کہ دعا اور گریہ زاری کے ذریعہ اسے اپنے پاس بلا لو۔ وہ دور بھی نہیں ہے کہ اس کے قریب پہنچنے کی کوشش کرو۔ وہ کھویا ہوا بھی نہیں ہے کہ اس کی تلاش کرو وہ کوئی زمانہ نہیں ہے کہ اس زمانہ کے منتظر رہو اور کسی مکان میں نہیں ہے کہ اس مکان کے چکر لگاؤ یہ تمام صورتیں نئی طلب کی ہیں۔

حقیقت: اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اس کے ثبوت کا ایک طریقہ یہ ہے کہ تم خود اپنی اور اپنے اوصاف کی نفی کرو۔ بشریت کے تمام اوصاف کو ترک کرتے ہوئے ملکونیت کی صفات سے کنارہ کشی کر کے تمام اشیاء سے علیحدہ اور بیگانہ ہو جاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ

جس طرح لبس کمنٹلہ شنئی (اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی شے نہیں ہے) اس طرح تمہاری طلب بھی بے مثال و بے نظیر بن جائے یہ صورت ”اثبات طلب“ کی ہے۔

جس کا جی چاہے نخر بہ کر لے لیکن جو کوئی اپنا عکس دیکھنے کیلئے آئینہ صاف نہ کرے تو اس کی طلب کی تکمیل محال و ناممکن ہوگی۔ اسی طرح جو کوئی طلب حق میں اپنے آئینہ دل کو اوصاف شریعت سے صاف نہ کرے وہ ایک امر محال و ناممکن کی تلاش کرتا ہے اور جو کوئی اپنے لوح سینہ کو پاک و صاف نہ کرے یہ کہے کہ وہ راہ وصال میں گامزن ہے تو درحقیقت وہ بیہودہ بکواس کرتا ہے طلب کے معنی یہ نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کا اثبات کر کے اس کا ثبوت بہم پہنچاؤ بلکہ طلب کے معنی یہ ہیں کہ خود کو محو و فنا کر دو۔ طلب اسے نہیں کہتے ہیں کہ اس کیلئے دوڑتے جاؤ بلکہ طلب یہ ہے کہ ”انا“ ”خود“ اور میں کا دعویٰ چھوڑ دو۔ الغرض اپنا آئینہ دل صاف کرو اور جب تمہارا آئینہ صاف ہو جائے گا تو اس میں لازمی طور سے ”وجود“ کا عکس پڑے گا۔

رہ رو باید کہ در رو راست رود وانگہ در راں راہ چوزہ راست بود
کج رو کہ بگویمت ہمیں راست بشنو کج آں باشد کہ بر پئے خواست رود
ترجمہ: طلب گار کو سید می راہ چلنا چاہیے اور اس راہ میں غلیل کے چلہ کی طرح سیدھا رہے۔ کج رو اپنے راستہ کو ٹھیک کہتا ہے۔ اچھی طرح سن لو کج رو وہ ہے جو اپنی خواہشات پر چلتا ہے۔
درجات راہ سلوک: شیخ صوفی رحمہ اللہ نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے کہ اوّل یہ کہ درجات راہ سلوک میں پہلا درجہ علم ہے علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ علم کے بغیر عمل درست نہیں ہوتا۔

دوسرا یہ کہ درجات طریقت میں عمل ضروری ہے کیونکہ عمل کا بغیر نیت کے وجود ہی بیکار ہے۔ تیسرا یہ کہ مراتب درگاہ میں نیت مقدم ہے نیت صحیح در درست ہونی چاہیے کیونکہ صحیح نیت کے بغیر صحیح عمل کے بجائے باطل عمل ہی وجود میں آتا ہے۔

چوتھا یہ کہ مرتبہ صداقت حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ صداقت کے بغیر عشق حاصل نہیں ہوتا۔ پانچواں مرتبہ عشق ہے جس کا حاصل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ ٹھیک طرح توجہ ہو سکے۔ چھٹا مرتبہ توحید ہے جس کا حصول اس لئے ضروری ہے کہ بغیر توجہ کے راہ سلوک نہیں ملتا۔

دور حاضرہ میں پیری مریدی کا دھندل کرنے والے اکثر جاہل اور علم سے کورے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

ساتواں مرتبہ سلوک ہے جس کا حاصل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ سلوک کے بغیر در
حضور بارگاہ کا دروازہ نہیں کھلتا۔

آٹھواں مرتبہ حضور ہے یہ اس لئے ضروری ہے کہ روئے مقصود حاصل ہو جائے۔
فائدہ: مرتبہ سلوک کی ابتدائی منزل یہ ہے کہ دو عالم سے اپنے مقصود کو متعلق نہ کیا جائے کیونکہ کل
شیء ہالک (پودگار کے سوا ہر چیز ہلاک ہو جائے گی) اور ذکر الہی کو اپنا ورد (زبانی یاد) بنایا جائے۔

دباعتی

کارے است ورائے علم رو آنرا باش در بند گھر مباح رو کاں را باش
دل ہست مقام گاہ بگذار و بیا جاں منزل آخرست رو جاں را باش
ترجمہ: علم سے بالاتر ایک کام ہے اس میں مشغول ہو جاؤ موتیوں کی لڑی میں نہ رہو بلکہ موتیوں
کی کان میں چلے جاؤ۔ دل کو مقام و مستقر بنا کر آمد و رفت کرتے رہو اور منزل آخرت کو پہچان کر
اس کی فکر کرو۔

عمر: تمہارے لئے ایک راستہ مقرر کیا گیا ہے جو بہت ہی باریک اور بڑا ہی طویل ہے اور تم کو
جو عمر دی گئی ہے وہ بہت قلیل اور باریک ہے نیز تم کو اس تھوڑی سی عمر میں اس طویل
راستہ پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے سب دنیا اگر چہ تاریک ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ دنیا تاریکیوں
سے پر ہے لیکن اس تاریکی میں تمہارے لئے عنایت الہی سے ایک ماہتاب طلوع کر دیا گیا ہے
اللہ تعالیٰ نے ابتداء مخلوقات کو تاریکی میں پیدا کیا لیکن پھر اپنے نور کا ان پر چھڑکاؤ کیا۔ (اس کے
متعلق حدیث مع شرح فقیر نے فیوض الرحمن ترجمہ روح البیان پ امیں لکھی ہے)

”اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِهِ“۔ زمینوں اور آسمانوں میں
اللہ ہی کا نور جلوہ گر کر رہا ہے اور تمام زمینیں اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہیں۔

اختیاء: اے سالک! اٹھو دوڑو اور اس ماہتاب کو حرز جان و غنیمت سمجھ لو اپنی اس قلیل عمر میں خود کو
گزشتہ جان کر مردہ یقین کر لو اور اگر مردہ یقین کرنے کی ہمت نہ ہو تو مرنے والا لازماً یقین کر لو
اور یہ شعر دل سے پڑھتے رہو۔

جانی است ہر آئینہ بخواہد رفتن
اندر غم عشق تو رود اولے تر

ترجمہ: جان ایک دن لازماً چلی جائے گی اس صورت میں تم غم عشق میں تیز رفتاری کرو تو بہتر ہے۔ لیکن غافل اور بے فکر بستر غفلت میں پڑا خوش آئند خواب میں مسرور ہے اور یہ نہیں جانتا کہ محبت کا دعویٰ کس نے کیا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ مدعی محبت رات کو محبوب کے پاس سوتا نہیں اسے ذرا لگا رہتا ہے کہ کہیں اس کو چھوٹے مدعیوں کے دفتر میں نہ لکھا جائے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو کوئی ہماری محبت کا مدعی ہو اور پھر رات کے وقت وہ ہم سے غافل ہو کر سو رہے تو وہ کذاب اور جھوٹا مدعی ہے۔

سوالات وجوابات

سوال: جب کوئی سر جائے اور اس کی جان اس کے جسم سے نکل جائے تو وہ پھر اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس وقت اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے جب کہ اس کا نام زندگی میں حیات طبعی ہو۔ یہ حیات طبعی اپنے مرجع کو پہچانتی ہے اس کے حجابات کو جانتی ہے اور اس کے عواقب و علاق سے واقف رہتی ہے پھر اس دنیا کا عشق اس میں ظاہر ہو کر اس کے شوق کا معین و مددگار ہوتا ہے جس کی وجہ سے جمیع حجابات اٹھ جاتے ہیں۔

یہ تمام واقعات سے گزرتی ہوئی تمام موجودات سے بلند ہو کر اپنے خالق کے سامنے پیش ہوتی ہے۔ جہاں پر وہ گاراس کو اس کے مقام پر جیسے کہ اس نے عمل کئے تھے بھیج دیتا ہے اور مرگ طبعی سے پہلے ہی مرگ حقیقی کو موت آجاتی ہے لیکن جب کوئی مندرجہ بالا عمل کی طرح زندہ رہا ہے اور اسی طرح وفات پائے تو وہ اپنی اصل کی طرف لوٹتا ہے جہاں وصل کی لذتوں سے محظوظ و سرشار رہتا ہے۔

سوال: دنیا کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوائے جو کچھ ہے ایسے ہی حق کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دنیا ہے تمہارا نفس تم سے قریب ہے وہ دنیا ہے آج کی دنیا تمہارے نفس سے نزدیک ہے اور کل کے دن آخرت کی دنیا کل ہوگی جسے اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔

امروز پری و دی ہے و فردا

ہر چار کیے بود تو فرد آ

ترجمہ: آج کل پرسوں اور گزشتہ کل یہ سب دن ایک ہو جائیں گے اور تو تہیابوگا۔

تمہارہ جانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔
 ”وَلَقَدْ جَعَلْنَا قُرَادًا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ“ ہم تم کو ایک ایک کر کے تمہاری
 طرح بنائیں گے جس طرح تم کو پہلی مرتبہ ایک ایک کر کے پیدا کیا۔

لفظہ: نتیجہ ظاہر ہے کہ وہاں بے یار و مددگار تمہا ہوں گے تو یہاں پہلے ہی سے تمہا کیوں نہیں ہو
 جاتے تاکہ خوش نصیبی حاصل کر سکو اس کی صورت یہ ہے کہ دنیا جو نفس کا گھر ہے جس میں آلات
 جنگ کھلے اور اسباب جنگ تیار رکھے ہیں اور اپنے اس گھر میں خود کو قوت کے ساز و سامان سے
 پس اور اپنے دوستوں کی مدد سے تیار ہے۔

ہاں تمہاری روح جو اس دنیا میں اپنے دوستوں سے خود کو علیحدہ کیے ہوئے اپنے
 مرکز سے دور ہے کیسے کچھ کر سکتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی
 (حقیقی) مدد ساتھ نہیں ہوتی اس وقت تک کوئی کام تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی مدد کب اور کیسے ملتی ہے؟

جواب: جس کیلئے مقرر کر دی گئی ہے اور جو مدد کے خواہاں ہوتے ہیں ان کی اسی وقت مدد کی جاتی
 ہے کسی نے پوچھا۔

سوال: اللہ کی صفت جواد مطلق ہے کیا اس کا فیض دائم الوجود اور ہمیشہ نہیں ہے۔

جواب: فیض اور فیض دینے والے (اللہ تعالیٰ) میں کوئی تفاوت نہیں ہے بلکہ فیض قبول کرنے
 والے بندے اور اس کے قبول کرنے میں تفاوت و فرق ہے یعنی جس میں جتنی قوت ہوتی ہے وہ
 اتنا ہی فیض قبول کر لیتا ہے۔

سوال: آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فیضان و بخشش میں کوئی تفاوت نہیں بلکہ جو کچھ فرق ہے وہ
 قابل اور قبول کرنے والے میں ہے یہ فرق ہم کس طرح جان سکتے ہیں۔

جواب: یوں کہ جس طرح پتھر اور مٹی میں فرق ہے حقیقت یہ ہے کہ ایک میں مادہ صاف ہوتا ہے
 اور دوسرے میں میل و کجیل جس میں مادہ صاف ہوتا ہے وہ بغیر کسی واسطہ کے قبولیت کی قوت رکھتا
 ہے جیسے ارواح انبیاء اور وہ مادہ جو اصل میں صحیح ہے لیکن اس میں میل کجیل مل گئی تو ایسا مادہ قبولیت
 کیلئے ایک واسطہ چاہتا ہے وہ واسطہ انبیاء، اولیاء، حکماء، اور علمائے کاملین کا ہو یا مجاہدہ و ریاضت کا
 اور وہ مادہ جو بالکل مکدر ہوتا ہے وہ کسی طرح سے بھی قبولیت کی قوت نہیں رکھتا بعض لوگ اگرچہ

تقليد قبول کر لیتے ہیں لیکن حقیقت تک نہیں پہنچتے۔

سوال: جن کا مادہ مکدر ہوتا ہے وہ اپنے اختیار و ارادہ قلبی سے کام کرتے ہیں یا نہیں؟

جواب: بے اختیار و بے ارادہ درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا اور زمین سے گھاس تک نہیں نکلتی تو پھر حضرت انسان کے لئے بلا ارادہ کام تخلیق و ازل میں کیا حکمت تھی کہ بعض کو مادہ صاف اور خالص اور بعض میں مادہ مکدر ملاوٹ والا عطا کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اسی لئے کسی مخلوق کو کیوں اور کیسے کہنے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ اس نے خود ہی فرما دیا ہے۔ (لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون اللہ تعالیٰ کے امور میں سوال نہیں کیا جاتا ہاں بندے اپنے کاموں سے سوال کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ازل میں شایان قرب و کرامات دیکھا دیا ہی وجود میں آیا اس میں کسی قسم کا کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہے اے سالکوا! اس معاملہ سے ہاتھ اٹھاؤ اور پائے ہمت فلک پر لے جاؤ۔

رباعی

دنیا نہ خوش است رو بہ عقبی خوش باش

آخر کہ ترا گفت بد دنیا خوش باش

در ہمت عالیت بر آید روزے

بگذر تو ہر دو را ببولی خوش باش

ترجمہ: اگر دنیا میں جی نہیں لگتا تو عقبی کے کام کر کے ہی خوش رہو تم سے کس نے کہا کہ دنیا میں خوش رہو۔ اگر تم میں ہمت عالی ہے تو دونوں جہانوں میں سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کو خوش کر لو۔
فائدہ: ۱۔ خاتم دنیاوی مرادیں حاصل کر کے خوش ہوتا ہے۔

۲۔ مقصد درمیانی راہ چلنے والا مراد عقبی کے حصول سے مسرت حاصل کرتا ہے۔

۳۔ مشتاق رضا کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وصول سے سرور و شادان ہوتا ہے۔

سوال: دنیا کے متعلق تو آپ نے بیان کر دیا فرمائیے کہ دین کیا چیز ہے؟

جواب: ظالموں کے لئے دین یہ ہے کہ گناہوں سے بھاگیں اور اطاعت میں مشغول ہو جائیں۔
اور متوسط درجہ کے لوگوں کا دین یہ ہے کہ امور دنیاوی سے علیحدہ رہیں اور عقبی میں آرام

کریں اور سبقت لے جانے والوں کا دین یہ ہے کہ غیر اللہ سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کو دوست بنالیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْجُبُونَ۔

ترجمہ: تم اللہ اللہ کہتے رہو اور ناکارہ لوگوں کو ان کے غور و خوض کے میدان میں مشغول رہنے دو۔ سوال: اس بیان سے تو دین کئی قسم کا ہو گیا؟

جواب: دین ایک ہی ہے جس میں کسی قسم کا فرق نہیں ہاں جو فرق نظر آتا ہے (وہ دین کا فرق نہیں) بلکہ لوگوں کا فرق ہے بہر حال دین ایک ہی ہے اور بظاہر ان تینوں وجوہ کا سبب ظاہر کرنا ہے لیکن باطن کے جاننے والے جانتے ہیں ”فَاَیْنَمَا تَوَلَّوْا فَمُؤَدَّ وَجْهِ“ تو جدھر منہ کرو گے ادھر اللہ موجود ہے۔ سوال: شریعت و طریقت کو ہم ایک کس طرح سمجھیں؟

جواب: جیسے تم اپنی جان و تن کو ایک سمجھتے ہو اسی طرح یقین کر لو کہ طریقت دراصل شریعت کی جان ہے۔

سوال: جب اللہ تعالیٰ ہی اللہ ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں تو امر و نہی کس کے لیے ہے؟

جواب: اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْر۔ امر صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اپنے احکامات کی تعمیل کے لئے اس نے (امر) حکم دیا ہے اور مخلوق کو منہیات اور برے کام کرنے سے روکا ہے میں بہ نہیں کہتا کہ برائیاں موجود نہیں بلکہ یہ کہتا ہوں کہ اچھے اور برے دونوں موجود ہیں اور سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے پس ہمدوست (سب کچھ وہی ہے)

۱۔ اس میں دو حاضرہ کے بعض جاہل پیروں کا رو ہے جو مریدین کو پھنسانے کے لئے کہا کرتے ہیں شریعت اور طریقت چیزے دو کا حول ولاقوۃ الا باللہ۔ (اویسی غفرلہ)

۲۔ دیوبندی کا ترجمہ مع اضافہ ملاحظہ ہو ”اہل تصوف کہتے ہیں کہ اللہ ہی اللہ ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں جیسے کسی شاعر نے کہا کبھی حق ہی حق ہے نہ میں ہوں تو ہے۔ انا انت کی لغویہ گفتگو ہے۔

ترجمہ: اخبار الاخیر مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کراچی میں بھی وحدۃ الوجود ہے اس کی تفصیل یہی ہے پس ہمدوست سب کچھ وہی ہے۔ (اویسی غفرلہ)

تہرہ اویسی غفرلہ:

مسئلہ وحدۃ الوجود ایک دقیق بحث ہے اسلاف صالحین اور پھر امام احمد رضا محدث بریلوی سے جملہ کا مدیو بند وحدۃ الوجود کو حق سمجھتے ہیں وہابیہ غیر مقلدین اور مودودی اور بعض دیوبندی ابن تیمیہ کی تقلید سے کفر تک پہنچے ہیں۔ فقیر اویسی غفرلہ کی اس موضوع پر متعدد تصانیف ہیں امام العارفین والکاشفین سیدنا ابن العربیؒ کے معتقدین نے اس موضوع پر بہت کام کیا ہے۔ سید محمد علی شاہ صاحب گڑوی اور حضرت خواجہ خواجگان پیر غلام فرید کوٹ مفسن قدس رہا نے اپنے دور میں اس پر بہت کام کیا۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کا مسلک بھی وحدۃ الوجود تھا۔

سوال: دین کے متعلق ہم نے معلوم کر لیا اور دنیا کو بھی سمجھ لیا کہ وہ کیا ہے لیکن فرمائیے جنت و دوزخ کیا ہے؟

جواب: جنت و دوزخ تمہارے اعمال ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے۔ ”فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ“ جو کوئی ذرہ برابر اچھائی کرے گا اس کو دیکھے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا اس کو دیکھے گا۔ تمہارے دنیاوی اعمال قیامت میں صورت بن کر تمہیں دکھائے جائیں گے اگر تم نے اچھے کام کئے ہیں تو وہ کل قیامت میں عمدہ اور بہترین صورتوں میں تمہارے سامنے لائے جائیں گے اگر خدا خواستہ برے کردار ہیں تو بری اور ڈراؤنی صورتوں میں دکھائے جائیں گے۔

سوال: راہ کسے کہتے ہیں اور منزل کیا چیز ہے؟

جواب: تم نے بہت پر اسرار سوال کیا ہے اور یہی راز جملہ طالبان راہ کو درکار ہے اس کو جواب اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر بیان نہیں کیا جاسکتا اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ”أَمِنْ يَجِيبُ الْمَضْطَرَّ إِذَا دَعَا“ یادہ جولا چار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی۔

یہ وہ موتی ہے جسے پرونے سے دنیا کے تمام عقلا و حکماء عاجز رہے اسے اقوال و الفاظ کے ذریعہ پرویا نہیں جاسکتا اس کے بیان کے لئے زبان حال درکار ہے جس کے بیان کو حال کے کان سن سکتے ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا تو کم از کم کہنے اور سننے والا دل ہونا چاہیے اور ہم تم ایسے نہیں ہیں اور یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ لیاقت کے فقدان کے باوجود اس کو بیان کریں یا سننے کی خواہش کریں اس میں بہتر یہی ہے کہ ایسے بھید کہنے سننے سے ہی انکار کر دیں۔

سوال: اگر پورا کہنے میں دقت ہے تو کم از کم اس میں سے تھوڑا سا ہی بیان فرما دیجیے تاکہ اسے سن کر دل کا اضطراب جاتا رہے اور جان مایوس نہ ہو۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی مدد و اجازت سے ہم بیان کریں گے لیکن تم کوئی راہ منزل دریافت کرتے ہو منزل اہل شریعت یا منزل در راہ اہل طریقت؟

سوال: ہر دونوں کے متعلق عرض ہے۔

جواب: اہل شریعت کی منزل و راہ یہ ہے کہ جان و مال کو خرچ کر کے جنت میں داخل ہو جانا چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَّهُمْ

الْجَنَّةَ۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے۔ اور اہل طریقت کی منزل و راہ یہ ہے۔

وَتَبْتَئِلُ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا۔ (اور سب سے ٹوٹ کر اس کے ہو جاؤ) یعنی دل و جان اس کے حوالہ کر دینا اور ”إِنِّ إِلَيْكَ الْمُنتَهَى“ ”منتهی و مرکز پروردگار ہی ہے کے پیش نظر اعلائے وحدت کی چوٹی تک جا پہنچنا اور میں درویش تجھ سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تو مسافر ہے اور دوسرے مقیم ہیں مسافر شریعت کو نیت اقامت جائز نہیں اس لئے کہ مسافر شریعت عمل و ملکیت کی طرف توجہ نہیں کر سکتا اور مسافر طریقت کی توجہ مالک الملک کی طرف ہوتی ہے۔

سوال: مالک الملک کہاں ہے تاکہ اس طرف دل کا رخ کیا جائے۔

جواب: وہ کون سا مقام ہے جہاں وہ نہیں ہے تم جدھر منہ کرو گے وہاں وہ موجود ہے جواں مرد وہ ہے جو دنیا و آخرت کے مقررہ حصہ سے دست برداری کر کے نفسانی خواہشات سے بھی آگے بڑھ جائے جہاں رہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہے جہاں جائے اللہ تعالیٰ کی جانب رخ کئے رہے جو کچھ کہے کہے جو کچھ چاہے اس سے چاہے بلکہ خود اس کو ہی چاہے ہرگز ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ تم سے دور ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم اس میں محو ہو جاؤ گے تو دروازہ کھل جائے گا اور یہ وہ دروازہ ہے جسے کسی نے کھولا نہیں ہے تم پر کھولا جائے گا پھر تم کو تمہارا مقصود دکھایا جائے گا۔

سوال: جس نے اللہ کو دیکھا ہو وہ مجھے دکھا دو؟

جواب: اسے اس نے دیکھا ہے جو آنکھ والا ہے نہیں نہیں بلکہ اس نے دیکھا ہے جو بے دیدہ ہے۔

تادیدہ بود دیدہ کجا آید دوست خواہی کہ شود بروں آئی ز پوست
آن دیدہ و بدنی جو تو بگذشتی دانی کہ کسے نیست بہ بنی ہمہ اوست

ترجمہ: تادیدہ دیدہ ہو جائے اے دوست یہ کیسے ہو سکتا ہے اور اگر دیدہ و رہنا چاہتے ہو تو اپنی کھال نکال کر الگ ہو جاؤ پھر جب اس دیکھنے والی ظاہری آنکھ سے دور ہو جاؤ گے اس وقت تم کو معلوم ہوگا کہ کوئی ایسا نہیں جسے تو دیکھے بس اللہ تعالیٰ ہی اللہ تعالیٰ ہے۔

سوال: یہ معنی سخت مشکل ہیں سمجھ میں نہیں آتے؟

جواب: معانی جزئیہ محسوسہ کے ادراک کی قوت (وہم) کے حتم ہوئے بغیر یہ معنی سمجھ نہیں آ سکتا کیونکہ وحدت الہی مطلق ہے اور وحدت نقش و صورت سے مقدس و منزہ ہے اور معانی جزئیہ محسوسہ

کے اور اک کی قوت جسے وہم کہتے ہیں یہ نقش پر بر صورت انگیز ہے اور وحدت و کثرت دونوں باہم ضد ہیں اور دو مخالف و متضاد چیزیں کبھی یک جامع نہیں ہوتیں اسی مطلب کو امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا ہے: من عبد ما یدخل فی الوهم فهو کافر حتی یعبد ما لم یدخل فی الوهم، جس نے قوت وہم میں داخل ہونے والی چیز کی عبادت کی وہ کافر ہے تا آنکہ اس کی عبادت کی جائے جہاں قوت وہم داخل نہیں ہو سکتی یہ وہ مقام ہے جسے واضح طور پر بیان کرنے کی کسی کو ہمت و طاقت نہیں سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ چاہے یہ راستہ اس قدر نازک و باریک اور رات اس قدر سیاہ اور تاریک ہے اس کے باوجود تم سورہے ہو اور کہتے ہو میں حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہوں افعال و کردار کو کام میں لاؤ آگے نہ بڑھو اقبال مندی کو سامنے رکھو تا کہ کل قیامت میں تمہارے اعمال کا اچھا بدلہ مل سکے اس سے معلوم ہو کہ جناب والا کا کیا مذہب ہے۔

”يَوْمَ تَبْلَى السَّارَاتُ فَمَالَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ“۔ روز محشر تمام راز کھل جائیں گے اس وقت کوئی قوت اور مددگار کام نہ آئے گا۔ (یہ عمومی حکم ہے اس سے شفاعت کی نفی نہیں)۔

سوال: اللہ تعالیٰ پردہ پوش ہے کل قیامت کے دن کیا وہ انسان کی پردہ دری کرے گا؟
جواب: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

”مَنْ أَلْفَى جُلُبَابَ الْحَيَاءِ فَلَا غَيْبَةَ لَهُ“ جس نے لباس حیا پھینک مارا اس کی غیبت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

فائدہ: اس حدیث شریف میں تمہارے سوال کا مکمل جواب موجود ہے اگر سمجھ گئے ورنہ یقین کر لو کہ کل روز قیامت اس دنیا کے مخالف کا روائی ہوگی ظاہر باطن بن جائے گا اور باطن ظاہر کی صورت میں ظاہر ہو جائے گا اور پر کی چیز کو نیچے اور نیچے کی چیز کو بلند و بالا کیا جائے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے روز محشر ظالموں کا حشر چیونٹیوں کی شکل میں ہوگا اسی لئے اپنے باطن کو خالص توبہ کے ذریعہ آراستہ کرو تا کہ میدان قیامت میں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے کیونکہ دنیا کی رسوائی سے آخرت کی رسوائی زیادہ سخت اور بری ہے۔

سوال: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الموت کفارة موت کفاه ہے جب موت کے ذریعہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے تو آخرت کی رسوائی کے کیا معنی؟

جواب: بعض گناہ وہ ہیں کہ موت سے ان کا کفارہ ہو جاتا ہے بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں کہ قبر میں

طویل عرصہ تک رہنے کے بعد اس کا کفارہ ہو جاتا ہے بعض گناہ وہ ہیں کہ عذاب قبر کے ذریعہ اس کا کفارہ ہو جاتا ہے بعض گناہ وہ ہیں کہ جب تک دوزخ میں نہ جائے آتش دوزخ اسے نہ جلانے اس کا کفارہ نہیں ہوتا آخری کفارہ سے کوئی فائدہ نہیں۔

فائدہ: جو انمرد پر لازم ہے کہ اس دنیا سے وہ نور اپنے ساتھ لے جائے جو آتش دوزخ کو بالکل ٹھنڈا کر دے اس لئے اے مسلمان اس دنیا میں اچھے کام کرتا کہ اچھے کاموں کے نور کے ذریعہ تم پر دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو سکے۔

سوال: دنیا کی بھوک اور افلاس کی آگ میں پھنس کر دوزخ ہمارے مقدر میں ہوگی ہے؟ اس کا علاج کیا ہے؟

من سوختہ ام باتش بریانی
مرسوختہ را دوبارہ بزیاں نہ کنند

ترجمہ: میں آتش بریانی (ایک قسم کا کھانا) میں جل گیا ہوں اور قاعدہ یہ ہے کہ جلے ہوئے کو دوبارہ نہیں جلاتے۔

جواب: آتش بریانی پلاؤ زردہ اور عمدہ غذا کی طلب میں جینا کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتا بلکہ آتش جانی (عشق) میں سوختہ ہونا اور جل جانا چاہیے۔

فائدہ: یاد رہے کہ آگ کے جلے ہوئے کو آگ جلدی سے پکڑ لیتی ہے اور سوختہ آتش عشق وہ لوگ ہیں جن کے دیدار ہی سے آتش دوزخ خود ٹھنڈی پڑ جاتی ہے۔

سوال: آتش دوزخ کو درویشوں سے کیا سروکار؟ دوزخ تو متکبر اور فرعون جیسی صفت کے لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ”الْفَارُ مَغْوِی الْمُتَكَبِّرِین“ متکبر لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

جواب: درویشوں سے آتش دوزخ کو کوئی دوستی اور دشمنی نہیں آگ کی کیا طاقت ہے کہ ان کو کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچائے درویش جب جنت دنیوی ہی نہیں رکھتا تو آتش دوزخ اس کے پاس کہاں سے آئے گی فقر کس کے پاس ہے اور فقری کہاں ہے فقر چہرہ کی سیاہی ہے فقیر کو دنیا کی سیاہ روٹی سے علیحدہ رہنا چاہیے تاکہ اس سرے سینہ میں فقر کی جلوہ گری ہو جائے نیز اسے پوشیدہ صفات کا حامل ہونا چاہیے تاکہ فقر کا جمال اس کی رونمائی کر سکے اور افلاس محتاجی کے متعلق تو صاف حکم ہے۔

کا دالفقر ان یکون کفراً

فقر اور افلاس قریب ہے کفر تک پہنچا دے۔

سوال: جو درویش کی طرح کی صفت میں ہو کیا وہ درویش ہے؟

جواب: ہرگز نہیں ہر فقیر کو درویش نہ کہو اور نہ ہر کمتر کو حقیر سمجھو کیونکہ صفات دراصل عدم امکان میں پوشیدہ ہیں جیسا کہ مولانا نصیر الدین نے عدم قوی و قوت کا شکر مولانا شمس الدین سبزی سے اس طرح بیان کیا ”الْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی عَدَمِ الْاِمْکَانِ“۔ عدم امکان پر تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور فارسی زبان میں یوں کہا:

مبادا کہ آدمی راناخن انگشت دراز شود کہ اگر ناخن خود را از بند خواہد کہ شکم برادر مسلمان پارہ کند۔
ترجمہ: کوئی آدمی اپنے ناخن بڑے نہ رکھے اگر وہ اپنے ناخن بڑے بڑے دیکھے گا تو ان سے اپنے مسلمان بھائی کا پیٹ پھاڑ ڈالے گا۔

فائدہ: اب بتاؤ کہ فقر کی کس میں قوت ہے حقیقت یہ ہے کہ برسوں تک کسی چیز پر صبر کر لینا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ فقر کے ساتھ صبر کیا جائے با امکان فقر اظہار فقر کے لئے پیغمبری قوت و طاقت درکار ہے اور فقر اختیار کرنے میں بڑا عیب یہ ہے کہ اس سے فخر پیدا ہوتا ہے۔
سوال: کیا فخر و غرور ہر حال میں بڑا ہے۔

جواب: فقر ایک معدوم چیز ہے شے کے وجود پر فخر و غرور کرنا مذموم اور برا ہے اور معدوم شے پر فخر و غرور کرنا قابل ستائش و عہد بات ہے اسی لئے حضور رسول ﷺ نے دنیا و آخرت کے مالک نہ ہونے کے باوجود کسی شے پر فخر نہیں کیا اور جب فقر کا معاملہ درپیش ہوا تو ارشاد فرمایا ”الْفَقْرُ فُخْرِي“ مجھے اپنے فقر پر فخر ہے۔

۱۔ دنیا و آخرت کے مالک حضور سرور عالم ﷺ کی شان ہے۔ اقبال الدین ابن دینوی مفتی محمد شفیع کراچی نے ہی ترجمہ کیا اور خوب اہلسنت یہی چاہتے ہیں امام احمد رضا محدث بریلوی بیہودہ نے فرمایا: ”مالک کو نین ہیں گویا سچے کہتے ہیں، دونوں جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں“ متعصب دیوبندی فاضل مترجم اخبار الاخیار نے اس کا ترجمہ یوں کیا۔ دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں اور خوبیوں کو حاصل کر لینے کے باوجود کسی چیز پر فخر نہ کیا مطبوعہ ہبلنگ کراچی۔ تیسرہ ایسی غفلت اس ترجمہ میں صرف حصول سے مالک ہونا ثابت نہیں ہوتا اور یہی مسلک دیوبند جان ہے جیسا کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا کہ ”جس کا نامہ یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں“ یہی عقیدہ طحاہ ہے مسلمانوں کا عقیدہ دوسری ہے جو شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں اشارۃ اور دیگر تصانیف میں صراحت لکھا ہے کہ حضور ﷺ ہاذاں الہی و عطا یہ جملہ عالمین کے مالک و مختار ہیں اس عقیدہ کے ذلال تو امام اہلسنت شاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تصانیف مبارک میں بکثرت ہیں ان کے فیض سے فقیر ایسی غفلت نے ایک تصنیف ”مختار الکل لختار الکل“ لکھی ہے یہاں مختصراً عرض ہے سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مرد کو چار غورنوں سے نیکار کرنے کی اجازت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

قاضی حمید الدین ناگوری عید

آپ کا نام محمد بن عطاء ہے ہندوستان کے قدیم مشائخ میں سے علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے اگرچہ حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مصاحب تھے لیکن سلسلہ سہروردیہ سے آپ کو نسبت تھی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے اپنے خطوط میں خود لکھا ہے کہ ہندوستان میں میرے خلفاء میں سے قاضی حمید الدین ناگوری بھی میرے ایک خلیفہ ہیں۔

سماع کا شوق: آپ کے مسلک میں وجد و لہجہ سماع کو غلبہ تھا سماع کے آپ بہت شوقین تھے آپ کے زمانہ میں آپ کی طرح کسی اور کو سماع کا اتنا ذوق و شوق نہ تھا علمائے زمانہ وقت نے آپ کے خلاف ایک مقدمہ تیار کر کے بادشاہ کو دیا آپ کے شیخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کو بھی سماع کا ذوق و شوق بہت زیادہ تھا علمائے زمانہ نے آپ کے (پچھلے صفحہ کا تیسرا حاشیہ) بحثی ہے لیکن حضور سرور عالم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے اذن و عطاء سے سیدنا علی المرتضیٰ کو سیدہ فاطمہ کی زندگی تک دوسرے نکاح سے منع فرمادیا۔

حضرت سوربن خرمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ منبر پر تھے اور فرما رہے تھے کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ وہ اپنی لڑکی کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب سے کر دیں۔ آپ نے نہیں مرتبہ فرمایا کہ میں ان کو اجازت نہ دوں گا سوائے اس صورت کے کہ علی المرتضیٰ میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور بنی ہشام کی بیٹی سے نکاح کریں، میری بیٹی میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو شے اس کو ناپسند ہے وہ مجھے ناپسند ہے جو چیز اس کو ایذا دے گی وہ مجھے ایذا دیتی ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۶۶۹ ج ۲)

فائدہ: جب حضور نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسری شادی سے منع فرمایا تو آپ نے حضور سے یہ عرض نہیں کیا کہ یا رسول اللہ جب اللہ تعالیٰ نے چار شادیوں کی اجازت دی ہے کہ فاطمہ کو ماطاب لکھ من النساء متنی و ثلاث و ربع تو آپ کیوں منع فرما رہے ہیں صرف اس لئے عرض نہیں کی کہ جانتے تھے حضور ﷺ کو احکام خداوندی میں تبدیلی کا اختیار ہے کہ جب چاہیں اپنے خصوصی اختیارات سے کوئی حکم کسی سے ساقط کر دیں۔

اپنے رشتہ داروں کو ہشتی بنا دیا:

کئی کو کیا حرات کہ وہ اپنی تمام برادری اور رشتہ داروں کو ہشتی بنا دے لیکن حضور سرور عالم ﷺ کا اختیار ملاحظہ ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص دوزخ میں داخل نہ ہو گا جس نے میرے خاندان میں شادی کی، یا میں نے اس کے خاندان میں شادی کی، ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میں اپنی امت میں سے کسی کی شادی اپنے خاندان میں نہ کروں اور میں اپنی امت میں سے کسی کے خاندان میں شادی نہ کروں مگر وہ میرے ساتھ جنت میں ہو، اللہ تعالیٰ نے میرے اس سوال کو پورا فرمادیا۔ (خصائص کبریٰ ص ۶۷۰ ج ۲)

و بعد تو اجد پر فقیر کا مستقل رسالہ ہے اس میں تفصیل دیکھئے ۱۲۔

خلاف بھی تعلق شاہ کے حضور میں مقدمہ پیش کرتے ہوئے وہ محضر بھی پیش کیے جو قاضی حمید الدین کے خلاف پہلے لوگوں نے پیش کئے تھے۔ (آپ کی پیدائش ۵۱۵ھ اور وفات ۶۲۵ھ میں ہوئی) اضافہ اولیٰ غفرلہ

تصانیف: قاضی حمید الدین کی تصانیف بہت زیادہ ہیں عشق و مستی کی زبان میں گفتگو کرتے تھے ”طوال شمس“ آپ کی مشہور تصنیف ہے جس میں اسمائے الہی کی تشریح کی ہے اور بہت اونچی باتیں بیان کی ہیں جو دل پر زیادہ موثر ہیں علوم شریعت و حقیقت میں کامل تھے ظرافت و خوش طبعی کا وجہ سے کبھی کبھی اپنے دوستوں سے مزاح بھی کرتے تھے۔

حکایت: بعض مورخین کا بیان ہے کہ ایک دن قاضی حمید الدین، شیخ برہان الدین مشہور زمانہ قاضی کبیر اور دوسرے احباب گھوڑوں پر سوار جا رہے تھے قاضی صاحب جس گھوڑے پر سوار تھے وہ پستہ قد اور نو عمر تھا۔ دوسرے گھوڑوں کی برابری نہیں کر سکتا تھا قاضی کبیر نے قاضی حمید الدین ناگوری ﷺ سے کہا آپ کا گھوڑا بہت ہی چھوٹا ہے جس کے جواب میں قاضی صاحب نے کہا لیکن کبیر (بڑے) سے بہتر ہے۔

فائدہ: قاضی صاحب کو شیخ فرید الدین گنج شکر سے بڑی محبت تھی۔

حکایت: فوائد الفوائد (مصنفہ میر حسن، ہلوی) شیخ فرید الدین کے ذوق کی ایک چھوٹی سی حکایت لکھی ہے کہ آپ نے سماع کی خواہش کی تاکہ قوالی سنیں لیکن اتفاق سے اس وقت قوال موجود نہ تھے تو آپ نے حضرت بدر الدین اسحاق ﷺ سے کہا قاضی حمید الدین ناگوری نے جو خط بھیجا ہے وہ لے آؤ بدر الدین گئے اور وہ بیگ جس میں بہت سے خطوط تھے اٹھالائے اور شیخ کے سامنے رکھ کر اس میں ہاتھ ڈالا سب سے پہلے انہیں قاضی صاحب کا خط ملا۔ انہوں نے شیخ کی خدمت میں پیش کر دیا جس پر شیخ فرید الدین نے حکم دیا اسے کھڑے ہو کر پڑھو چنانچہ بدر الدین اسحاق نے خط پڑھنا شروع کیا جس میں لکھا تھا فقیر، حقیر، کمزور ناتوان حمد عطا جو درویشوں کا غلام ہے اور ان کی خاک قدم کو اپنے سر اور آنکھوں سے ملتا ہے بدر الدین اسحاق نے ابھی اتنا ہی مضمون خط پڑھا تھا کہ شیخ گنج شکر پر ذوق و وجدان کی حالت طاری ہوگی پھر خط کی یہ رباعی بار بار پڑھی۔

رباعی

آن عقل کجا کہ در کمال تو رسد آن روح کجا کہ در جلال تو رسد

۱۔ دیوبندى اقبال الدین مترجم اخبارالایثار نے کہا کہ تعلق نے فوج نظام الدین کو سماع کی اجازت دے دی تھی اس لئے کہ آپ شرائط مقررہ سے محفل باع مقرر فرماتے جن میں خاص حضرات شامل ہوتے۔

گیرم کہ تو پردہ بر گرفت ز جمال
آن دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد
ترجمہ: وہ عقل کہاں سے لاؤں جو تیرے کمال تک پہنچ سکے وہ روح کہاں سے لاؤں جو تیرے
جلال تک رسائی کر سکے میں مانتا ہوں کہ تو نے اپنے جمال سے پردہ اٹھالیا ہے لیکن قوت دید کہاں
سے لاؤں جو حقیقت جمال تک رسائی کر سکے۔

ہذا: قاضی صاحب کا مزار خواجہ قطب الدین دہلوی قدس سرہ کے پائیں اور ایک چبوترہ پر ہے۔
فائدہ: مورخین کہتے ہیں کہ آپ نے خواجہ قطب الدین کے پائیں میں ان کی عظمت کے مد نظر
ان کے مزار سے اپنا مزار نیچا رکھنا چاہا لیکن آپ کی اولاد کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اور انہوں نے آپ
کے مزار کا چبوترہ خواجہ قطب الدین کے مزار سے اونچا تعمیر کر دیا۔

حکایت: حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے فرمایا اس شہر میں حمید الدین ناگوری رحمہ اللہ نے
سماع کا مکہ بٹھایا اور جب قاضی منہاج الدین جو رجائی شہر کے قاضی مقرر ہوئے تو چونکہ وہ خود
تو الیاں سنتے تھے اسی لئے کار سماع کو بہت زیادہ تقویت پہنچی۔ حمید الدین ناگوری رحمہ اللہ سے ان کا
مخالف گروہ سخت برہمی اور عداوت رکھتا تھا اور ناگوری رحمہ اللہ اپنے مسلک سماع پر ثابت قدم اور مصر
تھے جس پر قاضی شہر نے فیصلہ دیا کہ بحیریوں نے قاضی حمید الدین ناگوری سے خواہ مخواہ جھگڑا کیا
ہے (یعنی فیصلہ حضرت ناگوری رحمہ اللہ کے حق میں کر دیا)۔ اویسی غفرلہ

اس کا اثر یہ ہوا کہ مولانا اشرف الدین بحیری شیخ ناگوری سے کبیدہ خاطر اور رنجیدہ ہو گئے
مولانا اشرف الدین بحیری کی علالت کے زمانہ میں قاضی حمید الدین ناگوری درویشوں کی صفائی
قلب کے پیش نظر ان کی عبادت کو گئے مولانا بحیری کو اطلاع دی گئی کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمہ اللہ
تشریف لائے ہیں مولانا بحیری نے کہا اچھا وہ آئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو معشوق کہتے ہیں میں ان
سے ملنا نہیں چاہتا اس وقت مولانا بحیری کے پاس مشہور شاعر امیر حسن بیٹھے تھے انہوں نے کہا
معشوق سے مراد محبوب ہے سلطان المشائخ کہتے ہیں یہ قصہ بڑا طویل ہے۔

۱۔ اگرچہ یہ تاویل جائز نہیں لیکن لفظ معشوق۔ عاشق کا اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق ناموزوں ہے
اگرچہ اہل حضرات امام احمد رضا مجددین اور محدث ربیلوی قدس سرہ کے قادی رضویہ میں منع فرمایا ہے فقیر کا اس موضوع پر ایک
رسالہ ہے دیوبندی فاضل مہرجم اخبار الاخیار نے بھی یہی لکھا ہے عشق کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے کو علماء منورہ کہتے
ہیں اس لئے کہ عشق کی کیفیت میں بعض ایسی چیزیں ہوتی ہیں جن سے خدا تعالیٰ کی ذات منزہ و بری ہے وہ چیزیں یہ ہیں
جنہیں شاعر نے اس شعر میں جمع کر دیا ہے۔

عشق میں کچھ یاس کچھ امیدواری چلیے
کچھ تحمل کچھ بے قراری چاہیے

(اویسی غفرلہ)

حکایت: حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری ایک دفعہ ہماری مجلس قوالی میں آئے باوجودیکہ قوال باکمال تھے لیکن کسی کو وجد و جلال نہ آیا تو صاحب سماع نے کہا اگر آپ میں سے کسی کو باہمی رنجش ہو تو وہ باہم صلح صفائی کر لیں یہ بھی ہوا لیکن پھر بھی قوالی میں کسی کو وجد نہ آیا تو صاحب سماع نے پھر کہا اگر کوئی بیگانہ آ گیا ہے تو وہ باہر چلا جائے یہ بھی کیا گیا لیکن پھر بھی سماع میں لطف نہ آیا آخر کار قوالی ختم کر کے تمام حاضرین توبہ استغفار میں سب مشغول ہو گئے اسی اثناء میں ایک درویش آیا جس نے ایک شعر پڑھا جس کے سنتے ہی سب پر کیفیت طاری ہوگی اسی محفل میں ایک عزیز اسی حالت میں اسی وقت جان بحق ہو گیا۔

تعارف تصنیف: قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف ”طوال شمس“ وہ حقیقت نما کتاب ہے جس میں مضامین اسرار طریقت موج در موج اور معانی طریقت فوج در فوج لکھے ہوئے ہیں اس میں سے اختصار و انتخاب کرنا نہایت مشکل ہے اس کے تمام مضامین اپنی متانت و حرارت اور ہم شکل شبابہت میں خاص خاص موضوع رکھتے ہیں کتاب کے ابتدائی حصہ میں اسم ”ہو“ کی تشریح کی گئی ہے اور اتنے زیادہ معانی لکھے ہیں کہ انہیں دوہرا احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا اس میں سے مضامین لکھے جاتے ہیں خدا کرے یہ مفید اور کارآمد ثابت ہوں۔

ہو کا معنی: مصنف نے لکھا ہے ”ہو“ صرف اشارہ ہے اور اشارہ اس وقت کیا جاتا ہے جب کہ مشارالہ نظر آئے یا اس کے متعلق کوئی اطلاع و خبر دی جاری ہو اس صورت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہر فعل ایسا ہوگا کہ اسے دیکھ لیا جائے جیسے عرف عام میں کہتے ہیں اس نے کیا اور اچھا کیا اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دونوں جہانوں سے روگردانی کرتے ہوئے تمام ظواہر سے علیحدگی اور برات کر لی تو فرمایا اِنِّیْ بِرِیِّیْ مِمَّا تُشْرِکُوْنَ۔ میں تمہارے شرک سے علیحدہ اور بری ہوں۔ یہ کہہ کر محبوب از جان و قلب کی جانب روئے دل متوجہ کیا خود فرمایا ہے۔ ”اِنِّیْ وَجْهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ“ میں نے اس ذات کی جانب منہ کیا ہے جس نے زمین و آسمان پیدا کئے ہیں۔ دونوں عالم سے علیحدگی کے بعد اپنی برات مودت اور کامل دوستی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ ہوئے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کس کی جانب متوجہ ہوئے ہیں تو جواب دیا۔ ”اِلٰی رَبِّیْ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ“

اپنے پروردگار کی طرف وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اس اشارہ ”سو“ میں اگرچہ کئی متفرق مقامات ہیں لیکن حروف اضافات اس امر کی دلیل ہیں کہ یہ سب مشائخ کیلئے آئے ہیں اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بارگاہ الہی کی شمع کے حال اور سلوک دونوں حالتوں میں ایسے خلیل ہو گئے کہ انہوں نے صاف صاف کہہ دیا۔ ”اِنِّیْ ذٰہِبٌ اِلَیْ رَبِّیْ“۔ میں اپنے رب سے ملنے جا رہا ہوں۔

فائدہ: مصنف نے لکھا ہے کہ دنیا کے تمام ذرات عالم سلوک میں اللہ تعالیٰ ہی کی جانب متوجہ رہتے ہیں کیونکہ ہر ایک اپنے کمال کا خواہشمند ہے اور کمال اس دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اسی لئے اس نے ہر چیز کی عدم سے پیدا کیا اور سب کو اپنے نور کی جانب متوجہ کیا لوگوں نے کسی حکیم سے کہا۔ بتائیے کہ دنیا کے تمام ذرات کا رخ کس طرف ہے تو حکیم نے جواب دیا اس ذات کی جانب جو تمام اشیاء کو وجود میں لاتی ہے۔

گر روئے دلم بسوئے او خواہ شد

قصہ چہ کنم رشتہ امید دلم

ترجمہ: اگر میرے دل کا رخ اس کی جانب ہو جائے تو میرے دل خستہ کا حال درست ہو جائے کیا بیان کروں حقیقت یہ ہے کہ رشتہ امید میرے دل میں ہے اور جب اسے مل کر ایک ہو جائے گا تو وہ تو ہو جائے گا میں نہ رہوں گا۔

لی حبیب خیالہ نصب عینی

واسمہ فی ضمانری ممکنون

ان تذکرته فکلی قلوب

وان تأملتہ فکلی عیون

ترجمہ: ایک میرا دوست ہے کہ اس کا خیال ہی میرا نصب العین ہے اس کا نام میرے دل میں گہرائیوں میں محفوظ ہے اگر میں اس کا ذکر کروں تو دل بے چین ہو جاتا ہے اور اگر اس کے بارے میں غور کروں تو آنکھیں بے قرار ہو جاتی ہیں۔

اے بھائی! بخدا دنیا کے سلوک میں جمعیت خاطر محال ہے جس کی دلیل (انی پند و نصیحت: ذٰہِبٌ اِلَیْ رَبِّیْ سَہْدِیْنِ)

۱۔ یہی مقام فنا ہے۔ (اویسی غفرلہ)

اگر کوئی سالک اللہ تعالیٰ تک براہ راست پہنچ سکتا ہوتا تو (سَيِّدِیْن وہی ہدایت کرے گا)۔ کیوں کہتے ہیں؟ پھر وجد و حال کی کیفیت میں اللہ تعالیٰ تک رسائی نہ ہونا محال نہیں بلکہ اسے محال کہنا گمراہی ہے۔

”أنا الحق وأنا سبحانه“۔ دونوں ہم معانی ہیں جس کے قائل کا درجہ بہت بلند ہے قسم بخدا ”انا“ کہنے کے مقام پر ہو کہنا گمراہی و تفرقہ ہے اس لئے کہ اس میں راز یہی ہے کہ یہ الفاظ کہنے والا وجد کیف اور مستی کی حالت میں ہے۔

جس مقام پر ”ہو“ کہنا چاہیے وہاں انا کہنا ناجائز و محال ہے (ایسے ہی انا کے مقام پر ہو کہنا گمراہی ہے جیسے اوپر گزرا)۔

فائدہ: مصنف نے لکھا ہے کہ ”ان خیر“ کے مقام پر اگر کوئی ”ہو خیر“ کہے تو وہ خطی اور پاگل ہے اور جو کوئی ہو کے بجائے انا کہے تو وہ خطا کار ہوا کہ تمام حاصل کر کے سرمایہ جاتا رہا حسین (علاج) اگر انا کے بجائے ہو کہتے تو سر دینے کے علاوہ سرمایہ توحید سے بھی ننگے ہو جاتے وہ انا کہنے میں سے حقیقتاً جیت گئے اور ہزاروں درجہ بلند و برتر ہو گئے قسم بخدا کسی کی جانب اشارہ کرتے وقت اشارہ ”مشار الیہ اور اشارہ کرنے والے ہر سہ کا وجود ضروری ہے تاکہ اشارہ کرنا درست ہو اور یہ حالت کثرت کی ہو جاتی ہے جو عیسائیوں کی ثلیث کے قریب ہے جس کی وجہ مقام توحید سے دوری ثابت ہوتی ہے اسی لئے اس کی طرف اشارہ کرنا شرک اور اس کے غیر کی عبادت کرنا جرم و گناہ ہے اس کلام کا راز اس زبانی میں ہے۔

آرا کہ بسوئے تو اشارت باشد در معنی عزت عبارت باشد

بابایہ بسیار زسود توحید بے چارہ ہمیشہ در خسارت باشد

ترجمہ: جو کوئی تیری طرف اشارہ کرے اور اس سے تیری عزت کے الفاظ مراد ہوں تو توحید سے بے حد سرمایہ دار ہو فائدہ توحید کے باوجود بھی وہ بیچارہ خمار نے میں رہے گا۔

فائدہ: اے برادر سالک سنو! اشارہ حسی محسوسات کے ساتھ اشارہ وہی مہومات کے ساتھ اور اشارہ عقلی معقولات کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور مرتبہ عزت و کبریائی جو ہم کو اپنی جان سے زیادہ عزیز

۱۔ مولوی فاضل دیوبندی ترجمہ اخبار الاخیار میں اضافہ کر کے لکھتا ہے کہ اور خدا تعالیٰ نے کہا انا الحق تو وہ وجد میں اگر اس کلام کو خدا کی طرف منسوب کرنے کے بغیر کہنے لگے اور سننے والوں نے سمجھا کہ یہ اپنے بارے میں کہہ رہے ہیں حالانکہ وہ خدا کے کلام ہی کو دہراتے ہیں جب یہ کیفیت ہے تو پھر حضرت منصور و حضرت بایزید قدس سرہ پر کفر کے فتوے کیوں۔ (اویسی غفرلہ)

ہے اسے دنیوی علاقوں سے کوئی نسبت نہیں اس صورت میں اس کی جانب اشارہ کرنے سے ہوائے شرک اور کیا ہوگا اور اگر اشارہ غائب یا اشارہ حاضر کرتے ہو تو بتاؤ کہ کس کی جانب اشارہ کرتے ہو کیونکہ مشارالیه یا غائب ہوتا ہے یا حاضر اور اللہ تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ ہم اسے دیکھ نہیں سکتے بلکہ اس نے ہمیں دیکھنے کی قوت دی ہے اور وہی ہمیں دکھاتا اور سمجھاتا ہے غرضیکہ اس کی طرف اشارہ کرنا دل کی غفلت ہے (لا الہ الا اللہ) جس دل پر اس کی عظمت کی تجلیات ہوتی ہیں اس کو یادداشت کی پرواہ نہیں رہتی اور جب دل سے اللہ تعالیٰ کی یاد نہ کی جائے تو لازماً زبان سے بھی اس کی یاد نہیں ہوتی جس کی وجہ سے ایسے شخص کی ہلاکت و ذلت کا ظہور لازمی ہے کیونکہ جو ذکر سے دور ہوگا وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی یاد کی جائے۔

کے سترش نمی داند زباں درکش زباں درکش

ترجمہ: کوئی اس کا بھید نہیں جانتا اس لئے زبان بند رکھو۔

فائدہ: اے برادر سالک! تم خود کو خاموش کرو اور بھول جاؤ اس فراموشی کی یاد میں عجیب لذت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”وَإِذْ كُنَّا رَبَّكَ إِذَا نَسِيتُ“ اپنے نفس کو فراموش کر کے پروردگار کا ذکر کرو۔

حکایت: حضرت شبلی قدس سرہ نے ایک دن خود کو فراموش کر کے لب بند کر کے خاموشی اختیار کی اسی کیفیت میں وقت نماز گزر گیا جب ہوش میں آئے تو اس کا درد پر لطف تھا جیسا کہ کہا (نَسِيتُ الْيَوْمَ مِنْ عَشْقِي صَلَاتِي، فَلَا أَدْرِي غَدَايَ مِنْ عَيْشَانِي۔ فِذْ تُرْكُ سَيِّدِي الْكَلْبِي وَشُرْبِي وَوَجْهَكَ إِنْ رَأَيْتُ شَفَاؤُكَمِي)۔

ترجمہ: عشق کی مرستی کی وجہ سے آج میں نماز بھول گیا مجھے صبح وشام کا ہوش نہ رہا ہے آقا آپ کا ذکر میری غذا ہے اگر میں آپ کا چہرہ مبارک دیکھ لوں تو وہ میرے تمام امراض کیلئے شفا کلی ہے۔

فائدہ: اے سالک! سنو ہایک حرف ہے اس میں جو حرف ”واو“ نظر آتا ہے وہ پیش کو کھینچ کر پڑھنے کے سبب پیدا ہوا ہے اس لئے بھی یہ اسم مقدس دراصل وحدت مسمیٰ کی دلیل ہے اس کے سوا کسی دوسرے اسم میں ایسی مشابہت نہیں ہے۔

فائدہ: بخدا یکتا شہنشاہ کا اسم اعظم بھی یکتا دیگانہ ہی ہونا چاہیے تاکہ اس کے بے حد و بے حساب معانی کا ادراک ہو سکے حرف (ھ) جب حرف الف سے ملتا ہے تو نداء محبوب کی طرف مضاف

ہوتا ہے یعنی (ہا) وہ آواز ہے جس کے ذریعہ محبوب اپنے سے محبت رکھنے والے کو آواز دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (یا ایہا الذین امنوا) اے مسلمانو حرف (ہو) کے بعد جب کوئی حرف علت آتا ہے تو وہ نداء محبوب کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے ہو جس کے ذریعہ سے دوست اپنے محبوب کو آواز دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ندا وہ ندا ہے جو افتادہ کار عشاق کو ملانے کے لئے ہوتی ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی طرف لپک کر دوڑیں جس کے لئے عام طور پر اسم ”ہا“ آتا ہے۔ عشاق اپنے دل میں جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تاکہ اس کے وصل کی خوشبو سے مستفید ہوں تو ان کے دل سے ہونکتا ہے اور جب عالم عشق میں شوق و ذوق کی اطراف سے زیادتی ہوتی ہے تو ”ہائے ہو“ کی آوازیں بلند ہوتی ہیں جو فطری طور پر بھی بڑی معتبر ہیں۔

آزرا کہ ز عشق یار بوئے باشد لابد باشد کہ گفتگوئے باشد
آنجا کہ ز شوق جستجوئے باشد بے شبہ زہر دو ہائی ہوئی باشد
ترجمہ: جس میں عشق کی بو ہوگی تو ضرور ہے کہ اس سے گفتگو ہوئی ہوگی اور جہاں شوق کی جستجو ہوگی وہاں دو طرفہ سے ہا ”و“ ہو ہونا لازماً ہوگا۔

ترجمہ: اے عزیز اچھی طرح یاد رکھو اسم ”ہو“ اشارہ ہے موجود ازل و سستی لم یزل کی جانب جو تمام اوصاف کمالیہ سے موصوف اور نقائص سے پاک و منزہ ہے ایسا موجود ہے جس کے ازل ہونے کی ابتدا نہیں اور ایسی ہستی ہے جس کے دوام کی انتہا نہیں ہے اور یہی وہ پہلا اسم ہے جو اسرار اوقات غیب سے دنیا میں ظہور پذیر ہوا ہے جیسا کہ سورہ اخلاص میں (هو الله احد) سے ظاہر ہے ”ہو“ وہ اسم اعظم ہے جس کے انوار کے تجلیات سے پروردگار کے خصوصی اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور جب کہ یہ اسم اشارہ ہے تو بیان کی وضاحت کے لئے اسم اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ لگا دیا جو ”ہو اللہ“ ہو گیا خاص ارواح پر انوار الہی کی تجلیات ہوتی ہیں اور جب کہ انسانی عقل و شعور کی نورانیت پر انوار الہی قاہر و غائب ہے تو بیان کی وضاحت کیلئے ”اسم احد“ اس کے آگے بڑھا دیا تاکہ اہل تحقیق اور محققین کے دلوں پر انوار وحدانیت کی تجلیات ہوتی رہیں اور جب کہ لوگوں کی انانیت اور سرکشی کو انوار وحدانیت جلا کر خاکستر کر دیتی ہیں تو اس کی وضاحت کے لئے اسم ”محد“ کا اضافہ کر دیا واقعہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ پر انوار صمدیت کی تجلیات ہوتی رہتی ہیں۔ اور جب کہ لوگوں کے عام رسوم مٹانے کے لئے انوار صمدیت کا فرما رہیں تو اس کی مزید وضاحت کے لئے

(لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ) وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہم پلہ و ہمسر نہیں ہے۔ کی صفات کا خود اس نے اضافہ کر دیا ہے۔

اور جب کہ صفات بالا کی تجلیات انوار نے تمام مخلوق کی دائرہ عبودیت میں لا کر ہمنی خوشی یا زبردستی بارگاہ الوہیت میں پہنچا دیا تو سب کی منتہائے نظر ابتداء پر پڑی اور انہوں نے حال (ہ) کا دائرہ دیکھا جو تمام کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے اگرچہ اسم اپنی عبارت و تحریر کے لحاظ سے تمام اسمائے حسنی میں موجود ہے لیکن بظاہر اسے (ہ) کے دائرہ دیکھ کر کہا یہ اسم اعظم ہے جو تمام اسماء کی اصل ہے اور اس جس طرح سورہ فاتحہ کو ام الکتاب کہتے ہیں اسی طرح یہ اسم دراصل ام الاسماء ہے۔

انتخاب: آخری بار پھر ہم کہتے ہیں کہ اسم ”ہو“ پروردگار کے پر جلال خطاب کا دیباچہ ہے اور سورہ فاتحہ اس کے اوصاف کمال سے لبریز ہے اسم ”ہو“ کا ذکر اگر صاحب نظر ہو تو اسے تمام اسرار کی خبر ہو جاتی ہے سلطان ہویت کے غلبہ کے باعث وہ بظاہر حیران و پریشان نظر آتا ہے اور عشق کی سر زمین میں اتنا سرگردان رہتا ہے کہ وہ خود اپنا شعور تک نہیں رکھتا بلکہ حاضر و غائب کی صفات سے بلند ہو کر اس سے اشارہ کرتا ہے اور اس کے اسرار کی نظریں اس کی طرف لگی رہتی ہیں (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)۔

حکایت: ایک بڑے بزرگ اہل طریقت کا بیان ہے ایک سرمست عشق خداوندی کو دیکھ کر میں اس کے پاس پہنچا میں نے دیکھا کہ وہ بحر شہود میں غرق اور مشہود میں مستغرق ہے میں نے ان سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ جواب دیا ہو میں نے کہا آپ ہیں کون؟ جواب دیا ہو پھر میں نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟ جواب دیا ہو میں نے پوچھا اب کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ جواب دیا ہو بالآخر میں نے کہا ہو کہنے سے آپ کا مطلب کیا ہے کیا تو پروردگار عالم ہے جس کا ملک ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا یہ سنتے ہی ان بزرگ نے ایک ججج ماری اور کالمیت (مردہ کی طرح) ایسے گرے کہ پھر نعرہ نہ لگا سکے اور ان کی جان دیدار شہنشاہ کے استقبال کے لئے روانہ ہوگی۔

فائدہ: سرور عالم ﷺ بحر نور کی تسبیح و تہلیل کرتے تو عالم بخودی کے ساتھ انوار محبوب میں مستور و مستغرق ہو جاتے اور تلاطم امواج سے جب ”مشہود“ میں آتے تو سلطان غیریت آپ کے وجود سے ظاہر ہوتی اس وقت آپ ﷺ دعا فرماتے: اللھم اجعل فی قلبی نوراً و فی بصری نوراً و فی سمعی نوراً و فی فوقی نوراً و فی تحتی نوراً و فی امامی نوراً و فی خلفی نوراً و اجعلنی نوراً فی نور ”اے اللہ میرے دل میں نور کر دے اور میری آنکھوں میں نور بھر دے

میرے کانوں میں نور دیدے میرے اوپر نیچے آگے پیچھے نور کر دے اور مجھے نور ہی نور بنا دے (سر تاپا یم خدائے سر تاپا بیت) میں سر تاپا تیرے سر تاپا قربان ہوں۔ “سرور کائنات ﷺ معین بارود حضرت جبریل علیہ السلام معین باد“ رسول اکرم ﷺ معاون رہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام مدد گاری کرتے رہیں) اے اللہ تعالیٰ اپنی رحمانیت کھول اور ”مارائی“ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے پر خود نظر ڈال تاکہ تیرے انوار جلال کے پرتو سے جلنے سے پہلے ہی ہم تیرے دیدار کی تسبیح سے مشرف ہو جائیں اور قبل اس کے کہ بحالت بیخودی تیرے حضور میں حاضر ہوں تیرے صفی جمال کی چمک دمک سے نور بن جائیں یہ وہ الفاظ ہیں جن کے معنی پر غور کرنے کے لئے اس اور اک کی ضرورت ہے جو ذوق سلیم سے پیدا ہوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے جمال سے منور کر دے۔

خاندہ: اے عزیز جس طرح اسم ہو کا مسکی تمام کیفیات سے منزہ اور ابتداء و انتہا سے بالاتر ہے اسی طرح یہ اسم ہو بھی مخارج ابتداء و انتہا سے بالاتر و مقدس ہے کوئی ابتداء اس تک نہیں پہنچ سکتی اور کسی انتہا کی اس تک رسائی نہیں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت یہی ہے کہ اس کی اذیت سے ابتداء عاجز اور اس کے آخری ہونے سے نہایت و انتہا قاصر ہے۔

خاندہ: ہو کی (ھ) کا دائرہ بے بدایتی اور بے نہایتی سے ملا ہوا ہے اسی لئے پروردگار کی ہویت اور ہستی کا پتہ دیتا ہے اے بھائی! اس وقت تک خبردار کرتا رہے گا جب تک کہ اس دائرہ (ھاو) کی ابتداء و انتہاء ظاہر نہ ہو جائے۔ اور جب (ہ) کے نقش کو بغور دیکھو گے تو اس کے ہر جزو میں دوسرے دائرے بنانے کی صلاحیت اجاگر نظر آئے گی اور اسی جزو میں انتہا بھی موجود ہے اسی لئے ہا (ہ) کا پورا دائرہ اپنی صلاحیت کے لحاظ سے اذیت کا حقدار اور نہایت و انتہا کا مستحق ہے اس کی نسبت کے اعتبار سے اول بھی ہے اور آخر بھی اور حقیقت اجتماع کے مد نظر غیر اللہ میں اذیت و انتہا کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اسی طرح بھی اسم ہو اصل عین مسکی ہے اور یہ راز کی بات ہر ایک پر ظاہر نہیں ہوتی۔

رباعی

آن حلقہ کہ اول است و آخر دان نقطہ کہ باطن است و ظاہر
خواہی کہ بہ بنی اے گمروئے در حلقہ ہا نظر کن آخر

ترجمہ: وہ حلقہ جو اول و آخر ہے اور وہ نقطہ جو ظاہر و باطن میں موجود ہے۔ بے نیک بخت اگر اسے دلو بندی فاضل کی خیانت: اس فاضل صاحب نے اس فارسی عبارت کا ترجمہ لکھا کہ نبی ﷺ پر اور جبریل امین علیہ السلام کے دروازے پر آئے بغیر یہ مقصود حاصل نہیں ہو سکتا یہ خیانت نہیں تو اور کیا ہے۔

دیکھنا چاہتے ہو تو دائرہ (ہ) کو دیکھ لو۔

فائدہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں ہم اول میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آخرت تک ہمارے ساتھ ہے اور آخر میں بھی یہی کہتے ہیں کہ اول سے ہمارے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے جس کے انوار کی چمک دمک عالم شہود میں ظاہر ہے ہا کا دائرہ اپنی صنعت صلاحیت میں وہی ”ہو“ ہے جو اول و آخر میں موجود ہے اسی معنی کے لحاظ سے بھی اسم ”ہو“ ہے جو اول و آخر میں موجود ہے اسی معنی کے لحاظ سے بھی اسم ”ہو“ کی عظمت ظاہر ہے عالم بیخودی میں مضمون طویل ہو گیا اور مراد ہاتھ نہ آئی اس کا کیا علاج کیا جائے۔

رجوع الی المطلوب: اب اصل مطلب کی طرف لوٹنا ہوں اے عزیز اچھی طرح سن حرف ”ہو“ اگرچہ حلق سے نکلتا ہے لیکن حلق سے چھوٹا نہیں اس لئے اس اسم کے پڑھنے والے کو چاہیے کہ وہ عالم ممکنات میں پیوستہ و مشغول نہ رہے جس کا انجام شکست و ریخت ہے تاکہ عالم امکان سے علیحدہ رہنے کی بدولت عالم وحدت میں داخلہ مل جائے اور سیر احدیت کا دیدار کر سکے۔ اے بھائی! عربی کلام میں کوئی اسم دو حرفوں سے کم نہیں پایا جاتا اسی لئے ہماری کامیابی میں فرد مطلق کا کوئی نام نہیں ہے اہل بصیرت نے احدیت کے معنی جب حرف ہا (ہ) میں دیکھے تو اپنے دل کو اس جانب متوجہ کیا اور کہنے لگے کہ اس اسم کے معنی وہی (ہو اللہ) ہے۔

بیت

حرفے کے مراد ما از دو او باشد

بردار نظر ز حرف تا او باشد

ترجمہ: جس حرف سے ہمارا مطلب وہ ہو تو حروف سے نظر اٹھا لو تاکہ وہ نظر آئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسم اور مسمیٰ دونوں بغیر کسی شک و شبہ کے وہی ایک اللہ تعالیٰ ہے۔

لغذہ: اے برادر سالک حرف ہا (ہ) ہماری جان سے نکل کر اوپر جاتا ہے اور پھر پوشیدہ اسرار کے ذریعہ ہماری اس دنیا میں آتا ہے اس کا کسی جگہ حلول اور کسی جگہ میں نزول نہیں ہوتا ہونٹ اور زبان جو سلطان دل کے وکیل ہیں وہ اس کلمہ کو نہیں کہتے جب تک دل اس کے اسرار معلوم نہیں کر لیتا انوار وحدیت کے عارفین کو معلوم ہونا چاہیے کہ اسم ہر قسم کی تبدیلی سے منزہ ہے اور کسی حالت میں بھی اس کا کسی دوسرے کی طرف منتقل ہونا یا بدلنا محال ہے اسی طرح اس اسم کا کسی بھی کسی

مکان کی آرائش یا کسی زبان کی زیبائش منزہ ہے (اور یہ ایک بہت بڑا راز ہے)۔

فائدہ: اے برادر سالک! (ہو) اسم اشارہ ہے جس کا رخ ہمیشہ مشارالہ کی ذات کی طرف رہتا ہے اس کے عمدہ صفات پر اسم اشارہ کا اطلاق نہیں ہوتا اور یہی وہ اس راز کا معنی ہے جو واصلان حق نے بیان کیا ہے کہ عشق ذات سے ہوتا ہے صفات سے نہیں بالخصوص وہ ذات جس کا کمال اس کی ذات سے زائد ہو ہو موقوف نہیں ہوتا اور یہ دقیق و باریک معنی اہل تحقیق کے نزدیک صفات پر ذات کے مقدم ہونے کی دلیل ہے کہ یہ انصافیت اور مقدم ہونا اس نوعیت کا ہے جس سے کوئی غیریت اور دوئی پیدا نہیں ہوتی بلکہ یہ تقدم دراصل وحدت کا ثبوت دیتا ہے تاکہ اسرار توحید کے ذریعہ اضافات کا اسقاط ظاہر ہو جائے اے برادر سالک! اسم ہو وہ اسم ذات ہے جو مطلق معلوم اور مشتق نہیں مشتق وہ اسم ہے جو غیر کے اشتراک سے خالی نہ ہو اور جس چیز کا اشتراک غیر ہوتا ہے تو وحدت کی بنیاد اس کے ذریعہ بلند و مضبوط نہیں ہوتی تمام عشاق کا اتفاق ہے کہ اسم اعظم مشتق نہیں ہے اور وحدت کی بناء پر مطلق بھی نہیں اس نسبت سے بھی اسم اعظم ہو ہی ہوا اور خوشبو یہ بھی ایک پر لطیف لطیف راز ہے۔

فائدہ: اے برادر سالک! فرد مطلق وہ ہوتا ہے جس کی کسی چیز کے ذریعہ صفت بیان نہ کی جاسکے علمی اصول ہے کہ ہر چیز اپنی صفت کی بناء پر دوسری سے مختلف ہوتی ہے اور اسی وجہ سے موصوف و صفت میں یہ فرق ہے کہ موصوف اپنی صفت سے مستغنی ہوتا ہے اور صفت اپنے موصوف کی محتاج ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ کسی چیز کی عین ذات سے اس کے حالات بیان نہیں کیئے جاسکتے اسی وجہ سے ایک چیز کو دوسری چیز سے تعبیر کرتے ہیں اس صورت میں تعدد کثرت لازم آتی ہے اور تعدد نفی وحدت کا سبب ہے۔

فائدہ: اے عزیز! جب یہ معنی ذہن میں آجائیں تب معلوم کر سکو گے کہ اللہ تعالیٰ ذات بے کیف کی اطلاع و آگاہی سے تمام اسمائے شتقات اور معلومات عاجز و قاصر ہیں اور اسم اعظم ”ہو“ فرد مطلق کی احدیت کی حقیقت کی خبر رسائی کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے برحق صمد اور بے نیاز ہونے کا یہی اسم هو مظہر ہے (لا الہ الا اللہ)

فائدہ: اے برادر سالک! تمام اسمائے مشتملہ صفات پر دلالت کرتے ہو اور صفات کو صرف اضافت کے ذریعہ ہی پہنچانا جاسکتا ہے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تمام اضافات کو توحید ختم کر دیتی ہے۔

بیت

نگو گونے نگو گفت است در ذات کہ التوحید اسقاط الاضافات -

ترجمہ: کسی بہت کہنے والے نے ذات الہی کے متعلق خوب کہا ہے کہ توحید ہی وہ چیز ہے جو

تمام اضافات کو ساقط اور ختم کر دیتی ہے۔

ملاحظہ: پر لطف بات یہ ہے کہ جو اسم کسی سے مشتق ہوتا ہے ان دونوں پر بزمانہ طلب، طالب کی نظریں پڑتی رہتی ہیں اور عقل کا حق یہ ہے کہ جب کسی چیز پر نظر پڑے تو جب تک اس کی حقیقت کا ادراک نہ کر لیا جائے دوسری چیز کی طرف رخ نہ کیا جائے اور اس دوسری چیز کو ذریعہ نجات نہ بنایا جائے وگرنہ غیر میں مشغول ہو جانے سے اصل شے پر پردہ پڑ جاتا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ اسم ”ہو“ کسی سے مشتق نہیں ہے جو طلبگار کو دور بینی سکھائے اور خود اپنے وہم و گمان پر یقین کرنے لگے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسم ”ہو“ فرد مطلق ہے اشتقاق سے منزہ ہے طالب کے انس و اشتیاق کو بھڑکاتا اور غیر اللہ سے منقطع کر کے گوہر مقصود تک پہنچاتا ہے۔

(لا الہ الا اللہ) کا پروردگار عالم نے حکم دیا ہے (قل هو اللہ احد) میں تین نام بیان کیے ہیں اور زاہد عشق کے طلبگاروں کے بھی تین ہی مراتب ہیں ظالم، مقصد، سابق۔

نفس کے درجات: نفس کے بھی تین درجات ہیں امارہ، لومہ، مطمئنہ، اور اسم ہو مقربان سابق الخیرات کے نصیب میں آیا ہے جو نفس مطمئنہ کے اہل ہیں اور پرتو انوار احدیت میں سوختہ ہو رہے ہیں نیز غیر کو دیکھنے سے انہوں نے اپنی آنکھیں سی لی ہیں تمام دنیا سے بے شعور ہو کر استغراق میں ہیں اور نور خداوندی کی لطافتوں اور مہربانیوں سے استفادہ کر رہے ہیں ان میں سے ہر ایک فرد اپنے غیر سے بے تعلق ہے۔

وہ اپنے عزیزوں اور تمام آدمیوں اور دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں کو معدوم و فانی اور ختم ہونے والی سمجھتا اور جانتا ہے کیونکہ عالم امکان کی یہ تمام اشیاء حادث اور نابود ہونے والی ہیں۔

ملاحظہ: اے برادر سالک! ہمیشہ ”ہو“ کہتے رہنا یہ منتہی اور سابق بالخیرات لوگوں کا کام ہے جو ہزار جان سے اللہ تعالیٰ کی عزت کے عاشق ہیں کیونکہ اسم ”ہو“ اسم اللہ کا منہا ہے اس راز سے وہی واقف ہے جس کی جان اللہ تعالیٰ کے عشق میں مستغرق ہے۔

ملاحظہ: اے عزیز! جس کو عالم ہیبت میں محبوب نے اجازت دیدی وہ اپنی انانیت اور خودی قبول نہیں کرتا وہ مشاہدہ جلال کے غلبوں سے خود کو پگھلاتا اور اپنے شعور میں نہیں رہتا بلکہ انوار الہی کے سایہ میں آ جاتا ہے مقامات کرامات اور بے ہوشی اور ہوش اور خودی اثبات، فنا و بقا، امید و خوف، سط و قبض، نفل و فرض، محبت و ہیبت، خوف و مسرت کی اس کی طرف اضافت نہیں کی جاسکتی محبوب جب

بے نشان ہے تم بھی بے نشان ہو جاؤ اور پھول کی خوشبو کی طرح پھول میں پوشیدہ و ظاہر نظر آؤ۔
فائدہ: حکایت: میرے ایک عزیز جو راہ طریقت پر گامزن اور حقیقت کا دم بھرتے تھے مجھے ضعیف و ناتواں سے کہتے تھے میں ایک بت خانہ میں گیا جہاں ایک دور بین جوگی سے ملاقات ہوئی جو مجھ پر مہربانی کرنا اور میری سرکار کے حالات جانتا تھا وہ مجھے ایک جگہ لے گیا جہاں میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو عاجز و منکسر کی طرح کھڑا ہے اور مشہور کو دیکھنے کے لئے آمادہ ہے یہ خوفناک منظر دیکھ کر میرا دل گھبرا گیا میرے ساتھی جوگی نے مجھ سے کہا اے عزیز بارہ برس سے یہ شخص مشاہدہ جلال پروردگار کے لئے انتظار میں کھڑا ہے اپنی دعاؤں کے قبول ہو جانے کا انتظار کر رہا ہے کبھی کبھی صبح کے وقت اس کے اسم ”ہو“ کہنے کی آواز مجھے سنائی دیتی ہے جب یہ اسم ہو کہتا ہے تو اس کے منہ سے ایک روشنی نکلتی ہے اور آفتاب کی طرح اونچی ہوتی جاتی ہے اے عزیز یہ ہر قدم پر ہر وقت حیران و پریشان رہتا ہے جب محبوب بے نشان کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتا ہے تو محبوب کی ہستی و ہویت اس کی انانیت کو مضحک و پریشان کر دیتی ہوگی اور وہ اپنی تسبیحات کی وجہ سے اس کو سوختہ کر دیتا ہوگا یہ طلبگار اگر مقام استغراق سے مقام طلب ہلاکت میں پہنچ جائے تو محبوب میں گم ہو جائے اور بے نشان بن جائے۔
 پھر تمام اسرار بھید اس پر کھل جائیں جس طرح بحر عشق کی موجوں میں ایک قطرہ اس سے لازمی طور پر اشارے نہیں کر سکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسرار کو الفاظ کے لباس میں بیان نہیں کیا جا سکتا منظر مشاہدہ جلال اگر مقام استہلاک (اس کے معنی ہیں خود کو ہلاکت میں ڈالنا اور صوفی کی اصطلاح میں یہ وہ مقام ہے جہاں لذت دنیاوی ترک کر کے نفس کو ہلاک کرنے کی کوشش کی جاتی ہے) و اصطلاح (اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنا ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹ کر خود کو لاچار بنا لینا تاکہ دوسرے اس پر مہربانی کریں) میں گر پڑے تو دو عالم کی مملکت لازماً اس کے قبضہ میں ہوگی۔

بیت

بندہ جائے رسد کہ محو شود

بعد ازاں کار جز خدائی نیست

ترجمہ: بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں تمام کار و بار ختم ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد صرف خدا کی خدائی باقی رہتی ہے۔

فائدہ: عزیز کے اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ اس مقام میں طالبان راہ ہدئی سے جو کچھ سنا جائے وہ

”انا“ ہوگا اور اور ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ جو کوئی از خود اس کی طرف اشارہ کر کے ”ہو“ کہے تو اس سے وہ خود ہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

آں عزیزے کہ راز مطلق گفت

راست جنید کو انا الحق گفت

خاندہ: اس عزیز کو راز مطلق بیان کرنا لائق کہ جس نے انا الحق کہا مثلاً جنید نے انا الحق کہا۔

بعض مشائخ کا بیان ہے کہ (من عرف) جس نے پہچانا۔ کے معنی یہ ہے کہ اسم ”ہو“ کے سوا دوسرے تمام اسماء بھول گیا خلاصہ یہ کہ جو کوئی معنی فردیت الہی سے واقف ہونا چاہے تو وہ عالم وحدت پر نظریں ڈالے کثرت و اضافت سے پرہیز کرے اور بیگانگی کے دامن سے چمٹ جائے اور جب یک بہ یک دیکھے تو وحدت کے شامیانہ پر اس طرح حاضری دے کہ لاشعوری کیفیات کا حامل ہو پھر فرد وحدت میں مستغرق ہو جائے اس وقت طالب کو اس مقام بہت میں کسی نام کی یادداشت کی کیسے ہمت رہ سکتی ہے؟

خاندہ: اے برادر سالک! جو کوئی پہچانتا ہے ہمیشہ بے چوں پہچانتا ہے اور بے چوں کی طرف اشارہ کرنا محال ہے نیز بے چوں کو فلفلی معنی پہنانا گمراہی کا سبب ہے اور یہ ایک اہم راز ہے (لا الہ الا اللہ) قاعدہ ہے کہ جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اسی کا ذکر بھی زیادہ کیا جاتا ہے لیکن ابتدائے عشق میں جب اس کے کوچہ کی گفتگو ہو تو ٹھہر جاؤ اور اگر عالم فاضل بن کر اس تک جانا چاہو گے تو علی قول کے موافق جو زیادہ یاد کرتے ہیں وہ ہمیشہ دور نہیں رہتے اپنا جمال دکھائے گا اور بے چارہ عاشق اپنے درد دل کے ساتھ ہمیشہ یہ کہتا رہتا ہے۔

گر عالم حدیث تو کم کئے

راہ سر گفتگوئے محکم کئے

بس سوختہ چند فراہم کئے

بر کفۃ بگریے و ماتم کئے

ترجمہ: اگر میں عقلمند ہوتا تو آپ کی یاد کم کرتا کاش اسرار الہی کی میں نے پختہ گفتگو کی ہوتی چند لوگوں کی جمع کر لیتا کاش میں نے اپنے کہے پر گریہ و زاری اور ماتم کیا ہوتا (واہ انتہائے کام کی یہ حالت ہے اے اللہ تعالیٰ جیسی تو نے اپنی تعریف خود کی ہے ویسی تیری تعریف میں کس طرح کر سکتا

ہوں کہنا بھی ایک طرح کا ایک راز ہے۔ قسم بخدا اگر ابتداء میں یہ معنی جن کا اظہار کشف کی انتہا میں بھی تھا کہ دیتا ہے ظہور پذیر ہوں تو روزانہ سو مرتبہ استغفار پڑھنا چاہیے اور میں خود سو مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں ننانوے مرتبہ تو ننانوے اسماء کے لئے اور ایک مرتبہ استغفار کے لئے اور یہ بھی ایک راز ہے۔ اے برادر سالک! مقام حمد میں جس کو چلنے کی ہمت نہ ہو اس کو مقام توحید ہی میں ٹھہر جانا چاہیے تاکہ وہ کہہ سکے اللہ تعالیٰ میں تیری تعریفیں پوری طرح بیان نہیں کر سکتا (لا الہ الا اللہ)

احب مناجات الحبیب ہا وجہ

ولکن لسان العاشقین کلیل

ترجمہ: میں حب حبیب کی مختلف صورتوں سے مناجات کرنا چاہتا ہوں لیکن کیا کیا جائے عاشقوں کی زبان گنگ ہو جاتی ہے۔

حضرت شیخ جلال الدین تبریزی قدس سرہ

بہت کامل شیخ تھے کتب مشائخ چشت میں آپ کے مناقب مکتوب ہیں ان سے مطالعہ کیا جا سکتا ہے فوائد الفوائد میں سلطان المشائخ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جلال الدین تبریزی کے پیر و مرشد شیخ ابوسعید تبریزی تھے پیر و مرشد کی وفات کے بعد آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں گئے اور ان کی اتابری خدمت کی جوانی کے کسی حریص یا عقیدت مند کو نصیب نہ ہوئی۔

فائدہ: مورخین کہتے ہیں کہ شیخ شہاب الدین ہر سال حج کے لئے جایا کرتے تھے چونکہ بوڑھے اور کمزور ہو گئے تھے اور کھانے پینے کی جو چیزیں آپ کے ساتھ جاتی تھیں وہ (باسی اور ٹھنڈی ہو جانے کے سبب) آپ کے مزاج کے موافق نہ رہتی تھیں اس لئے شیخ جلال الدین تبریزی نے یہ ترکیب کی کہ چولہا اور برتن اپنے سر پر اٹھائے رکھتے تھے چولہے میں اتنا آگ جلائے رکھتے جس سے سر نہ جلے پیر و مرشد جب کھانا طلب کرتے تو گرم گرم کھانا ان کے سامنے پیش کر دیتے۔

فائدہ: خواجہ قطب الدین اور شیخ بہاؤ الدین سے آپ کے دوستانہ تعلقات تھے جن کا تذکرہ کتب مشائخ چشت میں بکثرت موجود ہے شیخ جلال الدین تبریزی اپنے دوست خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے قیام دہلی کے زمانہ ہی میں دہلی آئے تھے۔

حکایت: شیخ الاسلام دہلی شیخ نجم الدین صغریٰ جن کی قبر برہان الدین لجنی رحمہ اللہ کی قبر کے پاس

معلوم یہ شیخ الاسلام محمد الدین مغری آپ کے کیوں مخالف ہو گئے کہ آپ پر ایک بہت ہی برے کام کی تہمت لگائی اور ایسی سازش کی جس کی وجہ سے آپ کو بنگال جانا پڑا بنگال پہنچنے کے بعد آپ ایک دن دریائے کنارے بیٹھے تھے کہ اچانک اٹھ کر آپ نے تازہ وضو کیا اور حاضرین سے کہا آؤ شیخ الاسلام دہلی کی نماز جنازہ پڑھ لیں جنھوں نے ابھی انتقال کیا ہے دہلی اور بنگال کے مقامی طور پر دور ہونے کے باوجود بھی شیخ جلال الدین تبریزی نے اپنی زبان سے شیخ الاسلام کی وفات کی اطلاع دی ابھر شیخ الاسلام کی فاتبانہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد آپ نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ شیخ الاسلام نے ہم کو دہلی سے نکالا اور ہمارے پیر شیخ شہاب الدین سہروردی نے ان کو دنیا سے نکال دیا۔

ہکایت: فرائد القوادیس بحوالہ سلطان المشائخ نے لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی دہلی آکر تھوڑے ہی دن رہے اور پھر یہاں سے چلے گئے وہ کہا کرتے تھے کہ میں جب دہلی آیا تو خالص سونا تھا لیکن اب چاندی ہو گیا اور معلوم نہیں کہ آئندہ کیا بن جاؤں اسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی اپنے قیام بدایوں کے زمانہ میں ایک دن اپنے گھر کی چوکت پر بیٹھے تھے ایک دی بیچنے والا دہلی کا منکاسر پر رکھ کر آپ کے سامنے سے گزرا جو درحقیقت لیڑا اور ڈاکو تھا۔ اور یہ ڈاکو اور اس کے دوسرے ساتھی بدایوں کے آس پاس رہا کرتے تھے اس نے شیخ جلال الدین تبریزی کا چہرہ دیکھا تو ایک ہی جھلک میں اس کا باطن بدل گیا اور جب شیخ نے اس کو غور سے دیکھا تو کہنے لگا رسول اکرم ﷺ کی امت میں اس قسم کے لوگ بھی ہیں۔

پھر وہ فراموشی آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا اور آپ نے اس کا نام علی رکھ دیا وہ مسلمان ہونے کے بعد اپنے گھر گیا جہاں سے ایک لاکھ چھتالیس (۵۵۲) میں حکومت کا چاندی سکہ (لاکر آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے نذرانہ قبول کرتے ہوئے فرمایا

ان نفری سکوں کو اپنے پاس رکھ لو میں جیسے کہوں اسے دیتے جاؤ پھر آپ نے نفری سکے تقسیم کرنا شروع کئے کسی کو کسی کو بچاس کسی کو کم کسی کو زیادہ آپ پانچ چھتالیس سے کسی کو کم دینے کیلئے حکم نہ دیتے تھوڑی دیر میں تمام رقم خرچ ہو گئی۔ صرف ایک چھتالیس ہی بچا ہے اور آپ کسی کو پانچ سے

۱۔ فطائے دیوبند اور دہلیہ غیر مقلدین تو نبی کریم ﷺ کیلئے نہیں مانتے یہاں تو آپ کے ایک ولی اللہ کا حال لکھا گیا ہے اور دیوبندیوں نے بھی اسی طرح ترجمہ کیا ہے۔ جن کے دیدار سے باطن کی صفائی ہو جاتی ہے۔

۲۔ یونانہ جنازہ ان کے مذہب شافعیہ پر جائز ہے احناف کے نزدیک ناجائز اور یہ شیخ تبریزی سختی نہیں تھے۔
(واللہ اعلم بالصواب)

کم دینے کیلئے حکم نہ دیتے تھوڑیدیر میں تمام رقم خرچ ہو گئی صرف ایک جیتل باقی بچا اس نو مسلم علی کا بیان ہے میرے دل میں خیال آیا کہ میرے پاس صرف ایک جیتل باقی ہے اور آپ کسی کو پانچ سے کم دینے کا حکم نہیں دے رہے اگر اب کسی کو کچھ دینے کے لئے کہیں گے تو کیا کروں گا میں ابھی سوچ رہا تھا کہ ایک فقیر نے یہ سوال کیا اور شیخ نے مجھے (علی) فرمایا کہ اسے ایک جیتل دے دو۔

ہکایت: اسی کتاب میں لکھا ہے کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جب حج سے واپس آئے تو اہل بغداد کا آپ کے پاس ہجوم ہو گیا ہر ایک نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق بہت کچھ نقد اور اجناس آپ کی خدمت میں پیش کیا اسی مجمع میں ایک بڑھیا بھی آئی اس نے آپ کی خدمت میں ایک درم پیش کیا جو اس نے آپ کے سامنے اپنی پرانی چادر کی گرہ میں سے کھول کر نکالا تھا حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بڑھیا کا پیش کردہ درم لے کر تمام تحائف اور نذرانوں کے اوپر رکھ دیا پھر تمام ماضرین سے کہا آپ میں سے ہر ایک اپنی پسند کے موافق ان تحائف کے ذخیرے سے جو چاہے لے لے چنانچہ تمام نے اپنی اپنی پسند کے موافق زر نقد روپوں کی تحفیاں اور دیگر اسباب اٹھا لیا اس موقع پر شیخ جلال الدین تمیزی رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے ان کی طرف شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تم بھی کچھ لے لو۔ چنانچہ تمیزی نے اٹھ کر وہ درم جو بڑھیا لائی تھی اٹھا لیا شیخ سہروردی نے یہ دیکھ کر کہا اسے شیخ جلال الدین تمیزی تم نے سب کچھ لے لیا۔

دو دوست: شیخ جلال الدین تمیزی اور شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ ملتان نے اکٹھے بہت سزا دے دی تھے۔

ایک دفعہ اس شہر میں پہنچے جہاں اس وقت شیخ فرید الدین عطار موجود تھے شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ ذکر کیا کا قاعدہ تھا کہ جب کسی جدید مقام میں جاتے تو عبادت الہی میں مشغول ہو جاتے لیکن شیخ جلال الدین تمیزی رحمۃ اللہ علیہ شہر کی سیروساحت کو نکل جاتے شیخ تمیزی شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کو ایک جگہ بیٹھا دیکھ کر ان کے انوار کمالات سے از خود رفتہ ہو گئے پھر اپنی قیام گاہ پر واپس آ کر شیخ بہاؤ الدین سے کہا آج میں نے ایک شہباز دیکھا ہے جس نے مجھے از خود رفتہ کر دیا ہے۔ جس کے جواب میں شیخ بہاؤ الدین نے پوچھا کیا اس وقت تم نے اپنے پیرومرشد کے جمال کمال کو سامنے رکھا تو شیخ جلال الدین تمیزی نے جواب دیا شیخ عطار کو دیکھ کر میں سب کچھ بول گیا اس کے بعد شیخ جلال الدین تمیزی اور شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ ذکر کیا ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

مکتوب: اس کتاب فوائد الفوائد میں ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی نے شیخ بہاؤ الدین زکریا کو ایک خط میں لکھا ہے جو زیادہ عورتیں رکھنا پسند کرتا ہے وہ کبھی بامراندہ ہو اور جس کا دل صنعت گری میں لڑکار ہے وہ دنیا کا غلام ہے۔

بابا فرید سے ملاقات: حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات ”جوامع الکلم“ میں لکھا ہے کہ شیخ فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ شکر رحمۃ اللہ علیہ بڑا مانہ بچپن زیادہ سے زیادہ راحت میں مشغول رہتے تھے آپ کے اسی استغراق کی وجہ سے لوگ آپ کو دیوانہ قاضی بچ کہا کرتے تھے ایک دفعہ شیخ جلال الدین تبریزی ملتان پہنچے اور وہاں لوگوں سے پوچھا کیا یہاں کوئی درویش ہے؟ لوگوں نے کہا دیوانہ سنا ایک لڑکا تو ہے جو جامع مسجد میں پڑا رہتا ہے شیخ تبریزی رحمۃ اللہ علیہ دیکھنے کے لئے جامع مسجد میں آئے اور اپنے پاس سے ایک انار اس لڑکے کے ہاتھ میں دے دیا یہ لڑکا چونکہ روزہ سے تھا اس لئے اس نے انار کے تمام دانے لوگوں میں بانٹ دیئے جس میں سے ایک دانہ جو زمین پر گر گیا تھا اس سے شام کو روزہ افطار کیا اس دن سے اس لڑکے کے مراتب روحانی میں اضافہ ہی ہوتا گیا اس نے خود کہا کہ اگر میں پورا انار کھا لیتا تو بے انتہا فائدے حاصل ہو جاتے وہ لڑکا جوان ہونے پر جب شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہو گیا تو یہ واقعہ اپنے شیخ کو سنایا شیخ الاسلام نے فرمایا بابا فرید (فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ شکر) جو کچھ تھا صرف اسی ایک دانہ میں تھا جو تمہارے لئے رہ گیا تھا۔

مکالمہ فریدی: سیر الاولیاء میں ہے کہ جس دور میں شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ شکر اور شیخ جلال الدین تبریزی میں مکالمہ ہوا اسی وقت شیخ شکر کا لباس بے انتہا پھنسا ہوا تھا جب ہوا تیز چلتی تو شیخ شکر اپنے عبا کے دامن سے اپنے پھنسنے ہوئے پاجامہ کو ڈھاپ لیتے تھے شیخ تبریزی نے جب دریافت کی تو بابا فرید نے جواباً کہا یہ فقیر جب بخارا میں تعلیم حاصل کر رہا تھا تو وہاں سات سال تک کوئی کپڑا نہیں پہنا البتہ ایک تولیہ سے جسم چھپائے رکھا دل کو ایک مرکز پر لاؤ اور دیکھو آئندہ کیا ہوگا۔ سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ شکر درویش سے شیخ جلال الدین تبریزی کی دلی مرادیں پوری ہوئیں شیخ تبریزی کا حراز بنگال میں مرجع خاص و عام ہے۔

آپ کی پیدائش ۵۳۲ھ اور وفات ۶۲۳ھ سیر الاولیاء میں ہے کہ بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ شکر نے آپ کی گفتگو ہوئی اس اعتبار سے ۶۰۲ھ میں زندہ موجود تھے۔

حضرت شیخ نظام الدین ابوالموید قدس سرہ

آپ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ کے مشہور بزرگ اور خوجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ عنہ کے ہم عصر تھے شیخ نظام الدین اولیاء نے بھی آپ کو دیکھا ہے۔

حکایت: میر حسن اپنی کتاب فوائد الفوائد میں لکھتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت نظام الدین اولیاء سے کہا کیا آپ بھی ابوالموید کی مجلس وعظ میں تشریف لے گئے؟

آپ نے فرمایا ہاں لیکن اس زمانہ میں صغیرن تھا اور مطالب اچھی طرح نہیں سمجھتا تھا میں ایک دن ان کی مجلس میں گیا دیکھا کہ وہ جوتا پہنے مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہیں پھر انہوں نے اپنا جوتا اتار کر اپنے ہاتھ میں لیا اور مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی میں نے ان کی طرح کسی کو سکون سے نماز پڑھتے نہیں دیکھا انہوں نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ دو رکعت پڑھیں پھر منبر پر تشریف لائے اور مشہور قاری قاسم نے خوش الحانی سے قرأت کی اس کے بعد ابوالموید نے کلام کا آغاز کیا کہ میں نے اپنے بابا (فرید) کے ہاتھ کی تحریر خود دیکھی ہے ابوالموید ابھی کچھ اور کہنے نہ پائے تھے کہ آپ کی صرف اس بات سے حاضرین کے دل پر اثر ہوا اور وہ سب گریہ و زاری کرنے لگے اس کے بعد ابوالموید نے یہ شعر پڑھا۔

بر عشق تو دہر تو نظر خواہم کرد

جاں در غم تو زیرو زبر خواہم کرد

ترجمہ: میں تمہیں اور تمہارے عشق کو ایک نظر دیکھوں گا پھر تمہارے غم میں اپنی زندگی بے ہوا کر دوں گا۔ آپ نے ابھی یہ شعر پڑھا ہی تھا کہ تمام حاضرین آہ و مالہ کرنے لگے اسی دوران آپ نے دو تین مرتبہ یہی شعر پڑھا پھر فرمایا اے مسلمانو! اس کے باقی مصرعے مجھے یاد نہیں کیا کروں یہ جملے انہوں نے کچھ اس طرح عاجزی سے کہا کہ سامعین پر ایک خاص اثر ہوا اس کے بعد قاری قاسم نے یاد دلایا۔ وہ یہ شعر ہے۔

پر درد دے بخاک در خواہم شد

پر عشق سرے زگور بر خواہم کرد

ترجمہ: درد بھرے دل کے ساتھ خاک میں مل جاؤں گا اور عشق کا سودا لئے قبر سے نکلوں گا۔ بالآخر آپ یہ پوری رباعی پڑھ کر منبر سے نیچے اتارے شیخ نظام الدین ابوالموید کے دادا کا لقب شمس

العارفين تھا اور شيخ جمال كولوى رحمہ اللہ جن کا حراز كول میں ہے آپ کی اولاد میں سے ہیں آپ کی ولادت ۶۷۲ھ میں اور وصال ۷۲۵ھ میں ہوا۔

حضرت شيخ برهان الدين محمود بن ابوالخير اسعد البخاري رحمہ اللہ

آپ کے والد کا نام ابو الخير اسعد البخاري رحمہ اللہ تھا سلطان غياث الدين کے زمانہ میں آپ بہت بڑے عالم تھے علم و دانش میں کامل اور وجد و سماع کے دلدادہ تھے علوم شريعت و طريقت کے جامع اور شعر و شاعری سے دلچسپی رکھتے تھے فقر و روموشی سے متعلق آپ کے اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے۔

مگر کرمتم عام شدر رفت ز برهان عذب

در بجل حکم شد وہ کہ چہايد نيست

ترجمہ: اگر میرا کرم عام ہو گیا تو برهان عذاب سے نجات پالے گا اگر کوئی اور حکم ہوا تو میرا حال قابل دید ہوگا۔

ملاحظہ: شيخ برهان الدين محمد وہ بزرگ عالم تھے جنہوں نے مشارق شريف (مشارق الانوار علم حدیث کی ایک مشہور کتاب کا نام ہے) کے مصنف سے سب پہلے پڑھی تھی۔

ہکایت: شيخ برهان الدين محمود کہا کرتے تھے میری عمر تقریباً چھ سات سال تھی میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ جارہا تھا۔ اتفاقاً راستہ میں صاحب ہدایہ مولانا برهان الدين مرغینانی کی آٹھ کا غلطہ ہوا، والد صاحب مجھے چھوڑ کر قریب کی ایک گلی میں چلے گئے ابھی میں وہیں کھڑا تھا کہ کہ مولانا برهان الدين مرغینانی کی سواری آئی میں نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا انہوں نے مجھے ذرا رے دیکھ کر فرمایا کہ اللہ عزوجل مجھ سے کہلوار ہا ہے کہ یہ بچہ آئندہ اپنے زمانہ میں بڑا عالم فاضل ہوگا یہ سن کر میں تھوڑی دور ان کے ساتھ رہا پھر انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل مجھ سے کہلوار ہا ہے یہ بچہ آئندہ اتنا بڑا ہوگا کہ بادشاہ اس کے دروازہ پر آیا کریں گے۔

ہکایت: شيخ برهان الدين محمود رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میرے کسی کبیرہ گناہ کی باز پرس نہیں کرے گا البتہ ایک کبیرہ کی ضرور پرسش کرے گا لوگوں نے پوچھا وہ کبیرہ کبیرہ کونسا ہے؟ جواب دیا ستار سننا۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے ستار بہت سنا ہے اگر اب بھی قابو پاؤں تو ضرور سنوں۔

۱۔ مگر یہ کلمات انبیاء و اولیاء کا عقیدہ ہے کہ کسی کو کیا پتہ کہ کل کیا ہوگا حتیٰ آئندہ۔ کہ حالات صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے انبیاء و اولیاء کیلئے ماننا شرک ہے خمس لا یعلمہن الا اللہ کا حوکم دیتے ہیں یہاں ایک فقیر نے جو کہا وہی ہوا۔ اور اس سے ان لوگوں کی غلط فہمی دور ہوئی چاہیے کہ فقہا صرف فقہ جانتے ہیں انہیں ولایت سے کیا حلق حالانکہ فقہ اولیاء ہی ہوتے ہیں بلکہ اندہ (علم) کے بغیر کوئی ولی نہیں سکتا اس لئے کہ اولیاء کرام کا مسلم قاعدہ ہے کہ جابل ولی اللہ نہیں ہو سکتا۔ (اویسی غفرلہ)

مرتبہ کا ایک آکر۔

مزار: آپ کا مزار حوض شمس کے مشرقی جانب ہے جسے عام لوگ تختہ نور کہتے ہیں اور تبرک کچھ کر زیارت کرتے رہتے ہیں نیز یہاں کے لوگ اپنے بچوں کو آپ کے مزار کی خاک چٹاوتے ہیں تاکہ حصول علم میں مزید خیر و برکت ہو اسی سبب سے آپ کی قبر مبارک نیچے کی طرز سے ٹوٹ پھوٹ کر صاف ہو جاتی ہے جسے پھر از سر نو بنایا جاتا ہے۔

حضرت شیخ احمد نہروانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ قاضی حمید الدین محمد بن عطار ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور کامل بزرگ تھے پیشہ کے لحاظ سے جو لاہر تھے حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا نے (جو بہت کم لوگوں کی تعریف کرتے تھے) فرمایا ہے کہ اگر شیخ احمد نہروانی کے مشغول بحق ہونے کا اندازہ لگائیں تو دس صوفیوں کی سہادت کے برابر ہوگا حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس قوالی میں بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو واقعہ خاص پیش آیا اس مجلس میں شیخ احمد نہروانی بھی موجود تھے۔

کرامت: حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کا بیان ہے کہ شیخ احمد نہروانی رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی کریم پر کام کرتے کرتے حالت طاری ہو جاتی اور وہ اس بخود کی حالت میں کپڑا اُبتا چھوڑ دیتے لیکن کر کہ چلتا رہتا اور کپڑا از خود تیار ہوتا رہتا۔

حکایت: ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوری آپ سے ملنے آئے ملاقات کے بعد جاتے ہوئے کہا شیخ احمد ب تک اس کام میں مشغول رہو گے؟ یہ کہہ کر قاضی صاحب تو چلے گئے اور شیخ احمد نہروانی مینیں کسے کے لئے اٹھے جو ڈھیلی پر لگی تھیں ابھی ایک میخ کسنا ہی چاہئے تھے کہ ان کا ہاتھ ٹوٹ گیا جس پر شیخ احمد نہروانی نے ہندی زبان میں کہا اس پیر قاضی حمید الدین نے میرا ہاتھ توڑ ڈالا پھر اس واقعہ کے بعد انہوں نے کپڑا بننے کا پیشہ بالکل چھوڑ دیا اور مکمل طور پر یاد الہی میں مشغول و مصروف ہو گئے آپ کا مزار بدایوں میں ہے آپ کی ولادت ۵۷۹ھ میں اور وصال ۶۶۱ھ میں ہوا۔

حضرت شیخ محمد ترک نارنولی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت مبارک ۵۶۷ھ میں ہوئی اصلی وطن ترکستان تھا وہاں سے ہجرت کر کے نارنول

۱- مزارات سے برکات کا حصول زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔

۲- فارسی لفظ ہے (مذکر) وہ مزار حاجس میں جو لاہر ہے جہہ کر کپڑا بننے ہیں۔ (آرود و شری)

میں سکونت اختیار کی مورخین کا بیان ہے کہ آپ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے لفظات مشائخ میں آپ کا کوئی تذکرہ دیکھنے میں نہیں آیا نارنولی آپ کو پیر ترک اور ترک سلطان کے لقب سے یاد کرتے ہیں آپ کا مزار عام و خاص کا مرجع تھا نارنول میں ایک حوض کے کنارہ پر واقع تھا پھر وہ حوض ٹوٹ پھوٹ گیا اب اس جگہ شہری آبادی ہے آپ جب نارنول پہنچے تو اس وقت آپ غیر شادی شدہ مجرد، متوکل، عورتوں کی صحبت سے فارغ تھے آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی کسی شخص کو بیعت میں نہیں لیا اور نہ کسی کو مرید بنایا۔

حکایت: اسلام کے ابتدائی دور میں نارنول میں کافروں کی بڑی قوت تھی مسلمان بہت قلیل تھے ہندو موقع کی تاک میں رہتے تھے ایک دفعہ عید کے دن مسلمان نماز عید پڑھ رہے تھے ہندوؤں نے یک دم حملہ کیا اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اس حملہ میں اکثر مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا شیخ محمد ترک بھی اسی دن شہید ہوئے اکثر شہیدوں کو تہذیب پال کے حوض کے کنارہ دفن کیا گیا اور شیخ کو انکی جائے سکونت میں سپرد خاک کیا گیا۔

حکایت: اس سچ شہیدال میں دو شہید اور بھی ہیں ایک کا مزار بلندی پر ہے جن کو بلند شہید کہتے ہیں اور دوسرے کا مزار نیچے کی طرف ہے جنہیں نشیب شہید کہتے ہیں دونوں قرآن کریم کے حافظ تھے بعض بزرگوں نے ان دونوں کی قبروں سے تلاوت قرآن پاک کی آواز سنی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں آپس میں قرآن پاک کا دور کر رہے ہیں ایک پڑھ رہا ہے اور دوسرا سن رہا ہے اور دونوں آپس میں قرآن پاک دُہرا رہے ہیں۔

حکایت: ایک مرتبہ شیخ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کسی بادشاہ نے زبردستی ٹھٹھہ کی طرف چلے جانے کا حکم دیا چنانچہ آپ نارنول سے جانب ٹھٹھہ روانہ ہو گئے نارنول سے تقریباً دو میل گئے تھے کہ محافظان حکومت کے دائرہ میں سے نکل کر شیخ محمد ترک کے مقبرہ کی جانب متوجہ ہوئے مقبرہ میں ان کی قبر کے سامنے ہی ایک پتھر نصب ہے پہلے تھوڑی دیر تک اس پتھر کی جانب متوجہ رہے پھر شیخ محمد ترک کی قبر کی طرف رخ کیا جب زیارت سے فارغ ہو گئے تو لوگوں نے پوچھا یہ کیا راز تھا کہ پہلے آپ اس نصب شدہ پتھر کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر قبر کی جانب جواب دیا وہ خادم بڑا ہی خوش قسمت ہے جسے نواز نے کے لئے آقا و مخدوم خود اس کے گھر میں تشریف لائے اسی لئے سنی بریلوی کہتے ہیں کون کہتا ہے دلی مرگئے وہ قید سے چھوئے اور اپنے گھر گئے تفصیل مزری ہے۔

(اویسی غفرلہ)

سندھ کا مشہور شہر ہے حیدر آباد اور کراچی کے درمیان واقع ہے۔ (اویسی غفرلہ)

لے کر اسے سرفراز کرے میں نے اس پتھر کے اوپر سرکارِ دو عالم ﷺ کی مقدس روحانیت جلوہ فگن دیکھی اور جب تک کشف معانی رہا میں اس پتھر کی جانب رخ کیے رہا پھر جب وہ کشف معانی میری چشم بصیرت سے دور ہو گیا تو میں شیخ کے مزار کی طرف متوجہ ہو گیا اس کے بعد چراغِ دہلوی بیسینہ سر جھکا کر مراقبہ میں مصروف ہو گئے پھر مراقبہ سے سرائٹھا کر کہا جس کو کوئی مشکل کام درپیش ہو اور وہ اس روضہ کی جانب متوجہ ہو تو امید ہے کہ اس کی مشکل آسان ہو جائے گی ان نگرانِ سپاہیوں میں سے ایک گستاخ نے کہا اب آپ خود مشکل میں گرفتار ہیں جواب دیا ہاں میرے کہنے کا بھی یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے میری مشکل آسان کر دے گا اس کے بعد آپ مزار شریف شیخ نور محمد ترک سے روانہ ہو گئے ابھی نارنول سے پانچ میل ہی آگے بڑھے تھے کہ بادشاہ وقت کی موت کی اطلاع ملی اور شیخ چراغِ دہلوی پھر دہلی روانہ ہو گئے۔

فائدہ: وہ پتھر اب تک شیخ نور محمد ترک کے مزار کے سامنے موجود ہے اور لوگ اس کی زیارت کے لئے حاضری دیتے ہیں۔ آپ نے ۶۴۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ ترک بیابانی مشہور شاہ ترکمان رحمۃ اللہ علیہ

آپ شاہ ترکمان کے لقب سے مشہور ہیں مورخین کا بیان ہے کہ آپ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے ہیں (واللہ اعلم بالصواب) آپ کے کچھ بھی حالات معلوم نہ ہو سکے جو تحریر کئے جاتے آپ کا مزار مبارک دہلی میں قلعہ کے پاس فیروز آباد کی طرف ہے آپ کی ولادت ۷۱۸ھ اور وصال ۷۷۱ھ میں ہوا۔

حضرت شیخ شاہی موئے تاب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت مبارک ۷۸۱ھ میں ہوئی بدایوں میں تھے قاضی حمید الدین ناگوری آپ کو شاہ روشن ضمیر کہا کرتے تھے آپ کو قاضی صاحب نے خرقہ پہنا کر شیخ محمود مونیہ دوز کی خدمت میں روانہ کیا اور کہلا بھیجا آج میں نے یہ کام کیا ہے کہ ایک بادشاہ کو گڈری پہنادی ہے امید ہے کہ میرا یہ کارنامہ آپ کو پسند آئے گا شیخ محمود مونیہ دوز نے جواب دیا آپ جو کچھ کریں وہ قابلِ پسندیدگی ہے۔

۱۔ المستبریلوی بھی یہی کہتے ہیں جو حضرت چراغِ دہلوی نے فرمایا اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیسینہ نے اسے نقل کر کے تصدیق فرمادی ہے۔ نگاہوں میں وہ تاثیر دیکھی۔ بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی۔

حکایت: شیخ شاہی موئے تاب کے کچھ دوست ایک دن دھوپ میں اتنی دیر تک کھڑے رہے کہ انکا پسینہ بننے لگا یہ حالت دیکھ کر شیخ موئے تاب نے اسی وقت خون نکالنے والے کو بلوایا لوگوں نے پوچھا آپ کیا کریں گے؟ جواب دیا میرے دوستوں کا جتنا پسینہ بہا ہے اتنا ہی خون اپنے جسم سے نکلا دوں گا۔ (اصل واقعہ ملاحظہ ہو)

کرامت: خیر الجالس میں یہ پورا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ ایک دفعہ آپ کے دوست آپ کو کہیں باہر لے گئے جہاں انہوں نے کھیر پکائی اور دسترخوان چنا شیخ نے کھانے کی طرف دیکھ کر کہا اس کھانے میں خیانت کی بو آ رہی ہے ہم یہ نہیں کھائیں گے۔

دوستوں نے حیران ہو کر کہا ہم میں سے کسی نے خیانت نہیں کی لیکن وہ دو دوست جنہوں نے کھیر پکائی تھی آگے آئے اور کہا میں دودھ اُبال رہا تھا جب جھاگ بہہ نکلی تو ہمارے پاس کوئی دوسرا ایسا برتن نہ تھا کہ جس میں تھوڑا سا دودھ اُگک کر لیتے ہم نے سوچا زمین پر دودھ گرنے سے بہتر یہی ہے کہ ہم ہی کھالیں چنانچہ بقدر ضرورت اس میں سے ہم نے کھالیا اس پر شیخ شاہی موئے نے فرمایا دوستوں کے سامنے کھانا رکھنے سے پہلے جو کوئی اس میں سے کھالے وہ خیانت کرتا ہے ان دونوں دوستوں کی عذرخواہی آپ نے قبول نہ کی ان کو شرمندہ ہی رہنا پڑا چونکہ گرمی کا زمانہ تھا اس لئے کھڑے کھڑے ان کو اتنا پسینہ آیا کہ بہنے لگا یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا جاؤ اس دفعہ معاف ہے آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا اس کے بعد خون نکالنے والے کو بلوایا اور فرمایا کہ میرے دوستوں کا جتنا پسینہ بہا ہے اتنا خون میرے جسم سے نکال کر زمین پر بہا دو۔

فائدہ: حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں محبت اسے کہتے ہیں کہ اپنا خون نکال کر بہا دینے کا حکم دیا اور آداب کا اس قدر خیال کہ ان کی عذرخواہی قبول نہیں کی۔

حکایت: ایک بار حضرت شیخ نظام الدین اولیاء بیمار ہوئے تو شیخ شاہ موئے تاب رحمۃ اللہ علیہ کو بلوایا بھیجا اور فرمایا کہ ہمت فرمائیے تاکہ میری بیماری صحت سے بدل جائے شیخ شاہ موئے تاب نے معذرت کر کے کہا کہ آپ بزرگ ہیں اور مجھ سے یہ خواہش کرتے ہیں میں ایک عام آدمی ہوں میں آپ جیسے شہباز کے سامنے کیا کر سکتا ہوں؟

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے ان کا عذر قبول نہ کیا اور فرمایا کہ آپ میرے لئے دعا کریں اور ہمت باندھیں تاکہ میں تندرست ہو جاؤں تو شیخ شاہ موئے تاب نے کہا دو آدمی میرے پاس بلوایے چنانچہ دو آدمی بلوائے گئے جن میں سے ایک کا نام شرف تھا جو مرد صالح تھا

اور دوسرا ایک درزی تھا شاہ شیخ موئے تاب نے ان دونوں سے کہا شیخ نظام الدین اولیاء نے مجھے اس کام کا حکم دیا ہے تم اس کام میں میری مدد کرو شیخ کا جسم سر سے لے کر سینہ کے نیچے تک میز پر سپرد ہے باقی ایک ایک ٹانگ تم میں سے ہر ایک کے حوالہ ہے بالآخر تینوں ازالہ مرض کے لیے مصروف بکار ہو گئے یہاں تک کہ شیخ نظام الدین اولیاء صحت یاب ہو گئے۔

شیخ موئے تاب رحمہ اللہ نے ۷۷۷ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ بدر الدین موئے تاب رحمہ اللہ

آپ شیخ شاہی موئے تاب کے بھائی تھے۔ شاہی موئے تاب کی وصیت کے موافق حضرت خواجہ قطب الدین (بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ شیخ بدر الدین آپ خود ولی اللہ ہیں۔

۱۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء کرام کچھ نہیں کر سکتے وہ غلطی پر ہیں اہلسنت (حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمہ اللہ کی طرح) کہتے ہیں کہ اولیاء کرام باذن و عطاء خدا تعالیٰ بہت کچھ کر سکتے ہیں چند دلائل ملاحظہ ہوں۔ علامہ عبدالوہاب بنی نے طبقات الشافعیہ میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں ایک مرتبہ شدید زلزلہ آیا اور زمین ہلنے لگی۔ امیر المؤمنین کچھ دیر خدا کی حمد و ثنا کرتے رہے مگر زلزلہ ختم نہیں ہوا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو جلال آگیا۔ اور آپ نے اپنا درہ زمین پر مار کر فرمایا کہ اقرئی اللہ اعدل علیک فاستقرت من وقتہائے زمین! ساکن ہو جا کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا ہے؟ یہ فرماتے ہی فوراً زلزلہ ختم ہو گیا اور زمین ساکن ہو گئی!

سورج پر حکم:

ایک دفعہ فاروق اعظم پکڑا سی رہے ہیں سورج نے گرمی دکھائی تو فاروق اعظم نے سورج کو فرمایا محمد بن عبد اللہ کے غلاموں سے تیزی، تو سورج نے گرمی سمیٹ لی۔

ہوا کا حکم کے تابع:

امیر المؤمنین فاروق اعظم نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر نہادہ کی سرزمین میں جہاد کے لئے بھیجا حضرت ساریہ لشکر کفار کے ساتھ جہاد میں مصروف تھے۔ ایک دن حضرت امیر المؤمنین مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل اچانک زور زور سے جٹا چلا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ یا مساریۃ الجبل یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف اپنی پشت کرلو! حاضرین مسجد حیران رہ گئے کہ حضرت ساریہ تو سرزمین نہادہ میں کفار سے جہاد فرما رہے ہیں۔ آج امیر المؤمنین نے انہیں کیسے پکارا؟ پہاڑ کیسا اور پہاڑ کی طرف پشت کرنے کا کیا مطلب؟ سب لوگ متحجب اور حیران ہی تھے کہ نہادہ سے حضرت ساریہ کا قصد آیا۔ اور اس نے بتایا کہ جو ہی دشمنوں سے ہمارا مقابلہ ہوا ایک دم ہمیں شکست ہوئے گی! فافذا بھلا بھلا یا مساریۃ الجبل ایک دم ناگراں ایک چھننے والے کی آواز آئی۔ جو چلا چلا کر کہہ رہا تھا اے ساریہ! تم پہاڑ کی طرف اپنی پشت کرلو۔ چنانچہ ہم لوگوں نے جیسے ہی پہاڑ کی طرف پشت کر کے اپنی صف بندی کی ایک دم فوراً ہی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ فہذ مہمہ اللہ اور اللہ تعالیٰ نے کفار کو شکست دی۔ (مشکوٰۃ شریف ۵۴۶)

آپ کا مزار بدایوں میں نماز گاہ ششی کے عقب میں ہے (اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے)
آپ کی ولادت ۴۹۹ھ میں اور وصال ۵۵۰ھ میں ہوا۔

حضرت شیخ محمود مومنہ دوز رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں اور معتقدین میں سے تھے اور حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ کی محافل میں اکثر حاضر باش ہوتے تھے حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں اکثر آپ کا ذکر خیر آیا ہے۔ آپ کا مزار بھی حضرت خواجہ قطب رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کے نزدیک اس دروازہ کے باہر ہے جو حوض ششی کی جانب ہے۔ حاجت مند لوگ آپ کے مزار پر حاضری دے کر پتھر اٹھا کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں۔ جب مراد پوری ہو جاتی ہے تو اس پتھر کے وزن پر شکر بانٹتے ہیں۔
آپ کی ولادت ۵۸۸ھ اور وصال ۶۲۳ھ میں ہوا۔

حضرت مولانا مجد الدین حاجی رحمۃ اللہ علیہ

مشائخ کے وہ تمام ملفوظات جن کا ہم نے مطالعہ کیا انہیں سے کسی ایک میں بھی آپ کا تذکرہ یا حالات نہیں ملے۔ ہاں بعض بزرگوں نے زبانی بیان کیا ہے کہ مولانا مجد الدین حاجی رحمۃ اللہ علیہ بزرگ آدمی تھے اور سلسلہ سہروردیہ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کے مرید تھے آپ نے بارہ حج کئے۔

دہلی میں سکونت اختیار کی تھی۔ سلطان شمس الدین اہمیش نے آپ کو دہلی کا وزیر انتظامات مقرر کیا۔ چونکہ آپ اس عہدہ پر رضامند نہ تھے اسی لیے دو سال تک وزارت متعلقہ کے تمام امور عمدہ نظم و نسق کے ساتھ سرانجام دینے کے بعد دوبارہ کہا کہ اب فقیر کو معذور رکھیں اور اس کام کے لئے کسی دوسرے کو مقرر کریں سلطان مذکور نے آپ کی درخواست منظور کرتے ہوئے عہدہ وزارت سے فارغ کر دیا آپ کی ولادت ۵۷۲ھ اور وصال ۶۲۳ھ میں ہوا۔

بقرہ عید کے بعد تین دن تک جو عام طور کھانے کھلانے کے ایام دربار ولی کی حاضری: ہیں دہلی والے دہلی شہر سے چل کر خواجہ حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

جمع ہوتے ہیں۔^۱

اسی اجتماع کو مولانا امجد حاجی کا ختم کہتے ہیں (آپ کی ولادت ۵۷۲ھ اور وفات ۶۲۳ھ میں ہوئی)

حضرت شاہ خضر رحمۃ اللہ علیہ

قلندر مشرب تھے اصلی وطن مملکت روم میں تھا آپ سے بے شمار کرامات ظاہر ہوتی تھیں ابتداء میں آپ نے کسی کو مرید نہیں بنایا تھا آپ دہلی اس وقت آئے جب کہ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات تھے ان کی خدمت سے شاہ خضر رحمۃ اللہ علیہ نے روحانی فیض حاصل کیا خواجہ صاحب نے اپنی کلاہ خرقہ شاہ خضر کی قیام گاہ پر بھجوا کر رخصت کیا پھر شاہ خضر کو جو پور کی طرف جانے کا اتفاق ہوا جب موضع سر ہر پور پہنچے تو وہاں شاہ قطب آپ کے مرید ہو گئے آپ ان کو خلافت عنایت کر کے پھر روم کی جانب واپس ہو گئے تاحال ہندوستان میں آپ کا سلسلہ قائم ہے جسے سلسلہ ”قلندریہ چشتیہ“ کہتے ہیں۔

حضرت شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور قوالی بہت خوب سنتے تھے۔ شاخ وقت آپ کی بزرگی کے قائل تھے وعظ و نصیحت کرتے جس میں لطیف باتیں دل کش پیرایہ سے ادا کرتے۔ آپ کا موضوع گفتگو عشق و محبت ہوتا تھا آپ کی مجلس وعظ میں شیخ فرید الدین گنج شکر اکثر و بیشتر شرکت کرتے آپ غزنین سے لاہور ہجرت کر آئے یہاں سے دہلی آکر سکونت اختیار کی اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔

حافظہ: سیر الاولیاء میں بحوالہ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ تحریر ہے کہ شیخ بدر الدین غزنوی کی حضرت خواجہ خضر سے ملاقات تھی۔

حکایت: ایک دفعہ شیخ غزنوی کے والد نے آپ سے فرمایا کہ حضرت علی نبینا وعلیہ السلام سے ہماری ملاقات کرا دو تو بہتر ہوگا؟

۱- مزار پر جمع ہونے والے مسلمان تھے اس سے قارئین سمجھیں کہ مزارات پر اجتماع قدیم الایام سے مسلمانوں کا طریقہ ہے۔ (اویسی غفرلہ)

شیخ غزنوی ایک دن مسجد میں وعظ فرما رہے تھے ایک آدمی اس مجمع سے دور ایک اونچی جگہ بیٹھا ہوا تھا شیخ غزنوی نے اپنے والد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا حضرت خضر وہ بیٹھے ہیں والد بزرگوار نے جواب دیا وعظ کے بعد ان سے ملوں گا وعظ جب ختم ہو گیا تو خواجہ خضر بھی اپنی جگہ سے روپوش ہو گئے۔

فائدہ: سلطان المشائخ کا بیان ہے میں نے شیخ بدر الدین غزنوی کی زبانی سنا ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی یہ رباعی اکثر و بیشتر پڑھا کرتے تھے۔

سودائے تو اندر دل دیوانہ ماست

ہر جا کہ حدیث تست افسانہ ماست

بیگانہ کہ از تو گفت آن خویش من ست

خویشی کہ نہ از تو گفت بیگانہ ماست

ترجمہ: ہمارے دیوانہ دل میں تمہارا عشق سما یا ہوا ہے جہاں تمہارا تذکرہ ہوتا ہے وہاں ہمارا افسانہ بھی ہے جو غیر شخص تمہارا ذکر کرتا ہے وہ دراصل میرا اپنا ہے اور جو عزیز کہ تمہارا ذکر نہیں کرتا وہ درحقیقت میرے لئے بیگانہ اور غیر ہے۔

فائدہ: سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بے حد بوڑھے اور کمزور ہو گئے لوگوں نے ان سے کہا آپ بوڑھے ہیں یہ قص کس طرح کرتے ہیں؟

جواب دیا: شیخ نمی رقص۔ عشق می رقص۔ ہر جا کہ عشق است اور ار قص است۔

ترجمہ: بوڑھا رقص نہیں کرتا بلکہ عشق رقص کرتا ہے جہاں عشق ہے وہاں رقص حاضر ہے۔

فائدہ: سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑھاپے کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے لیکن جب قوالی سنتے تھے تو اس طرح رقص کرتے گویا کوئی دس برس کا بچہ رقص کر رہا ہے آپ کا مزار دہلی میں خواجہ قطب الدین کاکی رحمۃ اللہ کے پائیں میں ہے آپ کی ولادت ۵۴۶ھ میں اور (صال ۶۵۷ھ میں ہوا۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار سے زیادہ اونچی بجانب شمال ایک قبر ہے جسے خواجہ بست کی قبر کہتے ہیں لوگوں کا بیان ہے کہ دہلی فتح ہونے سے پہلے آپ یہاں دفن کئے گئے یہ

اس وقت کی بات ہے جب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ تعمیر نہیں ہوا تھا بہر حال خواجہ بست کے حالات کا علم نہیں ہے (واللہ اعلم بالصواب)

حضرت مولانا صبیح الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ قاضی حمید الدین ناگوری کے صاحبزادے اور سجادہ نشین تھے۔ سیر الاولیاء میں بحوالہ سلطان المشائخ تحریر ہے۔ ایک آدمی (جسے عزیز بشیر کہا کرتے تھے) خرقة درویشی حاصل کرنے کے لئے بدایوں سے دہلی آیا پھر اس نے اسی نیت سے ”حوض سلطان“ پر لوگوں کو جمع کیا اس اجتماع میں بعض درویش بھی موجود تھے کہ عزیز بشیر نے جو طلب خرقة کے لئے دہلی آیا تھا حوض سلطان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا یہ حوض معمولی ہے اور بدایوں کا حوض ساغر اس سے بہتر ہے اس اجتماع میں محمد کبیر ناصی بھی تھا اس نے یہ بات سنی تو مولانا صبیح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اس (آنے والے عزیز بشیر) کو خرقة نہ دیں یہ بڑا ہی جھوٹا اور کذاب ہے۔ (آپ کی ولادت ۶۱۹ھ اور وصال ۱۲۷۷ھ کو ہوا)۔

حضرت شیخ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ تھے زراعت مشغلہ تھا، جمیر کے قریب آپ نے ایک گاؤں ”ماندل“ آباد کیا۔

فائدہ: ملفوظات مشائخ میں ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے نے ایک گاؤں آباد کیا تو حاکم وقت ان کو پریشان کرتا تھا جس کے دفعیہ کے لئے دہلی آئے اس عبارت سے شیخ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ ہی مراد ہیں اپنے پدر بزرگوار کے وصال کے بعد بیس برس تک زندہ رہے، جمیر سے بیس میل کے فاصلہ پر قصبہ سردار میں آپ نے وصال پایا۔ اسی حوض کے قریب آپ کا مزار ہے ولادت ۶۰۹ھ وصال ۶۵۳ھ میں ہوا۔

طبقہ دوم

حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصرین، مریدین اور خلفاء کے حالات

حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور خواجہ جمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نعمت یافتہ تھے اکابر و ارکان اولیاء میں سے تھے ریاضت، مجاہدہ، فقر اور ترک دنیا میں کمال رکھتے تھے کشف و کرامت کی علامت اور ذوق و محبت کا نشان تھے ہمیشہ ذکر خفی و سری میں کوشاں رہتے خود کو لوگوں کی نظروں سے چھپائے رکھتے اور ایک شہر سے دوسرے شہر کی سیاحت کرتے تھے بالآخر اجودھن (پاک پتن) تشریف لائے یہاں کے باشندے تند خو، ظاہر پرست بالخصوص فقراء و صوفیہ کرام سے دشمنی رکھتے تھے یہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا یہ مقام میرے رہنے کے لائق ہے اور یہیں مقیم ہو گئے یہاں کوئی آپ کا واقف حال نہ تھا قصبہ کے باہر کریر کے درخت تھے ان میں سے ایک گھنے درخت کے نیچے آپ یاد الہی میں مشغول ہو گئے۔ یہاں کی مسجد میں اکثر و بیشتر نماز پڑھتے اور عبادت کرتے یہیں آپ کے صاحبزادے پیدا ہو گئے یہیں آپ نے فاتے کیے اور یہیں مجاہدے و ریاضت کی تکلفیں برداشت کیں چونکہ زبردست روحانیت کے مالک تھے اس لئے پوشیدہ نہ رہ سکے۔

۱۔ حضرت بابا فرید فرخ شاہ والی کامل کی اولاد میں سے ہیں۔ فرخ شاہ کی وفات کے بعد جب نظام سلطنت درہم برہم ہوا اور ہلاکو خاں نے سلطنت کامل اور غزنی کو فتح کیا اور بہت سے علماء اور اہل کمال اشخاص کو شہید کیا۔ تو اس وقت بہت سے لوگ غزنی اور کامل جموں کو پنجاب آ گئے۔ چنانچہ ۷۵۱ھ میں جب کہ پنجاب پر شیخ شہاب الدین محمد غوری کی حکومت کا دور دورہ تھا۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ جمال الدین سلیمانی کامل سے ہندوستان تشریف لائے اور ملتان میں مقیم ہوئے محمد غوری نے آپ کی خاندانی بزرگی کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ کو علاقہ حکومت وال ضلع ملتان کی جاگیر متاعہ فرمائی جہاں آپ نے مستقل رہائش اختیار کر لی۔ یہیں آپ کی شادی مولانا وحید الدین غنجدی کی دختر ایک اختر جو زہرہ علیہ مفت سے آراستہ تھیں سے ہوئی۔ اور ان کے کٹن سے یہ گوہر (بابا فرید) تولد ہوا۔ حکومت وال کو آج کل چاولی مشائخ کہتے ہیں اور بوروالہ جو قصور لودھراں ریلوے لائن پر ایک اسٹیشن اور منڈی ہے سے تقریباً ۱۵ میل بجانب جنوب واقع ہے۔ آپ کا سن پیدائش جواہر فریدی دودیکر کتب تاریخ میں ۷۶۹ھ المقدس مذکور ہے مگر مطابق تاریخ فرشتہ ۷۸۴ھ ہے۔ پاک پتن کا نام جلال الدین محمد اکبر کے حکم سے پاک پتن رکھا گیا پہلے اس قصبہ کا نام اجودھن تھا۔ ۱۲ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ھکایت: ایک دفعہ آپ کا لباس کٹڑے کٹڑے اور بہت بوسیدہ ہو گیا تھا ایک شخص نے آپ کی (پچھلے صلہ کا بقیہ حاشیہ) آپ نے بغیر سنی میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا تھا جب آپ کی عمر اٹھارہ برس ہوئی تو آپ نے تفصیل علم کے لئے ملتان کا رخ کیا جو ان دنوں علوم دینی کا مرکز تھا۔

آپ نے مسجد سرائے وال میں مولانا منہاج الدین ترمذی (جو اس زمانہ میں ایک معتبر عالم تھے) سے سلسلہ درس و تدریس شروع کیا۔ ایک دن مسجد میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی تشریف لائے جو نبی حضرت ہام صاحب کی نظر حضرت خواجہ صاحب کے چہرہ نورانی پر پڑی۔ آپ دل سے حضرت کے عاشق ہو گئے۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے حضرت خواجہ صاحب نے دریافت فرمایا کیا پڑھتے ہو؟ حضرت نے عرض کیا نقد کی کتاب پڑھتا ہوں خواجہ صاحب نے فرمایا انا اللہ نافع ہوگی آپ نے عرض کیا کہ حضور نفع کتاب میں نہیں۔ بلکہ آپ کی نظر کیا اڑھیں ہے۔ جب تک خواجہ صاحب ملتان میں تشریف فرما ہے آپ ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے۔ جب آپ سے دہلی آنے کا قصد فرمایا تو ہام صاحب نے بھی ہمراہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن حضور نے ارشاد فرمایا کہ ابھی آپ علوم ظاہری کی تحصیل کریں۔ اس کے بعد دہلی میں میرے پاس آئیں چنانچہ آپ یہاں سے فارغ ہو کر قندھار تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے پانچ سال تک تعلیم حاصل کی بعد میں آپ عالم اسلام کی سیاحت کو نکلے اور بغداد بخارا، روم، شام اور عرب تک کی سیاحت کی اور سینکڑوں بزرگان دین کے فیوض ظاہری و باطنی سے مستفیض ہوئے اور اپنے قلب کو نور الہی سے منور کیا۔ سیر و سیاحت ممالک اسلامیہ کے بعد آپ اپنے ہیر روشن ضمیر حضرت خواجہ قطب الدین صاحب بختیار کاکی کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ جو اس وقت دہلی میں قیام فرماتے۔ حضور نے آپ کو ایک حجرہ دے دیا جس میں ریاضت و عبادت کرتے آپ بہت قلیل عرصہ میں ہی تمام فیوض برکات باطنی و ظاہری سے مالا مال ہوئے۔ خواجہ صاحب کی وفات کے بعد آپ نے دہلی چھوڑ دی۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے لوگ پر دانوں کی طرح آپ پر ٹوٹتے۔ مگر آپ ان چیز کو ناپسند فرماتے اور گمناہی کی حالت میں رہنا زیادہ اچھا معلوم ہوتا۔ چنانچہ آپ نے اپنے لئے وہ جگہ مناسب کبھی جہاں آج کل پاکپتن ہے یہاں کے لوگ نہایت کج خلق اور منکر درویشاں تھے اور یہ مقام کفر و شرک کا مرکز تھا۔ لہذا آپ نے رہائش کو کبھی جگہ انتخاب فرمائی۔ اور تادفات یہیں قیام فرما رہے۔

سلطان ناصر الدین محمود جو تخت دہلی پر ۱۲۳۶ھ سے ۱۲۶۶ھ تک متمکن رہا۔ ایک دفعہ میر کی عرض سے دہلی سے ملتان آیا۔ واپسی پر اس نے دہلی پور کے مقام پر جو پاکپتن سے بیس میل کے فاصلہ پر ہے قیام کیا۔ اور اپنے وزیر الف خاں کو چار ہزار اشرفی و دھم نمہ جاگیر دیکر بھیجا اور دعا کیلئے استدعا کی۔ حضرت نے جاگیر کا حکم نامہ تو واپس کر دیا کہ درویشوں کو یہ چیزیں درکار نہیں۔ اور جو زرقہ تھا۔ وہ فقیروں میں تقسیم کر دیا۔ اور بادشاہ کے واسطے دعا فرمائی۔ الف خاں جب واپس جانے لگے تو اسے معاشیال آیا کہ ایک مقبول بارگاہ کے در اقدس پر حاضر ہوا ہوں۔ کیوں نہ اپنے لئے بھی کچھ عرض کروں کہ خدا مجھے سلطنت دہلی عطا فرمائے۔ چنانچہ دوبارہ حاضر خدمت ہوا۔ آپ اتھوا فراسة المومن فانه يفظ بعدو الله تعالى کے تحت پہلے ہی اس کے دلی ارادہ سے واقف تھے۔ چنانچہ آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ ناصر الدین محمود کی وفات کے بعد ۱۲۶۶ھ میں الف خاں غیاث الدین بلبن کے نام سے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

خدمت میں کرتے پیش کیا آپ نے زیب تن فرمالیا اور پھر فوراً ہی اتار کر شیخ نجیب الدین متوکل کو (جو آپ کے پاس بیٹھے تھے) دیتے ہوئے فرمایا جو لطف مجھے اس پٹے پرانے کرتہ میں ہے وہ اس نئے کرتہ میں نہیں آتا۔

حکایت: حضرت شیخ شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ اکثر اوقات شربت سے روزہ افطار فرماتے شربت کا ایک گلاس جس میں تھوڑے سے منقہ ہوتے تھے۔ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا اس میں سے آدھا بلکہ دو تہائی حاضرین مجلس میں تقسیم کر دیتے اور باقی خود نوش فرمالیتے اور اس میں سے بھی کسی طلب کار کو دے دیا کرتے تھے پھر دور دروغنی روٹیاں آپ کی خدمت میں پیش کی جاتیں جن میں سے ایک ٹکڑا تناول فرما کر باقی حاضرین مجلس میں تقسیم فرما دیتے اس کے بعد دسر خوان پر طرح طرح کے کھانے پنے جاتے جو تمام لوگ کھاتے اور آپ دوسرے دن افطار تک پھر کوئی چیز تناول نہ فرماتے سوتے وقت اسی کبل کو جس پر دن کے وقت بیضا کرتے تھے بچھونا بنا لیتے اور یہ کبل اتنا چھوٹا تھا کہ اس کے بچھونے پر لیٹتے وقت آپ کے پاؤں اس سے باہر ہی رہتے تھے۔

حکایت: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ (پچھلے سلی کا بغیر حاشیہ) سلطنت دہلی پر متمکن ہوا۔ یہ حضور کی دعائی کا نتیجہ تھا۔

سلطان غیاث الدین بلبن کو آپ سے بے حد عقیدت تھی اس نے آپ کا شرف خسروی حاصل کرنے کے لئے اپنی لڑکی آپ کے عقد میں دے کر یہ سعادت حاصل کی۔

سلطان نے ہمیشہ میں علاوہ قیمتی زرو مال کے ۳۰۰ لوطیاں بھی دیں لیکن متوکل فقیر کو لوطیوں سے کیا کام آپ نے سب کو آزاد کر دیا۔

آپ نے ۶۶۳ھ میں ۹۶ برس کی عمر میں اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے ہی آپ کا روضہ فقیر کر دیا تھا۔ جو زیر نگرانی جناب خواجہ نظام الدین محبوب الہی صاحب تیار ہوا۔

حضرت بابا صاحب بہت ہی منکسر المزاج و محل متوکل اور بے انتہائی تھے مہمان نوازی آپ کی دور دراز تک مشہور سی۔ اور آپ کا لنگر ہر خاص و عام کیلئے کھلا تھا۔ آپ کے لنگر کا انتظام حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کے سپرد تھا۔ باوجود انتہائی ریاضت و عبادت کے آپ کی جسمانی محبت بہت اچھی تھی۔ آپ کے روئے مبارک سے ہر وقت نور برستا تھا۔ اور آج بھی۔ مزار مر دوسمن سے وہی ایمان ہے پیدا۔

پاکستان میں حضور کا مزار اور نو روکات ربانی کا مرکز ہے جہاں ہر وقت رحمت باری کی بے پناہ گھٹائیں جموسی رہتی ہیں۔ ہزار ہا بندگان خدا اس مرد فقیر کے چشمہ فیض پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور اپنی تنگی بجاتے ہیں۔ خالی آتے ہیں اور صوبہ لیاں بھر کر جاتے ہیں۔

اکڑ ویشتر زنبیل میں رکھی ہوئی روٹی کھایا کرتے تھے اور افطار کے وقت زنبیل میں سے ایک اور کڑے لازمی طور پر آپ کے سامنے لائے جاتے تھے۔

طعام فرید: شیخ فرید الدین محمود رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک بڑی مدت تک شیخ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی زنبیل گردانی کی ہے اور خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی کی خدمت میں حاضری دیتے ہوئے کئی مرتبہ کہا ہے جس رات شیخ گنج شکر کے ہاں دلیہ یا کریر کے پھول ہم علم میر ہو کر کھا لیتے اس دن ہماری عید ہوتی اور بس خوردہ (بچا ہوا کھانا) ہمارا ایک دوست جن لاتا جسے تمام دوسرے لوگ کھاتے تھے البتہ جب دلیہ یا کریر کے پھول نہ ہوتے تو ہم زنبیل گردانی کرتے تھے۔

طعام نظام: حضرت شیخ فرید الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے پاس بھی ہم نے کئی سال تک زنبیل گردانی کی ہے اور ان تمام حضرات نے اسی طرح معمولی سی غذا نوش کر کے اتنے بلند مقامات حاصل کئے۔

ھکایت: حضرت شیخ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خادم نے ایک دفعہ ایک پیسہ کانٹک ادھار لے لیا جب اس نے کھانا پیش کیا تو شیخ کو نور باطن سے معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا اس کھانے میں خیانت کی بو آ رہی ہے میرے لئے یہ کھانا جائز نہیں۔ (یہی ہمارا اہلسنت بریلوی کا موقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اولیاء کو بھی علم غیب سے نوازتا ہے)۔ اویسی غفرلہ

ھکایت: ایک دفعہ آپ کی زوجہ مکرمہ نے آپ سے عرض کی اے خواجہ آپ کا فلاں صاحبزادہ بیمار ہے اور وہ آج بھوک سے مر رہا ہے شیخ نے سرائٹھا کر جواب دیا مسعود کیا کرے اگر موت آ جائے اور اس دنیا سے سفر کر جائے تو پاؤں میں رسی باندھ کر باہر پھینک دینا۔ (اس میں خود کو مستغنی ظاہر کرنا اور زوجہ مکرمہ کو توجہ الی اللہ کا درس دینا مطلوب تھا)

حضور گنج شکر کا مجاہدہ و ریاضت: حضرت شیخ فرید گنج شکر قدس سرہ نے جب مجاہدہ کرنا چاہا تو اس کے متعلق اپنے ہمیر و مرشد خواجہ

قلب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا حضرت خواجہ قطب دہلوی قدس سرہ نے فرمایا طے کا روزہ رکھو۔ (طے وہ روزہ ہے جس میں مغرب کے وقت صرف پانی پی کر روزہ کھول لیتے ہیں اس کے سوائے اور کچھ کھاتے پیتے نہیں یہ روزہ کم سے کم تین دن کا رکھتے ہیں علاوہ ازیں متواتر دس دن ایک ماہ چھ مہینہ اور ایک سال تک کی میعاد کا بھی روزہ رکھتے ہیں اس طرح مسلسل روزہ رکھنے

کو طے کا روزہ کہتے ہیں جو اہل طریقت کے ہاں ایک عام طریقہ ہے۔

چنانچہ شیخ گنج شکر قدس سرہ طے کا روزہ رکھنے لگے اور تین دن تک کچھ نہ کھایا میسر سے دن افطار کے وقت ایک شخص نے چند روٹیاں آپ کے سامنے پیش کیں آپ سمجھے غیب سے آئی ہیں چنانچہ آپ نے اسی روٹی سے افطار کیا لیکن باطن نے اسے قبول نہ کیا اور فوراً ہی کھایا پیا سب باہر آ گیا آپ نے یہ واقعہ پیر و مرشد سے عرض کیا ارشاد ہوا ہے مسعود! تم نے تین دن کے روزہ کے بعد ایک شرابی کا کھانا کھایا لیکن عنایت پروردگار تمہارے کام آئی جس نے تمہارے معدہ میں اسے رہنے نہ دیا اب جاؤ پھر تین دن کا روزہ رکھو اور غیب سے جو کچھ ملے اسے نوش کرو چنانچہ شیخ گنج شکر نے پھر تین دن طے کا روزہ رکھا اور شام کو کوئی کھانا میسر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ایک پہر رات گزر گئی کمزوری بڑھ گئی حرارت سے جسم جلنے لگا آپ نے ہاتھ بڑھا کر چند سنگریزے اٹھائے اور منہ میں رکھ لئے کنکریاں آپ کے منہ میں شکر بن گئیں یہ حالت دیکھ کر دل میں خیال آیا کہیں یہ بھی شیطانی چال نہ ہو یہ سوچ کر وہ سنگریزے بھی منہ سے پھینک دیئے اور یاد الہی میں مشغول ہو گئے آدھی رات ہو گئی اور کمزوری بہت بڑھ گئی تو آپ نے پھر زمین سے کچھ کنکریاں اٹھا کر منہ میں ڈال لیں وہ پھر شکر بن گئیں اور آپ نے انہیں ٹھوک دیا تین مرتبہ آپ نے یہی کیا اور ہر مرتبہ یہی کرامت ظاہر ہوئی تو یقین ہوا کہ یہ نعمت خداوندی ہے پھر دوسرے دن شیخ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اچھا کیا جو سنگریزوں سے روزہ افطار کیا وہ غیب سے آئے تھے اب جاؤ شکر کی طرح ہمیشہ شیریں رہو گے اس دن سے شیخ فرید الدین مسعود رحمۃ اللہ علیہ گنج شکر (خزانہ شکر) کہتے ہیں اور یہی واقعہ سیر الاولیاء میں بھی لکھا ہے۔

گنج شکر ہونے کی وجہ تسمیہ: مذکورہ بالا واقعہ کے علاوہ ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ کچھ سودا گر شکر لے جا رہے تھے۔ حضرت شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ

نے ان سے شکر مانگی انہوں نے جواب دیا یہ شکر نہیں نمک ہے شیخ فرید قدس سرہ نے فرمایا نمک ہی ہو گا۔ سودا گروں نے جب سامان کھولا تو وہ سب نمک تھا وہ دوڑ کر شیخ مسعود گنج شکر کے پاس حاضر ہوا فرید گنج شکر کی وجہ تسمیہ اوپر مشہور ہوئی ایک اور جو عام میں زیادہ مشہور ہے کہ آپ کو شکر سے خاص شغف تھا کیونکہ آپ کی والدہ محترمہ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے آپ کے مصلے جس پر آپ نماز ادا کرتے تھے کے نیچے شکر کی ایک پڑاؤ زانہ رکھ دیا کرتی تھیں تاکہ اس سے آپ کو نماز کا پورے طور پر پابند کر سکیں۔ آپ بعد نماز مصلے کے نیچے اٹھائے پس اطلاق سے ایک دن وہ شکر کی پڑیا کھنی بھول گئیں جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مصلے کے نیچے سے پڑیا اٹھائی یہ شکر معمول سے زیادہ لذیذ تھی۔ آپ کی والدہ کو جب اس شے کا علم ہوا تو وہ اس غیبی تحفہ سے بہت سرور ہو گئیں اور اس وجہ سے آپ کا نام گنج شکر مشہور ہو گیا۔

حاضر ہوئے عذر خواہی کرتے ہوئے عرض کیا دعا فرمائیے یہ نمک بھر شکر ہو جائے جواب دیا شکر ہو جائے گا چنانچہ وہ نمک پھر اپنی اصلی حالت شکر میں تبدیل ہو گیا۔

یہ بادشاہ اپنے جاہ جلال اور بلندی مرتبہ خانخاناں نواب محمد بیرم خان کا اذہب: کے ہاؤ جود فقراء اور درویشوں کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتا تھا اور ان سے عقیدت و محبت کی بناء پر بے انتہا ان کی خاطر مدارات کرتا تھا۔ اور امر خداوندی کی تعظیم کے مد نظر رکھ کر خلق خدا پر مہربانی اور شفقت کے کامل مجسمہ اور دیکھتے (نیک بخت ہو کر زندہ رہا اور شہیدوں کی طرح جام بقا نوش کیا) کا مصداق تھا اس نواب خانخاناں نے اس واقعہ تبدیل شکر و نمک کو یوں بیان کیا ہے۔

کان نمک، جہاں شکر، شیخ بحرور
آں کز شکر نمک کند از نمک شکر

ترجمہ: نمک کی کان شکر کا خزانہ کے آقا یہ ہیں جو شکر کو نمک اور نمک کو شکر بنا دیتے ہیں۔

کان نمک و شیخ شکر شیخ فرید کز شیخ شکر کان نمک کر د پدید
در کان نمک کرد نظر گشت شکر شیریں ترازیں کراتے کس نفید

ترجمہ: نمک کی کان اور شکر کا خزانہ شیخ فرید ہیں جنہوں نے شکر کے خزانہ کو نمک کی کان میں بدل دیا اور پھر کان نمک کو ایک نظر میں شکر بنا دیا اس سے زیادہ شیریں و بہتر کرامت کسی اور کی سنی نہیں گئی۔

نماز معکوس: شکر کو نمک پھر اس نمک کو شکر کی صورت میں تبدیل کر دینے کے بعد شیخ مسعود رحمہ اللہ

نے مقام ادب (ضلع بہاولپور) میں حاج (جامع مسجد) کے کونٹوں پر الٹا چلے کھینچا چالیس دن تک اس طرح عبادت کی کہ روزانہ رات کے وقت اس درخت کے سہارے جو کونٹوں پر تھا خود کو کونٹوں میں لٹکا دیتے اور صبح ہوتی تو باہر نکل آتے (یہ واقعہ مشائخ چاولی اویسی نزد بور پوالہ ضلع دہاڑی کا زیادہ مشہور ہے) حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مشہور عقلمند و فلسفی جن کا نام ضیاء الدین تھا اور جو سایہ کے نیچے پڑھایا کرتے تھے ان کی زبان ہی میں نے خود سنا ہے کہ ایک مرتبہ میں (ضیاء الدین) خوب فرید الدین مسعود شیخ شکر کے پاس گیا میں ظاہری علم کے سوا کچھ نہیں جانتا تھا میرے دل میں خیال آیا اگر شیخ نے ظاہری علم کے سوا کچھ اور پوچھا۔ تو میں کیا جواب دوں گا؟ میں بھی اسی خیال میں تھا کہ شیخ نے مجھ سے دریافت فرمایا (متفق منام) کیا ہے

(اس کے معنی ہیں بے خودی کے اسباب اور اہل طریقت اس بے خودی کو وجد و حال کہتے ہیں)۔
چونکہ توقعات مناظر دراصل علم خلاف کا ایک مسئلہ ہے (علم خلاف کے مقرر کردہ اصول جن کو بروئے کار لاتے ہوئے وہ احکام شریعت کی مخالفت کرتے ہیں اور شریعت ظاہری پر اپنے مقرر کردہ اصولوں کے رواج کو مقدم مانتے ہیں) شیخ کے اس مسئلہ کے پوچھنے پر مجھے بڑی مسرت ہوئی اور میں نے اس مسئلہ کی خوب اچھی طرح وضاحت کی اس کے نفی و اثبات کے تمام پہلو بیان کئے ہابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ نے اپنی عمر کے (۸۹) سال پورے کر کے ۵ محرم ۶۲۴ھ میں وصال فرمایا۔
واقعہ وصال: پانچویں محرم کی رات میں حضرت شیخ گنج شکر رحمہ اللہ پر مرض کی شدت ہوئی با جماعت نماز عشاء پڑھنے کے بعد بے ہوش ہو گئے تھوڑی دیر بعد جب ہوش آیا تو پوچھا کیا میں نے نماز عشاء پڑھ لی؟ خدام نے کہا جی ہاں تو فرمایا ایک مرتبہ اور پڑھ لوں پھر کون جانے کیا ہو۔

چنانچہ آپ نے دوسری مرتبہ پھر نماز عشاء پڑھنے کے بعد بہت دیر تک بے ہوش رہے جب ہوش آیا تو پوچھا کیا میں نے نماز عشاء پڑھ لی ہے؟
خدام نے کہا جی ہاں آپ دو مرتبہ پڑھ چکے ہیں فرمایا ایک مرتبہ اور پڑھ لوں پھر کون جانے کیا ہو غرضیکہ تیسری مرتبہ نماز عشاء پڑھنے کے بعد (یا حیی یا قیوم) کہتے ہوئے وصال پایا۔
ملفوظات گنج شکر رحمہ اللہ: حضرت گنج شکر رحمہ اللہ کے بعض ملفوظات حضرت شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی قدس سرہ کے ہاتھ مبارک سے لکھے ہوئے ملے ہیں جن سے چند ملفوظات حاضر ہیں سات سو پیران طریقت سے چار چیزیں دریافت کی گئیں ہر ایک نے یہی جواب دیا۔

- ۱ گناہوں کو چھوڑ دینے والا ہی سب سے زیادہ عقل مند ہے۔
 - ۲ زیادہ عقل مند و دانش ور وہی ہے جو کسی چیز پر غور نہیں کرتا۔
 - ۳ قناعت کرنے والا ہی سب سے زیادہ مالدار ہے۔
 - ۴ قناعت چھوڑ دینے والا ہی سب سے زیادہ مفلس و محتاج ہے۔
- ملفوظ (۲):** لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے پیار ہے کہ بندہ اس کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرے اور وہ اسے خالی مایوس و محروم واپس کر دے ہونے کا غم نہیں اور نہ ہونے کا فسوس نہیں۔

ملفوظ (۳): بابوی کا دن دراصل مردان خدا کی معراج ہے لوگوں کی سردکلامی کی وجہ سے اپنی سرگرمی نہ چھوڑو۔

ملفوظ (۴): شیخ الاسلام جلال الدین رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بعض باتوں سے دل پر بوجھ ہو جاتا ہے اس لئے ہر بات کے اول و آخر کو وزن کر لو اگر کام اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو بات کرو ورنہ خاموش رہو۔

ملفوظ (۵): فقیر جب کوئی کپڑا پہنے تو سمجھ لے کہ اس نے کفن پہن لیا۔

ملفوظ (۶): تم جیسے اندر میں ہو ویسے ہی باہر نظر آؤ ورنہ تمہاری اصلیت خود ظاہر ہو جائے گی۔

ملفوظ (۷): جنات اور انسانوں کی عبادات سے ایک جذبہ حق بہتر و عمدہ ہے حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص لوگوں کی عیب جوئی کرنے سے علیحدہ رہا وہ خوش نصیب اور خوش قسمت ہے۔

ملفوظ (۸): صوفی کسی چیز کو خراب اور مکدر نہیں کرتا بلکہ ہر چیز کو مانجھ کر پاک و صاف کرتا ہے تم اگر بزرگ اور بڑا بننا چاہتے ہو تو حکام کی طرف متوجہ رہنے سے علیحدگی اختیار کر لو اور یہ رہائی بھی آپ کی ہے۔

دوشینہ شیم دل حزینم بگرفت
واندشہ یار ناز نینم بگرفت
گفتم بہ سرو دیدہ روم بر در تو
اشکم بدوید آئینم بگرفت

توجہ: کل رات میرا دل بے قرار ہو کر نازنین دوست کے خیال میں کھو گیا میں نے دل میں کہا کہ بسرو چشم تمہارے درد و دولت پر حاضر ہو جاؤں گا لیکن آنسوؤں نے دوز کر میری آستین پکڑ لی۔

حکایت: بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کی موجودگی میں کچھ لوگ قوالی کے جواز و حرمت کے متعلق (جس میں علماء کا باہمی اختلاف ہے) گفتگو کر رہے تھے ان کی گفتگو سننے کے بعد آپ نے فرمایا (سبحان اللہ) ایک جل کر خاکستر ہو گیا اور دوسرے اختلاف میں پھنسے ہیں۔

ملفوظ (۹): ایک مجلس میں فرمایا کہ تدابیر اور زیادہ غور و فکر کرنے سے آفت آتی ہے اور تسلیم کرنے میں سلامتی ہے۔

ملفوظ (۱۰): علماء عوام میں زیادہ معزز ہیں اور فقیر و درویش لوگوں میں زیادہ عزت دار اور سردار اور

۱۔ حضرت حمید مہر علی صاحب گولڑی رحمہ اللہ کو کسی نے قیمتی لباس میں لباس دیکھ کر کہا کہ فقیری کا دعویٰ اور لباس قیمتی آپ نے یہ جواب دیا کہ نیت کو جیسا کفن پہنا دو میت کا کیا تصور

شریف ترین ہیں علماء اور فضلاء کی مثال ایسی ہے جیسے آسمانی ستاروں میں چودھویں کا چاند۔

ملفوظ (۱۱): زیادہ ذلیل اور کمینہ وہ ہے جو خود کو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں مشغول رکھے۔

حکایت: کسی نے ایک دفعہ شیخ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں معروضہ پیش کیا کہ سلطان غیاث الدین بلبن کے نام میرے لئے ایک سفارش نامہ تحریر فرمادیجیے چنانچہ شیخ نے فرمایا میں اس شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہوئے آپ تک پہنچاتا ہوں! اگر آپ اسے کچھ عطا کر دیں تو حقیقی طور پر عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے آپ مشکور ہوں گے اور اگر آپ کچھ عنایت نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہی مانع اور روکنے والا ہے اس طرح آپ معذور متصور ہوں گے۔

بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار ۶۸۰ھ میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اور امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیر کروایا تھا۔ وہ اپنے ساتھ دہلی سے ۲۰۰ حفاظ قرآن پاک لے گئے تھے۔ ہر اینٹ پر ایک بار قرآن شریف پڑھ کر دم کیا گیا۔ اس کے بعد انہی دم شدہ اینٹوں سے مزار کی تعمیر کی گئی۔ فوائد الفوائد میں لکھا ہے کہ تعمیر کے آخری ایام میں خواجہ نظام الدین اولیاء کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ملے اور فرمایا نظام الدین! تو نے بہت اچھا کیا جو اپنے مرشد کا مزار اتنے ذوق شوق سے بنوایا اور ایک ایک اینٹ پر ختم قرآن کر دیا۔ ہم تجھ سے بہت خوش ہیں۔ جنوبی دروازہ کا نام بہشتی دروازہ رکھنا اعلان کر دو کہ جو شخص اس دروازہ میں سے یہ پڑھ کر گزرے گا حق تعالیٰ اسے جنت سے سرفراز فرمائیں گے۔ بشرطیکہ آئندہ سے گناہوں سے توبہ کرے اور پابند صوم و صلوٰۃ رہے۔ بہشتی دروازہ سے گزرتے وقت تین بار یہ پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ مِنْ قُلِّ ذَنْبٍ (باری تعالیٰ میں ہر گناہ سے کچی توبہ کرتا ہوں) اگر ان شرائط کے ساتھ اس دروازہ سے گزرے گا تو حق تعالیٰ جنت سے سرفراز فرمائیں گے۔

یہ تھا اس دروازے کا تاریخی پس منظر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے جو ملفوظات قلمبند کئے ان میں یہی لکھا ہے اب ہوتا یہ ہے کہ اہل علم و دانش مند اس دروازہ میں سے اوپر کی دعا اور توبہ کا وعدہ پڑھتے ہوئے گزرتے ہیں۔ مگر بے علم اور غیر تعلیم یافتہ افراد ویسے ہی گزر جاتے ہیں۔ (گزشتہ سات سو سال سے اس دروازہ میں سے ایک عورت بھی نہیں گزری) خواجہ نظام الدین اولیاء نے وصیت کی کہ اس میں سے صرف مرد گزرا کریں اور وہ بھی یہ دعائیں بار پڑھ کر گزریں۔ اب اس اقدام کی تمام ذمہ داری محبوب الہی حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء بدایونی (مزار دہلی) پر ہے۔ جنہوں نے چشتی مسلک کے صوفیاء کو یہ احکام دیے۔ اگر کوئی شخص ان شرائط کے ساتھ اس دروازے میں سے گزرے تو شرعاً اس میں کسی قسم کا اعتراض یا گناہ نہیں ہے۔ ماضی میں مندرجہ ذیل خاصان خدا اس دروازے میں سے گئی بار گزرے ہیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاء امیر خسرو، خواجہ شمس الدین ترک، خواجہ فیسر الدین چراغ دہلی، سید محمد گیسو دراز، سید جمال الدین بخاری عرف مخدوم جہانیاں جہاں گشت، حضرت سید اشرف جہانگیر حضرت بہان الدین غریب، سید جمال الدین حضرت شاہ رکن عالم ملتان والے مولانا فیاض الدین بخش۔ حضرت جابن الدین ترک پانی پتی۔ حضرت شاہ میراں، حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی۔ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ محمد حسن پشاور۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ہے)

حضرت شیخ نظام الحق والدین محمد بدایونی قدس سرہ

یعنی شیخ المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا نام محمد بن احمد بن علی بخاری اور لقب سلطان المشائخ و نظام الدین اولیاء ہے۔ بارگاہ الہی میں محبوب و مقرب تھے آپ کے اثرات و برکات سے پاک و ہند مالا مال ہے۔

آپ کے جد اعلیٰ حضرت علی البخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے نانا جان خواجہ عرب ہر دونوں ایک ساتھ بخارا سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے۔ یہاں ایک عرصہ اقامت کے بعد بدایون (انڈیا) میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن میں ۱۶۱۰ء آپ کے والد خواجہ احمد نے انتقال کیا اور بدایون میں مدفون ہوئے۔

طالب علمی: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کچھ بڑے ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو مدرسہ (دینی) میں داخل کرادیا۔ جہاں آپ نے قرآن مجید اور فارسی عربی کتابیں پڑھنے لگے۔

حکایت: آپ کی عمر تقریباً بارہ برس ہوگی اس وقت لغت و علم ادب پڑھتے تھے ابو بکر قوال ملتان سے آپ کے استاد کے پاس آیا ہوا تھا اس نے کہا کہ میں نے شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے رو برو مجلس قوالی میں یہ شعر پڑھا تھا۔ لقد لسعت حبة الهوى كبدي۔ خوہشات کے سانپ نے میرے جگر کو ڈس لیا ہے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) شاہ محمد غوث قادری وغیرہم۔

موجودہ زمانے کے صوفیائے کرام جو اس دروازے میں سے کئی بار گزرے ۱۸۷۳ء تا ۱۹۷۳ء کے اولیائے کرام، حضرت شاہ محمد رامپورسہ، شاہ عارف حسن خواجہ حسن نظامی، پیر محمد علی شاہ گولڑوی۔ شاہ شمس الدین سیال شریف۔ پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری مولانا سید احمد قادری، شاہ محمد ذوقی، حضرت شہید اللہ فریدی، شاہ یوسف حسن اکوڑہ والے، شاہ غلام حسین حیدر آبادی، شاہ محمد حسین لہ آبادی، شاہ محمد حسین مراد آبادی، خواجہ محمد سلیمان تونسوی، مولانا سراج الحق گورداسپوری، صوفی نواب الدین نقشبندی، حضرت میاں شیر محمد شرقتوری نقشبندی، حضرت سید اسماعیل شاہ کرمانوالے۔ بابا فقیر محمد چڑایا حافظ عبد اکرم نقشبندی وغیرہم۔ مثل شہنشاہوں میں جلال الدین اکبر، نور الدین جہانگیر، شاہ جہاں اور حضرت دارہ شکوہ قادری اپنے اپنے وقت میں اسی دروازے میں سے گزرے۔

دوسرا مصرعہ یاد نہیں آ رہا حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ نے فوراً ہی اس کا دوسرا مصرعہ پڑھ سنایا۔ (لَا طَمَبَ لَهَا وَلَا مَوَافَى) اس کو کوئی معالج ہے اور نہ منتری۔ اس کے بعد اس قوال نے شیخ بہاؤ الدین ذکر کیا رحمۃ اللہ علیہ کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے اور کہا انکے پاس ذکر و شغل کی یہ حالت ہے کہ آپ کے پاس کی چکی پیسنے والی مزدور عورتیں بھی ذکر کرتی ہیں اسی طرح بہت سی باتیں بیان کرتا رہا لیکن ان میں سے کسی بات نے بھی نظام الدین اولیاء کے دل پر کوئی اثر نہیں کیا پھر اس قوال نے کہا کہ میں وہاں سے اجودھن (پاک پتن) پہنچا جہاں ایک بادشاہ طریقت دیکھا جو ایسا اچھا اور ایسا خوب ہے قوال کی یہ باتیں سنتے ہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ کے دل میں شاہ پاک پتن کی محبت و ارادت جاگزیں ہو گئی اور ان پر خود فطرتی کا عالم چھا گیا اور اسی وقت سے انکے دل میں شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی محبت پیوست ہو گئی اور گرویدگی روز بروز بڑھنے لگی اٹھتے بیٹھتے کھاتے سوتے شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر روز بان ہو گیا۔

دہلی میں ورود: بدایوں سے آپ حصول علم کی خاطر دہلی آئے اور صدر ولایت شمس الملک کے آگے زانوئے علم تہہ کر کے ان سے مقامات حریری (عربی، ادب کی مشہور کتاب) پڑھی اور علم حدیث بھی حاصل کیا دوسرے طالب علم بھی آپ کو نظام الدین تجاث (منطقی) کہتے تھے۔

بابا فرید کے در اقدس پر: یہاں سے فراغت تعلیم کے بعد شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے شوق سال تمی جہاں آپ نے شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم کے چھ پارے تجوید یعنی علم قرأت کے ساتھ پڑھے عوارف کے ابواب کا درس لیا۔ تمہید ابو شکور سالمی اور بعض دیگر کتابیں بھی بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ شکر قدس سرہ سے پڑھیں۔

بابا فرید قدس سرہ سے پہلی ملاقات: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے فرمایا کہ جب شیخ فرید الدین قدس سرہ سے میری پہلی حاضری ہوئی تو مجھے قد مبوسی کا شرف نصیب ہوا اور اس وقت شیخ نے سب سے پہلے یہ شعر پڑھا۔

اے آتش فراق دلہا کباب کردہ سیلاب اشتیاق جانہا خراب کردہ
تیرے فراق کی آگ نے ہمارا دل کباب کر دیا۔ تیرے شوق کے سیلاب نے ہماری جان تباہ کر دی۔

کتاب عوارف العارف، تصنیف شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ۔

حاضری کے بعد میں نے چاہا کہ خدمت گرامی میں شوق حاضری کا اظہار
دہشت ہیبت: کروں لیکن ان کا خوف اس قدر غالب آیا کہ صرف اتنا ہی کہہ سکا پاہوی
 کا شوق بے انتہا غالب تھا پھر مجھ پر خوف کے آثار دیکھ کر فرمایا ہر داخل ہونے والے کو دہشت
 ہوتی ہے۔

اسی دن میں نے آپ سے بیعت کے متعلق پوچھا کیا ارشاد ہے درسی تعلیم ختم
علم پر فقر کا غلبہ: کر کے درود وظائف میں مشغول ہو جاؤں؟ فرمایا ہم کسی کو حصول تعلیم سے
 منع نہیں کرتے وہ بھی کرو یہ بھی کر دو پھر دیکھو کون غالب آتا ہے اور فقیر کو قدرے علم بھی ضروری ہے
 اس کے بعد شیخ نظام الدین اولیاء نعمت خلافت لے حاصل کر کے دہلی آئے پیر مرشد شیخ فرید الدین گیلانی
 کی زندگی میں آپ دلی سے ان کے پاس پاک پتہ تین مرتبہ گئے شیخ فرید کے وصال کے وقت
 اتفاقاً نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح موجود نہ تھے جس طرح کہ شیخ فرید الدین گیلانی شکر اپنے
 مرشد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت اور یہ خواجہ قطب الدین اپنے شیخ
 حضرت معین الدین چشتی کے وقت وصال کے حاضر نہ تھے اس واقعہ کے بعد باشارہ غیبی حضرت
 نظام الدین اولیاء دہلی سے غیاث پور (شہر دہلی کے قریب ہی تھا اب دہلی میں شامل ہے) آکر
 سکونت پذیر ہو گئے جہاں آپ کی خانقاہ بھی ہے۔

خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا ہے جب معز الدین نے وہاں ایک نیا
خلقت کا ہجوم: شہر آباد کرنا چاہا اس زمانہ میں لوگوں کا میرے پاس ہجوم ہو گیا بادشاہ امیر
 و رئیس سبھی آنے جانے لگے اس وقت میرے دل میں خیال آیا یہاں سے بھی چل دینا چاہئے میں
 اسی خیال میں تھا۔ کس دن نماز ظہر کے بعد فوراً ہی ایک بہت خوبصورت نازک اندام آیا اور اس
 نے یہ شعر پڑھا۔

آن روز کہ مہ شدی نمی دانستی

کا نگشت نما کے والے خواہی شد

(جس دن ماہتاب بنے تھے اس وقت نہیں جانتا تھا کہ تم دنیا بھر میں انگشت نما بنو گے) پھر
 اس جوان رعنائ نے کہا اول تو مشہور ہی نہ ہونا چاہیے جب عام شہرت ہو گئی تو ایسا کرنا چاہیگے کل
 بروز محشر سرد عالم رحمۃ اللہ علیہ کے روبرو مساری نہ اٹھانی پڑے پھر فرمایا کیا قوت و حوصلہ یہی ہے کہ

۱۔ ۲۱ ربیع الاول بروز بدھ ۷۶۰ھ میں خلافت سے نوازا۔ بابا صاحب نے اپنی دستار مبارک کھڑا دیں، عصا اور خرچہ عطا کیا
 اور دہلی روانہ کر دیا، رواغی کے وقت بابا صاحب نے فرمایا: ”میں نے تمہیں ہندوستان کی روحانی سلطنت کا شہنشاہ بنادیا۔“

مخلوق خدا سے چھپ کر گوشہ نشین ہو کر یاد الہی میں مشغول ہو جاؤ؟ بلکہ درحقیقت قوت و حوصلہ یہ ہے کہ مخلوق میں رہ کر یاد الہی کرتے رہو پھر اس سیم تن نے جب یہ سب باتیں ختم کر لیں تو میں اس کیلئے کچھ کھانا لایا لیکن اس نے کچھ نہ کھایا۔ اس وقت میں نے اپنے دل میں اقرار کیا کہ اب یہاں سے کہیں اور نہ جاؤں گا تو اس حسین نوجوان نے تھوڑا سا پانی پیا اور پھر چلا گیا اس کے بعد آج تک میں نے اس کی صورت نہیں دیکھی۔

ابواب فتوح: جب نظام الدین اولیاء نے وہاں رہنے کی پکی نیت کر لی تو اللہ نے انہیں کافی مقبولیت دی عام و خاص سب لوگ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے ابواب فتوح دوست غیب وغیرہ آپ پر ظاہر ہو گئے اور پوری دنیا اللہ تعالیٰ کے احسان و انعام کی مدد سے نظام الدین اولیاء کے ذریعہ فوائد حاصل کرنے لگی۔ آپ کا اپنا حال یہ تھا کہ ریاضت مجاہدہ میں ہمتن مشغول رہتے تھے جس وقت آپ کی عمر اسی سال سے زیادہ ہو گئی تو آپ بے انتہا مجاہدہ و ریاضت کرنے لگے ہمیشہ روزے رکھتے افطار میں تھوڑا سا کھالیتے سحری میں عام طور پر کچھ نہ کھاتے۔ خادم جب کہتے کہ حضور افطار میں بھی تھوڑا ہی سا چکھا تھا اگر سحری میں تھوڑا سا نہ کھائیں گے تو کیا حال ہوگا، ضعف و ناتوانی میں اضافہ ہو جائے گا خدام کی یہ باتیں سن کر گریہ و زاری کر کے فرماتے بہت سے مسکین درویش مسجدوں اور دکانوں میں بھوکے پڑے فاقے کر رہے ہیں اب بتاؤ یہ کھانا میرے خلق سے نیچے کیسے اترے؟ جب خدام مجبوراً آپ کے آگے سے سحری اٹھا کر لے جاتے۔

بابا فرید کی نصیحتیں: شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک دفعہ میں اپنے شیخ کے ساتھ کشتی نہیں سوار تھا شیخ نے مجھے بلاتے ہوئے فرمایا سامنے آؤ تم سے کچھ کہنا ہے، سنو جب دہلی پہنچو مجاہدہ میں مشغول رہنا بیکار رہنے سے کوئی فائدہ نہیں روزہ رکھنا آدمی منزل ہے دیگر جملہ اعمال صالحہ (نماز، حج) یہ آدمی منزل ہیں پھر ایک مرتبہ شیخ فرید نے فرمایا میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ تم اللہ سے جو کچھ مانگو گے مل جائے گا۔

ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا: اے نظام الدین اہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دنیاوی قوت بھی مانگ لی ہے خلفیہ بناتے وقت پیر و مرشد شیخ فرید نے فرمایا تھا استعداد راہ سلوک کی خاطر ہمیشہ مجاہدہ کرتے رہنا ایک مرتبہ پیر مرشد اپنے کمرہ میں ننگے سر بیٹھے تھے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر

تھا اور یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

خواہم کہ ہمیشہ رضائے تو زیم
خاکی شوم و بزر پائے تو زیم
مقصود من خستہ زکونین توئی
از بہر تو میرم و برائے تو زیم

میری خواہش ہے کہ ہمیشہ تیری رضا کیلئے زندہ رہوں خاک ہو کر بھی تیرے قدموں میں زندگی گزاروں۔

دین و دنیا میں مجھ خستہ حالی کا مقصود و مطلوب تو ہی ہے تیرے لئے ہی مرنا چاہتا ہوں اور تیرے لئے ہی زندگی درکار ہے پیرومرشد شیخ فرید نے جب یہ اشعار ختم کئے تو سجدہ کیا۔ جب کئی مرتبہ شیخ نے اسی طرح کیا تو میں (نظام الدین) نے آپ کے کمرہ میں داخل ہو کر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ ارشاد ہوا کہ ہوا کیو کیا چاہتے ہو؟ میں نے کچھ دینی و مذہبی امور کی طلب کی جو شیخ نے مجھ کو دے دیئے اس کے بعد میں بہت پشیمان ہوا کہ میں نے تو الٰہی میں اپنی موت کی خواہش کیوں نہیں کی۔

معمولات فرید: شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ رات کو اپنے کمرہ میں تنہا رہتے کمرہ کا دروازہ اندر سے بند کر لیتے اور تمام رات راز نیاز میں مشغول رہتے صبح کو جو کوئی آپ کے چہرہ مبارک کو جس پرستی کی درخشانی کا ظہور ہوتا تھا دیکھتا تو اتنا ہی کہتا کہ شب بیداری سے آپ آنکھیں سرخ ہیں لوگوں کا بیان ہے کہ میر خسرو دہلوی نے اپنے پیرومرشد حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی تعریف میں یہ شعر کہا ہے۔

تو شبانہ می نمائی بہر کہ بودی اشب
کہ ہنوز چشم مست اثر خمار دارد

آپ ہمیشہ رات کو بیدار کیا کرتے ہیں لیکن آج رات کوئی خصوصی بات ہوئی جس کے اثر سے اب تک آپ کی آنکھوں میں خمار باقی ہے۔

حکایت: ایک دفعہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء نے فرمایا ایک حادثہ میں مجھے ایک خط دیا گیا جس میں لکھا تھا جب تک ممکن ہو دلوں کو آرام پہنچا کیونکہ مسلمان کا دل دراصل پروردگار کے ظہور کا مقام ہے بازار قیامت میں کوئی سامان اتنا زیادہ مقبول نہ ہوگا جتنا کہ دلوں کی راحت رسانی کا مانگ ہوگی۔

حکایت: ایک مرتبہ محبوب الہی دو پہر کے وقت آرام کر رہے تھے اسی درمیان میں ایک درویش آیا ہے آپ کے ایک خادم نے واپس کر دیا محبوب الہی نے اسی قیلولہ کی حالت میں اپنے شیخ حضرت فرید الدین گنج شکر کو دیکھا جو فرما رہے تھے اگر تمہارے گھر میں کوئی چیز نہیں ہے تو تم از کم آنے والے کے ساتھ حسن رعایت کرنا لازمی اور ضروری ہے یہ کہاں کا قاعدہ ہے کہ ایک خستہ دل مجبور و معذور کو یونہی لوٹا دیا جائے چنانچہ محبوب الہی نے بیدار ہو کر اس واقعہ کی تلاش کی اور جس نے درویش کو لوٹا دیا تھا اس پر ناراض ہوتے ہوئے فرمایا پیر و مرشد شیخ فرید الدین گنج شکر مجھ پر سخت غبنناک ہوئے اور مجھ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اس کے بعد محبوب الہی نے یہ دستور بنالیا تھا کہ قیلولہ کے بعد جب بیدار ہوتے تو دریافت کرتے کوئی آیا تھا یا نہیں؟

حکایت: کچھ لوگ حضرت محبوب الہی کے پاس آنے لگے تو انہوں نے بطور تحفہ کچھ چیزیں خریدیں ان میں ایک طالب علم بھی تھا اس نے کہا ان تمام تحفوں کو ایک ساتھ پیش کر دیں گے تاکہ خادم کے لے جانے میں سہولت ہو اس طالب علم نے یہ حرکت کی کہ تھوڑی سی مٹی اٹھا کر ایک کاغذ میں باندھ دی سب نے محبوب الہی کی خدمت حاضری دی ہر ایک نے اپنا اپنا تحفہ پیش کیا اور اس طالب علم نے وہ مٹی کی پڑیا پیش کی۔ حضرت محبوب الہی کے خادم نے تمام تحفے اٹھانا شروع کئے جب وہ پڑیا اٹھانے لگا تو شیخ نے فرمایا اسے رہنے دے اس میں میری آنکھوں کا سرمہ ہے۔ یہ سنتے ہی اس طالب علم نے توبہ کی اور محبوب الہی نے اسے عزت سے مشرف کرتے ہوئے اچھی طرح سمجھا دیا تمہیں جب کبھی روٹی یا کسی اور چیز کی طلب ہو تو ہم سے کہہ دینا۔

حکایت: ایک آدمی اپنے قصبہ سے محبوب الہی سے ملنے کیلئے روانہ ہوا۔ جب وہ قصبہ بوندی پہنچا یہاں ایک بزرگ رہتے تھے جنہیں لوگ شیخ موہن کہتے تھے یہ شخص ان سے بھی ملنے چلا گیا انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا شیخ نظام الدین اولیاء کے پاس شیخ موہن نے کہا شیخ محبوب الہی کو ہمارا بھی سلام پہنچا دینا اور کہنا کہ ہر شب جمعہ کو میں آپ سے کعبہ میں ملتا ہوں اس نے محبوب الہی کی خدمت میں حاضری دی اور کہا قصبہ بوندی کے درویش نے آپ کو سلام کہا اور یہ باتیں کہیں اس پر محبوب الہی کچھ بے چین سے ہوئے اور فرمایا وہ بڑا درویش ہے لیکن اپنی زبان پر برقرار نہیں رہتا۔

غیبی امور کی خبر: ایک لمرتبہ سلطان علاؤ الدین خلجی نے امتحان لینا چاہا امور مملکت کے انتظام کیلئے محبوب الہی کی خدمت میں چند تفصیلات لکھ کر بھیجیں جن میں سے

ایک فصل کا مضمون یہ تھا۔ حضرت شیخ دو عالم کے مخدوم ہیں لوگوں کی دینی و دنیوی مرادیں آپ کے حضرت خواجہ صاحب نے اپنی سوسالہ زندگی میں دہلی میں سات حکمرانوں کا دور درکھا ان میں کچھ تو آپ کے مرید اور عقیدت مند تھے اور کچھ آپ دشمن اور آپ کی بے مثال مقبولیت سے خوف زدہ لیکن خواجہ صاحب اپنی پوری زندگی میں اپنے خدا کے علاوہ نہ تو کسی حکمران سے خوف زدہ ہوئے اور نہ ہی کہیں کسی بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی آپ نے ساری زندگی میں کبھی کسی حکمران کے دربار میں حاضری نہیں دی اور نہ ہی کسی سے کسی قسم کی رعایت کے طالب ہوئے۔ اس کے برعکس کئی حکمران اپنے مال و قوت کو بڑھانے کے لئے حضرت خواجہ صاحب کے در دولت سے فیض حاصل کیا کرتے تھے۔

سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں آپ کی ہندوستان کے کونے کونے میں پہنچ گئی اور لوگ دور دور سے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض پائیزگی باطنی سے بہر مند ہوتے تھے۔ سلطان علاؤ الدین نہایت نیک پاکباز، منصف مزاج اور پابند شریعت بادشاہ تھا اور حضرت خواجہ صاحب سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ علاؤ الدین کا لڑکا خضر خان حضرت خواجہ صاحب کا مرید خاص اور عقیدت مند تھا۔ نہ صرف خلجی اور اس کا لڑکا بلکہ کیے بعد دیگرے پانچ بادشاہ خت نشین آپ کے معتقد تھے مگر ایک موقع کے سوا آپ نے کبھی دربار میں قدم نہ رکھا غیاث الدین بلبن، معزز الدین اور جلال الدین آرزو میں رہے کہ انہیں حضرت کے آستانہ عالیہ میں حاضری کی اجازت مل جائے مگر ایسا نہ ہو سکا۔

سلطان علاؤ الدین خلجی بہت باجروت اور ذی شان فرمانبردار بادشاہ مگر راہے اس کی کامیابی اور فتوحات کا راز یہی تھا کہ حضرت کی دعائیں اس کے ساتھ تھیں مگر جب اس نے آپ کی خدمت اقدس میں بار یاب ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے انکار کر دیا تاہم سلطان کے اعتقاد میں کی نہ آئی اور وہ برابر طالب زعار ہا سلطان نے حضرت ہی کی دعا کے آسرے پر ایک عظیم لشکر کن جیسے دور دراز ملک میں فتوحات کے بھیجا مگر جب کافی عرصے تک میدان جنگ سے لشکر کے بارے میں کوئی خبر نہ ملی تو سخت پریشان ہوا اور اس نے ایک درباری بھیج کر حضرت سے امداد کی درخواست کی آپ نے فرمان سلطان سے جا کر کہہ دو کہ کل دو پہر سے پہلے پہلے اسے اپنے لشکر کے متعلق بشارت مل جائے گی نہ صرف یہ کہ اسے فتح عظیم ہوگی بلکہ کثرت مال غنیمت بھی ملے گا۔

مزید فتوحات کا مژدہ بھی سنایا چنانچہ حضرت نے جو کچھ فرمایا وہ ہو کر رہا اگلے روز فتح کی خوش خبری ملی سلطان کی مسرت کا کوئی لفظ نہ تھا اس کی ہر دم کامیاب رہی اور کشمیر سے لے کر اس کماری تک اس کے اقتدار و سطوت کا سکھ روایا ہو گیا۔ چنگیز یوں نے دہلی کو ایسے ناکز وقت پر آکر محاصرے میں لیا تھا کہ فوج بھی باہر تھی اور اس وقت خاطر خواہ انتظام بھی ممکن نہ تھا یہی آپ کی دعا کا حسن اعجاز تھا کہ دشمن کے لشکر پر خود خود ہیبت طاری ہوگی اور وہ راتوں رات بھاگ کھڑا ہوگا۔ یہ خواجہ صاحب کے بادیہ بادشاہ کے احوال تھے اب خواجہ صاحب کے بے ادب بادشاہ کے احوال ملاحظہ ہوں۔ شہزاد خضر خان حضرت محبوب الہی کا مرید تھا سلطان قطب الدین مبارک شاہ نے اسے معزول کر کے جب خت پر قبضہ کر لیا تو اس نے آپ کو اذیت دینا چاہی کچھ شہر پسند افراد نے آپ کی سخاوت اور لشکر عام کے قہر سے بھاگ کر بیان نئے تو ایک روز سلطان نے دریافت کیا کہ نظام الدین کے پاس خرچ کرنے کو اس قدر زرخیر کہاں سے آتا ہے؟

حامدین نے کہا کہ آپ کے امراء اور درباری دیتے ہیں سلطان یہ سن کر براغزو ہو گیا اور اسی وقت فرمان صادر کیا کہ ہمارے درباریوں اور ملازموں میں سے نہ کوئی شخص نظام الدین کے پاس جائے اور نہ انہیں نذرانہ دے جس نے خلاف دروزی کی سے سخت سزا دی جائے گی چنانچہ خوف سلطانی سے کوئی بھی آپ کے ہاں نہ گیا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

دربار سے پوری ہوتی ہیں اللہ نے دنیوی مملکت کی باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں دی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ مملکت کے مصالح و امور متعلقہ کو جناب کی خدمت میں پیش کیا جائے تاکہ جس امر میں مملکت کی بھلائی اور ہماری بہتری ہو اس سے ایما و آگاہ فرمائیں اسی کے مد نظر چند متعلقہ فعلیں مرتب کر کے خدمت گرامی میں پیش ہیں جن امور میں بہتری و بھلائی متصور ہو اس کے نیچے تحریر فرمادیں تاکہ ہم ان پر عمل کرا سکیں۔

سلطان علاؤ الدین خلجی نے یہ فرمان اپنے محبوب فرزند خضر خان کے ذریعہ جو محبوب الہی کا مرید بھی تھا ارسال خدمت کیا۔

خضر خان نے جب یہ سر بمہر فرمان شیخ محبوب الہی کے دست مبارک میں دیا تو آپ نے اسے کھولے بغیر حاضرین مجلس سے غرمایا آؤ فاتحہ پڑھیں اس کے بعد فرمایا شاہی معاملات و امور اور نہ کسی نے کچھ دیا اس کے بعد جب سلطان کو معلوم ہوا کہ آپ نے لنگر کا خرچ پہلے سے دوگنا کر دیا ہے تو بہت ہشیمان ہوا مگر وہ بغض و عناد کی آگ میں جل رہا تھا اس نے کہلا بھیجا کہ کیا وجہ ہے آپ شہر میں رہتے ہیں اور پھر مجھے مجھ سے نہیں ملتے یا میرے لئے تو جین کا باعث آپ نے جواب کہلا بھیجا کہ میرے پیر و مرشد کا فرمان ہے مگر ان کے دربار میں نہ جائیں ہیں کہ بادشاہ سخت خفا ہوا حضرت کے عقیدت مندوں نے بھی مشورہ دیا کہ سلطان کے ارادے نیک ہیں مصلحت اسی میں ہے کہ آپ نوچندی کی قریب میں شرکت کی دعوت قبول فرمائیں ورنہ اس سے بڑا فساد پیدا ہو جائے گا ارشاد فرمایا گھبراہٹ میں لیکن لوگوں کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی ایک طرف دنیا کا بادشاہ اور دوسری طرف دین کا بادشاہ دیکھتے جیت کس کی ہوتی ہے ابھی چاند رات کی ایک پہر گزری تھی کہ خسر و خان نے سلطان کو باہر قتل کر دیا اور یوں سلطان گستاخی کی سزا پا گیا۔

سلطان غیاث الدین کو صوفیا کی دعا سے مراد ملی تھی اسے قلب الدین کے حشر سے عبرت حاصل کرنا چاہیے تھی لیکن اقتدار کے نشے میں آپ کے درپے آزار ہو گیا اور یہ بد سمجھا کہ مرد حق کی ایک گردش چشم دنیا کو تہ وبالا کر سکتی ہے سلطان نے اپنی خصوصیت کو اتنا بڑھایا کہ جب وہ بنگال سے سفر کر کے دہلی کے قریب پہنچا تو اس نے آپ کے نام فرمان بھیج دیا کہ میرے دہلی آنے سے پہلے اپنا علاقہ چھوڑ دیں کیوں کہ وہاں آپ کے پاس خلق خدا کا بھوم رہتا ہے جس سے میرے لواحقین کو تکلیف ہوتی ہے اگر آپ نے اس فرمان کی خلاف ورزی کی تو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا حضرت نے یہ فرمان پڑھتے ہی فرمایا ”ہنوز دلی دور است“ مگر خدام بہت پریشان تھے کہ نہ جانے سلطان کا غیظ و غضب کیا رنگ لائے مگر آپ کو ذرا بھی پروا نہیں تھی دریں اثناء خبر ملی کہ سلطان دہلی سے پانچ کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا ہے اس کے لئے شہر کے قلعے میں ایک نہایت آراستہ حال کے انداز ایک شاندار روضیافت کا اہتمام کیا گیا جشن اپنے پورے عروج پر تھا۔ چنانچہ محل کو جنش ہوئی اور ہر مرام سے آنے والا اور اس کے ساتھ ہی سلطان اور اس کے وہ تمام وزراء جو آپ کی مخالفت اور ایذا رسانی میں سلطان کے ہم زبان تھے جیلے کے نیچے دب کر رہ گئے ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ سلطان غلامت الدین حضرت کی مخالفت کی آگ میں خاکستر ہوا لیکن جن سلاطین نے آپ کی دعائیں لیں وہ آفتاب و ماہتابوں کر چمکے۔

سے فقیروں کو کیا واسطہ میں ایک درویش شہر کے ایک کونہ میں پڑا ہوا بادشاہ اور مسلمانوں کی بھلائی کیلئے دعا کر رہا ہوں اور اس لحاظ سے کہ میں ان کے شہر میں مقیم ہوں اگر پھر مجھ سے کہا تو میں یہ شہر بھی چھوڑ دوں گا کیونکہ ارض اللہ واسعۃ اللہ کی زمین وسیع و فراخ ہے۔ سلطان ملاؤ الدین غلجی کو جب خبر پہنچی تو بہت مسرور ہوا اور پھر آپ کا معتقد ہو گیا اور کہلا بھیجا اگر جناب والا اجازت دیں تو حاضر ہوں حضرت محبوب الہی نے جواب دیا آنے کی ضرورت نہیں میں غائبانہ ہی آپ کے لئے دعا کرتا ہوں کیونکہ غیر موجودگی میں جو دعا کی جاتی ہے وہ پرتا شیر ہوتی ہے سلطان نے اس کے بعد پھر ملاقات کیلئے منت سماجت کی تو کہلا بھیجا اس ضعیف کے گھر کے دروازے ہیں اگر بادشاہ سلامت ایک دروازہ سے آئیں گے تو میں دوسرے دروازہ سے چلا جاؤں گا۔

حکایت: محبوب الہی فرماتے تھے میں نے سماع کے جتنے اوصاف سنے ہیں ان سب پر اخلاق حمیدہ کی بنا پر شیخ کبیر نے عمل کیا ہے ایک دن میں نے اپنے پیر و مرشد شیخ فرید الدین گنج شکر کی موجودگی میں جب کہ اکثر لوگ جمع تھے کہنے والوں سے یہ شعر سنا ہے۔

مخرام بدیں صفت مبادا
کز چشم بدت رسد گزندے

ترجمہ: (میدان حیات میں اس طرح نہ چلو کہ کہیں خدا نخواستہ تم کو نظر بد لگ جائے) آج مجھے شیخ کے اخلاق حمیدہ اور اوصاف جمیلہ کمال بزرگی اور بے انتہا مہربانیاں یاد آتی ہیں جس کے وہ مجسّمہ پیکر تھے اتنا کہنے کے بعد محبوب الہی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے پھر فرمایا تھوڑے دنوں کے بعد پیر و مرشد نے وصال فرمایا

حکایت: ایک آدمی نے حضرت محبوب الہی کی مجلس میں کہا فلاں مقام پر آپ کے دوست جمع ہیں اور گانے باجے بجا رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا میں نے انہیں گانے باجے اور محرمات سے دور رہنے کا حکم دیا تھا انہوں نے اچھا نہیں کیا پھر سماع (توالی) کے متعلق بے حد سختی کرتے ہوئے فرمایا شیخ اوحّد الدین کرمانی ایک دن شیخ شہاب الدین کے پاس آئے چنانچہ شیخ شہاب الدین نے اپنی جائے نماز تہہ کر کے اپنے زانو کے نیچے رکھ لی۔ اس عمل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آنے والے شیخ کی بے انتہا عظمت کی جارہی ہے جب رات ہوئی تو شیخ اوحّد الدین نے توالی سننے کی خواہش کی شیخ شہاب الدین نے توالی کیلئے ایک جگہ منتخب کر کے قوال بلائے اور خود ایک کونہ میں جا کر عبادت الہی میں مشغول ہو گئے۔

ملفوظہ: مؤلف کتاب (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کہتے ہیں کہ یہ حکایت اس تحریر کے خلاف ہے جو فحیات الانس میں ہے جس میں لکھا ہے کہ مولانا شہاب الدین کے پاس اگر کوئی شیخ اوحید نہ ہو گا تو کرکرتا تو مولانا فرماتے ہمارے سامنے اس بدعتی کا نام نہ لو۔ ساتھ ہی شیخ رکن الدین علاؤ الدین کا بیان ہے کہ یہ قصہ صحیح ہے جس کے اوقاف مختلف تھے (اللہ ہی زیادہ جانتا ہے)

حکایت: ایک شخص نے ایک مرتب خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ مجھ سے خطا ہوئی اور بے حد نامعقول کام ہوا اور یہ محبوب الہی کو دے دیا خط پڑھنے میں محبوب الہی کو دیر ہو گئی خط پڑھے بغیر دریافت فرمایا مولانا یہ آپ کا خط ہے؟ مولانا معذرت خواہی کے ساتھ آگے بڑھے اور کہا جی ہاں یہ بندہ طبعی کا خط ہے جس پر محبوب الہی نے مسکراتے ہوئے فرمایا خوب طبیعت خوب۔

حکایت: حضرت محبوب الہی نے انتقال سے چالیس دن پہلے کھانا بالکل ترک کر دیا تھا اور آخری وقت میں جب آپ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے پوچھتے کیا نماز کا وقت ہو گیا اور میں نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس پر جواب ملتا آپ نماز ادا کر چکے ہیں تو ارشاد فرماتے دوبارہ پھر پڑھتا ہوں فریضہ ہر نماز دوبارہ پڑھتے اور کہتے ہم جاتے ہیں ہم جاتے ہیں پھر خادم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اگر گھر میں کسی قسم کا کوئی سامان رہا تو کل روز محشر بارگاہ الہی میں جو بدعتی ہوگی چنانچہ خادم نے سامان کچھ لوگوں کو دے دیا البتہ وہ غلہ رہنے دیا جو درویشوں کے لئے تھا۔

پھر فرمایا یہ مردہ مال کیوں رکھ چھوڑا ہے اسے بھی نکال پھینکو اور گھر میں جھاڑو دے دو تب خادم نے انبار خانے کھول دیئے اور لینے والوں کا بڑا ہجوم لگ گیا اور تمام غلہ لوٹ کر لے گئے اس کے بعد خادم نے عرض کیا آپ کے بعد ہم غریبوں کا کیا حال ہوگا ارشاد ہوا ہمارے روضہ میں تم کو اتنا مل جائے گا جو ضرورت کیلئے کافی ہوگا ان لوگوں نے پھر کہا ہم میں کون آمدنی تقسیم کرے گا؟ ارشاد ہوا وہ جو اپنے حصہ سے دست برداری کرے گا

وفات: بعد طلوع آفتاب بروز بدھ ۱۸ ماہ ربیع الاول ۷۲۵ھ آپ نے وفات پائی۔

ملفوظات: حضرت محبوب الہی نے فرمایا کہ سالک کمال کی جانب بوجہ رہتا ہے جتنی سالک جب تک راہ سلوک میں ہے امیدوار کمال ہے۔

ملفوظہ: امیدوار کی تین قسمیں ہیں سالک، واقف، راجع۔

سالک: وہ ہے جو راہ سلوک میں مسلسل کامزن رہے۔

ماقتضیٰ وہ ہے جس کی راہ سلوک میں کبھی وقفہ پیدا ہو۔ کسی نے آپ سے پوچھا کیا سالک کو بھی وقفہ پیدا ہو جاتا ہے؟ ارشاد فرمایا ہاں اس وقت جب سالک کو عبادت کرنے میں کوئی ایسی کمی اور لغزش ہو جائے جس سے عبادت کا ذوق و لطف ختم ہو جائے تو اس وقت سال کے لئے بھی وقفہ پیدا ہو جاتا ہے، اس حالت میں اگر سالک فوراً کوئی تدبیر کر کے اللہ کے حضور توبہ کر لے تو اپنی اصلی حالت پر رہ سکتا ہے اور اگر خدا خواستہ وہ اپنی موجودہ حالت پر ہی رہے تو پھر اس بات کا سخت خطرہ ہے کہ کہیں رافع نہ بن جائے اس کے بعد سالک سے جو سلوک کے راستہ پر چلتے ہوئے لغزشیں ہو جاتی ہیں ان کو بیان کیا کہ وہ کل سات ہیں۔ اعراض، حجاب، تفاصل، سلب مزید، سلب قدیم، تسلی، عداوت، پھر فرمایا کہ عاشق و معشوق دو دوست ہیں جو باہم دیگر ایک دوسرے کی محبت میں رہتے ہیں جیسے کہ کسی نے کہا ہے:

ألفت کما جب مرا ہے کہ دونوں ہوں بے قرار

دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

اسی حالت میں اگر عاشق سے کوئی ایسی چیز سرزد ہو جائے جو معشوق کو ناپسند ہو تو معشوق اپنے اس عاشق سے اعراض کرتا ہے، یعنی اپنی توجہ اس کی طرف، نہیں کرتا، اس لئے عاشق کے لئے ضروری ہے کہ وہ فوراً ہی توبہ کر کے عذرخواہی کرے، جس کے نتیجہ میں اس پر معشوق لازماً خوش ہو جائے گا اور عاشق اگر اپنی غلطی پر مصر رہے اور معذرت نہ کرے تو یہ اعراض اس وقت حجاب بن جاتا ہے، یعنی معشوق اپنے اور عاشق کے مابین پردہ ڈال لیتا ہے، اس صورت میں عاشق پر ضروری ہے کہ گریہ و زاری، آہ و بکا کے ساتھ توبہ کرے، اگر اس مرحلہ میں ذرا سی کوتاہی سے کام لیا گیا تو یہ حجاب، تفاصل یعنی جدائی سے تبدیل ہو جائے گا، یعنی یوں ہوتا ہے کہ معشوق اپنے عاشق سے جدا ہو جاتا ہے، اگر اس حالت پر بھی کوئی عذرخواہی نہ کرے تو پھر تفاصل، سلب مزید سے تبدیل ہو جاتا ہے، یعنی عاشق سے دور، وظیفہ، عبادت وغیرہ کا ذوق اور لطف ختم کر دیا جاتا ہے، اب بھی اگر عاشق اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹتا ہے اور کوئی عذر وغیرہ نہ کرے تو سلب مزید، سلب قدیم کی صورت اختیار کر لیتی ہے، یعنی عبادت اطاعت کی راحت و ثواب جو پہلے حاصل تھا وہ چھین لیا جاتا ہے، اس حالت میں بھی اگر توبہ و استغفار میں کوتاہی سے کام لیا گیا تو سلب قدیم، تسلی بخش میں مشکل ہو جاتا ہے یعنی معشوق دل سے اپنے اس عاشق کی جدائی کا متحنی اور خواہش مند ہو جاتا ہے اس وقت بھی اگر توبہ و استغفار میں غفلت سے کام لیا گیا تو تسلی، عداوت سے متبدل ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو غلطیوں

اور لہرشوں سے محفوظ رکھے، ایک مرتبہ فرمایا کہ سماع نہ مطلقاً جائز ہے نہ مطلقاً ناجائز و حرام ہے، لوگوں نے دریافت کیا، حضرت سماع کا کیا حکم ہے؟ فرمایا جیسے سننے والے ہوں (پھر ذرا تفصیل سے فرمایا) کہ سماع تو ایک خوش اور بہتر آن آواز کے سننے کا نام ہے اس لئے اسے ناجائز نہیں کہا جاسکتا البتہ وہ سماع جس میں مزامیر اور باجے وغیرہ ہوں وہ سب کے نزدیک مطلقاً حرام و ناجائز ہے۔

ایک در پکڑ اور مضبوطی سے پکڑ: ایک مرتبہ فرمایا کہ بعض مُرید ایسے ہوتے ہیں جو

اپنے پیر و مُرشد پر اکتفا نہیں کرتے اور دوسرے پیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس سے خرقہ حاصل کر لیتے ہیں، میرے نزدیک یہ حرکت کوئی قابل قبول نہیں، دراصل بیعت تو وہی ہے جو پہلی مرتبہ کسی کے ہاتھ پر کی جائے، اگرچہ وہ پیر و مُرشد ایک عام ہی کیوں نہ ہو۔

فوجہ نظام الدین اولیاء سے کسی نے ایک مرتبہ شیخ منصور حلاج کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مُردہ دراصل خیر نساج کا مُرید تھا جس کی ارادت و عقیدت سے منہ موڑ کر شیخ جنید بغدادی سے بیعت کرنا چاہی تو شیخ جنید نے فرمایا کہ تم دراصل خیر نساج کے مُرید ہو، میں تمہیں دوبارہ بیعت نہیں کرتا، چنانچہ شیخ جنید جو اپنے وقت کے مقتدا اور کامل تھے انہوں نے حلاج کو واپس کر دیا، چونکہ شیخ منصور حلاج کو آپ نے واپس لوٹا دیا تھا اس لئے دوسرے تمام مشائخ نے بھی ان سے بیعت نہ لی۔

مولف کتاب (شیخ عبدالحق دہلوی) فرماتے ہیں کہ منصور حلاج کے متعلق مختلف حکایتیں مشہور ہیں۔ حقیقت حال تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے لیکن محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے منقول ہے، آپ نے فرمایا کہ منصور حلاج دراصل ولی اور اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ تھا، مگر وہ پھسل گیا اس زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو اس کی دھکیری کرتا اگر وہ میرے زمانے میں ہوتا تو میں اس کا ہاتھ تھام لیتا (یعنی اس کی رہنمائی کرتا)

قطعہ

گرچہ ایزد دہد ہدایت دیں بندہ را اجتہاد باید کرد
نامہ کاں بکسر خواہی خواند ہم از نیچا سواد باید کرد
توجہ: دین کی ہدایت اگرچہ اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے مگر انسان کو بھی آخر کو شش کرنا چاہئے، لوگ حشر میں اپنے نامہائے اعمال پڑھیں گے، اس لئے اس دنیا میں سوادِ اعظم حاصل کر لینا ضروری ہے۔

محبوب سُبحانی نے ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر کوئی مُريد اپنے شیخ سے عرض کرے کہ میں آپ کا مُريد ہوں اور پھر صاحب فرمائیں کہ تو میرا مُريد نہیں ہے تو اس حالت میں اس کو مُريد ہی تصور کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی شیخ اپنے کسی مُريد سے کہے کہ تو میرا مُريد ہے اور مُريد کہے کہ میں آپ کا مُريد نہیں تو ایسے شخص کو مُريد نہیں سمجھا جائے گا، اس لئے کہ ارادت دراصل مُريد کا فعل ہے جو پیر کا کام نہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ بچے لوگوں کی صبح صبح کے وقت ہوتی ہے اور عاشقوں کی صبح شام سے شروع ہوتی ہے جو عشاء سے فجر کی نماز تک شب بیدار رہ کر زندہ تابندہ رہتے ہیں انہی لوگوں کو مشائخ کہا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ پیر و مُريد کی محبت سے جو خرقہ حاصل کیا جائے وہ کسی دوسرے کو نہ دیا جائے اسے دھونا جائز نہیں مگر بہتر یہی ہے کہ اسے دھویا نہ جائے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ انوار الہی سے فیض یافتہ پیر اگر وصیت کرے کہ قبر میں اس کے برابر فلاں عمدہ چیز رکھ دی جائے تو اس چیز کو اس کے پہلو میں رکھنا جائز ہے یا یہ وصیت کرے کہ فلاں صالح فرزند کو یہ چیز دے دی جائے تو لازمی طور پر وہ چیز موصیٰ لہ کو دے دینی جائے۔

سیرالادبیاء میں لکھا ہے کہ محبوب سُبحانی خواجہ نظام الدین کو جب قبر میں اتارا گیا تو وہ خرقہ جو آپ کو شیخ فرید الدین گنج شکر نے عنایت فرمایا تھا وہ آپ کے جسم پر اوڑھا دیا گیا اور شیخ کی جائے نماز آپ کے سر مبارک کے نیچے رکھ دی گئی۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ کل قیامت کے دن کچھ لوگوں کو چوروں کی جماعت کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا یہ لوگ کہیں گے کہ (اے رب زدو الجلال) ہم نے تو (دنیا میں) کوئی چوری نہیں کی تھی (پھر ہمیں چوروں کے ساتھ کیوں کھڑا کیا گیا ہے) تو آواز آئے گی کہ تم نے جو انہر دی کا لباس تو پہنا مگر عمل کوئی نہ کیا۔ آخر کار یہ لوگ بھی نیک لوگوں کی شفاعت سے نجات پائیں گے۔

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ اس ضعیف نے جتنے خرقے پہنائے ہیں ان میں سے چار کو خرقہ ارادت پہنایا ہے اور باقی دیگر لوگوں کو محض برکتہ خرقہ دیا ہے، ایک دفعہ فرمایا کہ تصوف کی عُتب میں لکھا ہے کہ سلوک کے سوردبے ہیں، جن میں سے ستر ہواں درجہ کشف و کرامت ہے، اگر سالک اسی میں رہ جائے تو باقی تراسی درجوں کا حصول کب کرے گا اس لئے فقیر درویش کو اپنی نظر کشف و کرامت تک محدود نہیں رکھنا چاہئے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ جب میرے خمدوم نے مجھے خلافت سے نوازا تو ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تمہیں علم عقل اور عشق کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے جس میں یہ تینوں چیزیں موجود ہوں وہ خلافت شیخ اور مشائخ کا مستحق ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں تین چیزوں سے کام محسن و خوبی پایہ تکمیل تک پہنچنا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی اور تمام مشائخ اور بزرگوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 599..... وصال 671 ہجری

آپ شیخ فرید الدین گنج شکر کے بھائی اور خلیفہ مجاز تھے، معاملات میں سخت (یعنی شریعت کے پابند) اور نہایت متوکل تھے، ستر برس کی مدت تک شہر میں رہے، اگرچہ غلہ وغیرہ کی کوئی مستقل آمدنی نہ تھی اور آپ کے بیوی بچے بھی تھے مگر اس کے باوجود اتنے خوش و خرم رہتے تھے کہ آپ کو یہ بھی خبر نہ ہوا کرتی کہ آج کونسا دن، مہینہ اور کتنی رقم ہمارے گھر میں موجود ہے۔ ایک مرتبہ عید کے روز آپ کے گھر پر چند درویش جمع ہو گئے، اتفاق سے اس دن آپ کے گھر میں کچھ بھی نہ تھا، آپ اپنے مکان پر چڑھ کر یاد الہی میں مشغول ہو گئے، آپ نے اپنے دل میں کہا کہ کیا آج عید کا دن یونہی گزر جائے گا اور میرے بچوں کے منہ میں کیا کوئی غذا نہ پہنچے گی، اور کیا یہ مہمان بھی یونہی لوٹ جائیں گے، اتنے میں دیکھا کہ ایک بوڑھا آدمی مکان کی چھت پر آیا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا:

بادل گفتم دلا را بنی دل گفت اگر مرانماید بیتم
نوجہم میں نے اپنے دل سے کہا کہ کیا آپ خضر علیہ السلام کو دیکھتے ہیں؟ تو دل نے مجھے جواب دیا کہ اگر وہ مجھے دکھائی دیں تو دیکھوں۔

پھر اس بوڑھے نے کھانا بھرا ہوا خوان پیش کیا اور کہا کہ عرش پر ملائ اعلیٰ کے فرشتے آپ کے توکل کی تعریف کر رہے ہیں آپ نے جواب دیا کہ خدا شاہد ہے کہ میں اپنے لئے اس کی طرف مائل نہیں ہوا بلکہ دوستوں کی ضروریات نے مجھے اس کی طرف مائل ہونے پر مجبور کر دیا اور غالباً کھانا لانے والے حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

قاضی مرت بنو: حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا بیان ہے کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کی ارادت سے پہلے ایک روز میں خواجہ نجیب الدین متوکل کی محفل

میں بیٹھا ہوا تھا میں نے اس محفل میں کھڑے ہو کر اہل محفل اور شیخ نجیب الدین متوکل سے درخواست کی کہ آپ لوگ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر میرے لئے دعا کریں کہ میں کہیں کا قاضی مقرر ہو جاؤں اس پر شیخ مسکرائے اور فرمایا قاضی نہ بنو کچھ اور بنو۔

شیخ فرید الدین گنج شمر کی خدمت میں ایک دن شیخ نجیب الدین متوکل حاضر ہوئے اور کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ مناجات میں یا رب عزوجل کہتے ہیں جس کا جواب آپ خدا کی طرف سے یہ سنتے ہیں، بلکہ عبدی (کہ اے میرے بندے میں حاضر ہوں) آپ کی یہ بات سننے کے بعد شیخ فرید الدین نے فرمایا کہ الارجاف مقدمة الكون (کہ انواہیں واقعات کی پیش خیمہ ہوتی ہیں) اس کے بعد شیخ متوکل نے یہ بھی کہا کہ حضرت خضر آپ کے پاس تشریف لایا کرتے ہیں، اور لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابدال بھی آپ کی خدمت میں آتے ہیں، یہ سننے کے بعد آپ نے فرمایا کہ آپ بھی تو ابدال ہیں، ایک دن ایک فقیر نے شیخ متوکل کے پاس آ کر عرض کیا کہ شیخ نجیب الدین متوکل آپ ہیں؟ آپ نے جواب دیا، ہاں میں ہی نجیب الدین متوکل ہوں، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے راستہ میں سلطان محمد عادل بادشاہ کی مشہور عمارت جسے منڈل کے سامنے شیخ نجیب الدین متوکل کا مزار ہے خواجہ نظام الدین اولیاء اور آپ کا مکان بھی اسی جگہ پر تھا۔

حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 557..... وصال 652 ہجری

یہ وہ بزرگ ہیں جنہیں ”سید جلال الدین سرخ“ بھی کہا جاتا ہے آپ شیخ الاسلام حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مریدوں میں سے تھے، سید جلال الدین بخاری کے دادا سید جلال جو ”مخدوم جہانیاں“ کے لقب سے معروف تھے بخارا سے بھکر تشریف لائے اور اسی شہر میں سکونت اختیار فرمائی اور سید بدر الدین بکری سے جو بکھر کے معزز اور ممتاز رئیس تھے تعلقات قائم کئے، لوگوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سید جلال الدین بخاری کو خواب میں اس بات کی بشارت دی کہ سید بدر الدین کی لڑکی سے شادی کر لیں، اسی طرح سید بدر الدین بکری کو بھی حضور ﷺ نے اس خوش نصیبی کی بشارت خواب میں دی، چنانچہ سید بدر الدین بکری نے اپنی عزیز بیٹی کا نکاح سید جلال الدین بخاری سے کر دیا، اس کے حاسدوں اور کینہ وروں کے ریشہ دوانیوں اور رشتہ داروں کی باتوں سے بچک آکر سید جلال الدین بخاری بھکر سے اوج تشریف لے گئے جہاں آپ

کی اولاد پیدا ہوئی اور متعدد افراد آپ کے حلقہ ارادات میں داخل ہوئے اور حق تعالیٰ نے آپ پر خیر و برکت کے دروازے کھول دیئے آپ کا مزار بھی اوج ہی میں ہے۔

حضرت شاہ کردیز رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 587..... 667 ہجری

آپ کردیزی سید تھے، کردیز سے ملتان تشریف لائے اور یہیں پر مستقل سکونت اختیار فرمائی، آپ کا مزار بھی ملتان ہی میں ہے جو زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

شاہ کردیز وفات کے بعد بھی اپنی قبر سے ہاتھ مبارک باہر نکال بعد از وفات بیعت کرنا: کر لوگوں کو مُرید کر لیا کرتے تھے اور ابھی تک وہ سوراخ باقی ہے جس سے آپ ہاتھ باہر نکال کر لوگوں کو مُرید کیا کرتے تھے آپ ملتان کے مشہور مشائخ کرام میں سے ہیں اور حضرت مخدوم شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے ہم عصر تھے۔

حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 599..... وصال 684

آپ شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا کے فرزند ارجمند تھے، والد بزرگوار کے انتقال کے بعد مندرجہ ارشاد و اصلاح پر جلوہ نما ہوئے، اکثر و بیشتر اولیائے کرام ہی آپ کے ارادت مند اور مُرید تھے، مشہور بزرگ میر حسینی سادات بھی آپ ہی کے مُرید تھے ”کنز الرموز“ میں آپ کے والد بزرگوار اور شیخ شہاب الدین سہروردی کی تعریف و منقبت لکھی اور آپ کے متعلق یوں رطب اللسان ہیں۔

مثنوی

آں بلند آوازہ و عالم پناہ	سرور دین اختیار صدر گاہ!
صدر دین و دولت آں مقبول حق!	نہ فلک از خوان جودش در طبق
آب حیواں قطرہ بحر دلش	چول خضر علم لدنی حاصلش
معتبر چول قول او افعال او	ہم بیان او گواہ حال او
مقتدائے دین قبول خاص و عام	دولتش گفتہ توئی خیر الانام
ملک معنی جملہ در فرمان او	ہم بکسب و ہم بمیراث آن او

اس مثنوی کا ترجمہ کچھ یوں ہے: (وہ شہرہ آفاق دُنیا والوں کی پناہ گاہ، دین کے سرمدار اور صدر

نشینی کے لئے باعث افتخار صدر الدین مقبول خدا ہیں جن کے جوہر سخا کے لئے تو آسمان صرف ایک دسترخوان کی حقیقت کے ضامن ہیں، آپ حیات ان کے دل کے سمندر کا ایک قطرہ ہے اور خضر کی مانند ان کو بھی علم لدنی حاصل ہوا ہے۔ آپ کے افعال مانند باتوں کے معتبر ہیں، اور آپ کا بیان آپ کے حل کی گواہی دیتا ہے، آپ مذہب کے پیشوا اور عام و خاص میں مقبول ہیں، خوش نصیبوں نے آپ کو دو جہاں کی سعادت سے تعبیر کیا ہے، تمام باطنی مملکت آپ کا حکم مانتی ہے اور آپ تمام کبریٰ اور موروٹی شان و شوکت کے حامل ہیں) اور شیخ بہاؤ الدین زکریا کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

بیت

من کہ رو از نیک و بد بر تانتم
ایں سعادت از قبولش یا فتم
ترجمہ: میں نے اچھے اور بُرے سے منہ پھیر کر یہ سعادت ان کو قبول کر کے پائی ہے۔

کنور الفوائد جو شیخ صدر الدین کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے آپ کے مرید شیخ خواجہ فیاض الدین نے اکٹھا کیا ہے حقیقت میں یہ وہ نصیحتیں ہیں جو شیخ صدر الدین نے اپنے مریدوں کے کام تحریر فرمائی تھیں۔

ایک جگہ لکھا ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِثْرًا قَلْعَةً“ جو اس میں داخل ہو جائے گا وہ میرے عذاب سے مامون ہو جائے گا۔ دو چیزیں ہیں، ایک حصن، اور ایک حصار، حصار کے معنی چار دیواری کے ہیں، قطع نظر اس سے کہ اس کی نگرانی و حفاظت کی جائے یا نہیں، اور حصن اس چار دیواری کو کہتے ہیں جسے بنانے کے بعد اس کی نگرانی اور حفاظت کا بھی اہتمام کیا گیا ہو۔

حصن کی تین حالتیں ہیں، ظاہر، باطن، حقیقت، قلعہ کا ظاہر یہ ہے کہ بندہ اللہ عز و جل کے سوا کسی اور سے امید و خوف نہ رکھے، پوری دنیا بھی اگر دوست یا دشمن ہو جائے تب بھی اللہ تعالیٰ کے علم کے بغیر کسی قسم کا نقصان یا فائدہ اور اچھائی یا برائی نہیں پہنچا سکتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
ترجمہ: اگر منجانب اللہ کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو سوائے خدا کے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کسی پر اپنا فضل و کرم کرے تو اس کے فضل و کرم کو کوئی روکنے والا نہیں قلعہ کا باطن یہ ہے کہ مرنے سے قبل اس بات کا جزم و یقین محکم کرے کہ اس ختم ہونے والی سرائے اور دنیا میں جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ سب عارضی اور فانی ہے۔ کیونکہ اس دنیا میں کسی چیز کو ثبات و قیام اور بقاء و دوام حاصل ہی

نہیں اور اس دنیا کو ختم کرنے کے لئے تقدیر کا قلم چل چکا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
ترجمہ: (اس دنیا کی برائے فنا ہونے والی ہے، چونکہ خود دنیا کو ثبات و قیام نہیں، اس لئے دنیا کے ہونے اور نہ ہونے کی پروا دے کئے بغیر پوشیدہ طریقہ سے اس دنیا میں ٹھہرا رہے، اور قاعدہ کی حقیقت یہ ہے کہ جنت کی خواہش اور دوزخ کا خوف دل سے نکال دے اور یاد الہی سے دل کو نہ سکون و مطمئن کرے اور
ترجمہ: (مقتدر بادشاہ کے پاس صدات کے مقام پر بیٹھنے والوں) کا مصداق بنے، جب اس مقام کے لائق ہو جائے گا تو جنت خود بخود اس کی طلب گار بن کر اس کے پیچھے پیچھے آئے گی اور دوزخ اس سے دور بھاگ جائے گی ایک نصیحت اپنے کسی مرید کو یہ فرمائی کہ رسول اکرم ﷺ کی پیروی کی پہلی شرط یہ ہے کہ جن احکام پر نبی کریم ﷺ ایمان لائے انہی احکام پر (من وعین) ایمان لا کر اس پر ثابت قدم سے قائم رہا جائے اور یہ ثابت قدمی اس وقت ہوتی ہے جب انسان بغیر شک و شبہ کے دل سے اعتقاد رکھے اور پوری رضا مندی، رغبت و محبت کے ساتھ زبان سے اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں وحدہ لا شریک ہے، اور تمام اوصاف کمالیہ کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ سے موصوف ہے، تمام اسماء و صفات کے ساتھ قدیم ہے عقل و دانش کے ادراک سے بلند و بالاتر ہے۔ اجسام، عوارض، حدوث کی علامتوں سے مقدس و پاک ہے، تمام جہانوں کو اسی نے پیدا فرمایا ہے، اس کی ذات و صفات کے متعلق کیوں اور کس طرح (وغیرہ الفاظ شک و شبہ استعمال کرنا) درست نہیں، وہ کسی کے مشابہ نہیں اور کسی چیز کو اس سے کسی طرح کی بھی مشابہت نہیں دی جاسکتی۔ تمام تر پیغمبر اس کے رسول اور بھیجے ہوئے ہیں اور سرکارِ دو عالم محمد رسول اللہ ﷺ تمام پیغمبروں سے افضل و اعلیٰ ہیں، سرتاج الانبیاء ﷺ تمام پیغمبروں سے افضل و اعلیٰ ہیں، سرتاج الانبیاء ﷺ سے جو کچھ فرمایا وہ سب برحق و درست ہے اور اس میں باہم دیگر کوئی فرق و اختلاف نہیں، خواہ آپ کی باتیں (بظاہر عقل میں آئیں یا نہ آئیں اور آپ کی باتیں (بادی النظر) عقل میں نہ آئیں تب بھی ان کو ماننا اور تسلیم کرنا چاہئے، تاکہ اعتقاد درست رہ سکے کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اللہ کے حکم کو خوب پہچانا اور جانا لیکن اس کی کیفیت اور حقیقت معلوم کرنے میں نہیں رہے۔ قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطابق اللہ کے کسی حکم میں تاویل کرنے کی ضرورت پیش آنے تو وہ تاویل جائز ہے، ایمان کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ نیکی کرنے سے دل خوش ہو، اور اگر کوئی برائی سرزد ہو جائے تو کم از کم اسے دل میں ضرور بُر تصور کرے، ایمان پر استقامت اور ثابت قدمی کی علامت و نشانی یہ ہے کہ علم و ایمان کے اعتبار سے ہی نہیں بلکہ

ذوق و حال کی بناء پر غیروں کی بجائے صرف خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھے۔

ایک اور نصیحت میں لکھا ہے کہ کوئی سانس خدا کے ذکر کے بغیر منہ سے نہ اٹکے کیونکہ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جو شخص ذکر الہی کے بغیر سانس لیتا ہے وہ اپنے آپ کو ہلاک و برباد کرتا ہے ذکر اللہ کے وقت وسوسہ شیطانہ اور خواہشات نفسانیہ سے مکمل گریز کرنے کی کوشش کی جائے، جب اس (مذکورہ) طریقے کے مطابق ذکر اللہ کیا جائے تو ذکر کی نورانیت کی وجہ سے وسوسہ اور دل میں آنے والے تمام تخیلات خود بخود جل کر خاکستر ہو جائیں گے اور پھر ذکر اللہ کی نورانیت سے دل بہت جلد منور ہو جائے گا اور اس میں ذکر کی حقیقت مستقر ہو جائے گی، اور اس وقت ذکر کے ساتھ جس کا ذکر کیا جا رہا ہے (یعنی اللہ) کے جمال کا مشاہدہ زیر نظر رہے گا اور نور یقین سے دل منور و تاباں ہو جائے گا، طلب گاروں کا مطلوب اور سالکوں کا مقصود صرف یہی ہے۔

اس کا رد دولت است کنوں تا کر ارسد

ترجمہ: (یہ کام دراصل خوش بختوں کا ہے، اب دیکھو کس کے حصہ میں آئے)

نیز آپ کے وصیت نامہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: (کہ اے ایمان والو! ذکر اللہ کثرت سے کیا کرو، جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو نیک بختوں میں لکھ کر زبان سے ذکر کرنے کی توفیق کے ساتھ ساتھ دل کی موافقت کی قوت بھی عطا فرمادیتا ہے، پھر لسانی ذکر میں ترقی عطا فرما کر قلبی ذکر تک پہنچا دیتا ہے تاکہ اگر زبان خاموش ہو جائے تو دل جاری رہے اس کو ذکر کثیر کہتے ہیں۔ اس ذکر تک انسان اس وقت رسائی حاصل کرتا ہے جب ہر قسم کے نفاق (فسق و فجور) سے بری ہو جائے جس کا لطیف اشارہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان میں ملتا ہے کہ

ترجمہ: (میری امت کے منافق اکثر قراء ہوں گے)

منافقوں کی اس منافقت سے وہ نفاق مراد ہے جو غیر اللہ کے ساتھ میل جول اور باطنی تعلق کی وجہ سے ہو، اور جب کسی انسان کو ان غیر محمودہ چیزوں سے علیحدگی کی توفیق ہوتی ہے (غیر محمودہ وہ چیزیں ہیں جو حلال نہیں قابل تعریف نہیں) پھر یہ انسان برے خیالات اور ناپسندیدہ اخلاق سے علیحدہ ہو کر اپنے باطنی کمالات کے ذریعہ ممتاز ہوتا ہے تو وہ وقت قریب آ جاتا ہے جبکہ اس کے باطن میں ذکر اللہ کا نور تابانی اور درخشانی کرتا ہے، یہ وہ وقت ہوتا ہے جبکہ اس بندے سے شیطانی وسوسہ اور نفسانی خواہشات دور ہو جاتی ہیں اور اس کے باطن میں ذکر اللہ کے نور کے اتنے جوہر نمایاں ہوتے ہیں کہ

ہاں کو ذکر کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے اور یہی وہ بلند مرتبہ اور نعمت عظمیٰ ہے جس کے حصول کے لئے صاحب ہمت اور اہل بصیرت لوگ اپنی گردنوں کو جھکاتے اور خم کرتے ہیں۔

حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 635ھ وصال 690ھ

آپ شیخ صدر الدین بن شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور اپنے دادا شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا کے براہ راست سجادہ نشین اور جانشین تھے۔ فتاویٰ صوفیہ جو آپ کے ایک مرید کی تصنیف ہے اس میں آپ کا کثرت سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ مجمع الاخبار میں آپ کے ملفوظات اور خطوط درج ہیں جو آپ نے اپنے مریدوں کے نام لکھے تھے۔

زندگی گزارنے کا طریقہ: ایک خط میں لکھتے ہیں عزیز! خوب یاد رکھنا چاہئے کہ انسان دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے ایک صورت اور دوسری صفت اور قابل تعریف صرف صفت ہے، صورت کی کوئی قیمت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے، صفت کا ظہور حقیقی طور پر صرف آخرت ہی میں ہوگا، وہاں ہر صفت ایک ظاہری صورت میں نظر آئے گی، کیونکہ آخرت ہی وہ انعام ہے جہاں ہر چیز کی حقیقت ظاہر لباس میں ملبوس کر دی جائے گی اور یہ صورتیں متلاشی نظر آئیں گی اور جس کی جو صورت ہوگی اسی صورت میں اس کو اٹھایا جائے گا، جیسا کہ بلعم باعور کو اتنی عبادت اور زہد کے باوجود گٹے کی شکل و صورت میں اٹھایا جائے گا یعنی اس کی صورت گٹے جیسی بنا دی جائے گی، اسی طرح قیامت کے دن ظالم دس کرش اپنے کو بھیڑ کی شکل و صورت میں دیکھے گا، متکبر و مغرور کی صورت چیتے کی مانند اور لالچی و تجوس کی شکل خنزیر جیسی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

ترجمہ: (آج کا دن وہ دن ہے کہ ہم نے تمہاری آنکھوں سے پردہ ہٹا لیا) آپ جب تک اپنے قلوب سے اوصاف رذیلہ کو دور نہ کریں گے اس وقت تک جانوروں اور درندوں میں شمار کئے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

ترجمہ: (یہ جانوروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں)

قلوب کی صفائی اور پاکیزگی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب اللہ کے دربار میں استعان اور التجا کی جاتی ہے اور میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں کرتا کیونکہ نفس ہمیشہ سرکشی پر اُکساتا ہے مگر جن

لوگوں پر اللہ نے اپنا فضل و کرم کیا وہ نفس کی سرکشی سے علیحدہ اور کنارہ کش رہتے ہیں اور میرا پروردگار عز و جل بڑا ہی غفور و رحیم ہے یعنی جب تک خدا تعالیٰ کا فضل و کرم و بخیر کر کے شامل حال نہ ہو اس وقت تک تزکیہ نفس اور قلوب کی صفائی ناممکن ہے۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہو تا تو تم میں سے کوئی کسی وقت بھی پاکیزہ صفت نہ بن سکتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی نشانی یہ ہے کہ انسان اپنے ذاتی عیوب پر نظر رکھے اور انہیں بڑا تصور کرے اور انوار الہی کی عظمت کے پرتو سے اس کا باطن اس طرح درخشاں ہو جائے کہ تمام دنیا اور دنیا کی شان و شوکت اس نیک مرد کی نظروں میں کوئی وقعت نہ رکھے اور دنیا داروں کی کوئی منزلت و قدر اس کے دل میں منگیزے کی مقدار تک بھی نہ رہے، جب کسی مومن کی یہ حالت ہو جاتی ہے تو دنیا دار جن شہوانی اور حیوانی صفات میں مبتلا اور گرفتار ہیں وہ ان تمام چیزوں سے نفرت کرنے لگتا ہے اور پھر اس نیک مرد کی خواہش یہی رہتی ہے کہ یہ دنیا دار بھی فرشتہ صفت بن جائیں، چنانچہ ظلم، غضب غرور، بخل اور طمع و لالچ کی بجائے اس کے اندر عفو و بردباری، تواضع و سخاوت اور ایثار کی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں، ذکر کردہ اوصاف آخرت کے طلب گاروں کے ہیں، رہے طالبان حق، سوان کے اوصاف بہت بلند و بالاتر ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے)

ترجمہ: (اخلاق الہی کو اپنے اخلاق بناؤ)

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے جہاں تک ہر ایک کی رسائی نہیں ہوتی۔

عبدیت مرمر کہ نگیرم بغیر تو دوست

شرطیت مرمر کہ نخوا ہم بغیر تو بیچ

ترجمہ: (میں نے اپنی ذلت سے یہ عہد کر لیا ہے کہ تیرے بغیر اور کسی کو دوست نہیں بناؤں گا اور اپنے نفس سے یہ شرط کر لی ہے کہ تیرے بغیر اور کسی کو چاہوں گا نہیں)

مجمع البحار میں ہے کہ شیخ زکین الدین ابوالفتح نے ایک خط میں اپنے ایک مرید کو لکھا کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ میں نے از خود نہ کسی سے نیکی کی اور نہ ہی بدی، امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہ بات سن کر تمام حاضرین مجلس تعجب سے انگشت بدنداں ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ اے امیر المؤمنین! ممکن ہے کہ آپ نے کسی کے ساتھ برائی نہ کی ہو لیکن اچھائی اور نیکی کے بارے میں آپ کیا فرما رہے ہیں؟ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

(جس نے نیک عمل کیا تو اس کی جزا اسی کو ملے گی، اسی طرح اگر کسی نے برا کام کیا تو اس کا عذاب بھی اسی کو دیا جائے گا) نیکی اور بدی جو کچھ بھی مجھ سے سرزد ہوئی اس کا بدلہ مجھے ہی دیا جائے گا، اور اس کا اس سے کوئی تعلق نہ ہوگا، باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے، اسی بنیاد پر بزرگوں نے کہا ہے

صلاح دیں کس صلاح اور بس است
 (کہ کسی کا بہترین ہتھیار اس کی اپنی اصلاح ہے)

چو میدان ہر آنچہ کاری دردی
 آخر بیمہ حال نکو کا رہے

ترجمہ: (جب تجھے یہ معلوم ہے کہ جو ہوتا ہے وہی کاٹتا ہے، تو پھر ہر حال میں نیکی ہی کا بیج بونا بہتر ہے) عقلمند کے لئے تو یہی نصیحت دنیا اور آخرت کے تمام کاموں کی سعادت کے لئے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نیکی اور بھلائی کی توفیق دیتا ہے، آپ نے اعمال پر متابعت کے لئے ایک نصیحت یہ بھی فرمائی کہ اپنے تمام اعضاء کو تمام تر ممنوعات اور مکروہات شرعیہ سے قولا فعلا باز رکھا جائے اور فضول آدمی کی نشست برخاست سے علیحدگی اختیار کی جائے اور وہ چیز جو اللہ سے تعلق توڑ دے اس کی کوئی قیمت نہیں، اور باطل پرست لوگوں کی صحبت سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ جو شخص حق کا طلب گار نہیں وہ جھوٹا اور باطل پرست ہے اور نیز مجمع الاخبار میں ہے کہ ایک دن سلطان غیاث الدین تغلق بادشاہ نے مولانا ظہیر الدین گنگہ سے دریافت کیا کہ آپ نے شیخ رکن الدین ابوالفتح کی کبھی کوئی کرامت بھی دیکھی؟ تو مولانا نے جواب دیا کہ جمعہ کے روز لوگوں کا بڑی کثرت سے آپ سے فیض حاصل کرنا یہ آپ کی کرامت ہے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ شیخ کے پاس تسخیر کا عمل ہے اور مجھے اگرچہ لوگ عقل مند اور عالم کہتے ہیں مگر میرے پاس کوئی نہیں آتا، خیر کل کو میں شیخ کے پاس جا کر ان سے یہ مسئلہ پوچھوں گا کہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو جو سنت قرار دیا گیا ہے اس میں کیا راز ہے؟ چنانچہ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ صاحب سے میری ملاقات ہوئی اور شیخ نے مجھے حلوہ کھلایا جس کی حلاوت بیدار ہونے کے بعد تمام دن محسوس کرتا رہا، میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر کرامت، یہی ہے تو شیطان بھی اسی طرح کے کرشمے دکھا کر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے (یعنی اس بات کا کرامت سے کوئی تعلق نہیں اس طرح تو شیطان بھی کر سکتا ہے) چنانچہ میں نے اپنے دل میں اس بات کا تہیہ کر لیا

کہ کل سویرے جا کر یہ مسئلہ ضرور پوچھوں گا، غرضیکہ دوسرے دن صبح سویرے میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کہ (بڑا اچھا ہوا آپ تشریف لے آئے) میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا اور پھر خود ہی اس طرح تقریر شروع فرمائی، کہ ناپاکی کی دو قسمیں ہیں، ایک ناپاکی دل اور دوسری ناپاکی بدن اور جسم کی، عورت سے مجامعت کے بعد بدن ناپاک ہو جاتا ہے اور نہ سے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے سے دل، جسم کی پلیدی اور ناپاکی پانی سے ختم ہوتی ہے اور دل کی ناپاکی آنسوؤں سے دھلتی ہے، پھر اس کے بعد فرمایا کہ پانی کے اندر تین اوصاف ہوں گے تب وہ ظاہر اور مطہر ہوگا اور تین اوصاف رنگ، مزہ اور بو ہیں، شریعت نے وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اسی لئے مقدم رکھا تاکہ کلی کرنے سے پانے کا مزہ اور ناک میں پانی ڈالنے سے اس کی بو معلوم ہو جائے، مولانا فرماتے ہیں کہ جب شیخ نے یہ تقریر فرمائی تو میرے جسم سے پسینہ بہنے لگا، اس کے بعد شیخ نے فرمایا کہ شیطان جس طرح نبی کریم ﷺ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا اسی طرح حقیقی شیخ کی شکل بھی اختیار نہیں کر سکتا، اس لئے کہ حقیقی شیخ رسول کریم ﷺ کی پوری پوری پیروی کرتا ہے، اس کے بعد شیخ نے مولانا ظہیر الدین سے خطاب کر کے فرمایا کہ مولانا! آپ ظاہری علوم سے مالا مال ہیں لیکن علوم حال سے ابھی تک نا آشنا ہیں۔

سلطان قطب الدین بن علاء الدین خلجی بادشاہ کے دور سلطنت میں شیخ رکن الدین ابوالفتح دہلی تشریف لائے اور شیخ نظام الدین اولیاء جو اس وقت مسند ارشاد و تربیت پر فائز اور اس وقت کے مشہور بزرگ تھے، شیخ ابوالفتح کی آمد کی خبر سن کر آپ کے استقبال کے لئے اپنے خاص مقام سے حوض علائی تک تشریف لائے، سلطان قطب الدین بادشاہ نے شیخ رکن الدین کا بڑا اکرام و اعزاز کیا اور دوران گفتگو پوچھا کہ اس شہر میں آپ کا کن کن لوگوں نے استقبال کیا تو شیخ ابوالفتح نے فرمایا دہلی والوں میں سے ایسی بزرگ ہستی نے (یعنی خواجہ نظام الدین اولیاء) جو شہر والوں میں سے زیادہ بہتر ہیں۔

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ سلطان قطب الدین کے دل میں شیخ نظام الدین اولیاء کا مرتبہ اور عزت کم ہو گئی تھی، بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے دربار میں عزت کرنے کی وجہ یہی تھی کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کی شان بان ختم ہو جائے، غرضیکہ شیخ رکن الدین ابوالفتح نے اپنے اس جواب سے ان تمام موہومہ تخیلات کی بیخ کنی کر دی، جن کی غیر متوقع امید کی گئی تھی، سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ استقبال کرنے کے بعد دونوں بزرگوں یعنی شیخ رکن الدین ابوالفتح اور خواجہ نظام الدین اولیاء کی جامع مسجد میں ملاقات ہوئی جس کی تفصیل یوں منقول ہے

کہ حضرت محبوب سبحانی اپنی نماز کی مقررہ جگہ سے اٹھ کر شیخ رکن الدین کے پاس تشریف لے گئے، پھر تعویذ دیر کے بعد شیخ رکن الدین اپنی جگہ سے اٹھ کر خوب نظام الدین کی جگہ پر دوبارہ دیدار کی غرض سے تشریف لے گئے اور دونوں کی اسی جامع مسجد میں خوب محبت و ملاقات رہی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ محبوب سبحانی اپنے مقبرے کی عمارت تعمیر کروا رہے تھے کہ اچانک شیخ رکن الدین کی آمد کا شور بلند ہوا، آپ نے اسی وقت کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور اپنے دوست احباب کو جمع کر لیا، اتنے میں شیخ رکن الدین پاکی میں سوار ہو کر آپ کے ہاں تشریف لے آئے، (بوقت ملاقات بھی) غالباً وہ مرض اور خاص عذر کی بناء پر پاکی ہی میں بیٹھے رہے، خوب نظام الدین اولیاء اور آپ کے دیگر تمام ساتھی بھی پاکی کے ارد گرد بیٹھ گئے، باتیں ہو رہی تھیں اور مجلس خوب گرم تھی کہ اتنے میں شیخ رکن الدین ابوالفتح کے چھوٹے بھائی شیخ عماد الدین اسماعیل بسینہ نے کہا کہ آج بزرگوں کا اجتماع ہے، بہترین موقع ہے لہذا اس کو غنیمت تصور کرتے ہوئے آپ حضرات سے کچھ استفادہ کرنا چاہتا ہوں، سو گزارش یہ ہے کہ عرصہ دراز سے میرے دل کے اندر ایک شبہ ہے اور وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ کے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے میں راز کیا تھا؟ شیخ رکن الدین بسینہ نے فرمایا کہ اس میں غالباً یہ حکمت ہوگی کہ نبی کریم ﷺ کے وہ کمالات و درجات جو ابھی تک مقدر اور پوشیدہ تھے ان کا عملی طور پر اصحاب صفہ پر فیضانِ ظاہر کرنا مقصود ہوگا، اس کے بعد خوب نظام الدین نے اپنے حلقہ گوش لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ فقیر کے خیال میں ہجرت کا راز یہ ہے کہ مدینہ کے وہ فقراء جو مکہ میں آ کر نبی کریم ﷺ کی زیارت نہیں کر سکتے تھے ان کو اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف کرنا مقصود تھا (ہجرت کے راز کو انہیں وہ وجوہ پر منحصر نہ سمجھا جائے بلکہ علماء کرام نے اس کے متعدد اسرار لکھے ہیں غرضیکہ ہر دو بزرگوں کے بیان کا مقصد ایک دوسرے کی خاطر تواضع تھی، شیخ رکن الدین کا مطلب یہ تھا کہ ہماری آمد کا مقصد طلب کمال اور حصولِ فائدہ ہے اور محبوب سبحانی کا مطلب تکمیل اور فائدہ رسائی تھی، یہ واقعہ سیر الالویاء میں بھی لکھا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا کمال جو اصحاب صفہ پر موقوف تھا وہ ارشاد و تکمیل ہی تھا جو موجبِ ثواب اور باعثِ عالی درجات تھا ان کا اپنا ذاتی کوئی کمال نہ تھا، غرضیکہ مطلب دونوں بزرگوں کی باتوں کا ایک ہی ہے۔ واللہ اعلم، اس کے بعد کھانا لایا گیا، کھا۔ زب سے فراغت کے بعد محبوب سبحانی نے چند مہ قسم کے کپڑوں کے ساتھ سواشریاں ایک ایسے ریک کپڑے میں جس میں سے اشرفیوں کا نمب باہر سے چمکتا ہوا نظر آ رہا تھا باندھ کر شیخ رکن الدین کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کیں شیخ رکن الدین نے اس تحفہ کو دیکھ کر فرمایا کہ اپنے سوپ کو ڈھانپ لو محبوب سبحانی نے جواب میں فرمایا

(کہ سونا میرا مذہب ہے) یعنی مال و زر باعث ستر مذہب اور گودڑی درویش کا حال ہے تاکہ وہ (ان دونوں کے ذریعہ) عوام سے پوشیدہ رہ سکے۔ (اس کے بھی) شیخ رکن الدین نے تحفہ قبول کرنے سے پس و پیش کیا تو محبوب سبحانی نے ان کے بھائی عماد الدین اسماعیل کے حوالہ کر دیا۔

اتفاق سے محبوب الہی بیمار پڑ گئے تو عیادت کے لئے شیخ رکن الدین آپ کے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہر شخص حج کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش اور سعی کرتا ہے اور یہ عمرہ ذی الحجہ ہے میں سعی کر کے شیخ المشائخ کی زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا، شیخ نظام الدین اولیاء کی وفات کے بعد آپ کی نماز جنازہ بھی شیخ رکن الدین نے پڑھائی، بعدہ فرمایا کہ تین سال تک ہم کومبلی میں رکھنے کا راز یہی تھا کہ ہم کو یہ سعادت حاصل کرنی تھی اس کے تھوڑے عرصہ بعد شیخ رکن الدین ابوالفتح اپنے اصل وطن (ملتان) واپس ہو گئے۔

خیر الجالس میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کا یہ بیان لکھا ہے کہ شیخ الاسلام شیخ رکن الدین ابوالفتح جب ملتان سے دہلی تشریف لائے تو آپ کے پاس قلندروں، بھکاریوں کا ایک جم غفیر جمع ہو گیا، قلندروں نے کہا کہ ہمیں شربت پلائیے، آپ نے انہیں کچھ دے کر روانہ کیا، پھر بھکاریوں نے مطالبہ کیا کہ ہم کو بھی دلو، آپ نے ان کو بھی کچھ دے کر روانہ کیا، ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ قوم کے سردار کے پاس تین چیزوں کا ہونا لازمی ہے۔ اولاً مال و دولت تاکہ لوگ جو کچھ اس سے مانگیں وہ ان کو دے دیا کرے، اس زمانے کے قلندر شربت مانگتے ہیں، اگر درویش کے پاس نقدی اور مال نہ ہو تو وہ ان کو شربت کہاں سے پلائے گا، ان مانگنے والوں کی حالت یہ ہے کہ یہ باہر نکلتے ہی بدگوئی شروع کر دیتے ہیں اور اپنے اس جرم کے سبب قیامت کے روز عذاب میں گرفتار ہوں گے، دوسری چیز یہ ہے کہ درویش صاحب علم ہونا چاہئے تاکہ علماء کی صحبت میں ان سے علمی گفتگو کر سکے، تیسری چیز جو درویش کے لئے لازمی ہے وہ ”حال“ ہے تاکہ دوسرے درویشوں کو بھی حال میں لاسکے۔

حضرت شیخ صلاح الدین درویش رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 648ء..... وصال 749ھ

آپ شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے، بڑے بزرگ اور عالی مرتبت تھے، شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے معاصر اور ہمسایہ تھے، سلطان محمد تغلق بادشاہ کی طرف سے مشائخ کو جو تکالیف پہنچائی جاتی تھیں، میر سید شیخ نصیر الدین نے تو ان سب کو اپنے شیخ کی وصیت کے مطابق

پرداشت کیا، لیکن شیخ صلاح الدین درویش بادشاہ سے ہمیشہ ترش کلامی سے پیش آتے تھے شیخ صلاح الدین نے ملتان سے رحلت فرما کر دہلی کو اپنا وطن بنالیا تھا اور دہلی میں انتقال فرمایا، نصیر الدین محمود ہریانہ بلوی کے مزار کے قریب ہی آپ کا مزار ہے، 22 صفر المظفر کو آپ کا غرس ہوتا ہے، آپ کی مناجات ہے جس کو لوگ مناجات صلاح کہتے ہیں، اس میں آپ کہتے ہیں کہ اے اللہ عزوجل مجھے اس گھڑی اور وقت کی قسم جبکہ تو نے صلاح الدین درویش کو سفید ہاتھی کہا، اے اللہ عزوجل! مجھے قسم اس وقت اور گھڑی کی جب تو نے صلاح درویش کو امروہہ میں ایک بوہڑ کے درخت کے نیچے فرمایا کہ (کہ اللہ تجھ کو سلام کہتا ہے) اور اسی قسم کی مختلف باتیں اس مناجات میں ہیں۔

نیک لوگوں کے راز: ایک نوجوان گھوڑے پر سوار نہیں جا رہا تھا، گھوڑا خوبصورت اور بہت تیز رفتار تھا، اچانک اس نوجوان نے گھوڑے کو زور سے کوزا مارا جس کے زخم کا نشان گھوڑے کے سر پر نقش کر گیا، شیخ صلاح الدین یہ دیکھ کر اس نوجوان پر غضب ناک اور ناراض ہوئے اور اسے بہت سخت سزا دیا (آپ کے غضب ناک ہونے اور نوجوان کو ڈانسنے کا یہ اثر ہوا) کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا، لوگوں نے دیکھا کہ کڑے کے زخم کا اثر شیخ صلاح الدین درویش کے جسم پر منقوش ہے۔

حضرت مولانا بدر الدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 601ھ..... وصال 670ھ

آپ علی بن اسحاق دہلوی کے فرزند تھے اور شیخ فرید الدین گنج شکر کے خادم اور خلیفہ اور داماد تھے، اپنے زمانے کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ زہد و تقویٰ فقر و عشق میں اپنی مثال خود تھے، بچپن کے زمانے میں آپ نے دہلی میں علوم حاصل کئے، طلباء میں آپ کی خوش مزاجی اور حاضردماغی مشہور تھی، تحصیل علم کے بعد جو چیز شرفاء اور دانشور لوگ سیکھا کرتے تھے آپ نے بھی وہ چیز سیکھی، اس سے فراغت کے بعد بخارا کا رخ فرمایا، چونکہ پاک تہن راستہ میں پڑتا تھا وہاں شیخ فرید الدین گنج شکر کے کلمات سن کر ملاقات کا اشتیاق ہوا، اس کے بعد آپ نے ایک آدمی کو تیار کیا کہ وہ آپ کی شیخ فرید الدین سے ملاقات کرادے، چنانچہ آپ نے جب شیخ فرید الدین کی ملاقات کی تو اپنے تمام علوم و فنون ظاہر یہ کہ آپ کے پہلو میں فن کر دیا اور ان کے جمال و کمال کے شیدائی ہو گئے، شیخ فرید الدین نے مولانا بدر الدین اسحاق کی قابلیت اور صلاحیت کو دیکھ کر اپنی خدمت اور امامت کے لئے منتخب کر کے بہترین طور پر تربیت دی اور خرقہ خلافت عطا فرمایا، لوگوں میں مشہور ہے کہ آپ اکثر و بیشتر اوقات میں روتے ہوئے نظر آیا کرتے تھے، ایک دن یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

پیش صلابت عمل روح نطق نمی زند

اے زہزار صعوہ کم پس تو نواچہ سے زنی

ترجمہ: اس کے عشق کے غم کی وجہ سے روح تک نہیں ہوتی، اے انسان تیری ہستی ایک مولا کے ہزارویں حصہ سے بھی کمتر ہے پھر تو نالہ کیوں کرتا ہے۔

اس شعر کے ذوق میں پورا دن عالمِ حیر میں گزار دیا، جب مغرب کا وقت ہوا تو شیخ نے آپ کو امام بنایا تو بجائے قرأت کے آپ نے یہی شعر پڑھنا شروع کیا اور فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب ہوش میں آئے تو شیخ نے پھر انہیں کو امام بنایا۔

”اسرار اولیاء“ آپ کی تصنیف ہے، جس میں آپ نے شیخ گنج شکر کے ملفوظات کو جمع کیا ہے، اس کے علاوہ بھی آپ نے ایک کتاب نظم کے اندر علم صرف میں لکھی ہے جس میں تبحر علمی اور فصاحت کو خوب ظاہر کیا ہے، اس رسالہ کے آخر میں جو اشعار لکھے گئے ہیں، وہ سیر الاولیاء میں بھی نقل کئے گئے ہیں، اسرار الاولیاء کے خاتمے پر شیخ نظام الدین کی خدمت میں التماس کے عنوان سے چند سطریں عربی زبان میں لکھی ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔

”الامام الجاہد حضرت نظام الدین محمد بن احمد صاحب خصائل پسندیدہ و عادات برزیدہ نے مجھ سے یہ نظم سنی، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو آپ کے خصائل و آثار پر عمل کرنے کی توفیق دے آپ کے فضائل و انوار عام ہیں، میں صفت شاعری میں تہی دست ہوں، لیکن بحکم عالی نظم پیش کرنا ضروری تھا، اور میری یہ سعی ایسی ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کے سامنے چوئی کی سعی۔

جناب عالی! نے اپنے علوم و تربت کے بار جو داس فقیر سے نظم کی فرمائش کی جو حسب الحکم پیش خدمت ہے، میں کمزور فقیر بدر الدین اسحاق بن علی دہلوی ان سطور کے ذریعہ امیدوار ہوں کہ میرے اس خطے صلاحیت کی دعا فرمائی جائے اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، آپ کا مزار پاک تہن کی جامع مسجد کے صحن میں ہے، جہاں لوگ اکثر و بیشتر یاد الہی کیا کرتے ہیں۔

حضرت شیخ جمال احمد ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 628ھ وصال 700ھ

آپ بہت بڑے خطیب و مقرر تھے، آپ کا سلسلہ نسب امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر کے بڑے خلفاء میں سے تھے، کمالات ظاہریہ اور باطنیہ کے حامل تھے۔

جمال ہمارا جمال ہے: شیخ فرید کو آپ سے بڑی محبت تھی اسی وجہ سے انہوں نے بارہ برس آپ کے پاس ہانسی میں گزار دیئے، وہ آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ”جمال ہمارا جمال ہے“ اور کبھی یوں فرماتے کہ جمال، میری خواہش ہے کہ تمہارے ارد گرد چکر لگایا کروں، شیخ فرید جس کسی کو خلافت دیتے اسے جمال کے پاس بھیج دیتے، اگر شیخ جمال اس کو قبول کر لیتے تو خلافت کو قائم رکھتے اور اگر شیخ جمال اس کو ناپسند کرتے تو اس کی خلافت ختم کر دیتے تھے اور پھر شیخ فرید اسے دوبارہ قبول نہ فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ جس کو جمال پھاڑ دے اسے فرید نہیں سی سکتا۔ اللہ اکبر عز وجل۔

ایک دن ایک آدمی ہانس سے شیخ فرید کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس سے دریافت کیا کہ ہمارے جمال کا کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہمارے مخدوم (یعنی شیخ جمال) نے جس روز سے آپ سے تعلق قائم کیا ہے اس وقت سے ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف رہتے ہیں، آنا جانا سب کچھ ترک کر دیا ہے اور فاقے سہتے ہیں، شیخ فرید یہ سن کر خوش ہوئے اور کہا الحمد للہ عز وجل (اور پھر دعا دی کہ خدا انہیں) خوش رکھے، منقول ہے کہ ایک دن شیخ جمال احمد ہانسوی نے یہ حدیث سنی کہ (قبریں جنت کے باغوں میں سے باغ ہوتی ہیں، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا) تو بہت پریشان و حیران ہوئے اور (حدیث کی) اس تفسیر کو سننے کے بعد بے قرار رہنے لگے، آپ کے انتقال کے بعد لوگوں نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ آپ کی قبر پر ٹکندہ بنا دیں، آخر کار ٹکندہ بنانے کے لئے ٹکھڈائی کی گئی، جب ٹکھڈائی کرتے کرتے لوگ لحد کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ قبلہ کی جانب سے ایک کھڑکی ہے جس میں سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے، چنانچہ لوگوں نے اسی وقت اس کھڑکی کو بند کر دیا اور وہاں سے ہٹ گئے، پھر قبر کو اوپر سے بند کر کے ٹکندہ بنا دیا۔

فقیر کی صفات کا بیان: شیخ احمد ہانسوی کے متعدد در سالے اور اشعار ہیں، ایک رسالہ عربی میں بھی ہے جس میں مختلف کلمات کو بحیثیت مجمع کیا گیا ہے

جس کا نام ”مکملات“ ہے، آپ نے ایک جگہ اس میں لکھا ہے کہ فقیر ایک عمدہ اور بہترین خصلت ہے جس سے یہ صفات معرض وجود میں آتی ہیں۔ صلاحیت، عفت، زہد، پاکیزگی، تقویٰ، طاعت، عبادت، فاقہ کشی، مسکنت و قناعت، مروت و جوانمردی، دیانت و صداقت، امان و بیداری، تہجد و خضوع، خشوع و عاجزی، تواضع و خجل برداشت و عفو اور چشم پوشی، مہربانی و انفاق فی سبیل اللہ، ایثار و

کھانا کھانا، اکرام و احسان، ماسوی اللہ سے نفرت اور خدا کی عبادت میں اخلاص، انقطاع و جدائی، سچائی و صبر، خاموشی و بربادی، رضا و حیا و سخاوت و ناداری، خوف و امید، ریاضت و مجاہدہ اور مراقبہ، موافقت و دوستی اور مدد و امت علی العبادۃ اور معاملت، توحید و تہذیب، تجرید و تفرید، سکوت و وقار، مدارات، محبت و الفت، عنایت، رعایت، شفقت، سفارش، لطف و کرم، مجاہدہ شکر، فکر، ذکر، عزت، ادب و احترام، طلب و رغبت، غیرت و عبرت، بصیرت و بیداری، حکمت، للہیت، ہمت، معرفت و حقیقت، خدمت و تسلیم، توکل، پریشانی، یقین و اعتماد، عناد و ثبات اور حسن خلق۔

(بروہ فقیر جس کے اندر یہ جملہ صفات ہوں گی وہ کامل فقیر ہوگا اور جس کے اندر یہ صفات نہ ہوں گی وہ فقیر کہلانے کا حقدار نہیں)

شیخ جمال احمد کا مزار ہانسی میں ہے جو اپنے مین بچوں سمیت ایک ہی گنبد میں آرام فرما رہے ہیں، منقول ہے کہ شیخ احمد ہانسی کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر حالات پوچھے تو آپ نے فرمایا کہ قبر میں دفن کرنے کے بعد عذاب کے دو فرشتے میرے پاس آئے اور ان کے بعد ہی فوراً دو فرشتے اور یہ حکم لائے کہ ہم نے اسے بخش دیا مغرب کی نماز کے فوراً بعد ہی دو رکعت صلوٰۃ بروج جس میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ بروج اور سورہ طارق ہے پڑھا کرتا تھا اور ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا تھا۔

حضرت شیخ برہان الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 641..... وصال 713ھ

آپ شیخ جمال الدین ہانسی ہسیدے صاحبزادے تھے، اپنے والد شیخ جمال الدین کے انتقال کے وقت کم عمر تھے، جب آپ کو شیخ فرید الدین گنج شکر کی خدمت میں لایا گیا تو آپ بڑی مہربانی کے ساتھ پیش آئے اور خلافت نامہ، جان نماز اور عصا کے ساتھ وہ تبرکات جو ان کے والد شیخ جمال الدین کو دیئے تھے انہیں بھی عنایت فرمائے اور خواجہ نظام الدین اولیاء سے حصول فیض کا حکم دیا، چنانچہ آپ ہر سال نظام الدین اولیاء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور تربیت حاصل کرتے، نظام الدین اولیاء نے اپنی آخری زندگی تک پھر کسی کو مرید نہیں کیا، شیخ جمال الدین کا ایک اور لڑکا بھی تھا جو بہت سمجھدار تھا مگر آخر میں دیوانہ ہو گیا تھا جس کے متعلق محبوب الہی فرماتے ہیں کہ وہ

بھی بھوش میں آ کر عقلمندی کی باتیں کیا کرتا تھا میں نے خود ایک کلام اس سے سنا وہ کہہ رہا تھا
 علم اللہ تعالیٰ تک پہنچنے میں بڑا حجاب ہے یہ سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ سچا مجذوب ہے، جب میں
 نے اس سے اس جملے کا مطلب پوچھا تو کہنے لگا کہ علم وہ ہے جو حق کے علاوہ ہے اور جو چیز حق کے
 باسوا ہے وہی حجاب حق ہے۔

حضرت شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 631..... وصال 691 ہجری

آپ شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، لوگوں سے منقول ہے کہ اوج اور ملتان کے حاکم
 نے شیخ عارف کے ساتھ سونگہ (روپیہ) بطور نذرانہ شیخ شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کئے جس
 میں پچاس روپے انہوں نے اپنے پاس رکھ لئے اور پچاس شیخ کی خدمت میں حاضر کئے، شیخ نے
 مسکراتے ہوئے فرمایا، عارف! تم نے تقسیم واقعی برادرانہ کی ہے جس پر عارف شرمندہ ہوئے اور
 وہ پچاس روپے جو اپنے پاس رکھ لئے تھے شیخ کی خدمت میں پیش کر دیئے اور بے انتہا عاجزی و
 انکساری کا اظہار کیا پھر مرید ہوئے اور سر سٹنڈ وایا، پھر شیخ کی خدمت میں رہ کر خوب پختگی حاصل
 کی پھر شیخ نے انہیں بیعت کرنے کی اجازت دے دی اور سیوستان کی طرف بھیج دیا۔

حضرت شیخ صابر رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 608..... 679 ہجری

سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ ایک مضبوط اور صاحبِ نعمت درویش تھے اور شیخ حنغ شکر کے
 مرید تھے، شیخ حنغ شکر رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کو بیعت لینے کی اجازت دی تو اس وقت فرمایا، صابر!
 تم عیش و عشرت کی زندگی گزارو گے، پھر یہی ہوا کہ آپ تمام عمر خوش عیش رہے۔
 واقعہ بھی یہی ہے کہ شیخ صابر خوش باش اور بنس منکھ بزرگ تھے اور غالباً یہ شیخ صابر وہ نہیں
 ہیں جو شیخ علی صابر تھے اور جو شیخ حنغ شکر کے داماد اور خلیفہ تھے جن کا مزار کلیر شریف میں ہے اور
 جن تک شیخ عبدالقدوس وغیرہ مشائخ کا سلسلہ پہنچتا ہے اور شیخ علی صابر کا سیر الاولیاء میں کوئی
 تذکرہ نہیں بلکہ اس میں شیخ صابر ہی کا ذکر کیا گیا ہے ان کے تذکرے کو حذف کر دینا تعجب سے
 خالی نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شیخ صابر سے شیخ علی صابر ہی مراد ہوں۔ واللہ اعلم۔

حضرت شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 614..... 672 ہجری

آپ شیخ فرید الدین کے بڑے صاحبزادے تھے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے
تھے، زراعت و کاشتکاری کی کمائی پر جو کسب حلال ہے قناعت پذیر رہے اور تمام عمر اطاعت احکام
ری میں بسر کی، اللہ آپ پر رحمت فرمائے۔

حضرت مولانا شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ تمام علوم و فضائل میں شیخ فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ سے آراستہ ہوئے، اکثر اوقات آپ کی
خدمت میں گزارا کرتے تھے، شیخ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ میرے والد مولانا شہاب الدین
کے درمیان بہت محبت تھی، ایک مرتبہ میں نے شیخ فرید الدین کے پاس عوارف المعارف کا نسخہ دیکھا
جواکثر آپ کے زیر مطالعہ رہا کرتا تھا، یہ بہت باریک خط سے لکھا ہوا تھا اور اس میں کتابت کی بہت
غلطیاں تھیں جس کی وجہ سے شیخ پڑھتے پڑھتے اکثر توقف فرمایا کرتے تھے، میں چونکہ اس سے پہلے
عوارف المعارف کا ایک نسخہ شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس دیکھ چکا تھا اس لئے شیخ کے پاس یہ نسخہ
دیکھ کر فوراً اس نسخہ کا خیال آیا میں نے شیخ فرید الدین سے عرض کیا کہ شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس
ایک صحیح نسخہ موجود ہے، شیخ کو یہ بات گراں گزری اور فرمایا کہ درویش کو صحیح و غلط میں امتیاز کرنے کی
طاقت نہیں ہوتی؟ میں پہلے تو سمجھ نہ سکا کہ آپ یہ بات کس سلسلہ میں فرما رہے ہیں لیکن بعد میں
جب معلوم ہوا کہ آپ کا روئے سخن میری ہی طرف تھا، تو میں کھڑا ہوا اور سر سے عمامہ اتارا اور شیخ کے
قدموں میں گر گیا اور عرض کیا کہ معاذ اللہ میری مراد یہ تھی کہ جو نسخہ میں نے دیکھا تھا وہ یاد آگیا اور اس
کے سلسلے میں عرض کر دیا (بس اس سے زائد کام میں نے ہرگز ہرگز ارادہ نہ کیا تھا اور نہ ہی میرے گوشہ
خیال میں تھا فرماتے ہیں میں نے بے انتہا کوشش کی کہ شیخ کسی طرح راضی ہو جائیں مگر میری یہ
کوشش بے سود رہی اور شیخ بحالہ ناراض رہے، اس کے بعد میں شیخ کی مجلس سے حیرانی اور پریشانی کی
حالت میں اٹھ کر چلا آیا، جتنا رنج و غم اس دن مجھے ہوا (خدا کرے) کہ ایسا رنج و غم کسی کو نہ ہو، پھر میں
نے ایک کنوئیں پر جا کر اس میں کود کر اپنے کو ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن معاذ مجھے خیال آیا کہ مردہ تو
مہر دہی ہوتا ہے، کیسے ایسا نہ ہو کہ بدنامی کا داغ باقی رہ جائے (اس لئے کنوئیں میں کودنے کے خیال

کوڑی کر دیا) ایک عرصہ تک میں یونہی حیران و پریشان پھرتا رہا (اور میرے ان تمام احوال کا مولانا شہاب الدین کو علم تھا اتفاق سے) مولانا شہاب الدین نے ایک موقعہ پا کر بڑے عمدہ طریقے سے میرے احوال کا شیخ سے تذکرہ کیا تو شیخ اس وقت مجھ سے خوش اور راضی ہو گئے اور مجھے اپنے پاس بلوا بھیجا پھر مہربانی اور شفقت کے لہجہ میں فرمایا کہ میں نے جو کچھ کیا وہ تمہارے روحانی کمال کے لئے کیا اس لئے کہ حقیقت میں مُرشد ہی مُرید کی اصلاح کرنے والا ہوتا ہے اس کے بعد آپ نے مجھے انعامات سے نوازا ایک خلعت خاص سے مشرف فرمایا۔

حضرت شیخ بدر الدین سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ فرید الدین کے مشہور فرزند ارجمند ہیں، آپ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد اپنے بھائیوں اور شیخ کے تمام ترمُریدوں کے متفقہ فیصلہ سے سجادہ خلافت کے لئے منتخب کئے گئے، شیخ بدر الدین نے خاندانِ چشتیہ میں بیعت کی۔ خواجہ زور اور خواجہ غور و خاندانِ چشتیہ کے خلیفہ تھے اور حضرت شیخ فرید الدین کی زندگی ہی میں مقامِ چشت سے پاک تپن تشریف لائے تھے، ان دونوں مذکور بزرگوں کے پاس حضرت شیخ فرید الدین اپنے دونوں صاحبزادوں کو ان دونوں بزرگوں کا مُرید کرادیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 619..... وصال 705 ہجری

شیخ فرید الدین گنج شکر آپ کو اپنے حقیقی بیٹوں سے بھی زیادہ پیار کرتے تھے، آپ نوج میں ملازم تھے، جس رات شیخ فرید الدین کی وفات ہوئی آپ کو اسی وقت روحانی طور پر شیخ کے انتقال کی اطلاع ہو گئی، چونکہ آپ سلطان غیاث الدین بلبن کے ہمراہ اس وقت ایک قصبہ میں تھے اور رات کے وقت قلعہ کا دروازہ کھول کر نہیں آسکتے تھے اس لئے نہ آسکے اور تمام رات اپنی قیام گاہ پر سہارا رہے اور شیخ کا آخری دیدار نہ کر سکے، صبح کو جب شیخ کا جنازہ شہر سے باہر لایا جا رہا تھا تو آپ وہاں پہنچ گئے، شیخ کے بیٹوں کا خیال تھا کہ شہر سے باہر گنج شہیداں میں شیخ کو دفن کیا جائے مگر خواجہ نظام الدین نے کہا کہ اچھا یہی ہے کہ شیخ کو اس جگہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ دفن کیا جائے،

چنانچہ اب جہاں شیخ کا خزار ہے وہاں شیخ کو دفن کرنے کی تجویز خواجہ نظام الدین نے پیش کی تھی جس پر سب نے باتفاق رائے عمل کیا اور خواجہ نظام الدین نے کفار سے جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا ان کی قبر وغیرہ کا کوئی نشان کسی کو معلوم نہیں۔

حضرت خواجہ یعقوب رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 622..... وصال 661 ہجری

آپ شیخ فرید الدین کے چھوٹے بیٹے تھے، جود و سخاوت میں بہت مشہور تھے، اور روحانی کمالات میں ماہر تھے اور اہل ملامت کے راستہ پر چل پڑے تھے (یعنی) جو معاملہ ان کا ظاہر میں تھا اللہ سے تعلق اس کے خلاف تھا (غالباً مطلب یہ ہے کہ بسا اوقات بظاہر لوگ انہیں خلاف شرع افعال کا مرتکب پا کر ملامت کرتے لیکن اللہ تعالیٰ سے ان کا تعلق صحیح تھا، سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ ایک بار امر وہہ کے راستے جا رہے تھے کہ وہاں سے مردان غیب نے آپ کو اٹھالیا۔

حضرت مولانا داؤد پالہی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 591..... وصال 679 ہجری

آپ رودلی کے ایک گاؤں پالہی کے رہنے والے تھے، شیخ فرید الدین کے مریدوں میں سے تھے، حضرت محبوب سبحانی اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ مولانا داؤد پالہی بڑے بزرگ تھے محبوب سبحانینے فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے اور مولانا داؤد پالہی دونوں کو اپنے شیخ فرید الدین کی خدمت میں اکٹھا جانے کا اتفاق ہوا، دونوں اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلے اور چل دیئے مولانا لے لے قدم رکھتے ہوئے مجھ سے آگے نکل جاتے اور میرا انتظار کرنے کے لئے نفل پڑھنے لگتے، میں بہت دیر کے بعد ان کے پاس پہنچتا، چونکہ مجھ ان کی عادت معلوم تھی اس لئے ان کو نماز پڑھتے چھوڑ کر ان سے آگے روانہ ہو جاتا، میں دو چار میل ہی چلتا تھا کہ وہ پیچھے سے آکر مجھ سے دو چار میل آگے نکل جاتے اور حسب معمول نماز میں مشغول ہو جاتے اور ایسے لقمہ و قحط جنگل میں راستہ نہ بھولتے تھے۔

ہر ن دیدار کے لئے حاضر ہوتے تھے: مولانا داؤد پالہی نماز فجر کے بعد گھر سے جنگل چلے جاتے اور وہاں بیٹھ کر اللہ کی

یاد کیا کرتے، ہر ن آتے اور آپ کے آس پاس کھڑے ہو کر اپنی پرشوق آنکھوں سے مولانا کا دیدار کرتے رہتے۔

حضرت مولانا رضی الدین منصور رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 599..... وصال 680 ہجری

آپ بڑے ولی اللہ اور برگزیدہ آدمی تھے، شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی فرماتے ہیں کہ اودھ میں ایک بزرگ رہتے تھے وہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے اور بائیس سید کہ لوگوں نے یقین کر لیا کہ اب ان کا بچنا امر محال ہے اور تجسیم و تکفین کے انتظامات مکمل کر لئے گئے، اسی اثناء میں مولانا داؤد پالپلی اور مولانا رضی الدین منصور ان کے ہاں پہنچے اور ان سے کہا کہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں تو تم تنگو کئے بغیر واپس نہیں جائیں گے، چنانچہ مولانا رضی الدین نے مولانا داؤد پالپلی سے فرمایا کہ مریض کو ایک طرف سے آپ سنبھالیں اور دوسری طرف سے میں، مولانا داؤد دوسرا ہونے پہنچے اور مولانا رضی الدین پانچویں، اس کے بعد دونوں بزرگوں نے کچھ پڑھنا شروع کیا اور پھر کمرے ہو کر اس بزرگ کے ہاتھ پکڑے اور کہا اٹھ بیٹھو چنانچہ وہ بیمار بزرگ اسی وقت اٹھ کر بیٹھ گئے اور صحت مند ہو گئے۔ سبحان اللہ عزوجل۔

حضرت مولانا کمال الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش 659..... وصال 756 ہجری

آپ کمال، ورع، تقویٰ اور دیانتداری میں مشہور تھے، شیخ نظام الدین اولیاء نے آپ ہی سے ”مشارق“ کے حصوں کی سند حاصل کی اور ان سے مولانا برہان الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے استفادہ کیا اور ان سے میں نے فیض پایا۔ مولانا کمال الدین زاہد۔ مشارق کو شیخ نظام الدین اولیاء نے سنا تھا آپ نے ان کا اجازت نامہ اپنے ہاتھ سے خود لکھا ہے جو سیر الاولیاء میں موجود ہے۔ سلطان غیاث الدین بلبن کی یہ آرزو تھی کہ مولانا کمال الدین زاہد کو امام مقرر کر کے ان کے پیچھے نماز پڑھا کریں، چنانچہ اسی غرض سے مولانا موصوف کو اپنے ہاں بلایا اور کہا کہ مجھے آپ کے علمی کمالات، دیانت، حفاظت پر پختہ اعتقاد ہے مہربانی فرما کر اگر آپ امامت کا عہدہ قبول فرمائیں تو میں آپ کا رہنمائی منت ہوں گا اور مجھے اپنی نماز کے قبول ہونے پر پورا یقین ہوگا، مولانا نے جواب دیا کہ میرے پاس تو پہلے نماز ہی نماز باقی رہ گئی ہے اس کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں رہا اب آپ کی مرضی یہ ہے کہ میرے پاس یہ بھی نہ رہے۔ مولانا نے یہ جواب کچھ اس بارعب اور جلال لہجہ میں دیا کہ بادشاہ خاموش رہ گیا اور عذر خواہی کرتے ہوئے مولانا کو باعزت طریقے سے رخصت کیا۔

مولانا نور الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا لقب ”ملک یار پرّے آن“ تھا نہایت کامل بزرگ تھے۔ آپ کا اصلی وطن لاہور تھا جہاں سے اپنے پیر و مرشد کے حکم سے دہلی آئے۔ سلطان غیاث الدین کے زمانہ میں شیخ وقت تھے حضرت محبوب الہی آپ کے مقبرہ پر حاضری دیتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی میں آپ سے ملاقات ہوگی۔ لیکن آپس کی ملاقات کا کوئی صحیح علم نہیں ہوا۔

ہکایت: سیرالاولیاء میں حضرت محبوب الہی سے منقول ہے میں کیلوکھری کی جامع مسجد میں نماز کیلئے جایا کرتا تھا۔ ایک دن تیز ہوا چل رہی تھی میں روزہ دار تھا اچانک مجھے چکر آیا تو میں ایک مکان میں بیٹھ گیا۔ اس وقت میرے دل سے خیال گزرا کہ اگر میرے پاس سواری ہوتی تو اس پر چلا جاتا۔ شیخ سعدی کا مجھے یہ شعر یاد آ گیا۔

ما قدم از سرکنیم در طلب دوستان

راہ بجائے تہرؤ ہر کہ با قدم رفت

”دوستوں کی طلب میں ہم سر کے بل جاتے ہیں اور جو پاؤں کے ذریعہ گیا وہ منزل

تک نہیں پہنچا۔“

پھر میں نے اپنے خیال سواری سے توبہ کی۔ اس کے تین دن بعد شیخ ملک یار پرّے آن کا خلیفہ ایک گھوڑی لایا او کہہ اے قبول فرمائیے میں نے اس سے کہا تم فقیر آدمی ہو تم سے کس طرح لوں۔ تب اس نے کہا: شیخ ملک یار پرّے آن نے پرسوں رات خواب میں مجھ سے فرمایا کہ یہ گھوڑی محبوب الہی کو نذر پیش کر آؤ۔ میں نے اسے جواب دیا کہ تمہارے شیخ نے حکم دیا ہے اگر میرے شیخ حکم دیں تو قبول کروں گا پھر دوسرے روز گھوڑی لایا تب میں سمجھا کہ عطیہ پروردگار ہے اسی لئے میں نے وہ تحفہ قبول کر لیا اس کے بعد ہمارے گھر میں گھوڑوں کی کمی نہ رہی۔

ہکایت: بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ جس وقت شیخ ملک یار پرّے آن دہلی آئے تو آج کل جہاں مزار ہے آتے ہی یہاں قیام کیا۔ اس زمانہ میں شیخ ابو بکر طوسی ایک قلندر تھا۔ اس نے لڑنا شروع کر دیا کہ تم کیسے آئے آپ نے جواب دیا کہ میرے پیر و مرشد نے مجھے یہاں مقرر کیا ہے اس نے ثبوت مانگا تو آپ نے دہلی سے دور اس مقام پر جہاں آپ کے پیر و مرشد رہتے تھے۔ تھوڑی دیر

میں (جس میں کہ عام طور لوگ آمد رفت نہیں کر سکتے) پیر و مرشد کی اجازت لا کر دکھائی اس دن سے لوگ آپ کو ملک یا سرحد آن کہنے لگے۔ (واللہ اعلم) اللہ ہی خوب جانتا ہے۔
 آپ کا مقبرہ دہلی میں دریائے جمنہ کے کنارہ شیخ ابو بکر طوسی قلندر کی خانقاہ کے سامنے ہے جو ایک با زرب و با عظمت مقام ہے۔
 فائدہ: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں پر یاں رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل کرے۔
 (آپ کی ولادت ۷۶۳ھ میں اور وصال ۸۵۱ھ میں ہوا)

شیخ ضیاء الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

اکابر مشائخ میں سے تھے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے سلطان قطب الدین بن علاؤ الدین خلجی آپ کا مرید اور خلیفہ تھا مورخین کا بیان ہے کہ آپ کے وصال کے دن جب محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی زیارت کو گئے تو اس رات سلطان قطب الدین خلجی وہاں حاضر تھا اس نے محبوب الہی کی تعظیم نہیں کی اور آپ کے سلام کا جواب بھی نہیں دیا۔

ہدایت: محبوب الہی کی زبانی کہا جاتا ہے کہ میں نے شیخ ضیاء الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ سے خود سنا ہے انہوں نے کہا میرے ایک دوست کو توالی کا بے حد شوق تھا جہاں ان کو وجود آتا۔ ان کے انتقال کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں انہیں ایک بلند مقام عطا ہوا ہے لیکن مغموں سے بیٹھے ہیں۔ میں نے جنت کی مبارک دے کر پوچھا آپ رنجیدہ کیوں ہیں؟ شیخ رومی نے جواباً کہا مجھے یہ سب کچھ مل گیا لیکن سماع کی لذت و حال سے محروم ہوں۔ قطب صاحب کے مزار والی سڑک پر سلطان محمد عادل کے بچے منزل کے سامنے دہلی میں آپ کا مقبرہ ہے۔

شیخ شرف الدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ

قصبہ سرسی (ضلع مراد آباد یوپی) کے باشندہ تھے۔ حضرت محبوب الہی فرماتے تھے کہ میں نے جنید قوال سے خود سنا ہے کہ شیخ کرمانی نے ایک دن مجلس قوالی میں ایک شعر سن کر ایک آہ کھینچی اور جاں بحق ہو گئے۔ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل کرے)
 سید مولہ رحمۃ اللہ علیہ

سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں موجود تھے۔ آپ کے مرید و معتقد بکثرت ہیں۔ لوگوں کو کھانا کھلاتے اور کرامات ظاہر کرتے تھے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ

آپ کیسا بناتے تھے۔ بعض کو آپ کے تصرف و کرامات کا اعتقاد تھا اور بعض کا گمان تھا کہ آپ جادوگر اور شعبدہ باز تھے۔

سلطان جلال الدین خلجی کے زمانہ میں ابو بکر طوسی کے قلندروں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مار ڈالا۔ آپ کے قتل کے دن آسمان پر بے انتہا گرد و غبار تھا اور اتنا اندھیرا چھا گیا تھا کہ معلوم ہوتا تھا گویا قیامت آگئی۔ سلطان جلال الدین جو آپ کا معتقد نہ تھا یہ حالات دیکھ کر آپ کا معتقد ہو گیا۔ باقی اللہ ہی زیادہ جانتا ہے۔

شیخ ابو بکر طوسی حیدری رحمۃ اللہ علیہ

قلندر مشرب تھے آپ اور شیخ جمال الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہما کی آپس میں بڑی دوستی تھی شیخ ہانسوی جب ہانسی سے خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کیلئے آتے، تو جمنہ کے کنارے طوسی کی خانقاہ میں ٹھہرتے جہاں فقیرانہ صحبتوں کے ساتھ ساتھ قوالیاں بھی ہوتی تھیں۔ حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی خانقاہ میں آتے اور شریک مجلس ہوا کرتے تھے۔

حکایت: ایک دفعہ شیخ جمال ہانسوی کی آمد پر مولانا حسام الدین ریتی نے جو دہلی کے صدر خطیب اور قاضی القضاۃ تھے۔ نیز شیخ جمال کے مرید بھی تھے اپنے پیر و مرشد شیخ جمال کا استقبال کیا۔ استقبال کی تیاریوں کے زمانہ میں شیخ طوسی نے مولانا حسام الدین سے کہا کہ ازانکہ ابو بکر محمدی رحمۃ اللہ علیہ غار اولیٰ تر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح غار میں وطنیت کا انتظام فرمائیے کیونکہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے غار ثور کی طرح ہمارے لئے غارِ عربی بہتر ہے۔ آپ کی ولادت ۵۶۸ھ میں اور وصال ۶۳۹ھ میں ہوا۔

ابو بکر طوسی حیدری کا مزار: دہلی میں جمنہ کے کنارے پر آپ کا مزار ہے جو عام و خاص کا مرجع ہے۔

شیخ فرید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی پوتے ہیں اور آپ کے مرید، خلیفہ اور سجادہ نشین تھے۔ انہی کے سایہ عنایت میں پرورش پائی شیخ فرید الدین نے اپنے دادا شیخ

حمید الدین صوفی کے ملفوظات بنام سرور الصدور جمع کیے ہیں سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ناگور سے آپ دہلی آئے۔

قطب صاحب کے مزار کے راستہ میں بے منزل کے مشرقی جانب قدیم دہلی شہر میں آپ کا مزار ہے۔ اسی جگہ آپ کا مسکن تھا۔ اسی جگہ چچی کا ایک پتھر پڑا ہوا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ شیخ فرید الدین بھلت مستی اس پتھر کو اپنی گردن میں ڈال لیا کرتے تھے۔ اور یہی پتھر اپنے گلے میں ڈالے ناگور سے دہلی آئے تھے۔ (واللہ اعلم) اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد کا نام شیخ حمید الدین تھا۔ آپ نے عین جوانی میں جبکہ قوالی سن رہے تھے وفات پائی۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک پرشوق رات میں ایک صوفی کے گھر میں مجلس قوالی کا پروگرام تھا اور قوال یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

جان بدہ جان بدہ جان بدہ جان بدہ
فائدہ گفتن بسیار چوست
”جان دو، جان دو، جان دو، زیادہ باتیں کرنے کا کیا فائدہ۔“

یہ سنتے ہی شیخ عبدالعزیز نے ایک چیخ ماری اور کہا۔ دی، دی، دی، چنانچہ فوراً ہی واصل بحق ہو گئے۔ آپ کے تین لڑکے تھے۔ شیخ وحید، شیخ فرید، شیخ نجیب آپ نے ہر صاحبزادے کے متعلق علیحدہ پیش گوئی فرمائی۔ شیخ وحید کے متعلق فرمایا کہ وحید میری طرح بیکتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ غیر شادی شدہ بے تعلق اور آزاد رہے۔ اور حصول علم و معرفت، رشد و ہدایت کرتے ہوئے عالم جاودانی چلے گئے۔ شیخ فرید و نجیب کے متعلق فرمایا کہ فرید میرا سجادہ نشین ہے اور نجیب صاحب دیوان ہے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا۔ جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں۔

شیخ علی کرد رحمۃ اللہ علیہ

سیر الاولیاء میں ہے کہ محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں جب ہانسی گیا تو شیخ فرید الدین اس زمانہ میں داؤدی روزے رکھ رہے تھے۔ یعنی جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار شیخ فرید نے افطار کے وقت شیخ علی کرد کو دعوت دی۔ دونوں بزرگ کھانا کھا

رہے تھے۔ شیخ علی کرد نے اپنی دل میں کہا کہ شیخ فرید اگر صائم الدہر ہوتے تو بہت اچھا ہوتا۔ یہ بات شیخ فرید نے اپنے نور باطن سے معلوم کر لی اور فوراً ہی کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ شیخ علی کرد کا وطن میرٹھ کے علاقہ میں تھا اور وہیں آپ کا مزار بھی ہے۔ (۶۰۱ھ میں ولادت ۶۲۶ھ میں انتقال ہوا)۔

مولانا نور ترک رحمۃ اللہ علیہ

قاضی منہاج جرجانی نے اپنی تالیف طبقات ناصری میں آپ کا ذکر اس طرح کیا ہے جو آپ کی حالت کے خلاف اور آپ کے مذہب پر نکتہ چینی ہے۔ لیکن فوائد الفوائد میں میر حسن نے محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان لکھا ہے کہ بعض علما نے اگرچہ مولانا ترک کے متعلق کچھ اور لکھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مولانا بارش کے پانی سے زیادہ پاکیزہ تھے۔ شہر کے علماء کو آپ سے اس لئے تعصب تھا کہ آپ ان علماء کو دنیا داری میں آلودہ دیکھتے اور ان پر حرف نکتہ چینی کرتے تھے۔ آپ نے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی آپ ہر بات علم و مجاہدہ کی قوت سے کہا کرتے تھے۔ آپ کا ایک غلام تھا جو روٹی دھنکے کا پیشہ کرتا اور شام کے وقت آپ کو ایک درہم دیا کرتا جس سے آپ اپنی ضروریات زندگی پوری کیا کرتے۔

حکایت: ایک دن سلطانہ رضیہ نے آپ کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا اس وقت آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی اس سے لائے ہوئے سونے کو پیٹتے اور فرماتے یہ کوئی قیمتی چیز نہیں۔ اسے ہمارے سامنے سے لے جاؤ۔

حکایت: ایک دفعہ آپ مکہ معظمہ میں تھے کہ دلی والے بھی مکہ مکرمہ گئے۔ اور انہوں نے آپ کی خدمت میں دو سر چاول پیش کیے۔ مولانا نے وہ چاول قبول کرتے ہوئے دعا دی۔ اس دلی والے کے دل میں آیا یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے دلی میں اتنا بہت سا سونا واپس کر دیا تھا۔ اور اب اتنے سے چاول قبول کر رہے ہیں۔ حضرت مولانا نے اپنے جمال باطنی سے معلوم کرتے ہوئے فوراً کہا اے خوجہ مکہ کو دہلی نہ سمجھئے میں اس وقت جوان تھا۔ وہ قوت و طاقت کہاں رہی۔ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سنا ہے کہ مولانا

بزرگ ہستی کی مجالس وعظ میں میں نے شرکت کی ہے۔ جب میں ہانسی میں ایک مرتبہ رنگین پارٹی لباس پہنے مولانا ترک کی مجلس میں وعظ سننے گیا۔ یہ پہلا موقع تھا اس سے پہلے ہماری ان کی ملاقات نہ تھی۔ آپ مسجد میں وعظ کر رہے تھے۔ میں نے جوہی مسجد میں قدم رکھا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ مسلمانو! اب گفتگو کا جوہری آگیا ہے۔ اس کے بعد وہ تعریف کی جو کسی بادشاہ کو بھی سبب نہ ہوگی۔ اے اللہ ان پر وسیع رحمتیں نازل فرما۔

مولانا مخلص الدین کرکی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی فرماتے ہیں کہ ضلع بدایوں کے موضع کرک میں مولانا رہا کرتے تھے جو بزرگ ہونے کے ساتھ حافظ قرآن اور دلی کامل تھے۔

حواست: ایک دن آپ اپنے شاگردوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے۔ برسر راہ آگ کے شعلوں میں پھل لگے نظر آئے تو شاگردوں نے وہ پھل توڑ لئے اور مولانا کے پاس لائے۔ مولانا نے فرمایا کیا تمہارے ہاتھوں میں کھیرے ہیں۔ شاگردوں نے عرض کیا جی نہیں۔ یہ اکوے کے پھل ہیں۔ جس پر مولانا نے باصرار فرمایا نہیں نہیں یہ تو کھیرے ہیں۔ شاگردوں نے پھر عرض کیا۔ مولانا صاحب ہم نے یہ خود اپنے ہاتھوں سے توڑے ہیں۔ یہ اکوے کے پھل ہیں۔ اب گلوی کھیرے کی نسل نہیں ہے۔ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ تو مولانا نے فرمایا! اچھا ہمیں دو۔ شاگردوں نے اکوے کے وہ پھل مولانا کے ہاتھ میں دیئے۔ مولانا نے چاقو نکال کر پھلوں کے کلوے کیے سب نے کھا کر کہا واقعی کھیرا ہے۔

لوگوں نے شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی سے پوچھا کہ خواجہ عزیز کرکی اور مولانا مخلص الدین دونوں ہم عصر تھے؟ جواب دیا یہ تو معلوم نہیں البتہ خواجہ عزیز کرکی بھی بہت بڑے بزرگ تھے۔ پھر فرمایا بدایوں میں اکثر و بیشتر بزرگ تھے۔ اللہ سب پر رحمتیں نازل کرے۔

خواجہ علی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور نعمت یافتہ تھے آپ کی کرامات مشہور ہیں۔

حکایت: شیخ نظام الدین اولیاء علوم سے جب فارغ التحصیل ہوئے اور دستار بندی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ نے علماء و مشائخ شہر کو دعوت کی اور وہ پنکا (عمامہ) جو اپنے ہاتھ سے روئی کاٹ کر بنایا تھا

محبوب الہی کو دیا۔ جسے وہ اپنے ہاتھ میں لے کر باہر مجلس علماء و مشائخ میں آئے اور شیخ علی کے سامنے پیش کیا۔ شیخ علی نے عمامہ کا ایک سر اپنے ہاتھ میں پکڑا دوسرا شیخ نظام الدین کے سر پر رکھ کر دستار بندی کی۔ اس کے بعد شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر خواجہ علی کے رو برو جھکا دیا۔ خواجہ علی نے آپ کو دعائیں دیتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو نیک بنائے اور منہائے ہمت تک پہنچائے۔ شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کے سلوک و حمایت کا قصہ شیخ جلال الدین تمیزی کے حالات میں لکھا جا چکا ہے کہ شیخ تمیزی نے رخصت ہوتے وقت کہا تھا۔ خواجہ علی! بدایوں کے لوگ تمہاری پناہ میں چھوڑ رہا ہوں۔

علی مولا

خیر الجالس میں شیخ چراغ دہلوی کی زبانی لکھا ہے کہ بدایوں میں دو علی مولا تھے۔ ایک چھوٹے علی مولا اور دوسرے بڑے علی مولا یہ خواجہ علی جو شیخ تمیزی کے مرید تھے اور جنہیں نظام الدین اولیاء کی دستار بندی کیلئے بلا یا گیا تھا یہ بڑے علی مولا کے نام سے مشہور تھے۔ صاحب یقین بزرگ تھے اور مقبولیت عظیم رکھتے تھے۔

پھر شیخ چراغ دہلوی کا بیان ہے کہ خواجہ علی کچھ پڑھے لکھے نہ تھے صرف پانچ وقت نماز پڑھتے تھے اور نہایت سچے و صادق تھے۔

امام عالم مشائخ اور دوسرے لوگ آپ سے خیر و برکت حاصل کرتے اور آپ کی قدم بوسی کرتے تھے۔ مقبول بارگاہ الہی ہونے کا آپ میں یہ وصف پیدا ہو گیا تھا کہ جو کوئی آپ کو دیکھتا وہ فوراً کہہ اٹھتا کہ یہ خدا کا دوست اور خدا رسیدہ ہیں۔ اللہ آپ پر اپنی وسیع رحمتیں نازل کرے۔

خواجہ حسن افغان رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بہاؤ الدین زکریا (ملتان) کے مرید تھے محبوب الہی فرماتے ہیں کہ خواجہ حسن افغان بڑے بڑے بزرگ اور ولی اللہ تھے۔

حکایت: ایک دفعہ کسی گل میں پھرتے پھراے سجدہ جانتے ہوئے موزن نے تکبیر کہی امام صاحب آگے بڑھے اور دوسرے چوک پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے خواجہ حسن بھی نماز میں شریک ہو گئے۔

نماز پڑھنے کے بعد جب سب مقتدی چلے گئے تو خواجہ حسن پیش امام کے پاس گئے اور ان سے کہا

امام صاحب آپ کی نماز میں بھی شریک تھا۔ آپ آغاز نماز سے نماز پڑھنے کی حالت میں دہلی پہنچے وہاں سے غلام خرید کر انہیں تنکیاں میں فروخت کیا اور پھر وہاں سے ملتان آئے میں آپ کے بیچے حیران و پریشان مار مارا پھرتا رہتا رہتا آخر یہ کوئی نماز ہے۔ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل کرے) آپ کی ولادت ۶۰۲ھ اور وصال ۶۸۹ھ میں ہوا۔

شیخ تقی الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محبوب الہی فرماتے ہیں کہ آپ صاحب حال تھے ہمیشہ مراقبہ اور یاد الہی میں مشغول رہتے آپ کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ آج کونسا دن اور مہینہ ہے۔

حکایت: ایک دن ایک آدمی آپ کے پاس ایک کاغذ لایا اور عرض کیا آپ اس پر اپنا نام لکھ دیجئے۔ آپ نے قلم اٹھایا لیکن حیران تھے۔ خادم سمجھ گیا کہ آپ اس وقت اپنا نام بھول گئے ہیں اس نے کہا آقا کا اسم گرامی محمد ہے تو شیخ نے اپنا نام لکھ دیا۔

حکایت: ایک دن آپ جامع مسجد کے دروازہ پر پہنچ کر حیران کھڑے تھے۔ خادم سمجھ گیا کہ شیخ کو یہ خیال نہیں رہا کہ دایاں پاؤں کونسا ہے۔ اس لئے اس نے اپنا ہاتھ شیخ کے سیدھے پاؤں پر رکھ کر عرض کیا شیخ کا سیدھا پاؤں یہ ہے تب آپ نے اپنا سیدھا پاؤں مسجد میں رکھا۔

شیخ برہان الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ

فوائد الفوائد میں ہے کہ آپ صاحب حال دانشمند تھے جب کوئی شاگرد آپ کے پاس پڑھنے آتا تو فرماتے پہلے میری تین شرائط تسلیم کرو تو پھر پڑھاؤں گا۔ ایک وقت کھانا تاکہ علم کیلئے مجاہدش رہے۔ ناغہ نہ کرنا۔ اگر ایک دن بھی ناغہ کرو گے تو پھر دوسرے دن نہ پڑھاؤں گا۔ تیسرا راستہ میں مجھ سے ملنا تو سلام کر کے فوراً ہی چل دینا اور برسرِ راہ نہایت ادب سے میری زیادہ تعظیم نہ کرنا۔ آپ کی تاریخ وفات بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ یعنی ولادت تو ۷۰۹ھ اور وصال ۷۸۶ھ۔

مولانا علاؤ الدین اصولی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے بزرگ اور صاحب کمال تھے۔ حضرت محبوب الہی کے استاد بھی تھے خیر الجالس ما ہے کہ محبوب الہی نے مولانا ہی سے قدوری پڑھی مولانا کہتے ہیں کہ محبوب الہی کی دستار بندی

شیخ نے تین چار گز کپڑے کے عمامہ سے کی کیونکہ پوری شمال میسر نہ تھی۔ جس کا پورا واقعہ خوبہ علی بدایونی کی سوانح میں ہے۔

حکایت: فوائد الفوائد میں ہے کہ مولانا اپنے زمانہ میں بدایوں کی ایک گلی میں جا رہے تھے۔ شیخ جمال الدین تبریزی نے آپ کو دیکھ کر بلایا اور جو لباس خود پہنے ہوئے تھے وہ اتار کر اس نوجوان کو پہنا دیا۔ مولانا میں جو کچھ عمدہ اوصاف اور اعلیٰ اخلاق ہیں وہ سب اسی لباس کی برکت سے ہیں۔ **حکایت:** مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ نے ایک نئی لوٹری خریدی وہ ہمیشہ روتی رہتی تھی۔ مولانا نے پوچھا تو روتی کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا میں اپنے لڑکے سے دور ہو گئی ہوں اس پر مولانا نے اس لوٹری کو جہاں سے وہ آئی تھی اسی طرف جانے والے جانوروں کے ساتھ روانہ کر دیا۔

فائدہ: صاحب فوائد الفوائد لکھتے ہیں کہ حضرت محبوب الہی نے جب اس قصہ کے آخری الفاظ بیان فرمائے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے اور فرمایا کہ علمائے ظاہر اگر چہ ان واقعات کے رونما ہونے کے قائل نہیں لیکن اچھی طرح یقین کر لینا چاہئے اور سمجھ لینا چاہئے کہ مولانا بدایونی نے کتنا بڑا کام کس طرح انجام دیا۔ مولانا کا مزار بدایوں میں مرجع عام و خاص ہے۔

فائدہ: خیر الجالس میں بحوالہ چراغ دہلوی لکھا ہے کہ مولانا علاؤ الدین اصولی بدایونی کبھی کسی سے کوئی چیز نہ لیتے البتہ بوقت ضرورت جب کوئی کچھ لے آتا تو اس میں سے قدر حاجت لے لیتے۔ **حکایت:** ایک دفعہ مولانا قاتلوں کی وجہ سے کھلی چہارہ تھے۔ اسی دوران حجام آگیا۔ آپ نے مناسب نہ سمجھا کہ حجام کو فقر و فاقہ کی اطلاع ہو اس لئے وہ کھلی اپنے عمامہ میں چھپالی۔ حجام نے پہلے آپ کا خط بنایا پھر مولانا نے سر سے عمامہ اتار اتار کر سر منڈوائیں کہ وہ کھلی زمین پر گر گئی۔ ایک دن اس حجام نے ایک مالدار سے آپ کا قصہ بیان کیا جس نے کئی من غلہ، کئی گھڑے سگی اور ایک ہزار جھتل مولانا کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن مولانا نے یہ نذرانہ قبول نہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد مولانا نے اس حجام کو بلوا کر ملامت کی اور کہا اب آئندہ سے ہمارے پاس نہ آنا اس پر حجام نے کئی لوگوں سے مولانا کی خدمت میں سفارش کرائی مولانا نے اس شرط کے ساتھ اس کا قصور معاف کیا کہ آئندہ کبھی فقراء کا راز فاش نہ کرنا۔ اس کے بعد آپ نے اسے اپنے ہاں آنے کی اجازت دی۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل کرے۔ آپ کی ولادت ۸۴۲ھ اور وصال ۹۴۰ھ میں ہوا۔

شمس الملک رحمۃ اللہ علیہ

زمانہ بھر میں بہت بڑے عالم و فاضل تھے اور اپنے وقت میں علم و فضل کی وجہ سے مشہور تھے محبوب الہی نے بھی آپ کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور مقامات حریری آپ ہی سے پڑھی۔ اکثر علماء آپ کے ہی شاگرد تھے۔ حضرت محبوب الہی کا بیان میں جب ناغہ کر کے دوسرے دن ان کے پاس جاتا تو فرماتے۔

آخر کم از انکہ گاہ گاہ ہے
آئی وہ ماکنی نگاہ ہے
گاہ بگاہ نہیں تو کم از کم کبھی تو ہمارے پاس آؤ اور ہمارے حال پر نظر کرو۔
اس وقت کے مشہور شاعر تاج زمر نے آپ کی شان میں لکھا ہے۔
صدر اکنوں بکام دل دوستاں شوی
مستوفی ممالک ہندوستان شوی
اے صدر! آپ نے دوستوں کی مراد کے مطابق اب مقام حاصل کر لیا ہے یعنی ہندوستان
بھر کے حاکم اعلیٰ مقرر ہو گئے۔

قاضی جمال ملتانی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

بہت بڑے بزرگ تھے۔ محبوب الہی کا بیان ہے انہوں نے ایک دفعہ حضور رسول اکرم ﷺ کو خواب میں اس طرح دیکھا گویا بدایوں میں ایک جگہ بیٹھے وضو فرما رہے ہیں۔ قاضی جمال بیدار ہونے کے بعد فوراً ہی اس جگہ پر پہنچے تو دیکھا کہ زمین بھیگی ہوئی ہے یہ دیکھ کر کہا ہماری قبر اسی جگہ بنائی جائے۔ چنانچہ انتقال کے بعد اسی جگہ دفن کئے گئے (اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے)۔

شیخ صوفی بدھنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ کیتھل میں ایک بزرگ تھے جنہیں لوگ شیخ صوفی بدھنی کہا کرتے تھے۔ وہ بہت زیادہ تارک الدنیا تھے کہ ستر پوشی تک کی طاقت نہ تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا جو اتنا کھائے کہ اس سے بھوک جاتی رہے اور قوائے بدن برقرار رہے نیز اتنا کھڑا

پہننا ہو کہ اس سے ستر پوشی ہو جاتی ہو ایسے آدمی کی بھڑکی کرنی چاہیے۔ لیکن اپنے اس قول کے خلاف ان کا یہ حال تھا کہ خود نہ کھاتے نہ پہنتے۔ فوائد الفوائد میں ان کی یہی حالت لکھی ہے۔

خیر الجالس میں بحوالہ چراغ دہلی لکھا ہے کہ صوفی بدھنی کو عبادت کا بہت زیادہ ذوق و شوق تھا۔ مسجد میں رہتے اور شب و روز محراب کے سامنے نماز پڑھتے رہتے۔ اس کے سوا کچھ نہ کرتے آپ کے پاس لوگوں کا تانتا بندھا ہوتا۔ ایک دن بعض علماء آپ کے پاس آئے آپ نے ان سے پوچھا کیا جنت میں نماز ہوگی؟ علماء نے کہا۔ جنت دراصل دار جزاء ہے۔ جہاں کھانے پینے اور عیش کرنے کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ جتنی عبادات ہیں وہ صرف دنیا میں ہیں آپ نے یہ سن کر فرمایا جس جنت میں نماز نہ ہو اس سے مجھے کیا واسطہ اس کے بعد ہندی زبان میں ایک لفظ کہا جو ناقابل تحریر ہے اس کے بعد حضرت چراغ دہلوی نے شیخ صوفی کے اکثر مناقب بیان کئے۔

ہکایت: شیخ صوفی ایک دن کسی بلندی پر چڑھ گئے۔ یہاں ایک مرد غیب سے ملاقات ہوئی پھر اس مرد غیب سے شیخ صوفی نے پوچھا صوفی بدھنی کس قسم کا آدمی ہے؟ مرد غیب نے کہا بزرگ آدمی ہے۔ لیکن افسوس یہ کہ وہ مرد غیب استغفار پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ شیخ صوفی نے بھی کہا استغفر اللہ یہ مرد صوفی بدھنی کے پاس آتے وقت استغفار پڑھتے لگا اور کہا اگر صوفی بدھنی کے رو برو استغفار نہ کہا ہوتا۔ تو میں اس کو بلندی پر سے ایسا پختا کہ اس کی گردن ٹوٹ جاتی۔

ہکایت: شیخ صوفی جب یاد الہی میں مشغول ہوتے تو اس وقت آپ کی یہ حالت ہوتی کہ آپ کے ہاتھ پاؤں اور سر سب الگ الگ ہو جاتے کسی نے پوچھا کہ شیخ صوفی بدھنی کس زمانہ میں تھے۔ تو حضرت چراغ دہلوی نے فرمایا: شیخ الاسلام حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں صوفی بدھنی موجود تھے۔

کہتے ہیں صوفی بدھنی کے گنبد پر کس چڑیا کو بیٹھے یا اس پر سے گزرتے ہوئے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔

خواص: مشہور ہے کہ ایک دفعہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور صوفی بدھنی دونوں چنگیز خانی منلوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے ایک دن تمام قیدی سخت بھوکے پیاسے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب اپنی بغل سے روٹی نکال کر ان بھوکے قیدیوں کے دے رہے تھے اور شیخ صوفی بدھنی پانی کے ایک ہی لوٹے سے تمام پیاسوں کو پانی پلاتے رہے اس واقعہ کے بعد خواجہ صاحب کا کی کے

لقب سے اور شیخ صوفی صاحب بدھنی کے لقب سے مشہور ہو گئے ہندی زبان میں ٹوٹی دار لودنے کو بدھنی کہتے ہیں اور کاکی روٹی کو کہتے ہیں (اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں نازل ہوں) صوفی بدھنی صاحب کی ولادت ۶۳۹ھ میں اور وصال ۷۰۴ھ میں ہوا۔

شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ

ہانسی کے مشہور خطیب و مقرر تھے حضرت محبوب الہی کا بیان ہے کہ شیخ شہاب الدین ہانسی بہت بڑے بزرگ تھے۔ ہمیشہ رات کو سورہ بقرہ پڑھ کر سویا کرتے۔

اکیس: خود بیان فرمایا ہے کہ میں (شہاب الدین) ایک رات سورہ بقرہ پڑھ رہا تھا کہ گھر کے ایک کونہ سے آواز آئی

داری سر ما و گرنہ دراز برما ما دوست کشیم و تونداری سرما
تجھے جب ہماری خواہش ہوتی ہے تو تھوڑی دیر کے لئے آجاتا ہے۔ وگرنہ عام طور پر دور ہی رہتا ہے۔ حالانکہ ہم تجھے دوست سمجھتے ہیں اور تجھے ہمارا کوئی خیال نہیں ہے۔ جس وقت یہ آواز آئی تمام گھر والے سو رہے تھے۔ میں حیران و پریشان ہو گیا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے نیز گھر میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اس قسم کے مضمون ادا کر سکے۔ شیخ نے پھر دوبارہ یہی آواز سنی تو دعا کی۔ اے اللہ میں نے تیرے اکثر احکام قیام کی ہے مجھے امید ہے تو بھی وعدہ ایفا کرے گا۔ کہ میرے انتقال کے وقت عزرائیل یا کوئی اور فرشتہ میرے پاس نہ ہو۔ فقط میں ہوں اور تیری ذات۔ آخر ہانسی نے اسی طرح انتقال کیا۔ جیسے ان کی خواہش تھی۔ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل کرے) آپ کی ولادت ۳۲۹ھ اور وصال ۷۱۹ھ۔

شیخ احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان ہے کہ شیخ احمد بدایونی میرے دوست بزرگ و درویشوں کے معتقد اور ابدال مفت تھے اگرچہ پڑھے لکھے نہ تھے لیکن دن بھر شرعی مسائل کی تحقیق میں مشغول رہتے۔ آپ کے انتقال کے بعد میں (نظام الدین اولیاء) ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے دنیوی زندگی کے معمول کے مطابق مجھ سے مسائل و احکام شرعی دریافت کر رہے ہیں میں نے انہیں کہا کہ آپ جو کچھ دریافت کر رہے ہیں تو یہ دنیوی زندگی میں کام آتے ہیں اب آپ

مردہ دوسرے دار میں ہیں یعنی ہماری دنیا میں آپ کا جسم دکھائی نہیں دے رہا یہ سن کر شیخ احمد بدایونی نے مجھ (محبوب الہی) سے کہا کیا آپ بھی اولیاء اللہ کو مردہ کہتے ہیں (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے)۔ آپ کی ولادت ۷۰۱ھ اور وصال ۷۶۹ھ میں ہوئی۔

شیخ قاضی منہاج جرجانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ طبقات ناصری کے مصنف اور جلیل القدر بزرگ تھے اور اپنے زمانہ میں زبردست مشہور

۔ عہد کی شادی:

حضرت مہد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ تیس عہد بن مقدمہ الحیش کی حیثیت سے ملک روم میں داخل ہوئے جنہیں بادشاہ روم نے قید کر دیا اور انہیں عیسائی مذہب میں داخل ہونے کے ۴۴۹ کیا۔ مگر عہد بن نے صاف انکار فرما دیا کہ میں خواہ کوئی بھی سخت سے سخت سزا دی جائے مگر ہم مذہب اسلام کو ترک نہیں کر سکتے ہیں۔ بادشاہ روم نے انہیں عہد بن کو طرح طرح کی ایذائیں دلا کر شہید کر دیا۔ ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ ایک نوجوان عہد بن کی ذہانت، متانت اور حسن و جمال کو دیکھ کر اسے رحم آیا۔ اسے قید کر دیا۔ اور اسے کسی طرح عیسائی بنانے کے لئے بھانے کئے مگر عہد بن نے صاف فرما دیا کہ میں ہرگز عیسائی مذہب قبول نہیں کر سکتا ہوں آخر ایک دن بادشاہ نے اجلاس کیا۔ بادشاہ! اے وزراء میں نے اس جوان مسلم عہد کو ہر طرح عہدہ و دولت و زر زمین وغیرہ کی لالچ دی۔ تاکہ یہ عیسائی بن جائے۔ مگر میری ہر تجویز ناکام رہی۔ اب تم ہی بتاؤ اسے عیسائی کیونکر بنایا جاسکتا ہے۔

دور! جہاں پناہ اگر ہماری جان بخشی ہو۔ تو ہم آپ کی خدمت میں ایک تجویز پیش کرتے ہیں۔ ورنہ آپ کی

مرضی۔

بادشاہ! بھئی ہاں بھی تو میں چاہتا ہوں۔ کہ تم کوئی ایسی تجویز بتاؤ کہ انہیں آسانی سے عیسائی بنایا جاسکے۔ کوئی بھی تجویز کارگر نہ ہوگی۔ اچھا میں تمہاری جان بخشی کرتا ہوں۔ بولو۔

وزراء! جہاں پناہ آپ نے مال و زر زمین کی لالچ دی۔ جسے اس عہد بن نے رد کر دیا ہے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ آپ اپنی شہزادی کو بہترین پارچات و زیورات اور عطریات سے آراستہ کر کے عہد بن کے کمرے میں بھیج دیں۔ اور اسے ہدایت فرمائیں کہ میں مذہب عیسائی کے لئے تجھے اپنی ہوئی نذر کرتا ہوں۔ اس کے ہر حکم کی قبول کرنا تیرا فرض اولین ہوگا۔ اگر وہ اپنی نفسانی خواہشات کو بھی پیش کرے تو فوراً اپنے آپ کو حاضر کر دینا بس ہماری یہ آخری تجویز ہے۔ آپ قبول فرمائیں۔ بادشاہ! بھئی تم نے تجویز تو بہت بہترین بتائی ہے۔ اس میں تو جان بخشی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے یہ تو مذہب کی خدمت ہے۔ اگر یہ حسین و جمیل عہد بہری شہزادی کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر مذہب اسلام کو چھوڑ دے تو بے قسمت بہت اچھا میں ایسا ہی کرتا ہوں۔

شہزادی! اباجان آج آپ بہت سرور نظر آتے ہیں۔ کیا عہد بن عیسائی ہو گیا ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

عالم فاضل تھے۔ قوالی شوق سے سنتے تھے جب شہر کے قاضی مقرر ہوئے تو قوالی نے زور پکڑ لیا حضرت محبوب الہی کا بیان ہے کہ میں ہمیشہ پیر کے دن قاضی منہاج کی مجلس وعظ میں جایا کرتا تھا۔ ایک دن میں آپ کی مجلس وعظ میں تھا کہ آپ نے یہ رباعی پڑھی۔

(پچھلے صفحہ کا بیتہ حاشیہ) بادشاہ! اے شہزادی واپسی میں آج بہت سرور ہوں۔ امید ہے کہ تو بھی میری مسرت سہرور ہوگی۔ اور اس معاملہ میں دیکھ رہی ہوگی۔ اے شہزادی فوراً غسل کر لو، زیور پہن لو، عطر لگا لو۔ آج میں نے تجھے مجاہد کی نذر کرنا ہے۔ شاید وہ فریفتہ ہو کر مذہب عیسائی کو قبول فرما لے، ٹھیک ہے نہ۔

شہزادی! اباجان دیکھو میں نے کس قدر ریشمی لباس اور سنہری زیورات پہن لئے ہیں اور طرح طرح کے عطریات، سے معطر ہوں۔ اچھا مجھے مجاہد کی خدمت میں نذر کر دیں۔ میں دیکھوں گی کہ وہ کب تک ثابت قدم رہتا ہے آخر شاہ و روم نے اپنی شہزادی کو مجاہد کے کمرہ میں حاضر کر دیا۔ آگے حضرت مجاہد اپنی نماز اور تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔ آپ نے لا اذنا کر بھی اُسے نہ دیکھا۔ اور جھوم جھوم کر مُحَمَّدُ الرَّسُولُ اللّٰہُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ یَشْہَدُوْنَ عَلٰی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیِّنٰہُمْ پہنچتے رہے۔ اور حضور کا نام لے لے کر روتے رہے۔ وہ شہزادی اس مجاہد کو دیکھ کر رونے لگی اور پوچھنے لگی:

شہزادی! اے مجاہد یہ کس محبوب کا نام بنایا ام گرامی ہے۔ جیسے تم جھوم جھوم کر پڑھتے اور ان کی جدائی میں بے زار ہو اور زار اور روتے ہو کیا میں بھی اس پیارے محبوب کی زیارت سے شرف ہو سکتی ہوں۔

مجاہد، یہ جن کے نام چومیں وجد کر رہا ہوں۔ اور جدائی میں زار اور زار رہا ہوں۔ میرے رسول کرم، نبی معظم، رحمتہ اللعالمین خاتم المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے شہزادی میں اپنے محبوب کرم کی زیارت تجھے کیسے کروں، میں تو خود تہاری قید میں ہوں۔

شہزادی! اے مجاہد میں ابھی انظام کرتی ہوں یہ کعبہ کو فوراً دو گھوڑے منگوائے۔ اور فوجی لباس پہنا، ہاتھوں میں نیزے اور تلواریں لیں۔ اور جیل سے نکلے۔ گھوڑوں پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیے۔ یہ دونوں تیزی سے جا رہے تھے اور تمام رات چلتے چلتے گزر گئی۔ یہ اسی تیزی سے چلے جا رہے تھے کہ پیچھے سے ایک فوج آتی دکھائی دی۔ یہ دیکھ کر شہزادی نے مجاہد کو بلے دیا۔ کہ ہمارے تعاقب میں فوج آ رہی ہے۔ مجاہد نے کہا: مجاہد! اے شہزادی یہ تو بالکل ہی قریب آگئی ہے۔ ہمیں بھی پوری طرح تیار ہونا چاہئے۔ اے شہزادی گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم غلامانِ رسول ہیں۔ ہمارا ایک ایک مجاہد ہزار ہزار کارفروں سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ تم دیکھتی رہنا۔ میں انہیں کیا مزہ پکھا ہوں۔

شہداء! اے مجاہد ہم تو تیرے وہ مسلم شہید بھائی ہیں۔۔۔ شاہ روم نے شہید کر ڈالا تھا۔ ہم خدا کے فضل و کرم سے زندہ ہیں۔ ہم سب تجھے ملنے کے لئے آئے ہیں اور ایک بشارت دینے آئے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ تو بھی ۴۰۰ سال تک ہم سے آئے گا۔ روم میں شانے شہید کئے گئے تھے۔ وہ ہنر پوش مجاہد کو لڑا؟؟؟ اعلیٰ کی طرف چلے۔

شہزادی..... مجاہد واقعی یہ تو وہی شہید ہیں۔ جنہیں میرے باپ نے طرح طرح کی سزائیں دے کر شہید کیا تھا۔ اچھا! رات میری سے چلو۔ تاکہ جلدی چل کر رحمت عالم نور مجسم کی زیارت کر لیں۔

وحی الہی، یار فریضہ اللعالمین ختم المرسلین بیس مجاہدوں سے ۱۹ کو تو شاہ روم نے شہید کر دیا تھا۔ ایک مجاہدان میں سے ہائی رہا تھا۔ اسے ہر طرح کی میسائی بنانے کی کوشش کی۔ مگر وہ ایمان پر ثابت رہا۔ آج وہ شہزادی کو لے کر آپ کے پاس آ رہا ہے۔ اس مجاہد کا نکاح اس شہزادی سے فرما دینا۔ وہ شہزادی آپ کی بہت دلداد اور درجان شمار ہیں۔

حضور! اے صحابہ کرام! حج رومی شہزادی ہمارے ہاں مہمان ہونے والی ہے۔ جو شرف با اسلام ہونے ہمارے کلمہ کے ساتھ آ رہی ہے۔ اور پیچھے والی سی ہے۔ (بیتہ حاشیہ الگ صفحہ پر ہے)

لب برب لعل دلبراں خوش کردن
داہنگ سر زلف مشوش کردن
امروز خوش است ولیک فردا خوش نیست
خود ما چو خسی طمعہ آتش کردن
معشوقوں کے لب لعل سے شاد کام ہونا اور ان کی پریشان زلفوں سے کھیلنا آج تو اچھا محسوس
ہوتا ہے لیکن آئندہ کل اچھا نہ ہوگا۔ کیونکہ اپنی ذات کو خس و خاشاک کی طرح نذر آتش کر دینا کوئی
اچھا کام نہیں ہے۔

میں (محبوب الہی) نے جب یہ شعر سنے تو ایک مدت تک بیخود رہا ایک عرصہ کے بعد ہوش
میں آیا (اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے) آپ کی ولادت ۶۱۳ھ میں اور وصال ۷۱۲ھ میں ہوا۔

مولانا احمد حافظ

آپ بڑے عقلمند اور خدا شناس مرد تھے۔ محبوب الہی کا بیان ہے میں ایک دفعہ شیخ فرید الدین
گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے جا رہا تھا کہ بمقام سری مولانا احمد حافظ سے ملاقات ہوئی۔
دوران گفتگو آپ نے فرمایا کہ۔

آپ جب شیخ کے مزار پر جائیں تو میری جانب سے سلام کے بعد کہہ دیں مجھے دنیا کی
طلب نہیں دنیا چاہنے والے بہت ہیں۔ اور عقبی کی بھی یہی حالت ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ
توفی مسلماً و الحقنی بالصالحین مجھے دنیا میں بحیثیت مسلمان وفات دے اور اپنے صالح
بندوں میں شامل کر دے۔ آپ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں آپ کی ولادت ۶۲۱ھ اور وصال
۷۰۶ھ میں ہوا۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) شہزادی الاسلام علیکم السلام اللہ یہ عرض کر کے حضور کے قدموں پر گر پڑی۔ اور شرفِ با
سلام ہو گئی۔ حضور نے شہزادی کا نکاح مجاہد سے کر دیا۔ یہ دونوں میاں بیوی باہمی مدینہ میں رہنے لگے۔ جب چالیس دن
پورے ہوئے۔ رات کو جہاد کی منادی ہوئی۔ یہ مجاہد بھی فوج میں شامل ہو گیا۔ یہ پہلا مجاہد تھا۔ جو اس معرکہ میں شہید ہوا۔
ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ آخر اس معرکہ میں حضورؐ قیام ہو کر مدینہ منورہ تشریف لائے تمام مرد و زن حضور کے استقبال اور
زیارت کو حاضر ہوئے۔ یہ شہزادی بھی حاضر دربار ہوئی۔ سلام عرض کیا۔ قدم بوسی کے بعد عرض کیا۔ حضور تمام مجاہدین نظر
آتے ہیں۔ حضور میرا مجاہد کہاں ہے۔

حضور۔ اے شہزادی تیرا شوہر تو اس معرکہ میں شہید ہو گیا ہے خدا تجھے صبر و اجر عطا فرمائے۔ وہ شہزادی حضور سے
اپنے شوہر کی خبر شہزاد بن کر روٹی ہوئی گھر آئی۔ غسل فرمایا۔ نیا لباس بدلا۔ دو رکعت نماز شروع کی۔ جب شہزادی سبھ
میں آئی تو رب العزت نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ اور وہ مسجد ہی میں وفات پا گئی۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون۔ (جامعہ
المحجرات صفحہ ۱۵)

طبقہ سوم

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی قدس سرہ اور آپ کے معاصرین کے زمانے سے
در حاضرہ تک کے بزرگوں کے مسلسل حالات (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت محبوب الہی کے مشہور ترین اور ممتاز خلیفہ تھے صاحب اسرار اور وارث احوال شیخ
تھے جو اپنے شیخ محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد دہلی کی ولایت کے مالک قرار دیئے گئے حضرت
شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیرومرشد حضرت محبوب الہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء
قدس سرہ کی مکمل پیروی کرتے تھے۔ فقر و فاقہ صبر و ثبات قدمی اور رضا و تسلیم آپ کا طرہ امتیاز تھا۔

حکایت: ایک دن شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے محبوب الہی کے راز دان امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ سے کہا آپ
حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کر دیجئے کہ میں اودھ میں رہتا ہوں۔ لوگوں کی آمد
ورفت کی وجہ سے عبادت الہی میں مزاحمت ہوتی ہے۔ اگر ارشاد ہو تو جنگل میں جا کر فراغت سے
اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ حضرت امیر خسرو کا قاعدہ تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد شیخ محبوب الہی
کے پاس بیٹھتے اور دن بھر کے حالات سناتے۔ چنانچہ انہوں نے شیخ چراغ دہلوی کی استدعا کہہ
سنائی حضرت محبوب الہی نے فرمایا ان سے کہہ دینا کہ تمہیں لوگوں میں رہنا چاہیئے اور ان کی سختی
برداشت کر کے اس کا بدلہ بخشش و عنایت سے دینا چاہئے۔

حکایت: ایک دفعہ شیخ چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو محبوب الہی نے تنہائی میں پوچھا کہ تمہارے دل میں کیا
ہے۔ جنگل میں زندگی گزارنے سے تمہارا مقصد کیا ہے اور تمہارے والد کیا کام کرتے تھے؟ شیخ
نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا میرا مقصد آپ کی درازی عمر کی دعا مانگنا اور
دریثوں کے جوتے سیدھے کرنا ہے۔ میرے والد اپنے غلاموں کے ذریعہ روٹی کی تجارت کرتے
تھے۔ یہ سن کر حضرت محبوب الہی نے فرمایا سنو۔ میں جب اپنے پیرومرشد شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
کی خدمت رہتا اس وقت پاک پتن (پاکستان) کا ایک دانشور میرا دوست اور ہم سبق تھا میرے

پاس آیا اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے دیکھ کر مجھ سے کہا نظام الدین تمہارا کیا حال ہو گیا ہے۔
اگر اسی شہر میں تم لوگوں کو پڑھاتے تو آسانی کے ساتھ فکر معاش سے آزاد رہتے۔ دوسرے
کی یہ باتیں سن کر میں خاموش ہو گیا کوئی جواب نہ دیا۔ جب میں نے پیر و مرشد کی خدمت
حاضری دی تو انہوں نے فرمایا: اے نظام الدین اگر تمہارا کوئی دوست تم سے پوچھے کہ تم نے اپنا
یہ حالت بنا رکھی ہے۔ اور پڑھانے کا پیشہ جس سے فراغت اور آرام حاصل ہوتا چھوڑ دیا ہے۔
تم کیا جواب دو گے۔ میں (محبوب الہی) نے عرض کیا جو آپ فرمائیں کہوں گا ارشاد فرمایا کہ دینار
نہ ہر ہے تو مرارہ خویش گیر و برد

ترا سعادت باد امرانگوں ساری

تم میرے ہم سفر نہیں جاؤ اپنا راستہ لو۔ تمہیں اقبال مندی مبارک ہو اور مجھے عاجزی
اس کے بعد پیر و مرشد نے کھانے کا بھرا ہوا دسترخوان طلب کر کے فرمایا نظام الدین یہ دسترخوان
لے جاؤ تمہارا دوست جہاں ٹھہرا ہے اسے دے دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس دوست نے
میرے کام کی داد دی اور کہا تمہیں یہ صحبت اور حال مبارک ہو۔

فائدہ: چراغ دہلوی فرماتے ہیں یہ اور اسی قسم کی تلقین کر کے پیر و مرشد نے مجھے ریاضت و مجاہدہ
کرنے کا حکم دیا کبھی دس دن گزر جاتے اور کچھ نہ کھاتا۔ اکثر اوقات جب خواہشات کا غلبہ
ہوتا تو کھٹائی کھاتا تھا۔

حکایت: سلطان محمد تغلق بادشاہ دہلی نے شیخ چراغ دہلوی کو آپ کے کمالات کے باوجود تکلیفیں
دینا اپنا معمول بنا لیا تھا۔ اپنے ساتھ سفر میں آپ کو پیدل پھراتا۔ ایک مرتبہ اس نے آپ کو اپنا
جامہ دار مہتمم لباس مقرر کیا۔ شیخ چراغ دہلوی ان تمام تکلیف دہ امور کو صرف پیر و مرشد کی وصیت
کی وجہ سے برداشت کرتے (شیخ چراغ دہلوی نے ماہ رمضان 575ھ کو وفات پائی)

دشمن چہ کند: سلطان محمد تغلق بادشاہ نے شیخ چراغ دہلوی کے لیے سونے چاندی کے برتنوں
میں اس لیے کھانا بھیجا کہ اگر آپ یہ کھانا نہ کھائیں گے تو اسی کو ایذا رسانی کا
سبب بنا کر جرم عائد کروں گا۔ اور اگر کھالیں گے تو پوچھوں گا کہ آپ نے سونے کے برتنوں میں
کھانا کھا کر غیر شرعی کام کیوں کیا۔ کھانا جب شیخ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے زبان سے کچھ
نہ کہا البتہ سونے کی ڈش سے تھوڑی سی بخنی اپنی ہتھیلی پر رکھی اور اس کو زبان سے چکھا۔ اس طرح

اندیش اور براچاہنے والے ناامید اور مایوس ہو گئے۔

غیر مستند ملفوظات: خیر الجالس میں ہے ایک دوست نے آپ سے ایک مرتبہ عرض کیا کہ ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے جو دو گائیں ذبح کرے اس کی گردن پر ایک خون جو چار گائیں ذبح کرے اس کی گردن پر دو خون اور جو دس بھٹیریں ذبح کرے اس کی گردن پر ایک خون ہوگا۔ یہ سن کر شیخ چراغ دہلوی نے فرمایا پہلی بات تو یہ کہ ہارونی کوئی لفظ نہیں بلکہ ہرونی ہے کیونکہ ہرون ایک گاؤں کا نام ہے جہاں خواجہ عثمان رہا کرتے تھے۔ پھر فرمایا یہ عبارت ان کی نہیں ہے ان کے ملفوظات کے کئی نسخے ہمارے پاس بھی موجود ہیں جس میں اکثر باتیں ایسی ہیں جو ان کے قول نہیں۔ اس کے بعد فرمایا شیخ نظام الدین فرماتے تھے۔ میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی کیونکہ شیخ الاسلام فرید الدین اور شیخ الاسلام قطب الدین اور خواجگان پشت میں سے کسی شخصیت نے تصنیف نہیں کی (خواہ مخواہ جاہل لوگوں نے ان کے نام سے کتابیں چھاپ رکھی ہیں)

سماع بمنز امیر کا عدم جواز: حضرت محبوب الہی کے مریدوں نے ایک دن قوالی کی مجلس منعقد کی۔ قوالوں سے دف پر قوالی سن رہے تھے جہاں شیخ چراغ دہلوی بھی موجود تھے۔ آپ اٹھ کر جانے لگے دوستوں نے بیٹھنے کے لیے اصرار کیا تو کہا یہ خلاف سنت ہے۔ جس پر ان لوگوں نے کہا آپ قوالی کا انکار کر رہے ہیں اور اپنے پیرومرشد کے طریقہ سے انحراف کر رہے ہیں جواب دیا ان کا ارشاد حجت نہیں۔ قرآن اور حدیث شریف سے دلیل پیش کرنی چاہیے۔ بعض غرض مندوں نے یہ بات محبوب الہی کی خدمت میں پیش کی اور کہا شیخ محمود ایسا کہتے ہیں جس پر پیرومرشد محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ جن کو اصل واقعہ کی خبر تھی فرمایا۔ چراغ دہلوی سچ کہتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں وہی حق ہے۔

خواجہ نظام الدین کی قوالی: سیر الاولیاء میں ہے۔ کہ محبوب الہی کی مجلس قوالی میں باجے نہیں ہوتے اور نہ ہی تالیاں بجائی جاتی تھیں۔ اگر کوئی آپ سے کسی شخص کے متعلق کہتا کہ وہ باجے سنتا ہے تو آپ اسے منع کر دیتے اور کہتے کہ باجے سننا درست نہیں۔ خیر الجالس میں ہے کہ کسی دوست نے چراغ دہلوی سے پوچھا کیا یہ جائز ہے کہ قوالی کی مجلس میں دف بانسری اور ستار وغیرہ جیسے باجے ہوں اور صوفی رقص کریں۔ جواب

دیا باجے تو بالا جماع مباح نہیں اگر کوئی طریقت سے نکل جانا چاہے تو شریعت میں رہنا ضروری ہے۔ اور اگر شریعت سے بھی نکلنا چاہے تو کہاں جائے گا اول تو سماع کے متعلق ہی علماء کا اختلاف ہے اگر بقول بعض علماء شرائط کے ساتھ جائز بھی کر لیا جائے تب بھی تمام قسم کے باجے بالا جماع حرام ہیں (اصل اخبار الاخیار فارسی میں ہر جگہ لفظ باجماع ہے) جوامع الکلم میں ہے کہ ایک دن شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کو اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ اس شعر پر ان پر وجد طاری ہو گیا۔

جفا بر عاشقاں گفתי نخواہم کر دہم کردی

قلم بر بید لاں گفתי نخواہم راند ہم راندی

تم نے کہا تھا عاشقوں پر ظلم نہ کریں گے لیکن ظلم کیا۔ تم نے یہ بھی کہا تھا کہ بے دلوں پر سختی نہ کی جائے گی لیکن پھر بھی سختی کی۔

حکایت: مشہور شاعر مولانا مغیث نے ایک خط میں اس مجلس کا پورا حال تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ یہ شعر کسی حقیقت پر مبنی نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ ظلم و سختی کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے سے کفر لازم آتا ہے۔ کہ اسی طرح کی چند اور باتیں بھی لکھیں اور یہ خط مولانا معین الدین عمرانی کو دیا انہوں نے شیخ چراغ دہلوی کی خدمت میں پیش کیا۔ شیخ نے یہ خط اپنے ہاتھ میں لے کر پھر مولانا معین الدین کو دے دیا اور کچھ نہ کہا۔ البتہ سر پر عمامہ باندھ کر اور خرچہ پہنا کر انہیں واپس کر دیا۔

حکایت: ایک دن چراغ دہلوی قوالی میں یہ اشعار سن کر رقص کرنے لگے اور بے انتہا مضطرب تھے۔

ماطل مغانہ دوش بیاک زدیم عالی علمش بر سرافلاک زدیم

از بہر یکے بختیچے سے خوارہ صد بار کلاہ توبہ بر خاک زدیم

رات ہم نے آزادی کے ساتھ عیش و عشرت منائی جس کا چرچا آسمانوں پر ہو گیا اور ایک شراب خوار معشوق کے لیے کلاہ توبہ کو سینکڑوں مرتبہ زمین پر پھینکا اس سخت بے چینی کی حالت میں کوٹھے پر جا کر بیٹھ گئے اور مولانا مغیث کو طلب کیا۔ مولانا مغیث گھبرائے ہوئے آپ کے سامنے آکھڑے ہوئے تب شیخ نے فرمایا ہاں مولانا لکھ بھیجے یہاں کوئی جہالت تھی۔ یہ کہ مولانا کو رخصت کیا۔ اس کے بعد مولانا پھر خانقاہ میں نہ آئے۔ اور جلد رحلت کر گئے۔

حکایت: شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے فرمایا میں کس لائق ہوں کہ میری مریدی کروں آج تو یہ کام بچوں کا کھیل ہے۔ پھر شیخ حکیم سنائی کا یہ شعر پڑھا۔

مسلماناں مسلماناں مسلماناں مسلماناں

ازیں آئین بید یتاں پشیمانی پشیمانی

اے مسلمانو! اسلام پر عمل کرو غیر اسلامی قانون سے صرف پشیمانی ہی حاصل ہوتی ہے۔ آپ فرماتے تھے ایمان باقی رکھنے کی فکر کرو اور کرامتوں کے پیچھے نہ دوڑو۔ نیز فرماتے ہیں حیران اور پریشان ہوں کہ لوگ مشاہدہ کئے بغیر دوسروں کے پیچھے کیوں دوڑتے ہیں (جیسے آج کے دور میں لوگوں کا حال ہے کہ) میر سید محمد علیہ گیسو دراز رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ میں شیخ نصیر الدین کی زندگی میں دہلی میں تھا ایک سال بارش نہ ہوئی تھی۔ پیر و مرشد نماز استسقاء کے لیے شہر سے باہر آئے۔ گریہ و زاری کے ساتھ نماز پڑھی اور بزرگوں کی طرح دعائیں مانگیں۔ لیکن بارش نہ ہوئی مجبوراً واپس ہو گئے۔ واپسی کے بعد آستانہ میں قدم بوس ہوا تو فرمایا کیا تم نماز استسقاء میں شریک نہ تھے میں نے عرض کیا خواجہ پر قربان میں موجود تھا ارشاد فرمایا تم نے دیکھا آج لوگ ہمیں ایسا دیا کیا کچھ کہہ رہے ہیں۔ خلق خدا ہم پر بجوم کئے ہوئے ہمارے ساتھ گئی ہم نے لاکھ کوشش کی لیکن بارش نہ ہوئی۔ آخر کار مجبوراً پشیمان ہو کر ہم واپس لوٹ آئے حضرت گیسو دراز کا بیان ہے کہ پیر و مرشد چراغ دہلوی فرماتے تھے جس وقت میں بچہ تھا اور مسجد میں استاد سے پڑھا کرتا تھا۔ اس مسجد میں ایک سوکھا درخت تھا۔ ایک کوادھاں آکر بیٹھا اور جو کچھ وہ اپنی بولی میں کہتا میں اسے بڑبی بھٹتا تھا۔ خیر الجاس میں ہے شیخ چراغ دہلوی سے ایک دوست نے درویشوں کی حالت کی کیفیت اور ماہیت دریافت کی۔ ارشاد فرمایا حال نتیجہ ہے اچھے اعمال کا۔ اور عمل کی دو قسمیں ہیں۔ ایک عمل اعضاء یعنی ہاتھ پاؤں کا کام ہے جسے سب جانتے ہیں۔ دوسرا عمل قلب یعنی مراقبہ ہے۔ مراقبہ کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے دل میں اس چیز کا یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مراقبہ کا معنی دیکھ رہا ہے اس کے بعد فرمایا سب سے پہلے عالم سے روح پر انوار نازل ہوتے ہیں۔ پھر دل پر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے پھر اس کا اثر اعضاء پر ہوتا ہے۔ چونکہ اعضاء دل کے تابع ہوتے ہیں اس لیے جب دل متحرک ہوتا ہے تو اس سے اعضاء میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔

اسی مذکورہ بالا دوست نے سوال کیا کہ صاحب عوارف العارف صاحب وقت صوفی: نے صاحب حال کو متوسطہ کہا ہے۔ اور پھر کتاب عوارف کی یہ عبارت بیان کی کہ مبتدی صاحب وقت متوسط صاحب حال اور فتنی صاحب انفاں۔ حاضرین

مجلس میں سے کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو شیخ چراغ دہلوی رحمۃ اللہ نے سالک کی طرف رخ کر کے فرمایا بتاؤ تم نے خود اس کے متعلق کیا سنا ہے اور کیا تم نے عوارف المعارف پڑھی ہے؟ (اس نے کوئی جواب نہ دیا) تو خود فرمایا مبتدی صاحب وقت ہے صاحب وقت وہ صوفی ہے جو اپنے وقت کو غنیمت اور کافی سمجھتا اور کہتا ہے آئندہ وقت ہاتھ آئے یا نہ آئے جو جانتا ہے کہ میرے پاس صرف اتنا ہی وقت ہے تو وہ اپنے وقت کو غنیمت سمجھ کر تلاوت قرآن کریم، نماز، ذکر الہی اور ترقی دین و دنیا کی فکر میں مشغول رہتا ہے۔ جب کوئی سالک اپنے اوقات کی حفاظت میں مسلسل ثابت قدم رہتا ہے اور اوقات مقررہ کو عبادات کے ذریعہ معمور کر لیتا اور اس پر گامزن رہتا ہے تو امید ہے کہ وہ صاحب حال ہو جائے گا انعامات خداوندی اعمال و کردار انسانی کا نتیجہ ہیں۔ انوار الہی جو عالم علوی سے ارواح پر نازل ہوتے ہیں ان کے اثرات کو حال کہتے ہیں۔ اور پھر اس کا اثر دل پر ہونے کے بعد اعضاء میں سرایت کرتا ہے۔ حال کو دوام اور ہمیشگی حاصل نہیں۔ اگر حال کو دوام حاصل ہو جائے تو یہ خود ایک مقام ہو جائے گا۔

منتہی صوفی کون: یہ صاحب انفاس ہے کہ اہل طریقت نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے یا اس کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ویسے ہی کر دیتا ہے۔

اصطلاحات صوفیہ: ہر لفظ کی مراد درحقیقت اصطلاح پر موقوف ہے مشائخ کی اصطلاح میں صاحب وقت اسے کہتے ہیں جسے کسی وقت حال آئے لیکن ہر وقت اس پر حال طاری نہ رہے۔ مبتدی صاحب وقت یہ ہوا۔ متوسط صاحب حال اسے کہتے ہیں جس پر اکثر اوقات حال طاری رہے۔

منتہی صاحب انفاس: اسے کہتے ہیں جس کا حال اس کی سانس کے قریب ہو یعنی کوئی سانس منہ سے ایسی نہ نکلے جو حال سے متصل ہوئی نہ ہو مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا بن جائے کہ مقام حال کو حاصل کر لے۔

۱۔ مولوی فاضل دیوبندی نے بریکٹ ڈال کر لکھتا ہے (کبھی کبھی) ویسا ہی کر دیتا ہے۔ اسے کہتے ہیں تحریف بتائیے کبھی کبھی کہاں سے آئی گئی؟

اسی لئے ہم نبی پاک اور اہل ایمان کیلئے عقیدہ رکھتے ہیں کہ تیرے منہ جو نکلے بات وہ ہوئے۔ (ابن عربی غفرلہ)

شیخ چراغ دہلوی نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ حدیث رسالت مآب ﷺ بیان فرمائی۔ ان لربکم فی ایام دھر کہ نفحات الاقترعوا لہا۔ اللہ

شرح الحدیث:

تعالیٰ نے تم کو تمہارے زمانہ کے روز و شب میں تمہارے لیے سانس کی آمد و رفت دی ہے۔ اس لیے تم اللہ کے لیے سانس لیا کرو۔ اے سالک! تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اس حکم پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ اس کے بعد فرمایا یہ وجدانی کیفیت ہے۔ اگر رات کے وقت ذکر الہی کریں گے تو صبح کو لازماً اور یقیناً اس کی خوشبو پائیں گے۔ پھر فرمایا اگر کوئی درویش بھوکا رہ کر اول وقت سو جائے اور آخرات کو اٹھ کر یاد الہی میں اس طرح مشغول ہو کہ اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کی طرف متوجہ نہ ہو تو اپنی روح پر انوار الہی کے نزول کا مشاہدہ کرے گا۔ اس زمانہ میں یہ شخص کہیں جائے دنیا داری سے الگ رہے اور مجاہدہ ریاضت کر لے یا نہ کرے لازماً بلاشبہ اس حال کا مالک و حامل نظر آئے گا۔ اس بعد یہ شعر پڑھا۔

نظر در دیدہ با ناقص فادہ

وگر نہ یار من از کس نہاں نیست

نظر نے دیکھنے میں غلطی کی مگر نہ میرا دوست کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس بعد فرمایا اس امر میں اصل کام نفس کی حفاظت ہے۔ اور صوفی کو بحالت مراقبہ ضروری ہے کہ وہ نفس پر نظر رکھے تا کہ اس کے باطن کو دل جمعی نصیب ہو۔ جب نفس کو آزاد چھوڑ کر اس سے غافل ہو گیا تو باطن حیران اور پریشان ہو جاتا ہے پھر فرمایا صوفی وہ ہے جو اپنی ہر سانس کو شمار کرتا رہے۔

فائدہ: صاحب نفس کے منتہی ہونے کا ایک معنی یہ بھی ہے۔ اس کے برخلاف جوگی اور بندہ تارک الدنیا بھی جنہیں سدھ کہتے ہیں یعنی ان کے ترقی کے راستہ میں نورانی رکاوٹیں حائل ہیں۔ وہ بھی نفس کشی کرتے ہیں۔ لیکن دولت ایمان سے محروم ہونے کی وجہ سے کوئی درجہ حاصل نہیں کر سکتے اس کے بعد ایک شغنی آہ کھینچ کر فرمایا ہم تم کس شمار و قطار میں ہیں۔ یا پھر اس بھوکے فقیر کی طرح ہیں جو نان پائی کی دوکان کی سائے ہر قسم کے کھانے کے پکے ہوئے دیکھ کر اور ان کی خوشبو سگھ کر کھڑا ہو جائے اور نان پائی سے کہے تمہارے پاس جو کچھ ہے مجھے کھلا دو۔

وہ جواب دے مجھے فرصت نہیں یہاں تک کہ مجھے بات کرنے کی مہلت نہیں دن بھر لوگوں کے ساتھ رہا زرا سا آرام بھی نہیں مل سکا کئی مرتبہ کوشش کی کہ ذرا سالیٹ جاں پھر کوئی گاہک

آگیا۔ جاؤ کسی فارغ وقت میں آنا پھر فرمایا رات میں جو کام کئے جاسکتے ہیں یا جو چیزیں پڑھ سکتی ہیں انہیں دن میں کرنے کی بالکل ہمت نہیں لیکن میں مایوس نہیں یہ جملہ رک رک کر فرمایا اور پچشم گراماں یہ شعر پڑھا۔

ایں دلو تہی کہ در تہہ انداختہ ام

نومید نیم کہ پر برآید روزے

— یہ خالی ڈول جو میں نے بالکل تہ میں ڈال دیا ہے مایوس نہیں ہوں ایک دن پر ہو جائے گا۔ اس کے بعد فرمایا دل پر نظر رکھ کر دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرنا ضروری ہے اور یاد الہی میں مشغول رہ کر دل سے غیر اللہ کو نکال دینا چاہیے۔

کو تاہ آستین کا معنی: فرمایا فقیروں کی آستین کو تاہ کرنے کا معنی یہ ہے کہ صوفی نے جب راہ سلوک میں قدم رکھا تو اس نے چاہا کہ اپنا ہاتھ کاٹ لے تاکہ مخلوق کے آگے سوال کیلئے دست دراز نہ کر سکے۔

اگر یہ صوفی سالک درحقیقت اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو وضو غسل اور مسلمانوں سے مصافحہ کرنے کی عبادتوں سے محروم ہو جائے گا۔ اس صورت میں وہ ہاتھ کاٹنے کے بجائے اپنی آستین یعنی دست سوال کو کھینچے اور کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے اس طریقہ پر وہ اللہ کا ذکر اور یاد الہی کرے۔

سرمنڈانے کا مطلب: طریقت میں قدم رکھنے کے بعد چاہیے کہ اپنا سر قلم کر دے کیونکہ اس راہ کی پہلی منزل سر قربان کرنا ہے اگر ظاہری طور پر اپنے جسم سے اپنا سر کاٹ کر پھینک دے تو کوئی چیز نہیں کر سکتا اگر سر قلم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سر کے بال نوج کر پھینک دے اس صورت میں بال نوپنے والے کو جو گنجا ہو جاتا ہے۔ اور جسے بریدہ کہتے ہیں اس سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ بلکہ صوفیہ کے نزدیک سرمنڈانے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی غیر مشروع کام نہ کرے لوگوں نے پوچھا۔

تفسیر جاہد وافینا: لوگوں نے پوچھا: ”جاہد وافینا“ کا مطلب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اس مضمون کو بہ آسانی سمجھا جاسکتا ہے۔ میں آسان طور پر ایک ابتدائی طریقہ سمجھاتا ہوں وہ یہ ہے کہ (جاہد وافینا) کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمارے لیے کوشش کرو۔ اور جاہد وافی اللہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوشش کرو۔ لفظ فی شدت اتصال کے

لیے آتا ہے۔ (حرف) لام میں ایسا نہیں ہے نیز لفظ فی ظرف کے لیے ہے اور ظرف اپنے مظهر میں موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم و فی الرقاب۔

صدقات دراصل فقیروں، مسکینوں صدقہ وصول کرنے والے ملازمین۔ تائف قلوب اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو غلامی میں ہیں۔

فقیر و مسکین تو صرف پیٹ کی بھوک مٹانے کے لیے لیتے ہیں۔ اور رقاب سے گردنیں آزاد کرنا ہے کیونکہ جس کی گردن کسی کے قبضے میں پھنسی ہوئی ہو وہ مردہ کی طرح ہے۔ اور جو کوئی غلام آزاد کرتا ہے تو آزاد کرنے والے کے لیے کہتے ہیں کہ اس نے مردہ زندہ کر دیا۔ اس شدت اور سخت ضرورت کو لفظ فی سے ظاہر کیا گیا ہے جس کا حرف ”لام“ وغیرہ سے اظہار ناممکن اور بعید اور غیر قانونی ہے۔ نیز گردن چھڑانے کا جس شدت سے حکم دیا گیا ہے ایسا دوسرے کے متعلق میں نہیں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ پوری تفصیل علم نحو اور علم معانی و بیان وغیرہ سے متعلق ہے۔

مجاہد تین قسم کے ہیں: مشائخ فرماتے ہیں کہ مجاہدہ کرنے والے تین حال سے خالی

نہیں۔ ان کا مجاہدہ خوف، روزخ کے باعث یا امید بہشت کی خاطر یا خاص ذات الہی کے ہوگا۔ اور جو مجاہدہ صرف ذات باری کے لیے کیا جائے وہ اللہ یا نبی اللہ ہوگا۔ اس مجاہدہ کی زیادہ وقعت اس لیے ہے کہ یہ مجاہدہ اچھی طرح حق کے لیے کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جاہدوا فی اللہ حق جہادہ۔

اللہ کی راہ میں اس کی خوشنودی کی خاطر خوب اچھی طرح کوشش کرو چونکہ لوگ عام طور پر مطلوب کی قدر و قیمت سے ناواقف ہوتے ہیں اسی لیے اچھی طرح کوشش حصول حق نہیں کرتے۔

جذبہ کا معنی: فرمایا عمل و کردار کی مقبولیت کا دار و مدار صرف جذبہ پر ہے یعنی ہر وہ کام جس کے کرنے میں کوئی جذبہ نہ ہو وہ قابل قبول نہیں۔ جیسے وہ جذبہ جس کو حال

کہتے ہیں۔ جب اس جذبہ حال میں کوئی کام کیا جاتا ہے وہ فوراً قبول ہو جاتا ہے اس کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ یہ جذبہ کبھی بچپن میں، کبھی جوانی میں اور کبھی بڑھاپے میں پیدا ہوتا ہے۔

جذبہ کے مراتب: جذبہ کے چند مراتب و مدار ہیں۔ (1) جذبہ عام جس کے ذریعہ عمل کی توفیق ہوتی ہے۔ (2) جذبہ خاص جس کے ذریعہ حق کی طرف دل

بائل ہو جاتا ہے۔ اور غیر اللہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ حاضرین نے عرض کی رات کا ابتدائی حصہ افضل و بہتر ہے یا آخری؟ فرمایا حدیث شریف میں ہے ایک مرتبہ حضور سرور عالم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا رات کا بہترین وقت کونسا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواباً عرض کیا مجھے نہیں معلوم ہاں اتنا معلوم ہے کہ آدمی رات کے بعد فرشتے کا پتہ نہیں ہیں۔ اور عرش اعظم تھر تھراتا ہے۔ نیز پروردگار عالم ہر وقت عطر بیز و خوشبو بیز ہے۔ سالکو! اچھی طرح سن لو کہ اس کے حضور سجدہ ریز رہو۔ سرکارِ دو عالم نے فرمایا ہے کہ رایت ربی لیلۃ المعراج فی احسن صورۃ۔

توجہ: میں نے پروردگار کو شب معراج میں دیکھا اچھی طرح۔

اس حدیث میں لفظ احسن صورت اچھی صورت میں کا مطلب یہ کہ رسول اکرم ﷺ اچھی صورت میں تھے یعنی ہشاش و بشاش تھے۔ اور یہ وہی طرزِ ادا ہے جیسا کہا جاتا ہے میں نے شیر کو سوار دیکھا۔ یعنی میں خوش سوار تھا۔ اور شب معراج حضور سرور عالم ﷺ شاد کام اور خوش چہرہ اس لیے تھے کہ آپ نے ایک تو معراج کا مرتبہ پایا پھر ساتھ ہی ساتھ انبیاء کی ملاقات اور بشارات اور نزول انوار الہی اور قرب الہی کے منازل طے کئے تھے۔ اسی سبب سے حسن و جمال چہرہ اقدس پر ظاہر تھا نیز لفظ رب سے مراد سید و آقا ہے۔ اس صورت میں حدیث شریف کے معنی یہ ہوا کہ میں نے شب معراج آقا و سردار فرشتگان حضرت جبرائیل کو بہترین صورت میں دیکھا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو سرور عالم ﷺ کا رب بمعنی سردار آقا کہنا درست ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے اپنے رب کو مدینہ پاک میں اس طرح چلتے دیکھا کہ آپ سرخ جبہ زیب تن کئے جو تازیباں کئے ہوئے تھے۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایمان لانے کے بعد بھی تم کفر یہ کلمات کہہ رہے ہو تو ابو ہریرہ مسکرائے اور کہا میں نے اپنے رب یعنی سیدی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔

خلق آدم علی صورتہ کا مطلب: حاضرین مجلس نے پوچھا۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے کا کیا معنی ہے فرمایا کہ صورت میں کی (ھ) ضمیر آدم کی طرف ہے۔ یعنی آدم علیہ السلام کو اپنے پورے قد و قامت اور اس ڈیل ڈول کے ساتھ پیدا کیا جس میں ان کو دیکھا گیا نہ کہ دوسرے عام آدمیوں کی طرح کہ پہلے بچہ پھر جوان پھر بوڑھا معنی آدم علیہ السلام کو اس ایک ہی صورت میں پیدا کیا۔ انتہا تک اس اپنی ایک ہی شکل و

صورت اور قد و قامت میں رہے ان میں حیات دنیوی کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے معتقدین و مریدین میں تمام بندگان دین اپنے اپنے وقت علماء و فضلاء اور آپ کے پایہ کے تحفے فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار فضیلت و بزرگی میں یگانہ زمانہ۔ مولانا مظہر بلند پایہ بزرگ نے حضرت چراغ دہلوی کی عنایات اور مہربانیوں کا اعتراف کرتے ہوئے ایک قصیدہ لکھا۔

وہ قصیدہ مع ترجمہ یہ ہے۔

دوش آ زمان کی از افق مغرب شنا

خو رشید خواند سورة وانجم اذا ہوئی

رات کے وقت جب افق مغرب سے سردیوں میں سورج نے سورہ وانجم ادا ہوئی پڑھی۔

شیع فلک زبانہ فرو برد اندر آب

دور زمین نشانہ بر آورد بر سماء

آسمان کی شمع کا شعلہ ختم ہو کر پانی میں چلا گیا گردش ایام نے اپنی علامات آسمان پر ظاہر کر

دیں۔

گفتی مگر کہ یوسف خورشید شد بچاہ

کز تیرگی چودیدہ یعقوب شد ہوا

گویا کہ یوسف علیہ السلام کنوئیں میں چلا گیا یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں اس غم سے کمزور پڑ گئیں۔

بادے برآمد آب لب دیا کہ دامنش

گرد سیاہ سر ہی ریخت بر فضا

دریا سے ایک ہواڑی جو اس کے دامن سے سیاہ غبار فضا پر اڑا رہی تھی۔

کہ روح اعظم آل شیخ پیشوائے کرم

کہ مقتدائے جہاں بودہ است زا اخباری

کہ اس پیشوا کی روح اعظم کو جہاں والوں کے متفقہ پیشوا تھے۔

۱۔ مفتی محمد شفیع دہلوی کی نگرانی ترجمہ شائع ہونے والے ترجمہ میں قصیدہ کے بہت سے اشعار حذف کر دیے گئے

تھا فقر نے کامل قصیدہ مع ترجمہ ہدیہ ناظرین پیش کیا۔

ندیم کربت خود کن غریق رحمت خویش
مجاور رسل وانبیاء مختاری
اپنی قربت سے انہیں ہمسنا اور اپنی رحمت میں غرق کر دے جو رسل وانبیاء علیہم السلام کے
خوشہ چین تھے۔

بساط صحن وہ از حلقائے فردوسی
غلاف قبر مکن از پردہ ہائے غفاری
انکا قبر میں پھونا جنت کے پکڑوں سے بنا اور ان کی قبر کا غلاف تیری بخشش کا پردہ ہو۔
تعارف حمید قلندر شاعر: آپ خیر المجالس کے مرتب ہیں جو حضرت چراغ دہلوی رحمۃ
اللہ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے آپ دراصل محبوب الہی کے مرید تھے۔ لیکن کبھی کبھی شیخ کی خدمت میں اپنے والد کے ساتھ بھی حاضری دیتے اور آپ کی
مجلس میں باریاب ہوتے۔ قلندر نے شیخ کے بعض خلفاء سے بھی اپنی قابلیت اور استعداد کے
موافق استفادہ کیا ہے۔ اگرچہ ان کے اشعار اس قسم کے نہیں کہ ان کو شاعر کہا جاسکے۔ لیکن وہ
شاعر بھی مشہور تھے لیکن قلندر کے نام سے زیادہ مشہور تھے۔

حافظہ: سب سے پہلے حمید قلندر نے مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ غریب کی خدمت میں رہ کر ان
کے ملفوظات جمع کیے جس کا نام خیر المجالس رکھا ملفوظات کے تالیف کی ابتدائی تاریخ 755ھ تھی
جنہیں ۷۶۷ھ میں مکمل کیا ان ملفوظات میں حالات و حکایات سادہ زبان میں تفصیل سے لکھی
ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل کرے۔

شیخ سراج الدین عثمان گوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ انی سراج کے نام سے مشہور تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔
محبوب الہی کے مریدوں میں آپ اور شیخ چراغ دہلوی کے سلسلے بہت مشہور ہیں۔ عین شباب میں
جب کہ آپ کی مونچھوں کے بال بھی نہیں ہوئے تھے حضرت محبوب الہی کے مرید ہوئے آپ کے
پاس چند سال تک رہنے کے بعد اپنی والدہ کی قدمبوسی کیلئے لکھنؤنی (جس کا موجودہ نام گور مشہور
ہے) روانہ ہوئے وہاں سے واپسی پر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو خلافت دینے

وقت شیخ نے فرمایا اس سے پہلا درجہ حصول علم ہے اور شیخ سراج کو ابھی دولت علم حاصل نہیں حاضرین میں سے مولانا فخر الدین زرا دی نے عرض کی میں انہیں چھ ماہ میں عالم بنادوں گا۔ چنانچہ شیخ سراج نے مولانا زرا دی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کیا علامہ زرا دی نے ان کے لیے ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام عثمانی تھا۔ اس کے بعد شیخ سراج نے مولانا رکن الدین سے کافیہ مفصل قدوری۔ اور مجمع البحرین ختم کیں۔ حضرت محبوب الہی کے وصال کے بعد مزید ۳ سال تک دیگر درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر شیخ کے موقوفہ کتب خانہ سے چند کتابیں کپڑے اور خلافت نامہ جوشخ نے آپ کو دیا تھا لے کر اپنے مقام لکھنؤ (مشہور بہ گور) روانہ ہو گئے۔ اور اپنے اس شہر کو اپنے جمال ولایت سے آراستہ کیا شیخ نظام نے اپنی زندگی میں آپ کے متعلق کہا تھا کہ وہ ہندوستان کا آئینہ ہے۔

حکایت: شیخ سراج نے پیر و مرشد سے جو خرقہ وغیرہ پایا تھا اسے زمین میں دفن کیا اور اس پر قبر بنادی اور انتقال کے وقت وصیت کی کہ کپڑوں والی قبر کے نیچے دفن کیا جائے چنانچہ آپ کے انتقال کے بعد ویسا ہی کیا گیا۔ آپ کے خلفاء گور میں تاحال موجود ہیں اور آپ کی قبر بھی گور میں ہے۔

حکایت: شیخ حسام الدین مانکپوری کے ملفوظات میں ہے کہ شیخ سراج الدین عثمان اودھی کے پاس ایک سہروردی درویش مہمان ہوا۔ عشاء کی نماز کے بعد شیخ سراج کپڑے اتار کر اپنے بچھونے پر لیٹ گئے۔ اور وہ درویش رات بھر نماز پڑھتا رہا۔ صبح کو شیخ نے اٹھ کر رات کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ یہ دیکھ کر درویش نے کہا تعجب ہے رات بھر سو تے رہے اور نماز فجر بھی بغیر وضو ادا کی شیخ سراج نے نہایت انکساری اور عاجزی سے کہا آپ بزرگ ہیں پوری رات عبادت کرتے ہیں اور ہم سامان رکھتے ہیں چو: اس کی تاک میں ہے اس لیے ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں

اگر عاشق بہ مسجد در دنیا مد

دل عاشق ہمیشہ در نماز است

اگرچہ عاشق مسجد میں عبادت کے لیے نہیں آتا لیکن اس کا دل ہمیشہ نماز میں مشغول ہے۔

شیخ قطب الدین منور ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ برہان الدین ولد شیخ جمال الدین ہانسوی کے صاحبزادے اور محبوب الہی کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ جامع کمالات اور مظہر کرامات تھے تکلف سے بیگانہ لوگوں کے شور سے دور رہتے

تھے۔ عمر بھر اپنے اختیار سے اپنے کمرے سے باہر قدم نہ نکالا۔ امراء کے دروازہ پر کبھی نہیں گئے اور پوری عمر توکل اور قناعت میں بسر کی۔

حکایت ایک مرتبہ سلطان محمد تغلق بادشاہ نے قاضی کمال الدین صدر جہان کو شیخ منور کے پاس بھیجا اور ساتھ ہی ایک فرمان بھی تحریر کیا جس میں لکھا تھا کہ فلاں فلاں گاؤں آپ کو بطور انعام دیئے جاتے ہیں۔ اس فرمان کا پس منظر یہ تھا کہ شیخ منور کو دنیا داری کے فریب میں گرفتار کیا جائے۔ پھر اپنی عادت کے موافق جیسا کہ وہ دوسرے درویشوں کو تکالیف دیتا تھا ان کی ایذا رسانی کا سلسلہ بھی شروع کرے صدر جہاں جب شیخ منور کے پاس آئے اور جاگیر کی مواضع کا فرمان شاهی حوالہ کیا اور شاہی زبانی حکم بھی بیان کیا تو شیخ منور نے جواب دیا سلطان نصیر الدین شمس الدین بن اوج اور ملتان کی طرف جارہا تھا تو اس نے اپنے امیر الامراء غیاث الدین کو حضرت شیخ گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اور ایک فرمان چند جاگیر کی مواضع کا دیا تھا لیکن گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جواب دیا تھا: ہمارے مشائخ نے ایسی جاگیریں قبول نہیں کی تھیں۔ جاگیریں قبول کرنے والے بہت ہیں ان کو دے دی جائیں، ہم ان کے مرید ہیں ہم کو بھی وہی کرنا چاہیے جو انہوں نے کیا۔

حکایت: شیخ منور اور محمد تغلق بادشاہ کی ملاقات اس وقت ہوئی جب بادشاہ ہانسی کی طرف جارہا تھا اور آپ ہانسی سے آٹھ میل پہلے مقام ہنسی میں مقیم تھے۔ بادشاہ نے نظام زربارے عرف مخلص الملک کو (جو بڑا ظالم تھا) قلعہ ہانسی کو دیکھنے کے لیے بھیجا تا کہ قلعہ کی درستی اور خرابی معلوم کر لائے۔ نظام زربارے قلعہ کے نیچے ایک گھر کے پاس پہنچے پوچھا کس کا گھر ہے؟ لوگوں نے کہا شیخ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ شیخ قطب الدین منور کا نظام زربارے نے کہا تعجب ہے کہ بادشاہ یہاں آیا ہوا ہے اور یہ شیخ انہیں ملنے بھی نہیں گیا۔ واپسی پر نظام زربارے نے بادشاہ سے عرض کیا کہ یہاں نظام الدین اولیاء کا ایک خلیفہ رہتا ہے جو آپ کو ملنے بھی نہیں آیا۔ بادشاہ کو حکومت کا نشہ تھا اس نے حسن سربرہنہ جیسے معزز اور طاقتور کو حکم دیا کہ شیخ قطب الدین منور کو گرفتار کر کے لاؤ چنانچہ حسن برہنہ شیخ کی بینکھ میں آکر بیٹھا شیخ کے صاحبزادہ نور الدین باہر آئے اور کہا ہمارے آقاؤ شیخ آپ کو اندر بلارہے ہیں۔ حسن برہنہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے مصافحہ کر کے بیٹھے اور کہا سلطان نے آپ کو بلایا۔ شیخ نے پوچھا اس میں مجھے اختیار حاصل ہے یا نہیں حسن برہنہ

نے کہا فرمان شاہی ہے کہ میں آپ کو ساتھ لے چلوں۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا: الحمد للہ میں اپنے اختیار سے باہر نہیں جا رہا ہوں اس کے بعد اپنے گھر والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا تمہیں خدا کے سپرد کیا۔ پھر آپ نے جائے نماز اپنے کاندھے پر رکھی اور لالھی تھام کر پیدل روانہ ہوئے حسن سر برہنہ نے جب شیخ کے چہرے پر بزرگوں (اولیاء) کی علامات دیکھیں تو کہا آپ پیدل کیوں چل رہے ہیں؟ کوئل گھوڑے ساتھ ہیں کسی ایک پر سوار ہو جائیے۔ شیخ نے جواب دیا کوئی ضرورت نہیں۔ ابھی اتنا قوت ہے کہ پیدل چل سکوں۔ جب اپنے باپ دادا کے قبرستان کے پاس پہنچے تو حسن سر برہنہ سے کہا کیا میں مزارات سے الفت کر سکتا ہوں حسن نے اجازت دی تو شیخ نے اپنے باپ دادا کی قبروں کی پائیں میں بیٹھ کر عرض کیا۔ میں اپنے گھر سے اپنے اختیار سے نہیں نکلا بلکہ مجھے زبردستی لے جایا جا رہا ہے۔ اور چند ہند گان خدا کو گھر پر کس پرسی کی حالت میں بغیر انتظامات خرچ چھوڑ آیا ہوں شیخ جب روضہ سے باہر آئے تو دیکھا کہ ایک آدمی پچاس روپے لیے آپ کے لیے کھڑا ہے آپ نے فرمایا یہ ہمارے گھر میں دے دینا ان کے پاس خرچ کے لیے کچھ بھی نہیں ہے حسن سر برہنہ نے سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر آنکھوں دیکھی کہانی کہہ سنائی لیکن بادشاہ نے توجہ نہ دیتے ہوئے شیخ کو اپنے سامنے طلب کیا۔ شیخ نے بادشاہ کے جاتے ہوئے باریکی خاندان کے نائب فیروز شاہ سے کہا ہم فقیر شاہی مجلس میں جانے کے طریقے اور بادشاہوں سے باتیں کرنے کا ذہب بھی نہیں جانتے۔ باریکی نائب نے کہا آپ کے متعلق بادشاہ کے دربار میں بہت سی غلط باتیں کہی گئی ہیں۔

اس لیے مناسب یہی ہے کہ آپ انکساری رواداری اور حسن اخلاق کی کوئی بات بھی فرو گزاشت نہ کریں۔ بادشاہ کو معلوم ہوا کہ شیخ قطب الدین منور آرہے ہیں راہ بیٹھا ہوتا کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنی کمان ہاتھ میں لی اور اس کا چلہ بٹھانے لگا لیکن شیخ کو دیکھ کر اس میں اتنی ہمت نہ رہی اور ان کی تعظیم کے لیے آگے بڑھا مصافحہ کیا شیخ قطب الدین منور نے پہلی ہی ملاقات میں اس بادشاہ کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا جسے وہ چھڑانہ سکا باوجودیکہ وہ سخت ظالم تھا اور اس نے بہت سے مشائخ اور علماء کو مرواڈالا تھا اور ان پر بے حد ظلم کئے تھے دوران مصافحہ ہی بادشاہ نے کہا ہم آپ کے شہر میں آئے ہیں آپ نے کوئی نصیحت نہیں فرمائی اور نہ ہی اپنی ملاقات سے ہمیں سرفراز فرمایا۔

شیخ نے کہا ہانسی کو دیکھئے دلی سے کتنا دور ہے دوسری بات یہ کہ ہانسی کا فقیر زادہ اپنے گھر میں

پڑا ہے اور اس فقیر زادہ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ بادشاہ سے کس طرح ملاقات کی جائے۔

یہ فقیر کونہ میں پڑا ہوا بادشاہ کی دعا گوئی اور تمام مسلمانوں کی طلب خیریت میں مشغول ہے۔ اس وجہ سے معذور رہا۔ امید ہے کہ معاف فرمایا جائے شیخ کی خوش گفتاری سے بادشاہ کا دل نرم پڑا اور اس نے باریکی نائب سلطان فیروز شاہ سے کہا شیخ جو کچھ چاہتے ہیں وہ پورا کیا جائے۔ یہ سن کر شیخ منور نے فرمایا میرا طلب صرف درویشی اور باپ دادا کی جھوٹیڑی میں قیام ہے۔ پھر بادشاہ نے فیروز شاہ اور ضیاء برنی کو حکم دیا کہ شیخ کی خدمت میں ایک لاکھ شکر (روپیہ) انعام پیش کریں شیخ نے جب اس گراں قدر انعام کو سنا تو کہا نعوذ باللہ یہ فقیر ایک لاکھ شکر (روپیہ) قبول کر لے چنانچہ فیروز اور ضیاء برنی دونوں نے بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ شیخ قبول نہیں کرتے۔ فرمان ہوا پچاس ہزار شکر (روپیہ) دے دیئے جائیں وہ بھی قبول نہ کیا بالآخر دو ہزار مقرر ہوئے وہ بھی قبول نہ کئے اور کہا سبحان اللہ فقیر کو دوسیر کھجڑی در ایک چھٹانک گھی کافی ہے۔ ہزاروں روپے کی اسے کوئی ضرورت نہیں جس پر فیروز شاہ اور ضیاء برنی نے عرض کیا کہ ہم اس سے کم کا دربار شاہی میں تذکرہ بھی نہیں کر سکتے بالآخر ضرورت کے موافق شیخ نے انعام شاہی میں سے کچھ رقم قبول کی جو اپنے پیران کرام کے مزارات پر خرچ کر دی اور باقی دوسرے فقیروں کو دیدی۔ اس کے تھوڑے دنوں بعد شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ ہانسی روانہ ہو گئے آپ کا مزار بھی آپ کے دادا کے مقبرہ میں ہے۔ آپ کی ولادت ۶۵۲ھ اور وصال ۷۶۰ھ میں ہے۔

(اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل کرے)

شیخ نور الدین ہانسوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ قطب الدین ہانسوی کے فرزند ہیں۔

حکایت: سلطان محمد تغلق بادشاہ جب شیخ قطب الدین منور کو اپنے دربار میں لایا تو آپ بھی پیچھے پیچھے شاہی دربار میں پہنچ گئے۔ چونکہ کم عمر تھے یہاں پہنچ کر شاہی رعب و داب اور شاہی شان و شوکت اور امراء سلطنت کا ہجوم دیکھا تو گھبرا کر بے ہوش ہو گئے۔ شیخ قطب الدین منور کو جب معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا بابا نور الدین سنو۔ بزرگی اور کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے شیخ نور الدین کا بیان ہے۔ والد ماجد کی یہ بات سن کر ہی میرا دل اتنا تو ہی ہو گیا۔ کہ پھر وہ سارا شاہی

رب وداب میرے دل سے فوراً ہی کافور ہو گیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل کرے آپ کا مزار بھی آپ ہی کے باپ دادا کے گنبد میں ہے۔
آپ کی ولادت ۱۹۷۷ء میں اور وصال ۷۶ء میں ہوئی۔

شیخ حسام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت محبوب الہی کے خلیفہ تھے۔ قدیم بزرگوں کے طریقہ پر گامزن رہے۔ زہد، پارسائی اور درویشی کے اعتبار سے ہم عصر بزرگوں میں سر بلند و ممتاز تھے آپ صاحب اولاد بھی تھے۔
حضرت محبوب الہی نے فرمایا شہر دہلی حسام الدین کی نگرانی میں ہے کہتے ہیں ایک دن شیخ ملتانی کہیں جا رہے تھے جائے نماز ان کے کندھے پر سے گر گئی اور انہیں اس کی خبر نہ ہوئی۔ جب تھوڑی دور آگے چلے تو پیچھے سے ایک شخص نے شیخ کو روک کر کہنے لگے کہ آپ اپنے کو شیخ نہیں سمجھتے تھے اس لیے اس آواز شیخ پر پلٹ کر نہیں دیکھا بالآخر وہ شخص آپ کے پیچھے سے دوڑتا آیا اور قریب پہنچ کر کہنے لگا میں نے آپ کو کئی بار آواز دی کہ شیخ اپنی جائے نماز لیتے جائے لیکن آپ نے نہیں سنا آپ نے فرمایا بھائی میں شیخ نہیں بلکہ ادھر افسیر ہوں۔

لوگوں میں مشہور ہے کہ شریعت کی کتابوں میں ہے ہدایہ اور بزودی اور طریقت کی کتابوں میں سے قوت القلوب اور احیاء العلوم اکثر آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں۔

حکایت: شیخ حسام الدین بعد زیارت کعبہ دہلی آ کر اپنے پیر و مرشد حضرت محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت محبوب الہی نے فرمایا جو کوئی خانہ کعبہ کی زیارت کر لے تو اسے چاہیے کہ روضہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی علیحدہ نیت کر کے جائے تاکہ طفیل نہ بنے بلکہ خاص زیارت سرور عالم ﷺ سے شرف اندوزی کی سعادت حاصل کر سکے۔ پیر و مرشد کا یہ حکم سنتے ہی شیخ ملتانی فوراً نکلے پاؤں دوسرے ہی دن زیارت روضہ رسالت مآب ﷺ کے لیے روانہ ہو گئے۔

حکایت: خیر الجالس میں شیخ چراغ دہلوی فرماتے ہیں کہ ایک دن مولانا حسام الدین ملتانی مولانا جمال الدین نصرت خانی اور مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ یہ تینوں پیر و مرشد محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا حسام الدین کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا جو رات بھر عبادت کر لے تو وہ بیوہ عورتوں جیسا کام کرتا ہے۔ اور اتنا کام تو

کمزور عورت کر سکتی ہے۔ اگر اللہ کے بندوں کے امور میں مشغول رہ کر پھر عبادت کی جائے تو اس کو واقعی ذکر الہی کہتے ہیں اور اس کا نام شغل ہے مولانا حسام الدین اور آپ کے ساتھی منظر رہے کہ شیخ یہ بیان ختم فرمائیں۔ لیکن آپ نے اس مجلس میں صرف یہی بیان اس قدر وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا کہ اگر میں اسے بیان کروں تو چھ ماہ صرف ہو جائیں۔

حکایت: ایک مرتبہ یہی تینوں دوست شیخ کی خدمت میں حاضر تھے کہ سلطان علاؤ الدین غلامی کا خصوصی نشی پردہ اٹھا کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور زمین بوسی کے بعد بیٹھ گیا شیخ نے پوچھا کہاں تھے؟ اس نے جواب دیا محل سرائے شاہی میں تھا۔ سلطان نے پچاس ہزار ٹنکہ (روپیہ) آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کئے ہیں۔ شیخ نے مولانا حسام الدین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا شاہی انعام اچھا ہے یا تم سے وعدہ کا انعام بہتر ہے۔ حاضرین مجلس نے عرض کیا وعدہ ایفائی بہتر ہے۔

شغل مراتب: اس مجلس مذکورہ میں حضرت محبوب الہی نے فرمایا شغل سابکان کی بنیاد پر چیزوں پر ہے۔ تنہائی اختیار کی جائے اور کسی طرح بھی خواہشات نفسانی کی

بیروی کرتے ہوئے اپنی شامت کو نگلے کا ہار نہ بنایا جائے۔ ہمیشہ با وضو رہے اور جب نیند کا غلبہ زیادہ ہو تو فوراً سو جائے اور بیدار ہونے کے بعد فوراً وضو کر لے۔ ہمیشہ روزہ دار رہے۔ غلط بات نہ کہے بلکہ خاموش رہے۔ اپنے شیخ کی طرف اپنے دل کا رابطہ پیدا کر کے ہمیشہ ذکر الہی کرے جس کے معنی یہ ہیں کہ مرید اپنے شیخ سے دلی لگاؤ پیدا کرے۔ اپنے دل سے غیر اللہ کو نکال باہر پھینک مارے۔

حکایت: شیخ حسام الدین ملتانی کو جب خلافت کا منصب عطا کیا گیا تو آپ نے مزید ہندو نصائح کی خواہش ظاہر کی جس پر شیخ محبوب الہی نے اپنی آستین سے ہاتھ باہر نکال کر انگشت شہادت سے مولانا حسام الدین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ترک دنیا، ترک دنیا، ترک دنیا اس کے بعد فرمایا مریدوں کے اضافہ کی کوشش نہ کرنا مولانا نے عرض کیا اگر حکم ہو تو دریا کے کنارہ جنگل میں سکونت اختیار کروں۔ شہر کے کنوؤں کے پانی سے وضو کرنے میں تسلی نہیں ہوتی شیخ نے فرمایا شہر میں رہو اور اس طرح رہو گویا کہ تم ایک شہری ہو۔ اگر شہر سے باہر دریا کے کنارہ رہو گے تو شہر کے غریب لوگ تمہارے مسکن پہ جائیں گے اور آپس میں کہیں گے کہ نکلاں درویش فلاں مقام پر ٹھہرے ہیں۔ ارو پھر وہاں یہ لوگ تمہاری عبادت میں مزاحمت کریں گے۔ ہاں کنوئیں کا پانی جس میں علماء کا اختلاف ہے اگرچہ شرعی طور پر بڑی گنجائش اور وسعت ہے اس

کے بعد مولانا نے کہا کہ پہلے اس فقیر کو کوئی نذرانہ وغیرہ مل جاتا تھا تو اس میں سے کچھ تو بچوں کو دے دیتا اور کچھ آنے جانے والوں کے لیے رکھ لیتا تھا۔ اب عرصہ سے کوئی چیز نہیں ملی۔ سلسلہ منقطع ہے بال بچے پریشان اور آنے جانے والے محروم و مایوس ہیں فرمائیے کیا ایسے موقع پر قرض لوں۔ پیر و مرشد محبوب الہی نے فرمایا کہ اگر تم تدبیر کے پیچھے پڑ گئے درویشی کیسے کر سکو گے۔ درویش تو وہ ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہو خرچ کر دے اگر کچھ نہ ہو تو صبر و شکر کر لے۔ اور مایوسی سے دور رہے نیز تدابیر سے بھی خود کو علیحدہ رکھے۔ پھر فرمایا درویش کو ہر جانی نہ ہونا چاہیے۔

ہرجائی کی قسمیں:

ہرجائی کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ صوری

۲۔ معنوی

صوری: صوری درویش وہ ہیں جو لوگوں کے گھروں پر جاتے ہیں اور مانگتے پھرتے ہیں۔ اور معنوی درویش وہ ہیں جو اپنے گھر میں رہ کر یا الہی میں مشغول رہتے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ زید عمر سے کچھ نہ کچھ مل ہی جائے گا۔

صوری درویش یعنی ہرجائی ظاہری فقیر مانگتا پھرتا ہے وہ معنوی درویش سے اس لیے بہتر ہے کہ جیسا وہ ہے ویسا ہی خود کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی اس کا ظاہر اور باطن یکساں ہے اور معنوی درویش یعنی وہ ہرجائی پوشیدہ فقیر جو خود کو یا الہی میں مشغول رہنا ظاہر کرتا ہے اور اندرونی طور پر در بدر پھرتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

حکایت: مولانا حسام الدین نے کہا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے پیر و مرشد محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا اے شیخ لوگ مجھ سے کرامت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ شیخ نے جواب فرمایا دروازہ غیب پر ثابت قدم رہنا ہی کرامت ہے تم اپنے کام میں مشغول رہو لوگ کتنی کرامتیں طلب کریں گے۔

حکایت: جس سال سلطان محمد نے دہلی والوں کو ایک نیا شہر دیوگیر آباد کرنے کے لیے دہلی سے بھیجنا شروع کیا تو مولانا حسام مال دین دہلی سے گجرات چلے گئے اور گجرات ہی میں رحمت حق سے بیوست ہو گئے۔ اور پٹن جو علاقہ گجرات کا قدیم شہر ہے وہاں مدفون ہوئے آپ کا مزار پٹن میں

مشہور و معروف ہے۔ (اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے)

مولانا فخر الدین زرا دی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

محبوب الہی کے خلیفہ بزرگ صاحب علم اور پرہیزگار تھے۔ ذوق و عشق کے متوالے امور شریعہ میں پوری قوت اور عظمت رکھتے تھے۔ ابتدائی زمانہ میں مولانا فخر الدین ہانسوی سے دہلی میں ظاہری درسی تعلیم حاصل کی۔ اپنی ذہانت سخن سنجی اور فصاحت بیانی کی وجہ سے شہر والوں میں سر بلند و ممتاز تھے۔ آخر کار شیخ المشائخ محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید ہوئے اور سرمنڈ وایا۔ طالب علموں کی صف سے نکل کر درویشوں کی زمرہ میں شریک ہوئے۔ اور غیاث پور میں سکونت اختیار کی اور پیر و مرشد کے انتقال کے بعد دریائے جمنہ کے کنارہ ایک محلہ (جسے اب فیروز آباد دہلی کہتے ہیں) میں مقیم ہوئے۔ تھوڑے دنوں حوض علانی پر ٹھہرے رہے۔ ایک عرصہ تک بستہ بند میں یاد الہی کرتے رہے جو پہاڑوں کے وسط میں ہے یہ مقام آپ کے زمانہ میں جنگل، بیابان اور شیروں کا مسکن تھا۔ اس کے بعد حضرت معین الدین چشتی کی زیارت کے لیے اجمیر شریف گئے اور وہاں سے شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کی زیارت کے لیے پاک پتن بھی گئے۔ غرضیکہ مولانا فخر الدین زرا دی نے عمر کا زیادہ حصہ سفر میں بسر کیا۔ جنگلوں اور بیابانوں میں عبادت کی اور ہمیشہ روزے رکھے۔

حکایت: مولانا زرا دی نے ایک مرتبہ محبوب الہی سے پوچھا تلاوت قرآن کریم افضل ہے یا ذکر الہی۔ محبوب الہی نے فرمایا کہ ذکر الہی کرنے والا اپنے مقصد تک جلد رسائی کر لیتا ہے۔ لیکن زوال رسائی کا خوف دامن گیر رہتا ہے۔ اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا اگر چہ دیر میں اپنے مقصد تک پہنچتا ہے لیکن اس میں زوال کا خوف نہیں۔

حکایت: شیخ نصیر الدین فرماتے تھے جو راز ہم پر ایک دو ماہ میں کھلتا مولانا فخر الدین زرا دی اسے ایک گھنٹہ میں حاصل کر لیتے تھے۔ جس زمانہ میں دہلی والوں کو دیو گیر لے جایا جا رہا تھا مولانا زرا دی بھی دیو گیر گئے۔ اور وہاں سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔

پھر وہاں سے بغداد گئے یہاں کتب حدیث کو تحقیق سے پڑھا۔ پھر قدیم وطن دہلی کی یاد میں واپس ہوئے راستے میں ایک کشتی میں بیٹھے تھے کہ وہ کشتی ڈوب گئی اور مولانا زرا دی نے جام شہادت نوش کیا۔

سلطان محمد تغلق باشندگان دہلی کو بمقام دیوگیر اس لیے بھیج رہا تھا تاکہ وہ ترکستان و خراساں پر قبضہ کر سکے اور وہاں سے آل چنگیز کو نکال باہر کر لے۔

چنانچہ سلطان نے دہلی میں تمام بڑے بڑے امراء کو حکم دیا کہ وہ حاضر ہوں اور ایک بڑا ذبیحہ لگو کر اس میں ایک ممبر رکھوایا تاکہ اس پر لوگوں کا کافروں سے جہاد کے لیے شوق دلائے اسی دن مولانا فخر الدین زرا دی، شیخ شمس الدین یحییٰ، اور نصیر الدین چراغ محمود ہلوی کو بھی طلب کیا خواجہ قطب الدین دبیر (وزیر تعلیمات) جو محبوب الہی کے مرید اور مولانا زرا دی کے شاگرد تھے وہ مولانا کو تمام معززین سے پہلے ہی دربار شاہی میں گئے مولانا بار بار کہہ رہے تھے کہ اس بادشاہ کے عمل کے سامنے میں اپنا سر غلطان و پیچان دیکھ رہا ہوں۔ میں کسی طرح بھی اس سے موافقت نہیں کروں گا۔ جب مولانا کی بادشاہ سے ملاقات ہوئی تو خواجہ قطب الدین دبیر مملکت مولانا کے جوتے اٹھائے اپنی بغل میں دبائے ہوئے کھڑے تھے۔ بادشاہ نے یہ حالت دیکھ لی لیکن خاموش رہا اور پھر مولانا سے گفتگو کرنے لگا دوران گفتگو میں اس نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ملعون چنگیزی خاندان کا تختہ الٹ دیں۔ کیا اس معاملہ میں آپ ہماری موافقت کریں گے مولانا نے کہا (انشاء اللہ تعالیٰ) جس پہ بادشاہ نے کہا یہ کلمہ شک ہے۔ تو مولانا نے فرمایا مستقبل کے لیے یونہی کہا جاتا ہے یہ سن کر بادشاہ نے بیچ و تاب کھاتے ہوئے کہا کہ آپ ہمیں کچھ نصیحت کیجئے تاکہ اسی پر عمل کیا جائے۔ مولانا نے کہا غصہ پیٹتے رہو۔ بادشاہ نے کہا کہ کونسا غصہ تب مولانا نے فرمایا اس سے پہلے سات سلطان نذر غصہ ہو چکے ہیں۔ پھر بادشاہ نے کھانا طلب کیا۔ جب دسترخوان لایا گیا تو مولانا نے مجبوراً چند لقمہ تناول فرمائے اور اس کے بعد دسترخوان چنا گیا تو مولانا نے مجبوراً تھوڑا سا کھایا۔ پھر دسترخوان اٹھانے کے بعد ان تمام آنے والے بزرگوں کے لئے اونی لباس اور ایک ایک ہزار روپیہ کے توڑے لائے گئے شیخ نصیر الدین محمود مولانا شمس الدین یحییٰ اور دیگر بزرگوں نے یہ تحفے قبول کئے اور واپس ہو گئے لیکن مولانا فخر الدین زرا دی کے ایک ہزار روپے کی تھیلی اور لباس کو خواجہ قطب الدین دبیر مملکت نے خود اپنے پاس اس خیال سے رکھ لیا کہ مولانا محترم اسے ہاتھ تک نہ لگائیں گے جس کی وجہ سے مولانا کی عزت میں فرق آجائے گا۔ جب تمام بزرگ رخصت ہو گئے تو بادشاہ نے خواجہ قطب الدین دبیر مملکت کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا اے بد نصیب اچھی تم نے یہ کیا بد تمیزیاں کیں۔ اور میری تلوار کے وار سے فخر الدین زرا دی کو بچا لیا۔ جس پر

دبیر مملکت نے عرض کیا اے سلطان! وہ میرے استاد اور میرے پیر و مرشد کے خلیفہ ہیں مجھے ان کی شان و شوکت باقی رکھنا ضروری تھی۔ بادشاہ نے کہا ان کفر آمیز اعتقادات سے پرہیز کر دو ورنہ تمہیں بھی مار ڈالوں گا۔ جس پر خواجہ دبیر مملکت نے کہا۔ زہے نصیب اگر مجھے حکومت میرے مخدوم کی خاطر ختم کر دے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور تمام صالح بندوں پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔

مولانا فخر الدین مروزی رحمۃ اللہ علیہ

قرآن پاک کے حافظ اور نہایت ہی متقی و پرہیزگار تھے قرآن پاک کی کتابت کرتے اور مخلوق سے دور تنہائی کی زندگی بسر کرتے تھے حضرت محبوب الہی کے مرید تھے آپ کی رجال غیب سے ملاقات تھی۔

ہکایت: آپ نے اپنے پیر و مرشد محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا ایک مرتبہ مجھے سخت پیاس لگی تھی میرے پاس کوئی آدمی بھی نہ تھا کہ اس پانی منگواؤں اسی دوران غیب سے پانی کا بھرا ہو کٹورا میرے پاس آیا۔ میں نے وہ کٹورا توڑ دیا پانی بہہ گیا اور میں نے اپنے دل میں کہا کرامت کے ذریعہ آیا ہوا پانی میں نہیں پیوں گا۔ یہ سن کر پیر و مرشد نے فرمایا پی لینا تھا کیونکہ اکثر اوقات یہی ہوتا ہے پھر ایک مرتبہ کہا میں کنگھی کرنا چاہتا تھا لیکن اس وقت میرے پاس کوئی آدمی نہ تھا جو کنگھی لے آتا۔ کہ اچانک دیوار شق ہوئی اور اس میں سے ایک کنگھی دکھائی دی چنانچہ وہ کنگھی لے کر میں نے اپنے بالوں کو سنواری۔

شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کا بیان ہے کہ مولانا فخر الدین مروزی جو کچھ کتابت کرتے ہیں اس کی اجرت کا تعین لوگوں سے کراتے۔ جب لوگ کہتے کہ ایک جز کی اجرت کتابت چھ آنے ہوتی ہے تو فرماتے میں صرف چار جیتل (سکہ) لوں گا۔ اس سے زیادہ نہیں لوں گا اور اگر کوئی چار پیسہ سے بطور تبرک زیادہ دے گا تو میں ہرگز قبول نہیں کروں گا۔ جب بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ کمزور ہو گئے تو کتابت کرنا چھوڑ دی تھی اس پر سب سے بڑے تاجر قاضی حمید الدین نے سلطان علاؤ الدین خلجی کے دربار میں معروضہ پیش کیا کہ مولانا فخر الدین مروزی بہت بڑے ہیں، کتابت پر گزر رہے ہیں۔ لیکن اب بڑھاپے کی وجہ سے کتابت نہیں کر سکتے۔ اس لیے بیت المال سے کچھ وظیفہ مقرر کیا جائے تو مناسب ہوگا۔

درخواست قبول کرتے ہوئے بادشاہ نے روزانہ ایک فنکہ (درہم) دینے کا فرمان کیا تو

امبار الالہیہ
آپ نے فرمایا میں نہ لوں گا مجھے تو صرف وہی چھ آنہ دو۔ غرضیکہ بڑی کدود کے بعد آپ نے بارہ آنے لینا منظور کیا۔

حضرت محبوب الہی نے اپنے دست مبارک سے خود آپ کو ایک خط لکھا جس
مکتوب شیخ: میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار کیا اور لکھا کہ اصحاب طریقت اور اہل حقیقت کا۔

اس امر پر اتفاق ہے کہ انسانوں کا سب سے بڑا مقصد اور عظیم الشان مطلب صرف اللہ تعالیٰ کی
محبت کا حصول ہے اور اس محبت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک محبت ذاتی جو عطیہ قدرت ہے اور دوسری
محبت جو کسب ہے عطیہ قدرت سے کسب و عمل کو کوئی تعلق نہیں لیکن کیونکہ کردار عمل کا تعلق صرف
انسان کی اپنی ذات سے متعلق ہے۔ محبت حاصل کرنے کا طریقہ صرف دائمی ذکر پر منحصر ہے جس
کے لیے ضروری ہے کہ غیر اللہ سے دل کو بالکل خالی رکھے۔ اور با فراغت رہے۔ اس با فراغت
رہنے کے لیے بھی چار چیزوں سے دور رہے۔

اور جو چیز کہ شرط میں رکاوٹیں ڈالتی ہے وہی مشروط میں بھی مانع و مخرام ہوتی ہے۔ اور وہ
چار چیزیں جن سے دور رہنا ضروری ہے یہ ہیں۔

(1) تمام مخلوق، (2) دنیا (3) نفسانی خواہشات اور (4) شیطان۔ تمام مخلوق سے دور
رہنے کی ترکیب گوشہ نشینی و عزلت ہے۔ دنیا سے دور رہنے کی ترکیب قناعت ہے۔ اور دنیا و
شیطان سے بچنے کی ترکیب ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجائیں اور آرزوئیں۔ فقط والسلام۔
ملاحظہ: مشہور یہ ہے کہ شیطان سے دور رہنے کی ترکیب ذکر الہی اور خواہشات نفسانی سے محفوظ
رہنے کا طریقہ صرف اللہ تعالیٰ کے حضور میں التجائیں و آرزوئیں پیش کرنا ہے۔

مولانا علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ اودھ کے علماء میں سے پاکیزہ روش اور معاملہ کے صاف تھے اودھ کے شیخ الاسلام
مولانا فرید الدین سے جب آپ کی تفسیر کشاف پڑھتے تھے تو دوسرے علماء مثلاً شمس الدین بکلی
دلمیرہ سامعین کی صف میں بیٹھتے تھے آپ علماء جیسا لباس پہنتے تھے لیکن تصوف کے اوصاف سے
مہرور تھے۔ اگرچہ اپنے پیرومرشد شیخ نظام الدین اولیاء کی جانب سے پوری طرح مجاز بیعت
تھے لیکن پھر بھی کسی کو مرید نہ کرتے عام طور پر کہا کرتے تھے اگر حضرت محبوب الہی بیٹھے زندہ

ہوتے تو میں آپ کا دیا ہوا خلافت نامہ آپ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کرتا یہ مذہبی کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد محبوب الہی سے بے انتہا محبت تھی۔

فائدہ: مورخین کا بیان ہے کہ آپ نے آخری عمر میں حضرت محبوب الہی کے ملفوظات فوائد الفواد کو خود نقل کیا تھا وہی اپنے پاس رکھتے اور اس مطالعہ کرتے رہتے تھے اور اسی کو وظیفہ بنا لیا تھا۔ لوگوں نے پوچھا آپ کے پاس ہر علم و فن کی کتابوں کا ذخیرہ ہے لیکن آپ فوائد الفواد کے علاوہ دوسری کتب کی طرف کوئی توجہ کیوں نہیں کرتے فرمایا کہ علم سلوک و دیگر علوم کی کتابوں سے دیا بھری پڑی ہے لیکن پیر و مرشد کے ملفوظات جو میرے لیے روح افزا ہیں اور جن میں میرے لیے نجات کا سامان ہے یہ کہیں اور نہیں ملتا۔

سرائیم تو باید صبا کجا ست کہ نیست

کجاست زلف تو مشک کجاست کہ نیست

ترجمہ: ہاد صبا ہر جگہ موجود ہے لیکن مجھے آپ کی طرف کی آئی ہوئی بادیسم درکار ہے مشک قطن ہر جگہ دستیاب ہوتا ہے لیکن آپ کی زلف مشک میں طلب گار ہوں۔

ہزار: آپ کا مزار چبوترہ یاران کے پاس ہے آ۔ یر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

شیخ برہان الدین غریب رحمۃ اللہ علیہ

آپ م۔ حب ذوق و شوق تھے اور قوالی کے شیدائی تھے اس زمانہ کے صاحبان علم و فضل جیسے اور امیر خسرو اور امیر حسن اور دوسرے خوش مزاج حضرات آپ کی محبت کے اسیر تھے، شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی خسرو جب دہلی میں تشریف لاتے آپ کے گھر میں ٹھہرتے تھے۔ شیخ برہان الدین غریب اپنے پیر و مرشد محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ پر راسخ اعتقاد تھا۔ آپ نے عمر بھر کبھی بھی غیاث پور کی طرف پیم نہیں کی۔ محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

واقعہ خلافت: سیر الاولیاء میں ہے کہ خواجہ بہشر (جو شیخ محبوب الہی کے قدیم خادم تھے) اور سید حسین و سید خاموش نے باہم مشورہ کیا شیخ برہان الدین غریب ہمارے

پیر و مرشد محبوب الہی کے بہت پرانے مرید ہیں۔ وہ ہم سب لوگوں میں ممتاز و سر بلند ہیں اس لئے ان کو وظیفہ بنانے کے لیے پیر و مرشد کی خدمت عرض کیا جائے۔ چنانچہ یہ سب اس باہمی مشورہ کے

بعد ان کو پیر و مرشد کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ برہان الدین آپ کے قدیم مرید، پابوسی کے لئے حاضر اور نوازش کے امیدوار ہیں۔ اسی دوران برہان الدین بھی حاضر ہو گئے۔ اقبال خادم نے وہ ٹوپی اور خرقة جو حضرت محبوب الہی نے اسے دیا تھا سامنے پیش کیا۔ محبوب الہی نے اس پر دست مبارک رکھا۔ اور ان لوگوں نے وہ خرقة و ٹوپی برہان الدین غریب کو پہنا دی اور کہا آپ بھی خلیفہ ہیں۔ حضرت محبوب الہی یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھتے رہے اور خاموشی دراصل رضا ہی تھی۔

حکایت: ایک دفعہ حضرت محبوب الہی اور شیخ برہان الدین غریب میں شکر رنجی ہو گئی واقعہ یہ ہوا تھا کہ شیخ برہان الدین غریب بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور فطری طور پر بھی بہت کمزور و بے پستے تھے اسی لئے کبیل تہہ کر کے اس پر اپنے گھر میں بیٹھا کرتے تھے۔ علی زعمیلی اور ملک نصرت جو سلطان علاؤ الدین خلجی کے رشتہ دار تھے اور محبوب الہی کے مرید بن کر اپنا سرمنڈوا چکے تھے ان دونوں نے برہان الدین کی اس نشست کو اچھے انداز میں محبوب الہی کے سامنے پیش کیا کہ وہ سجادہ نشینی کر رہے ہیں۔ اور اپنی نشست پیروں و مشائخ کی طرح انجام دے رہے ہیں۔ محبوب الہی یہ سن کر کچھ رنجیدہ ہوئے۔ جب برہان الدین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے بات نہیں کی۔ مجلس درخواست ہوئی تو برہان الدین جماعت خانہ میں حاضر ہوئے تو اقبال خادم نے محبوب الہی کا حکم سنایا کہ آپ ابھی چلے جائیں چنانچہ برہان الدین حیران و پریشان اپنے گھر لوٹ گئے۔ اور گریہ و زاری کرنے لگے شہر کے لوگ آپ سے ملنے آتے رہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایک دن امیر خسرو اپنا عمامہ اپنی گردن میں ڈال کر محبوب الہی کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اے ترک! کیا بات ہے؟ یہاں برہان الدین کی معافی کا خواستگار ہوں یہ سن کر محبوب الہی مسکرائے اور فرمایا کہاں ہے اسے بلاؤ۔ مولانا برہان الدین غریب اور امیر خسرو دونوں اپنے عمامہ اپنی گردن میں ڈالے ہوئے محبوب الہی کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین بوس ہوئے۔

برہان الدین کا جرم محبوب الہی نے معاف فرمایا اور برہان الدین نے دوبارہ بیعت کی عہد و مرشد کے انتقال کے بعد برہان الدین غریب صرف چند سال زندہ رہے اور لوگوں سے بیعت لیتے رہے۔ اور پھر دیو گریہ پتھج کروفاٹ پائی یہیں آپ کا مزار بھی ہے۔ اور شہر برہان پور آپ ہی کے نام سے مشہور و آباد ہے۔ جہاں کے حاکم آپ کے معتقد تھے آپ پر اللہ رحمتیں نازل کرے

مولانا علی شاہ جان داد رحمۃ اللہ علیہ

آپ محبوب الہی کے مرید تھے آپ نے اپنی تصنیف ”خلاصۃ الطائف“ بزبان عربی لکھا ہے جس کا ترجمہ ہے: ”میں نے اپنے مرشد و آقا شیخ نظام الدین اولیاء کو بحالت مراقبہ دیکھا تو میں آپ کی نشست میں جانے لگا۔ ایک دفعہ میں نے جا کر دیکھا کہ شیخ بیٹھے ہیں اجتماع بہترین بھی ہوئی ہوئی۔ ہر چیز اپنی جگہ خاموش ہے۔ آپ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں آپ نے مجھے نہ پہچانے ہوئے فرمایا تم کون ہو۔ یہ دیکھ کر میں نے اُلٹے پاؤں لوٹنے کا ارادہ کیا وہ اپنی مست آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ پھر فرمایا فقیر کو چاہیے کہ وہ اپنے دل میں خشوع و خضوع اور اس امر کا تصور کر لے کہ وہ اللہ کے سامنے حاضر ہے۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا چلے جاؤ اور اپنے ساتھیوں کے پاس بیٹھ جاؤ۔ میں اس وقت مشغول ہوں۔ اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے۔

شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ بدر الدین سلیمان کے صاحبزادہ اور شیخ فرید الدین گنج شکر کے براہ راست سجادہ نشین تھے۔ سولہ سال کی عمر میں سجادہ نشین ہوئے اور چون (54) سال تک مسلسل حق سجادگی بوجہ اتم ادا کرتے رہے۔ آپ کی انکی زندگی میں بلندی عظمت اور کرامت کی شہرت دنیا میں پھیل گئی تھی زندگی بھر جامع مسجد کے سوا کہیں نہیں گئے۔ حکام اور امراء سے بالکل مستغنی رہے۔ اور عمر بھر روزے رکھے۔ ایک پہر رات گزرنے کے بعد کچھ کھانی لیتے۔ غذا بالکل ہی قلیل تھی۔ فیاضی اور بخشش میں بے مثال اور طہارت و لیاقت میں لاٹانی تھے امیر خسرو نے آپ کی تعریف میں قصیدہ لکھا اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

اشعار قصیدہ از امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

- 1- علای دنیا و دین شیخ و شجرادہ عمر کہ شد بمرتبہ قائم مقام شیخ فرید
- 2- زتاب نور تجلی چو کر درویش، عرق ہزار چشمہ خورشید از جبین ہنک
- 3- مگر کہ دید ثریا بلندی قد رش کہ تا قیامت کہ خواہد بر آسمان خندہ

- 4- ہے بہ روشنی از بدر خورشید لے زبدر زادن خورشید تا بدار کہ دید
- 5- چوسا کنان سپہراز حواض امکن گشت کے کہ در پنہ نہ ذیل عصمت
- 6- ز بہر چہ تو چرخ پہرہ زانجم کرد زمشتری رگ جانش برائے رشتہ کشید
- 7- زہے خفتم شب در سواد مدحت تو چوپیر در شب قدزو چو طفل در شب عید
- 8- حیات بخش جہانے دم مسکی تست چہ حد گفتن خسرو کہ عمر تو بزمید

(۱) اے دین و دنیا کے علاء، شیخ اور مانہ کے شخڑادہ جو مرتبہ میں نائب ہیں شیخ آپ شیخ فرید کے۔
(۲) جب اس کے چہرے سے نور چمکی کی تاب سے پسینہ گرتا ہے تر ہزار ہا سورج کو اس کی پیشانی شرمندہ کرتی ہے۔ (۳) اور اگر اس کی بلندی مرتب کو شریا دیکھ لے تو قیامت تک آسمان پر خوش رہے۔

(۴) اس بدر زادہ سے خورشید روشنی طلب کرے اگر اس بدر کو خورشید دیکھ لے اس سے تابداری پیدا کرے۔ (۵) اس دنیا کے رہنے والے زمانہ کی گردش سے بیخوف ہو جائیں مثل اس آدمی کو جو تیری عظمت کے دامن میں پناہ لے کر بیٹھ جائے۔ (۶) آپ کی تسبیح کے دانوں کے لیے سورج ستارے لایا ہے اور تسبیح کے دانوں کو پرونے کے لیے زہرہ نے اپنی رگ جان پیش کی ہے۔ (۷) تری مدح کے لیے رات کو لوگوں کے ساتھ میرا بیدار ہونا اس طرح ہے جس طرح بڑے مرد شب قدر میں اور بچے عید میں اٹھتے ہیں۔ (۸) تیری مسیحا نے جہاں کوئی زندگی بخشی ہے تیری تعریف کے لیے خسرو کی یہ عمر کم اور بنا کافی ہے۔

ہذا: آپ کا مزار شیخ فرید گنج شکر کے روضہ کے قریب ہے جس پر آپ کے مرید و معتقد سلطان تعلق نے عالیشان گنبد بنوایا اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آپ ۶۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کی وصال ۷۱۰ھ میں ہوا۔

خواجہ محمد رحمۃ اللہ علیہ

مولانا بدر الدین اعظمی کے صاحبزادہ اور شیخ گنج شکر کے نواسوں میں سے جامع علوم اور حاوی فنون تھے۔ اور علم حکمت میں بھی دسترس تھی علم موسیقی میں خاص کمال تھا اور شوق سے اطاعت و عبادت الہی کرتے تھے اور محبوب الہی کے امام بھی تھے۔
لغزہ: محبوب الہی کے ملفوظات کو جمع کر کے اس کا نام افوار الجالس رکھا تھا ایک دفعہ ابو بکر لوسی کی

خانقاہ (جولب دریا تھی) میں قوالی ہو رہی تھی محبوب الہی بھی وہاں موجود تھے قوال بہت کوشش کر رہے تھے لیکن حاضرین مجلس میں سے کسی کو وجد و حال نہ ہوا تھا حضرت محبوب الہی نے کہا قوالی ختم کر کے بزرگوں کے حالات و قصے بیان کئے جائیں۔ جب بزرگوں کے حالات سنائے جانے لگے تو لوگوں پر وجد طاری ہو گیا اور سب جھومنے لگے اسی دوران علی زعمیلی نے شیخ بدرالدین پانی پتی (جو شیخ بدرالدین غزنوی کے خلیفہ تھے) کی طرف متوجہ ہو کر کہا ہم تو قوالی کے خواہشمند تھے اور محبوب الہی نے خواجہ محمد امام کی جانب اٹھنے کا اشارہ کیا چنانچہ یہ دونوں بزرگ اس جگہ سے اٹھ کر قوالوں کی جگہ جا بیٹھے اور ایک غزل شروع کر دی جب اس شعر پہ پہنچے۔

ہرے خبری کہ بنی امشب از من ہمہ در گذارتاروز
ترجمہ: اس رات میں جو کچھ غیر باتیں دیکھو وہ تمام صبح ہونے تک معاف رکھو شیخ نظام پانی پتی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور دوسرے لوگوں پہ ایک عجیب سی کیفیت جاری تھی حاضرین سے ذوق و شوق ظاہر ہو رہا تھا (اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے)

خواجہ عزیز الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی والدہ شیخ سنج شکر کی صاحبزادی تھیں آپ نے بھی محبوب الہی کے ملفوظات جمع کر کے ان کا نام تحفۃ الابراور کرامت الاخبار رکھا ہے قاضی محی الدین کاشانی کے شاگرد اور فن کتابت میں بے مثال تھے۔

حکایت: خواجہ عزیز الدین صوفی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ میں ایک دفعہ محبوب الہی رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ قبلہ رودوزانوں اس طرح بیٹھے تھے کہ ان کی آنکھیں اور روئے مبارک آسمان کی طرف تھا وہ جمال پروردگار میں محو مستغرق تھے۔

میں خوف زدہ ہو گیا کہ ایسے نازک وقت میں آیا ہوں کہ جب کہ ٹھہر سکتا ہوں نہ واپس جا سکتا ہوں شش و پنج میں ایک گھنٹہ گزرا ہا اور اس دوران خادم وغیرہ کوئی نہ آیا اس کے محبوب الہی نے اس طرح جبر جبری لے جیسے کوئی چڑیا پھڑ پھڑاتی ہے پھر آپ اپنی اصلی حالت میں آ گئے آپ نے اپنی آنکھوں پہ اپنے ہاتھ پھیرے اور مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟

میں نے عرض کیا عزیز ہوں اس کے بعد آپ نے شفقت فرمائی اور مہربانیوں سے نوازا اللہ

آپ پر رحمتیں نازل کرے آپ کی ولادت ۶۲۷ھ اور وصال ۶۹۱ھ میں ہوا۔

خواجہ تقی الدین نوح عیسیٰ

آپ محبوب الہی کی بھانجی کے فرزند تھے اور حافظ قرآن تھے۔

مقامات: ایک دن محبوب الہی نے آپ کو اپنی بیماری کے زمانہ میں بلا کر خلافت دیتے ہوئے نصیحت کی تمہیں جو کچھ ملے اس پر صبر و شکر کرنا اگر کچھ نہ ملے تو اپنے دل کو ڈانواؤں سے نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ تم کو ضرور دے گا نیز کسی کا برانہ چاہنا اور ظلم و ستم کا بدلہ بخشش و کرم سے دینا جاگیر اور وسیلے قبول نہ کرنا کیونکہ دو پیش و وظیفہ خوار نہیں ہوتے اگر تم ان نصیحتوں پر عمل کرو گے تو بادشاہ تمہارے در پر حاضر باش ہوں گے آپ ابھی نو جوان ہی تھے کہ حضرت محبوب الہی کی زندگی ہی میں رحمت حق میں بیست ہو گئے ۶۶۶ھ میں ولادت اور وصال ۶۹۹ھ میں ہوا۔

سید محمد بن سید محمود کرمانی عیسیٰ

آپ تجارت کیلئے کرمان سے لاہور آتے اور واپسی پر پاکپتن میں شیخ فرید الدین گنج شکر سے ملاقات کرتے ہوئے ملتان جایا کرتے تھے یہاں آپ کے چچا سید احمد کرمانی رہا کرتے تھے۔ اسی آمد و رفت کے دوران آپ کو شیخ گنج شکر رحمہ اللہ سے الفت ہو گئی چنانچہ کرمان کا کاروبار چھوڑ کر مستقل طور پر اپنے چچا سید احمد کرمانی کے پاس ملتان آ گئے اور پھر وہاں سے شیخ گنج شکر کے مرید ہونے کیلئے پاک پتن روانہ ہونے لگے تو آپ کے چچا نے کہا شیخ الاسلام بہاؤ اللہ بن زکریا بھی بڑے بزرگ ہیں جس پہ سید محمد نے کہا سب سے محبت نہیں جو سستی پاک پتن آ کر شیخ گنج شکر کے مرید ہو گئے اور خوب ریاضت و مجاہدہ کیا پھر شیخ گنج شکر کے انتقال کے بعد محبوب الہی کے خدمت میں حاضر ہو کر ان کی صحبت سے مستفیض ہوئے اور ان کے بڑے دوستوں میں شمار کیلئے جانے لگے جمعہ کی رات میں ۱۱۷ھ کو وفات پائی اور چہوتہ یاران میں مدفون ہوئے (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے) آپ کی ولادت 629ھ میں ہوئی۔

حضرت سید محمد عیسیٰ

ابن سید مبارک بن سید محمود کرمانی رحمہ اللہ جنہوں نے سیر الاولیاء لکھی ہے جس میں مشائخ جنت کے حالات ہیں آپ بچپن ہی میں محبوب الہی کے مرید ہوئے اور شیخ کی بعض مجالس میں

شرکت کی شیخ کی وفات کے بعد شیخ کے بعض خلفاء سے استفادہ کیا بالخصوص شیخ چراغ دہلوی سے زیادہ فیض یاب ہوئے۔ آپ اکثر اپنے پیرومرشد محبوب الہی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا کرتے تھے آپ نے کئی مرتبہ تجدید بیعت کی آپ کے والد، چچا اور دادا سب کے سب حضرت شیخ محبوب الہی کے رشتہ دار تھے آپ نے اپنی تالیف سیر الاولیاء میں جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے آبائے کرام کے ارباب سے لکھا ہے آپ کی ولادت ۱۹۷۱ء میں اور وصال ۱۷۷۱ء میں ہوا (اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے)

مولانا شمس الدین یحییٰ رحمۃ اللہ

آپ محبوب الہی کے ممتاز خلیفہ اور اپنے رفقاء میں شیخ کے معزز و کرم و صاحب صدر شمار ہوتے تھے۔ دہلی کے مشہور عالم تھے۔ اکثر دہلی والے آپ کے شاگرد تھے اور آپ کی شاگردی پر فخر و ازا کرنے تھے۔ آپ نے مشارق کی شرح بھی لکھی ہے جس میں تحریر کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کبھی اٹنے پاؤں واپس نہیں ہوئے۔ آپ اودھ سے تحصیل علوم کی خاطر دہلی آئے ہوئے تھے۔ انہی دنوں محبوب الہی کی کرامات کا چرچا سنا تو ایک دن مولانا صدر الدین نادہ کے ساتھ شیخ کی خدمت میں آئے۔ شیخ نے پوچھا کیا تم یہیں شہر میں رہتے ہو۔ اور کیا پڑھتے ہو؟ شمس الدین یحییٰ نے کہا مولانا ظہیر الدین بکری سے اصول زدوی پڑھتا ہوں۔ شیخ نے مشہور مشکل مقامات پوچھے تو شمس الدین یحییٰ نے جواب دیا ہمارا یہیں تک سبق ہوا ہے اور یہ مسئلہ ہماری بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ تب شیخ نے مشکل مقامات کی تشریح بیان فرمائی اس سے شیخ کی عقیدت شمس الدین یحییٰ کے دل میں بیٹھ گئی۔ اور پھر ایک عرصہ کے بعد مولانا شمس الدین یحییٰ نے محبوب الہی کے ہاتھ پر بیعت کی اور مرتبہ کمال حاصل کیا آپ لوگوں کے رسم و راج اور عادات و تکلفات وغیرہ سے بالکل دور رہنے نیز شادی بھی نہیں کی خلافت ملنے کے بعد شاز و نادر کسی کو مرید کیا۔ عام طور پر بیعت لینے سے احتراز کرتے اور کہتے تھے اگر اس کاغذ پر پیرومرشد محبوب الہی رحمہ اللہ کے دست خاص کی تحریر نہ ہو تو میں ہرگز یہ کاغذ اپنے پاس نہ رکھتا کہتے ہیں کہ چراغ دہلوی نے آپ کی تعریف میں یہ شعر لکھا۔

سالت العلم من احیاء حقاً

فقال العلم شمس الدین یحییٰ

میر نے علم سے پوچھا کہ کس نے تم کو زندہ کیا اس نے جواب دیا کہ شمس الدین یحییٰ نے۔

حکایت: جس زمانہ میں عام لوگوں بالخصوص مشائخ کے حق میں سلطان محمد تغلق کے ظلم و ستم کی تلوار بنام سے نکلی ہوئی تھی اس نے مولانا شمس الدین یحییٰ کو طلب کر کے کہا آپ جیسے عقلمند یہاں کیا کرتے ہیں آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ کشمیر چلے جائیں اور وہاں کے مندروں میں بیٹھ کر خلق خدا کو اسلام کی دعوت دیں۔

سلطان سے واپس ہو کر آپ نے کشمیر جانے کا سامان سفر شروع کیا۔ اور پھر کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ پیر و مرشد محبوب الہی مجھے اپنے پاس طلب فرما رہے ہیں آپ لوگ اس بارے میں مشورہ دیتے ہیں۔ میں تو پیر و مرشد کی خدمت جا رہا ہوں دیکھیے وہ مجھے کہاں بھیجتے ہیں۔ چنانچہ دس دن آپ مولانا شمس الدین یحییٰ کے سینہ پر ایک ذیل نمودار ہوا اور آپ سخت بیمار ہو گئے۔

آپ کی بیماری کی اطلاع سلطان کو ملی تو اس نے آپ کو دربار میں بلوا بھیجا کہ شاید مولانا شمس الدین یحییٰ نے بہانہ کیا ہے اس دوران آپ اس دنیا سے کوچ کر گئے آپ کا مزار دہلی میں چوڑھویں دروازے میں ہے اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے۔

قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ محبوب الہی کے مریدوں میں سے مکمل علم، زہد اور پرہیزگاری کی صفات سے مشہور تھے علم و کرامت کا سرچشمہ اور سارے شہر والوں کے استاد تھے۔ مرید ہوتے ہی دنیوی تعلقات سے ہٹا اٹھالیا۔ فرامین جاگیر و انعامات وغیرہ جو سرمایہ عزت تھے وہ سب لا کر پیر و مرشد کے سامنے چاک کر دیئے اور فقر و مجاہدہ کی زندگی گزارنے کا تہیہ کر لیا آپ کو پیر و مرشد کے اکثر ملفوظات وغیرہ یاد تھے۔ پیر و مرشد نے آپ کو خلیفہ بنایا اور اپنے دست مبارک سے ایک کاغذ پر عبارت لکھی جس کا ترجمہ یہ ہے۔

تم کو تارک الدنیار ہونا چاہئے۔ دنیا اور دنیا والوں کی طرف متوجہ نہ ہونا۔ مواضعات جاگیر اور انعامات اور صلہ و اکرام شاہی قبول نہ کرنا۔ اگر مسافر تمہارے پاس ایسے وقت آئیں جب تمہارے پاس کچھ زور و نقد نہ ہو تو اس حالت کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے منجملہ ایک نعمت جاننا اگر تم ایسا کرو گے جو میں نے حکم دیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم ایسا ہی کرو گے تو اس حالت میں تم میرے خلیفہ ہو اور نہ اللہ تعالیٰ ہی ابدی مالک ہے۔

حکایت: قاضی محی الدین کاشانی پر جب فقر و فاقہ کی شدت ہوئی تو آپ کے اکثر وہ مرید جو ناز و نعمت کے پروردہ تھے۔ تکالیف برداشت نہ سکے چنانچہ آپ کے ایک مرید نے سلطان علاؤ الدین خلجی کے دربار میں اس کی اطلاع دی۔ سلطان نے اودھ کی قضا جو آپ کے آباؤ اجداد کے نام تھی آپ کے نام لکھی اس اجرائی فرمان شاہی کی اطلاع جب قاضی محی الدین کاشانی کو ہوئی تو اپنے پیرومرشد محبوب الہی کے پاس اس واقعہ کی خبر دی اور کہا کہ میری خواہش کے بغیر ہوا ہے یہ فرمان سلطان از خود جاری ہوا ہے۔ اب پیرومرشد کا جو حکم ہوگا ویسے ہی تعمیل ہوگی۔ شیخ نے فرمایا لا زما اس قسم کی کوئی بات تمہارے دل میں آئی تھی تبھی تو یہ واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ اس کے بعد قاضی کی زندگی ناخوشگوار طریقہ سے پریشانیوں میں بسر ہوئی۔

فائدہ: مورخین کہتے ہیں کہ شیخ نے آپ سے خلافت نامہ واپس لے کر ایک کونہ میں ڈال دیا۔ قاضی سے شیخ ایک سال تک ناراض رہے۔ ایک سال کے بعد قاضی اپنی قدیم روش پر آگئے تو شیخ نے آپ کو دوبارہ بیعت میں لیا۔ شیخ کی زندگی ہی میں آپ نے انتقال کیا اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے۔

مولانا وجیہ الدین یوسف چندیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الہی کے خلیفہ تھے۔ شیخ آپ پر بے حد مہربانی اور شفقت فرماتے تھے۔ آپ بھی پرانے مرید و خلیفہ تھے۔ شیخ جب اپنے خصوصی مریدوں کو خلافت دیتے تو اس وقت آپ کی خلافت کی بھی تجدید فرمایا کرتے تھے۔ آپ صاحب کرامات و خوارق عادات تھے۔ **فائدہ:** آپ جب اپنے گھر سے پیرومرشد کے پاس جانے لگتے تو آپ کے دل میں آتا کہ شیخ کی خدمت میں پیدل جانا مناسب نہیں ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ آپ کو قوت پر واز عطا کر دیتا اور کبھی ایسا ہوتا کہ آپ سر کے بل شیخ کی خدمت میں حاضری دیتے۔ پیرومرشد کے حکم سے آپ بمقام چندیری مقیم تھے۔ چندیری کے اکثر لوگ آپ کے مرید تھے۔ آپ کا مزار بھی چندیری میں ہے۔ اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ ولادت ۶۳۸ھ اور وصال ۷۲۹ھ میں ہوا۔

مولانا وجیہ الدین پاکلی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے زمانہ کے زبردست استاد اور بہت بڑے عالم تھے۔ زہد و پرہیزگاری میں ممتاز تھے

اپنی آخری عمر میں محبوب الہی کے مرید ہوئے اور آپ کے بکے معتقد تھے۔

حکایت: مولانا وجیہ الدین خود کہتے تھے کہ میں جب پانی پت جا رہا تھا اثنائے سفر میں ایک صوفی نمودار ہوا۔ میرے دل میں اس صوفی سے کچھ بدظنی پیدا ہوئی۔ اس صوفی نے کہا مولانا آپ کو کچھ مشکلات درپیش ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی تھا کہ چند علمی مشکلات حل طلب تھے میں نے وہ سب مشکل مسائل ایک ایک کہہ سنائے اس نے ہر ایک کا تسلی بخش جواب دیا یہاں تک کہ قضاء قدر کا بھی پراطمینان جواب دیا۔ اس گفتگو کے بعد اس نے پوچھا تم کس کے مرید ہو؟ میں نے کہا سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کا۔ صوفی نے کہا شیخ نظام الدین اولیاء ہمارے قطب ہیں۔

حکایت: ایک دفعہ حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا وجیہ الدین پانکی سے فرمایا ہمارے تمہارے درمیان اللہ کے حضور یہی زبانی اقرار باقی رہے گا مولانا وجیہ الدین پانکی کا مزار دہلی کے خوش شمس کے اس حصہ میں ہے جہاں آپ کے شاگرد صدر جہاں قاضی کمال الدین اور قنلغ خاں کے مزارات ہیں۔ (اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے)

حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلطان الشعراء، برہان الفضلاء، وادی خطابت و سخن میں یکتا، عالم نوع انسانی میں منتخب دو جہاں اور بے پایاں تھے مضامین نگاری اور معنی پہنانے کے لیے شعر گوئی اور تمام اصناف سخن میں وہ کمال حاصل کیا جو معتقد میں یا متاخرین شعراء میں سے کسی کو نصیب نہ ہوا انہوں نے اپنے پیر و مرشد کے ارشادات کی تعمیل کی ان کا حکم تھا کہ اصفہانیوں کی طرز پر شعر کہو۔ باوجود علم و فضل کے آپ تصوف کے صفات اور درویشوں کے حالات سے موصوف تھے۔ اگرچہ بادشاہوں سے تعلقات تھے اور ملوک اور امراء سے خوش طبعی اور بطور ظرافت میل جول تھا لیکن ان سب کی طرف دل متوجہ نہ تھا جو بخوبی اس طرح آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے آپ کے کلام میں جو برکات ہیں وہ سب فیض مشائخ کے آثار ہیں۔ کیونکہ گنہگاروں کے دل برکات سے محروم اور ان کے کلام کو قبولیت و تاثیر قلبی میسر نہیں ہوتی۔

حکایت: حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ ہر رات تہجد کے وقت سات پارے قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ شیخ نظام الدین اولیاء نے پوچھا اے ترک تمہاری مشغولیت کا کیا حال ہے عرض کیا

میرے مخدوم رات کے آخری حصہ میں اکثر اوقات گریہ وزاری غالب ہو جاتی ہے مرشد نے فرمایا الحمد للہ قدرے ظاہر ہونا شروع ہوا ہے۔

مصنف سیر الاولیاء سید محمد کہتے ہیں جب امیر خسرو پیدا ہوئے تو اس زمانہ میں امیر امین کے پڑوس میں ایک مجذوب رہا کرتے تھے اب نومولود کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر ان مجذوب کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے فرمایا اس کو لائے ہو جو خاقانی سے بھی دو قدم آگے بڑھ جائے گا۔ ممکن ہے دو قدم کہنے سے ان مجذوب کا مقصد مثنوی و غزل ہو۔ کیونکہ قصیدہ گوئی میں بعض برزگوں کی رائے کے موافق آپ خاقانی تک پہنچ سکے لیکن اس سے آگے نہ بڑھ سکے (اولیاء اللہ پر عطاءے الہی آنے والے حالات منکشف ہو جاتے ہیں اولی غفرلہ) محبوب الہی حبیب کے قدیم احباب و مریدوں میں سے ہیں۔ آپ کو محبوب الہی سے بے انتہا الفت اور عقیدت تھی۔ اور شیخ بھی آپ پر بے حد شفقت و عنایت فرمایا کرتے تھے۔ شیخ کی خدمت میں وہ قربت اور راز داری جو امیر خسرو کو حاصل تھی وہ کسی اور کو نصیب نہ تھی آپ ہمیشہ نماز کے بعد شیخ کی خدمت میں حاضری دیتے اور ہر قسم کی گفتگو کرتے اپنے احباب کی درخواستیں کرتے۔

مکتوب محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ

اپنے دست خاص سے جو خطوط امیر خسرو کو روانہ کئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جسم کی حفاظت کے بعد شریعت کے ناپسندیدہ امور سے پرہیز کیا جائے۔ اپنے اوقات کی نگہبانی کرنا چاہیے جس کے ذریعہ تمام مرادیں حاصل ہوتی ہیں اسے غنیمت سمجھا جائے زندگی بیکار کاموں میں نہ گزر جائے۔ اگر دل میں انشراح کی قوت پیدا ہو تو قلبی انشراح کی پیروی کی جائے کیونکہ یہی راہ طریقت میں معتبر ہے اور تمام امور میں طلب خیر کو مقدم رکھا جائے۔ مصنف سیر الاولیاء سید محمد کہتے ہیں کہ امیر خسرو پر شیخ محبوب الہی رحمۃ اللہ کی جو نوازشات ہوئیں وہ امیر خسرو کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا میں دنیا سے تنگ آ جاتا ہوں لیکن تم سے تنگ نہیں ہوتا۔

ہکایت: ایک دفعہ بڑی جرأت کر کے شیخ سے کہا امیر خسرو پر آپ کی جو نظریں ہیں اسی نظر سے کبھی مجھے بھی دیکھ لیجئے۔ اس کا جواب اس شخص کو شیخ نے نہ دیا لیکن بعد میں مجھ امیر خسرو سے فرمایا میرے جی میں تو آیا تھا کہ اسی وقت اس شخص سے کہوں کہ وہی قابلیت تو پیدا کرو۔ (جیسی امیر خسرو میں ہے)

لفظہ: ایک دفعہ شیخ نے فرمایا میرے لیے دعا کرو کیونکہ اے خسرو تمہاری بقا پر میری بقا پر منحصر ہے ہمیں میرے پہلو میں دفن کیا جائے۔ یہ جملہ لوگوں نے کئی مرتبہ شیخ کے سامنے دہرائے تو شیخ نے ہر مرتبہ فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا۔ شیخ نے مجھ (خسرو) سے اللہ کو درمیان میں رکھ کر وعدہ فرمایا ہے کہ جب وہ جنت میں جائیں گے تو خادم امیر خسرو کو بھی انشاء اللہ ساتھ لے جائیں گے۔

ایک مرتبہ میں نے اپنے پیر و مرشد محبوب الہی کو خواب میں دیکھا خواب میں زیارت: آپ فرما رہے ہیں کہ ہمارے قریب آ جاؤ۔ اور یہ وہ سماں تھا کہ شیخ

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے سامنے بہت صاف پاک پانی خوب بہہ رہا تھا اور میں ایک اونچی دوکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ پیر و مرشد بے انتہا خوش و مسرور نظر آرہے تھے۔ آپ نے فرمایا میرے دل میں آیا کہ اس اچھے وقت میں اے (امیر خسرو) میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے وہ مانگ لوں جو میں چاہتا ہوں چنانچہ میں نے مطالبہ کیا۔ اور امید ہے کہ میری دعا قبول ہوگئی جسے انشاء اللہ تم عنقریب دیکھ لو گے ایک آواز سنائی دی کہ رسول اکرم ﷺ امیر خسرو کو مداح کا لقب عطا فرما رہے ہیں غیب سے ہمارے پاس یہ خطاب آیا ہے جو سرکار کائنات ﷺ نے عنایت فرمایا ہے اور انشاء اللہ اس نام کی بدولت یہ خادم بہت سے دیگر انعامات کا امیدوار ہے خادم کو شیخ محبوب الہی ترک کے لفظ سے یاد کرتے تھے شیخ نے اکثر خطوط میں اس خادم کے متعلق اپنے دست مبارک سے یہ خطاب ترک آراستہ و مزین کر کے تحریر فرمائے ہیں۔ خادم نے انہیں تعویذ بنا کر رکھ لیا ہے تاکہ قبر میں ان کو اپنے ساتھ رکھوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کل روز محشر اللہ مجھ (بے چارہ) کی ان خطوط کی برکت سے بخش فرمائے گا۔

پیارا خواب: ایک دفعہ پیر و مرشد نے مجھے اپنے پاس طلب کر کے فرمایا شب جمعہ کو ہم نے خواب دیکھا کہ شیخ صدر الدین ابن شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکر یاہ ہمارے

ہاں آئے میں نے ان کی عزت و تعظیم کی انہوں نے خود اتنی انکساری کی جو کبھی نہیں کی جاسکتی۔ اسی دوران دیکھا کہ اے خسرو تم دور سے آتے نظر آئے پھر تم نے ہمارے پاس آ کر معرفت الہی بیان کرنا شروع کر دیا اسی دوران میں مؤذن نے اذان نماز فجر کہی تو میری آنکھ کھل گئی شیخ نے خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا دیکھو یہ کتنا بڑا مرتبہ ہے جس پر میں نیاز مند (امیر خسرو) نے سر نیازم کرتے ہوئے عرض کیا مجھ عاجز کو یہ مرتبہ آپ ہی عطا کر دے۔ یہ سن کر شیخ اونچی آواز

سے رونے لگے اور میں خادم بھی آپ کی گریہ وزاری سے چشم پر غم ہو گیا۔ اس کے بعد شیخ نے وہ کلاہ خاص طلب کر کے اپنے دست مبارک سے مجھے پہنایا اور فرمایا مشائخ کے اقوال کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا۔ نظام الدین اولیاء نے یہ دو اشعار خود امیر خسرو کے متعلق فرمائے ہیں۔

خسرو کہ بنظم و نثر مثلش کم خواست ملکیت و ملک سخن آں خسرو راست
ایں خسرو ماست ناصر خسرو نیست زیرا کہ خدائے ناصر خسرو ماست

ترجمہ: امیر خسرو جس کا نظم و نثر میں کوئی ثانی نہیں۔ ملک سخن کی بادشاہی ہی اسی امیر خسرو کے شایان شان ہے ہمارا خسرو ہے ایرانی ناصر خسرو نہیں ہے کیونکہ ناصر کا خدائے سخن ہمارا امیر خسرو ہے۔ جس وقت شیخ نظام الدین اولیاء کا وصال ہوا تو اس وقت امیر خسرو موجود نہ تھے کیونکہ سلطان محمد تغلق کے ساتھ لکھنؤ گئے ہوئے تھے۔ سفر سے لوٹنے کے بعد گریہ وزاری اور تعزیت میں مشغول ہو گئے۔ دیوانوں جیسی حالت ہو گئی تھی روتے اور کہتے کہ میں اپنے لئے روتا ہوں کیونکہ پیر و مرشد کے بعد اب میں زندہ نہ رہوں گا غرضیکہ شیخ نظام الدین اولیاء جنہوں نے ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ میں انتقال فرمایا ان کے کچھ ماہ بعد حضرت امیر خسرو نے بتاریخ ۱۸ اشوال ۷۲۵ھ میں وفات پائی اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

امیر حسن بن علاء سجدی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اپنے زمانہ کے باکمال علماء میں آپ کو خاص عزت اور مقام حاصل تھا۔ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی قربت و عنایت کی وجہ سے دوسرے مریدوں سے ممتاز تھے۔ حسن معاملہ، صفائی باطن اور دیگر اچھے اوصاف کی وجہ سے یکتائے زمانہ تھے، اوصاف تصوف میں بہرہ مفت موصوف تھے۔ امیر خسرو پر آپ کو یک طرح برتری حاصل تھی اگرچہ آپ اور امیر خسرو دونوں گہرے دوست اور ہم زمانہ تھے۔ آپ نے سلطان غیاث الدین بلبن کی تعریف میں قصائد بھی لکھے ہیں۔ اور امیر خسرو کے کلام میں اس بادشاہ کی تعریف کا کوئی شعر نہیں ملتا۔ امیر خسرو نے زیادہ سے زیادہ مدح سلطان غیاث الدین بلبن کے فرزند خان شہید کی تعریف میں لکھے ہیں جو اپنے والد کی زندگی میں ملتان کا گورنر تھا۔ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب امیر خسرو اس کے پاس ملتان میں غلام تھے۔ خان شہید نے شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی سے ہندو پاکستان آنے کی درخواست کی لیکن شیخ نے التماس قبول نہ

کی اور فرمایا اب ہم بوڑھے ہو گئے ہیں اور ہندو پاکستان کی سیر کی خواہش بھی نہیں رہی۔
 ملاحظہ: امیر خسرو اور شیخ سعدی کی ملاقات کے جو قصے مشہور ہیں ان کی کوئی اصلیت نہیں۔

ملفوظات محبوب الہی: امیر حسن نے اپنی کتاب فوائد الفواد میں شیخ محبوب الہی کے

کے پیش نظر محبوب الہی کے مریدین اور خلفاء میں قانونی حیثیت رکھتی ہے امیر خسرو کہتے ہیں کاش میری تمام تصنیفات میر حسن کے نام منسوب ہو جائیں اور یہ کتاب فوائد الفواد مجھ سے منسوب ہوتی۔ یہ بات خبر دیتی ہے کہ امیر خسرو کو اپنے پیرومرشد سے بے انتہا محبت تھی۔

ہدایت: فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ ایک دن میں پیرومرشد کی قدم بوسی کے لیے گیا آپ مکان کی بیڑی پر بیٹھے تھے میں چوکھٹ کے پاس بیٹھ گیا۔ ہوا کے جھونکوں سے دروازہ بند ہو جاتا۔ میں اس دروازے کو پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ بہت دیر بعد انہوں نے میری طرف دیکھا کہ میں دروازہ پکڑے کھڑا ہوں فرمایا چھوڑ کیوں نہیں دیتے میں نے سر جھکا کر عرض کی میں نے یہی در پکڑ لیا ہے تو مسکراتے ہوئے فرمایا یہ در پکڑ لیا ہے اور مضبوط پکڑ لیا ہے۔

خواب کا بیان: فوائد الفواد میں ہے کہ جمعرات ۱۸ رجب ۱۱۷۷ھ کو شرف قدم بوسی حاصل ہوا اسی رات کو ایک خواب دیکھا تھا وہ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ خواب

یہ تھا فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے میں نے نماز کے لیے وضو کیا اور سنتیں پڑھیں مجھے یقین تھا کہ جماعت میں شریک ہو جاؤں گا۔ لیکن معلوم ہوا کہ آفتاب طلوع ہو چکا ہے اس خوف سے کہ نماز کا وقت نہ نکل جائے میں اپنا ہاتھ اٹھا کر آفتاب کی طرف اشارہ کیا اور کہا شیخ کی نماز ختم ہونے تک نہ لکنا، اتنا کہنے کے بعد میں بیدار ہو گیا، شیخ یہ خواب سننے کے بعد رونے لگے اور اس کے مناسب کئی حکایات بیان فرمائیں۔

ایک مرتبہ محفل سماع کے متعلق گفتگو شروع ہو گئی تو میں عرض کیا کہ میرے تمام کام بخیریت ہیں اسی وجہ سے کسی قسم کی عبادت و اطاعت اور درویشوں کی مانند کسی درد و سوز و غم میں نہیں ہوں، لیکن جب سماع سنتا ہوں تو راحت کاملہ اور رقت تامہ حاصل ہوتی ہے اور اس وقت آپ کی صحبت کی برکت سے میرے دل میں دنیاوی خواہشات بھی نہیں آئیں، فرمایا: کیا اس وقت تمہارا دل تمام دنیاوی خواہشات سے خالی ہے، میں نے عرض کیا جی ہاں! اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ

سماع دو قسم کا ہوتا ہے۔ ہاجم اور غیر ہاجم۔

ہاجم اسے کہتے ہیں کہ سماع میں ابتدا ہی غلبہ اور ہجوم طاری ہو جائے مثلاً کوئی آواز یا شعر سننا جس سے سماع کے اندر ایک جنبش پیدا ہوتی ہے اس حال کو ہاجم کہتے ہیں جس کی شرح نہیں کی جاسکتی، اور غیر ہاجم وہ سماع ہے جو سننے والے کو اللہ تعالیٰ یا اپنے مرشد کے حضور یا وہاں جہاں اس کا ارادہ ہو پہنچا دے۔

اتوار 20 ربیع الثانی 716ھ کو پھر میں بغرض زیارت حاضر ہوا تو اس وقت کمزور اعتقاد قسم کے لوگوں کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی اور خصوصاً ان لوگوں کے بارے جو زیارت کعبہ کو جائے اور وہاں سے واپس آنے کے بعد دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو جائے میں نے عرض کی کہ ان لوگوں پر بہت تعجب ہے جو اپنے مرشد سے تعلق قائم کرنے کے بعد دوسروں کے ہاں چلے جاتے ہیں اس وقت میرا ایک دوست (بنام) بلخ بھی وہاں موجود تھا میں نے اس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میرے اس دوست نے ایک مرتبہ مجھے ایک بات کہی تھی جو مجھے اب تک یاد ہے وہ یہ کہ حج کو وہ جائے جس کا پیر نہ ہو، شیخ نظام الدین اولیاء یہ سن کر رونے لگے اور یہ مصرع پڑھا

ایں رہ بسوئے کعبہ روداں بسوئے دوست

ترجمہ: (یہ راستہ کعبہ کی جانب جاتا ہے اور وہ دوست کی طرف)

ایک مرتبہ تلاوت قرآن پاک کا تذکرہ ہو رہا تھا اسی اثناء میں میں نے عرض کیا جب میں قرآن پڑھتا ہوں تو اکثر اوقات جو چیزیں واضح ہوتی ہیں دل پر اثر کر جاتی ہیں اور اگر تلاوت قرآن کے درمیان میرا دل کسی فکر یا خوف میں مشغول ہو تو میں اپنے دل ہی میں کہتا ہوں کہ یہ خوف و خطر کیسا ہے؟ اور پھر دل کو تلاوت میں مشغول کر لیتا ہوں، اسی لمحہ میری نظر اگلی آیت پر پڑتی ہے جو باطل اور غلط وہم اور اندیشہ کو دور کرتی ہے یا کسی ایسی آیت پر نظر جا پہنچتی ہے جس سے بیشتر اشکال حل ہو جاتے ہیں اور دل کے وساوس دور ہو جاتے ہیں، یہ تمام باتیں سن کر شیخ نے فرمایا کہ یہ سب اچھی علامتیں ہیں اور ان اوصاف کو محفوظ رکھنا، سیر الاولیاء میں ہے کہ ایک روز امیر حسن نے شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں عرض کیا کہ رویت باری تعالیٰ مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا ہے تو اس کے حاصل ہو جانے کے بعد کیا مومن کسی اور چیز کی طرف دیکھے گا؟ آپ

نے فرمایا یہ نجات کو تازہ نظریہ گی کہ اللہ کو دیکھنے کے بعد نظر کسی اور کی طرف جائے۔

پیدائش و وفات: آخر عمر میں دیو گیر گئے۔ وہیں انتقال کیا اور وہیں آپ کا مزار ہے (اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے) وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور پیدائش ۶۶۰ھ میں ہوئی۔

خواجہ شمس الدین عجمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امیر خسرو کے بھانجا اور اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم فاضل تھے محبوب الہی سے والہانہ محبت تھی کہتے ہیں کہ نماز کی نیت کرتے وقت جب تک پیر و مرشد کو نہ دیکھ لیتے اللہ اکبر نہ کہتے صف سے سر آگے بڑھا کر پہلے شیخ کا چہرہ دیکھتے اور اس کے بعد اللہ اکبر کہتے۔ محبوب الہی آپ کے مرض الموت میں آپ کی عیادت کے لیے جا رہے تھے۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ خواجہ کے وصال کی خبر ملی۔ فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ دوست دوست کے پاس جا پہنچا۔ امیر خسرو کے مقبرے کے پائیس میں ایک قبر ہے جسے لوگ میر کے بھانجا کی قبر کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ قبر خواجہ شمس الدین کی ہو (واللہ اعلم اللہ خوب جانتا ہے)۔

حضرت خواجہ ضیاء الدین برنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ تاریخ فیروز شاہی کے مصنف اور حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے نیز ان کی عنایات کی وجہ سے ممتاز تھے مجسمہ لطائف و ظرائف تھے۔ ہر قسم کے اقوال و حکایات آپ کو یاد تھے۔ علماء، مشائخ اور شعراء کی صحبتوں سے خوب بہرہ ور ہوئے۔ ابتداء محبوب الہی کے مریدوں میں شامل ہو کر غیاث پور میں سکونت اختیار کی۔ آخر عمر میں لطائف طبع اور فن مصاحبت کی وجہ سے سلطان محمد تغلق کے خاص مصاحب بن گئے۔ سلطان محمد تغلق کے انتقال کے بعد فیروز شاہ کے عہد حکومت میں ضروریات زندگی پر قناعت کرتے ہوئے گوشہ نشین ہو گئے اور وفات کے وقت دنیا سے خالی ہاتھ اور پاک و صاف گئے۔ کہتے ہیں کہ خواجہ کے جنازہ پر صرف ایک بوریا تھا۔

مزار برنی: محبوب الہی کے مقبرے میں اپنی والدہ کے پائیس دفن ہوئے (اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے)۔

حکایت: سیر الاولیاء میں ہے کہ خواجہ ضیاء الدین برنی نے اپنے حسرت نامہ میں لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ اشراق سے چاشت کے وقت تک حضرت محبوب الہی کی خدمت میں حاضر رہا۔ آپ کے روح پرور کلمات سن رہا۔ اس دن بہت سے لوگ آپ سے بیعت کے لیے آئے تھے۔ اس دوران میرے دل میں خیال آیا کہ گذشتہ مشائخ مرید بنانے میں احتیاط کرتے تھے اور حضرت محبوب الہیؒ اپنے کرم سے خاص وعام کی بیعت لے رہے ہیں میں نے چاہا کہ حضرت محبوب الہی سے پوچھوں چونکہ حضرت محبوب الہی صاحب کشف اور عالم تھے۔ میرے دل کی بات پر واقف ہو گئے۔ اور فرمایا اے خواجہ ضیاء برنی! تم سب کچھ مجھ سے پوچھتے رہے ہو لیکن یہ کیوں نہیں پوچھتے کہ میں آنے والوں کو بغیر تفتیش کے مرید کیوں بنالیتا ہوں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں اپنی حکمت بالغہ سے ایک خاصیت مقرر کی ہے جو اس زمانہ کے لوگوں کی رسم وعادات بن گئی ہے جن کی مشابہت دوسرے زمانے والوں کی مزاج و طبیعت سے میل نہیں کھاتی واقعہ یہ ہے کہ مرید کی اصلی خواہش اتنا ہوتی ہے کہ وہ غیر حق سے علیحدہ ہو کر ذکر الہی میں مشغول ہو جائے سلف صالحین کا قاعدہ تھا کہ جب تک وہ مرید میں بالکلیہ دنیا و فیہا سے قطع تعلق نہ دیکھتے اس کی بیعت قبول نہ کرتے تھے لیکن آیات اللہ شیخ ابوسعید ابوالخیر کے زمانے سے شیخ سیف الدین ہافزری کے زمانہ تک اور شیخ شہاب الدین سہروردی کے زمانہ سے شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے زمانہ تک ان بادشاہان مذہب کے دروازے پر خلق خدا کا ہجوم رہتا۔ اور بادشاہ اور دیگر مشہور و معروف لوگوں کا تائبہ بندھا رہتا تھا۔ عذاب آخرت کے خوف سے ان عاشقان خدا کی پناہ میں حاضر ہوتے اور یہ مشائخ عظام تمام خاص وعام سے بیعت لیا کرتے تھے۔ کسی کو سرائق نہیں کہ وہ خدا کے دوستوں کے معاملات کو دوسروں پر قیاس کر کے خود بھی ان کی طرح لوگوں کو مرید کرنا رہے اب تمہارے سوال کا جواب صاف الفاظ میں یہ ہے کہ میں تمہارے کہنے کے مطابق مرید کرنے میں احتیاط کو کام میں نہیں لاتا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے جو میں برابر سن رہا ہوں کہ مجھ سے مرید ہونے والے گناہوں سے دور رہتے ہیں۔ باجماعت نماز پڑھتے ہیں اور وظائف و نوافل میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر میں ابتداء مرید ہونے کی حقیقی شرائط ان سے لوں تو وہ جو نیکیاں کر رہے ہیں ان سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ دوسرے یہ کہ میں کسی سے التماس وسیلہ یا سفارش کئے بغیر بیعت لینے کا منجانب پیرومرشد مجاز قرار دیا گیا ہوں میں دیکھتا ہوں کہ مسلمان پریشان غربت اور لاچارگی کی حالت میں میرے پاس آ کر کہتا ہے کہ میں نے تمام گناہوں سے توبہ کی یہ سن کر میں اس خیال سے کہ شاید یہ سچ کہہ رہا ہے اس کو مرید کر لیتا ہوں اور خصوصاً اس وجہ

ہے کہ میں نے سچے لوگوں سے سنا ہے کہ مجھ سے بیعت کرنے والے لوگ گناہوں سے دور رہتے ہیں اس لیے بھی سن کر مرید بنانا ہوں۔ اس کا ایک اور قوی سبب یہ ہے کہ ایک دن پیر و مرشد حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر نے قلم دوات مجھے دیکر فرمایا تعویذ لکھو اور ضرور تمندوں کو دو۔ مگر جب انہوں نے مجھے ملول دیکھا تو فرمایا تم ابھی سے دعائیں لکھنے سے تھک گئے۔ وہ وقت قریب ہے جب کہ بہت سے ضرور تبند تمہارے دروازے پر آئیں گے۔ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا یہ سن کر میں فوراً ہی شیخ کے قدموں میں گر ا اور گریہ و زاری کرتے ہوئے عرض کیا کہ مخدوم نے مجھے بزرگ بنایا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا میں ایک طالب علم ہوں جو لوگوں کے میل جول سے نفرت کرتا ہوں۔ تعویذ دینا بزرگوں کا کام ہے یہ مجھ بے چارہ کے بس کی بات نہیں شیخ و مخدوم کی ارادات اور نظر شفقت ہی میرے لیے کافی ہے۔ میری گزارش سننے کے بعد فرمایا یہ کام یعنی تعویذ دینا تم اچھی طرح کر سکو گے میں نے بہت عاجزی کی تو میری عذر خواہی سے پیر و مرشد پر ایک حالت طاری ہو گئی۔ پھر آپ سیدھے ہو گئے اور مجھے اپنے قریب بلایا اور سامنے بیٹھنے کا حکم دیا پھر فرمایا نظام جان لے کہ کل مسعود کو بارگاہ الہی میں عزت ملے گی یا نہیں اگر اس کی عزت ہوئی تو میں قسم کھاتا ہوں کہ جنت میں اس وقت تک پاؤں نہیں رکھوں گا جب تک کہ اپنے مریدوں کو اپنے ساتھ جنت میں نہ لیجاؤں گا۔ یہ فرما کر محبوب الہی نے مسکراتے ہوئے فرمایا مجھے اسی طرح خلافت دی گئی کبھی یہ کام ٹھیک ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ جو لوگ تمام عمر اسی کام کی طلب میں رہتے ہیں اور حیلہ، مکاری، جھوٹ اور فریب وغیرہ کر کے یہ نازک کام کرتے ہیں وہ کس طرح نجات پا سکیں گے۔ نیز میں نے اپنی آنکھوں سے خود دیکھا ہے کہ میرے مخدوم و شیخ بارگاہ حق کے واصلین میں سے ہیں اور جس جام عشق سے حضرات بایزید و جنید اور دیگر عاشقان الہی نے پیالے پیے ہیں ہمارے پیر و مرشد نے بھی انہیں پیالوں سے پیا ہے اور جب پیر و مرشد سے میں بیعت لیتا ہوں یہ اقرار کر چکے ہیں تو پھر وہ کون سی چیز ہے جو مجھے بیعت لینے سے روک سکے۔ (آپ پر اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے)

حضرت خواجہ ضیاء بخشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بادیوں میں گوشہ نشین اپنے کام میں مشغول رہے آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ جیسے سلک السلوک۔ عشرہ مبشرہ کلیات و جزئیات طوطی نامہ وغیرہ آپ کی تمام تصانیف بلند مرتبہ ایک دوسرے سے بلحاظ مضمون کے متشابہ ہیں سلک السلوک وہ کتاب ہے جو اپنی شرینی و رنگینی اور

لطافت بیانی کے ساتھ موثر حکایات و کلمات مشائخ سے پر ہے آپ کی اکثر تصنیفات میں ایک ہی قسم و طرز کے قطعات ہیں جیسا کہ یہ قطعہ ہے۔

نخسے خیز باز مانہ ساز
ورنہ خود را نشانہ ساختن است
عاقلان زمانہ می گویند
عاقلی باز مانہ ساختن است

ترجمہ: اے شخصی اٹھ: در زمانہ کا ساتھ دے۔ ورنہ لوگ تجھے نشانہ بنالیں گے۔ عقل مندوں کا فرمان ہے کہ زمانہ کا ساتھ دینا ہی عقلندی ہے۔ آپ کے متعلق اتنا معلوم ہوا کہ آپ لوگوں کے میل جول سے علیحدہ رہے۔ کسی کے اعتقاد یا انکار سے آپ نے کوئی سروکار نہ رکھا۔

حافظہ: تاریخ میں محبوب الہی کے زمانہ میں ضیاء نام کے تین آدمی تھے۔ ضیاء سنائی حضرت محبوب الہی کا کمر دنالغ تھا۔ دوسرا ضیاء برنی جو محبوب الہی کے معتقد و مرید تھے۔ ضیاء بخشی جو نہ منکر تھے نہ معتقد۔ سنا گیا ہے کہ ضیاء بخشی شیخ فرید الدین کے پوتے اور خلیفہ سلطان التارکین شیخ حمید الدین ناگوری کے مرید تھے۔ واللہ اعلم اللہ خوب جانتا ہے آپ کی وفات ۷۵۱ھ میں ہوئی۔

حکایت: سلک السلوک میں ہے کہ ایک دن شیخ ناگوری نے لونڈی خریدی پھر رات کو اس سے کہا ہمارا کچھوتا بچھاؤ تاکہ ہم سو جائیں لونڈی نے کہا اے آقا کیا آپ کا بھی کوئی مولیٰ و آقا ہے شیخ نے جواب دیا ہاں لونڈی نے عرض کیا آپ کا مولیٰ بھی سوتا ہے شیخ نے جواب دیا نہیں جس پر لونڈی نے عرض کیا آپ کو سونے سے شرم نہیں آتی جب کہ آپ کو مولیٰ بیدار ہے۔

حکایت: بزرگمہر سے پوچھا گیا کونسا جانور زیادہ سرکش ہے۔ بزرگمہر نے جواب دیا۔ انسان جس کے سامنے موت اور درویشی اور دوزخ موجود ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رضوان کی بشارت دی۔ رسل کرام علیہم السلام نے احکام خداوندی کی تعمیل کے لیے دعوت دی اور کتب آسمانی نے اپنی طرف ہلایا مگر پھر بھی یہ انسان ہی ہے جو خود سری و سرکشی پر تلا ہوا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

حکایت: ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم خداوندی ہوا کہ تم اپنی قوم میں سے صالح لوگوں کو غیر صالحین سے الگ کرو۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو جمع کر کے ان سے کہا کہ تم میں سے ستر صالح علیحدہ ہو جائیں پھر حکم الہی ہوا کہ ان ستر میں سے صرف سات صالحین کا انتخاب کرو اس کے بعد

حکم خداوندی ہوا کہ ان سات میں سے تین صالحین کو چن لو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! تین آدمی جو تمام میں سے خود منتخب ہو کر زیادہ صالح ہونے کا اظہار کر رہے ہیں یہ تینوں ہمارے حضور میں دوسرے لوگوں کی نسبت بدترین ہیں کیونکہ انہوں نے جب یہ سنا کہ موسیٰ علیہ السلام صالح لوگوں کو پکار رہے ہیں تو یہ سب سے نکل کر آگے بڑھتے تھے۔

ﷺ: اے دوست یہ ایک خاص مقام ہے جو کوئی اطاعت و عبادت نہ کرے اس سے بہتر ہے جو عبادت پر فخر ظاہر کرے۔

ﷺ: شریعت کے قانون میں مدعی علیہ کو سزا دی جاتی ہے اور دنیائے طریقت میں مدعی کو قید کیا جاتا ہے۔

خنسے تا نظر بخود کنی
مثل ایں کار مردہ نکند
بر کرا سوئے خود نگہ باشد
ہنچکس سوئے او نگہ نکند

ترجمہ: اے خنسی جب تک تم اپنی طرف نہ دیکھو گے اس وقت تک مردوں کی طرح اس کام کو نہ کر سکو گے اور جو کوئی خود تکبر کا اظہار کرتا ہے اس کی جانب کوئی نظر التفات نہیں کرتا۔

ﷺ: میرے عزیز صالحین کو دوسروں کے جرائم سن کر بخارا جایا کرتا تھا اور تمہارے گناہوں سے خود تمہارا باطن جل کر راکھ کیوں نہیں ہوتا۔ دستور ہے کہ موسم بہار میں لوگ عیش و عشرت میں مشغول ہو جاتے تھے۔ لیکن حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ موسم بہار آتے ہی رنجیدہ اور مغموم ہو جاتے اور فرماتے موسم بہار آ گیا اور لوگ کھیل کود میں لگ جائیں گے۔

حکایت: ایک صاحب حال فقیر ایک رات مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اچانک بارش ہونے لگی اس کے دل میں اپنے خالی مکان کا خیال آیا اسی وقت مسجد کے ایک کونہ سے آواز آئی اے درویش تیری یہ نماز ہم پر کوئی احسان نہیں ہے تو اپنی لطافت اور نیکیاں اپنے گھر بھیج رہا ہے اور کثافت ہمارے دربار میں لا رہا ہے۔

ﷺ: احکام شریعت کا حکم دینے والے حاکم جن کی پوری دنیا محکوم و فرمانبردار ہے ان کا بیان ہے کہ کسی بلی کا غلام اس شخص سے بدرجہا بہتر ہے جو اپنے نفس کا مطیع و فرمانبردار ہو۔

ہکایت: ایک درویش سجادہ نشین ہر جمعہ کو اپنی خانقاہ سے باہر آ کر ہر ایک سے پوچھتے مسجد جانے کا کونسا راستہ ہے؟ ایک مرتبہ ایک شخص نے جواب دیا برسوں سے تم مسجد جاتے ہو اور یہ نہیں جانتے کہ مسجد کا راستہ کونسا ہے۔ یہ سن کر اس درویش خانقاہ نشین نے کہا راستہ تو مجھے معلوم ہے لیکن جس راستہ پر ہم جا رہے ہیں اس پر محکوم ہو کے چلنا خود حاکم بن کر چلنے سے زیادہ بہتر ہے۔

فائدہ: حقیقت یہ ہے کہ خود کو دوسروں کا طفیلی سمجھنا ہی بڑا کام ہے۔

ہکایت: حضرت وہب بن منہ نے فرمایا کہ حضرت کعب بن احبار مسجد میں سے سب سے آخری صف میں کھڑے ہوتے۔ لوگوں نے پوچھا آخری صف میں کھڑے ہونے کا کیا راز ہے؟ جواب دیا میں نے تو رات میں پڑھا ہے کہ امت محمدی میں ایسے لوگ ہوں گے جب ان میں سے کوئی ایک بھی سر بسجود ہوگا۔ اور ابھی اس نے سجدہ سے سر اٹھایا بھی نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے پیچھے والوں کی بخشش کر دے گا۔ اس لیے میں سب سے پیچھے کھڑا ہوتا ہوں کہ اگلے والے کے سجدے پہلے میرا مقصد پورا ہو جائے۔

نفسے در میان میں خود را قطره راجہ سیل می خوانی
ہمہ کس در طفیل تو گرود مگر تو خود را طفیل کس دانی

ترجمہ: اے نفسی تم اپنی ذات کو دوسروں کی طرح نہ سمجھو تم ایک قطرہ ہو تم کو سیلاب کون کہہ سکتا ہے۔ تمام تمہارے طفیلی اسی وقت بن سکتے ہیں جب تم خود پہلے کسی کے طفیلی بن جاؤ۔

ہکایت: شیخ الشارح عبداللہ خفیف کی بیماری میں ایک طبیب نے ان کے پاس آ کر کہا اے شاہ آپ بیمار ہیں شیخ نے جواب دیا جب جسم زائل ہو جائے تو بیماری خود بخود دور ہو جائے گی۔

ہکایت: محمد واسع وہ بزرگ تھے جن کی آنکھ میں یہ وسیع و عریض دنیا چوٹی کی آنکھ سے بھی کم تر نظر آتی تھی۔ ان کا بیان ہے اگر گناہ و جرم میں کسی قسم کی بدبو ہوتی تو کوئی آدمی میرے پہلو میں نہ بیٹھ سکتا۔ (یہ ان کی تواضع ہے اللہ والے اس طرح متواضع ہوتے ہیں)

خواجہ ابوالحسن خرقانی فرماتے تھے جو آب رحمت سے قریب ہو وہ غریق رحمت ہو اور ہمارا حال یہ ہے کہ جو اس سے دور ہو وہ سب سے دور ہو کر اس آگ کے پاس پہنچ گیا جو جلا کر خاکستر کر دے گی۔

ہکایت: کہ ایک دن زبیدہ کے دروازے پر ایک آدمی نے آ کر کہا میں زبیدہ پر عاشق ہوں اس

کی اطلاع زبیدہ کو دی گئی تو اس نے اسے گھر میں بلا کر کہا خبردار آئیدہ ایسا نہ کہنا۔ اس نے کہا میں کسی طرح یہ کہنا نہیں چھوڑ سکتا زبیدہ نے کہا دو ہزار درم لے لو اور عشق کا اظہار چھوڑ دو اس نے کہا نہیں بالآخر رقم بڑھاتے ہوئے جب دس ہزار درم تک بات پہنچی تو وہ راضی ہو گیا۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر زبیدہ نے حکم دیا کہ اس کا سراڈو کیونکہ یہ صرف زبانی طور پر ہماری محبت کا دعویٰ کرتا تھا اور حقیقتاً اس کو ہماری طلب نہ تھی۔

ہکایت: ایک بزرگ تھے جو کسی وقت بھی دائیں بائیں مڑ کر نہیں دیکھتے تھے وہ جب کعبہ کا طواف کر رہے تھے تو انہیں کسی نے آواز دی انہوں نے دیکھنا چاہا تھا کہ اچانک فضا میں سے آواز آئی جو کوئی ہمارے سوا کسی دوسرے کی جانب متوجہ ہو تو وہ ہمارا نہیں ہے۔

فائدہ: اے دوست! اگر ہزار سال تک اس راہ میں چلتے رہو پھر تمہارے دل میں آئے کہ تمہاری دعا قبول ہونی چاہیے تو یقین کر لو کہ تم جاہ پرست ہو اور کسی طرح راہ حق کے خواہشمند نہیں ہو۔ جو کوئی پیشاب کے راستہ آیا ہے اسے جاہ و شوکت سے کیا سروکار وہ بیچارہ تو گندہ پانی اور گلی سڑی مٹی سے وجود میں آیا ہے۔

فائدہ: سلک السلوک میں ہے کہ مجھ جیسے ناکارہ و خاکسار مجھ جیسے حیران و پریشان کا گریبان پکڑ کر جو انمردوں اور بہادروں کے میدان کارزار میں لاکھڑا کیا گیا ہے۔ امر الہی ایک جانب کھینچ رہا ہے اور حکم الہی دوسری طرف، اے بھائی! اس راہ میں اگر منزل مقصود تک رسائی درکار ہے تو اپنی ذات کو کچھ نہ سمجھو۔ جو لوگ اطاعت و عبادت الہی میں تو نگر اور دولت مند نظر آتے ہیں وہ ہر وقت اپنی ذات کو مفلس و محتاج کس طرح کہہ سکتے ہیں۔

فائدہ: اے طلبکار! اگر تو حقیقتاً طلب حق رکھتا ہے تو ان لوگوں کا طریقہ اختیار کر جنہیں "خاب صفہ" کہا جاتا ہے حقیقتاً دوست وہی تھے۔ اور طلب کار بھی وہی تھے۔

ہکایت: ابراہیم علیہ السلام کو جہنم میں بٹھا کر برہنہ کیا گیا۔ تو آواز آئی اے ابراہیم یہ سب ایمان کی نشانیاں ہیں اور ایمان کھلم کھلا ظاہر ہوتا ہے۔

ابراہیم جب آگ کے پاس پہنچے تو آگ کو ایسا عاجز و مسکین پایا کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس پر ترس آیا۔ اس لیے تو صاحب لولاک لما خلقت الافلاك اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ وہی ذات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی کو راہ الہی میں اتنا تکلیف نہیں ہوئیں جتنی مجھے برداشت کرنا پڑیں۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں جانے کی

اور ذکر یا عبادت نے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی سختیاں اٹھائیں یہ کوئی بڑی نہیں جتنا ہم نے برداشت کیا ہے ہمیں زمین و آسمان پر مقدم رکھا گیا اولاد آدم علیہ السلام کے گناہوں کو ہماری شفاعت سے واپس لیا ہے راہوں کو ہماری طرح معذرت کرنی چاہیے جس طرح ہم کام سرانجام دیتے ہیں کابلوں کو ہماری طرح کام کرنا چاہیے کبھی تو ہمیں قاب قوسین اودائی کی مسند پر بٹھاتے ہیں اور کبھی ظالم ابو جہل کے آستانہ پر بھیجتے ہیں کبھی شاہد او مبشر کا لقب دیا اور کبھی مجنون و ساحر کہلاتے ہیں کبھی جبرائیل کو ہمارا رکبدار گردانتے ہیں اور کبھی بلا اجازت مکہ میں نہیں جانے دیتے کبھی فرشتوں کے خزانے میرے حجرے میں لاتے ہیں اور کبھی ایک جو کے لیے ابو ثممہ کے در پر بھیجتے ہیں کبھی رسول اکرم ﷺ والاصفات کے غلاموں کے غلام درخبر فتح کرتے ہیں اور یہی ظالم لوگ خود سرور عالم کے دندان مبارک کو پتھر مار کر شہید کر دیتے ہیں تاکہ دنیا والے یقین کر لیں کہ ہمارا راستہ پر راہ ہے جس میں چلنے کے لیے سر پر پاؤں رکھ کر چلنا پڑتا ہے اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر اس راہ چلنے کا نام تک نہ لو۔ اس راستہ کو عام راستوں کی طرح طے نہیں کیا جاسکتا۔

حکایت: بشر حافی (جن کو سلطان سر دپا رہ نہ کہتے ہیں) ان کا بیان ہے مجھے سب سے زیادہ سخت کوثر احسن بصری رضی اللہ عنہ کی لڑکی نے مارا۔ وہ یوں کہ ایک دن میں نے حسن بصری کے گھر جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ان کی لڑکی نے پوچھا دروازہ پر کون ہے۔ میں نے کہا بشر حافی (ننگے پاؤں والا) یہ سن کر لڑکی نے کہا اے شخص اسی راستہ سے بازار چلے جاؤ وہاں جوتے خرید کر اپنے پاؤں میں پہن لو۔ اس کے بعد خود کو ننگے پاؤں والا (بشر حافی) نہ کہا۔

سوال: جنت میں دیدار الہی کے بعد عشاق کو لوٹا دیا جائے گا یا پھر یہ عشاق خود ہی لوٹ آئیں گے تو بصورت اول سخت ملامت ہوگی اور بصورت ثانی کیا پھر دوبارہ تجلی ہوگی یا نہیں؟

جواب: جنت میں دیدار الہی کے بعد عشاق کو نہ تو لوٹا دیا جائے گا اور نہ ہی یہ خود لوٹیں گے۔ بلکہ ہر وقت ہر طرح سے جمال الہی میں مستغرق رہیں گے۔ اس کے جاہ و جلال کو دیکھیں گے اور پھر دیدار جمال باری عز اسمہ میں منہمک و مشغول ہو جائیں گے۔

تصنیف: آدم علیہ السلام کو آٹھ جنتیں عطا ہوئیں وہ اسی دن ان سے بھاگ آئے لیکن عشق کا جو ذرہ اس میں رکھ دیا گیا تھا اس سے ہمیشہ متصل رہا۔ جی ہاں۔ آدم کی لغزش مشغولی حق کی وجہ سے تھی اور شیطان کا گناہ دل جمعی کے سبب سے۔

خشب از فراغ بیرون است
غم دل جز چراغ دل نہ بود
دل فارغ نشان بیکاری است
عاشقان را دل فراغ نہ بود

ترجمہ: نفی فراغ سے بلند ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ غم دل صرف چراغ دل کی وجہ سے ہوتا ہے
دل کو فارغ کر لینا بیکاریوں کا کام ہے عشاق کو دلی فراغت نصیب نہیں ہوتی۔

حکایت: حضرت رابعہ بصری سے لوگوں نے پوچھا کیا آپ ابلیس کو دشمن سمجھتی ہیں؟ جواب دیا نہیں،
پوچھا کیوں؟ تو کہا میں دوست کے خیال میں اتنا مشغول ہوں کہ دشمن کی خبر ہی نہیں۔

حکایت: کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ دنیا کس شے کی مانند ہے؟ جواب دیا دنیا اتنا حقیر ہے کہ اس
کی مثال کسی شے سے نہیں دی جاسکتی۔

حکایت: ایک شخص کسی درویش کے پاس گیا اور جا کر کہا میں کچھ عرصہ آپ کے ساتھ رہنا چاہتا
ہوں درویش نے جواب دیا جب میں نہ رہوں گا تو تم کس کے ساتھ رہو گے؟ اس نے کہا اس
وقت خدا کے ساتھ رہوں گا۔ یہ سن کر درویش نے کہا یہ سمجھ لو کہ میں موجود نہیں ہوں اس لئے خدا
کے ساتھ ابھی سے ہو جاؤ۔

حکایت: کسی دنیا دار نے ایک درویش کے گھر سے پانی مانگا اس درویش نے اس میں بد ذائقہ
اور گرم پانی دیا۔ دنیا دار نے کہا یہ پانی تو بد ذائقہ اور گرم ہے۔ درویش نے جواب دیا اے خوبصورت
قیدی ہیں اور قیدی کبھی اچھا پانی نہیں پیتے۔

حکایت: یحییٰ معاذ کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ عالم بالا میں آپ کے ساتھ
کیا ہوا؟ جواب دیا جب میں گیا تو پوچھا کہ دنیا سے کیا لائے ہو۔ میں نے کہا جیل خانے سے آ رہا
ہوں اور وہاں سے کیا لاسکتا ہوں۔ اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو ستر سال دنیا کی جیل میں نہ رہتا۔

حکایت: چند مریدوں نے اپنے پیر سے پوچھا ہم کون سا راستہ اختیار کریں کہ اللہ تعالیٰ تک رسائی
ہو جائے؟ پیر نے جواب دیا کہ تم جس راستے سے آئے کیا اس راستے کی تمہیں خبر ہے۔
فائدہ بزرگ فرماتے ہیں کہ مروت اس میں ہوتی ہے کہ بے مروت لوگوں سے رنجیدہ نہیں
ہونا چاہیے۔

فائدہ: بزرگوں کا بیان ہے کہ فضل کی وفات پر زمین سے غم والہ چلا گیا۔

فائدہ: کسی پیر طریقت کا بیان ہے دس سال تک میں آنسوؤں سے رویا اور پھر دس سال خون کے آنسو روئے اب دس سال سے سرور ہوں۔

حکایت: کسی نے حضرت ابو بکر شبلی رحمہ اللہ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ مگر وکیل کے سوال سے آپ نے کس طرح نجات پائی۔ جواب دیا اگر تم وہاں ہوتے تو دیکھتے کہ وہ مجھ سے کس طرح پیش آئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا بتاؤ تمہارا خدا کون ہے؟ میں نے جواب دیا میرا خدا وہ ہے جس نے تم سب (فرشتوں) کو میرے باپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا اور میں اس وقت اپنے باپ کی پیٹھ میں تھا اور تم سب (فرشتوں) کو دیکھ رہا تھا۔ نکیر بیٹنے کہا ہمیں اس سے چلے جانا چاہیے کیونکہ ہم جو کچھ پوچھتے ہیں وہ اس کا جواب تمام اولاد آدم کی طرف سے دیتا ہے۔

حدیث: حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا لی مع اللہ وقت لا یسعی فیہ ملک مقرب۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ایسا ہے جب کسی مقرب فرشتہ کو بھی وہاں گواہی نہیں۔ یہ سن کر جبرائیل علیہ السلام شکستہ خاطر ہوئے تو ارشاد فرمایا خاطر جمع رکھو اس وقت کسی نبی، مرسل کو بھی گواہی نہیں۔

واپسی از معراج: حضور سرور عالم ﷺ قاب قوسین اودانی کے کمان دار جب عالم بالا سے واپس ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا اے سرور عالم ﷺ جس عالم سے آپ تشریف لا رہے ہیں وہاں آپ نے کیا دیکھا؟ جواب دیا اس سوال کا کیا محل ہے کہ محمد ﷺ اور ﷺ ہی سے پوچھ رہا ہے کیا دیکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جان لیا جس نے جان لیا اور سمجھ لیا جس نے سمجھ لیا۔

حکایت: خواجہ علی سیاح کا بیان ہے مجھے صرف تمنا ہے کہ کوئی حق بات کہے اور میں سنوں یا میں حق بات کہوں تو کوئی دوسرا سنے۔

حکایت: ایک یہودی نے حسن بصری سے پوچھا کہ آپ میرے متعلق کیا کہتے ہیں؟ جواب دیا دشمن خدا اس نے پھر پوچھا آپ اپنے متعلق میں کیا کہتے ہیں؟ جواب دیا خدا کا دوست اس مخالف نے کہا صرف اس نام پر مغرور نہ رہنا ایک دفعہ میرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام خالد رکھا۔ اور خالد کے معنی ہمیشہ رہنے والا وہ پہلے روز ہی مر گیا۔

ملاحظہ: تو ہماری کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں جسمانی تکلیف۔ مشغولی دل۔ دین کا نقصان۔ قیامت کا حساب اور درویشوں کو درویشی سے چار چیزیں حاصل ہوتی ہیں آسائش۔ فراغت دل۔ سلامتی دل۔ قیامت میں نجات فقیر ایک دن تو صبح سے شام تک اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور ایسی جنگ کرتا کہ یہ چار چیزیں ظاہر ہو جائیں اور مردِ حقیقتا وہ ہیں جو اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور ایسی جنگ کرتے ہیں جس کے لیے کوئی صلح نہیں ہو سکتی۔

ملاحظہ: اے میرے عزیز جو کوئی اپنے نفس سے ہمیشہ احتساب کرتا ہے تو تمام غلط دعوے ترک کر کے سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

ملاحظہ: ایک دفعہ ایک بنیاء جس کی ترازو کا ایک پلڑا آسمان کی طرف جا رہا تھا نے اسے دیکھتے ہوئے ایک آدمی کو شیر پر سواری کرتے دیکھا جو سانپ کا کوڑا بنائے شیر کو مار رہا تھا۔ یہ دیکھ کر بچے نے کہا یہ کام بڑا آسان ہے اور اعلیٰ کام تو یہ ہے کہ ترازو کے دو پلڑوں کے درمیان میں بیٹھ کر حق انجام دے۔ ملاحظہ: ابراہیم بن ادہم اکثر کہا کرتے ہم اکثر فقیر کی طلب میں باہر آتے ہیں لیکن ہمیں مالدار پٹ جاتے ہیں۔ ایک وقت ایک شخص کہتا تھا میں جانتا ہوں کہ پوری دنیا مٹ جائے گی اگر میں یہاں آبادی کروں تو آخر ایک دن میرے کام پر کوئی مانع ہوگا اور کہے گا کہ تم کیا کر رہے ہو۔ دنیا کی آبادی کا دار و مدار تو نیک لوگوں کا کام ہے جب دیندار کم ہو جائیں گے تم یقین کرنا کہ دنیا خراب ہوگی۔

ملاحظہ: خواجہ جنید کو خواب میں دیکھ کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اپنا کام کہاں تک پہنچایا؟ جواب دیا دنیاوی کاموں کا جو ہم اندازہ کرتے ہیں اس سے عقبی کا کام زیادہ سخت ہے۔

ملاحظہ: کسی نیک پرہیزگار نے چاہا کہ بازار جا کر کچھ خرید لے اس نے ایک اشرفی کا اپنے گھر میں وزن کیا پھر بازار جا کر اس کا وزن کیا گیا تو گھر کے وزن سے کم نکلا وہ نیک آدمی رونے لگا۔ لوگوں نے پوچھا کیوں روتے ہو جواب دیا آج گھر کا ماجرا بازار میں ہو رہا ہے جو ٹھیک بات نہیں ہے اور کل قیامت کے روز جب دنیا کا ماجرا پیش ہوگا تو کیسے راست ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

خواجہ ضیاء الدین سنائی رحمۃ اللہ علیہ

دیانت و تقویٰ میں میں مقتدائے وقت تھے اور شریعت پر سختی سے پابند تھے محبوبِ الہی کے

ہم عصر تھے محبوب الہی سے ہمیشہ قوالی کے متعلق احتساب کرتے اور محبوب الہی معذرت کرتے ہوئے خواجہ سنائی کی تعظیم میں کوئی فروگزاشت نہ کرتے تھے۔ نصاب الاحساب آپ کی مشہور کتاب ہے جو دقائق و قواعد احتساب کے ساتھ مختلف قسم کی بدعات کے خلاف اور احکام سنت کے پیش نظر آپ نے تصنیف کی ہے۔

حکایت: خواجہ سنائی کے مرض موت میں محبوب الہی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو خواجہ سنائی نے اپنا عمامہ محبوب الہی کے قدموں میں ڈال دیا محبوب الہی نے اسے اٹھا کر سر پر رکھ کر آنکھوں سے لگایا۔ پھر جب محبوب الہی خواجہ صاحب کے سامنے بیٹھے تو خواجہ صاحب نے آپ سے آنکھیں نہ ملائیں۔ محبوب الہی جب وہاں سے اٹھ کر باہر آ گئے تو پھر رونے کی آواز سنائی دی کہ خواجہ سنائی وفات پا گئے محبوب الہی نے بے انتہا افسوس کیا اور آنکھوں میں سے آنسو بہہ نکلے اور کہا شریعت کی حامی ایک ہستی تھی افسوس کہ اب وہ بھی نہ رہی۔ (اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے)

حضرت مولانا جلال الدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ زہد و پرہیزگاری اور ترک معصیت اور تجرد اور گوشہ نشینی جیسی صفات سے موصوف اور تمام لوگوں کے ہاں معظم و مکرم تھے۔

حکایت: محبوب الہی کے ان مریدین کو جن کی زندگی مطالعہ کتب اور بحث و مباحثہ میں گزرتی کو اشتیاق ہوا کہ وہ مولانا جلال الدین سے کچھ استفادہ کریں۔ باہمی مشورہ کے بعد طے پایا کہ خواجہ مولانا اودھی پیرومرشد سے عرض کر کے اجازت حاصل کریں۔ مولانا نے جب پیرومرشد کی خدمت میں معروضہ پیش کیا تو پیرومرشد سمجھ گئے کہ یہ سب انہیں لوگوں کی خواہش ہے۔ فرمایا میں کیا کروں۔ مجھے تو ان سے کچھ اور ہی کام لینا ہے اور یہ پیاز کی طرح پوست در پوست ہیں (کہہ کھلتے ہی نہیں) اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے۔

حضرت خواجہ موید الدین کرمی رحمۃ اللہ علیہ

ابتداءً نبوی کاموں میں مشغول تھے۔ بادشاہ اور شہزادہ کے گہرے دوست تھے سلطان علا الدین خلجی کے اس زمانہ میں جب وہ صرف رئیس اور جاگیر دار تھا خواجہ صاحب اس کے پاس

کارہائے نمایاں سرانجام دیتے تھے بالآخر شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید ہوئے اور اپنی مرضی سے ہی دنیا داری چھوڑ دی۔ جب سلطان علاؤ الدین خلجی سریہ آرائے سلطنت ہوا تو اس نے پھر خواجہ مؤید الدین کرمی کو یاد کیا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب دنیوی کام چھوڑ کر شیخ کے مرید و آستان بوس ہو گئے تو اس نے شیخ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ ازراہ کرم خواجہ مؤید الدین کرمی کو اجازت دے دیں تاکہ وہ ہمارے کام میں ہاتھ بٹائیں۔ شیخ نے جواب دیا کہ خواجہ کو ایک دوسرا کام پیش آ گیا ہے جس کی تیاری کر رہا ہے یہ بات شاہی چوہدار کو ناگوار گزری اور اس نے کہا اے شیخ آپ سب سے ہی کام لینا چاہتے ہیں جو خود کر رہے ہیں تو شیخ نظام الدین اولیاء نے فرمایا بلکہ اپنے سے زیادہ بہتر کرنا چاہتا ہوں۔ سلطان نے یہ جواب سن کر خواجہ سے مایوس ہو کر اسے اپنے پاس بلانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ خواجہ کرمی کا مزار بھی شیخ نظام الدین اولیاء کی پائیں میں ہے۔ (اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے)

شیخ نظام الدین شیرازی

آپ کا ظاہر و باطن عمدہ صفات اور بلند اوصاف سے آراستہ تھا۔ تصوف کی راہ و رسم بخوبی جانتے تھے قوالی سے والہانہ محبت تھی تقریر و خطابت میں ممتاز تھے۔ حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت حاصل کی تھی حضرت محبوب الہی کے اکابر و دستوں میں سے بے حد مقبول اور خود شیخ کی نظر میں مخصوص و ملحوظ و محفوظ تھے سلطان علاؤ الدین والی دلی میں جہاں رہا کرتے تھے آپ کا اسی مقام پرمزار ہے آپ اپنے گھر کے قریب ہی مدفون ہوئے۔ (اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے)

شیخ شمس الدین دھاری رحمۃ اللہ علیہ

ابتدائی زمانہ میں سرکاری ملازم تھے پھر توبہ کر کے شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید ہوئے اور شیخ کے ملفوظات کو ایک کتابچہ کی صورت میں جمع کیا۔ ایک دن موقع پا کر پیر و مرشد سے عرض کیا اگر اجازت ہو تو آنے جانے والوں کے لئے ایک کمرہ تعمیر کرا دیا جائے ارشاد ہوا یہ کام بھی اس سے کم نہیں جسے تم چھوڑ کر آئے ہو شیخ شمس الدین دھاری کا مزار ظفر آباد میں ہے۔ (اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے)

شیخ احمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے تجرد کی زندگی بسر کی ابدال صفت تھے قوالی میں یہ قرار ہو جاتے تھے۔

حکایت: مصنف سیر الاولیاء کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے شیخ احمد بدایونی سے پوچھا آپ فاضل ہیں جواب دیا خوشی صرف یہی ہے کہ روزانہ پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرتا ہوں (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے) یہ تھے ابدال جنہیں نماز باجماعت پہ ناز ہے اور ہمارے دور کے اکثر مشائخ اور علماء اس دولت سے محروم ہیں۔

مولانا حمید رحمۃ اللہ علیہ

آپ قلندر شاعر تھے۔ خیر المجالس کے مصنف اور محبوب الہی کے مرید تھے کبھی کبھی اپنے والد کے ساتھ حضرت محبوب الہی کی مجلس میں حاضری سے مشرف ہوتے تھے۔ محبوب الہی کے بعض خلفاء اسے اپنی استعداد و قابلیت کے موافق استفادہ کیا اگرچہ آپ کے اشعار اس پایہ کے نہیں کہ آپ کو شاعر کہا جائے لیکن شاعر کے نام سے مشہور ہوئے زیادہ تر حمید قلندر کے نام سے مشہور ہیں ابتدا میں مولانا برہان الدین غریب کی خدمت رہے اور ان کے ملفوظات بھی جمع کئے۔ پھر شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر رہ کر آپ کے ملفوظات جمع کر کے ان کا نام خیر المجالس رکھا اس کتاب کی تالیف ۷۵۵ھ میں شروع ہوئی اور ۷۶۶ھ میں یہ ملفوظات مکمل طور پر جمع کر لئے گئے۔

حکایت: اسی خیر المجالس میں ہے کہ ایک دن مجھ (حمید) سے شیخ چراغ دہلوی نے فرمایا تمہیں قلندر یا صوفی قلندر اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ تم ابھی طالب ہو اس پر خادم نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ شیخ نظام الدین اولیاء کا دسترخواں بچھا ہوا تھا۔ آپ کے افطار کرنے کے بعد کھانا کھانے وقت ایک روٹی کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا اپنے آگے رکھ دیا اور ایک ٹکڑا خادم کے سامنے بڑھا دیا چنانچہ خادم نے وہ آدھی روٹی اپنی آستین میں رکھ لی۔ جب وہاں سے اٹھ کر باہر آیا تو قلندروں نے مجھے گھیر لیا اور کہا اے شیخ زادہ! ہمیں کچھ دو میں نے کہا میرے پاس کیا ہے قلندروں نے کشف کے ذریعہ کہا وہ آدھی روٹی جو شیخ نے دی ہے وہ ہمیں دے دو خادم ہی کہت

کمن تھا حیران رہ گیا کہ انہوں نے کیسے معلوم کر لیا ان سے تو کوئی بھی وہاں موجود نہ تھا۔ مجبوراً میں نے وہ آدھی روٹی اپنی آستین سے نکال کر ان قلندروں کو دیدی سب قلندر وہاں کیو کہری کی مسجد کے قریب ایک گھر کی دلیز پر بیٹھ گئے اور اس آدھی روٹی کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سب کھا گئے۔ اسی دوران خادم کے والد صاحب حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے باہر آئے اور فرمایا وہ روٹی کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا قلندروں کی دیدی یہ سن کر والد صاحب نے مجھے تیز نظروں سے دیکھ کر افسوس کرتے ہوئے کہا ان شوریدہ پالوگوں کو کیوں دیدی وہ تو ایک نعت تھی۔ پھر فوراً ہی شیخ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں واپس گئے۔ محبوب الہی کو اصل معاملہ معلوم تھا چنانچہ فرمایا مولانا تاج الدین خاطر جمع رہو تمہارا یہ لڑکا قلندر ہوگا۔ اس پر والد صاحب کے دل کو سکون آیا چونکہ شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے قلندر کہا ہے اس لیے آپ محترم بھی مجھے قلندر کہتے ہیں شیخ چراغ دہلوی نے یہ قصہ سن کر فرمایا مجھے معلوم نہ تھا کہ تم حضرت محبوب الہی کے مرید ہو۔ آؤ گلے مل لو چنانچہ خادم آگے بڑھا اور چراغ دہلوی نے بڑی محبت سے گلے لگایا۔ اور آپ سے مجھے بے انتہا برکات حاصل ہوئیں۔ (الحمد للہ رب العلمین)

ہدایت: خیر المجالس کی نویں مجلس میں ہے کہ مجھے حضرت خواجہ چراغ دہلوی سے شرف قدوسی حاصل ہوا آپ اس وقت حال میں تھے مجھ سے فرمایا کیا لکھ رہے ہو پھر فرمایا اس مضمون کو اشعار میں کہو کبھی صوفی کبھی قلندر یہ کیا ہے چنانچہ میں خادم (حمید) نے برجستہ کہا۔

گاہ صوفی گاہ قلندر چیست ارشاد ہوا دوسرا مصرعہ بھی کہو میں نے عرض کیا۔

چون قلندر شوی قلندر باش

ترجمہ: جب تم قلندر ہو جاؤ گے تو قلندر رہو پھر آپ کچھ دیر سوچتے رہے پھر فرمایا کیا لکھ رہے ہو اس کے بعد فوراً ہی فرمایا میرے پاس اتنا وقت کہاں کہ تمہیں نصیحتیں کروں اور تمہارے پاس اتنا وقت کہاں کہ تم قلندر بنو۔ بغیر جمال الہی مشغول یاد الہی رہو۔ جاؤ گوشہ نشینی اختیار کرو۔ تم نے جس شخصیت کی پیروی اختیار کی ہے وہ ان میں سے تھے جن کو داڑھی بھی گراں گزری اور وہ اسے کاٹ کر جنگلوں اور بیابانوں میں نکل گئے۔ اس کے بعد حضرت چراغ دہلوی نے قبلہ رو ہو کر آسمان کی طرف چہرہ کرتے ہوئے یہ عالم حیرانی میں پڑھا۔

در عشق چہ جائے خانہ داری است
مجنون شو و کوہ گیر و بخروش

ترجمہ: عشق کے باوجود خانہ نشینی کیسی۔ مجنون بن کر پہاڑوں پر نکل جاؤ اور خوب گریہ و فریاد کرو۔ خادم (حمید) شاعر قلندر کے دل پر اس شعر کی کیفیت نے بڑا اثر ڈالا لیکن فوراً ہی میں نے عرض کیا۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں میرا کمال یہ ہے کہ لوگوں میں رہتا ہوں۔ کپڑے پہنتا ہوں اور حصول علم کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ سن کر حضرت چراغ دہلوی، بحر تفلر میں غرق ہو گئے۔ پھر سر اٹھا کر ایک آہ کھینچی آپ کے آنسو بہہ رہے تھے اسی حالت میں فرمایا اگر میرے پیرو مرشد نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان نہ ہوتا کہ شہر میں رہ کر لوگوں کے جوہر و ستم برداشت کرو تو کہاں میں اور کہاں شہری آبادی میں تو کوہ و دشت کی طرف نکل جاتا۔ پھر دوبارہ یہی شعر پڑھا۔

در عشق چہ جائے خانہ داری است

مجنون شود کوہ گیر و بخروش

یہ سن کر خادم پر ایک کیفیت طاری ہو گئی چنانچہ میں فوراً ہی باہر آ گیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیا کروں۔ سوچا کہ مقام خضر میں جا کر مشغول حق ہو جاؤں وہ فرحت افزا اور دل آشا مقام جتنا کا کنارہ ہے۔ جہاں اکثر درویشوں نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی ہے پھر خیال آیا کہ وہاں سے نماز جمعہ کے لیے آنا دشوار ہوگا۔ اس لئے کیلو کھری چلا جاؤں جہاں میرا مکان جتنا کنارہ پر ہے وہاں والد بزرگوار مولانا تاج الدین صاحب بھی ہیں جو بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔ میں نے شیخ چراغ دہلوی کے ملفوظات اور فوائد لکھنا شروع کئے اگرچہ میں انہیں اچھی طرح قلمبند نہ کر سکا لیکن اپنی فہم کی حد تک مرتب کیا۔

پھر میرے دل میں خیال آیا کہ یہ غیر مکمل فوائد ہیں لوگوں کو کچھ سودمند نہ ہوں گے۔ غرضیکہ چار دن اسی شش و پنج میں گزارنے کے بعد میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے بہت سے فوائد بیان فرمائے بلکہ گزشتہ بھی دہرائے۔ (الحمد للہ رب العلمین)۔

اٹھارویں مجلس: شرف قدوسی حاصل کرنے کے بعد اس خادم نے عرض کیا شہر میں خادم کا دل پیرو مرشد محبوب الہی کے مزار پر لگتا ہے اور اس کے بعد آپ کی مجلس میں اس پر چراغ دہلوی نے فرمایا۔

تارہ زوند بمنزل زرسند

ترجمہ: جب تک راستہ نہ چلیں گے منزل تک نہ پہنچیں گے جو منزل تک پہنچنا چاہے وہاں گریہ

رہے تو وہ ہرگز منزل تک نہیں پہنچ سکے گا۔ حصول منزل کے لیے مجاہدہ شرط ہے۔

والذین جاهدوا فینا لنھدینھم سبلنا

ترجمہ: جنہوں نے ہمارے لئے مجاہدہ کیا انہیں ہم نے اپنے راستے دکھائے۔ پھر فرمایا مجاہدہ کرنے سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ غیر اللہ سے دل ہٹ کر اور اغیار سے منحرف ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ لا الہ الا اللہ ایک سرستہ راز ہے۔ غیر اللہ سے دل کو پھیرنا یہی نئی ہے اور اطاعت الہی میں منہمک ہو جانا یہ اثبات ہے۔ یہ سن کر خادم نے عرض کیا اے خواجہ! یہ غلام معمولی سی مشغولیت رکھتا ہے۔ ہمیشہ روزے رکھنا میرے لئے ناممکن ہے موسم گرما میں دلی کی آب و ہوا سب کو معلوم ہے کہ آگ برستی ہے اور دم بدم پیاس لگ رہی ہے اس پر فرمایا اگر روزے نہیں رکھ سکتے تو کھانا کم کر دو۔ اس کے بعد پوچھا مشغول کہاں کرتے ہو گھر میں یا کہیں باہر؟ عرض کیا گھر میں جہاں اگر چہ مزاحمت اور دیگر کام ہوتے ہیں لیکن میرے کام میں کوئی مانع درپیش نہیں ہوتا۔ جب دل گرفتہ ہو جاتا ہو تو باغ یا جنگل میں ایسے درخت کے نیچے جا کر بیٹھتا ہوں کہ جہاں مجھے کوئی نہ دیکھ سکے اور میں بھی کسی کو دیکھ نہ سکوں ارشاد فرمایا تو پھر تم اپنے ساتھ قلم و دوات کاغذ لے جاتے ہو اور شعر و غزل کہنے میں مشغول ہو جاتے ہو مگر ہم اس کام کو مشغولیت نہیں کہتے بلکہ مشغول وہ ہے جو اللہ تعالیٰ ساتھ ہو۔ خادم نے عرض کیا جی ہاں یہی بات ہے جو آپ بذریعہ کشف فرما رہے ہیں اگر کوئی نظم یاد آ جاتی ہے تو لکھ لیتا ہوں اس کے بعد خود کو اصلی حالت پر لے آتا ہوں۔

یہ سن کر شیخ چراغ دہلوی نے فرمایا اگر خود کو اصلی حالت پر لا سکتے ہیں تو اچھا ہے ورنہ شعر گوئی سے بدتر حجاب و مانع اور کوئی چیز نہیں ہے۔

ارٹیسویں مجلس: جب شرف قد موسیٰ حاصل ہوا۔ رمضان کا مہینہ تھا شیخ چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خدام نے لوگوں کے ہاتھ دھلانا چاہے تھے کہ مجلس سے ایک قلندر اٹھ

کر جانے لگا شیخ نے اسے کئی مرتبہ بلند آواز دے کہا ارے درویش ارے درویش کیوں جا رہے؟ ہو لیکن قلندر نے ایک نہ سنی اور تیزی سے نکل کر باہر چلا گیا۔ شیخ نے خدام کو دوڑایا ان کے پہنچنے تک یہ قلندر باہر کے دروازہ تک پہنچ چکا تھا کہ خدام نے اہل کا ہاتھ پکڑ کر منت و سماجت کر کے اسے واپس لے آئے واپسی پر قلندر اپنی پہلی جگہ پر بیٹھنے کی بجائے مجھ خادم (حمید) کی داہنے

جانب ذرا اوپر ہو کر بیٹھ گیا۔

حکایت: شیخ چراغ دہلوی نے فرمایا ایک دفعہ شیخ فرید الدین مسعود خج شکر کی خانقاہ میں ایک قلندر آیا۔ شیخ خج شکر اپنے حجرہ میں یاد الہی میں مشغول تھے۔ شیخ کا دستور تھا کہ جب اپنے حجرہ میں جاتے تو اندر سے دروازہ بند کر لیتے پھر کوئی اندر نہ جاسکتا تھا۔ قلندر آکر شیخ کی کبل والی نشست خاص پر بیٹھ گیا۔ شیخ کے خادم خاص بدر الدین اسحق نے ادب سے کچھ نہ کہا بلکہ تھوڑا سا کھانا ادا کر اس قلندر کے آگے رکھ دیا قلندر نے کہا پہلے میں شیخ سے ملوں گا پھر کھانا کھاؤں گا۔ بدر الدین اسحق نے کہا شیخ حجرہ کے اندر یاد الہی میں مشغول ہیں اور وہاں جانے کی کسی کو اجازت بھی نہیں ہے۔ آپ پہلے کھانا کھائیے پھر آپ کو شیخ کے پاس لے چلوں گا چنانچہ قلندر نے کھانا کھایا اس کے بعد وہ گھاس جو قلندر کھایا کرتے ہیں اپنی جھولی میں سے نکال کر اپنے کشکول میں رگڑنا شروع کر دیا جس کے کئی قطرے شیخ کے مصلیٰ پر گرے یہ دیکھ کر بدر الدین اسحق آگے بڑھے اور کہا بس کیجئے یہ سنتے ہی قلندر برافروختہ ہو گیا۔ اور بدر الدین اسحق کو مانے کے لئے اپنا کشکول اٹھایا ہی تھا کہ شیخ اندر سے بھاگتے ہوئے آئے اور قلندر کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے قلندر! مجھے بخش دو جس پر قلندر نے کہا درویش ہاتھ نہیں اٹھاتے اور جس پر ہاتھ اٹھا لیتے ہیں تو پھر نیچا نہیں کرتے۔ اس پر شیخ نے فرمایا اچھا اس دیوار پر مارو چنانچہ قلندر نے اپنا کشکول دیوار پر دے مارا جس سے وہ دیوار گر پڑی۔

فائدہ: حکایت بیان کرنے کے بعد شیخ چراغ دہلوی نے فرمایا عام لوگوں میں ایک خاص بھی ہوتا ہے۔

حکایت: پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد سے اپنے پیر و مرشد شیخ شہاب الدین سہروردی کے پاس سے لوٹ رہے تھے تو دوران سفر میں ایک ایسے مقام پر قیام کیا جہاں کوئی سرائے نہ تھی اس لئے ایک مسجد میں ٹھہر گئے۔ قلندر بھی وہاں جمع ہو گئے رات کو جب شیخ ذکر الہی میں مشغول ہوئے تو انہوں نے ایک قلندر کو دیکھا جو سر سے پاؤں تک نور میں ڈوبا ہوا تھا۔ شیخ اس کے پاس گئے اور کہا اے مرد خدا تو ان لوگوں میں کیوں رہتا ہے قلندر نے جواب دیا اے زکریا تاکہ معلوم ہو جائے کہ عام لوگوں میں ایک خاص بھی رہتا ہے جس کی وجہ سے عوام کی بخشش ہوتی ہے۔

حکایت: شیخ نے فرمایا یہ قلندر جس نے اتنی قوت حاصل کر لی تھی یہ مفتی وقت تھا۔ شیخ جمال ساوچی نے اسے اپنی کتاب میں چلتا پھرتا کتب خانہ لکھا ہے مشکل ترین فتویٰ ان کے پاس آتے اور یہ کوئی کتاب دیکھے بغیر فوراً جواب دیتے تھے۔

حکایت: اس زمانہ میں ایک بزرگ تھے جن کا نام نہیں بتایا گیا ان کے پاس آہن پوش آتے اور آہن پوش کوئی لباس اور خرقة نہیں پہنتے بلکہ کبل کا ایک لنگوٹ باندھتے ہیں۔ اس کے سوا ان کے پاس کوئی دنیوی چیز نہیں ہوتی بزرگ جب آہن پوشوں کے مجمع سے واپس آئے تو کہا کس قدر یہ لوگ آزادی کے متوالے ہیں۔ چنانچہ وہ بزرگ اور شیخ جمال الدین ساؤجی نے اسی مجمع میں کہا میں اسی وقت جوان مرد ہو سکتا ہوں جب کہ ان سے زیادہ قوت ظاہر کر دکھاؤں۔ نہ معلوم قبولیت دعا کا کونسا وقت تھا جب ان بزرگ نے یہ کلمات ادا کئے تھے غرض کہ مجلس برخواست ہونے پر شیخ کا یہ حال ہوا کہ سب سے کنارہ کش ہو گئے۔ اس کے بعد ان کو داڑھی بھی گراں گزری جسے ترشوا یا اور گڈری پہن کر قبرستان میں قبلہ روجیران و پریشان آسمان کی طرف منہ اٹھائے جا بیٹھے۔ لوگوں نے یہ خبر اس بزرگ کو دی تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت قبرستان آئے اور دیکھا کہ شیخ قبر میں منہ کھولے آسمان کی طرف چہرہ کئے پریشان بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھ کر انہوں نے برف پکھلا کر پلادیا اور شیخ فوراً ہی ہوش میں آ گئے اور کہا سبحان اللہ نہایت ہی ٹھنڈا پانی تھا اس پر دانشوروں نے بحث کی ہے۔ اور کہا کہ آپ نے داڑھی کتر واکر شریعت کی خلاف ورزی کی ہے اس کے جواب میں شیخ نے اپنا سر اپنے خرقتے میں ڈال کر نکالا تو چہرہ پر پوری داڑھی موجود تھی پھر شیخ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اتنا لمبی سفید داڑھی دیکھی جاسکتی ہے اس کے بعد تمام لوگ توجیلے گئے لیکن قلندر شیخ کے پاس ٹھہر گیا۔ (الحمد للہ رب العلمین)

شیخ حسام الدین

آپ حضرت خولجہ معین الدین چشتی کے چھوٹے صاحبزادے تھے کہتے ہیں کہ آپ غائب ہو گئے اور ابدال کی صحبت میں پیوست ہو گئے۔ قدس سرہ

شیخ حسام الدین سوختہ

شیخ فخر الدین ابن شیخ الاسلام معین الدین چشتی سنجری کے صاحبزادے تھے۔ آتش محبت میں سوختہ اور الفت کے اسیر تھے۔ محبوب الہی کی صحبت سے فیض پایا۔ آپ کا مزار سانہر میں

مغرب کی طرف اجمیر کی سمت میں ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار نے آپ کا نام اپنے گمشدہ بھائی شیخ حسام الدین بن خواجہ معین الدین کے نام پر رکھا۔ خواجہ معین الدین چشتی کی دو بیویاں تھیں۔ ایک سید وجیہ الدین مشہدی کی صاحبزادی جو سید حسین خنگ سوار کے چچا تھے جن کا مزار اجمیر کے قلعہ کے بالائی حصے پر ہے ان کا نام بی بی عصمت تھا۔ اور دوسری کنیز تھیں جن کا نام امۃ اللہ تھا۔

حضرت خواجہ جب بوڑھے ہو گئے تھے اور
دیدار رسول اللہ ﷺ اور نکاح کا حکم: شادی نہیں کی تھی ایک رات رسول اکرم ﷺ

کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے معین الدین تو میری شریعت کا مددگار ہے۔ لیکن تو نے میری سنت چھوڑ دی ہے۔ اتفاقاً اسی رات قلعہ نبیلی کا حاکم جس کا نام ملک خطاب تھا اس ملکہ کے کافروں پر حملہ آور ہوا۔ راجہ کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی اس کے ہاتھ آئی ملک خطاب خواجہ صاحب کا مرید بھی تھا۔ اس نے راجہ کی لڑکی خواجہ صاحب کی خدمت میں پیش کی (تاریخ بلاء وہابی) **حافظہ:** سید وجیہ الدین مشہدی کی صاحبزادی بڑی ہی عفت و عصمت سے آراستہ تھیں اگرچہ بالغ ہو گئی تھیں لیکن خاندانی سادات کا لڑکا نہ ملنے کی وجہ سے کنواری بیٹھی تھیں سید صاحب نے ایک رات امام جعفر صادق علیہ السلام کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا اے بیٹا وجیہ الدین رسول اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیٹی کو خواجہ معین الدین حسن بخاری کے حوالہ کر کے ان کے نکاح میں دیدو چونکہ سید صاحب بھی خواجہ صاحب کے متولین میں سے تھے انہوں نے یہ واقعہ خواب سنایا تو خواجہ صاحب نے جواباً کہا بابا وجیہ الدین میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور موت قریب ہے لیکن چونکہ سرور عالم ﷺ کا فرمان مبارک ہے اس لیے تعمیل کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

دو دنوں بیویوں سے اولاد ہوئی۔ راجہ کی بیٹی سے بی بی جمال پیدا ہو جو قرآن کی حافظہ تھیں۔ راجہ کی بیٹی کا نام بی بی جمال نہیں تھا۔ جیسا کہ مشہور ہے بلکہ راجہ کی نواسی بی بی جمال تھیں خواجہ اجمیری کی صاحبزادی تھیں۔ جن کا مزار بھی خواجہ صاحب کی پائیں میں ہے جن کے خاندان شیخ رضی تھے ناگور کے ایک گاؤں میں مندا لحوض پر ان کا مزار ہے خواجہ صاحب کی بیٹی بی بی جمال کے دو بیٹے ہوئے لیکن بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔

خواجہ صاحب کے تین بیٹے تھے۔ شیخ ابوسعید، شیخ فخر الدین، اور شیخ حسام الدین، شیخ ابوسعید تو سید وجیہ الدین کے نواسہ تھے۔ باقی شیخ فخر الدین اور شیخ حسام الدین کے ہارے

میں اختلاف ہے سید محمد گیسو دراز صاحب اور دیگر درویشوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں بی بی عصمت یعنی سید وجیہ الدین کی بیٹی کے بیٹے ہیں اس کے علاوہ سید شمس الدین ظاہر اور دیگر درویشوں کا بیان ہے کہ ان دونوں کی والدہ کا نام بی بی امتہ اللہ تھا جو راجہ کی بیٹی تھیں۔

خواجه معین الدین خرد

آپ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے یعنی شیخ حسام الدین سوختہ کے بیٹے تھے۔ چونکہ آپ کا نام بھی معین الدین تھا اس لئے برزگوں کی نسبت سے آپ کو خورد (چھوٹا) کہتے ہیں۔ اور یہی تعریف آپ کے لئے بہت کافی ہے کہ آپ کامل درویش تھے مرید ہونے سے پہلے ہی اتنا ریاضت و مجاہدہ کیا تھا کہ بغیر کسی واسطہ کے خواجه معین الدین چشتی سے مراد راست فیض حاصل کیا کرتے تھے آخر کار خواجه صاحب کے حکم پر شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے مرید ہوئے اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

شیخ حسام الدین سوختہ کے چھوٹے صاحبزادہ شیخ قیام بابر یال بڑے خوبصورت بہادر دلیر اور پر عظمت تھے خواجه معین الدین خرد ہی کی اولاد سے ہیں اگرچہ ان کا نام شیخ قطب الدین تھا لیکن محمود خلجی نے ان کو چشت خاں کا خطاب دے کر دو ہزار سواروں کا سردار مقرر کیا تھا۔ سلطان محمود خلجی نے جب اجمیر پر اسلامی پرچم لہرایا، اجمیر کو چشت خاں کے حوالہ کرنا چاہا لیکن آپ کے متعلقین خردو کلان مندو میں مقیم تھے اس لئے چشت خان نے اجمیر کی حکومت قبول نہیں کی شیخ قیام الدین بابر یال کی اولاد میں شیخ بایزید بزرگ بھی ہوئے۔ جو نہایت عقلمند و سمجھدار تھے اور خواجه اجمیری کے روضہ میں تعلیم دیا کرتے تھے شیخ احمد مجدد اور دوسرے حضرات بھی آپ کے شاگرد تھے۔

خواجه چشت کے فرزندوں میں سے جس صاحبزادہ کے متعلق جھگڑے مشہور ہیں۔ وہ بھی شایزید بزرگ ہیں۔

جھگڑے کا خلاصہ: واقعہ یہ ہے کہ جب دار السلطنت دہلی میں برہنہ شورش و اختلاف حکومت کمزور ہو گئی جس کے نتیجہ میں اجمیر پر کافروں کا قبضہ ہو گیا تو خواجه چشت کی اولاد میں سے خواجه معین الدین خرد خواجه چشتی اجمیری کے پوتے جو شیخ حسام الدین سوختہ کے فرزند تھے۔ مندو چلے گئے۔ اور وہاں سکونت اختیار کر لی۔ اور شیخ حسام الدین سوختہ

کے دوسرے فرزند شیخ قیام الدین بابر یال سمرات میں حصول تعلیم میں مشغول ہو گئے اور شیخ بایزید بزرگ بغداد میں حصول علم میں منہمک ہو گئے سلطان محمود غلجی نے بالآخر ایک عرصہ بعد اجمیر پر پھر اسلامی پرچم لہرایا اور کافروں پر فتح حاصل کی۔ اسی زمانہ میں شیخ بایزید بغداد وغیرہ کے سفر سے مندو آئے۔ شیخ محمود ہلوی جو مندو کے شیخ الاسلام اور تمام علماء کے صدر تھے ان کی شیخ بایزید بزرگ سے ملاقات ہوئی اور باہمی تعلقات قائم ہو گئے پھر شیخ الاسلام محمود ہلوی نے اپنی بیٹی کی شیخ بایزید بزرگ سے وہیں مندو میں شادی کر دی سلطان محمود غلجی بھی شیخ بایزید کا معتقد ہو گیا چشت خاں کو جو خواجہ معین الدین خرد کی اولاد میں سے تھے شیخ بایزید بزرگ سے خاندانی اور گھریلو جھگڑے تھے اس لئے اسے بات پسند نہ آئی کہ شیخ بایزید کا سلطان معتقد رہے علماء و مدرسین کے تقررات کی خاطر سلطان اجمیر میں تھا چشت خان نے کسی طرح شیخ بایزید بزرگ کو خواجہ کے روضہ میں پڑھانے کے لئے اجمیر شریف بھجوا دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں پڑھنے والوں کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیا۔ سلطان کی خدمت میں درخواست پیش ہوئی تو اس نے وہاں کے علماء و مشائخ سے شیخ بایزید کی خاندانی شرافت کے متعلق استفسار کیا۔ مخدوم خواجہ حسین ناگوری اور مولانا رستم اجمیری جیسے قدیم علمائے اجمیر اور دوسرے معزز علماء وغیرہ نے گواہی دی کہ شیخ بایزید بزرگ دراصل شیخ قیام الدین بابر یال ابن شیخ حسام الدین سوختہ ابن شیخ فخر الدین ابن خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں۔ اگر صرف خواجہ حسین ناگوری ہی شیخ بایزید کا نسب بتا دیتے تو بہت کافی تھا کیونکہ خواجہ حسین ناگوری نے شیخ بایزید بزرگ کے فرزندوں کو اپنی بیٹیاں بھی دی ہیں یہ بھی اس کا ثبوت ہے کہ شیخ بایزید بزرگ کا سلسلہ خاندان خواجہ اجمیری تک پہنچتا ہے اور یہی حقیقی امر بھی ہے۔ واللہ اعلم۔ (اللہ خوب جانتا ہے)

غرضیکہ خواجہ اجمیری کی اولاد کا وجود اور پھیلاؤ ایک امر یقینی ہے اور لوگوں کا کہنا کہ خواجہ اجمیری کی کوئی اولاد نہ تھی بالکل غلط اور بکواس ہے کیونکہ خواجہ اجمیری کی اولاد ملفوظات چشت میں تفصیل سے درج ہے۔ شیخ حمید الدین صوفی کے پوتے۔ شیخ فرید نے اپنی کتاب سرور الصدور میں اپنے دادا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہمارے پیر و مرشد کے لڑکے پیدا ہو چکے تھے اسی زمانہ میں انہوں نے مجھ سے پوچھا حمید کیا بات ہے ہم اپنی قوت اور جوانی کے زمانہ میں اللہ سے جو کچھ مانگتے فوراً مل جاتا اب بڑھاپے میں جب دعا مانگتے ہیں تو کام بگڑ جاتا ہے۔ اس پر خادم

حید الدین صوفی نے عرض کیا پیر و مرشد کو معلوم ہے کہ جب حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے تو بغیر کسی قسم کی کوشش کے انہیں محراب میں سے سردیوں کا میوہ گرمیوں میں موسم گرما کا میوہ موسم سرما میں مل جاتا تھا۔

لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدائش کے بعد حضرت مریم منتظر رہیں کہ پہلے کی طرح رزق ملتا

رہے۔

وهْزَى الْمَكَّ بِجَذَعِ النَّخْلَةِ تَسَاقُطُ الْمَكَّ رَطْبًا جَنِيًّا

کھجور کے درخت کی ٹہنیاں اپنی طرف ہلاؤ تاکہ تمہارے لئے تازہ کھجوریں گریں آپ کی پہلی حالت اور اب کی حالت میں یہی فرق ہے پیر و مرشد خادم کا جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔

خواجہ احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ ابو یزید بن شیخ نجم الدین بن شیخ قیام الدین کے بیٹے تھے۔ فوائد الفوائد میں محبوب الہی کی زبانی لکھا ہے۔ کہ شیخ احمد حضرت معین الدین چشتی کے پوتے تھے خواجہ احمد بڑے ہی نیک تھے۔ خواجہ احمد خود کہتے ہیں۔ کہ میرے ایک دوست نماز مغرب کے بعد ایمان کی سلامتی کے لئے ہمیشہ دو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورہ اخلاص اور ایک مرتبہ سورہ فلق پڑھتے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورہ اخلاص پھر ایک بار سورہ الناس پڑھتے پھر نماز سے فارغ ہو کر سجدہ میں یا حی یا قیوم ثبتی علی الایمان تین مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اجمیر کے حدود میں ہمیں شام ہو گئی۔ ہم سب فرض و سنت ادا کر کے شہر کی جانب چل دئے اور وہ ہمارا دوست نماز پڑھ کر اس وقت ہمارے پیچھے آیا جب کہ لیٹرے لوٹنے کے لیے اپنے ٹھکانوں پر آگئے تھے ان کے انتقال کے وقت ہم ان کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ اس طرح جان دے رہے ہیں کہ باید و شاید خواجہ احمد کا ایمان ہے روزِ محشر خدا کے سامنے گواہی دوں گا کہ وہ میرا دوست دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہوا۔

خواجہ وحید علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ خواجہ احمد کے بھائی ہیں۔ نیز فوائد الفوائد میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ محبوب الہی اور نصیر الدین طالب علم شیخ فرید گنج شکر کے سامنے بیٹھے تھے ایک جوگی آیا اور زمین بوسی کر کے بیٹھ گیا

نصیر الدین نے اس جوگی سے پوچھا بابا انسان کے سر کے بال کسی دوا سے لے بھی ہو جاتے ہیں؟
نصیر الدین کا جوگی سے یہ پوچھنا شیخ کی موجودگی میں مجھے اچھا معلوم نہ ہوا اتفاقاً خواجہ معین
الدین کے پوتے خواجہ وحید آئے اور مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ جس پر پیر درشد گنج شکر نے
فرمایا میں تو آپ ہی کے خاندان سے یہ بھیک لایا ہوں میری کیا مجال کہ آپکو مرید بناؤں۔

لیکن خواجہ وحید نے بے انتہامت ساجت کی مرید ہوئے اور سرمنڈ دیا اور نصیر الدین
طالب علم نے بھی (جس نے جوگی سے بال بڑھانے کا نسخہ پوچھا تھا) اپنا سر منڈا دیا۔
اور درویشوں کی صحبت اس میں اثر گر گئی ان سب پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔

شیخ بدر الدین سمرقندی

ملفوظات شیخ شرف الدین یحییٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سمرقندی بھی شیخ نجم الدین کبرئی
کے مرید تھے۔ سیرالاولیاء میں ہے کہ شیخ سمرقندی دراصل شیخ سیف الدین باخرزی کے خلیفہ تھے
جنہوں نے شیخ نجم الدین کبرئی کی صحبت حاصل کی تھی۔ سیرالاولیاء میں ہے کہ شیخ بدر الدین سر
قندی بڑے بزرگ تھے جو محبوب الہی کی صحبت میں قوالی سنتے، بہت خوبصورت اور نیک سیرت
تھے شیخ سمرقندی کو جب سنگور میں دفن کیا گیا بعد وفات تیسرے دن محبوب الہی وہاں آئے۔ قوالی
ہو رہی تھی۔ اور مجلس تقریباً ختم ہو رہی تھی کہ آپ دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھ گئے۔ لوگوں نے
آپ کو مجلس قوالی میں بلانا چاہا تو محبوب الہی کھڑے ہو گئے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ محبوب الہی
نے فرمایا کہ تم میں اور ان میں بڑا فرق ہے تم لوگ بیٹھو میری شرکت شرط نہیں۔

شیخ رکن الدین فردوسی

آپ خواجہ بدر الدین سمرقندی کے مرید تھے دہلی میں رہائش تھی سلطان معز الدین کی قیادت
نے جب کیلو کبریٰ میں نئی شہری آبادی آباد کرنا چاہی تو آپ وہاں سے چل کر دریائے جہنا گے
کنارے مقیم ہو گئے۔ آپ اور محبوب الہی کے درمیان چنداں الفت و محبت نہ تھی۔

سیرالاولیاء میں ہے کہ شیخ رکن الدین فردوسی کے نوجوان بیٹے اور دوسرے مرید اکثر دیکھتے کشتی
میں بیٹھ کر ناچتے گاتے ہوئے محبوب الہی کے مکان کے نیچے سے گزرا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی

طرح گاتے بجاتے جارہے تھے کہ محبوب الہی کی ان پر نظر پڑی پھر آپ نے سر باہر نکال کر فرمایا۔ ایک وہ ہے جو برسوں سے خون جگر پی رہا ہے۔ اور اس راہ میں اپنی جان فدا کر رہا ہے اور دوسری طرف یہ نوجوان کہتے پھرتے ہیں۔ تم ایسے کیا ہو جو ہم نہیں (یعنی ہم اور نظام الدین میں کوئی فرق نہیں) اس کے بعد محبوب الہی نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھا کر اشارہ کرتے ہوئے فرمایا خبردار ہو کر جانا۔ جب یہ سب نوجوان شور و غل کرتے اپنے گھر کے قریب پہنچے تو کشتی سے اتر کر انہوں نے نہانا چاہا۔ جو نبی ان سب نے پانی میں پاؤں رکھا کہ سب کے سب اسی وقت ڈوب گئے۔

شیخ نجیب الدین فردوسی

آپ شیخ رکن الدین فردوسی کے مرید تھے۔ آپ کا مزار بھی حوض شمس کے مشرقی جانب ایک اونچے سے چبوترہ پر مولانا بربہان پٹنی کے مزار کے پاس ہے۔ (اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمتیں نازل کرے)

شیخ شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت یحییٰ منیری کے صاحبزادہ تھے ہندوستان کے مشہور مشائخ سے تھے آپ کے مناقب و اوصاف محتاج بیان نہیں۔ آپ کی اکثر تصنیفات ہیں جن میں سے زیادہ مشہور مکتوبات ہیں وہ اس لحاظ سے بہترین ہیں کہ ان میں آداب طریقت اور اسرار حقیقت تحریر ہے۔ اگرچہ آپ کے ملفوظات بھی آپ کے ایک مرید نے جمع کئے ہیں لیکن مکتوبات میں لطافت و شیریں بینائی کا پہلو بہت زیادہ نمایاں ہے۔

ملاحظہ: مشہور ہے کہ آداب المریدین کی بھی آپ نے شرح لکھی ہے شیخ نجیب الدین فردوسی سے بیعت کرنے کے شوق میں اپنے وطن بہار سے دہلی کی طرف روانہ ہوئے ابھی دہلی پہنچے بھی نہ تھے کہ محبوب الہی کا وصال ہو گیا۔ شیخ نجیب الدین فردوسی ان دنوں دہلی میں موجود تھے۔ آپ کے پاس جب شیخ شرف الدین احمد پہنچے اور ملاقات کی تو شیخ فردوسی نے کہا برسوں سے تمہارے انتظار میں یہاں ایک امانت لئے بیٹھا ہوں جو تمہارے حوالہ کرنا ہے چنانچہ شیخ شرف الدین نے شیخ فردوسی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے مرید ہو گئے پھر شیخ سے نعمتیں لے کر اپنے وطن آ گئے۔

مؤرخین کہتے ہیں کہ واپسی پر آگرہ کے جنگلوں میں سالہا سال عبادت کی اس کے بعد اپنے وطن واپس آئے۔ آپ کا مزار صوبہ بہار کے قصبہ منیر میں ہے۔ ایک فارسی کتاب میں چودہ خانوادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کے مولف نے لکھا ہے کہ فردوسی خاندان کی ابتداء سلسلہ سہروردیہ سے ہے شیخ نجم الدین کبریٰ فردوسی اور شیخ علاؤ الدین طوسی مجاہدہ و ریاضت میں تقریباً دونوں برابر تھے اور دونوں سرحد کمال پر فائز تھے۔ یہ دونوں ایک ہفتہ کے بعد افطار کرتے جو کہ روٹی اور جنگل کی ساگ ان کی غذا تھی۔ یہ دونوں مل کر شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی کے پاس آئے اور کہا۔ عمر ختم ہو رہی ہے اب تک کوئی کام نہیں ہو سکا اگرچہ بے انتہا مجاہدہ و ریاضت کیا لیکن مطلب حاصل نہ ہو سکا۔ جس پر شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی نے جواباً کہا۔ بھائیو۔ میں بھی اسی بیماری میں گرفتار ہوں۔

علاج یہ ہے کہ کسی کے مرید ہو جائیں چنانچہ یہ تینوں اشخاص شیخ وجیہ الدین ابو حفص بن عمر بن عمویہ کے پاس آئے۔ شیخ وجیہ الدین نے ضیاء الدین اور شیخ علاؤ الدین کو ایک عرصہ کے بعد خلافت دے کر رخصت کیا۔ اور شیخ نجم الدین کبریٰ کو شیخ نجیب فردوسی کے حوالے کرتے ہوئے کہا اسے اپنے پاس رکھ چنانچہ سات ماہ بعد شیخ نجیب الدین فردوسی نے شیخ نجم الدین کبریٰ کو خلافت دی اور کہا تم فردوسی مثلاً ہو۔ اس دن کے بعد سے یہ فردوسی خاندان پیدا ہوا شیخ شرف الدین احمد خیری کے مشہور مجموعہ مکتوبات کے سوا دوسرے خطوط بھی ہیں جو شیخ مظفر بلخی کو تحریر کئے تھے یہ آپ کے مرید غلیفہ اور صاحب اسرار تھے۔

حکایت: لکھتے ہیں کہ پچیس سال تک شیخ مظفر کو سلوک کی حالت میں جو واقعات معاملات اور حالات پیش آئے وہ اپنے شیخ کی خدمت لکھتے رہے اور شیخ جواب دیتے رہے۔ شیخ شرف الدین نے بعض خطوط کے نیچے لکھا ہے کہ برادر عزیز کی تمام مشکلات اور معاملات کا حل میں نے تحریر کیا ہے۔ یہ خطوط کسی کو نہ دکھانا کہ ربو بیت کے اسرار ظاہر ہو جائیں گے جب کبھی شیخ مظفر کے مرید آپ سے شیخ شرف الدین کے خطوط بغرض استفادہ نقل کرنے کی درخواست کرتے تو اپنے ہمہ د مرشد کی وصیت کی حفاظت اور اللہ کے مخفی عہد ظاہر نہ ہو جانے کے خوف سے کسی کو نہیں دکھاتے بلکہ آپ کا قاعدہ تھا کہ ہر خط پر مہر لگا کر بھیجتے تھے اس حکایت کا بیان کرنے والا کہتا ہے کہ شیخ مظفر نے اپنے انتقال سے پہلے وصیت کی کہ یہ تمام خطوط جن کی تعداد دوسو سے زائد تھی میرے کفن میں

رکھ دینا۔ آپ کی وصیت کے مطابق تمام خطوط ان کے کفن میں رکھ دیئے گئے تاکہ بزرگوار کے اسرار پوشیدہ رہیں ان خطوط کا ایک بڈل تھیلی میں رہ گیا جو شیخ الاسلام کے قلمی تھے چنانچہ طلب گاروں اور سننے والوں کے نفع رسانی کی خاطر لکھے جاتے ہیں اور طالبوں و سالکوں کے مناسب حال منتخب کر کے یہ دو تین خطوط پورے کے پورے نقل کئے جاتے ہیں

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کرتے رہو۔

مکتوب:

ہر بلا این قوم راحق دادہ است
زیر آں گنج کرم مہادہ است

اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر جو مصیبتیں رکھی ہیں۔ اس کی تہہ میں خزانہ کرم رکھا ہے۔ برادر عزیز امام مظفر سلام و دعا اپنے کام کو مردانہ وار کرو۔ مشکلات تکالیف اور مختلف امتحانات کی وجہ سے جو سالک کی راہ میں حائل ہوتے ہیں کبھی بھی اپنے کام میں کمی اور کوتاہی نہ کرنا۔ اے برادر! عظمت انبیاء کے متعلق میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کام ایک ہی طریقہ پر نہیں ہیں۔ اس لئے نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو کس ذریعہ سے اقبال مندی اور کشائش دے گا۔ نعمت، مشقت، عطیہ یا مصائب کے ذریعہ سے سرفراز کرے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو پیدائش کے بعد آگ کے تندور میں پھینکا تھا۔ پھر ان کو ایک صندوق میں بند کیا۔ پھر ایک دریا میں ڈالا پھر دشمنوں کے ہاتھ لگے پھر ان کے ہاتھ سے ایک قطی مارا گیا جس کے قتل کی وجہ سے پردیس میں مقیم رہے۔ پھر دس سال تک ریوڑ چراتے رہے ایک اندھیری رات میں کالے کالے بادل چھا گئے۔ بجلی چمکی بھیڑیے نکل آئے اور بکریاں بھاگ گئیں آپ راستہ بھول گئے آپ کی بیوی کو دردزہ ہوا سخت سردی پڑنے لگی آگ کا نام و نشان نہ تھا سردی تھی کہ چھماق رگڑنے پر بھی چنگاری نہ نکلتی جب ان تمام وجوہ سے عاجز ہو گئے تو اچانک دل کی گہرائی سے آواز نکلی۔

انی انسٹ نارا میں آگ دیکھنا چاہتی ہوں۔ آگ دیکھ کر جب آگ لینے کے لئے پہاڑ پر پہنچے وہاں آواز آئی۔ انی انا ربک فا خلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی وانا اعترتک فاسمع له مایوحی۔ میں تمہارا رب ہوں۔ اپنے جوتے اتار لو کیونکہ تم پاکیزہ مقام طوی میں ہو اور ہم نے تمہیں منتخب کیا ہے اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اسے توجہ سے سن لو۔

اسرار الہی غیر معلوم ہیں۔ اگر کوئی بندہ کسی ایک طریقہ الہی کی تعمیل میں اپنی پوری زندگی کے

تمام اوقات صرف کرے تو شاید کہیں ربوبیت کا کچھ علم حاصل ہو سکے پھر بھی اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

ہرچہ در خلق سوزی و سازے است

اندرائے مرخداے رازے است

مخلوق میں یہ جو کچھ سوز و ساز ہے اس میں لازماً اللہ کا ایک سربستہ راز ہے۔

مکتوب: اے برادر انسان ایک چیونٹی کی طرح پست و بلند میدانوں میں پڑا ہوا یہ خواہش کرتا ہے کہ اسی حالت میں مکہ معظمہ پہنچ جائے یہ ناممکن ہے۔

دروا کہ غم کوہ بکاہ افتاد است

معشوق دل مورچہ ماہ افتادہ است

ایک واقعہ طرفہ براہ افتاد است

درویش بعشق بادشاہ رسد

ہائے تھاس کو پہاڑ کا غم ہو گیا۔ اور چیونٹی کا دل چاند میں گرفتار ہے۔ یہ تو عجیب واقعہ ہے کہ فقیہ بادشاہ کا عاشق ہو گیا ہے۔

حافظہ: اے برادر عاشق کو ایسا معشوق چاہیے کہ اس کی مہربانیوں سے اس سے مطلب حاصل کرے اگر معشوق قہر کی نظروں سے دیکھے تو وہ معشوق نہیں کیونکہ عاشق اور معشوق کی مرادیں مل کر پوری ہوتی ہیں۔ عاشق صادق وہی ہے جو اپنی خواہشات کو معشوق پر فدا کر دے۔ اور محبوب کو اس کی فرصت نہیں بجز ایسی حالت میں جب کہ دنیا اور آخرت میں عاشق کو کوئی کام نہ ہو۔ لیکن جس شخص کو دنیا میں کام ہوں یا اس کے دل میں کچھ دوسری باتیں ہوں تو ایسا شخص اپنے آقا کی پوری خدمت نہیں کر سکتا۔ اس لئے تو کہا گیا دنیا دار دنیا میں لگے ہوئے ہیں۔ آخرت کا طلبگار آخرت کے کاموں میں منہمک اور دوزخی اپنے کئے کی وجہ سے تکالیف میں گرفتار ہیں۔ ایسی صورت میں بتاؤ کون شخص ہے جسے دنیا اور آخرت میں اپنے آقا اور مالک کی خبر اور کیفیت معلوم ہو۔

مکتوب: امام مظفر کو معلوم ہو کہ اس قسم معاملات کو علم سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ مکاشفات سے متعلق ہیں۔ مکاشفات کا علم قلم سے نہیں لکھا جاسکتا البتہ جتنا لکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ موجودات محسوس کو دنیا کہتے ہیں۔ اور موجودات معقول کو ملکوت۔ موجودات بالقوہ کو جبروت۔ اس سے

بلند عالم کو لاہوت کہتے ہیں۔ اور یوں بھی کہتے ہیں کہ دنیا عالم شہادت ہے۔ ملکوت عالم غیب ہے۔ حیرت عالم غیب الغیب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غیب الغیب ہے بعض اسے یوں بھی کہتے ہیں کہ دنیوی لطافتوں کو عالم ملکوت کی لطافتوں سے کوئی نسبت نہیں کیونکہ عالم ملکوت بے انتہا لطیف ہے اور عالم ملکوت کو عالم جبروت کی لطافت سے کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ عالم جبروت بے انتہا لطیف در لطیف ہے اور عالم جبروت کو لطافت ذات پروردگار سے کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک لطیف لطیف لطیف ہے۔ دنیا اور ملکوت میں کوئی ذرہ ایسا نہیں کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی قدرت محیط نہ ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے اور وہ لطیف و خیر ہے اللہ تعالیٰ ہی لطیف مطلق ہے۔ جب لطیف مطلق ہو تو لازماً محیط مطلق ہوا و واقعہ مقرر یہ ہے کہ: و جتنا زیادہ لطیف ہوگا اتنا ہی زیادہ احاطہ رکھتا ہے نیز اسی وجہ سے تو ثابت ہوتا ہے۔

وہو معکم ایما کنتم۔ تم جہاں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ صاف دور پر فرما رہا ہے۔

نحن اقرب الیکم من حمل الوريد۔ ہم تم سے تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔

آنچه تو گم کردہ گم کردہ

ہست اندر تو تو خود را پردہ

اگر تو نے خود کو چھپا لیا ہے تو اچھا کیا ہے لیکن ہم جانتے ہیں کہ تو خود اندر اس طرف چھپ گیا ہے اور اپنے چہرہ پر تو نے نقاب ڈالا ہے۔

اسی وجہ سے لوگ کہتے کہ دنیا ملکوت جبروت اور پروردگار عالم تیرے ساتھ ہے اور انسانی

حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان دراصل مظہر و آئینہ سر حقیقت الوہیت ہے۔

تا بیا بد جاں آشکار

رہ ندا نستند سوئے کر دگا

رہ پدید آمد چو آدم پدید

زو کلید ہر دو عالم شد پدید

ترجمہ: جب تک انسان آدم علیہ السلام کے لباس میں نہیں آیا تھا اس وقت تک رسانی پروردگار کی راہ غیر معلوم تھی۔ جب آدم پیدا ہوا گیا تو راستہ مل گیا اور آدم کے وجود ہی سے دو عالم کے مسخر کرنے کی سکھائی باتھ آگئی۔

اس سے زیادہ اور کچھ لکھا نہیں جاسکتا۔ اپنے خاص اوقات میں ہمارے لئے بھی دعائے ایمان کر دینا۔ اے بھائی! کل کو ترک کرنا کل کو پالینا ہے، اسی لئے جس نے کل کو ترک کیا اس نے کل کو پالیا اور کل ہی پاتا ہے جو کل سے منقطع ہو جاتا ہے۔ والسلام

عشق کا نتیجہ دشمہ یہ ہے کہ منع کرنا اور دنیا اور قبول مہربانی و نفث اس کی نظر میں یکساں ہو عشق میں یہی وہ مال ہے جس سے بلند اور کوئی کمال نہیں ہے۔ اور جو کمال کہ فرق اور تمیز پیدا کرنا ہو وہ کمال نہیں بلکہ نقصان دنا کارہ پن ہے۔ کمال کا معنی یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی گنجائش نہ رہے اسی کو کسی مجبور اور فراق والے کے لئے یوں کہا ہے۔

ہجر تو خوشتر از وصال دگراں

منکر شدنت بہ از رضائے دگراں

ترجمہ: دوسروں کے وصال کی بہ نسبت تمہارا ہجر خوش آئند ہے۔ اور دوسروں کی رضامندی کے حصول سے تمہارا انکار کر دینا بہتر ہے۔ کہتے ہیں عاشق کو اس کی نفرت پر اتنا فخر ہے جتنا دوسروں کو مہربانی پر ہے۔ لوگوں نے ایک مرتبہ عاشق سے کہا کہ نفرت کا سیاہ کبل اپنے کا ندھ پر سے اتارتے کیوں نہیں اتو اس نے جواب دیا۔

می نفرد شم کلیم می نفرد شم

گزر بفرد شم برہنہ بساندو رشم

ترجمہ: میں ہرگز ہرگز اپنا کبل نہیں بچتا۔ اگر سچ ڈالوں تو کل بنگارہ جاؤں گا (یعنی) یہ اسرار عقل میں نہیں آتے۔ در عقل اسی معنی کو سمجھنے سے بالکل عاری ہے۔ عشق نام ہے جنون الہی کا۔ دیوانوں کا کام او۔ ہے عقلمندوں کا اور، اے بھائی وہ معانی اور احوال جس پر تمہارا بھائی چل رہا ہے۔ اگر آغاز ہی میں تمہیں میسر ہو جائے تو پختہ کاری حاصل نہ ہو سکے گی۔ کسی حالت کا ظاہر ہونا اور اس پر عمل کرنا مختلف کیفیات ہیں جن پر روزانہ ہمیشہ عمل کیا جائے بہتر ہے تاکہ روز بروز پختگی حاصل ہو جائے جس طرح کوئی میوہ جب تک دو حالتوں سے نہیں گزرتا پختہ نہیں ہوتا۔ کبھی سایہ اور کبھی دھوپ، ہونا ضروری ہے اسی طرح لینا اور دینا۔ اکھٹا کرنا اور منتشر کرنا۔ نہ رہنا اور موجود ہونا یہ سب دو ہر دو حکمت میں ہیں اس کے علاوہ انسانی صفات ان حقائق کی منافی ہیں۔

خلاصہ: جب تک آدمی میں خلقی صفات باقی رہتی ہیں اس کو فنا حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ بقا اور فنا

دونوں کا یکجا ہونا محال ہے اس سے اس مسئلہ کی پوری وضاحت ہو گئی۔ اے بھائی اپنے دل کو مضبوط اور ہمت کو بلند اور گچی پکی امید رکھو کہ اس دولت کا وہ مقام ہے جس کے شعور میں انسانی اور فرشتوں کی عقلیں حیران اور عاجز ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک آدمی کو مزدور بنا کر رکھا اس مزدور نے ایک صالحہ خاتون سے شادی کرنے کی غرض سے دس سال تک اس کی بکریاں چراہیں۔ آگ کی تلاش میں قدم رکھا تو نور قدیم نظر آیا اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کی ذخیرہ دے کر خلعت نبوت سے سرفراز فرما کر رسول بنایا۔ اس واقعہ کو عقل کیا سمجھ سکتی ہے۔ یہ اخلاقی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ فرعون کے جادوگر صبح کے وقت تو اپنے کفر و جادوگری میں مستغرق تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانے اور ان پر ظلم و ستم ڈھانے کی کوشش کر رہے تھے بن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آئے کچھ تھوڑی ہی دیر بعد تاج معرفت اللہ تعالیٰ نے ان کے سر پر رکھا اور توحید کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

اور پھر ایسا عارف بنا دیا کہ دنیا و آخرت کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اسی وقت ندائے غیب آئی واللہ خیر واقعی اور اللہ تعالیٰ کی ذات بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔
اے بھائی خم خانہ رحمت سے تم کو جو عنایت کیا جا رہا ہے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے ہنسی خوشی پیو۔ بدستی نہ کرو اور سنو

ہر کرا آن آفتاب این جاہتافت
انچہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

جو کوئی بھی آفتاب یہاں چمک رہا ہے وہ اللہ کا فضل ہے اور اس کا وعدہ ہے کہ: نہ رے نے

اسے یہاں پالیا۔

لغائدہ: خوش رہو مبارک ہو اور پہلے سے زیادہ تشنہ محبت رہو۔

ہست دریائے محبت بے کنار

لا جرم یک تشنگی شد صد ہزار

اس دنیا میں تمام کام ہمت پر منحصر ہیں ہمت جتنا بلند ہوگی اتنا ہی محبت کی خواہش زیادہ ہوگی۔

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد

ہجو خورشید از بلندی فرد شد

وقت گزارنے کے سوا چارہ کار نہیں ہے ظلم و ستم برداشت کرنا سیکھو ورنہ خام رہو گے۔ اور جبر و تشدد سے کر سلوک تک جا پہنچو گے یہ طریقہ صرف تمہارے لئے خاص نہیں بلکہ تمام سالکین کا یہی دستور رہا ہے۔

تاگردی نقطہ درد اے پر

کے تو اس خواندن ترا مرد اے پر

اے بھائی راہ توحید جو بہادروں کا مذہب ہے یہ ایک ایسا عظیم الشان دریا ہے جس میں علم و عقل سب کچھ غرق ہیں۔ کیا لکھنا کہاں کا کہنا جو کوئی اس دریائی عالمگیر راستہ میں آیا وہ عالم حیرت میں رقتار ہو گیا اور اس کی بالکل یہی مثال ہے۔

قطرہ کو غرق در دریا بود

ہر دو کونش جز خدا سوا بود

وہ دریا جو دریا میں غرق ہوا اسکے لئے خدا کے سوا دونوں جہاں ہیں نہیں۔

اے بھائی مستی اور غلبہ میں اگر کسی سے کوئی چیز ظاہر ہو جائے تو اس کو معذور سمجھو۔ پسندیدہ روش اس گروہ کی یہ ہے کہ راز ہائے سر بستہ کو پوشیدہ رکھتے ہوئے شریعت پر قائم رہو۔ اے بھائی اس تماشا گاہ عالم میں اگر کسی کو اتفاق سے۔ (اَقْرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهًا هَوَاهُ) آپ نے اس کو دیکھا جو اپنی خواہشات کو معبود بنائے ہوئے ہے۔ سامنے آئے اور اس کی حالت یہ ہو کہ ”لا“ کے دائرہ میں۔ واژه بند ہو۔ اور ”الا“ کی درباری و نگرانی میں مقید ہو تو اچھی طرح سمجھو کہ ”الا“ کا دربان وہ ہے جسے ابلیس کہتے ہیں جو یہ کہتا ہے۔

معشوقہ مرا گفت نشین بر درمن

ملکہ اردروں ہر کہ ندارد درمن

محبوبہ نے مجھے کہا کہ میرے دروازہ پر بیٹھ اسے اندر نہ آنے دینا جو میرا راز نہیں جانتا۔

اے بھائی ابلیس نے شیعوں کو عالم ملکوت میں یہ گل کھلائے کہ اکثر ان کو بہکایا جن کا خیال تھا کہ ہماری منزل مقصود تک رسائی ہو چکی ہے۔ (سبحان اللہ)

حکایہ ۱: ایک مجبور و فرقت کے مارے کا تذکرہ سنو۔ ”زاد لا روح“ میں تحریر ہے کہ حضرت وہب بن سہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ ابلیس نے طور کے پاس

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی چنانچہ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کر کے کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ ابلیس نے جواباً کہا میں نے جو کچھ کیا وہ درست تھا میں اپنے دعویٰ سے انکار کر کے تمہاری طرح بننا پسند نہیں کرتا میرا درواہ تھا کہ آدم کو سجدہ کروں جیسا کہ اجتماعی طور پر اس کا اقرار کیا گیا تھا لیکن میں نے اس کے آگے انفرادی طور پر خود تسلیم خم نہیں کیا بس جھوٹ بولنے کی وجہ سزاؤں میں گرفتار ہو گیا۔ اور یہ تمام سزائیں صرف جھوٹ کی وجہ سے مجھے برداشت کرنا پڑیں اور اے موسیٰ! تمہاری کیفیت یہ ہے کہ تم نے محبت الہی کا دعویٰ کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے تم سے کہا ہم پہاڑ کی طرف دیکھتے ہیں اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم ہمیں دیکھ سکو گے چنانچہ اس پہاڑ کی طرف دیکھا گیا اس وقت میں تم کو نہ پہچانتا تو تم اس کو نمایاں دیکھتے۔ اہل محبت و ذوق کو دنیا میں بہت سے کام اور بہت سے راز پوشیدہ رکھنا ہیں۔ عین القضاۃ (حضرت وہب بن منہب) فرماتے ہیں کہ تم کیا جانو شیطان کسے کہتے ہیں تم کو تو دنیا میں جبرائیل علیہ السلام جیسے صفات حاصل کر کے دزدیدہ نظروں سے شیطانی کام پر نظر رکھنی چاہیے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

سر تافتہ آن رہ رواز سجدہ غیر او
گر مرد رہ ادی کم زانت نایدید

محبت والے جانتے ہیں کہ دنیائے الفت میں کیا کیا مشکلات آتی ہیں یوسف علیہ السلام جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس سے چلے گئے تو یعقوب علیہ السلام کو اس وقت کچھ نہ سوجھا جب تک انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دوبارہ نہیں دیکھ لیا وہ اپنے دوسرے بیٹوں کو بھی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ البتہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کی خوشبو آئی تو قوت دید بھی واپس مل گئی جیسا کہ کہا ہے۔

ہر کہ اور یوسف گم کردہ نیست
گرچہ ایمان آورد آردہ نیست

اے بھائی! بغرض محال اگر دو عالم کے باشندے تیرے دروازہ پر حاضری دیں اور کہیں کہ تم جو کچھ چاہتے ہو وہ کرو جس کی قوت تم کو دے دی گئی ہے تو خبردار اس سے ہوشیار رہنا کیونکہ دنیا و آخرت سے بلند و بالا جو قوت ہے وہ پردہ سر ہے اور ناقابل دید ہے کہیں اپنے راستہ سے ہٹک نہ جانا وہی کہتے رہو جو عارف کہتے ہیں۔

دنیا است بلا خانہ و عقبی ہوں آباد

ما حاصل ایں ہر دو بیک جو نستم

سلطان العارفین خواجہ بابزید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے اگر تم کو عیسیٰ کی روحانیت، موسیٰ کی سرکشی اور ابراہیم علیہ السلام کی دوستی عطا ہو تو اس سے زیادہ کی طلب کرو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ میں اس سے بہت زیادہ بلندیاں اور سرفرازیاں موجود ہیں۔

اے بھائی! ہر زمانہ میں عاشقوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب سنائی دیتا ہے اے مشرقی جانب سفر کرنے والو! اے مغربی جانب میں جہاد کرنے والو! اے بلند یوں کے دیکھنے والو! اور آسمان کی جانب تیز پرواز لوگو! تم جہاں کہیں مجھے طلب کرو گے وہاں موجود پاؤ گے۔

اے بھائی! جس وقت آپ کا خط پہنچا تو بے انتہا شور و غوغا تھا۔ اے بھائی جب امام مثلی سے لوگوں نے پوچھ عارف کی صفت کیا ہے جواب دیا بہرا، گونگا، اندھا۔

اس لئے ہمیں چاہیے کہ اس شور و غوغا سے کوئی فائدہ نہیں۔ زبان بند رکھو۔ اور مندرجہ بالا قول کے سوختہ رہو۔ خود کو مصیبتوں میں مبتلا رکھو۔ ماتم اور فوجہ جو کچھ ہو اس کو نگل جاؤ اور ڈکار نہ لو یعنی بھول کر بھی ماتم نہ کرو بلکہ ہمیشہ صبر و ضبط کرتے رہو۔ اور اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے دنیا میں مالداروں کی یہی روش ہے کہ جب تک دنیا میں رہتے ہیں۔ مندرجہ بالا قول کے مخالف آہ و زاری کرتے ہیں۔ اور دنیا سے روانگی کے وقت بھی روتے پیٹتے ہیں۔ آج جو قبروں میں سو رہے ہیں۔ وہ کل قیامت کے دن مندرجہ بالا قول کے موافق اٹھیں گے۔ اے بھائی فنا ہونے والی چیزوں کو دعویٰ قدسیت نازبا ہے۔ تمام پاکیزگیاں جو پروردگار کی صفات ہیں وہ دنیا میں کسی آدمی کو حاصل نہیں ہو سکتی ہیں یقین کر لو کہ فنا ہونے سے پاک رکھنا یا تو پیدائش سے پہلے تھا۔ یا پھر عدم میں ہوگا۔ اسی کے پیش نظر تو یہ قول عارف لوگ کہتے ہیں میں اس عدم کا طلب گار ہوں جس کی ابتداء و انتہا نہیں۔ اے بھائی تم نے جس منزل میں قدم رکھا ہے اس منزل کے مرد میدان با آواز بلند فریاد کر رہے ہیں کیا تم نے یہ شعر نہیں سنا۔

قَدْ تَحَمَّلْتُ فَيْتُكَ خَدَّ بَدِي

يَا دَلِيلًا لِمَنْ تَحْمِلُ فَيْتُكَ

ترجمہ: میں تیری ذات میں، تحمیل ہوں میرا ہاتھ پکڑا اے وہ ذات تو اس کی دلیل ہے جو تیرے میں

متغير ہے۔

اے بھائی یہ لکھنا اور کہنا سب کچھ پردہ کے باہر ہے اور اندر وہ پردہ یہ ہے۔
 چوں ستر ازل طعمہ ابدال شود آں جملہ قیل و قال پامال شود
 ہم مفتی اشرف راجہ خون گردد ہم خواجہ عقل رازباں لال شود
 ترجمہ: جب ازل اسرار ابدال کے لقمہ ہو گئے تو یہ ساری گفتگو ختم ہو گئی مفتی شریعت کا جگر خون ہو گیا۔ اور خواجہ عقل کی زبان بند ہو گئی۔

شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ

آپ معزز بنی کے بیٹے تھے مشہور ہے کہ وہ اپنے حقیقی چچا شیخ مظفر کے خلیفہ اور مرید تھے لیکن شیخ حسین کے کلام سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ شیخ شرف الدین کے مرید تھے۔ اور شیخ مظفر سے تربیت وارثاد اور خلافت حاصل کی۔ ابتدائی زمانہ میں دہلی میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عنایت سے سلوک حاصل کرنے گئے جو درویشوں کا طریقہ ہے حجاز کا سفر کیا۔ اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر یہ سعادت حاصل کر کے (جو تمام مقاصد کے حصول کا واحد ذریعہ ہے) اپنے آبائی وطن لوٹ آئے آپ کے خطوط بھی شیخ شرف الدین یحییٰ کی طرح ہیں۔ جن میں اسرار توحید کو اور انسان کو گوشہ نشینی کی جانب نہایت لطیف زبان سے قلمبند کیا ہے۔ جن میں سے چند نقل کئے جاتے ہیں جس سے آپ کے مرید حالات معلوم ہوں گے۔

مکتوب: میں بیچارہ عین جوانی اور تعلیم کے زمانہ میں عرصہ تک گناہوں اور ذلتوں اور خواہشات نفسانی اور نقصان کے میدان میں بنوا سرائیل کی طرح حیران و پریشان پھرتا رہا اتفاقاً چچا صاحب شیخ مظفر مرحوم نے حجاز کا سفر کیا اور مجھے بھی اپنے ساتھ تک مسلسل رات دن تربیت ارشاد و معارف اور حقائق فقیر کو دکھاتے رہے اگرچہ مجھ میں اتنی قابلیت نہ تھی لیکن جس طرح رسل کرام علیہم السلام کے زمانہ میں ان کا اثر ہوا کرتا اسی طرح ان کے مزار کے قرب نے بھی پورا اثر کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے مزار کے اثر سے عاجز میں پوری قابلیت پیدا ہو گئی۔ میں نے جو کچھ دیکھا اور معلوم کیا اسے صرف اس حدیث کے ذریعہ بیان کیا جاسکتا ہے لو تعلمون ما اعلم لضحکتہ قلیلاً ولبکیتمہ کثیراً۔

توجہ: اگر تم وہ جانتے جسے میں جانتا ہوں تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

بحکم خداوندی ہندوستان آیا تو یہاں پہنچ کر اس معنی میں کمی و کوتاہی اور مقصود میں قصور واقع ہو گیا۔ اب بیس برس ہونے کو آئے ہیں کہ حسرت پوری نہیں ہوئی۔ بڑھاپا بھی آگیا اور شب ہائے فراق ناتواں و عاجز کر دیا ہے۔ اب پھر کہہ رہا ہوں اے پروردگار کسی وسیلہ سے اور کسی ذریعہ سے وہ دولت حاصل کر لوں جس سے دنیوی مقاصد پورے ہوں اور آسمان تابع اور مسخر ہو جائے لیکن دور رہ کر سرائے مہجوری میں قیام کرنا اور آشنائی کے بعد بیگانگی میں کاشانیہ شرط محبت اور دوستی کی وعدہ وفائی نہیں ہے۔

بیمچارہ دلم شکست تا کے باشد
وز زخم فراق خستہ تا کے باشد
مآذوئے کسی کہ بیاو خوش نیست
بر خیزد بگونہ شستہ تا کے باشد
ترجہ: میں شکستہ دل کب تک زخم فراق سے خستہ رہوں گا۔ اور اس کی آرزو میں جس کے بغیر سرتیں حاصل نہیں ہو سکتیں کب تک بیٹھا رہوں گا۔ حکم ہو جائے کہ اٹھ بیٹھو۔

عاقبت سربہ بیاباں بہ نہد چوں سعدی
ہر کہ در سر ہوں چوں تو غزالے دارد
توجہ: جس کے سر میں تجھ جیسے معشوق کا سودا ہو وہ سعدی کی طرح آخر کار مجبوراً جنگل کی راہ لے گا۔
مکتوب ۲: سرزمین عرب کی فضیلت مسلم ہے۔ تازہ خطوط میں جو مغربی کے لئے شیخ کی خدمت میں لکھے ہیں ان میں تحریر کیا ہے ہندوستان میں کسی کا کام پورا ہوا۔ کیا کروں کب تک سرزمین عرب میں تھا پابند تھا۔ جب وہاں سے یہاں آگیا تو پاؤں کی قوت نے جواب دے دیا اب یہاں ہندوستان میں مجبوراً پڑا ہوا ہوں۔

شیخ فضل اللہ نے چالیس سال یہاں بسر کئے کچھ نہ ہوا۔ پھر فرمان ہوا مدینہ منورہ جاؤ۔ وہاں پہنچ کر وہ سب سرفرازیوں ہوئیں جو کبھی نہیں جاسکتیں۔ یہ خادم (شیخ حسین) بھی اپنے چچا مظفر سے ان کی زندگی ہی میں علیحدہ ہو گیا تھا۔ ایک مرتبہ شیخ کے پاس گیا ارشاد فرمایا مولانا شیخ حسین اب تم صاحب مشرب ہو گئے۔ اور اصول قانون سے واقف ہو گئے ہو ہم سے الگ رہنے میں کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ سرزمین عرب سے واپس ہو رہا تھا راستہ ہی میں مشفق چچا حضرت شیخ نے وفات پائی۔ اس واقعہ سے بہت پہلے پہلی مرتبہ آپ نے وہیں مدینہ

منورہ میں ایک رات خواب دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ فرما رہے ہیں اب جاؤ اور پھر دوسری مرتبہ اپنے بال بچوں سمیت آنا۔ چنانچہ دوسری مرتبہ چچا صاحب ہم سب کو ساتھ لے گئے تھے بیشک میں شیخ (حسین) نے بزمانہ قیام مکہ کہا تھا کہ مکہ مدینہ کی فضیلت و برتری پر ایک کتابچہ لکھوں گا۔ لیکن انسوس اب کون سمجھے گا۔ اگر چچا صاحب زندہ ہوتے تو ضرور لکھتا۔

شیخ حسین کے بعض دوستوں کو آپ کی بدولت اصل قانون اور ضابطہ کار کا طریقہ معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اصلی کام دنیوی خواہشات کی مخالفت اور آخرت کے کاموں کی تکمیل کرنا ہے۔ جو ذکر الہی میں مشغولیت ہے جس کی اللہ ہی توفیق دیتا ہے اور عبادت ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔

کافر نفست چوں زبوں شد
گر ہمہ کفرے ہمہ ایمان شدے
دے کہ باتو بر آرم سعادت ابد است
شے کہ بے تو گذارم مرا چہ روز بد است
اوصاف ذمیمہ چوں بدل شر
ہر عقدہ کہ ور تو بو دحل شد

ترجمہ: اگر تیرا کافر نفس مسلمان ہو جائے تو تمام کفریات ایمان بن جائیں تیری یاد ایک ساعت بھی سعادت ابدی ہے تیرے بغیر ایک رات گزارنا بد بختی رہے جب تیرے تمام اوصاف بدل جائیں تو تمام مشکلات ختم ہو جائیں۔

سارالکوں کے تمام علوم مندرجہ بالا تین اشعار میں ہیں اگر بلند ہمتی مکہ و مدینہ کا سفر کرائے تو مبارک و صد مبارک کیونکہ محبت میں طویل سفر کرنا دشوار نہیں ہے۔ اور کارکنان قضا و قدر کا اعلان ہے کہ جو چیز تم کو حق سے روکے تو وہ شیطان ہے میری یہ تحریر تمام دوستوں کے نام بھی ہے خدا حافظ۔ ان خیر الزاد التقویٰ و کفی باللہ حسباً۔

بہترین سامان سفر تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کافی نگران ہے۔

گر خیل و سپاہ حسبی اللہ
در پشت پناہ ربی اللہ

توجہ: اگر گھوڑے اور لکڑیوں میں تب بھی جسی اللہ میرا اللہ میرا پست پناہ ہے۔

شیخ حسین رحمۃ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے پیر و مرشد کی زبانی خود سنا ہے جنہوں نے مکہ معظمہ کے قیام کے زمانہ میں فرمایا ہندوستان میں کوئی مرد خدا نہیں (شیخ حسین) نے عرض کی کیا کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی مرد نہ ہو کیونکہ اس مرد ہی کی وجہ سے وہ آبادی موجود ہے یہ سن کر شیخ نے فرمایا ج کہتے ہو جو لوگ ہیں وہ مرد صالح ہیں لیکن مرد خدا اور ہوتا ہے اگر ہندوستان میں مجھے کوئی مرد خدا نظر آتا تو میں اس کا مجاور اور پیش خدمت بن جاتا۔

مکتوب: طالبان حق کے لئے تین اصول ہیں:

ہمیشہ بھوکا رہے۔ روزہ ہو یا نہ ہو بھوک ہی وہ رکن ہے جس پر عمارت کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی بڑا پین نہیں۔ چونکہ بھوک سب سے بڑا رکن ہے یہ اس لئے کسی حالت میں بھی اس سے کنارہ کشی نہ کی جائے ذوق و شوق کی بنیاد بھی بھوک پر ہے۔ قوت دار لوگ بھی بغیر روزہ رکھے بھوکا رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جو مبتدی نو آموز یا کمزور ہے۔ وہ بھوک کی خاطر روزہ رکھتا ہے خلاصہ یہ کہ تمام اصل و بنیاد بھوک ہے۔ لگاؤ ہے۔ غیر ضروری چیزوں کو چھوڑ دینا ہے۔ تینوں تحفوں کے انبیاء و اولیاء مالک تھے۔ ان تینوں کی وجہ سے جو ذوق و شوق پیدا ہو تو وہ دراصل ذوق ہے۔ نفس اپنی جگہ اور شیطان اپنی جگہ ہے۔ مذکورہ بالا تینوں چیزیں جس میں جمع ہو جائیں اس پر نفس شیطان اور انسان و جنات وغیرہ کا قابو نہیں چلتا۔ اگر یہ سب کچھ بھی چاہیں تو کسی طرح بھی غلبہ نہیں پاسکتے کیونکہ ان تینوں چیزوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم رہتا ہے۔

مکتوب: نصیحت نامہ: بیٹا قاضی امجد تم نے کچھ کہنے اور مفید باتیں لکھنے کی خواہش کی تھی جس کے مطالعہ سے خوشی اور مسرت ہوئی۔ بزرگوں نے اگرچہ لکھنے اور کہنے کی کوئی بات چھوڑی نہیں لیکن میں صرف اتنا وصیت کرتا ہوں کہ تم ہمیشہ اپنے نفس کو دشمن سمجھنا اور خواہشات کے خلاف مسلسل اپنی ہمت کو کام میں لانا۔ کام کرنے کو غنیمت سمجھنا اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے کو ہمیشہ اپنا رقیب سمجھو۔ جتنا وقت یاد الہی میں گزرے اسے اسلام سمجھو اور جس وقت یاد الہی سے غافل رہو اسے اعتقاد انہیں بلکہ اعتباری طور پر کفر کا زمانہ سمجھو۔ اتنا تو دشمن سے بچاؤ کے لئے لکھا گیا۔ باقی یہ کہ اپنے ہاتھ پاؤں کو چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک رکھو اور دن رات ہمیشہ توبہ کرتے ہوئے تجدید کرتے رہو۔ دلی حالات کا پتہ لگاؤ۔ اور جو وظیفہ ہم سے سیکھے ہیں۔ انہیں ہمیشہ پڑھتے

رہو۔ اگرچہ تمام کاموں کی اصل اور بنیاد توبہ ہے اور توبہ کے کے مقامات کی کوئی انتہا نہیں۔ مقامات توبہ کی مثال اس زمین کی ہے جس پر عمارت تعمیر کی جائے اور جس کے پاس زمین ہی نہ ہو وہ تعمیر کہاں کرے گا ہمیں تمہیں سب سے ضروری ہے کہ آنکھ کان ہاتھ اور زبان کو گناہوں اور جھوٹی باتوں وغیرہ سے پاک صاف رکھیں۔ اور دن رات اسی غور فکر میں رہیں۔ کہ آج زبان پاک رہی یا نہیں۔ نیز اسی طرح ہاتھ پاؤں وغیرہ پاک رہے یا گندہ ہوئے اگر گندہ ہوئے ہوں تو توبہ کر کے تجدید ایمان کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔ اگر تم اس غم میں مشغول اور اسی فکر مسحور میں رہے تو تمام دنیا کی عبادت تمہارے نام لکھی جائے گی۔ اس زمانہ اور ہاتھ پاؤں وغیرہ کو گناہوں سے پاک رکھنا جس کسی کو میسر ہو وہ جہنم وقت ہے۔ اگر غور سے دیکھو تو یہی اصل بات اور خلاصہ کلام ہے۔ باقی نقش بر آب ہیں یہ مقصد اور دولت کبھی حاصل ہو جائے تو اس وقت شکر واجب اور ضروری ہے اور اگر یہ حالت نہ ملے تو یہ ضروری ہے۔ جو آج شریعت اسلامی پر چلتا رہے وہ کل روز قیامت پل صراط پر سے حقیقتاً سلامتی کے ساتھ گزر جائے گا۔ اور جو کوئی دنیا میں شریعت اسلامی پر چلنے میں لغزش کرے بغیر شک و شبہ پل صراط پر بھی لغزش ہوگی۔

دوزخ و جنت ازیں جانی برند

راحت و محنت ازیں جانی برند

دوزخ و جنت میں تو لوگ اسی دنیا میں چلتے ہیں راحت و مشقت اسی دنیا سے لے جاتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے دائرہ شریعت میں رہو اور ثابت قدم رہو۔ تاکہ ظاہری اور باطنی سعادت حاصل ہو وہ پوری عمر فق و فجور میں گزر گئی اور ساری عمر میں وہ دور رکعت نماز میسر نہ ہوئی جو بارگاہ الہی میں پسندیدہ ہوتی۔ اور کوئی ایسا روزہ نصیب نہیں ہوا جسے مکمل طور پر روزہ کہہ سکتا ہماری حالت یہ ہے کہ صبح کو مسلمانوں کی طرح اٹھتے ہیں۔ دن بھر گناہ کرتے ہیں اور سوتے وقت پھر اسلام لے آتے ہیں۔

فق است و فجور کار ہر روزہ ما

پر شدز حرام کاسہ و کوزہ ما

می خندہ روزگار و می گوید عمر

بر طاعت و بر نماز بر روزہ ما

ترجمہ۔ ہمارا روزانہ کا معمول فق و فجور ہے۔ ہمارا پیالہ و کوزہ حرام سے بھرا ہوا ہے ہماری

عبادت، نماز اور ہمارے روزہ پر زمانہ ہنستا اور عمر رو رہی ہے۔

آج غم طاعت و عبادت میسر نہیں۔ ہر وقت یہی پڑی ہے کہ تجدید ایمان کے ساتھ کل بھول نہ جاؤں۔ اگر صرف اسی زبانی ایمان اور زبانی توحید کی توفیق شامل حال رہے۔ اور جان نکلتے وقت کلمہ شہادت زبان پر ہو تو یقین کر لو کہ دنیا فتح کر لی۔

در مجلس وصال غمہا کشند مردان

چوں دور خسرو در سہو نمائد

تمہاری مجلس میں لوگ غم کے خم خالی کرتے ہیں لیکن جب خسرو کی باری آئی تو صراہی

میں شراب ہی نہ رہی۔

زندگی کا آخری دور ہے اکہتر سال کی عمر ہو چکی ہے اب ماہ و سال کی امید نہیں بس ایک دوست ہے جو اپنی پاکیزگی میں مشغول ہے وہ اپنی پاکیزگی سے فرصت اوقات میں اس مفلس، محتاج، قدیم بت پرست، نفس امارہ کے قیدی کے اپنے شیخ کی محبت کے باعث جس دن اور جس وقت یاد آئے سلامتی ایمان توحید، خیریت اور عافیت کی دعاؤں سے مدد کرے دوسرا خط ایک طلبگار حق کو لکھا ہے جس میں تحریر ہے کہ ایک اسم الہی مقرر کر کے پڑھے۔ درویش نام کے بہت ہیں اکثر شعبہ بازی اور ملمع سازی کرتے ہیں۔ شیخ شرف الدین یحییٰ میزری رحمۃ اللہ علیہ ملمع ساز نہیں تھے۔ آپ کے دروازہ سے طریقت کا سبق حاصل کیا۔ اور غیر اللہ سے الگ رہنا سیکھا جو یہ شعر پڑھتے ہیں۔

بو لایت محبت صفر یست عاشقان را

بجہاں چہ دید آنگس کہ ندید این جہاں را

ولایت محبت میں ان عاشقوں کو صفر ہی ملا جنہوں نے اس دنیا کی کوئی چیز نہیں دیکھی جو قدم صحیح راستہ پر نہیں اٹھایا گیا اس کی محبت بیکار گئی۔ اس کو روٹی دھنے رہنا چاہیے اور ایسے لوگوں کو نماز تلاوت قرآن پاک اور دوسری عبادتیں نفع دیتی ہیں۔ مردوں کا کام الگ ہے۔ اور ہجڑوں کا الگ فرشتوں کو بت پرستوں سے کوئی رغبت نہیں۔ اس لئے کہ جو چیز تم کو حق سے روکے رکھے وہ شیطانی اور سرکش ہے۔ والسلام۔

مجھ فقیر طلبگار عاجز لوگوں کی عنایتوں کی پروا نہیں خواہ وہ رضا مندی یا غصہ کی وجہ سے متوجہ ہوں۔ بھلائی اس میں ہے کہ خود مضبوط ہو جائیں۔ اگر بت خانہ سے بھی نصیحت کی آواز آئے

قبول کر دے۔ جوانی کی حالت میں بڑھاپا آنے سے خوف نہ کرو ایک مہینہ میں دو تین چکر لگانے سے کسی بیماری یا ہلاکت کا خوف نہیں۔ کام کرتے رہو اچھے رہو گے۔ اگر وضو نہ ہو تو نماز و عبادت درست نہیں کیونکہ اصل چیز طہارت ہے۔ اگر سلوک میں طہارت حاصل نہ ہوئی تو کچھ بھی نہ ملا۔ تم نے جو یہ لکھا ہے کہ سردی سے تکلیف ہوتی ہے۔ اجازت ہو تو کپڑے پہن لو۔ تو سنو لباس، کفن اور خرقہ پہننا یہ ایک رواج ہے فقیر جو ایک بلند منزل کا طلب گار ہے اسے کپڑے پہننے کا کیا اختیار۔ اللہ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھ رہا ہے۔ تم جو چاہو پہن لو۔ دوسری چیز یہ ہے کہ طلب گار کو جہاں کسی ظاہری صورت کے سمجھنے میں مشکل درپیش ہو تو اس پر اعتراض یا انکار کرنا موجودہ مرتبہ رسائی کی ناشکری ہے۔ ہمارے بزرگوں کا ارشاد ہے بھوک میں جب غذا ملے تو آدھے پیٹ کھاؤ اور آدھا پیٹ ہمیشہ خالی رکھو۔

شکم سیری کے لئے اگر صرف پانی ہی میسر ہو تو سارے پانی سے پیٹ نہ بھر دو کیونکہ اس سے جزوقتی الہی کے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہمیشہ پانی پیتے رہنے سے حرارت پیدا ہوتی اور پیاس لگتی رہتی ہے اور تجربہ شاہد ہے۔ جب بہت بھوک ہو یا خوب شکم سیر ہو کر کھایا ہو تو تھوڑا سا پانی پیاجائے۔ لیکن زیادہ سے زیادہ بھوکا رہا جائے بعض اوقات جب کہ خوب سیر ہو کر کھایا جاتا ہے اور یہ طریقہ برسوں جاری رہتا ہے تب بھی فائدہ کی صورت نظر نہیں آتی اس کے ماسوا اتنا بھوکا رہنا جو ہم نے تحریر کیا ہے یا اتنی شب بیداری جس میں وضو کی ضرورت نہ ہو یا تھوڑی دیر سونے کے بعد جاگنا اور وضو کر کے شب بیدار و عبادت گزار رہنا یہ سب فائدہ مند ہے جس کے ذریعہ دل کی صفائی ہوتی اور شرم حیا پیدا ہوتی ہے۔ اگر قلیل گفتگو، قلبی تعلق اور ذکر الہی بھی ایک جا کٹھے ہو جائیں تو یہ وہ اسباب ہیں جن کے ذریعہ قلب کی صفائی ہو جاتی ہے گریہ و زاری اور آہ و بکا کرنا بالکل بیکار ہے جس کا تجربہ کیا جا چکا ہے۔ اصل نگرانی کی چیز تو دلی لگاؤ اور قلبی تعلق ہے کیونکہ یہی اعلیٰ و بالا ہے جس کے لئے جسمانی قوت اور جوانی کا زمانہ درکار ہے۔ تاکہ چوبیس گھنٹہ میں صرف ایک وقت مقررہ مقدار میں کچھ کھائے اور پھر کھانے پینے سے فراغت کر کے دل کو کسی دوسری طرف نہ متوجہ ہونے دے۔ پھر رات کو خلوت میں اللہ کی جانب توجہ کر کے حضور دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی کوشش کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حرکات و سکنات، اقوال، و افعال، عزت و دبدبہ کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے۔ اور ”وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ“ تم جہاں کہیں ہو وہ اللہ تعالیٰ تو

تمہارے ساتھ ہے۔ کھلم کھلا حاصل ہو جائے اگر اس درجہ پر پہنچ جائے اور اکثر اوقات اسی فکر میں ہے تو پھر اپنی مشغولیت حق کی وجہ سے اس کو عظیم تر دولت سمجھنا چاہیے۔

ہر کہ از اہل ہنر در اہل عیب

آفتابے دارد اندر جیب غیب

عاقبت روزے بود کاں آفتاب

در برش گیرد بر اندازد نقاب

اگر یاد الہی میں مشغولیت کے بورے بھی خالی ہاتھ رہے اور آوازاری بھی نہ کر سکتا ہو تو تمام اوراد و وظائف پڑھنے سے محرومی، یاس اور مصیبت اپنے لئے مخصوص نہ کرے۔

از بخت بدم اگر فروشد خورشید

از نور رخت مہا چراغ گیرم

اگر میری بدنیتی سے چاند غروب ہو گیا تو کیا ہوا تو اے چاند تیرے بجائے میں ایک چراغ سے نور حاصل کر لوں گا۔

جب شیر مرد اور باہمت لوگوں کی طرح کام کا انجام نظر نہ آئے تو مجبوراً خود کو عاجز و قاصر سمجھتے ہوئے ہمت نہ ہارو اور مایوس نہ ہو اپنے تمام حرکات و سکنات اقوال و کردار میں اس کی کوشش کرنا چاہیے کہ راہ حق کے حصول میں کوئی فروگزاشت نہ ہونے پائے اور ہر حالت میں حق صداقت کے کام انجام دیئے جاتے ہیں۔ انشاء اللہ دین اور دنیا دونوں جگہ عزت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ بلند ہمت والوں کو دوست رکھتا ہے اور میڑھے دلوں کو ناپسند کرتا ہے بلند ہمتی یہ ہے کہ ہر چیز جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اس سے بالاتر ہو کر دینی ہمت کے ہما کے ذریعے رضائے ربوبیت میں پرواز کرے شیخ عبداللہ تستری کا بیان ہے کہ نفس اور خواہشات کی موافقت میں لوگوں کی طرح اور کوئی چیز نہیں۔ لوگ اپنی ذات سے ایسی جنگ کر رہے ہیں کہ قبر میں جانے تک صلح کا امکان نہیں اگر کبھی صلح کو مد نظر رکھیں تو ان میں صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے نہ صرف بصورت اعتقاد بلکہ بظاہر بھی یہ لوگ زنا رہنے ہوئے ہیں اور باطنی کو ظاہر کے موافق کرنا چاہتے ہیں۔ یہ صورت اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک منافقت سے باز نہ آجائیں۔ قرآن کریم نے زنا رہنے والوں کے متعلق تمام عالم سے یوں خطاب فرمایا ہے ”اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْاِلٰهَ هَوَاہُ“ تم نے ان لوگوں کو

دیکھا ہے جو اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں۔ مخلوقات سے دل برداشتہ ہو کر حق و مہدات میں دل جمعی رکھنا اولیا اور انبیاء کا کام ہے۔ پوری دنیا چند ایک ز زمین اور گنتی کے نو اگوں میں پھنسی ہوئی خوش نظر آتی ہے۔ لیکن یہ غذا اور زمین انکی دل جمعی اور تسلی کا باعث نہیں۔ سرمایہ دار جن کے پاس دولت کا انبار ہے۔ وہ فقیر کے آنے سے اتنا ڈرتے ہیں جتنا حق سے نہیں ڈرتے بہت کم آدمی ایسے ہیں جو دنیا سے تعلق نہ رکھ کر ایک مہینہ یا چھ مہینہ اللہ پر پورا بھروسہ رکھیں۔

تاکہ کافروں کو معلوم ہو جائے کہ حق پر بھروسہ کرنے والے کی کوئی چیز برباد نہیں ہوتی۔ مرد بنو اور جوان مرد بنوتا کہ دنیا والوں سے دل الگ رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرو تاکہ تم کو برتر بنائے اور جس طرح چھوٹے سے بڑا کیا ہے اس سے زیادہ بلند و بالا کرے۔

مکتوب، اللہ اور مخلوق کے ساتھ رہو: بھائیوں اور دوستوں کو معلوم ہو کہ اس خط میں اسرار الوہیت کے وہ اسرار بیان کروں گا

جو شیخ الاسلام شیخ مظفر کے زیر عمل رہے ہیں شیخ باطل پرست نہ تھے بلکہ ایک بڑے محقق تھے۔ انہوں نے یہ راز ہائے سر بستہ بدعتیوں وغیرہ کے خیالات سے ملوث نہ ہونے دیئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم **وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ** کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ ایک چیز کے دوسری چیز کے ساتھ ہونے کو معیت اور ساتھ ہونا کہتے ہیں۔ معیت مجازی ہوگی یا حقیقی۔ علماء کا بیان ہے کہ یہ معیت حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام ذرات عالم کے ساتھ ذاتی طور پر نہیں بلکہ تمام ذرات پر اپنے علم کے ساتھ قادر ہے۔ متکلمین بھی یہی کہتے ہیں لیکن صوفی اس ظاہری معنی پر قناعت نہ کرتے ہوئے حقیقت طلب کرتے ہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ تمام ذرات کے ساتھ حق حقیقتاً موجود ہے یعنی اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر حقیقتاً تمام چیزوں کے ساتھ موجود ہے۔ اس کی معیت ایک جسم کی دوسرے جسم کے ساتھ نہیں کیونکہ وہ جسم نہیں۔ اور جو ہر کی جسم سے تعلق رکھنے کی طرح بھی نہیں ہے کیونکہ وہ جو ہر نہیں اور عرض کی جو ہر سے شرکت کی طرح بھی نہیں۔ کیونکہ وہ عرض نہیں ہے۔ منطقی اور متکلمین صرف ان ہی چیزوں کی معیت کہہ سکتے ہیں۔ اور صوفی ان تینوں کے علاوہ ایک چوتھی معیت کے قائل ہیں جس کی مثال روح اور جسم کی طرح ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمام کائنات کے ساتھ ہے جسم میں اور جسم کے باہر جسم سے متصل اور جسم سے الگ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ساتھ ہے اور اس طرح ساتھ نہیں جیسے روح اور

قالب۔ کیونکہ روح اور جسم دونوں کی دنیا الگ الگ ہے جس طرح روح کو جسم میں داخل خارج متصل اور الگ ہونے کے متعلق کوئی نسبت نہیں اور ان میں سے کسی ذرے میں حقیقتاً روح ذاتی طور پر موجود نہیں لیکن دنیا دیکھتی ہے کہ روح اجسام میں پائی جاتی ہے بالکل اسی طرح اللہ کی مثال ہے جیسا کہ خود اس نے یہ راز بیان کیا ہے۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه۔ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

سوال۔ اس سورت میں تو اللہ تعالیٰ کی ذات تمام گندے مقامات میں بھی موجود رہے گی جو ناممکن ہے۔ جس کے جواب میں صوفیاء کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ہر قسم کی گندگی اور نجاست کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ جس کی حفاظت کے بغیر کسی چیز کا باقی رہنا ناممکن ہے اور اس معیت سے اللہ تعالیٰ کی ذات میں کوئی عیب یا کمی لازم نہیں آتی اور سب جانتے ہیں کہ فاعل کے بغیر کوئی فعل یا موصوف کے بغیر کوئی صفت ظاہر نہیں ہوتی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روح حاکم ہے اور جسم کے ہر جز میں موجود ہے۔ جسم کے تمام ذرات اور زندگی سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اس خیال کے پیش نظر جسم کی اندرونی چیزوں (خون وغیرہ) سے روح کی پاکی اور طہارت میں کوئی نقصان نہیں آتا ہے۔ متکلمین نے اللہ تعالیٰ کی معیت کو تمام ذرات کے ساتھ حقیقی طور پر ملا دیا۔ یہ بے وقوف نہ سمجھ سکے کہ تقسیم اور خلل کے بغیر کوئی جسم کسی جسم میں داخل نہیں ہو سکتا حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پاک بے عیب اور حقیقی رہبر ہے۔

گفت تو کے دیدی آں رخسار را
چشم مجنوں باید آں دیدار را
تا نیاید عشق مجنونے کے بدید
کے بسود لیلیٰ بخا تو نے بدید
گر بچشم من نہ بینی روئے او
تو تیا سازی ز خاک کوئے او

ترجمہ۔ تو اس حسین رخسار کو نہیں دیکھ سکتا دیکھنے کے لئے محبوب کی آنکھ چاہیے جب تک تیرے اندر عشق نہیں تو کسی مجنوں کو دیکھ تا کہ اس سے لیلیٰ کے مقام کا اندازہ کر سکے۔ اگر تو اسے میری آنکھ سے نہیں دیکھتا تو پھر اس کی گلی کی خاک کو سرمہ سمجھ کر اپنی آنکھوں میں ڈال لے۔

طلبگاروں کی ہمت عالی طلب مقصد میں کوتاہی کرنے لگی تو اس عاجز فقیر نے ان کو حرص دلانے کیلئے قلم ہاتھ میں لیا تا کہ جب قلب کی صفائی کی نعمت سے مایوس نظر آئیں تو کم از کم مراقبہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم نہ رہیں۔ خود کو اس کے ساتھ اور اس کو اپنے ساتھ سمجھیں۔ جو لوگ خود کو اللہ سے دور سمجھتے ہیں وہ بے ادب اس کے احکام کے مخالف عمل کرتے ہیں اور مخلوق میں سب سے زیادہ محروم وہی ہیں جو اللہ کو اپنے ساتھ نہیں سمجھتے۔ والسلام۔

مکتوب، اسمائے حقیقی: بھائی توحید پرستوں کی اصطلاح تو آپ کو معلوم ہے جو شرح آداب المریدین میں ہمارے شیخ کی مشہور کتاب منازل السائرین سے لی گئی ہے کہ اسم حقیقی ذات الہی ہے لیکن جب تک موجدوں کی اصطلاح معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اسمائے حقیقی اچھی طرح سمجھ میں نہیں آسکتے (انشاء اللہ) اسم حقیقی کی وضاحت اس سے ہو جائے گی۔ مثلاً ایک گہرا زیادہ پانی جس میں ذات، صفات، اسباب، نفسی اور ہستی ہے۔ یہی پانی کی ہستی اس کی ذات ہے اور اس کا عام طور پر استعمال آتا ہے۔ سنو پانی کی ہستی اس کی ذات ہے اور اس کا عام طور استعمال اس کا نفس ہے۔ یہی پانی تمام نباتات سے خاص طریقہ پر وجہ اور نسبت رکھتا ہے اور یہی اپنی ذات کے اعتبار درختوں کو نشوونما دینے مختلف پھول اور میوے، رنگ، اور مزے پیدا کرتا ہے۔ جو پانی کی صفات ہیں۔ پھل، پتہ، شاخ، میوہ، کانٹا اور پھول میں پانی ہی کی صفات اثر انداز ہیں اور یہ اپنے اثر کے باوجود مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہے اس لئے پانی کی ضرورت پڑتی ہے جس چیز سے یہ تمام امتیازات حاصل ہوتے ہیں جو درحقیقت اسمائے حقیقی نہیں بلکہ پانی کے امتیازات ہیں۔ اور پانی ہی کے اسباب ہیں جو پانی کی ذات سے جدا نہیں۔ غرض کہ پانی کی ذات آبیاری، اور آب و تاب سب کو ایک جامع صورت میں پانی ہی کہتے ہیں۔ اتنی ہزار شکلیں صورتیں جو نظر آتی ہیں یہ سب پانی ہی کا کمال اور کرشمہ ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ ایما تو لوا فہم وجہ اللہ کا سر بستہ راز پانی کی مثال میں دیکھ لو۔

منہدہ: اللہ تعالیٰ اوپر نیچے دائیں بائیں، آگے پیچھے کی سمت نہیں رکھتا وہ غیر محدود ولا متناہی نور ہے۔ حدود آغاز و انجام اور ترکیب سے پاک و صاف ہے تغیر و تبدل، تقسیم اور فناء عدم کی کوئی کلیت اس پر صادر نہیں آسکتی۔ وہ یکائے حقیقی ہے اس کی ذات میں کسی طرح کی کثرت نہیں وہ ایسا نور ہے جو تمام موجودات کو گھیرے ہوئے ہے اور تمام میں موجود ہے۔ یہ نور اپنی شمولیت، اپنی

صفات اور قابليت کے وجود کا فرمائی میں يکتا ہے۔ اس عمومی اعتبار سے کہتے ہیں۔ کہ جو کہیں پر اللہ کا نور دیکھتا ہے گویا اللہ کو دیکھتا ہے۔ اور اس کی پرستش کرتا ہے۔ یہ اہل وحدۃ کی اصطلاح میں شرک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وما یومن اکثر ہم باللہ الا وہم مشرکون۔ اکثر اس طرح اللہ پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ مشرک ہیں۔ کیونکہ لوگ روزانہ جنگ میں مشغول ہیں اور اللہ تعالیٰ پر اعتراض و انکار کر رہے ہیں باوجود یہ کہ انوار الہی سے محروم ہیں نیکن خدا کے جلوے دیکھ کر ان کی پرستش کرتے ہیں۔ موحدين ہر قسم کے اعتراض و انکار سے الگ مخلوقات کو اللہ سبح کر ان سے صلح جوئی کا معاملہ کرتے ہیں۔ اے بھائی اس غیر محدود نور الہی تک رسائی کرو۔ اس نور کو دیکھو اور دنیا میں اس نور کی نگرانی کرو اور اس طرح رہو کہ کوئی شرک نہ کر سکے وگرنہ حلول ہاہم، اعتراض اور انکار کے عقیدے کی بنا پر کیا کرنا سب خاک میں مل جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ اللہ جو يکتا ہے اور ہم سب کا خالق اور مالک ہے اس کی مخلوق میں صلاحیت کے کام پیدا کرو اور میرے اس مختصر مکتوب پر غور کرتے ہوئے اس سے فائدہ حاصل کرو اور اسائے حقیقی کو دھیان میں رکھو۔

شیخ شرف الدین پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو ابو علی قلندر بھی کہتے ہیں جو مشہور مجذوب اور ولی تھے مورخین لکھتے ہیں کہ ابتدائی زمانہ میں علم حاصل کرنے کے بعد سلوک کی راہ میں مجاہدہ اور ریاضت کی تمام کتابوں کو دور یا سپرد کر کے آخر کار مجذوب بن گئے۔ کس کے مرید تھے یہ تو معلوم نہیں البتہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید تھے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے لیکن ان میں سے کسی کی صحبت کا یقینی بیان نہیں کیا گیا۔ انہوں نے اختیار الدین کے نام عشق و محبت معارف اور حقائق توحید اور ترک دنیا، طلب آخرت اور محبت الہی کی زبان میں چند خطوط لکھے ہیں اور ایک کتابچہ لکھنا بیان کیا ہے جس کا نام حکمنامہ شیخ شرف الدین بیان کرتے ہیں۔ خطوط اور کتابچہ کی تالیف اور تصنیف کے متعلق یقین نہیں کہ ان کی ہوں البتہ مشہور اور ظاہر یہ ہے یہ سب لوگوں کی اختراع ہے (واللہ اعلم) اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

ہکایت: ایک دفعہ شیخ شرف الدین کی مونچھیں بہت بڑھ گئیں تھیں کسی میں اتنی مجال نہ تھی کہ انہیں

سنوانے کے لئے کہے۔ مولانا ضیاء الدین سنائی جو شریعت کا کوڑا لئے پھرتے تھے وہ ایک دفعہ قینچی ہاتھ میں لئے پیچھے اور شیخ کی ڈاڑھی ایک ہاتھ سے پکڑ کر مونچھوں کے بال کاٹ ڈالے۔ اس کے بعد شیخ اپنی ڈاڑھی کو چومتے اور کہتے یہ شریعت محمدی کے راستے میں پکڑی جا چکی ہے۔ آپ کا مزار پانی پت میں ایک پر فضا مقام پر ہے جہاں لوگ جوق در جوق آتے ہیں۔ یہیں آپ کے محبوب اور مرید مبارک خاک کی بھی قبر ہے۔

محتوب: اے بھائی اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ تم میں اللہ نے جذبہ پیدا کیا ہے اور تم کو خودی و خودار آئی ہے بچایا اور پھر تم میں عشق پیدا کر کے جلوہ حسن تم کو دکھایا۔ تم جب عشق کو جان لو گے تو معشوق کو پہچان جاؤ گے۔ اور حقیقی طور سے معشوق کے عاشق بن جاؤ گے۔ جب عاشق اپنے معشوق سے ملے تو معشوق کا طریق کار اور عاشق ہونے کے قاعدوں کو پیش نظر رکھتے تو اس وقت عاشق و معشوق کو پہچانا سکتا ہے۔

اے بھائی معشوق کو بھی تمہاری ہی شکل و صورت کی طرح پیدا کیا گیا ہے اور تم میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ براہ راست تم کو صحیح راستہ دکھائے۔ اے بھائی اللہ تعالیٰ نے جنت دوزخ دونوں کو پیدا کر کے وعدہ فرمایا تم دونوں کو پر کروں گا۔ معشوق کو عاشقوں کے ساتھ جنت میں لے جاؤں گا۔ اور شیطان کو اس کے چیلے چانٹوں کے ساتھ دوزخ میں جھونک دوں گا۔ اے بھائی جنت و دوزخ میں صرف عاشق ہی داخل ہوں گے۔ اور یہ دونوں کشش عشق کی پیدوار ہیں جن کے لئے اور کوئی جگہ نہیں ہے بہشت وہ مقام ہے جہاں دوستوں سے وصال ہوگا۔ اور دوزخ وہ جگہ ہے جہاں دشمنوں میں فراق ہی فراق ہوگا۔ یہ فراق کافروں اور منافق لوگوں کے لئے ہوگا۔ اور رسول اکرم ﷺ کے دوستوں اور عاشقوں کو وصال نصیب ہوگا۔ اے بھائی دل کی آنکھیں کھولو اور غور سے دیکھو کہ عاشق نے اپنے عشق کے ذریعہ تمہارے لئے کیا کیا پیدا کیا ہے۔ اور دنیا کو کیسا تماشا گاہ بنایا ہے۔ اپنے حسن سے ہر درخت کو آراستہ کیا۔ طرح طرح کے میوہ لگائے۔ اور ہر میوہ میں ایک الگ مزہ رکھا ہے۔ اس درخت کو خود اپنی خبر نہیں۔ اپنے پھول اور اپنے پھل کی کوئی خبر نہیں ہے۔ اسی عاشق نے تمہارے لئے گنا پیدا کیا جس کو اپنی مٹھاس کی اطلاع نہیں۔ سمندری گائے سے تمہارے لئے غمبز پیدا کیا جس کا اسے خود پتہ نہیں ہے۔ مشک بلاؤ سے تمہارے لئے کافور پیدا کیا اور درخت کو خود کافور کے وجود کا علم نہیں۔ درخت صندل سے تمہارے لئے خوشبو

دارتیل اور خوشبو نہیں پیدا کی ہیں جس کی درخت صندل کو خود خبر نہیں ہے۔

اے بھائی عاشق بنو۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کو معشوق کا حسن سمجھو اور خود کو بھی حسن معشوق تصور کرو عاشق نے اپنے عشق سے خود تیری مملکت وجودی بنائی تاکہ میرے آئینہ میں اپنے جمال حسن کا مشاہدہ کرنے اور تجھے محرم اسرار بنائے رکھے یقین رکھو کہ پروردگار کا فرمان اللسان سری انسان میرا ایک سر بستہ راز ہے۔ تمہاری ہی شان میں ہے۔

عاشق بن کر ہمیشہ حسن دیکھتے رہو اور دنیا و آخرت کو اسی طرح تصور کرو کہ آخرت دراصل سرکارِ دو عالم ﷺ کی مملکت ہے اور دنیا شیطان کی راج دہانی ہے۔ دونوں کا پتہ لگاؤ کہ ان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے اور ہمیں خود کیا کرنا چاہیے۔

اے بھائی نفس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ جب نفس کو سمجھ لو گے تو دنیا کی شناخت تمہارے لئے بالکل آسان ہے اسی طرح اگر روح سے شناسا ہو جاؤ گے تو آخرت کو اچھی طرح سمجھ سکو گے۔

اے بھائی اس دنیا میں جو حسن خوشامی کفر کو دی گئی ہے اسے عاشق خوب پہچانتے ہیں کہ ان کے لئے کفر میں کتنی آرائشیں ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ کفر کا حسن دراصل دنیوی عاشقوں کا معشوق ہے یعنی حسن کافر پر دنیا والے مٹتے ہیں۔

اے بھائی تم کیا جانو کہ کفر نے اپنے غمزہ حسن سے دنیا والوں پر کیسے تیر چلائے اور اپنا گردیدہ و عاشق کر لیا ہے اے بھائی خود کی طلب میں مشغول ہو جاؤ۔ خود کو پہچانو جب اپنے نفس کو پہچان لو گے تو عشق کے اسرار و لوازمات سے پوری طرح خود ہی واقف ہو جاؤ گے۔ اور جب عشق کو خود اپنے حسن میں دیکھو گے تو حسن کا معائنہ اپنے دل کے آئینہ میں کرو گے۔

آن شاہد معنی کہ ہم طلب اویند

ہم اداست کہ از چادر تو ساختہ سر پوس

در بادیه ہجر چرا بند بمانیم

در عین و صالیم گفارسر در آغوش

وہ معشوق حقیقی جس کے سب طلب گار و شیفتہ ہیں۔ اس نے تمہاری چادر خود اڑھ لی ہے ہجر و فراق کے جنگلوں میں ہم باویہ پیمائی کیوں کریں کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ ہم وصال کی حالت میں ہیں اور شوق حقیقی ہماری آغوش میں ہے۔

اے بھائی گڑ کی ایک گولی لاؤ اور اس کی سوجھولیاں بنا کر ہر ایک کا الگ الگ نام رکھو اور تھوڑے تھوڑے گڑ کی الگ الگ صورتیں بنا کر ان میں سے کسی کو گھوڑا کہو اور کسی کو ہاتھی گو جب تک یہ تمام صورتیں ہیں ان کے نام وہی ہیں جو تم نے رکھے ہیں لیکن اگر سب کو ملا کر پھر ایک جگہ کر لو تو اس کا وہی اصلی نام گڑ رہے گا۔

مکتوب ۲: اے بھائی نامعلوم لوگوں کو کیوں پیدا کیا گیا لوگ کیا کر رہے ہیں کیا کریں گے۔ اور ان کو کیا کرنا چاہیے۔ ہر وقت اسی الجھن میں گرفتار رہوں۔ کبھی خیال آتا ہے کہ وہ ہمارے آئینہ دل کو اس لئے صاف اور آراستہ کر رہا ہے تاکہ عاشق کو اپنا جمال دکھائے خود کے معشوق ہونے کا حکم عاشق خستہ کو پہنچائے۔ بہر حال عاشق کا فرض ہے کہ وہ معشوق کے احکام کو بروئے کار لائے۔ اور خود کو عشق عاشق اور حسن معشوق سے ظاہر اور باطن کو معمور میں فرق کرے۔ اور اس تماشاے حسن ظاہر میں عاشق سب کچھ فراموش کر کے باطن میں دیکھے کہ جو کچھ حکم ہو رہا ہے اس کی تعمیل میں مشغول رہے۔

اے بھائی کبھی نفس کا خیال آتا ہے اور حال و خیال ایک ساتھ ہو کر دنیا کمانے کی فکر دامن گیر ہو جاتی ہے دنیاوی آرائشیں، خیال نفس کو تقویت دیتی ہیں۔ پھر یہ خیال ہر گردان کرتا ہے اور معشوقوں کے دروازے کے چکر لگواتا ہے جہاں ایسا عاشق اور ایسا معشوق دونوں ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں۔ اور اس ذلت و خواری میں شوق آسائش و آرائش کی خبر نہیں رہتی۔ اور ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ کس سے وعدہ ایفا کی جائے اور کس سے نہ کی جائے۔ یہاں تک کہ موت جو ایک دن آنے والی ہے اس کی بھی فکر نہیں رہتی اور یہ دنیاوی عاشق جو دنیا کے حسن و آرائش پر فریفتہ ہو گئے ہیں عشق کی بھول بھلیوں میں بالکل کھو جاتے ہیں۔ ان کو بالکل نہیں سوچتا کہ اس پور دنیا پر معشوق حقیقی کا قبضہ ہے جو جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اور جس طرح چاہے گا ویسا کرے گا اس کے علاوہ دنیاوی عاشق اس سے بھی آنکھیں بند کر لیتے ہیں کہ ہم کو آخرت کا کٹھن سفر پیش ہے اے بھائی ذرا سوچو کہ تم کو ایک زبردست مہم طے کرنا ہے تمہیں اپنے لئے ایک مونس و ہمدرد کی ضرورت ہے ہوش کے ناخن لو اور یقین کر لو کہ تم بحالت موجودہ اپنے نفس کے غلام بنے ہوئے ہو اسی سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کرو۔ اے بھائی بالکل معلوم نہیں کہ خیالات و افکار کس بد حالی پر لے جائیں گے۔ البتہ جب بد نصیبی اور بد قسمتی ظاہر ہو گی تو پتہ چلے گا کہ نفس اور برے خیالات نے یہ روز بد دکھلائے ہیں۔

اے بھائی مجھے کچھ نہیں معلوم کہ میں کیا کہتا ہوں اور کیا کرتا ہوں میں از خود رفتہ ہوں البتہ زبان جو قبضہ قدرت میں ہے اگر ہو سکے تو اس زبان سے وہ باتیں کہوں جو دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ ہوں اے بھائی اتنا معلوم ہے کہ خودی پیدا کرو اور خودی کے خواہشمند رہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا کیا اور جو چاہیے گا کرے گا۔ کسی کو اس کے منشاء میں دخل دینے کا کوئی حکم نہیں ہے۔

شیخ عثمان سیاح رحمۃ اللہ علیہ

شیخ رکن الدین ابوالفتح کے مرید تھے۔ بہت زیادہ سیر و سیاحت کی لیکن پھر اپنے اصلی وطن دہلی میں ہی لوٹ آئے۔ قوالی کے شوقین تھے شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی محفلوں میں برابر آتے خوب قوالی سنتے تھے اور وجد و حال میں رقصاں رہتے تھے پرانی دلی میں پل جسے سلطان محمد عادل نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کے قریب ہی آپ کا مقبرہ ہے۔

شیخ ابوبکر مومئے تاب رحمۃ اللہ علیہ

آپ بدایوں کے باشندے تھے۔ ضیاء بخشی نے اپنی تصنیف سلک السلوک میں لکھا ہے شیخ ابوبکر مومئے تاب جن کا بال بال ذکر الہی میں مشغول رہا کرتا تھا۔ اور جو عالم بالا میں جانے ہی والے تھے کہ میں بخشی ان کی مزان پر سی و عیادت کے لئے گیا دیکھا کہ اس صد ہزار پر اسرار شعر کو بار بار پڑھ رہے تھے۔

قالب چو غبار است میان من و تو

امید کہ ایک از میان بر خیزد

اے اللہ یہ جسم میرے اور آپ کے درمیان ایک غبار کی طرح ہے کہ یہ غباری پردہ جلد ہمارے درمیان سے اٹھ جائے گا۔

شیخ شہاب الدین حق گو

آپ حق گو کے لقب سے مشہور تھے آپ کے والد کا نام شیخ فخر الدین زاہدی تھا حق گو آپ کو اس لئے کہتے تھے کہ سلطان محمد تغلق بادشاہ نے حکم عام دیا تھا کہ تمام لوگ ہمیں سلطان عادل کہا

کریں لیکن شیخ نے بادشاہ کے روبرو ہی سلطان کو عادل کہنے سے انکار کیا اور برجستہ کہا ظالموں کو ہم عادل انصاف پرور نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ سلطان نے آپ کو قلعہ دہلی سے نیچے پھینکوا دیا۔ اور یہیں قلعہ دیوار کے نیچے آپ کا مزار ہے شیخ فخر الدین ثانی کے مرید تھے جن کا مزار بھی دہلی میں فیروز آباد کی سمت ہے۔

حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت یوسف الحسنی دہلوی کے صاحبزادے اور شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے خلیفہ اکبر تھے سیادت علم و ولایت کے جامع شان عظیم مرتبہ بالا اور بلند پایہ کلام کے مالک تھے۔ مشائخ چشت میں خاص مشرب اور اسرار طریقت کے بیان کرنے میں مخصوص طریقہ کے علم دار تھے ابتداء دہلی میں قیام تھا لیکن حضرت چراغ دہلوی کی وفات پر گلبرگہ (علاقہ دکن) چلے گئے جہاں عام قبولیت حاصل ہوئی علاقہ دکن کے تمام لوگ آپ کے حلقہ گوش مطیع و فرمانبردار ہو گئے تھے۔ گلبرگہ (علاقہ دکن) ہی میں آپ نے وفات پائی۔ گیسو دراز کے لقب سے مشہور ہیں۔

گیسو دراز کی وجہ تسمیہ

یہ مشہور ہے کہ پیر و مرشد حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کی پاکی تمام مرید اور سید محمد صاحب اٹھاتے تھے ایک مرتبہ پاکی اٹھاتے وقت آپ کے سر کے لمبے لمبے بال پاکی کے پاؤں میں الجھ گئے۔ پیر و مرشد کے ادب و تعظیم کے مد نظر ان کے عشق و محبت میں سرشار جب کہ آپ کے سر کے بال پاکی کے پاؤں میں الجھے ہوئے تھے اور بالوں کو پاکی کے پاؤں سے نکالے بغیر اسی طرح بہت دور تک چلتے رہے اور کافی فاصلہ طے کر لیا۔ پھر جب شیخ کو اس حالت کی اطلاع ہوئی سید محمد کی سچی عقیدت اور پکی محبت سے خوش ہوتے ہوئے آفرین کی اور یہ شعر فرمایا:

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد

واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

جو کوئی سید محمد گیسو کا مرید ہو گیا تو بخدا اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ پاک عشق باز بن گیا۔

وفات: محمد گیسو دراز کے ملفوظات جوامع الکلم کے نام سے ایک مرید محمد نے جمع کئے ہیں جس میں مرقوم ہے شیخ چراغ دہلوی از راہ مہربانی مجھ سے محبت فرماتے تھے ابتداء

میں نے چاہا کہ شیخ کی خدمت میں جلدی حاضری دیا کروں لیکن پدر بزرگوار جو حضرت محبوب الہی کے مرید تھے ان کو اپنے دوستوں سے کہتے ہوئے میں نے خود سنا تھا کہ مرید ہونے کے بعد پیر و مرشد کے پاس زیادہ سے زیادہ آمد رفت کرنا چاہیے مرید ہوئے بغیر پیر و مرشد کے پاس زیادہ آنا جانا درست نہیں ہے۔

حکایت: ایک دفعہ پیر و مرشد چراغ دہلوی نے ارشاد فرمایا سید محمد تم ہمیشہ بے وقت آتے ہو۔ اور جب آتے ہو تو میں اس وقت رنجیدہ سا ہوتا ہوں میری خواہش یہ ہے کہ تم سے کچھ تفصیلی گفتگو کروں۔ اس وقت سید محمد کی عمر (۱۵) سال تھی میں پریشان سا ہوا لیکن پھر عرض کیا سبحان اللہ پیر و مرشد کی خواہش مجھ سے باتیں کرنے کی ہے زہے نصیب۔

حکایت: فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نماز اشراق کے بعد پیر و مرشد کی خدمت میں قدموں ہوا فرمایا فجر کا وضو کیا سورج نکلنے تک باقی رہتا ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں خواجہ کے صدقہ میں باقی رہتا ہے۔ فرمایا کیا اچھا ہوا سی وضو سے اشراق کی دو رکعت بھی پڑھ لیا کرو میں نے عرض کیا خواجہ کے صدقہ میں پڑھتا ہوں۔ فرمایا اس کے ساتھ دو رکعتیں دن نکلنے کے شکر کی اور استخارہ کی بھی پڑھا کرو تو تھوڑے دنوں میں نے اس کی پابندی کی ہے ایک دن فرمایا اشراق پڑھتے ہو میں نے کہا جی ہاں فرمایا اگر چار رکعت چاشت بھی پڑھا کرو۔ تو چاشت بھی ادا ہو جائے گی۔ اس کا حکم نہیں دیتا کہ دوسرے وقت پڑھا کرو بلکہ اشراق کے بعد ہی فوراً پڑھ لیا کرو تو چاشت بھی ہو جائے گی۔ میں ہمیشہ رجب میں روزے رکھا کرتا تھا۔ فرمایا رجب میں روزے رکھتے ہو میں نے کہا جی ہاں۔ پھر فرمایا کیا شعبان کے بھی میں نے عرض کیا شعبان کے نوروزے ارشاد ہوا اگر اکیس اور رکھ لو تو تین مہینے روزے مسلسل ہو جایا کریں گے۔ میں نے عرض کیا خواجہ کے صدقہ میں رکھوں گا میں نے اپنے والد بزرگوار سے یہ واقعہ بیان کیا جو اس وقت تک مرید نہیں ہوئے تھے۔ وہ میری یہ بات سن کر مجھ پر غصہ ہوئے۔ میں نے کہا اباجان آپ جو چاہے کہیے۔ لیکن پیر و مرشد کے کہے کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ رمضان کے بعد عید کے چھ روزے بھی رکھتا تھا اسی زمانہ میں پیر و مرشد کی قدموسی کے لئے گیا مجھے دیکھتے ہی فرمایا ہمارے بزرگ داؤدی روزے نہیں بلکہ مسلسل روزے رکھا کرتے تھے اب تم بھی ہمیشہ روزے رکھا کرو۔

حکایت: ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مولانا برہان الدین کے دوست خواجہ محمود بقا اور ہم

دنوں بیٹھے رسالہ قشیریہ کا مقابلہ کر رہے تھے میں اس زمانہ کم سن تھا اتفاقاً اس وقت خواجہ راجہ بڑا اق آئے اور بیٹھ گئے۔ بات یہ ہو رہی تھی کہ حاتم اہم کو قول دوست ہے۔ کہ جب تک کوئی تین قسم کی موت کا مزہ نہ چکھے کسی بڑے مرتبہ تک نہیں پہنچتا، سفید، سرخ، سیاہ، یہ موت کے تین قسم ہیں۔ سفید موت کے معنی ہیں بھوک، سرخ موت کے معنی ہیں قحط اور برداشت، اور سیاہ موت کے معنی افلاس خواجہ راجہ نے امتحان کے طرز پر مجھ سے پوچھا بتاؤ موت کس سبب سے سفید سرخ اور سیاہ ہوتی ہے۔ میں نے جواب دیا بھوک کا تعلق پاکیزگی سے ہے اور ایسی موت کو سفید کہتے ہیں اور برداشت و بردباری سے غصہ دور ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اس موت کو سرخ کہتے ہیں۔ رہا افلاس جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ الفقر سوءالوجه فی الدارین۔ افلاس کے سبب دو عالم میں رو سیاهی ہوتی ہے۔

فائدہ: حقیقت یہ ہے کہ لوگوں میں شرمندگی خجالت اور عاجزی فقیر ہی کو نصیب ہوتی ہے اس لئے اس کو موت سیاہ کہتے ہیں۔ ایک دن فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر کے پوتے شیخ منور فضل اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ شیخ کے گنبد میں اکثر لوگوں نے آپ کے جسم کو سات کٹیہوئے ٹکڑوں میں پڑا دیکھا ہے۔ یہ کیا راز ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ مجھے کس نے دیکھا اور کون کہتا ہے۔ اور کہنے والے جھوٹے ہیں اور اگر ویسے پوچھتے ہو جو سلوک کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عام طور پر صوفیوں کی یہی حالت ہوتی ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ مقررہ طور پر میں نہیں جانتا اس پر انہوں نے کہا کہ عام طور پر بیان کیجئے۔ تب میں نے کہا پروردگار کی تجلی طلب گار پر اس طرح اثر کرتی ہے کہ اگر اس حالت میں بڑے بڑے پہاڑ اس کے سامنے آجائیں تو ریت کے ذرات بن جائیں۔ اور وہ آگ جملہ آور ہوتی ہے جو خاکستر نہیں کرنی لیکن اس کی طرح کی ہزار آگ میں بھی گرٹی نہیں۔ غرضیکہ جمال پروردگار کے اثرات آدمی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ سات ٹکڑے کا کیا معنی۔ لاکھوں ٹکڑے ہو جاتے ہیں تجلی کے وقت پہاڑ اور آگ کی خاص صورت ہوتی ہے جسے صرف ایک مرد خدا ہی دیکھ سکتا ہے جو اسے اس حالت میں بہت اچھی خوبصورت اور لطیف معلوم ہوتی ہے۔ یہ آدمی کے تمام اعضاء کو اپنی کھینچتی ہے اور پھر ہر ایک عضو بدن اس کی طرف دوڑ جاتا ہے۔ پھر اسے قدرت قوی تر مکمل لطیف اور زیادہ صاف کر دیتا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا سفر اگر باطن میں پرانگندگی پیدا نہ کرے تو مبارک ہے۔ وگرنہ صوفیوں کی دولت صرف دل جمعی اور

ارادوں کی سچائی ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی دلجمعی کے ساتھ بارگاہ الہی میں حاضری دی جائے تو وہ ایسی جنت ہے جس پر ہزار جنتیں قربان۔ ایسا لمحہ ضرور حاصل کرو اب تک کوئی کام نہیں ہو سکا ہے۔

بفراغ دل زمانے نظرے بنجو بروئے

بہ ازانکہ چتر شمای ہمہ عمر ہائے ہوئے

محمد گیسو دراز فرماتے ہیں جب کبھی افضلیت صحابہ کا تذکرہ چھڑا تو میں نے کسی مباحثہ میں حصہ نہ لیا۔ البتہ مخلص لوگوں سے دوران بحث میں بخدا یہ ضرور کہا ہے اور ب بھی سچے دل سے کہتا ہوں کہ سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، اس کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوئے۔ البتہ لفظی بحث بوقت ضرورت ضرور کی جاتی ہے اور ان اصحاب کبار و خلفائے عظام کی برکتوں اور کارناموں سے لوگوں کو بیگانہ و ناشناس نہیں رکھ سکتا۔

مسئلہ: علماء کا اختلاف ہے کہ مسلمان کے لئے موت بہتر ہے۔ یا زندگی۔ بعض زندگی کو ترجیح دیتے ہیں اور کچھ موت کو برتر گردانتے ہیں۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ حیات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہتر اور آپ کے بعد موت۔

ہکایت: اس کے بعد فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اپنے دوستوں میں سے حضرت عمار بن یاسر کے اوصاف بیان کیجئے جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ کچے مومن ہیں ان میں اتنا ایمان بھرا ہوا ہے کہ بہہ رہا ہے۔ پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی بابت پوچھنے پر جواب دیا ان کے پاس اولین و آخرین کی معلومات کے خزانے ہیں پھر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جواباً کہا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اسرار تھے۔ اور ان میں ایک صفت یہ بھی تھی کہ وہ منافقین کے حالات سے باخبر تھے پوچھا اے علی رضی اللہ عنہ آپ اپنے متعلق بھی فرمائیے جواب دیا۔ کہ میری حالت یہ ہے۔

اذا سألنا اعطيت واخسنت ابعديت۔ جب مانگتا ہوں تو سرفراز کیا جاتا ہوں اور جب خاموش رہتا ہوں تو مجھ سے کہا جاتا ہے ہماری خواہش یہ ہے کہ ہم سے کچھ مانگو۔

قوت القلوب میں ہے کہ اللہ کا یہ کہنا کہ ہم سے مانگو، ہم تمہیں دینا چاہتے ہیں یہ وہ مقام ہے جہاں محبوب خود مرید ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت گیسو دراز نے فرمایا ہمارے صوفی مشائخ عاشق و مفت تھے لیکن شیخ شہاب

الہدین سہروردی اور ان کے پیرومرشد سب کے سب بڑے بزرگ واصل باللہ اور عارف تھے۔ اور عشق ایک دوسری دنیا ہے ایک مرتبہ علماء کی مخالفت میں صوفیہ گفتگو کر رہے تھے جن میں میں بھی شریک تھا تو فرمایا کہ صوفیوں اور عالموں میں اس کے علاوہ کوئی اختلاف نہیں کہ صوفیائے کرام اللہ کی ذات میں فنا ہو کر اپنے وجود سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ علم سب سے بڑا حجاب ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ فرمایا اللہ کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں وہ سب حجاب ہیں اور حجاب جتنے ہیں وہ سب قبیح، کثیف اور بہت ہی برے ہوتے ہیں لیکن ایک لطیف حجاب ہے جس کا اٹھانا اور جس کو دور پھینک دینا بہت ہی اچھا اور ضروری ہے۔ علم سے مراد اصول حدیث، فقہ، تفسیر وغیرہ علوم شرعیہ مراد نہیں بلکہ علم ہے مراد وہ علم ہے جو اللہ کی ذات اور صفات سے متعلق ہے کیونکہ وہ دلائل سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس کے لئے تو مشاہدہ درکار ہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر دو چیزیں بڑی تیزی سے بدعت کو پیدا کر رہی ہیں۔ ایک قلندرانہ صورت اور دوسری یہ کہ جو لوگ کلمہ توحید کو اپنی جان سے بھی عزیز رکھتے ہیں انہیں تکلیف دی جاتی ہے اور انہیں بدنام کیا جاتا ہے ان کے اہل و عیال کو قید بند کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور ان کے بچوں کو ذلیل اور اغوا کیا جاتا ہے اور اس پر طرح یہ کہ اس قسم کی حکمت شنیعہ کرنے اپنے کو مسلمان بھی کہتے ہیں یہ تو بڑا اچھا ایمان اور دین ہے۔

ایک مرتبہ کسی نے دریافت کیا کہ لاہو الاہو کے کیا معنی ہیں؟ تو فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ماہیت اس کی ذات سے زائد نہیں بلکہ اس کی ماہیت عین ذات ہے اور مصنف لطائف قشیریہ کا یہ کہنا کہ پورا عالم اس کے وجود پر گواہی دے رہا ہے اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ اللہ کی ذات مع صفات تمام عالم میں کارفرما ہے صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ اگر کسی کو حرام چیزوں کی خواہش باقی رہے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی تو اس کو چاہیے کہ وہ سچے دل سے توبہ کرے اس لئے کہ طالب کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ اس کے اختیار کے بغیر اس کے دل میں کوئی خواہش پیدا نہ ہو سکے بلکہ تمام تر خواہشات اس کے دل سے مٹ جائیں اگر تمام اہل عقل اس مقام کے حاصل کرنے کے ناممکن اور محال ہونے پر اتفاق کر لیں تب بھی صوفیاء اس کی جانب توجہ نہیں کرتے کیونکہ انسان کی طبیعت احکام کے تجسس اور مقاصد کے حصول کے لئے متردد اور متاہل رہتی ہے مگر جو اس کے دل میں اللہ عزوجل نے آفتیں ڈال دی ہیں وہ لوگوں کے کہنے سننے

سے کب ختم ہو سکتی ہیں۔ فرمایا کہ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی آفت اور مصیبت ہوتی ہے مگر عشق میں دو آفتیں ہیں۔ ایک ابتداء میں اور ایک انتہا میں۔ ابتدائی آفت تو یہ ہے کہ عاشق پر عشق اور معشوق کی جستجو کا غم سوار رہتا ہے اور جب تک اس کے لئے وصال کی کوئی راہ نہیں کھلتی وہ برابر اسی غم میں مبتلا رہتا ہے اور غم کا خوگر ہو جاتا ہے اور اسی غم میں زندگی بسر کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کی سوزش اور غم میں کمی آتی رہتی ہے اور وہ اپنی اصل حالت پر آ جاتا ہے اور انجام کار محروم اور مایوس ہو کر خسارے میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس آفت سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ اور انتہائی آفت یہ ہے کہ جب معشوق کا عاشق کو وصل ہو جاتا ہے اور وصال کی لذتوں میں مشغول ہو جاتا ہے تو دردِ غم اور المِ فراق کی سوزش اس سے دور ہو جاتی ہے اور عرصہ تک وصال ہوتے رہنے کی صورت میں اس کے اندر کوئی ذوق باقی نہیں رہتا اور مقصودِ نظر جو ذوق و شوق اور محبوب کی خوشبو میں شریک رہتا تھا حالانکہ حال بے ذوق اور فراق بے لذت کا دردِ غم بالکل بیکار چیز ہے جس کی کسی انسان کو ضرورت نہیں۔ عاشق ٹھنڈا پر جاتا ہے۔ عشق کی سوزش ختم ہو جاتی ہے اور ذوق و شوق جمالِ محبوب سے بے نیاز ہو جاتا ہے اللہ ہم کو اس مصیبت سے بھی محفوظ رکھے۔ جب وصال ہو گیا۔ تو پھر ذوق و شوق کہاں۔ کس چیز سے دل کو سکون پہنچایا جاسکے۔ ایسا وصال بیکار ہے۔ لیکن عشق کا رآمد وہ ہے جس کی ابتداء میں فراقِ جدائی اور ذوق و شوق کی زیادتی ہو اور جس قدر وصال ہوتا جائے اسی قدر ذوق و شوق وصال بڑھتا جائے مزید تقویت پیدا ہوتی رہے۔ دردِ غم بڑھتا رہے اور ذوق میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔ ایسے عاشق ہی کے لئے تو کہتے ہیں کہاں کا انجام اچھا ہو۔ اپنے عشق کا پھل چاہے اور پورا حصہ حاصل کر لے اگرچہ عارف اس صورت کو نقصان کہتے ہیں۔ لیکن ذوق یہی ہے کہ کمال یا نقصان پیش نظر نہ رہے۔ بلکہ محبوب درکار رہے۔ سید محمد گیسو دراز کا بیان ہے کہ عارف میں تحریر ہے فقیر کامل کو قوالی کا شوق نہیں رہتا اور عشق کا کمال ہی یہ ہے کہ عشق کی انتہائی صورت اس پر وارد ہو گئی ہے جو اس سے دور رہنا چاہتا ہے جو لوگ قوالی سننے کی عادت ڈال لیتے ہیں ان کا ذوق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے ممدوح کی انتہائی حالت جس پر آفت نہ پڑی ہو بالکل ایسی ہوتی ہے۔

عجب نیست کہ سر گشتہ بود طالب دولت

عجب این است کہ من واصل و سرگردا تم

دوست کے طلب گار کا حیران و پریشان ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اصل بھی رہوں اور گردان بھی۔

قوالی میں ممدوح کی یہ حالت ہونا چاہئے کہ بخود نہ ہو بلکہ خودی میں رہے جو کچھ کہے کرے اور سمجھے۔ لیکن اس کی یہ گھٹیا حالت ہو جاتی ہے کہ اس کے حرکات و سکنات جو وجد کی صورت میں ہوتے ہیں ان سے وہ عہدہ برائے نہیں ہو سکتا۔ غصہ کی حالت میں ناشائستہ حرکات اور قوالی میں حال والے کا وجد بالکل یکساں ہے ممدوح، اور صاحب دل کا قوالی سے مقصود یہ ہے کہ اس کا دل متوجہ ہو جائے اور تمام ارادے ایک نقطہ پر آجائیں اور تمام دوسری چیزوں سے الگ ہو جائے۔ لیکن بخودی میں جب کچھ سوچہ بوجہ اور ہوش و حواس نہ رہے تو ایسے شخص کی ہرگز ہرگز تعریف نہیں کی جاسکتی۔

حکایت: ایک مرتبہ فرمایا کہ مولانا جمال الدین مغربی ماہر گینہ جات سیاح، حکیم، جہانگیر اور عمر رسیدہ بزرگ تھے۔ اکثر مشائخ سے ملاقات تھی لیکن کسی بزرگ کے معتقد نہ تھے بڑے بڑے زبردست عارف اور اکثر و بیشتر گینہ جات کے خواص جاننے میں کامل تھے اور ان کے اثرات کا اعتقاد رکھتے تھے انہوں نے گینہ جات کے اثرات میں ایک بہت عمدہ تفصیلی کتاب بھی لکھی ہے۔

میں سید محمد گیسو دراز اور یہ مولانا ایک سال تک ایک جگہ رہے مجھے جو احادیث اور آیات کلام اللہ گینہ جات کے اثرات میں یاد تھیں وہ ان کو بتاتا رہا۔ دوران گفتگو ایک دن میں نے یہ اشارہ خلیفہ ایک شرعی مسئلہ اختلاف رائے ظاہر کی تو اس طرح چونک اٹھا جیسے کوئی نیند سے جاگتا ہے۔ اور فوراً ہی کہا آقاؐی سید میں آپ کا معتقد ہوں۔ یہ باتیں کیوں کہتے ہیں۔ ابتداء سے چھ مہینہ تک آپ نے جو معقولی اور منقولی گفتگو کی اس میں کوئی بات بالکل قابل اعتراض نہ تھی۔ آپ مجھ سے گینہ جات کی بابت گفتگو کرتے ہیں جس کی مخالفت میں آپ کو جوابات دیتا ہوں اور پھر انہیں ثابت کر دیتا ہوں اس کے بعد مولانا نے کہا اے میرے سید محمد درود شریف پڑھئے۔ عربوں کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص بغیر دلیل کے کوئی ناقص سی بات کہے تو سننے والا مشکلم سے کہتا ہے درود شریف پڑھو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے قول کی وضاحت اور توجیہ نہ کرو بلکہ رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجو۔ ایک دن مولانا سے زوردار بحث ہو رہی تھی اثناء بحث میں مولانا نے کہا میرے سید محمد ذرا تمؤزی دیر ہماری طرح دوزانو ہو کر مراقبہ کرو۔ مولانا اسی سال کے بوڑھے اور میں تقریباً بیس سالہ نوجوان تھا۔ ہم نے مراقبہ شروع کیا۔ ختم مراقبہ پر مولانا نے کہا میرے سید محمد، تم ایک ایسے

درویش ہو جس نے ہم کو مسلمان بنادیا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے کان پکڑ کے سرخم کرتے ہوئے کہا جس نے سرکار عالم ﷺ کی سنت کی پیروی کی اور سلوک کا یہ راستہ اختیار کیا وہ کسی نہ کسی چیز میں کامل و ماہر ہو گیا۔ میں فن گفتگو میں ماہر ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے اسرار بیان کرنے کی دولت عنایت کی ہے۔ میں کتنی ہی کوشش کروں کہ اپنے بیان میں لغزش کروں لیکن کوئی لغزش واقع نہیں ہوتی۔ کیونکہ میری نظر میری اپنی گفتگو پر لگی رہتی ہے اور اس وجہ سے میں ہمیشہ متفکر رہتا ہوں کہ وہ حالت پیدا نہ ہو جب کہ میں اس غور و فکر اور ثبوت و دلائل سے عاجز و لاچار ہو جاؤں۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ تفسیر ام المعانی میں تحریر ہے کہ رسول اکرم ﷺ حجۃ الوداع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی مصلحت کی بنا پر باہر روانہ کیا تھا جب حضرت علیؑ واپس ہوئے تو سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہے کہ کل رات اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کیا فرمایا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ جی نہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی علم نہیں ارشاد عالی ہوا کہ کل رات ہم نے اپنے والدین اور چچا ابوطالب کی مغفرت کی دعا مانگی۔
تو فرمان الہی ہوا:

ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ جو کوئی اے محمد ﷺ آپ پر ایمان نہ لائے اور باطل معبودوں سے کنارہ کش نہ ہو جائے اس کو ہرگز جنت نہیں دیں گے۔

اچھا اے محمد ﷺ اگر آپ اصرار ہی کر رہے ہیں تو فلاں گھائی میں جا کر اپنے والدین اور چچا کو آواز دیجئے وہ زندہ ہو کر آپ کے پاس آئیں اور پھر آپ ان کو دعوت اسلام دیں اور وہ ایمان لے آئیں۔ چنانچہ میں نے یہی کیا کہ ایک بلندی پر جا کر بلند آواز سے کہا اے اماں! اے ابا! اور اے چچا! چنانچہ تینوں اپنی قبروں سے اٹھ کر مجھ پر ایمان لائے اور اس طرح ان تینوں نے عذاب سے چھٹکارا پایا۔

فائدہ: یہ واقعہ سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان کرنے کے بعد کہا کہ یہ تحریر میں نے بھی صرف ام معانی میں دیکھی ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسری کتاب میں نہیں حضرت سید محمد گیسو دراز کی ایک مشہور تصنیف کتاب الاسماء ہے جس میں اشارہ و کنایہ کی زبان میں حقائق و جارف لکھے ہیں۔ اس میں ایک یہ ہے۔

انچاسواں قصہ: ایک دن ایسا ہوا کہ ایک لمبے چوڑے دریا میں جس کی گہرائی کمر سے زیادہ نہ تھی بہت سے لوگ گئے میں بھی ان کے مجمع میں تھا۔ کہ ایک

پندرہ سالہ ماہر و اس پانی میں چل رہی ہے اور طرہ یہ کہ سب مادر زاد بن گئے تھے۔ وہ ماہر و اتنی خوبصورت تھی کہ اگر اس کا عکس کسی پر پڑ جاتا تو وہ چیز حور ہو جاتی اور یہ پیدا ہونے والی حور اپنے حسن کے لحاظ سے خدائی کا دعویٰ کرتی اسی ماہر و کے رخساروں کا رنگ روپ نرالا دلکش اور دوشیزہ کا تذکرہ ایک نوجوان لڑکے کی طرح تھا اس کی دلکش صورت غمازی کر رہی تھی۔ اور جس کے کرشموں کا اشاروں ہی اشاروں میں دعوت دے رہی تھی۔ میرے اور اس کے درمیان تقریباً ایک میل کا فاصلہ تھا کہ اس نے مجھے بلایا میں اس کے پاس اس طرح گیا جس طرح ایک بادشاہ اپنی دلہن کے پاس نہایت شان و شوکت سے جاتا ہے۔ تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ سے ہماری اس کی ملاقات ہوئی اسی درمیان میں ایک غیبی شخص آیا اور اس نے مجھے اس طرح لباس پہنایا جیسے کوئی کسی کو کپڑے پہناتا ہے۔ پھر میں نے لباس زیب تن کر کے خوب بن ٹھن کر بڑے مزے سے اس دوشیزہ کو دیکھا۔ دیکھتے ہی میں اس کا اور وہ میری عاشق ہو گئی پھر ہماری اس دوشیزہ کی صحبت کی بدولت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ظاہر ہو کر کہا۔ میں اللہ کا بیٹا ہوں آخر کار اس ماہر و اور ہمارے درمیان یہ جھگڑا ہوا کہ عیسیٰ کس کے بیٹے ہیں۔ میں کہتا تھا کہ عیسیٰ میرے بیٹے ہیں اور وہ ماہر و کہتی تھی کہ عیسیٰ میرے بیٹے ہیں۔ اور عیسیٰ ہم دونوں سے بیزاری کا اعلان کرتے اور زوردار اعلان و فریاد کرتے اور کہتے تھے۔ میں نہ تمہارا بیٹا ہوں اور نہ اس ماہر و کا۔ بلکہ میں خود آ گیا ہوں جب عیسیٰ سب کچھ کہہ لیتے ہیں تو وہ ماہر و کہتی کہ اصل بات یہ ہے کہ عیسیٰ میرے بیٹے ہیں۔ میں نے ان کو خود اپنی ذات میں پایا ہے۔ اور وہ میری ہی ذات ہے البتہ جس جل تھل پانی کا میں نے تم سے تذکرہ کیا ہے وہ سب میری ہی ذات تھی واللہ علم اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔

سید محمد بن جعفر مکی حسینی ہندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت چراغ دہلوی کے ممتاز خلیفہ توحید و تفرید میں بلند پایہ اور بڑے ولی تھے۔ سید محمد نے اپنے ظاہری و باطنی حالات جو لکھے ہیں اس کے مطالعہ سے عقل حیران رہ جاتی ہے۔ اگر یہ سب بغیر کسی تاویل کے ظاہری طور پر تسلیم کر لئے جائیں تو کہنا پڑتا ہے کہ آپ یقیناً اپنے وقت

کے کامل تھے۔

آپ نے اپنی کتاب بحر المعانی میں اکثر دقائق تو حید، علوم اقوام اور اسرار معرفت بیان کئے ہیں اور مستانہ وار لکھے ہیں۔ جس میں اور دو کتابیں۔ ایک دقائق معانی اور دوسری حقائق معانی۔ تصنیف کرنے کا وعدہ ظاہر کیا ہے۔ خدا جانے وہ کتابیں لکھی گئی ہیں یا نہیں اس کے علاوہ آپ کی تصنیفات میں ایک رسالہ روح کے بیان میں اور برسالہ پنج نکات اور بحر انسداد بھی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت کا اور اپنا نسب نامہ لکھا ہے سید محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت سے دعوے کئے اور جو کچھ انہوں نے اپنے حالات بیان کئے ہیں۔ ان سے ان کے دعووں کی سچائی ثابت ہے۔ طویل عمر پائی۔ سلطان محمد تغلق کے زمانہ سے سلطان بہلول کے زمانہ تک زندہ رہے۔ سو سال سے زیادہ عمر پائی آپ کے باپ دادا مکہ کے شرفاء میں سے تھے۔ آپ مکہ سے دہلی آئے۔ اور پھر سرہند میں قیام کیا آپ کا مزار بھی سرہند میں ہے۔ بحر المعانی میں لکھا ہے کہ میں (سید محمد) نے ۶۰ سال علوم ظاہری میں صرف کئے اور کمالات حاصل کرتا رہا۔ اس زمانہ میں محبوب ازلی اور مقصود ابدی سے رہا تیس سال سے قوت دید جو دکھاتی ہے دیکھتا ہوں اور جو کچھ کالوں کے راستہ سے سنائی دیتا ہے سنتا ہوں۔ اے محبوب اہل ظاہر کے دل اور ان کی بانج عقلیں حایل ہو گئی ہیں۔ ورنہ صحرائے ابدی کی جانب سامان لم یزلی باندھ چکا ہوں۔ اے محبوب میں تھوڑا سا جو کچھ کہ رہا ہوں اسے لوگوں نے اب تک سنائیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بغیر حرف اور آواز کے جوام الکلب دینے کا وعدہ کیا ہے اسے جب حروف اور آواز کے ذریعہ ادا کرتا ہوں۔ تو لوگ سمجھنے نہیں ۳۳ سال ہوئے کہ لوگوں کی طرح کہنے سے میں نے توبہ کر لی ہے اور جو کچھ میں کہتا ہوں اس میں کذب غرض شامل نہیں۔ اسی کتاب میں ابدال او تاد اقطاب و افراد اور تمام رجال الغیب، ان کے نام ان کے تعداد، ان کے مراتب و درجات، ان کی عمریں، حالات اور اقسام تفصیل سے بیان کی ہے اور اس طرح لکھا ہے کہ اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ملاقات ابدال: اسی میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں نے ان تمام سے ملاقات کر کے ہر ایک سے ایک ایک نعمت حاصل کی ہے۔ ان کے مقامات کا مشاہدہ کیا ہے ان کے علاوہ تین سو ستاون ابدالوں سے ملاقات بھی کی ہے جو دریائے نیل کے کنارے، پہاڑوں میں رہتے ہیں درختوں کا گوند اور جنگلی کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں۔

ﷺ: اے محبوب! ان کے علاوہ اور بھی بے شمار افراد ہیں جو دنیا والوں کی آنکھ سے پوشیدہ ہیں جنہیں صرف قطب ہی جانتے پہچانتے ہیں یا وہ کامل (بزرگ) حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ سے طریقہ پر درجہ سلوک ملے کرتے ہیں۔ ان کا تعلق قلبی طور پر رسالت مآب ﷺ سے ہوتا ہے اسی وجہ سے بہت بلند مراتب حاصل کرتے ہیں۔

مقام قطبیت: حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے بھی بلندی مراتب رسول اللہ ﷺ سے حاصل کئے ہیں جب کوئی رسول کریم ﷺ سے قلبی تعلق پیدا کر کے سلوک کا راستہ ملے کرتا ہے تو وہ قطبیت کے مقام میں پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ مقام معشوقیت یعنی مقام احدیت میں محو ہو جاتا ہے۔

ﷺ: اے محبوب! صرف دو بزرگ تمام اولیائے کرام میں سے مقام قطب سے مقام معشوقیت میں پہنچ سکے۔

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ

حضرت شیخ نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

ان دونوں بزرگوں نے رسول اکرم ﷺ کے چشمہ سے خوب سیرابی حاصل کی۔

اے محبوب! اچھی طرح یقین کر لو کہ میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ دیکھ کر اور مشاہدہ کر کے لکھتا ہوں۔

ﷺ: اے محبوب! میں اور حضرت خضر علیہ السلام ایک دن مصر میں دریائے نیل میں ایک کشتی پر سوا تھے۔

مشاہدہ پروردگار سے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقادر

جیلانی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ نظام الدین بدایونی رحمہ اللہ دونوں مقام معشوقیت میں پہنچے ہوئے تھے۔

ﷺ: آپ اسی کتاب بحر المعانی میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اے محبوب! میں لگا تار نوے سال تک جاگتا رہا پھر اکیس سال تک ایسا رہا کہ فقیر کو اپنی ذات

کی بالکل خبر نہ تھی یہ وہ دور تھا جب قطب وقت حضرت شیخ یعقوب رحمہ اللہ کے پڑوس میں رہتا تھا۔

انہوں نے ہی مجھے میرے اکیس سال کی سرگزشت سنائی تو پتہ چلا کہ اس اکیس سال تک میں

مست و بے خود رہا۔ اب پیرومرشد کی برکت سے مقام مستی سے فردانیت کے مقام میں ہوا ہوں۔

فریدم فرد بہ نشستم کہ در خود

ز فردیت بے انوار دارم

اگر موسیٰ نیم موسیٰ چہ ہستم

درون سینہ موسیقار دارم

ترجمہ: میں فرید ہوں تنہا بیٹھا ہوں اس فردیت سے میں نے اپنے میں بہت سے انوار دیکھے ہیں۔ اگرچہ کامل موسیٰ نہیں ہوں۔ لیکن موسیٰ کیا ہے۔ میں تو اپنے میں سینہ موسیقار رکھتا ہوں۔

انا الحق وسبحانی: اے محبوب! شیخ ابن عربی نے خصوصاً الحکم میں تحریر کیا ہے کہ جب منصور علاج کو تجلی الہی ہوئی تھی تو وہ (اس وقت) فردانیت کے مقام میں تھا۔

لیکن میں فقیر (سید محمد) کہتا ہوں کہ اگر منصور علاج کو تجلی ذات الہی ہوئی ہوتی تو انا الحق بالکل نہ کہتا اور انا سبحانی (میں سبحان ہوں) کے نعمات نہ الاپتا کیونکہ ذات الہی کی تجلی میں ایک خاص قسم کی محویت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو شخص مشاہدہ قدرت میں محو و مستغرق ہو اسے کیا پتہ کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں اور وہ اس حالت میں بھی انا الحق اور انا سبحانی نہیں کہہ سکتا۔

فائدہ: حقیقت یہ ہے کہ عرفان الہی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کی زبان تجلی ذات الہی میں گم ہو جاتی ہے البتہ تجلی صفات کی حالت میں زبان کھل جاتی ہے اور اسی حالت میں اس کے افعال و آثار کی باتیں زبان پہ آ جاتی ہیں۔

فائدہ: اے محبوب! جب تجلی صفات الہی میں درویش کو استفراق حاصل ہو تو لازم ہے کہ اپنی جمالیاتی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات سمجھے یعنی صفات الہی میں درویش مستغرق ہو کر اس کے جمالیاتی صفات کا ایک نور بن جائے اور واجب الوجود کی اس صفت کو بیان کیا جاسکتا ہے اس حالت میں درویش کا وجود جب تمام الانشؤں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے تو پھر صفت واجب الوجود درویش کو اس مقام پر پہنچا کر کلام کرتی ہے اور وہی صفت خود ہی انا الحق و سبحانی کہتی ہے جس کا ثبوت حدیث پاک میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ لَمُنْطَلِقٌ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ۔ بے شک اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان میں خود کہہ رہا ہے۔

فائدہ: الموسیٰ شیخ ابن عربی اس وقت زندہ نہیں ورنہ جو کچھ بھی کہنا تھا میں کہتا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مان جاتے میرے ملفوظات سوائے بحر المعانی کے اور بھی ہیں جو کبھی تمہیں لکھوں گا۔

الحمد لله: بحر المعانی میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اے محبوب! میں فرد حقیقت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی سے مرید ہونے کے بعد آپ کے وسیلہ سے راہ سلوک میں ترقی کرتا رہا تجلی صفات سے تجلی ذات میں جو مقام فردانیت ہے اخفائے راز داخل ہوا ہی تھا کہ ایک دن فرد حقیقت چراغ دہلوی پر امر شد ذکر خفی کر رہے تھے کہ میں آپ کی خدمت میں نہایت عاجزی سے حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا۔ اے شہباز میدان عالم لاہوت، اے پاکیزہ عالم جبروت اے ملکوت و ناسوت کی دنیا کے شہباز آؤ، آؤ۔ بعد ازاں میری آنکھوں میں سرمہ کی ایک سلائی لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ نور جمال، پروردگار کا سرمہ ہے یہ واقعہ ۸۱۱ھ کا ہے۔ چنانچہ میں اسی رات شہر ختلان سے پرواز کر کے قطب وقت شیخ اوحد سمنانی کی قدم بوسی کے لیے مصر پہنچا اور ابن سے ملاقات کی۔ انہوں نے بھی وہی کلمات ارشاد فرمائے۔ جو پیر و مرشد نے ارشاد فرمائے تھے پھر مجھے اپنے کمرے کے ایک کونے میں بٹھا دیا جہاں دوزرویش اور بھی بیٹھے تھے۔ ان میں سے ایک توصیفی تھا اور دوسرا طالبعلم قطب عالم شیخ اوحد سمنانی کی اقتدا میں میں نے باجماعت نماز ادا کی بعد ازاں دو تہائی رات تک میں نے قرآن کریم کے تیرہ پارے پڑھے۔ پھر میں نے اپنی طرف دیکھا کہ میرا دل بالکل نورانی ہے اور عرش پر محیط ہو گیا ہے گویا عرش میری نظر میں ایک رائی کے دانے کے برابر نظر آ رہا تھا۔ اس کے بعد میں نے ہر بال کی الگ الگ شکل و صورت کے وجود کو دیکھا جو میری اپنی صورت سے بدلنے لگے اور تمام تجلیات صفات افعال، اسماء اور آثار نے اپنی شکلیں بدلنا شروع کر دیں۔ اے محبوب! محمود زخو ہونا یہی ہے۔ یوں میں نے پلک جھپکانے میں ستر ہزار عالم کے تجلیات کی سیر کی۔ اس کے بعد یہ فرمان میں نے براہ راست سنا ”اے میرے پر جلال بندہ! حجاب جمال پیش ہے میرے جمالیاتی انوار پر جلال ہیں اور تو اس وقت جلال اور جمال کے درمیان ہے۔“

خلاصہ یہ ہے کہ گفتگو کے بعد میں ذات الہی کی تجلی سے سرفراز ہوا جس کی مقام فردانیت: کیفیت صرف مشاہدہ سے تعلق رکھتی ہے پھر اس کے بعد مقام لاہوت میں جو مقام فردانیت ہے وہاں میں نے قیام کیا اور تجلی ذات الہی کے بعد سترہ دن تک میں بیداری اور حیرانی کے عالم میں شیخ اوحد سمنانی کے حجرہ میں یہ اشعار نگلتا رہا۔

از شراب شوق گشتم مست او ہست من گشت اندر ہست او

بود مادر بود او نابود شد
ہر چہ جز غیرش بذاں مرد و دشد
چوں مجرد گشتم از ہستی تمام
نے وجودم ماند آنجا و نہ نام
چوں شدہ غانی محمد از وجود
غیر او دیدہ کہ کس دیگر نبود

ترجمہ: میں شراب شوق سے اس کا مستانہ ہوں میری ہستی اس کی ہستی میں گم ہے ہمارا ہونا اس کے وجود میں انا بود ہو گیا ہے۔ اس کا نابود بالکل ختم ہو گیا جب محمد (شاعر) وجود سے غانی ہوا اس کے غیر کو کس نے دیکھا جب غیر نہیں ہے۔

اے محبوب! تجلی ذات الہی کے بعد میں شیخ اوحد سمنانی کے حجرے میں بائیں بے ہوش بڑا رہا اور میری بے ہوشی کے اس زمانہ میں شیخ حجرے میں میری پیشانی کو بوسے دیتے رہے۔ اگر شیخ کو جو صاحب ولایت تھے حالات معلوم نہ ہوتے تو میرے ساتھی اسی حجرے میں دفن کر دیتے کہ اسے مرے ہوئے کئی دن ہو گئے ہیں۔ اس بیہوشی کے بعد پھر شیخ ہی کے حجرے میں سترہ دن تک میں آنکھیں پھاڑے حیران رہا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ تجلیات کی ابتدا تھی۔ اس کے بعد میں جس طرف دیکھتا ایک نور نظر آتا جو مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے مقام فردانیت میں یہ وہ صورت افاتہ ہے جو تمام کائنات پر جوں مردی کی حیثیت سے قابض و سایہ فکن ہے اور یہ تمام کیفیات صرف فرد حقیقت رسول کریم ﷺ کی ذات والا صفات کی برکات ہیں۔

اس فقیر (سید شیخ محمد جعفر کی سرہندی بیٹید) کے والد بزرگوار امیر کبیر جعفر نصیر بیٹید ایک نگاہ دلی: دن میرے پیرو مرشد چراغ دہلوی کے پاس بیٹھے تھے کہ پیرو مرشد نے ارشاد فرمایا:

”اے امیر جعفر! سید محمد میدان لاہوت کا شہباز ہے تین سو اسی سے زیادہ اولیاء اقطاب اور افرادان سے فیض حاصل کریں گے اور ان کی بیعت سے سرفراز ہوں گے اور یہ وہ زمانہ تھا جب یہ فقیر (سید شیخ محمد جعفر کی) محبوب الہی بیٹید کے خلیفہ مولانا شمس الدین یحییٰ بیٹید سے تخلص پڑھا کرتا تھا۔

اے محبوب! جب میں اس مقام پر پہنچا تو میں نے یہ اشعار پڑھے۔

گفتم اکوں من ندانم کیستم

بندہ باری نیم بس چوستم

بندہ شد محو و آزادی نماںد

ذرہ در دل غم و شادی نماںد

بے جہت گشتم، تلشتم بے جہت
عارف اما ندانم معرفت
می ندانم تو منی با من توئی
محو گشتم در تو و گم شد دوئی

ترجمہ: میں نے کہا اب میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں اللہ کا بندہ نہیں ہوں تو پھر کیا ہوں بندہ خو
ہو گیا اور آزادی نہ رہی دل میں ذرہ برابر بھی غم اور خوشی نہ رہی بے جہت ہو گیا لیکن بے جہت نہ
ہو اعارف ہو لیکن معرفت نہیں رکھتا۔

میں نہیں جانتا کہ تو میں ہے اور میرے ساتھ تو ہی ہے میں ترے میں گم ہوا اور دوئی تو گم ہو گئی۔
اے محبوب! یہ کلام کوئی گمراہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ جس نے یہ کلام کہا ہے (وہ معذور تھا اس
لئے کہ اس نے) تجلی صفات کے بعد کہا ہے کیونکہ اس کلام سے ہی تجلی صفات ظاہر ہو رہی ہیں
جب چاہتا ہوں کہ تمہارے لئے کچھ لکھوں تو تجلی ذات ندیم کے باعث حیران و پریشان ہو جاتا
ہوں ورنہ کہاں آپ اور کہاں یہ گفتگو۔ آپ کو میرے حق میں دعا کرنی چاہیے کہ میری حیرانی کے
زمانہ میں تھوڑے دنوں آپ میرے ساتھ رہیں تاکہ بغیر حروف و آواز کی کتاب کو آپ پر حروف
و آواز کی صورت میں ظاہر کر سکوں اے محبوب! اچھی طرح خوب غور فکر کر کے سوچئے اور انسان کی
نظر سے مجھے نہ دیکھئے۔

مردانہ ورے کا ندریں راہ
کلی ز سرو جود بر خیز
زناں مغانہ بر میاں بند
میدان بہ یقیں کہ در دو عالم
نے بوائے ہی خردو نے رنگ
افتادہ مباحش در رہ تنگ
وانگہ بہ کلیسیاں کن آہنگ
در راہ تو جز تو نیست خر سنگ

ترجمہ: جوان مردوں کی طرح آ کہ اس راہ میں نہ بوائے نہ رنگ۔ وجود کے خیال سے بالکل دور
ہو جائیگ راہ میں بالکل گرد ہوا بھی نہ ہو۔ زناں مغانی کمر پر باندھ کر گرجوں میں جانے کا پروگرام
بنالغین کیجئے کہ اس میدان میں تیرے سوا دو عالم میں کوئی نہیں۔

(نقطہ والسلام) سورہ ۳۰، شوال ۸۳۴ھ میں یہ مبارک مکتوب ختم ہوا۔

فائدہ: آپ بحر المعانی میں فرماتے ہیں کہ میرے قلم سے جو کچھ نکلتا ہے وہ میرے دل کی آواز

ہے جسے میرادل میری روح سے اخذ کرتا ہے اور میری روح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاصل کرتی ہے اور حضرت علی رسول اکرم رضی اللہ عنہ سے لیتے ہیں اور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغیر کسی حرف اور آواز کے حاصل کرتے ہیں۔

عجیب آرزو: اے محبوب! جتنا زیادہ میں لکھتا ہوں اتنا ہی زیادہ مشکلات میں پھنس جاتا ہوں یقین کرو کہ بحر المعانی کے مضامین سالہا سال تک سفر اور قیام کے دوران حضرت خضر رضی اللہ عنہ مجھ سے پوچھتے رہے لیکن میں نے انہیں نہیں بتائے اب بھی پوچھتے رہتے ہیں مگر خدا کی قسم میں انہیں نہیں بتاؤں گا کیونکہ شرع شروع میں مجھے ان سے ملنے کی آرزو تھی۔ جب میری اُن سے ملاقات ہوئی اور یہ راز کی باتیں اُن سے پوچھیں تو انہوں نے جواب کچھ اس طرح دیئے کہ ان آیات سے میری تسلی نہ ہوئی آج اسے بہت زیادہ دریافت کرنے کی آرزو ہے اور اب میں انہیں نہیں بتانا چاہتا وہ اپنی جان کی حفاظت چاہتے ہیں یعنی نیم جان کی حفاظت چاہتے ہیں اور میری حالت یہ ہے کہ اگر مجھے ہزار جانیں دی جائیں تو پھر بھی میں ان سب کو چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ اے محبوب! تم بھی جاں نثاری اور جاں سپردگی میں مشغول رہو تاکہ حضرت خضر رضی اللہ عنہ جیسے ہزار ہا تیرے لئے سرگرداں نظر آئیں۔

بہترین کلام: ”بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور مدلل ہو۔“

یہ حکم پیش نظر ہے۔ میں اجمالی طور پر مختصر کر کے لکھ رہا ہوں اگر تفصیلات بیان کروں تو پھر تو رات جیسی ضخیم کتاب بن جائے گی جسے اونٹ پر لادے بغیر اٹھایا نہ جاسکے گا۔ یہ تمام کلمات اصل میں قرآن مجید کی شرح ہیں اس لئے انہیں خیر الکلام ہی کہا جائے۔

خدمت مرشد: بحر المعانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کے آستانہ عالیہ پر اس بوڑھے فقیر نے بیس سال تک پیشانی رگڑی ہے اس کے بعد فرد حقیقت پیر و مرشد شیخ چراغ دہلوی کی خدمت میں تین ماہ بارہ دن تک حاضری دی اور مرید ہونے کے بعد آپ کے تمام کاموں میں مشغول ہو گیا۔

۱۔ پانچوں وقت (نماز کیلئے) پانی لا کر اپنے پیر و مرشد کو وضو کراتا۔

۲۔ یہ کہ پیر و مرشد کے گھر کی روشنی کا کام نہ لے دے ذمہ تھا اور میں مشعل چمکتی تھا۔

۳۔ یہ کہ پیر و مرشد کیلئے استیجازِ حیلے لانا اور (وہ ڈھیلے حضرت صاحب کے حضور پیش کرنے سے قبل) اپنے گالوں پر صاف کر لیا کرتا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب سلطان محمد تغلق کی حکومت تھی اور میرے والد کے پاس پورے علاقے کنہیات کی جاگیر تھی اور ایک ہزار تین سو سوار بھی خدمت کیلئے مقرر تھے۔ پیر و مرشد کی اجازت پر میں نے تین سو بیاسی سے زیادہ اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے ملاقات اور ان کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ ان میں سے ہر ایک نے مجھے نعمت سے سرفراز فرمایا۔

منزل فقر: ظاہر پرست اہل سلوک اور عام لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ منزل نہایت آسان ہے بحر المعانی میں تین سو بیاسی مشہور و معروف بزرگوں کے نام، مقامات خطبہ جات، سفرو قیام کے حالات، ان بزرگوں کی خدمت اور ان کے پاس ٹھہرنے کا عرصہ بعد کی سب چیزیں تفصیلاً لکھی ہوئی ہیں۔

فائدہ: اور لکھا ہے کہ صفوان بن قیس برادر عبد مناف جو رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر ایمان لائے۔ ایک غاریں انہیں میں نے عبادت کرتے دیکھا جس وقت میں نے ان کی قدم بوسی کی تو اس وقت آپ کی عمر نو سو بانوے سال تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے لئے طویل عمر کی دعا فرمائی ہے۔

فائدہ: میں مؤلف اخبار الاخیار (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ بحر المعانی میں صفوان کا جو یہ عجیب و غریب قصہ لکھا ہوا ہے۔ اسی مصنف سید محمد سرہندی کی لکھی ہوئی دوسری کتاب بحر الانساب میں بھی ہے۔ جب کہ اصول حدیث اور سیرت کی کتب میں نہیں ہے۔

۱۔ یعنی یہ عجیب و غریب قصہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی اور کوئی دلیل نہیں ہے۔

علمی و تحریری مقابلے: بحر المعانی میں لکھا ہوا ہے کہ اے محبوب! اس فقیر نے دنیا کی اتنی سیر کی ہے اور اتنے مذاہب دیکھے ہیں ان مذاہب کی تعداد اگر لکھوں نیز ہر مذہب والے سے جو علمی اور تحریری مقابلہ میں نے کیا ہے وہ بھی درج کروں تو اسی بحر المعانی جتنی بڑی کتاب ہو جائے گی کہ جسے اٹھانے کیلئے انٹوں کی ضرورت پڑے گی۔

فائدہ: ایک جگہ لکھا ہے کہ جو کلمات اس فقیر کے دل پر وار ہوئے ہیں ان میں سے چند عام بحر المعانی میں لکھ دیئے ہیں اگر تمام کلمات لکھ دیتا تو سارا جہاں پاگل ہو جاتا۔

غیرت و شرم: ایک جگہ لکھا ہے کہ میں جد امجد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی غیرت و شرم کی وجہ سے ہر اسماں ہوں اور میں دو شرم والوں کے درمیان گرفتار ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ شرم والا اور غیور ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

”إِنِّي غَيُورٌ وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي“ میں غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔

اے محبوب! حضرت موسیٰ علیہ السلام جب علم نبوت اور ولایت میں مکمل ہو گئے تو آپ بھی حضرت خضر علیہ السلام کی طرح تین چیزوں کا تحمل نہ کر سکے اور حضرت خضر علیہ السلام میرے ان کلمات سے حیران ہیں۔ اے محبوب! حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرار الہی کی تین چیزیں برداشت نہ کر سکے اور تو اے فقیر بحر المعانی کے تمام کلمات کا حامل بن گیا ہے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس زمانہ میں (اب) ہوتے تو وہی کچھ کہتے جو اسلام کے دوسرے درویشوں سے کہا ہے اس لئے اے لوگو اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ نعمتوں کا شکریہ ادا کرو اور ہمت بلند رکھو تا کہ باریک اور دور دور رس معانی بھی لکھ سکو اور میری زندگی میں ساتھ رہنے کی دعا مانگو۔

از دعائے زاہداں چوں بر نیاید کا رمن

شاہداں را پائے بوسی بد کہ دل کارے کند

زاہدوں کی دعا سے جب مطلب حاصل نہ ہو سکا تو پھر شاہدوں کی قدم بوسی کی تاکہ دل کام کرنے لگے۔

بحر المعانی کی فضیلت: بحر المعانی کے آخر میں لکھا ہے کہ جمعرات ۲۷ محرم الحرام کو ۳۳۳

واں خط لکھ رہا تھا اور اسرار عشق میں قلم چل رہا تھا جب اس

۱۔ یعنی میں اس بات سے ہمیشہ ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں کوئی کام ایسا نہ ہو جائے جس کام کی وجہ سے میرے فیور بنی کریم ﷺ مجھ سے ناراض ہو جائیں جب کہ حضور ﷺ کی ناراضگی بہت بڑا عذاب ہے جب کہ اللہ تعالیٰ تو حضور ﷺ سے بھی زیادہ غیور ہے۔ مسلمانو! ہمیں اس بات سے عبرت حاصل کرنی چاہیے ہمیں نہ اللہ کے احکام کا کوئی خیال ہے اور نہ ہی ہے رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا کوئی لحاظ۔ نہ سنت مصطفیٰ ﷺ کی طرف کوئی دھیان۔ پہلے انبیاء کرام کی امتوں کو جن کاموں کی بنا پر عذاب ہوئے وہ سب ہم میں پائے جاتے ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہم میں عقائد و اعمال کی خرابیاں ہیں انہیں دور کرنا ضروری ہے ورنہ اللہ کے غضب سے بچنا نہایت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے کا واحد حل یہی ہے کہ ہر حال میں اللہ و رسول کے فرمان کو مد نظر رکھ کر زندگی گزار لی جائے اسی میں فلاح کا سامنا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اللہ و رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

زُرْعاً نَزَدَ دَجَابَا یعنی ایک دن چھوڑ کر زیارت کر کے محبت بڑھاؤ۔

تو ایک دوسری میں ہی دنیا میں جا پہنچا اور گھنٹوں پر سر رکھ کر بیٹھ گیا رسول اکرم ﷺ کو دیکھا آپ مسجد قبا میں تشریف فرما ہیں۔ تمام صحابہ کرام اور اولیائے کرام حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے لے کر قطب عالم حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمہ اللہ تک تمام رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فارسی زبان میں مجھ سے ارشاد فرمایا ”اے اللہ میں مست بیٹے! بحر المعانی لاؤ چنانچہ فوراً میں نے جو کتاب ۳۵-۳۶ تک لکھی تھی وہ حضور کی خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ آپ نے طاقت نبوت کی بنا پر جلدی سے پڑھ لی اور فرمایا ”اے بیٹے! تمام تعریف اس ذات، کیلئے ہے جس ذات نے تمہیں اسرار الہام کئے“ بعد ازاں ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ تمہیں علم اور زیادہ عطا فرمائے اور زیادہ علم سکھائے۔“

پھر فرمایا ”دوستو! بحر المعانی کا یہ مصنف وہ بلند مقام شخصیت ہے جس نے صحیح حقیقی معانی میں قرآن کریم کے اسرار بحر المعانی میں لکھے ہیں اگر روئے زمین کے تمام علوم دھل جائیں ان علوم سے ایک ورق بھی باقی نہ رہے پھر بھی یہ شخص قلم کی ایک ہی جنبش سے اپنے قوت حافظہ کی وجہ سے لکھ دے گا پھر ارشاد فرمایا۔

اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے مست! ان اسرار و رموز کو جنگل میں نہ چھوڑ دینا کیونکہ شرعی امور دنیا میں کم ہوتے جا رہے ہیں اور دوسرے لوگ مذہبی لوگوں سے نفرت کر رہے ہیں میں نے اقرار کیا کہ آپ کا حکم قبول ہے چنانچہ ۳۶ ویں خط سے آگے لکھنا شروع کیا اور بحر المعانی مکمل کی۔ بعد ازاں اے محبوب رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرما کر یہ کتاب حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کو عطا فرما دی۔ حضرت علی نے خواجہ حسن بصری کو اور انہوں نے خواجہ عبد الواحد بن زید کو پھر یونہی تمام مشائخ کے ذریعہ قطب عالم شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمہ اللہ کے ہاتھ میں پہنچی۔

اے محبوب! بحر المعانی کے اعلیٰ مضامین شروع کرنے اور لکھنے میں مجھے اجازت تصنیف:

منتظر سمجھو جب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد اللہ فی زیادة علمك فرمایا تو مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تصنیف کی اجازت عطا فرمادی ہے۔ والسلام۔
فائدہ: نیز بحر المعانی میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحب ذوق حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب ہدایت

اور محبوب خدا ﷺ صاحب جلوت تھے۔

فائدہ: اسی کتاب بحر المعانی میں ہے کہ حضرت غوث الصمدانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں نے سوتے ہوئے خواب میں پروردگار عالم کو اتنی صورت میں دیکھا اور فرمایا کہ امی جس کا ذکر اللہ صلی علیہ محمد النبی الامی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تمام اولیاء اللہ میری قبا کے دامن میں ہیں
عظمت اولیاء اللہ: لا یعرفہم غیری انہیں کوئی دوسرا نہیں سمجھتا۔

اس لفظ غیر میں یائے متکلم نہیں ہے بلکہ یائے نسبتی ہے جس کے معنی ہیں کہ کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا یعنی صرف خود اللہ تعالیٰ ہی اپنے دوستوں کو جانتا پہچانتا ہے اور اس کے دوست دوستوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔

روح اور دل کی معراج: بحر المعانی میں ہے کہ قوالی روح کی معراج ہے اور نماز دل کی معراج ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ”رحمت کی ہوائیں یمن سے آرہی ہیں۔“

اس حدیث میں یمن سے مراد پردہ یمن ہے۔ ”اے محبوب! تم نے وہ لے سنی ہوگی جسے ہندوستان میں ”بنت راگ“ کہتے ہیں جو پردہ یمن سے دھیمے سروں میں الاپا جاتا ہے اے محبوب! رسول اکرم ﷺ نے ظاہر بینوں سے قوالی سننے کو کنایتاً و اشارۃً فرمایا ہے۔ اے محبوب! ظاہر پرست اور نادان علماء کیا جانیں کہ میں کیا لکھتا ہوں افسوس اب کوئی نہیں کہ جس سے یہ دل کی بات کہہ سکوں۔

کلیہ: من مؤلف کتاب (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ) کا بیان ہے کہ مست اور وجد و حال والے حالت ذوق اور غلبہ حال میں جو کچھ فرماتے ہیں یہ سب لوگ قواعد عقل قیاس کے معیار سے خارج ہیں ورنہ کسی قسم کے شک و شبہ کے بغیر یقین ہے کہ یہ نسبتی ہمیشہ مشدود ہوتی ہے اور کسی ضرورت کے بغیر ساکن نہیں ہوتی۔

یمن سے مراد: علاوہ ازیں تمام، علمائے کرام، مشائخ عظام اور عارفین کا اتفاق ہے کہ یمن سے مراد مشہور شہر یمن ہے جو احادیث سے بھی ثابت ہے اور بعض

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”انی لا جد نفسی الرحمن من قبل الیمن یمن کی ہوائیں کی جانب سے محسوس کرتا ہوں۔“

محبت والے مہذب ذوق و وجدان کی حالت میں جو راز ظاہر کرتے ہیں وہ سر بستہ ہیں جنہیں کسی نے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام عارفوں کے اسرار، مقدس و پاکیزہ بنائے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

بحر المعانی میں سید محمد بن جعفر کی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اشعار لکھے ہیں ان میں سے ایک یہ غزل بھی ہے۔

اے صورت تو جہان معنی	یا صورت تست جان معنی
یکسر شاخ و گلے نہ بست صورت	مثل توبہ بوستان معنی
از صورت تست خاطر مارا	منزل گاہ کاروان معنی
ہر عضو کند بعد زبان پیش	از صورت تو بیان معنی
در صورت و صف تو محمد	تا حشر نہادہ خوان معنی

ترجمہ: اے محبوب تیری صورت جہان معنی ہے یا جان معنی بھی تیری ہی صورت ہے۔ معنی کے بوستان میں نہنی اور پھول تیری خوشبو اور تیری صورت ہے۔ بس تیری ہی صورت سے ہمارا دل معنی کے کارواں کی منزل ہے۔ اور ہر ایک عضو زبان حال سے تیری صورت بیان معنی ہے۔ تیری وصف کی صورت میں محمد (شاعر) نے تا حشر معنی کا دستر خوان بچھایا ہوا ہے۔

سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ المعروف مخدوم جہانیاں اوچی

آپ کا لقب مخدوم جہانیاں تھا۔ آپ ولی کامل اور شیخ تھے۔ آپ شیخ الاسلام شیخ رکن الدین ابوالفتح قریشی کے مرید اور شیخ چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔

مکہ معظمہ میں آپ حضرت امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے حضرت حصول برکات:

امام یافعی کا بکثرت تذکرہ سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات خزانہ جلالی میں فرمایا ہے۔ آپ نے سیر و سفر بہت کیا۔ اکثر اولیائے کرام سے نعمتیں اور برکات حاصل کیں۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ جس سے بھی گلے ملتے اس کی کرامات چھین لیتے یعنی آپ اس کی اتنی زیادہ خدمت کرتے تھے کہ وہ بے اختیار ہو کر اپنی کرامات ان کو دے دیتے تھے۔

حضرت سید جلال الدین بخاری کا لقب مخدوم جہانیاں تھا آپ کی پیدائش مبارک ۷۶۰ھ اور وصال ۸۵۷ھ ہے۔

خرقہ: تاریخ محمدی میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت سید بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے اپنے چچا حضرت شیخ صدر الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے خرقہ حاصل کیا پھر حرم شریف میں حضرت شیخ الاسلام سند احمد ثین شیخ عقیف الدین عبداللہ المطری رحمۃ اللہ علیہ نے کلاہ مبارک اور خرقہ عنایت فرما کر آپ کو مرید کیا۔ آپ دن رات دو سال تک ان کی صحبت مبارک میں رہے عوارف اور سلوک کی دوسری کتب ان سے پڑھیں۔ علم طریقت سیکھا اور ذکر الہی کرنے کی ترکیب حاصل کی۔ حضرت رشید عقیف الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ تم اپنا فیض گاذرون میں جاری کرو۔

گاذرون میں آمد: جب آپ گاذرون میں تشریف لائے تو حضرت شیخ امین الدین مرحوم کے بھائی حضرت شیخ امام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی حضرت شیخ امین الدین مرحوم رحمۃ اللہ علیہ نے وصال کے وقت مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ اوج شریف ملتان سے میری ملاقات کیلئے سید جلال الدین بخاری آرہے تھے کہ شیطان نے راستے میں ان سے جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ حضرت شیخ امین الدین کا وصال ہو چکا ہے اس لئے سید جلال بخاری مکہ معظمہ چلے گئے ہیں۔ وہ واپسی گاذرون آئیں گے۔ انہیں میرا سلام کہنا، میری جائے نماز اور قیمتی انہیں دیکر انہیں میرا خلیفہ مجاز بنا دینا۔ چنانچہ حضرت امام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کیا۔ سید السادات سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان بزرگ سے مختلف قسم کا فائدہ حاصل کیا اور وہاں سے واپس آکر حضرت شیخ رکن الدین سے خرقہ تبرک سے شرف ہوئے۔

شیخ الاسلام کا تقرر: پھر آپ سلطان محمد تغلق کے دربار میں شیخ الاسلام مقرر ہوئے۔ آپ کو سیوستان اور اس کا علاقہ جاگیر میں دیا گیا۔ اس جگہ آپ نے خانقاہ محمدی تعمیر فرمائی پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد سب کچھ چھوڑ کر خانہ کعبہ کیلئے سفر فرمایا چودہ خانوادوں کے آپ خلیفہ تھے۔

فائدہ: سلطان فیروز کے دور میں آپ اوج شریف کے علاقہ سے کئی بار دہلی آئے سلطان فیروز بڑی عقیدت اور خلوص کے ساتھ آپ سے ملتا تھا۔

سلسلہ قادریہ سے عقیدت: حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ قادریہ سے گہری محبت تھی۔ خزانہ جلالی لکھا ہے کہ حضور محبوب سبحانی غوث الصمدانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے میرے دیکھنے

والے کے دیکھنے والے کی زیارت کی۔ چونکہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ قطب اوز سچے ہیں اس لئے مجھے امید ہے کہ اس کلام کے مطابق اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم و کرم فرمائے گا۔ اس کے بعد اس سلسلہ میں ایک واسطہ کے ذریعہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی جس میں حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ کا واسطہ نہیں ہے۔ بیان فرمایا ہے کہ فلاں شخص کو میں نے دیکھا جس نے شیخ سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی۔ اور آپ نے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی محبوب جہانی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت حاصل کی ہے۔

حکایت: ایک دفعہ آپ کسی مقام پہ تشریف فرما تھے وہیں آگ لگ گئی آپ نے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا نام با بلند آواز لے کر مٹی آگ کی طرف پھینک دی آگ فوراً بجھ گئی۔ (مشکل کے وقت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو وسیلہ الہی سمجھ کر پکارنا ہمارے اسلاف کا طریقہ ہے) اویسی غفرلہ ہمارے ہاں پاک ہند میں جو کتاب تکملہ فارسی کے نام سے مشہور ہے یہ کتاب کتاب تکملہ: حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید نے مکمل کی ۱۰ عید الاضحیٰ ۱۳۸۵ھ

میں آپ نے ارشاد فرمایا:

حکایت: سننے میں آیا ہے کہ میر سید علی ہمدانی ایک بار حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ملاقات کرنے کیلئے گئے اور انکے باہر بیٹھ گئے۔ خادم نے اطلاع دی کہ سید علی ہمدانی باہر بیٹھے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

اللہ غیب دان کے سوا کوئی اور ہمہ دان نہیں ہے انہیں اندر بلاو۔

حضرت سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات سے سخت صدمہ ہوا۔ سید علی ہمدانی نے پھر ایک کتاب رسالہ ہمدانیہ لکھی۔ یہ کتاب ہم نے بھی دیکھی ہے۔ اس میں ان لوگوں کو بہت برا کہا ہے جو لوگ ہمدان نام کی مخالفت کرتے ہیں اور اس بارے حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعہ حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کرنا آپ کی عظمت کے خلاف ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

۱۔ خزانہ جلالی سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

۲۔ یہ حقیقت ہے کہ علم غیب بہرہ اللہ کا خاصہ ہے انبیاء و عظام اور اولیائے کرام کو بخائب اللہ عطا ہوئی ہے۔ انہیں اگر کسی اہل نقائص نہ ہو تو وہ لائمی نہیں جیسا کہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے شام امدادیہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ اسی کو حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ جب تکست رحمۃ اللہ علیہ بیان فرما رہے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

حضرت شیخ علاؤ الدین ابن اسعد لاہوری بنگالی رحمہ اللہ: آپ شیخ سراج الدین عثمان ملقب

بہ انہی سراج الدین رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے آپ ابتدائی دور میں مالدار اور بڑے آدمی تھے اور بہت زیادہ شان و شوکت کے مالک تھے۔ عمر کے آخری حصہ میں حضرت شیخ سراج انہی رحمہ اللہ کے مرید ہوئے۔ فقر اور گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔

علم ولی: کہا جاتا ہے کہ حضرت سراج جب حضرت شیخ محبوب الہی رحمہ اللہ سے خلافت حاصل کر کے رخصت ہونے لگے تو آپ نے اپنے اصلی وطن جانے کی اجازت طلب کی۔ اور عرض کیا کہ وہاں ایک دانش مند اور بلند پایہ بزرگ شیخ علاؤ الدین رحمہ اللہ تشریف فرما ہیں۔ میرا اور ان کا بناہ کیسے ہوگا۔ آپ کے مرشد نے ارشاد فرمایا تم فکر نہ کرو وہ تمہارا خادم بن کر رہے گا چنانچہ جیسے حضرت خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔

حکایت: حضرت شیخ سراج انہی رحمہ اللہ اکثر و بیشتر سفر کیا کرتے تھے۔ اور پکا ہوا کھانا آپ کے پاس رہتا تھا شیخ کیلئے شوربے کا گرم پتلا حضرت شیخ علاؤ الدین رحمہ اللہ کے سر پہ رکھ دیا کرتے تھے نئے شیخ علاؤ الدین رحمہ اللہ پتلا اٹھائے ہوئے اکثر ان لوگوں کے سامنے سے گزرتے تھے جو آپ کے عزیز ہوتے تھے حالانکہ اس زمانہ میں وہ (آپ کے عزیز جن کے سامنے سے آپ پتلا اٹھائے گزرتے تھے) بادشاہ کے وزیر اور بڑے بڑے حکمران تھے۔ اس سے آپ کی موجودہ حالت میں کوئی تہدیلی یا فرق نہ ہوا۔

حکومت: ایک دفعہ حضرت شیخ علاؤ الدین کی خانقاہ شریف میں چند قلندر آئے۔ ان کے پاس ایک بلی تھی یہ بلی کہیں چلی گئی۔ قلندروں نے آپ سے عرض کی کہ یا شیخ ہماری بلی ڈھونڈ لاؤ حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا ”تم بلی کہاں سے لائے تھے؟“

ایک قلند نے کہا ”ہرن کے سینگ پر سے“

دوسرے قلندر نے کہا ”خصیہ پر سے“

ان کے جواب میں حضرت علاؤ الدین رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ سینگ ہی ملے گا۔ چنانچہ شیخ

ان قلندروں کے ساتھ باہر تشریف لائے جس نے سینگ کہا ایک گائے نے آکر اسے سینگ مار

۱۔ آپ کی پیدائش ۷۰۱ھ میں ہوئی وصال ۸۰۰ھ میں ہوا۔

دیا اور جس آدمی نے خصیہ کہا تھا اس کے خصیے اتنے متورم اور سوج گئے کہ وہ اسی درم کی وجہ سے ہی مر گیا۔

شیخ کی کرامات: آپ بڑے مخی تھے آپ کا خرچ اتنا زیادہ تھا کہ اسی خرچ کی بدولت بادشاہ کو بھی رشک ہوتا تھا یہ دیکھ کر بادشاہ نے کہا میرے خزانہ سے زیادہ شیخ کے باپ کے پاس ہے۔ وہ انہیں خرچ کرنے کیلئے دیتا ہے بعد ازاں بادشاہ نے حکم دیا کہ شیخ علاؤ الدین رحمہ اللہ میرے اس شہر سے باہر سارگاؤں چلے جائیں۔ چنانچہ سارگاؤں پہنچ کر شیخ نے اپنے خدام سے فرمایا جتنا تم پہلے خرچ کرتے تھے اب اس سے دو گنا خرچ کیا کرو۔ چنانچہ پہلے سے دو گنا زیادہ خرچ ہونے لگا۔ شیخ کے اخراجات بہت زیادہ تھے۔ مگر آمدنی کا کوئی بھی مستقل ذریعہ نہ تھا۔ شیخ کے بزرگوں کے دو باغوں پر ایک آدمی نے ناجائز قبضہ کر لیا تھا۔ (جن کی سالانہ آمدنی ۸۰۰۰ روپے تھی) مگر شیخ نے کبھی بھی اس سے واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔ شیخ کا ہاتھ بہت کھلا ہوا تھا۔ اور لوگوں کو مال بہت دیتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیرو مرشد جتنا خرچ کیا کرتے تھے میں اس کا سواں حصہ بھی نہیں کرتا۔

وصال: شیخ علاؤ الدین رحمہ اللہ کا وصال مبارک ۸۰۰ھ میں ہوا آپ کا مزار پنڈوا میں ہے۔

مولانا خواجگی رحمہ اللہ

آپ حضرت مولانا خواجگی رحمہ اللہ حضرت شیخ چراغ دہلوی رحمہ اللہ کے خلیفہ، حضرت مولانا معین الدین عمرانی رحمہ اللہ کے شاگرد اور حضرت قاضی شہاب الدین رحمہ اللہ کے استاد تھے۔ آپ جس زمانہ میں دہلی میں پڑھتے تھے سبق پڑھنے کے بعد برکت صحبت بزرگاں: اپنے استاد جناب مولانا عمرانی کے پاس سے اٹھ کر حضرت چراغ دہلوی رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ مولانا معین الدین عمرانی کا بھی وہی نظریہ تھا جو حضرت شیخ نصیر الدین کے بارے میں عام علماء فقراء کے بارے میں ہوتا ہے۔ حضرت چراغ دہلوی رحمہ اللہ کے مقام ولایت کے قائل (ہی) نہیں تھے اور (اسی لئے) آپ کی ملاقات کو کبھی نہ گئے تھے۔

۱۔ آپ کی پیدائش ۷۳۸ھ اور وفات ۸۱۹ھ میں ہے۔

ایک دفعہ مولانا عمرانی کو شدید کھانسی ہو گئی۔ حکیموں سے بہت کرامات چراغ دہلوی: علاج کروایا مگر افاقہ نہ ہوا۔ مولانا شدت کھانسی کی وجہ سے اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ ایک دن مولانا خواجگی نے اپنے استاذ مکرم سے عرض کیا۔

”قبلہ محترم! اگر اس میں مضائقہ نہ سمجھیں تو حضرت چراغ دہلوی کی ملاقات کیلئے آپ تشریف لے چلیں۔ ان سے آپ کی صحت کے لئے دعا کروائی جائے ہو سکتا ہے آپ کی محبت و نظر کی برکت سے صحت یابی حاصل ہو جائے۔ اگرچہ شروع شروع میں تو یہ مشورہ مولانا عمرانی نے قبول نہ فرمایا مگر جب کھانسی کی سخت تکلیف کی وجہ سے بہت زیادہ تنگ ہو گئے تو حضرت شیخ چراغ دہلوی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے کے لئے رضا مند ہو گئے۔ شیخ سے ملنے کیلئے روانہ ہوئے۔ جب مولانا حضرت شیخ کی خانقاہ شریف میں پہنچے تو آپ فوراً اپنے گھر تشریف لے گئے۔ کھانا اس وقت تیار تھا لیکن سادہ چاول اور دہی کھانے میں لانے کا حکم ارشاد فرما کر خانقاہ شریف میں فوراً واپس تشریف لائے اور پھر مولانا عمرانی سے ملاقات فرمائی۔ شیخ چراغ اور مولانا عمرانی کے درمیان تھوڑی دیر محبت گرم رہی خادم کھانا لایا۔ دسترخوان بچھا دیا گیا اس پر مختلف کھانے جن میں سادہ چاول اور دہی مولانا کی طرف بڑھا دیے مولانا نے پہلے انکار کیا کہ چاول اور دہی عموماً کھانسی کے مریض اور بلغمی مزاج والوں کیلئے سخت نقصان دیتا ہے۔ حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا ”بسم اللہ کر کے کھانا تناول فرمائیں“۔ شیخ کے اصرار کی وجہ سے انکار نہ کر سکے۔ چند لو الے دہی چاول کے کھالے۔ کھانا کھا چکے دسترخوان اٹھالیا گیا تو اس کے بعد کھانسی کا دورہ شروع ہو گیا۔ شیخ نے خدام کو حکم فرمایا کہ آپ کے سامنے ایک طشت رکھ دو کہ مولانا اس میں تھوکتے رہیں۔ شیخ کے حکم سے ایک طشت لا کر مولانا کے سامنے رکھ دیا گیا۔ بلغمی مادہ جس کی وجہ سے کھانسی کا دورہ پڑتا تھا۔ وہ سارا طشت میں آ گیا۔ یوں آپ کی صحت کے فیض سے مولانا کو دہی چاول کھانے سے مکمل صحت حاصل ہو گئی۔ مولانا عمرانی کی شیخ سے سوئے عقیدت اس دن سے بہت زیادہ ارادت مندی میں تبدیل ہو گئی اور ایک دوسرے سے خوشی خوشی ملنے لگے۔

حضرت شیخ کی شہر کالپی میں آمد: سید محمد گینو دراز رضی اللہ عنہ نے ایک سچا خواب دیکھا اس خواب کی تعبیر یہ دی کہ اب مغلوں کا دور

حکومت ختم ہونے والا ہے۔ (یعنی یہ حکومت ختم ہونے والی ہے) حالانکہ یہ خواب اور اس کی تعبیر کا واقعہ اس وقت کا تھا جب کہ تیمور ابھی تک ہندوستان میں آیا بھی نہ تھا۔ حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے اس خواب اور تعبیر کے پیش نظر حضرت مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ دہلی چھوڑ کر کالپی تشریف لے گئے اور وہاں ہی سکونت اختیار کر لی بعد ازاں ساری زندگی وہیں رہے آپ کا مزار مقدس کالپی شہر کے بیرونی حصہ میں واقع ہے جہاں عام و خاص زیارت کیلئے آتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا معین الدین عمرانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا معین الدین عمرانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم دین اور شہر بھر کے استاد تھے۔

تصانیف: آپ کی مشہور تصانیف حاشیہ کنز الدقائق حسامی اور مفتاح ہیں۔

حکایت: مورخین کا کہنا ہے کہ جب قاضی عضد رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان محمد تغلق نے ہندوستان اس فرض سے بلانا چاہا کہ وہ شرح موافق لکھ کر سلطان محمد تغلق کے نام سے موسوم کر دیں۔ تو حضرت مولانا معین الدین عمرانی فرستادہ کی حیثیت سے روانہ کیا تا کہ وہ قاضی عضد کو بلالائیں۔ مولانا عمرانی صاحب جب قاضی عضد رحمۃ اللہ علیہ کے گھر اور شہر میں پہنچے تو بلا ارادہ آپ سے فضل و کمال کے کچھ جوہر ظاہر ہو گئے۔ جس کی وجہ سے قاضی عضد نے ہندوستان آنے کا ارادہ ہی ترک کر دیا بادشاہ کو جب اس کا علم ہوا تو تمام کاروبار سلطنت چھوڑ کر فوراً قاضی عضد کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ تخت سلطنت پہ تشریف رکھیں۔ میں آپ کی ہر طرح خدمت کروں گا۔ اور میری بیوی کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سب کچھ آپ کو دیتا ہوں اور آپ اس کے مالک اور مختار ہیں بادشاہ نے بہت اصرار کیا۔ قاضی عضد نے بادشاہ کی اتنی مہربانی، بخشش اور اصرار کے پیش نظر ہندوستان کی طرف رخ نہ کیا۔ بلکہ اپنی عام بقید زندگی وہیں اپنے وطن میں ہی بسر کر دی۔ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے)

حضرت مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ آپ فضل و کمال کے مالک ہونے کے ساتھ

۱۔ آپ کی پیدائش مبارک ۶۸۳ھ میں اور وفات ۷۹۲ھ میں ہوئی۔

۲۔ شاید مولانا عمرانی مرحوم کے علمی رعب سے آپ ہندوستان نہ آئے۔ کہ ہندوستان میں ایسے ایسے باکمال بزرگ موجود ہیں تو وہاں میری ضرورت کیا ہے۔

۳۔ حضرت مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۷۴۹ھ اور وفات ۸۲۰ھ کو ہوئی۔

ساتھ ظاہری علوم میں بھی
بہت زیادہ کامل اور ماہر تھے۔

امیر تیمور گورگانی کی فوجی یلغار: آپ کا مولانا خواجگی * سے اگرچہ بھائی چارہ تھا مگر جب مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی سے

ہجرت کی اس وقت حضرت مولانا خواجگی * کا ساتھ نہ دیا۔ اس کے بعد امیر تیمور گورگانی کی عظیم الشان فوج نے دہلی پر حملہ کر دیا دہلی میں خوب لوٹ مار کی۔ اس افراتفری کے دوران حضرت مولانا احمد * کے متعلقین کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب یہ فتنہ و فساد ختم ہوا تو آپ امیر تیمور کے درباری مقرر ہوئے۔

حق گوئی: امیر تیمور کے دربار میں حضرت برہان الدین مرغھانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب ہدایہ کے پوتے شیخ الاسلام اور آپ کے درمیان ادھر ادھر کی گفتگو ہوا کرتی تھی۔ ایک دفعہ امیر تیمور نے شیخ الاسلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ حضرت مولانا برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب ہدایہ کے پوتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: ”ان کے دادا صاحب ہدایہ نے اس کتاب میں کئی جگہ غلطیاں کی ہیں۔ مگر ایک جگہ غلطی کی ہوتی تو پھر تو کوئی جرح نہ تھا (لیکن غلطیوں کی بھرمار ہے) اس پر شیخ الاسلام نے پوچھا ”آپ ذرا بتائیے تو سہی کہ کس کس مقام پہ غلطی کی ہے؟ اور اس کا ثبوت بھی دیجئے۔ حضرت مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادوں اور شاگردوں سے فرمایا کہ صاحب ہدایہ کی اغلاط پہ تفصیلاً تقریر شروع کر دیں۔

لیکن امیر تیمور نے صاحب ہدایہ کی حفظ ناموس و عزت کی خاطر یہ ٹپس دوسری سمجھ کیلئے ملتوی کر دی۔

کالپی میں اقامت: اس کے بعد آپ دہلی سے ہجرت کر کے اپنے ہال بچوں سمیت کالپی میں تشریف لائے اور یہیں مقیم ہو گئے اور حضرت مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ سے پھر دوبارہ برادرانہ تعلقات کا سلسلہ جاری ہوا۔

اسی دوران حضرت مولانا احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں اور حضرت مولانا خواجگی رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی بیٹے اور شاگرد قاضی شہاب الدین کے درمیان نزاع کی صورت پیدا ہو گئی۔ قاضی نے حضرت

مولانا احمد کے صاحبزادوں کی شکایت اپنے استاذ مکرم حضرت خواجگی بیہید سے کرتے ہوئے مدد کی درخواست کی تو حضرت خواجگی بیہید نے اس کی شکایت کے جواب میں قاضی کو حضرت شیخ سعدی بیہید کے یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

اے بیش از آنکہ در قلم آید ثنائے تو
واجب بر اہل مشرق و مغرب ثنائے تو

اے در بقائے عمر تو نفع جہانیاں
باقی مباد آنکہ نخواہد بقائے تو

اے وہ ذات کہ آپ کی تعریف قلم کی طاقت سے باہر ہے۔ اہل مشرق و مغرب پر آپ کی تعریف واجب ہے۔ آپ کی بقاء تمام جہاں کا نفع ہے سرے سے وہ باقی نہ رہے جو آپ کی بقا نہیں چاہتا۔
مولانا احمد بیہید کی وفات کالپی میں ہوئی۔ وہیں مزار قلعہ کالپی میں زیارت گاہ وفات: خاص عام ہے۔

نعتیہ قصیدہ: آپ نے ایک نعتیہ قصیدہ لکھا ہے جس میں فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے ہیں۔ چند آیات درج ذیل ہیں۔

اِطَارُ لَبِی حَنِینِ الطَّائِرِ الْفَرْدِ
وہاجِ لَوْعَةِ قَلْبِی التَّائِبِہِ الْکَمَدِ
وَ اذْکَرْتَنی عَہوداً بِالْحَمِی سَلَفِ
حِمَامَةِ صَدَحَتْ مِنْ لَاعِجِ الْکَبَدِ
لِیْسَ فِی الدِّینِ وَ الدُّنْیَا وَ آخِرَتِی
سِوِی جَنَابِ رَسولِ اللہِ مَعْتَمَدِ
ہُرِّ رُؤْفِ رَحِیمِ سَیِّدِ سُنَدِ
سَہْلِ الْقَنَا وَ رَحِیبِ الْبَاعِ وَ الصَّفَدِ
بِالْعِلْمِ مَکْتَنَفِ بِالْحِلْمِ مَتَصِفِ
بِاللُّطْفِ مَلْتَحِفِ بِالْبِرْمَتِ

بالخلق مشتمل بالرفق مكتحل

بالحق متصل بالصدق منفرد

العدل سيرته والفضل طيبته

والبذل شيمته في الوجد والوهد

یونہی رسول اکرم ﷺ کے معجزات اور محامد کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

واكرم الخلق من حرو من عبد

والنفس والمال والاهلين والولد

وطال شوقي الى العياك يا سند

يا فوادي ويا ظهري ويا عضد

وليس لي باصطباء عنك من مدد

يا لهف نفسي اذا ما كنت لم احد

فليس غيرك يا مولاي ملتحد

عن الهوى وغوى الدنيا وعن سد

على النبي نبي الحق والرشد

اجتبههم شغفاً في الغيب والعند

ربي الفلا فكساها حلة القند

مبطورة يحيى باكر فرد

غض الا رومة مخضل وملتهد

يا افضل الناس من ماض وموقنق

لقد يك با لروح والقلب والشرق معاً

قد عنتني البعد عن مرمي يا سكر

يا حيايتي ويا روحى ويا جسد

مالى اليك بقطع البعد من قبل

ارجو الوفاء قفى ارض حللت به

عطفاً على ورفقاً لمى ومكرمة

شفع الى الله لى فى ان يثبى

يا رب صل وسلم دائماً ابداً

وصحبه وذويه الطاهرين ومن

مالاه برق وماسع الغام على

وعتق الروض بالازهار موقته

وما تغرو غزير على فنن

حضرت شیخ صدر الدین حکیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حکیم شیخ صدر الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر تھے کہا جاتا ہے کہ آپ کے والد بزرگوار ایک بہت بڑے تاجر تھے اور حضرت خواجہ محبوب الہی سے حسن اعتقاد رکھتے تھے۔

۱۔ حضرت شیخ صدر الدین حکیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ۶۰۲ھ میں پیدائش ہوئی اور ۶۸۳ھ میں فوت ہوئے۔

پیدائش: ان کی عمر بڑھاپے کو پہنچ چکی تھی (بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے) اس دوران ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی انہیں اولاد نہ ہونے کا غم رہتا تھا۔ ایک دن حضرت نظام

الدین محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ پہ وجد و حال کی کیفیت طاری ہو گئی تو ان کی پیٹھ سے حضرت شیخ نے اپنی پیچہ رگڑی اور بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری سنائی۔ حضرت صدر الدین کے والد ماجد حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے بچے معتقد تھے۔ اس لئے بیٹے کی خواہش میں اپنی زوجہ محترمہ کے پاس گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی زوجہ محترمہ کو حمل ہو گیا۔ جب صدر الدین پیدا ہوئے تو آپ کے والد ماجد انہیں حضرت شیخ محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے گئے۔ شیخ نے انہیں گود میں لے لیا جتنا دیر صدر الدین آپ کی گود میں رہے اس وقت تک حضرت شیخ کے چہرہ انور پہ نظریں جمائے رکھیں۔ صدر الدین کی آنکھوں سے اس وقت اثرات شعور ظاہر تھے حاضرین مجلس نے بھی اسے دیکھا پھر حضرت محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑا سا کپڑا اپنی قبا مبارک سے چھاڑ کر صدر الدین کیلئے اپنے دست مبارک سے اسے سیا اور انہیں شیخ چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا اور آئندہ چل کر ان کے عظیم المرتبت اور جلیل القدر ہونے کی پیشگوئی بھی کر دی (یہ وہ غیبی چیزیں ہیں جنہیں مخالفین بنی علیہ السلام کے ماننے والوں پر شرک کا فتویٰ صادر کرتے ہیں لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ کمال تو اللہ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء کو بھی عطا کیا ہے) (اویسی غفرلہ)۔

فائدہ: حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے چند کتب تصنیف کیں جو نہایت ہی فصیح اور سلیح ہوئی عبارت میں لکھی گئی تھیں۔ ان میں محارف حقائق، وعظ و نصیحت اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں نیز آپ طب میں بھی ماہر و کامل تھے۔

عجیب حکایت: حکیم صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ پریاں اڑا کر لے گئیں تاکہ ایک بیمار پری کا آپ سے علاج کروائیں۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ وہ بیمار پری آپ کے علاج سے تندرست ہو گئی۔ تو اس پری نے ایک خط لکھ کر حکیم رحمۃ اللہ علیہ کو دیا اور کہا جو کتا دہلی کی لڑکیاں گلی میں پڑا رہتا ہے اسے یہ خط دکھا دینا، چنانچہ آپ اس بچے پہ اس گلی میں پہنچے اور وہ خط اس سے گود دکھا دیا۔ خط دیکھتے ہی وہ کتا آگے آگے چلے گا۔ چلتے چلتے کچھ فاصلے پر ایک مقام پر وہ کتا ٹھہر گیا اور زمین کر پدنے لگا۔ اس کتے نے ایک بہت بڑے خزانے اور دھننے کی جگہ کا نشان بتایا۔ لیکن حضرت صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے درویشوں جیسی بلند ہمتی کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے اس دھننے

کی طرف بالکل توجہ نہ دی۔

آپ کا مزار مبارک پرانی دہلی میں قدیم قلعہ علاقے کے اندر واقع ہے۔
مزار:

حضرت حکیم شیخ صدر الدین رحمہ اللہ کے مکتوبات مبارک حقائق و
مکتوبات مبارک: معارف سے بھرپور ہیں آپ کے مکتوبات مبارک میں سے ایک یہ
ہے جس میں آئندہ کے متعلق تذرا کا ذکر کیا گیا ہے۔

مکتوب مبارک: میرے اسلامی بھائی! اللہ تعالیٰ تجھے دونوں جہانوں میں عزت عطا
فرمائے جملہ مقاصد پورے فرمائے اور انجام بخیر ہو۔ مجھے آئندہ ہونے
والی کیفیتوں کا تو علم نہیں ہے اسے تو کوئی کوئی کامل شیخ ہی جانتا ہے۔ چونکہ آپ نے ان کے متعلق ہی
پوچھا ہے اس لئے عرض کرتا ہوں۔

۱ پہلے گناہ اور جرم کے اسباب پہ غور کرو۔ اپنے جرموں کو دیکھو اور یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ عظیم
ہے دل کے تمام احوال سے باخبر ہے اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔
”إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا“ بے شک کان اور آنکھ
اور دل ان سب سے سوال ہوتا ہے۔ (کنیز الایمان) ۱

حدیث: حدیث شریف میں ہے کہ:

”إِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ“ اگر تم اللہ کو نہیں دیکھ سکتے (تو نہ سہی) مگر اس کا یقین
(ضرور) کر لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھتا ہے۔

اس بات کو ہمیشہ مد نظر ضرور رکھو کہ زندگی کا ہر گز بھروسہ نہیں ہے موت منتظر ہے اس لئے
امیدوں اور آرزوؤں کو کم سے کم کرو اور اس پہ جب گامزن ہو جاؤ گے تو تم پہ شرم اور خوف غالب
ہو جائے گا اور تمہارا دشمن (شیطان اور نفس) مغلوب ہو جائے گا۔

۲ حکم کی خواہش اور فرج کی سہولت جو کہ اصل میں شیطانی معون ہے اس کی وجہ سے شیطان
انسان کی رگوں میں خون کے ساتھ داخل ہوتا ہے۔ شیطان کے تمام راستے بند کرنے کے لئے
اس کا علاج بھوک اور پیاس سے کرو اور دیدار کی فرحت و راحت سے دل کو خوش رکھو۔ صدیقیوں
کی طرح بھوک کے دسترخوان پر کھاؤ۔ روزے کی نہر سے پانی پی لیا کرو اس لئے کہ روزے کا بدلہ

۱- پ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۶ سوال ہے کہ ان اعضاء سے کیا کام لیا۔ (غزائین العرقان)

خود اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اس سے سیرالی حاصل کرو تا کہ شکم کی خواہش اور فرج کی خواہش کی بیماری سے نجات ہو اور ایمانی صحت و تندرستی میسر آ جائے۔

۳ اپنی ذات اور اپنے دوسرے متعلقین کی تباہی کا غم نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
 ”وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مَهْجُورًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ جَاءَهُ عَلَى اللَّهِ“
 اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا۔

اور یقین کر لو کہ زندگی اور رزق مقرر ہے جو کوشش کرنے سے کم و بیش نہیں ہوتا۔ جب کہ رزق کسی شرط پر نہیں دیا جاتا تو پھر بہتر یہی ہے کہ اپنی عمر کو حق کی طلب میں مشغول رکھا جائے اور سلوک کی آخری منزل تک رسائی حاصل کی جائے۔ تمام جاندار اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے ہیں جن کو رزق عطا فرماتا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے۔

”مَّا كُنْ مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا“

زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ (کنز الایمان)

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

”لَنْ نَرْزُقَكُمْ وَإِنَّا هُمْ“ علم ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔

علاوہ ازیں قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ:

فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقُّ يَمْعَلُ مَا أَنْتُمْ تَعْمَلُونَ

تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بیشک یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔ (کنز الایمان)

اے جو ان مرد بھائی! جو اس بات کا یقین نہ کرے وہ مومن نہیں ہے بلکہ کافر ہے۔ رزق ملنے کے یقین کا مطلب یہ ہے کہ کام حق و صداقت سے کرے اور اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم پر مضبوط بھروسہ کرے۔ خود اپنے آپ کو بیچ اوزنا کا رہے سمجھ کر تمام مخلوق اور ان پہ بھروسہ کو کچھ بھی تصور نہ کرے۔ اے دوست! اس بات کا یقین کر کہ ایک دل میں دو غم اور ایک نیا غم میں دو گواہیں بالکل نہیں رہ سکتے۔

۱۔ پارہ ۵۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۰۰

۲۔ پارہ ۱۲ شروع سورۃ مود آیت نمبر ۴

حسن گر عشق بی درزی چنیں برجان چہ می لزی
 بیک دل در نمی گنجد غم جاناں و غم جاناں
 ترجمہ: حسن اگر تو عشق سے منسلک ہوتا ہے تو پھر جان کی فکر کس لئے کیونکہ محبوب کا غم صرف
 ایک دل میں نہیں سانسکتا۔

ایک اور بزرگ نے کیا خوب تحریر فرمایا ہے کہ اگر لاکھوں خوبیاں ایک موتی میں ہوں اور
 ساری مخلوق میری ایسی اولاد ہو جسے پریشانی چٹھی ہوئی ہوں پھر بھی میں اس موتی کی طرف توجہ
 نہیں کروں گا۔

۴۔ فضیلت نوافل: فرض اور سنت کو کافی سمجھتے ہوئے نفل چھوڑ نہ دو کیونکہ رسول اکرم
 ﷺ کی زبانی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

لَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ إِلَىٰ بَالِنَا فُلٍ حَتَّىٰ أَحِبَّهُ فَإِنَّا أَحِبُّهُ كَنَتٍ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا
 ویداً ولساناً فبئى يسمع و يبصر و بئى ينطق

نفلوں کی حالت میں میرا بندہ مجھ سے اتنا زیادہ قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے
 لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان، آنکھ اور زبان بن جاتا ہوں

۱۔ پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۳۱

۲۔ پارہ ۲۶ سورۃ الذریت آیت نمبر ۲۲

یہاں تک کہ وہ میرا بندہ میرے ہی ذریعہ سے سنتا دیکھتا، قوت آزمائی کرتا اور بات چیت
 کرتا ہے۔

نماز میں حضور قلبی: بے نمازی اور نماز میں کمی اور کوتاہی کرنے والوں سے کہو کہ پانچ
 وقت کی نماز ہم پر فرض ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی پانچ وقت نماز پڑھنے
 کا حکم دیا ہے۔ خیال نماز میں یہ رکھنا چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہیں یہ خیال فرض عین
 ہے جیسا کہ ارشاد گرامی ہے کہ:

”لَا صَلَوةَ إِلَّا بِحُضُورِ الْعَلْبِ“ بغیر حضور قلبی کے نماز نہیں ہوتی۔

یہ حضور قلبی پانچ وقت کی نمازوں میں سے ہر نماز میں شروع سے آخر تک ہونا لازم ہے جیسا
 کہ نماز کے رسالے میں انشاء اللہ تعالیٰ مکمل تحریر کروں گا۔

سوال: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ لازم عبادت سے متعدد عبادت بہتر ہے؟۔

وہابی: اے لوگوں کو جواب دو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

میری امت پہ ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں دیندار قسم کے لوگ بھی دین و مذہب اسلام کو اصلی صورت میں محفوظ نہ رکھ سکیں گے بلکہ ایک بلندی سے دوسری بلندی تک دوڑ لگاتے پھریں گے اور ایک ہستی سے دوسری ہستی تک راہ فرار اختیار کریں گے، ایک پتھر سے دوسرے پتھر پر بھاگیں گے تاکہ اپنا دین محفوظ رکھ سکیں۔ جو کوئی بھی ایسے زمانے میں ہو اسے چاہیے کہ وہ فرائض کی ادائیگی اور خصوصی احکام کے ادا کرنے کا حکم دیتا رہے اور ہمیشہ عبادت لازمہ کرتے رہنے کا حکم دے۔ اس کے علاوہ قرآن حکیم کا یہ حکم بھی مدنظر رکھو۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ**۔ اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو۔ (کنز الایمان)

۵ جو لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ مال و دولت اور عزت و شان کے بغیر حقیر اور ذلیل ہو جاؤ گے تو ایسے لوگوں کے سروں پہ جو کہ (درحقیقت اسلام کے دشمن ہیں) اللہ تعالیٰ، رسول کریم ﷺ اور تمام مسلمانوں کی مانی ہوئی اور مقرر کردہ عزت کی تلوار مارو۔ من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔ (اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے کیلئے کافی ہے) کا تیرا ایسے دشمن کے سینہ کے پار کرو۔ اپنے بندوں کیلئے (اللہ تعالیٰ جل جلالہ بہت کافی ہے) کا خنجر ان شرارتی دشمنوں کیلئے کافی سمجھو۔ اور صاف کہ دو ان دشمنوں سے کہ مستی نہ کرو اور اپنی ہستی کو دیکھتے رہو اور مستی نہ کرو۔

بادوست کنج فقر بہشت و بوستان

بے دوست خاک بر سر جاہ و تو انگری

توجہ: دوست کے ساتھ گوشہ فقر بہشت و بوستان ہے دوست کے بغیر جاہ و تو نگری سر پر مٹی ڈالنے کی طرح ہے۔

۶ رشتہ دار، دوست متعلقین اور اہل و عیال تجھ سے اگر اپنے اخراجات کی تکمیل کے متعلق جھگڑیں تو انہیں قرآن حکیم کا فرمان صاف صاف سنا دو۔

۱۰۵۔ پارہ نمبر ۷ سرۃ المائدہ آیت نمبر ۱۰۵۔

قُلْ لَا زُجْجَلَكَ إِن كُنْتُمْ تُرَدُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَذِيْنَتَهَا فَعَالَمِيْنَ اَمْتَعَكُنْ وَاَسْرَحُنْ سَرَاْحاً جَمِيْلًاۙ وَإِن كُنْتُمْ تُرَدُّونَ اِلَـلّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اِلَـلّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنِيْنَ مِنْكُمْ اَجْرًا عَظِيْمًاۙ

اے غیب بتانے والے (نبی) اپنی بیبیوں سے فرمادے اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں مال دوں اور اچھی طرح چھوڑ دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر چاہتی ہو تو بے شک اللہ نے تم نیکی والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ اگر (پھر بھی) ان کا مطالبہ حد سے بڑھ جائے کسی طرح وہ اپنے مطالبے سے باز نہ آئیں تو انہیں مہر دے کر چھوڑ دو اور اگر تم خود مہر ادا نہ کر سکو تو کسی سے قرض لے کر بھی انہیں دے دو، اگر اس طرح بھی نہ ہو سکے تو اپنے آپ کو جیل کے حوالے کر دو اور جیل کی تنہائیوں میں خوش رہو۔ لیکن (یاد رکھو) اگر راہ سلوک اختیار کرنے والا اور فقیر اپنے کام میں سچا ہے تو انشاء اللہ اسکے اہل و عیال وغیرہ اس سے اتفاق کریں گے۔ اور بالآخر وہ لوگ بھی اسی کی راہ اختیار کریں گے اور اسکی محبت کی برکتوں سے تمام متعلقین بھی نیکی کے خوگر بن جائیں گے۔ اگر خدا نخواستہ تیرے والدین تجھے شرک کرنے کا حکم دیں تو ان کا ایسا حکم نہ مانو اور تمہارا والدین کا یہ حکم نہ ماننا شرک خفی ہوگا جسے اللہ تعالیٰ حاف فرمادے گا کیونکہ (شرک نہ کرنے کی وجہ سے) تم نے ایسا والدین کا حکم نہ مان کر اللہ کے فرمان پر عمل کیا ہے۔ پھر بھی ایسی حالت میں والدین کو بڑے ادب و احترام اور نرمی سے جواب دو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں چست رہو اور اگر دوسرے رشتے دار کچھ کہیں تو انہیں کہو۔

نہ ہمراہی تو مرا راہ خویش گیر و برو

ترا سعادت۔ بادا مراگو نساری

توجہ: میرا دوست نہیں ہو سکتا تو اپنا راستہ لے اور چلا جا تجھے تیری سعادت مبارک مجھے عاجزی و انکساری۔

فائدہ: اے عزیز! جو شخص بھی تجھے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے سے روکے وہ تمہارا (دوست نہیں ہے بلکہ) دشمن ہے اور دشمن کی بات پر کبھی بھی توجہ نہیں دینی چاہیے۔

ضرورت مرشد: آٹھویں یہ کہ بیکار محنت و مشقت اور بے وقت کی ریاضت و مجاہدہ سے بچنے کیلئے پیرو مرشد اور شیخ کی ضرورت ہے تاکہ جو بھی محنت اور ریاضت

(کی جائے اس سے) فائدہ حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے حصول کیلئے جو روکاؤں پیش آتی ہیں انہیں شیخ ہی پہچانتا ہے اور ان رکاوٹوں کو ایمان اور تلقین کے ذریعے دور کرواتا ہے۔

عوام کے عقائد کی اصلاح اچھے اخلاق اور تواضع سے کرو۔ اور ان میں خدا کے روبرو عاجزی اور انکساری کرنے کی استعداد پیدا کرو۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کو مردہ تصور کرو۔ اور دوسری مخلوق کو پتھر اور مٹی کے ڈھیلے کی طرح سمجھو۔ اور اس بات کا کامل یقین رکھو کہ اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی بھی نفع و نقصان، مارنے اور زندہ کرنے کا مالک نہیں ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جب انسان عاجز اور لاچار ہے تو وہ دوسروں کو نفع یا نقصان کس طرح پہنچا سکتا ہے۔ یہ بات بھی مسلم ہے کہ اپنے انجام کی خبر کسی کو بھی نہیں تو پھر ان کا انکار قبول اطاعت اس کا اختیاری فعل نہیں ہے۔

کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی اچھے کام کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے ان دونوں باتوں کو سختی دل پر اچھی لکھ لو تاکہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم عطا فرما کر تجھے تمام مصیبتوں سے محفوظ رکھے۔

اے جو ان مردانہ راستہ بڑا طویل ہے جو تقریر و تحریر کے ذریعے طے ہو سکتا ہی نہیں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اس راستے کو طے کروانے کیلئے شیخ کی ضرورت ہے۔ وہ تمہیں خوب سوچ سمجھ کر اس راستے پہ چلا سکے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ توفیق اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے۔ تمام تعریفیں رب الغلین کیلئے ہیں اور درود و سلام سرکارِ دو عالم ﷺ پر ہو اور آپ کی آل و اصحاب سب پر۔ (والسلام)

حضرت شیخ سراج الدین غلستانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا نام ”عالم“ اور جد امجد کا اسم گرامی تو ام الدین تھا۔ آپ کے شیخ زین الدین خوانی کے دوست اور خلیفہ تھے۔ اپنے دور میں علوم ظاہری اور باطنی کے بہت بڑے عالم تھے۔ شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے باپ دادا اگرچہ ملتان کے رہنے والے تھے مگر آپ کی پرورش ہرات میں ہوئی۔

یہ عوامی قاعدے ہیں یعنی خواہ مخواہ انبیاء اولیاء کو شامل کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ قاعدہ ہے کہ جو بات عوام کے لئے ہو وہ انبیاء اولیاء کے لئے نہیں ہوگی ہے۔ ظاہر ہے کہ عام انسان کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اور انبیاء، اولیاء اذن اللہ بیشمار نافع پہنچاتے ہیں اور بیشمار نقصان کو دور فرماتے ہیں۔

آپ کی پیدائش ۶۰۳ھ اور وفات ۶۷۲ھ عجلیل ہے۔

جانشینی: حضرت شیخ زین الدین الخوانی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد بمطابق وصیت شیخ آپ کو شیخ کالوگوں نے جانشین بنا دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے مرشد کے اوزاد و اذکار کو زندہ رکھنے کیلئے ہرات میں ہی قیام کیا۔ اور وہیں اللہ کی عبادت کرنے لگے۔

ہکایت: حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے مرید ہزاروں لوگ ہوئے لیکن کسی نے بھی میری پسند کو اتنا ملحوظ نہیں رکھا جتنا سراج الدین ملتانی نے ملحوظ رکھا (جس نے میری خدمت کئی سال تک کی ہے)۔

مانندہ: ہرات کے مشائخ کے تذکرہ میں ہے کہ ایک بزرگ نے ارشاد فرمایا کہ میں جن بزرگان دین (اولیائے کرام) کو میں جانتا ہوں حضرت شیخ سراج الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے ایک (ولی اللہ) ہیں۔

شہر نہروالہ میں آپ کا مزار ہے۔

حضرت سید تاج الدین شیر سوار رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مزار پُر انوار نارنول میں ہے۔ آپ حضرت قطب الدین منور ہانوسی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ آپ نے نارنول کے پہاڑوں میں بہت زیادہ ریاضت کی آپ نے اتنا زیادہ ریاضت کی کہ چرندے اور پرندے سبھی آپ کے تابع فرمان ہو گئے۔ درندے اور چڑیاں آپ سے محبت کرنے لگیں۔

شیر سوار کی وجہ: تاریخ میں ہے کہ جب آپ اپنے پیر و مرشد سے ملنے ہانسی جانا چاہتے تو ایک شیر جنگل سے پکڑ کر اس پر سوار ہو جاتے اور سانپ کو چابک بنا لیا کرتے تھے۔ اور اسی حالت میں اپنے پیر و مرشد سے ملنے کیلئے روانہ ہو جایا کرتے تھے۔ اور شیر ہانسی کے جب قریب پہنچتے تو شیر اور سانپ کو شہر سے باہر چھوڑ کر پیدل پیر و مرشد کے پاس جاتے تھے۔

دیوار کی سواری: ایک دن حضرت شیخ قطب الدین منور رحمۃ اللہ علیہ ایک دیوار پہ بیٹھے تھے کہ آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ اسی بخود کی حالت میں شیر پر سوار ہو کر

اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ نے آپ کو شیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا سید! یہ حیوان تو جاندار ہے۔ اللہ والے اگر دیوار کو بھی ارشاد فرمادیں تو وہ بھی چلنے لگے کہا جاتا

آپ کی پیدائش ۷۰۵ھ اور وفات ۷۹۳ھ میں ہے۔

ہے کہ جس دیوار پہ شیخ تشریف فرما تھے وہ فوراً ہٹنے لگی، دیوار کو حرکت کرتے دیکھ کر شیخ نے ارشاد فرمایا کہ اے دیوار! میں نے تو یہ بات محض تذکرہ کے طور پر کہی تھی تو وہ دیوار اپنی جگہ رک رہ گئی۔
 ملاحظہ: آپ کا مزار پر انوار نارنول کے باہر شہر کے نزدیک ہی ہے آپ کی پیدائش بھی اسی شہر میں ہی ہوئی۔

شیخ ابدال: سید تاج الدین رحمہ اللہ کے بیٹے کو ابدال کہا جاتا ہے۔ ابدال دنیا داری کے معاملات سے دور رہا کرتے لیکن آپ دنیا سے بقدر ضرورت ہی متصل رہتے۔ آپ ہمیشہ یاد الہی میں مشغول رہتے تھے۔

کرامت ابدال: ایک پتھر آپ کے گھر کے دروازے پہ پڑا ہوا تھا جو کہ اب بھی پڑا ہوا ہے اس پتھر پہ آپ اپنی زندگی میں ایک کٹھالی رکھ دیتے تھے۔ اور آنے جانے والے اس میں کچھ نہ کچھ ڈال دیتے تھے اسی سے روزانہ آپ کی گزر بسر ہوا کرتی تھی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جتنا آپ کو ضرورت ہوتی تھی صرف اتنی چیزیں ہی اس لکڑی کے پیالے میں ہوتی تھیں غلہ اگر مہنگا ہوتا تو اس میں سے زیادہ رقم نکلتی اگر سستا ہوتا تو صرف اسی دن کی ضرورت کے مطابق اس میں سے رقم ملتی تھی۔ اللہ جل جلالہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حضرت قاضی شمس الدین شیبانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑے عقلمند تھے۔ آپ دہلی سے نارنول تعلق شاہ کے دور میں گئے۔
 حکایت: ابتدائی زمانہ میں آپ حج کرنے کے ارادہ سے نکلے یہ وہ دور تھا جب ابھی تک آپ نے شادی نہیں کی تھی۔ جب آپ راستہ میں گجرات پہنچے تو ایک مسجد میں ایک معزلی کو دیکھا جو منبر پر کھڑے ہو کر مذہب معزلہ کے مد نظر بندوں کے خلق افعال پہ تقریر کر رہا تھا۔ دوران تقریر کہا کہ بکھوایہ میرا ہاتھ ہے اگر میں اسے کھولنا چاہوں تو کھول سکتا ہوں اگر مٹھی بند کرنا چاہوں تو یہ بند ہو جاتی ہے۔ (گجرات والوں میں سے کسی میں بھی اس سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہ تھی) حضرت قاضی شمس الدین رحمہ اللہ نے اس کی یہ بات سنی تو اسے ارشاد فرمایا اگر تم خود مقتدر ہو اور اپنی قدرت کی بنا پر ہر کام کر سکتے ہو تو پھر اپنے اس ہاتھ کو اپنی ہی پیٹھ پر لے جا کر کیوں نہیں ملا دیتے؟
 آپ کا یہ اعتراض گجرات کے حاکم کو بہت پسند آیا اور پسندیدگی کا اظہار بھی کیا۔ یوں کہ جو

آپ کی پیدائش ۷۷۷ھ اور وفات ۸۰۹ھ میں ہوئی۔

لوئندیاں دارالرحب سے آئی تھیں ایک کوئٹی ان میں سے نذرانے کے طور پر آپ کو دی۔ اس کے بطن سے آپ کو اولاد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں برکت عطا فرمائی سب کو تعلیم یافتہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمتیں نازل فرمائے۔

آپ کی اولاد میں سے ایک بزرگ کے پانچ بیٹے تھے جن کا لقب تاج الافاضل تھا۔ اولاد: آپ کے بچے تعلیم یافتہ، دانشور اور متقی تھے۔ ان میں سے تاج الافاضل کے ایک صاحبزادے قاضی مجدد تھے۔ جو کہ شیخ احمد مجد کے باپ تھے۔ ان کے حالات زندگی ان کے بیان میں تحریر کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ قاضی مجدد کے سات لڑکے تھے جو تمام علماء باعمل تھے۔

حضرت سید یوسف بن سید جمال حسینی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک سید جمال حسینی ہے آپ کے بزرگوں نے مشہد سے آکر ملتان میں سکونت اختیار کی۔ سلطان فیروز کے دور میں آپ ایک فوجی کی حیثیت سے ملتان سے دہلی میں آئے۔ آپ فوج میں ہی تھے کہ آپ کی بزرگی اور عقلمندی کو دیکھتے ہوئے سلطان فیروز نے آپ کو اس مدرسہ میں جہاں اس نے خاص حوض علانی اور اپنا مقبرہ بنوایا تھا مدرس مقرر کر دیا۔ آپ نے اس مدرسہ میں کئی سال تک پڑھایا اور لوگوں کو فائدے پہنچائے بہت بڑے فائدے پہنچاتے۔

حضرت سید یوسف حسینی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ شب جمعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کیا کرتے تھے۔

آپ قاضی نصیر الدین بیضاوی کی مشہور و معروف کتاب لب الالباب فی علم علمی مقام: الاعراب کی ایک طویل اور بسیط شرح تحریر فرمائی۔ یہ شرح ”یوسفی“ کے نام سے معروف ہے۔ لب الالباب ایک مختصر اور مفید کتاب ہے جو ہمارے ہاں دہلی میں بڑی مشہور ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے مشہور و معروف کتاب منار کی بھی شرح تحریر کی۔ جس کا نام توجہہ الافکار رکھا۔ آپ کے استاذ مکرم حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو حضرت مولانا قطب الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔

مولانا قطب الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور شخصیت ہیں آپ نے شمسہ اور مطالعہ کی شروح لکھی ہیں۔

۱۔ آپ کی پیدائش مبارک ۷۰۲ھ اور وصال ۷۹۰ھ ہے۔

حضرت سید یوسف حسینی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک بھی حوض خاص علانی پر واقع ہے آپ نے مزار: ۷۹۰ھ کے قریب وفات پائی۔ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے آمین ثم آمین)۔

حضرت قاضی عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی رکن الدین شریجی کنڈی تھا۔ آپ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ بڑے عقلمند، فیاض اور درویش کامل تھے۔ آپ حضرت قاضی شہاب الدین کے استاد تھے۔ آپ کا کلام مبارک نہایت فصیح و بلیغ ہے۔ آپ نے قصیدے اور غزلیں بھی کہی ہیں۔ آپ نے مشہور و معروف قصیدہ لامیہ کے جواب میں قصیدہ لامیہ العجم تحریر فرمایا ہے۔ یہ قصیدہ آپ کے کمال فصاحت کو ظاہر کرتا ہے۔ آپ ہمیشہ درس و تدریس اور علمی افادہ میں مشغول رہے۔

شریعت کی پابندی: حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر خلفاء کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ تعلیم دینے اور فائدہ پہنچانے میں مشغول رہے۔ حضرت چراغ دہلوی اپنے مریدین سے یہی ارشاد فرماتا کرتے تھے کہ:

”علم میں مشغول رہتے ہوئے شریعت کی حفاظت کرتے رہو۔“

قاضی صاحب ارشاد فرماتے تھے کہ:

ہزار رکعتوں کی عبادت جس میں ریا کاری اور مکاری شامل نہ ہو۔ ان رکعتوں پہ اس لمحہ کو فضیلت حاصل ہے جس میں کسی شرعی مسئلہ پہ غور و فکر کیا گیا ہو۔

حصولِ علم: کہا جاتا ہے کہ قاضی عبدالمقتدر زمانہ طالب علمی میں حضرت شیخ چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے تھے بحث و مباحثہ میں کافی حصہ لیتے تھے۔ آپ بحث و مباحثہ کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتے تھے۔ اس کے علاوہ علم کے حصول کی ترغیب و تحریص دیتے تھے۔ بالآخر آپ شیخ کے مرید ہوئے اور باطنی نعمتیں ظاہری فضیلت علم کے ساتھ حاصل کیں قاضی صاحب کے ایک معتمد مرید نے ایک کتاب ”مناقب الصدیقین“ تحریر فرمائی ہے۔

انہوں نے اس کتاب میں تمام چشتیہ مشائخ کرام کے حالات درج فرماتے ہوئے حضرت قاضی عبدالمقتدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر حالات اور کرامات کا تذکرہ فرمایا ہے۔

۱۔ آپ کی پیدائش مبارک ۷۰۲ھ اور وفات ۷۹۱ھ ہے۔

غیبی خبر: مناقب الصديقين میں ہے کہ ایک دن حضرت قاضی شہاب الدین رحمہ اللہ کو کھانا سونا کہیں سے ملا۔ انہوں نے اپنی والدہ سے کہا کہ اس سونے کو زمین میں کہیں چھپا دو۔

بعد ازاں آپ استاذِ کرم کی مجلس میں چلے گئے۔ قاضی عبدالمقتدر نے انہیں دیکھتے ہی ارشاد فرمایا: ”شہاب الدین تم تو سونا چھپانے کی فکر میں ڈوبے ہوئے علم میں کب مشغول رہو گے؟“

خاندہ: حضرت قاضی عبدالمقتدر رحمہ اللہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس ایک طالب علم آیا کرتا ہے علم اس کی کھال بھی ہے اور بھیجے بھی۔ اس جملے سے آپ کی مراد ہمیشہ شہاب الدین رحمہ اللہ ہوتے تھے۔

وفات: قاضی عبدالمقتدر رحمہ اللہ (۸۸) سال کی عمر میں ۲۶ محرم الحرام ۷۹۱ھ کو وفات پائی۔ آپ کا مزار اور آپ کے والد ماجد کا مزار پرانوارِ قطب صاحب میں حوض شمس کے جنوب کی طرف ہے اس مقام کو شیخ عبدالصمد کی خانقاہ بھی کہا جاتا ہے۔

اور حضرت شیخ عبدالصمد وہ بزرگ ہیں جو اپنے زمانے کے بہت بڑے رئیس تھے۔ آپ جو پنور سے دہلی سلطان سکندر کے دورِ حکومت میں آئے آپ نے اپنے باپ دادا کے مقبرے بھی بنائے جو اس وقت بھی قائم ہیں۔

(اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے) عربی زبان میں آپ نے قصیدہ لامیہ بھی تحریر فرمایا ہے اس قصیدہ کے آخری حصہ میں نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مبارک لکھی ہے۔ قصیدہ لامیہ (از قاضی عبدالمقتدر مرحوم)

حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت چراغِ دہلوی رحمہ اللہ کے بھانجا، خلیفہ اور خادم تھے۔ حضرت شیخ چراغِ دہلوی رحمہ اللہ کی کتب خیر الجالس اور ملفوظات شریف میں آپ کا تذکرہ ہے۔ آپ کے ایک مرید نے ایک اپنی کتاب ”جندائُن“ کے شروع میں آپ کی مدح اور تعریف کی ہے۔ آپ کا مزار پرانوارِ حضرت شیخ نصیر الدین کے گنبد کے پائیں طرف والے اس گنبد میں واقع ہے جو قبرستان کے صحن والے حصے میں ہے۔

- ۱۔ حضرت قاضی شہاب الدین رحمہ اللہ جناب قاضی عبدالمقتدر رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔
- ۲۔ ۱۰۵۲ھ سے پہلے تک اچھی حالت میں ہوں گے جب کہ اب پرانی دلی میں زیادہ تر مکندرات ہیں اور خانقاہیں موجود نہیں۔

حضرت شیخ نور الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ نور قطب عالم کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ شیخ علاؤ الحق کے صاحبزادے، مرید اور خلیفہ تھے۔ ہندوستان کے مشہور ولی ہوئے ہیں۔ آپ عشق و محبت، ذوق و شوق اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔

حکایت: آپ اپنے والد گرامی کی خانقاہ کے تمام فقراء کی خدمت کرتے۔ ان کے کپڑے دھوتے اور ان کے لئے پانی گرم کرتے تھے۔ شروع شروع میں پانی کا انتظام آپ کے سپرد تھا ایک دفعہ آپ مقررہ وقت پر پانی کا انتظام کر رہے تھے کہ اچانک ایک فقیر کے پیٹ میں شدید درد ہوا۔ وہ سیدھا آپ خانہ میں گھس گیا وہیں اسے یکا یک اتنا بڑا دست آیا جس سے نور الحق رحمۃ اللہ علیہ کا جسم مبارک اور کپڑے خراب ہو گئے۔ انکے والد گرامی اتفاقاً اس وقت وہاں سے گزرے تو آپ اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اس کے بعد دوسرا کام آپ کے حوالے کیا کہ اب یہ کام کیا کرو۔

حکایت: حضرت شیخ حسام الدین مالکپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ”رفیق العارفین“ میں تحریر ہے کہ شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد کے گھر آٹھ سال تک لکڑیاں چیری ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی اعظم خان جو اس وقت وزیر تھا۔ اپنے چھوٹے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر کہا کرتا تھا قاضی نور الحق! تم نے تمام اچھانیریں اور خوبوں کا بیڑا غرق کر دیا اور اپنی عزت بھی خاک میں ملا دی ہے۔

حکایت: ایک دن شیخ علاؤ الحق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”اے نور الحق! جہاں یہ عورتیں پانی بھرتی ہیں وہاں کی زمین مسلسل پانی گرتے رہنے کی وجہ سے ٹکنی ہو گئی ہے اس جگہ سے پاؤں بھستے، گھڑے ٹوٹتے رہتے ہیں۔ اس لئے تم یہاں سے پانی سے بھرے ہوئے گھڑے اٹھا کر باہر صاف جگہ پہ لے جا کر ان کے سپرد کر دیا کرو آپ بھرے ہوئے گھڑے اٹھا کر باہر لاتے اور ان عورتوں کے سپرد کر دیتے تھے۔ آپ نے یہ کام عرصہ چار سال تک کیا شادی بیاہ اور عرس مبارک لے موقع پر تمام پانی بھرنا آپ کے ذمہ تھا آپ اس ذمہ داری کو بڑے اچھے طریقے سے نبھاتے تھے۔ اکثر آپ کے دستار بند دوست گھڑے بھر کر آپ کے سپرد کر دیتے تھے آپ ان گھڑوں کو باہر لا کر ان کے سپرد کر دیتے تھے۔

۱۔ آپ کی پیدائش ۷۲۲ھ اور وصال ۸۲۸ھ ہے۔

۲۔ آپ ۷۲۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۱۳ھ میں وفات پائی۔

منازل سلوک: حضرت شیخ نور الحق رحمہ اللہ کا اپنا بیان مبارک ہے کہ میرے پیر و مرشد حضرت شیخ علاؤ الحق رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ گذشتہ بزرگوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء کی طرح راہ سلوک کی بھی ۹۹ منازل مقرر فرمائی ہیں تاکہ سالک اس راہ میں مکمل ہو سکے اور ہمارے بزرگوں نے سلوک کی راہ کی پندرہ منازل مقرر فرمائی ہیں اور اس فقیر (حضرت نور الحق رحمہ اللہ) نے تین منازل مقرر کر دی ہیں۔

- ۱۔ پہلی منزل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضری سے پہلے ہی اپنے نفس کا محاسبہ کر لیا جائے۔
- ۲۔ دوسری منزل یہ ہے کہ جس گزرے ہوئے کل کو آج جیسا نہ پایا وہ ست اور فریب خوردہ ہے۔
- ۳۔ تیسری منزل یہ ہے کہ فقیر کے عبادت کرنے کا طریقہ یہ ہو کہ وہ دل کے تمام خیالات ختم کر دے۔

ان تین طریقوں کی تکمیل کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ راہ سلوک والی سالک کی اپنی منزل بھی پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گی۔

ہکایت: سؤلف ملفوظات نے بیان فرمایا ہے کہ ایک دن حضرت شیخ نور الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے تھے کہ ان پہ وجد طاری ہو گیا اسی حال میں آپ عبادت خانہ سے باہر نکلے اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے غیب سے آواز آئی کہ۔

حیلست رہا کن عاشقا دیوانہ شود دیوانہ شو۔ اے عاشق حیلے چھوڑ اور دیوانہ ہو۔

ہکایت: آپ کے ملفوظات شریف میں ہے کہ ایک دن پیر و مرشد نور الحق رحمہ اللہ اپنے گھر سے سوار ہو کر ایک بڑھیا کے گھر تشریف لے گئے۔ اس بڑھیا سے چند دینی مسئلے پوچھ کر روتے ہوئے واپس تشریف لائے یہ مصرعہ جاتے ہوئے آپ کی زبان مبارک پر تھا۔

ہمہ شب بزاریم شد۔ تمام رات میری زاری میں گزاری۔

پھر وہاں واپسی پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری بخشش اگر ہوئی تو اس بڑھیا کے طفیل ہوگی۔

ہکایت: حضرت نور الحق رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میرے پیر و مرشد حضرت علاؤ الحق رحمہ اللہ ایک سواری پر سوار ہو کر کہیں تشریف لے جا رہے تھے بہت سے لوگ آپ کے ساتھ ساتھ پیدل جا رہے تھے وہ تمام بیخودی اور مستی میں تھے۔ بہت زیادہ رو رہے تھے۔ میں آگے جا رہا تھا تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے اتنی بہت سی مخلوق میری فرمانبردار کر دی ہے ان میں سے کچھ لوگ

سجدہ کرتے ہیں اور کچھ میری پابوسی کرتے ہیں اور کچھ لوگ مصافحہ کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی دم کل بروز قیامت میرا سر پھل دیں۔

ریاضت: آپ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ حضرت علاء الحق رحمہ اللہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ریاضت کی انتہا یہ ہے کہ سوتے جاگتے دل کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھے جس طرح اس بچے کی مثال ہے جو سونے سے قبل جس کھیل میں مصروف ہوتا ہے جاگنے کے بعد بھی اسی کھیل کو تلاش کر کے اس میں مصروف ہو جاتا ہے۔

ماخذ: حضرت نور الحق رحمہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے مرشد نے رخصت کرتے وقت مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ سخاوت میں سورج جیسا، تواضع اور انکساری میں پانی جیسا، برداشت میں مٹی جیسا رہ کر لوگوں کے ظلم و ستم برداشت کرتے رہنا۔

سجادہ نشینی کا مستحق: ملفوظات میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے مرشد حضرت علاء الحق رحمہ اللہ صرف سردیوں کے زمانہ میں گدڑی پہنتے تھے۔ سجادہ نشینی کا بھی نہیں بیٹھتے بلکہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ سجادہ نشینی کا حق اسے حاصل ہے جو سجادہ پہ بیٹھ کر دائیں بائیں (ادھر ادھر گناہوں کی طرف) نہ دیکھے۔

ھکایت: آپ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص میرے مرشد کے پاس آ کر گالیاں دینے لگا۔ میرے مرشد کا رنگ تمام گالیاں سن کر بھی نہ بدلا۔ آ کر گالیاں دینے والے کا آخری جملہ یہ تھا کہ اے خدا کے چور آؤ!

یہ سن کر میرے مرشد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

”ہم خدا کے ساتھ ہیں اور خدا ہمارے ساتھ ہے۔“

یہ فرما کر آپ بھی تمام لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے لیکن اس شخص نے کہا ”یہ زمین حرام ہے۔“ پھر شیخ رحمہ اللہ نے دسترخوان پھجوا کر کھانا منگوایا تو اس نے کہا ”یہ گوشت مینڈک کا ہے ہم نہیں کھاتے“ بالآخر پیر و مرشد نے اسے ایک اشرفی عطا کی تو وہ چلا گیا اس کے چلے جانے بعد پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا دوستو! تم نے دیکھا کہاں فقیر نے کتنا شور مچایا۔

ولی اللہ کی دو مقامات یہ حاضری: اسی کتاب رفیق العارفین میں تحریر کیا ہے کہ میں خانہ کعبہ کی زیارت کر کے پیر و مرشد کے حضور حاضر

ہوں۔ اس سے مراد عجز و نیاز ہے نہ کہ اصطلاحی اور شرعی سجدہ کیونکہ وہ بالاتفاق حرام ہے تفصیل کے لئے دیکھئے امام احمد رضا محدث دہلوی قدس سرہ کی تعریف۔ سجدہ تعظیمی حرام ہے۔

ہوا اور عرض کی ”حضور! آپ سے ملاقات باب السلام (خانہ کعبہ کے ایک دروازے کا نام ہے) میں ہوئی تھی۔ جس پر شیخ نے ارشاد فرمایا ”میں نے آج تک قدم باہر نہیں نکالا اس بارے میں یہ سب لوگ جانتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایک دوسرے کے مشابہ اور ہم شکل ہوتے ہیں۔ یہ بات سن کر اس نے کہا حضور! یہ آپ سے ملاقات والی بات تو حقیقت ہے کہ میری اور آپ کی ملاقات خانہ کعبہ میں ہوئی تھی۔

آپ نے اسے کچھ عطا فرما کر روانہ کر دیا اور رخصت کرتے وقت ارشاد فرمایا کہ ”آئندہ یہ اقعہ کسی سے بھی نہ کہنا۔

باطنی سفر: ملفوظات شریف میں ہے کہ کچھ لوگوں نے میرے پیرومرشد سے پوچھا کہ مشائخ جو آپس میں مصافحہ فرض نماز کے بعد کرتے ہیں اس میں کیا راز ہے۔

پیرومرشد نے ارشاد فرمایا ”فائدہ یہ ہے کہ کوئی مسافر جب سفر سے واپس آتا ہے تو اپنے دوستوں سے مصافحہ کرتا ہے اور درویش جب نماز پڑھتا ہے تو نماز میں اتنا کھوجاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول جاتا ہے جب نماز مکمل پڑھ لیتا ہے تو وہ گویا اپنا باطنی سفر مکمل کر لیتا ہے اس لئے نماز مکمل کر کے سلام پھیرنے کے بعد خودی میں آ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے سلام پھیرنے کے بعد مصافحہ کرتے ہیں۔

فائدہ: حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط مبارک میں شرعی الفاظ کے ساتھ ساتھ وہ لطف بیان بھی ہے جو اہل دل کے درد کا علاج بھی ہے اور محبت والوں کیلئے سراسر الفت بھی۔ آپ کے مکتوبات میں سے ایک مکتوب یہ بھی ہے۔

از جانب نور، بجانب نجم۔

مکتوب شریف: غریب پیچارے اور غم کے مارے نور کی عمر ختم ہونے کے نزدیک ہے

(ابھی تک) گو ہر مقصود ہاتھ نہیں آیا ہے حیرت و حسرت میں گیند کی طرح لڑھکتا رہا۔

ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا ندا د بوئے

ندمید صبح ختم چہ کند نهم صبارا

ترجمہ: تمام رات زاری میں گزار دی لیکن صبح کو صبا نے خوشبو نہ دی۔

میرے نے بخت کی صبح نہ ہوئی تو پھر صبا کے ذمہ کیا گناہ۔

ماٹھ سال سے عمر زیادہ ہو چکی ہے گویا کمان سے تیر نکل چکا ہے ساری زندگی نفس امارہ کے شر اور فساد سے ایک لمحہ بھی جدا نہیں رہا خالی ہاتھ فضا میں مارتا رہا۔ آگ جگر میں سلگتی رہی شرمندگی کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔ آہ و بکا سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اے بھائی درد و غم کے خوگر بن جاؤ۔

دل مردان دیں پر درد باید

ز محنت فرق شاں بر گرد باید

مردان دین کا دل پر درد ہونا چاہیے ان کے سروں سے انکی محنت کی وجہ سے گرد و غبار ہونی

چاہیے۔

غافلہ: میں نے اگرچہ کوشش اور محنت ہر طرح سے کی ہے مگر منزل مقصود پھر بھی نہیں ملی۔

گفتم مگر کہ کار بسا مان خود نشد
یار از جفائے خویش پشیمان شود نشد
گفتم مگر زمانہ عنایت کند نکرد
محنت ستیزہ کار بفرمان شود نشد

میں نے کہا کہ ہمارے ساز و سامان کے مطابق کام نہ ہوا ہم نے سمجھا کہ دوست جفا کاری کے بعد پشیمان ہو گا لیکن نہ ہوا۔ میں نے کہا شاید زمانہ مہربانی کریگا لیکن اس نے مہربانی نہ کی بخت جو ہر وقت جنگ میں لگا رہا میں نے سمجھا کہ شاید زیر فرمان ہو جائے گا نہ ہوا۔

غافلہ: دنیا مغرور ہے (دھوکے کی جگہ ہے) تیری ذات اس درخت کے تنے کی طرح ہے جس کی چھال اوپر سے اُتار دی گئی ہو جبکہ اللہ تعالیٰ بڑا غیور اور عزت مند ہے ایسے حالات مد نظر ہوں تو دل میں فرحت اور خوشی کس طرح سما سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی اور ارشاد فرمایا:

”اے داؤد! گنہگاروں کو خوشخبری دے دو کہ میں (اللہ تعالیٰ) غفور اور بخشنش فرمانے والا ہوں اور صدیقیوں کو تنبیہ کر دو کہ غیور اور غیرت مند ہوں۔

راہ ناایمن است و منزل دور

مرکبت لنگ و یار سخت غیور

راہ پر امن نہیں اور منزل بھی دور ہے تیری سواری لنگری اور دوست سخت غیرت مند ہے۔

غافلہ: پس غیرت الہیہ کا منشاء یہ ہے کہ بندے اور خدا کے درمیان کوئی غیر نہ رہے اور نہ اسے بھی اس کے بغیر پرواز کی اسے ختم کر دیا گیا۔

باہر کہ انس گیری از سوختہ شوی بنگر
کہ انس چست و مصحف از آتش است
جس سے تو انس کرتا ہے ہے اس سے تو جل جائیگا۔ دیکھ کہ انس کیا ہے اور مصحف آتش سے
ہے۔

خاندہ: اے بھائی! نفس کو اپنا بنانے کیلئے (نفس کو زیر کرنے کے لئے) کئی سال لگا دیئے مگر پھر
بھی ایک لمحہ بھی اس کے شر اور فساد سے محفوظ نہ رہ سکا اور ایک منٹ بھی آرام سے نہ رہا۔

کردیم بے سپید رے
ازما نشد ایں سیہ گلھے

مستیم بے بہ چارہ سازی
پیرا هن مانند نمازی

ہم نے بہت سی سفید رسمیں اپنائیں لیکن ہمارے سے سیہ کمل نہ دھل سکی۔ نیز ہم نے کئی
حیلے کر کے پیرا هن کو دھویا لیکن وہ نمازی یعنی نماز کے لائق نہ ہو سکا۔

علاوہ ازیں حضرت شیخ نور الحق رحمہ اللہ نے دوسرے خط میں تحریر فرمایا ہے کہ۔

دوسرا مکتوب شریف: درویش کو بے قراری میں سکون آتا ہے درویش کی عبادت میں
سوائے حق کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ اگر کچھ نظر آئے

تو وہ سراسر بیزاری ہے حق کے سوا کسی اور میں مشغول ہونا گرفتاری ہے علاوہ ازیں دل و باطن کے
استغراق کے عبادت (حقیقی معنوں میں عبادت ہی نہیں ہوتی ہے بلکہ) محض بیکار ہے ظاہری طور پر
اظہار عبادت بدکاری ہے (عبادت نہیں) اپنا خون جگر پینا بزرگورای ہے اور ما سوا اللہ سے آنکھیں
بند کر لینا بخر خودداری ہے عام لوگ اپنے باطن کو پاکیزہ بنانے کی سعی کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی غصہ بھری
آواز آرہی ہے کہ اے میرے بندے! تو نے کئی سال اپنے جسم کو پاک و صاف کیا ہے لیکن کیا کسی
لمحے میرے دیکھے جانے والے مقام کو بھی صاف کیا ہے تو نے لیٹے لیٹے ساری عمر گزار دی ہے۔

مستند: ظاہری پاکیزگی کسی چیز کے نکلنے یا پیشاب پاخانہ کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے جب کہ باطنی
پاکیزگی اللہ کی یاد کے سوا کسی کی یاد کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔ مشائخ کا بیان ہے کہ جس کے دل

میں دنیا کا خیال آجائے اُسے بھی اسی طرح ہی غسل کر لینا چاہیے جیسے ناپاکی کی وجہ سے عام لوگ غسل کرتے ہیں کسی بھی چیز میں دل نہ لگاؤ اور کسی غیر اللہ کا دل میں سکھ نہ جماؤ کیونکہ تمام مخلوق کی پیشانی پر بے وفائی اور بد عہدی لکھی ہوئی ہے۔

وفات و مزار: حضرت شیخ نورالحق رحمہ اللہ نے ۸۱۳ھ میں وصال فرمایا اور آپ کا مزار پرانوار شہر پنڈوہ میں واقع ہے۔

حضرت سید صدر الدین راجو قتال بخاری رحمہ اللہ

آپ اپنے والد گرامی سید احمد کبیر رحمہ اللہ کے مرید اور خلیفہ تھے اور اپنے بھائی حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری رحمہ اللہ کی اجازت پر ان کے بعد خلیفہ اور سجادہ نشین ہوئے۔

لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی مخلوق میں مشغول رکھا ہے اور شیخ راجو رحمہ اللہ کو اپنی ذات میں مصروف کر دیا ہے۔ سید صدر الدین رحمہ اللہ پر ہمیشہ استغراق کی کیفیت طاری رہتی تھی آپ خلق خدا سے بالکل علیحدہ رہتے تھے۔

فائدہ: تاریخ محمدی میں لکھا ہے کہ اکثر لوگ براہ راست راجو قتال رحمہ اللہ کے مرید ہیں اور کچھ آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ ناصر الدین محمود رحمہ اللہ کے مرید اور آپ کے سلسلہ میں شامل ہیں۔ سید صدر الدین رحمہ اللہ بڑے بزرگ اور صاحب تصرف ولی اللہ تھے۔ آپ کا مزار پرانوار اوج شریف (بہاولپور) میں ہے۔

حضرت خواجہ اختیار الدین عمر ایرجی رحمہ اللہ

آپ کے آباؤ اجداد علاقہ ایرج کے معزز لوگوں میں سے تھے جو کہ حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پہ فائز تھے۔ آپ نے جذبہ حق کو مد نظر رکھتے ہوئے دنیوی عزت، راحت کا سامان، وظائف اور انعامات وغیرہ کو برضا و رغبت چھوڑ کر علم اور زہد میں قدم رکھا۔ آپ حضرت شیخ چراغ دہلوی رحمہ اللہ کے مرید اور خلیفہ حضرت قاضی محمد ساوی رحمہ اللہ سے جو کہ اپنے دور کے بہت بڑے صالح عالم تھے۔ آپ نے تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ علم سے فراغت کے بعد انہیں کے

۱۔ آپ کی پیدائش ۷۲۸ھ اور وفات ۸۰۹ھ میں ہے۔

مرید بھی ہو گئے۔ انہیں سے خلافت و اجازت پائی۔ ۱۴ محرم الحرام ۸۰۹ھ میں فوت ہوئے آپ کا مزار مبارک بھی ایرج میں ہے۔

حضرت شیخ یوسف بدہ ایرجی رحمۃ اللہ علیہ: آپ کے معزز آباؤ اجداد ناسازگار حالات کی وجہ سے خوارزم سے ہندوستان (جب کہ

اس وقت برصغیر کی تقسیم نہ ہوئی تھی) تشریف لائے ایرج میں رہائش پذیر ہوئے۔ آپ حضرت خواجہ اختیار الدین عمر ایرجی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید، خلیفہ اور شاگرد رشید تھے۔ خواجہ اختیار الدین رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ سید جلال الدین بخاری اور شیخ راجو قال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بجالاتے رہے ان دونوں بزرگوں سے خلافت اور اجازت بھی حاصل کی۔ آپ کئی کتب کی مؤلف تھے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف منہاج العابدین کا ترجمہ بھی کیا آپ بڑے پائے کے شاعر تھے تاریخ محمدی کے مصنف بھی آپ کے شاگرد اور مرید تھے۔

آپ اپنی خانقاہ میں بیٹھ کر ایک دن قوالی سن رہے تھے۔ قوالی سنتے سنتے ہی ۸۳۴ھ میں وصال فرمایا۔ وہیں خانقاہ کے صحن میں مزار شریف ہے۔ سلطان علاؤ الدین مندوی نے آپ کے مزار مبارک پر ایک بڑا عالیشان گنبد تعمیر کروایا۔
اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حضرت شیخ قوام الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے آپ مرید تھے۔ خود مریدوں کی تربیت اور رشد و ہدایت کے سلسلے میں آپ بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ کا مزار مبارک لکھنؤ میں عام و خاص کی زیارت گاہ ہے آپ نے ۸۱۰ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ

شروع شروع میں آپ سلطان فیروز شاہ کے معزز امراء میں سے تھے۔ ہند کے مشہور شہر ”سارنگپور“ کو آپ نے ہی آباد کیا تھا۔ آخر کار عمر کی آخری بہاروں میں اللہ تعالیٰ کی عنایت اور فضل نے یادری کی جس کی وجہ سے آپ نے راہ سلوک میں قدم مبارک رکھا۔ یہ کام واصل باللہ لوگوں کیلئے

۱۔ آپ ۷۷۷ھ میں پیدا ہوئے اور وفات ۸۳۴ھ ہے۔

۲۔ آپ کی پیدائش ۷۷۷ھ وفات ۸۱۰ھ ہے۔

۳۔ آپ کی پیدائش ۷۷۵ھ اور وفات ۸۳۴ھ میں ہوئی۔

خاص ہے آپ نے شروع شروع میں حضرت شیخ قوام الدین رحمہ اللہ کی خدمت کی اور ان کے مرید ہو گئے آپ نے انہی سے شغل باطن اور ذکر خفی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد سفر حجاز کرتے ہوئے آپ نے حرمین شریفین کی زیارت کی۔ شیخ وقت حضرت شیخ یوسف ایرجی رحمہ اللہ کی کافی عرصہ صحبت میں رہ کر ان سے علوم طریقت حاصل کئے۔ بالآخر شیخ راجو رحمہ اللہ نے خرقہ اور دوسری امانتیں جو انہیں پیرانہ طریقت سے ملی تھیں طلب کئے بغیر وہ سب کچھ آپ کے پاس آپ کے گھر روانہ کر دیں۔ وہ تمام چیزیں آپ نے واپس کرتے ہوئے دریافت کروایا کہ ہمارے پاس یہ تمام چیزیں کس نیت اور ارادہ سے بھیجی گئی ہیں لیکن وہ سب کچھ شیخ راجو قتال رحمہ اللہ نے دوبارہ حضرت شیخ سارنگ رحمہ اللہ کے گھر بھجوائیں اور حضرت شیخ حسام الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو حالات بتاتے ہوئے تاکید کر دی تھی کہ یہ خرقہ وغیرہ شیخ سارنگ رحمہ اللہ کے قبضہ میں دینے کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ حضرت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ نے شیخ راجو قتال رحمہ اللہ کی بھیجی ہوئی چیزوں کو قبول کرنے کیلئے حضرت شیخ سارنگ رحمہ اللہ کو زغیب اور تحریص دی آخر کار شیخ سارنگ رحمہ اللہ حضرت شیخ سارنگ رحمہ اللہ کے فرستادہ چیزیں قبول کر کے ان نبی سعادوں سے بھی مشرف ہوئے اور بہرہ یاب ہوئے آپ نے ۸۳۲ھ وصال فرمایا۔

حضرت شیخ محمد شاہ مینا رحمۃ اللہ

آپ لکھنؤ شہر کے صاحب ولایت بزرگ تھے آپ کا اسم مبارک حضرت شیخ محمد تھا۔ آپ کی بہن شریف میں حضرت شیخ قوام الدین رحمہ اللہ نے تربیت کی۔ اور اپنی پرورش میں رکھا اور نعمت (ولایت) سے نوازا۔ پھر آپ حضرت شیخ سارنگ رحمہ اللہ کے مبد ہوئے۔ مرید ہو کر آپ نے بڑے بڑے کام سرانجام دیئے۔

حکایت: منقول ہے کہ حضرت شیخ قوام الدین رحمہ اللہ کے بیٹے کا نام شیخ محمد تھا جسے شیخ مینا بھی کہا جاتا تھا۔ لکھنؤ کے رہنے والے مینا اسے کہتے تھے کہ جس سے محبت زیادہ ہو اور وہ عزت دار سر بلند بھی ہو۔ اہلیان دہلی بھی یہ مجاورہ اسی معنی میں استعمال کرتے تھے۔ شیخ محمد مینا نوجوانی کے دور میں خواہشات کے قیدی اور دوسرے جوانی دیوانی کے کاموں کے شوقین تھے۔ علاوہ ازیں پھر وہ بادشاہ کے ملازم بھی تھے۔ چونکہ اکثر و بیشتر امراء اور حکام آپ کے والد گرامی حضرت قوام الدین رحمہ اللہ کے مرید اور معتقد تھے اس لیے بھی آپ کو ہر نوعیت کی سہولت میسر تھی لیکن حضرت شیخ قوام رحمہ اللہ نے حضرت شیخ سارنگ رحمہ اللہ کو حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت جلال الدین بخاری رحمہ اللہ کی محبت حاصل تھی اسی جہ سے آپ نے دنیوی امارت چھوڑ کر راہ طریقت میں قدم رکھا۔

الدین رحمہ اللہ علیہ کو یہ انداز بالکل پسند نہ تھے۔ صاحبزادے کے حالات کی وجہ سے باپ کی رضا مندی کے پیشے پہ کچھ گردوغبار اکٹھا ہو گیا تھا یہ واقعات اس دور کے ہیں جب شیخ محمد مینا بادشاہ کے حکم سے لکھنؤ سے باہر کسی مقام پہ مقرر تھے۔ وہاں سے آپ نے اپنے والد گرامی کے روبرو اپنے جرم اور گناہ معاف کرانے کے لئے لکھنؤ آنے کے ارادے سے سفر کیا جب لوگوں کو آپ کے آنے کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کے والد بزرگوار کو اس کی اطلاع دی۔ جس پر حضرت شیخ قوام الدین رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا ہم نہیں چاہتے کہ ایسا ناقول شخص ہمارے سامنے آئے چنانچہ اس کے بعد ایسا ہوا کہ ابھی وہ اپنی تعیناتی کی جگہ سے روانہ بھی نہیں ہوا تھا کہ زبردست بیمار ہو گیا یہاں تک کہ وہیں فوت ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت قوام الدین رحمہ اللہ نے اپنے خاص خادم حضرت شیخ قطب الدین رحمہ اللہ سے ارشاد فرمایا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تیرے ہاں بیٹا پیدا ہو اور نام اس کا شیخ محمد مینا رکھا جائے اور ساری اولاد کا ایک وہی نعم البدل ہے۔ حضرت شیخ قطب کے ہاں ایک صاحبزادہ پیدا ہوا جس کا نام شیخ محمد مینا رکھا گیا۔ شیخ قطب الدین رحمہ اللہ نے اپنے مرید خاص شیخ قطب الدین رحمہ اللہ کے اس صاحبزادے شیخ محمد مینا کی پرورش اور تربیت اپنے بچوں جیسی کی اور آپ اس سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔

حکایت: حضرت شیخ محمد شاہ مینا رحمہ اللہ نے پہلے دن ہی مکتب میں جا کر ابنت ث کے رموز و اسرار اور حقائق ایسے بیان فرمائے جس سے تمام حاضرین حیران ہو گئے حضرت شاہ مینا رحمہ اللہ تارک الدنیار ہے۔ شادی نہ کی، زمانہ سلوک میں ریاضت بہت کی۔

راہ مرشد کا احترام: کہا جاتا ہے کہ شیخ مینا رحمہ اللہ اپنے مرشد شیخ سارنگ رحمہ اللہ کے مزار مبارک پر ہمیشہ کھڑاؤں پہنے یا ننگے پاؤں پیدل جایا کرتے تھے حالانکہ یہ مزار مبارک لکھنؤ سے تقریباً چالیس میل دور ہے۔ راستہ نہایت ہی خراب تھا۔ عموماً اس راستہ میں اکثر مقامات پہ کانٹے دار درخت بھی تھے بڑی تکلیف سہتے ہوئے مرشد کے مزار پہ انوار پہ حاضری کا شرف حاصل کیا کرتے تھے۔

احوال ریاضت: زمانہ سلوک میں ریاضت کا یہ حال تھا کہ عموماً دیوار پہ بیٹھ کر راتوں میں عبادت اس لئے کرتے تھے کہ جب نیند غالب آئے تو دیوار سے گر کر بیدار ہو جاؤں اور جب کبھی کسی عام زمین پر عبادت کرتے تو اپنے ارگرد کانٹے جمع کر لیا کرتے تھے

ہا کہ جب کبھی پیند کے غلبہ کی وجہ سے گروں تو وہ کانٹے چھ کر جگا دیں۔ زمانہ سلوک میں اکثر و بیشتر کئی سال تک یہ کیا کہ سردیوں کے موسم میں اپنے جسم والے کپڑے خوب گیلے کر لیا کرتے تھے۔ جب آپ اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ قوام الدین رحمہ اللہ کے مزار پر انوار پر حاضری دیتے تو مزار کے سامنے محن میں بیٹھے جاتے رہتے تھے۔ شیخ محمد شاہ مینا رحمہ اللہ کا مزار پر انوار لکھنؤ میں مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت شیخ احمد کھٹو رحمہ اللہ

آپ گجرات کے علاقہ کے شیخ المشائخ تھے آپ کا مزار پر انوار احمد آباد (گجرات) کے ایک گاؤں سرکچ (سرخز) میں واقع ہے۔ آپ کا مزار پر انوار نہایت پاکیزہ، خوبصورت، عمدہ اور ہوادار ہے۔ آپ کے مزار مبارک کی مثال کا مزار شاید ہی کہیں ہو۔ اجمیر شریف کے قریب کھتو ایک گاؤں کا نام ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد دہلی کے بسنے والے تھے۔ آپ دہلی میں ہی بچپن میں رہے۔

خلافت: کہا جاتا ہے کہ آپ ایک دفعہ گاؤں کے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ شدید آندھی چلی یہ آندھی آپ کو یہاں سے اڑا کر کسی دور کے مقام پہ لے گئی

آپ اپنے وطن سے دور بیگانوں کی طرح بے یار و مددگار پردیسی بن گئے۔ آپ کسمپرسی کی حالت میں ادھر ادھر گھوم پھر کر وقت گزارتے تھے کہ ایک دن کامل درویش حضرت بابا اسحق مغربی رحمہ اللہ کے ہاتھ لگ گئے۔ آپ بڑے کامل درویش تھے حضرت صاحب آپ کو اپنی قیام گاہ کھتو میں لے آئے۔ کھتو (گاؤں) اجمیر شریف کے قریب ہی ہے۔ حضرت بابا اسحق مغربی رحمہ اللہ کے زیر سایہ آپ نے تربیت حاصل کی۔ حضرت صاحب کی مہربانیوں اور عنایات سے آپ مالا مال ہوئے۔ حضرت بابا اسحق رحمہ اللہ نے آپ کو ولی کامل بنادیا۔ اور پھر خلافت اور اجازت بھی عنایت فرمادی۔ آپ کا سلسلہ مبارک حضرت شیخ ابو مدین مغربی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ نے بڑی لمبی عمر پائی جس وجہ سے مدنی تاجدار احمد مختار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک اور آپ کے زمانہ میں صرف چند مشائخ کا واسطہ ہے۔ یعنی آپ کا سلسلہ نسب صرف پانچ واسطوں سے زمانہ محبوب رب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک مل جاتا ہے آپ کے سلسلہ نسب بزرگوں میں سے ہر ایک کی عمر تقریباً ڈیڑھ لاکھ سال ہے۔ آپ کا مزار پر انوار میڈیکل کالج لکھنؤ کے سامنے مینار ڈھپ واقع ہے نوچندی کو ہمیشہ قوالی ہوتی ہے۔

۱۔ آپ کی پیدائش مبارک ۷۷۷ھ اور وصال ۸۴۵ھ میں ہوا۔

سوسال بلکہ اس سے بھی زیادہ ہی ہوئی ہے۔

ریاضت: حضرت شیخ احمد کھٹو رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد پاک حضرت بابا اسحق مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد دہلی تشریف لائے اور علم حاصل کیا۔ علم کے حصول سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مسجد خان جہاں میں بے انتہار ریاضت کی۔ اس دور میں آپ کی ریاضت کا حال یہ تھا کہ آپ خشک باسی کھلی کے ایک ٹکڑے سے روزہ افطار فرمایا کرتے تھے اور بس یہی آپ کی غذا ہوتی تھی۔ (اس کے علاوہ آپ کچھ نہ کھاتے تھے)

پھر آپ چلہ کشی کے دوران تو چالیس دن تک مسلسل صرف ایک کھجور تناول فرمایا کرتے تھے ترک دنیا کرتے ہوئے آپ نے ساری زندگی شادی نہ کی۔ اسی زمانہ میں آپ عالم بالا اور عالم فرشتگان کی سیر فرمایا کرتے تھے۔ آپ زیارت حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے۔ پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو (کسی معاملے کی) بشارت بھی دی تھی۔ بالآخر آپ چند مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی صحبت مبارک سے فیض یاب ہوئے۔

۱۔ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اجیر کی نسبت کی وجہ سے ہی اجیری اور خواجہ اجیری جیسے ناموں سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کی نسبت کی بنا پر ہی اجیر کو وہ شہرت ملی کہ اجیر ساری دنیا میں مشہور ہے معلوم ہوا کہ جس چیز کی نسبت بزرگوں سے ہو جائے وہ چیز بھی معزز بن جاتی ہے ہجرت محبوب سے پہلے یرش کو کون جانتا تھا آٹھ سو گورہ پوری دنیا میں مشہور ہے۔

۲۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہے کوئی بھی علم کے بغیر اپنی منزل سر نہ کر سکا علم ایک ایسا تاج ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آیا تو اسی علم کی بدولت فرشتوں سے آدم علیہ السلام کو سجدہ کروایا۔ محبوب مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم نے علم حاصل کرنے کے بہت فضائل بیان فرمائے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم“ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (مسند امام اعظم) رسول اللہ نے فرمایا ”جس شخص نے اللہ کے دین کی مکمل سمجھ اور اس کا علم حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہے“ اور رزق ایسی جگہ سے عطا فرمائے گا جہاں کا اسے گمان بھی نہ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا ”اے عائشہ علم اور قرآن کو اپنا شعار بنا لو (مسند امام اعظم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا ثواب منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کے ثواب کا سلسلہ باقی رہتا ہے صدقہ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جائے، صالح اولاد جو مرنے کے بعد اس کیلئے دعا کرے (مشکوۃ شریف و مسلم شریف) حضور نے فرمایا ”ایک البیہ عالم وین شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے (ترمذی و ابن ماجہ مشکوۃ شریف) حضور نے فرمایا ”جو شخص گھر سے علم کی تلاش کے لئے نکلا اور وہ جب تک کہ (اپنے گھر) کواپس نہ آجائے خدا کی راہ میں ہے۔ فرمایا ”جو شخص علم طلب کرتا ہے وہ اس کے گزرنے لگتا ہوں کیلئے کفارہ ہو جاتا ہے۔ فرمایا ”مومن بھلائی (علم) سے سیر نہیں ہوتا وہ اسے سننا رہتا ہے (حاصل کرتا رہتا ہے) یہاں تک کہ اس کی انتہا جنت ہوتی ہے۔ فرمایا ”جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو اس لئے کہ وہ اس کے ذریعہ اہل طہارہ رائج کرے گا تو جنت میں اس کے اور انبیاء کے درمیان ایک درجے کا فرق ہوگا۔ (مشکوۃ شریف)

ظفر خان کسی قتل سلطنت فیروز شاہ کی طرف سے نہروالہ کا حکمران سرکچ میں آمد:

تھا۔ جسے بعد میں مظفر کے نام سے یاد کیا گیا جب ظفر خاں گجرات کا بادشاہ بنا تو پرانے تعلقات کی وجہ سے حضرت شیخ احمد کھٹو کو ازراہ مہربانی اور برکات کے حصول کیلئے مجبور کیا کہ آپ گجرات تشریف لائیں اور یہیں وطن بنائیں کیونکہ اس وقت حضرت صاحب دہلی میں قیام پذیر تھے۔ ان کی آپس میں شناسائی تھی ظفر خاں آپ کی برکات اور فیض رسائی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔

چنانچہ آپ دہلی سے سرکچ میں تشریف لائے اور یہیں قیام پذیر ہوئے۔ آپ کی ظاہری اور باطنی برکات سے وہاں کی رعایا نے خوب فوائد حاصل کیئے۔ آپ ہر ایک کی مدد فرماتے تھے۔ آخر کار آپ کی محبت ہر ایک کے ذل میں جاں گزری ہو گئی۔ آپ کی حیات ظاہری میں بھی آپ کا دستر خوان ہر آئینوالے فقیر کیلئے وسیع تھا اور آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے مزار پر انوار پر یہ سلسلہ جاری ہے۔ آپ کے لشکر سے فقیر، امیر غریب اور بادشاہ سب ہی سیرابی حاصل کرتے ہیں۔

حضرت شیخ احمد کھٹو رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید صادق محمود بن سعید ارجی نے آپ تحفۃ المجالس: کے ملفوظات اور حالات و واقعات وغیرہ جمع کر کے اس کتاب کا نام ”تحفۃ المجالس“ رکھا۔

حکایت: تحفۃ المجالس میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ احمد کھٹو رحمۃ اللہ علیہ سے جب میں قدم بوس ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بار ایک بہت بڑا تاجر تقریباً تیس سیر مصری اور ایک مشک کا بڑا تانہ لئے ہمارے پاس مسجد خان جہاں میں تشریف لایا۔ میں نے اس مالدار تاجر سے دریافت کیا۔

”آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں اور ہمیں کب سے جانتے ہیں؟“

تو اس تاجر نے جواب دیا۔

”حضور! شیخ نور کا مرید ہوں۔ جو کہ پنڈوہ میں رہتے ہیں وہیں سے آ رہا ہوں اس سے پہلے کئی بار دہلی میں آیا۔ اس بار جب میں دہلی سے مال خرید و فروخت کر کے واپس پنڈوہ پہنچا تو میں نے حضرت پیر و مرشد شیخ نور کی خدمت اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

”تم نے دہلی میں کون کون سے مشائخ سے ملاقات کی؟“

میں نے جن جن بزرگوں سے ملاقات کی تھی تمام کے نام بتا دیئے تو پیر و مرشد نے ارشاد

فرمایا ”کیا تم شیخ احمد کھٹو رحمۃ اللہ علیہ سے ملے؟“

یہ سن کر میں خاموش ہو گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

”اگر تم نے شیخ کھٹو رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات نہیں کی ہے تو دہلی میں تم نے اپنی عمر برباد کی۔“

بعد ازاں میں عالم پریشانی میں وہاں سے روانہ ہوا اور شیخ کے فرمانِ ذیشان کے مطابق

آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔“

حضرت شیخ احمد کھٹو رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ”اس سوداگر کے پیر سے ہماری ملاقات کبھی بھی نہیں ہوئی اور نہ ہی میں نے انہیں دیکھا اور نہ ہی انہوں نے مجھے دیکھا لیکن انہوں نے اپنے کشف و کرامت کے ذریعہ جو کہ اللہ تعالیٰ کی دین (عطا) ہے مجھے خود ہی پہچان لیا ہے۔“

اسی مقام پر لکھا ہے کہ سلطان فیروز کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت و ارادت تھی۔
علم ولی: امیر تیمور کے دہلی آنے سے پندرہ دن قبل ہی شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چند معتقدوں،

مریدوں اور سلطان فیروز کو امیر تیمور کے دہلی پہنچنے کرنے کے بارے میں بتا دیا تھا۔ آپ کی اس قبل از وقت پیش گوئی کی وجہ سے سلطان فیروز دہلی سے جو پور چلا گیا۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہم کو تو دہلی والوں کے ساتھ ہی رہنا ہے (کیونکہ شیخ کو سلطان نے اپنے ساتھ چلنے کیلئے عرض کیا تھا)۔

آخر کار حضرت شیخ اور آپ کے بعض معتقد اور مرید مغلیہ فوج کے
آپ کی گرفتاری: ہاتھوں گرفتار ہوئے۔

امیر تیمور کو جب آپ کی کرامات کا علم ہوا تو اس نے آپ کو بڑے ادب و احترام کے ساتھ

رہا کر دیا۔

۱۔ کرامت: کرامت اولیاء حق ہے اس کا منکر گمراہ ہے اولیائے کرام سے جو بات خلافِ عادت صادر ہو اسے کرامت کہا جاتا ہے۔ کرامت کا ثبوت قرآن کریم اور کتب احادیث میں بکثرت موجود ہے مثلاً قرآن کریم میں حضرت آصف بن برخیا کا واقعہ کس قرآن پڑھنے والے کی نظروں سے اوجھل ہے احادیث میں صحابہ کرام کی کرامات بھی بکثرت ملتی ہیں۔ کبھی صحابی رسول کیلئے شیر رہبری کرتا نظر آتا۔ مخالف طبقہ کے لوگ بھی حضور کی پیدائش کے وقت حضرت آمنہ کی آنکھوں سے جابات کا اٹھایا بیان کرتے ہیں۔ بعد کے اولیائے کرام کی کرامات بھی بکثرت مشہور و معروف ہیں کرامات کا منکر گمراہ ہے۔ اولیاء اللہ سے جو بات خلافِ عبادت صادر ہو اسے کرامت کہتے ہیں کرامت اولیاء حق ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔ (ہمارا اسلام ۱۲۰) کرامت اولیاء حق ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔ (جنتی زیور ۱۳۳) عقیدہ کرامت اولیاء حق ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔ (بہار شریعت حصہ اول ۵۶) دیوبندی مولویوں کے نزدیک بھی کرامات حق ہیں۔ ان کا منکر گمراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حق مجھے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جیل میں ہمارے ساتھ چالیس فقیر غیبی کھانا: بند تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کھانے کے لئے غیب سے چالیس روٹیاں بھیجتا تھا۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ رہائی کے بعد ہم حج بیت اللہ شریف کیلئے روانہ ہوئے ہمارا آخری جہاز جارہا تھا میں وضو کرنے

کا، میرا پاؤں پھسلا اور میں سمندر میں گاگرا۔ سمندر میں گرتے ہی میں نے ”یا حافظ یا حفظ یا رب یا وکیل یا اللہ“ پڑھنا شروع کر کے تیرنا شروع کر دیا۔ میں تھوڑی دور تک ہی تیرا تھا کہ مجھے اپنے پاؤں کے نیچے ایک پتھر معلوم ہوا اور اس پتھر پر میں کھڑا ہو گیا۔ پانی صرف کمر تک تھا میں درج بالا اسم اعظم پڑھ رہا تھا اس کے بعد ملاح اور جہاز کے کپتان نے مجھے مچھلی کی طرح اوپر اٹھالیا۔ مختصر یہ کہ میں خانہ کعبہ پہنچ گیا۔ حج ادا کیا اور مدینہ منورہ کی زیارت کی۔

رسول اللہ ﷺ کی مہمان نوازی: امام خان جہان شیخ تاج الدین سرکھی اور ایک دوسرا آدمی بھی ہمارے ساتھ تھا۔ ہم جب مسجد نبوی

شریف میں ٹھہرے تو ہمارے ساتھیوں نے کہا کہ اب تو کھانے کا انتظام کرنا چاہیے میں نے کہا۔ ”ہم تو رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں تم اپنے لئے مختار ہو مجھے تو کھانے کا انتظار کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ وہ لوگ تو بازار چلے گئے اور کھانا کھا کر واپس آ گئے۔ نماز عشاء ہم سب نے ایک ساتھ پڑھی۔ بعد نماز عشاء وہ دو سو گئے میں ہاتھ دھو کر تسبیح پڑھنے لگا۔ اچانک ایک آواز آئی۔ ”رسول اللہ کا مہمان کون ہے؟“

میں سمجھا کہ کسی دوسرے آدمی کو آواز دی جا رہی ہوگی۔ دوسری بار بھی یہی آواز آئی۔ پھر تیسری بار پھر اسی طرح آواز بلند ہوئی تو میں سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان تو میں ہوں۔ چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور آواز دینے والے کے پاس پہنچا جو کہ اپنے ہاتھوں میں ایک دسترخوان لئے کھڑا تھا اس نے کہا کہ رسالت مآب ﷺ نے بھیجا ہے۔ میں نے دامن پھیلا دیا اس آدمی نے دسترخوان کی کھجوریں میرے دامن میں ڈالیں اور دسترخوان خالی کر کے واپس چلا گیا ان کھجوروں کی لذت اور منہاس بیان نہیں کی جاسکتی۔ اس کے بعد میں سو گیا۔

۱۔ یہ ہے رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کہ وصال فرمائے ہوئے عرصہ دراز گزرنے کے باوجود آپ کا امتیج جب یہ کہنا ہے کہ میں تو رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہوں تو خود پیارے محبوب ﷺ اس کی مہمانی کیلئے کھجوریں بھیجتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری سن بھی رہے ہوتے ہیں آپ جب ہماری صدائیں سننے ہیں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر موجود ہے)

خواب میں زیارت حبیب کبریٰ ﷺ صبح کو جو خواب میں نے دیکھا تھا وہی خواب میرے ان تینوں دوستوں نے بھی

دیکھا۔ خواب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہوادار اور روشن مقام میں تشریف فرما ہیں جی بجائی زیور پہنے ہوئے ایک عورت حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اسے قبول کرو۔“

میں نے عرض کیا۔

”ہمارے بزرگوں نے قبول نہیں کیا۔“

اس پر سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے دست انور سے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”یہ تمہارے والد ہیں۔“

جب میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی انگلی دانتوں میں دبائے کھڑے تھے لہذا ارشاد فرما رہے تھے بابا احمد! رسالت مآب ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل کرو اور اس عورت کو قبول کرو۔ چنانچہ میں نے اس عورت کو قبول کیا اور فوراً ہی میرے دل میں خیال آیا کہ عورت کی صورت میں جو چیز ہے وہ دنیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں پوری دنیا مجھے مل گئی ہے۔

حضور کی طرف سے عمامہ باندھنے کا حکم: اپنے ساتھیوں سمیت روضہ مقدس پہ

آخری سلام کے لئے حاضر ہوا۔ روضہ مبارک سے دس گز کے فاصلے خادم روضہ مبارک پر اپنے ہاتھوں پہ سیاہ رنگ کے دستانے چڑھائے کھڑے ہوئے اور مجھے کہا کہ یہ عمامہ باندھ لو۔ فقیر نے عرض کیا

(مجھے سلطو کا بقیہ حاشیہ) تو بھی مہمانی فرمائی۔ آپ سنتے ہی نہ ہوں تو آپ کو کیسے پتہ چلا کہ کہ ایک میرا اسی میرے حضور آ رہا ہے اور یہ کچھ عرض کر رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگان دین عموماً اور مدنی تاجدار خصوصاً بعد وصال بھی مدد فرماتے ہیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرمانے پر آپ واپس ہوتے رہے ہار کاہ خداوندی میں حاضری بار بار ہوتی رہی اور نمازوں اور روزوں میں کم ہوتی رہی حتیٰ کہ ایک ماہ کے روزے اور پانچ نمازیں بقیہ رہیں یہ استعانت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعد از وصال ہی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ اولیاء و انبیاء سے بعد وصال مدد مانگنا جائز ہے تا جاز ہرگز نہیں بلکہ انبیاء و اولیاء بعد وصال بھی مسائل کی استعانت فرماتے ہیں۔

۱۔ ملت عمامہ

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (۱) ”ہم میں اور مشرکوں میں فرق تو یہوں پر عمامے ہیں ترمذی شریف۔ (بقیہ اگلے صفحہ)“

"ہمارے پیرومرشد نے تو کبھی دستار باندھی نہیں بلکہ ٹوپی پہنتے ہیں۔ اس پر خدام نے کہا کہ رات کو خواب میں ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں دس گز کپڑا صاف (عمامہ) باندھنے کی لئے دے دیں" اور ارشاد فرمایا کہ "ہمارا حکم ہے کہ تم اسے اپنے سر پر باندھ لو اور اسلام کی دعوت مخلوق خدا کو دو۔"

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ (2): آپ نے ارشاد فرمایا کہ "ہر بیچ کے مسلمان (عمامہ کا) اپنے سر پر دے گا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔

(3) لرمایا عمامے عرب کے تاج ہیں۔

(4) لرمایا عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں تو وہ اپنی عزت اتار دیں گے۔

(5) لرمایا "مسجدوں میں حاضر ہو کر ستر برصہ نہ رہے اور عمامے باندھے اس لئے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں۔

(6) لرمایا "عمامہ باندھو تمہارا علم بڑھے گا۔" (7) لرمایا عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا۔

(8) لرمایا "عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عمامے اتار دیں تو اپنی عزت اتار دیں گے۔

(9) لرمایا "میری امت ہمیشہ دین حق پر ہے کی جب تک کہ وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں گے۔"

(10) لرمایا "بے شک اللہ عزوجل نے بدر دھن کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بے شک عمامہ کفر اور ایمان میں فرق ہے۔

(11) لرمایا "عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے۔"

(12) حضور ﷺ نے عمامہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

(13) لرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عماموں کے ساتھ کرم فرمایا۔"

(14) لرمایا "عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں۔" (15) لرمایا عمامے باندھو اگلی امتوں کی مخالفت کرو۔

(16) لرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔

(17) لرمایا "عمامہ کے ساتھ نمازوں بڑائی کی برابر ہوتی ہے۔

(18) لرمایا عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامے باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کیلئے ہر بیچ پر ایک نیکی ہے۔

(19) لرمایا عمامہ کے ساتھ دروگتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ (20) حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عمر کے پاس حاضر ہوا وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے تو

میری طرف انکاد کر کے ارشاد فرمایا "کیا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ تو میں نے عرض کی "کیوں نہیں" تو ارشاد فرمایا

"دوست رکھو عزت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تو تم سے پیٹھ پھیرے گا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا

کہ کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز نفل خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ اور بے

عمامہ کے ستر مہوں کے برابر ہے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا انہے فرزند اعمامہ باندھ کر فرشتے جمعہ کے دن عمامہ

باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔

(21) لرمایا "عمامہ باندھنا اختیار کرو کیونکہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس کے شعلہ کو پیٹنے کے پیچھے نکالو" (مشکوٰۃ شریف)

اس لئے مسلمانو! ہمیں پیارے محبوب ﷺ کی اس سنت پر ضرور عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ کی فرخندہ دوزی، حاصل کوئی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سنت مبارکہ پر عمل کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

چنانچہ میں نے وہ عطیہ کپڑا لے کر چوما اور پھر وہ کپڑا سر پر باندھ لیا۔ بعد ازاں قد مبوی کا شرف حاصل کیا اور ارشاد ہوا یہ فقیر دہلی کو مسجد خانجہاں میں رہتے ہوئے پہلے سے بھی زیادہ ریاضت، عبادت اور مجاہدہ کرے گا۔ سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہ غیبی آواز سنائی دی کہ ایک صالح جوان مسجد خانجہاں میں مشغول عبادت ہے بہت زیادہ ریاضت کر رہا ہے اس سے ملاقات کرو۔ چنانچہ جب ہماری واپسی پر مسجد خانجہاں دہلی میں حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ میری ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ جب آپ مسجد کے قریب پہنچے تو ان کے ایک معتقد نے مجھے آکر اس کی اطلاع دی کہ حضرت مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ملنے کیلئے تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ میں فوراً اٹھا اور مسجد کے دروازے پر پہنچا۔ بزرگ کی پاکی پر میری نظر پڑی اور حضرت مخدوم جہانیاں کے معتقدوں نے اپنے مرشد کو اطلاع دی تو آپ پاکی سے فوراً نیچے واپس آئے میں اتنی دیر میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ انہوں نے مجھے سینے سے لگایا اور بہت دیر تک اپنے سینے مبارک سے چمٹائے رکھا بعد ازاں تین بار میرے کان پہ منہ رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا ”اے جوان! دوست کی خوشبو آ رہی ہے اے جوان! دوست کی خوشبو آ رہی ہے اے جوان! دوست کی خوشبو آ رہی ہے“ اس کے بعد خدا حافظ کہتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”اچھے وقت میں ہمیں یاد کرنا بھول نہ جانا۔“

یہ کہہ کر پاکی میں بیٹھ کر واپس تشریف لے گئے اور یہ فقیر اپنے مقام پہ واپس مسجد میں آگیا۔ اور عبادت میں مشغول ہو گیا اور اس طرح مجھے قد مبوی حاصل ہوئی۔

سفر میں ریاضت: ایک مقام پر حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس فقیر (حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ) نے ننگے پاؤں، کسی ساتھی کے بغیر اور سامان

کے بھی بغیر سفر کیا ہے جس شہر اور قصبہ میں بھی جاتا۔ رات وہاں کی مسجد میں بسر کرتا۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس فقیر کو نہانے کی ضرورت کبھی بھی نہیں پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ میری حفاظت خود کی ہے۔ ہمیشہ میں عشاء کی نماز والے وضو سے ہی فجر پڑھتا رہا۔ سفر میں روزے رکھتا اور بہت زیادہ ریاضت کرتا تھا آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سفر میں تکلیفیں بہت زیادہ ہوتی ہیں لیکن حضور حق کی فرحت خوشی اور مسرت دل کو زیادہ ملتی ہے۔ اس فقیر نے پیدل سفر حضور سید المرسلین رحمۃ اللہ علیہ کی اس نیشیت کے پیش نظر کیا کہ

ہدایت: اگر دور دراز کے میدانوں میں پیدل سفر کرو گے تو اللہ تعالیٰ کو قریبی زمانہ میں اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما لو گے۔

حکایت: حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک فقیر ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا مجھے بابو جیو ہرزور چار روپے دیتا ہے۔ میں نے بابو جیو سے عرض کی کہ یہ فقیر بھنگ بہت زیادہ پیتا ہے اور ماں روپوں کی بھنگ خرید کر کے چٹ کر جائے گا۔ بابو جیو رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ”ہم سے ہمارے کام کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اس سے اس کے کام کے بارے میں یہ وہ زمانہ ہے جب میری عمر بارہ سال تھی۔ اس دن سے تاحال میں حضرت بابو جیو رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرتا ہوں۔

سخاوت: حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ بابو جیو رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا ”بابا احمد رحمۃ اللہ علیہ تم سخاوت بہت کرتے ہو۔ بھائی کبھی کبھی سخاوت سے ہاتھ اونچا بھی کیا کرو (کبھی کبھی سخاوت کیا کرو) میں نے عرض کیا بابو جیو رحمۃ اللہ علیہ آپ دعا فرمائیں کہ میرا ہاتھ ہمیشہ اونچا رہے اور کبھی بھی نیچا نہ ہو۔ اس پر حضرت بابا جیو رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ سے ہم دعا مانگتے ہیں کہ بابا احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ ہمیشہ اونچا رہے اور مخلوق خدا ان سے لیتی رہے۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

ہمت بلند دار کہ دادار کرد گار

بر ہمت بلند کند فضل خود ثار

ہمت بلند رکھ اس لئے اللہ تعالیٰ بلند ہمت والوں پر فضل ثار فرماتا ہے۔ یہ حدیث مبارک

پڑھی۔

یا ابن آدم انفق انفق اے آدم علیہ السلام کی اولاد! خرچ کر تجھ پر خرچ کر دیا جائیگا۔

اس کے بعد یہ آیت مقدسہ تلاوت فرمائی۔

ما تعدموا لانفسکم من خیر تجدوه عند اللہ هو خیرا واعظم اجرا

توجہ: اور جو بہتر چیز تم اپنی جان کے لئے آگے بھیجتے ہو اسے اللہ کے ہاں بہترین اور عمدہ پاؤ گے۔

اختیار ولی: ایک دن شیخ نے فرمایا کہ فقراء کی مجلس میں آنا آسان ہے لیکن (وہاں سے) واپسی مشکل ہے۔ میں نے عرض کیا آقا سید السادات حضرت سید بہاؤ

الدین رحمۃ اللہ علیہ جو کہ میری والدہ محترمہ کے دادا تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ۔

تم اپنے پاس آنے والوں کو درویش نہ سمجھ بیٹھو اگر تم میں اتنی ہمت ہے تو ان کی آنکھ، کان،

۱۔ مرتبہ لطائف حضرت محمود بن سعید اربعی رحمۃ اللہ علیہ۔

زبان پہ قبضہ کر کے ان کے دلوں کو حاضر بنا دو۔

میں (مرتب ملفوظات شریف) نے اتنا کہا تو آپ فقیرانہ لباس پہننے کا فائدہ:

(حضرت شیخ) نے جواب دیا میں سرقت کی ایک مسجد میں اس وقت پہنچا جس وقت وہاں ایک عقلمند پڑھارہا تھا اور اس کے ارد گرد پڑھنے والے بیٹھے ہوئے پڑھ رہے تھے میں فقیروں والی ٹوپی اور فقراء جیسا لباس پہنے ہوئے ان طلباء سے دور بیٹھ گیا۔ ایک طالب علم حسامی پڑھ رہا تھا لیکن غلط پڑھ رہا تھا میں نے اور بیٹھے ہوئے کہا زبردستی ٹھیک سے پڑھو۔ میری آواز سنتے ہی عقلمندی استاد اپنی جگہ سے اٹھا اور مجھ سے ملا اور پھر مجھے لے جا کر اپنے پاس بٹھایا پھر اس نے مجھ سے چند سوالات علم اصول کے پوچھے تو میں نے جوابات تسلی بخش دیئے۔ تب اس عقلمند نے کہا اتنا علم رکھنے کے باوجود تم نے یہ پچھے پرانے کپڑے اور فقیروں جیسی ٹوپی کیوں پہنی ہوئی ہے۔

میں نے جواب دیا ”علم ہوتے ہوئے اگر میں اعلیٰ کپڑے پہنوں تو نفس بد خوئی اور شرارتیں کرے گا اس لئے میں نے اپنے آپ کو اس لباس میں چھپایا ہوا ہے۔“

حکایت: تحفۃ المجالس کے مصنف نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک رات حضرت شیخ احمد ربیع نے حضرت مولانا محمد قاسم ربیع سے فرمایا کہ تم فلاں گاؤں چلے جاؤ۔

واقعہ یہ ہے کہ مولانا تراویح میں ختم قرآن شریف سن رہے تھے اور صرف سورۃ سبح اسم ربك سے باقی رہ گیا تھا مولانا کے دل میں خیال آیا کہ آج رات تراویح میں قرآن کریم مکمل ہو جائے گا اس کل صبح سویرے ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤ گا لیکن حضرت شیخ احمد ربیع کے حکم پر جانا پڑا مگر زبان سے بے ادبی کے مد نظر کچھ نہ کہا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزر رہی تھی کہ حضرت شیخ نے دوبارہ حکم فرمایا کہ فلاں گاؤں چلے جاؤ۔ مولانا قاسم سلام کر کے روانہ ہو گئے اور دولقہ قصبہ میں پہنچ کر فوراً نماز عشاء کیلئے جامع مسجد میں چلے گئے۔ عشاء کے فرض امام کے ساتھ پڑھے اور پھر سنتوں کے بعد امام نے سورہ سبح اسم ربك سے تراویح پڑھانا شروع کر دی۔ مولانا قاسم نے سبح اسم ربك تک تو پورا قرآن شریف تراویح سن لیا تھا اور اب اس امام کے پیچھے سبح اسم ربك سے آگے نماز تراویح میں سننا شروع کیا۔ چنانچہ اس گاؤں سے مولانا محمد قاسم واپس حضرت شیخ احمد کے پاس حاضر ہوئے اور قدم بوی کے بعد عرض کیا ”حضرت معاف فرماتا میں نے آپ کے حکم کی تعمیل

میں ذرا توقف اس لئے کیا تھا کہ ختم قرآن شریف میں سبح اسم ربك سے آگے باقی رہ گیا تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ پورا قرآن شریف سننے کے بعد کل صبح چلا جاؤں گا۔

اس کے بعد شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”مولانا! کسی دنیاوی کام کے بدلے درویش تمہارے دینی کام میں نقصان نہ ڈالے گا درویش کام کے انجام سے واقفیت حاصل کر لیتے ہیں۔“ چونکہ امام دولقہ (دولقہ ایک قصبہ کا امام) سبح اسم ربك سے پڑھنے والا تھا اس لئے تمہیں حکم دیا تھا کہ فوراً ہی دولقہ چلے جاؤ۔ یاد رکھو درویش جس کام کے بارے میں حکم دے اس کی تعمیل میں دیر نہ کرو۔

فائدہ: احمد آباد (گجرات) شہر کی بنیاد رکھنے والا اور اسے آباد کرنے والا سلطان احمد گجراتی ہے اس کی سلطنت کے دور میں حضرت شیخ احمد کھٹور رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی کا سورج پوری آب و تاب سے جگمگا رہا تھا۔

سلطنت گجرات کی مختصر تاریخ: سلطان محمد بن سلطان فیروز خاں دہلی کے بادشاہ نے

سنا کہ گجرات کے علاقہ میں کفار نے فساد بہت برپا کیا ہوا ہے۔ اور گجرات کے دریائی طرف ایک شہر دیو پن میں ان کا ایک مشہور و معروف بت خانہ ہے جسے سومات کہتے ہیں۔ وہاں کے گورنر نظام مفرح نے حکومت کی بغاوت کی کمر باندھ رکھی ہے اور کنتھایت کے علاقے میں آزادی سے شاہانہ ٹھاٹ کر رہا ہے اور سب سے زیادہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر وہ بڑا ظلم اور زیادتی کر رہا ہے مسلمانوں کا مال و دولت اور تجارتی سامان زبردستی چھین رہا ہے۔

جب دہلی میں یہ اطلاع سلطان فیروز کو ملی تو اس نے فوراً اپنے ایک امیر فوجی امیر ظفر خاں کو گجرات کی طرف روانہ کیا تاکہ شریک نہ صر کو فتنہ و فساد کو فرو کرے۔ ظفر خاں وہ شخص ہے جس نے گجرات اور اس کے ارد گرد کے متعدد علاقوں کو کچھ عرصہ فتح کیا تھا۔ اس نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل فوراً کی۔

چند دنوں بعد ظفر خاں کے بیٹے نے اپنا لقب محمد شاہ رکھا اور ۸۰۶ھ میں گجرات کے علاقے

۱۔ الحمد للہ یہی عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے اور حق بھی یہی ہے کوئی نہیں مانتا تو اس کی مرضی کیونکہ درویش جب اللہ کی عبادت کے ذریعے قرب الہی حاصل کر لیتا ہے تو اہل کی کثرت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل کر لیتا ہے کہ حدیث قدسی شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میر اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے وغیرہ جس آنکھ کو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے کہ وہ میں بن جاتا ہوں اس آنکھ سے کوئی چیز اوچھل رہا جائے گی۔ اللہ اعلم بالصواب

کا بادشاہ بن بیٹھا ابھی بادشاہ بنے محمد شاہ کہ تھوڑے دن ہی ہوئے تھے کہ ایک دن اسنے دہلی پہ چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اتفاقاً اسی دن مر گیا۔ محمد شاہ کی وفات کے بعد اسی سال ۸۰۶ھ میں ظفر خان پھر گجرات پہنچا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے اس نے اپنا لقب مظفر شاہ رکھا۔ مظفر شاہ نے گجرات کے علاقہ میں تین سال آٹھ ماہ بادشاہی کی۔ اس کے بعد اس کا پوتا سلطان احمد ابن سلطان محمد شاہ ابن سلطان مظفر شاہ بادشاہ بنا اس نے شہر آباد کی بنیاد رکھی اور شہر آباد کیا۔ اس نے تیس سال چھ ماہ بادشاہت کی۔ اس کے بعد اس کی اولاد میں سے بادشاہ ہوئے جن کے نام بھی اب محفوظ نہیں ہیں۔^۱ واللہ وانا الیہ راجعون۔

احمد آباد شہر بسانے اور بنیاد رکھنے کی تاریخ ۸۱۰ھ اور جامع مسجد کی بنیاد اور عمارت کی تاریخ ۸۱۳ھ ہے۔ جس کے اعداد لفظ خیر و بخیر سے نکلے ہیں۔

حضرت قطب عالمؒ

آپ حضرت مخدوم جہانیاں سید جمال بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے آپ اپنے اصلی وطن سے گجرات آ کر مقیم ہوئے۔ گجرات کو ہی اپنا وطن بنایا۔ آپ کا نام سید برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا قطب عالم کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کا مزار پرانوار شہر احمد آباد سے چھ میل دور قصبہ میں واقع ہے۔ آپ نے ۸۵۷ھ میں وصال فرمایا۔ جس کے اعداد مطلع یوم الترویہ سے نکلے ہیں آپ کے مزار کے دروازے پر ایک بڑا پتھر بڑا ہے جس میں پتھر لوہے لکڑی تینوں صفات یکجا ہیں کوئی شخص بھی صحیح طور پر تشخیص نہیں کر سکتا کہ یہ کس چیز سے بنا ہوا ہے پہلی نظر میں اگر پتھر نظر آئے گا تو غور کرنے پر لوہا معلوم ہوتا ہے پھر مزید ذرا غور سے دیکھیں تو لکڑی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پتھر لوہا لکڑی تینوں صفات پائی جاتی ہیں ان کا کوئی الگ تجزیہ نہیں کیا جاسکتا۔

ہدایت: تاریخ میں ہے کہ ایک دن آپ پانی میں گر گئے جہاں آپ کے پاؤں مبارک میں کوئی چیز چسبی لوگ اسے نکال کر باہر لائے تو آپ نے اسے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ پتھر ہے یا لوہا ہے یا لکڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ تینوں صفات جمع کر دی ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۱۔ ہاں البتہ کتب تاریخ قدیم مخطوطات اور سرکاری دستاویزات میں ان کے نام موجود ہیں۔

۲۔ آپ کی پیدائش ۸۰۱ھ اور وفات ۸۵۷ھ میں ہوئی۔

حضرت منجھن شاہ عالمؒ

آپ قطب عالمؒ کے بیٹے تھے آپ کا نام شاہ منجھن اور لقب آپ کا شاہ عالم تھا آپ کا مزار مبارک بھی احمد آباد میں ہے آپ کا روضہ انور احمد آباد کے لوگوں کیلئے زیارت گاہ اور سیر گاہ ہے۔ یہ ایسے پاکیزہ، بلند لطیف اور فرحت دل کشا مقام ہے کہ شب جمعہ کو شہر کے اچھے اور بُرے تمام لوگ آپ کے مزار پر انوار پہ جاتے ہیں اور رات وہیں گزارتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ شاہ عالمؒ کی سلوک میں عجیب و غریب حالت تھی آپ پہ عموماً استغراق رہتی تھی۔ کبھی کبھار ریشمی لباس پہنتے اور ملا متیہ فرتے کے پیر و کار معلوم ہوتے تھے لیکن باوجود اس کے آپ کی ولایت ظاہر تھی جس کی مخصوص علامات بھی تھیں آپ کی تربیت حضرت شیخ احمد کھٹوؒ نے کی اور آپ کو رہنما بنایا۔ آپ کی بہت سی کرامات عموماً ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔

وفات: آپ نے ۸۸۰ھ میں وفات پائی جس کا مادہ تاریخ لفظ فر سے ظاہر ہے شیخ قطب عالم اور شاہ عالمؒ کے چند خلفاء بھی احمد آباد میں ہی مدفون ہیں اور پٹن جو کہ گجرات کا ایک قدیمی شہر ہے اس سرزمین میں اکثر مشائخ کرام آرام فرما ہیں۔

شہر پٹن: حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مشہور خلیفہ حضرت شیخ حسام الدین ملتانی ولیؒ کا مزار مقدس بہت مشہور ہے جن کا ذکر خیر پہلے گزر چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سرزمین سے عشق و محبت کی خوشبو آتی ہے۔ اس سرزمین کے جنگلات اور کھنڈرات سے برکت ولایت کی نورانیت درخشاں ہے۔ یہ شہر اہل دل سے کبھی بھی خالی نہیں رہا۔ آج بھی اہل دل یہاں تشریف فرما ہیں۔

بہر زمین کہ نسیم زلف او زده است

ہنوز از سر آں بوئے عشق می آید

جس زمین میں کہ اس کی زلف سے نسیم لاتی ہے تا حال اس سے عشق کی خوشبو آتی ہے۔

خلاصہ کہ شاہ عالم اپنے وقت کے صالح اور مقبول بارگاہ الہی تھے جن کی برکات اس شہر میں جلوہ گر ہیں۔

۱۔ آپ کی پیدائش ۸۰۱ھ اور وصال ۸۵۷ھ ہے۔

حضرت داؤد الملک علیہ السلام

آپ کا اسم مبارک عبداللطیف تھا آپ عام لوگوں میں رہتے ہوئے بھی سپاہیانہ لباس پہنتے تھے لیکن خاص علامات کے مالک تھے۔ آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ آپ کی عظمت و قبولیت کے آثار بہت تھے۔

ولایت کا چرچا: آپ مزار مقدس جو ناگڑھ کے قریب علاقہ گجرات میں واقع ہے اس علاقے کے اور خطہ دکن کے اکثر لوگ دور دور از کا سفر کر کے بھی آپ کی زیارت کیلئے سالانہ جمع ہوتے ہیں خصوصاً اندھے اور بیمار آتے رہتے ہیں جیسے ہمارے ہاں حضرت شیخ بہلیم رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کا دہلی میں چرچا ہے اسی طرح گجرات میں داؤد الملک رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت کا چرچا ہے۔ حضرت شیخ بہلیم رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے آپ کے حالات صرف اتنا ہی معلوم ہو سکے ہیں کہ اسلامی جنگ جب لڑی جا رہی تھی تو آپ سب سے پہلے فوج میں شامل ہوئے تھے اور بہت سے فوج کرتے ہوئے بالآخر مقام شہادت حاصل کیا۔ علاوہ ازیں آپ کے عمدہ حالات اور اوصاف بنام لوگوں میں مشہور ہیں۔

تاریخ فیروز شاہی کے مطابق آپ کا اسم گرامی دراصل سپہ سالار مسعود غازی ہے اور سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کے غازی ہیں۔
 خاندانہ: سلطان محمد تغلق جب بہو راج جاتا تو آپ کے مزار مقدس کی زیارت ضرور کرتا تھا مجاہدین مزار کو بہت مال و دولت دیتا تھا۔ تاریخ میں خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہونے کے متعلق کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی آپ کے ملفوظات میں اس کا ذکر ہے۔

بدعت: یہ بات بہت مشہور ہے کہ آپ کو جھنڈیاں بہت پسند تھیں اور ہمیشہ سے ان کے پاس اور آپ کی قبر پہ لانا اور لگانا نہایت ضروری ہے یہ سب کچھ موجود زمانہ کی پیداوار اور بدعت ہے۔ خلاصہ یہ کہ آپ علاقہ گجرات میں ایک بہت بڑے ولی کامل ہوئے ہیں۔

حضرت قاضی محمود علیہ السلام

آپ صاحب سکر اور صاحب ذوق بزرگ تھے۔ آپ کا مشرب عشق و محبت تھا۔ علادت

۱- آپ کی پیدائش ۸۰۱ھ اور وفات ۸۵۷ھ ہے۔

۲- حضرت داؤد الملک رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۹۵۲ھ اور وفات ۱۰۳۱ھ ہے۔

آپ کی کیفیت تھی اور آپ نے ہندی زبان میں بہت سی کافیاں تحریر فرمائی ہیں۔ یہ کافیاں اس علاقے کے نعت خواں عموماً پڑھتے رہتے ہیں لوگوں کو یہ کافیاں بہت زیادہ پسند ہیں یہ کافیاں موثر بھی ہیں اور بے تکلفانہ زبان میں ہیں۔ آپ کے تمام کلام میں عشق و وجدان کے اثرات ظاہر ہیں۔

حکایت: آپ کے والد نے قاضی محمود رحمۃ اللہ علیہ کو دفن کرتے وقت آپ کے منہ سے کفن کا کونہ ہٹا کر دیدار کیا تو آپ (حضرت قاضی محمود رحمۃ اللہ علیہ) آنکھیں کھول کر ہنسے لگے اس پر آپ کے والد ماجد نے فرمایا ”بابا محمود یہ بچوں جیسی حرکت کیسی؟ آپ نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔“

فائدہ: آپ نے ابتدائی زمانہ میں جب سلطان مظفر بن سلطان محمود کی حکومت تھی اسی احمد آباد میں سرمایہ داری، دولتمندی، ظاہر و باطن کی دل جمعی کے ساتھ جیسا کہ بڑے لوگ اور مشائخ رہتے ہیں بڑی ٹھاٹ سے زندگی گزاری۔ ۹۲۰ھ میں آپ اپنے آبائی وطن قصبہ لسر پور علاقہ گجرات میں

کون کہتا ہے کہ دل مر گئے

اس قید سے چھوئے، اپنے گھر گئے

تشریف لے گئے اور وہیں رہائش اختیار کی آپ کا مزار مقدس بھی اسی قصبہ میں واقع ہے۔ آپ اپنے اس علاقے کے متاخرین مشائخ کرام میں سے ہیں۔

حضرت شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ سن رسیدہ کامل بزرگ، جامع کمالات و برکات اہل ریاضت بزرگ تھے تعلیم و تدیس، تصنیف و تالیف اور طلباء کی تربیت ارہدایت میں مصروف رہتے تھے آپ نے اکثر کتب پہ حواشی اور شروح لکھیں شہر کے عام لوگوں جیسا لباس پہنتے تھے۔ تصوف میں آپ کو حضرت شیخ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت و عقیدت حاصل تھی اور آپ مرید کسی اور بزرگ کے تھے۔ آپ نے ۹۹۷ھ میں وصال فرمایا۔ اور اپنی ہی خانقاہ کے صحن میں مدفون ہوئے۔ **معارف کتاب** (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) جب مدینۃ الرسول کی زیارت کیلئے جا رہا تھا تو راستہ میں گجرات آیا۔ وہیں حضرت شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تھی آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے اکثر اذکار و اشغال کیا کرتے تھے۔ اب بحالت موجودہ (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور کے وقت یعنی جب آپ اس کتاب کی تصنیف میں مشغول تھے) آپ کے حقیقی فرزند حضرت شیخ عبد اللہ جانشین ہیں جو علم بردباری، ریاضت ہمت، پاکدامنی میں یکتا اور درویشوں

۱۔ حضرت قاضی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۸۴۶ھ اور وفات ۹۲۵ھ میں ہے۔

کے تمام اخلاق و اوصاف کے مالک ہیں۔

حضرت شیخ علاؤ الدین قریشی گوالیری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصلی وطن گوالیر تھا۔ حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے آپ ظاہری باطنی علوم میں کامل تھے نور فراست سے جب سید صاحب نے آپ کے حالات معلوم کر لئے تو آپ کو ترک دنیا اور مخلوق سے جدار ہننے کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ آخری عمر تک گوشہ نشین رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنے خادم کو حکم دیا ہوا تھا کہ وہ گھر کا کوڑا کرکٹ سب کچھ دروازے پر ڈال دیا کرے تاکہ لوگوں کو یہاں آبادی کا وہم و گمان نہ ہو اور ان (مخلوق) کے آنے سے شیخ کے اوقات خراب نہ ہوں آپ کا مزار پر انوار محمد آباد عرف کالپی کے شہر میں مربع خاص وعام ہے۔

حضرت شیخ ابوالفتح علانی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ ظاہر و باطن علوم میں کامل تھے۔ حج کیا پیر و مرشد سے عوارف المعارف وغیرہ کتب پڑھیں پھر خلافت حاصل کی۔ آپ کی تصنیفات میں سے علم نحو میں تکمیل اور علم تصوف میں مشاہدہ وغیرہ کئی کتب ہیں۔ آپ کا مزار پر انوار بھی کالپی میں ہے۔

حضرت شیخ سراج سوختہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حافظ قرآن شروع میں حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے اور کئی سال وہیں امامت کی۔ حضرت صاحب کی عنایت و شفقت کی بنا پر دوسرے امام جو ظاہری علوم پڑھ چکے تھے آپ پر رشک کیا کرتے تھے مخدوم جہانیاں کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سراج جب تک خانہ کعبہ کو دیکھ نہیں لیتا تکبیر تحریر نہیں کہتا کہا جاتا ہے کہ آپ سے بہت سی کرامات اور لوگوں کے خلاف عادات خود بخود ظاہر ہو جاتے تھے اگرچہ آپ انہیں چھپانے کی بیحد کوشش کرتے تھے۔

۱۔ کیا خوب کسی شاعر نے اپنے عقیدے کو بیان کیا ہے کہ۔

۲۔ حضرت شیخ وجہ الدین کی پیدائش ۸۹۵ھ اور وفات ۹۹۷ھ میں ہوئی۔

۳۔ آپ کی پیدائش ۵۸۹ھ میں اور وفات ۷۲۰ھ ہے۔

حکایت: حضرت شاہ مدار جب حضرت شیخ سراج سوختہ رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ہرمز سے کالپی تشریف لائے ہوئے تھے۔ شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لوگوں کا جھگھٹار ہوتا تھا۔ بڑے مشہور ہو گئے تھے۔ شاہ مدار کے بعض طریقے بظاہر شریعت اسلامی کے خلاف تھے۔ اسی دور میں قادر شاہ ولد سلطان محمد جو کہ سلطان فیروز شاہ تغلق کی اولاد سے تھا اور اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد اس علاقے کا حاکم اعلیٰ تھا شاہ مدار کی مشہوری سن کر ان سے ملاقات کیلئے وہاں آیا جہاں شاہ گوشہ نشین تھے۔ شاہ مدار کے خدام نے قادر شاہ بادشاہ سے کہا، ملاقات اس وقت تو نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ اس وقت ایک فقیر سے تنہائی میں گفتگو کر رہے ہیں اور ہمیں اطلاع دینے کی بھی اجازت نہیں ہے نیز یہ بھی کہا گیا کہ یہ ایک جوگی ہے جس سے شاہ مدار گفتگو کر رہا ہے یہ سن کر قادر شاہ بادشاہ نے شاہ مدار کے خدام سے کہا کہ شاہ مدار سے کہہ دینا کہ ہمارے شہر میں نہ رہے۔ بادشاہ تو اتنا کہہ کر واپس اپنے محل کی طرف چلا گیا۔ جب شاہ مدار نے بادشاہ کا حکم سنا تو وہاں سے نکلے اور بدعا دیتے ہوئے ندی سے پار چلے گئے اور اپنے عقیدتمندوں سے فرمایا کہ تین دن بعد مجھے بادشاہ کی حالت کی اطلاع دینا۔ جونہی شاہ مدار پار ہوئے خود بخود ہی بادشاہ کے جسم پر چھالے پیدا ہو گئے ان چھالوں کی پیش سے بے تاب ہو کر بادشاہ آپ کی خدمت حاضر ہوا۔ شیخ نے اپنا کرتہ مبارک بادشاہ کو پہنایا جسے پہنتے ہی بادشاہ کے تمام چھالے غائب ہو گئے اور پیش جاتی رہی۔ شاہ مدار کے عقیدتمندوں نے جب یہ دیکھا کہ بادشاہ ثواب شاہ مدار کی پناہ میں آ گیا ہے تو تین دن کے انتظار کے بعد یائوس ہو کر ندی پار جا کر شاہ مدار کو حالات بتائے جہاں سے شاہ مدار جو نپور گئے وہاں سے بھر واپس آ کر علاقہ قنوج کے ایک گاؤں میں قیام فرمایا۔

حضرت شاہ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے عجیب و غریب حالات کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ آپ مقام صحبت میں تھے مقام صمدیت سالکوں کا ایک خاص مقام ہے آپ نے بارہ سال تک کھانا تناول نہیں فرمایا۔ کپڑا جو ایک دفعہ پہن لیتے پھر اسے جسم سے دھونے کیلئے اتارتے نہ تھے اور منہ پہ اکثر پردہ ڈالے رکھتے

۱۔ آپ کی پیدائش ۱۳۹۳ء میں پیدا ہوئے اور وفات ۱۴۶۳ء میں فوت ہوئے۔

۲۔ آپ کی پیدائش ۱۳۳۱ء اور ۱۴۰۲ء میں وفات ہے۔

۳۔ آپ کی پیدائش ۷۷۷ھ اور وصال ۸۵۱ھ ہے۔

تھے آپ کے چہرہ انور پہ جس کی نظر پڑ جاتی تھی وہ بے اختیار سجدہ میں گر جایا کرتا تھا۔

فائدہ: کہا جاتا ہے کہ درازی عمر یا کسی اور سبب سے پانچ واسطوں سے آپ کا سلسلہ حضور سید الانبیاء ﷺ تک پہنچتا ہے سلسلہ مدار کے بعض لوگ آپ کو بغیر کسی سلسلہ کے رسول اللہ ﷺ سے منسوب کرتے ہیں اور بعض کچھ اور کہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس جیسی سب کہاوتوں کی کوئی اصل نہیں یعنی یہ سب کہاوتیں بے حقیقت ہیں اور یہ سب شریعت و طریقت کی حدود سے خارج ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

قصہ خط: حضرت قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ دولت آبادی بھی آپ کے دور میں تھے لوگوں میں ایک خط مشہور ہے جس کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ یہ خط حضرت شاہ بدیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ حضرت شیخ سراج سوختہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ کاپی کے مشہور علماء کی زبانی سنا گیا ہے یہی مشہور ہے علماء کہتے ہیں کہ اس خط وغیرہ کا قصہ صرف ہمارے ہاں ہی مشہور ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی کوئی سند نہیں ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) اللہ تعالیٰ ان پر اور تمام اہل اللہ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے آمین۔

حضرت شیخ سنائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کشف و کرامات اور بابرکت بزرگ درویش تھے سہروردیہ سلسلہ سے منسلک تھے آپ حضرت شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہم زماں تھے۔

حکایت: ایک دن حضرت شیخ سنائی رحمۃ اللہ علیہ کو خیال آیا کہ یہاں قطب تشریف لائیں گے۔ آپ نے مجلس نشست کا انتظام کیا اور حضرت شیخ نور الدین قطب کو کہلا بھیجا کہ میرے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ دور حاضر میں سوائے آپ کے کوئی اور قطب نہیں ہے آپ مہربانی فرما کر غریب خانہ پر تشریف لائیں۔ حضرت شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بلاوا منظور فرمایا اور حضرت شیخ سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر تشریف لائے جب کھانے سے فارغ ہوئے تو قوال حاضر ہوئے شہر کے بڑے بڑے بزرگ قاضی اور مفتی وغیرہ موجود تھے قوالی جب شروع ہوئی تو صد جہاں شہر کے قاضی نے کھڑے ہو کر کہا کہ ”قوالی ناجائز ہے“ یہ کہہ کر مجلس سے باہر چلے گئے ان کے پیچھے مفتی اور وہ تمام لوگ بھی چلے جو قوالی کے خلاف تھے۔ البتہ شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کے داماد مولانا سراج الدین اسماعیلی

۱۔ حضرت شیخ سنائی رحمۃ اللہ علیہ ۸۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۷۵ھ کو وفات پائی۔

بیٹھے رہے آپ بڑے سمجھدار عالم دین تھے قوال بار بار یہ شعر دہرانے لگے۔

آن سوار کج کلاہ کز ناز سلطان منست

بس خرابی ہا کزو برجان ویران منست

مولانا نے قوالوں کو یہ شعر بار بار دہرانے سے منع کیا لیکن پھر بھی قوالی وہی شعر بار بار دہراتے رہے حضرت شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اس شعر سے لطف آ رہا تھا اور وہ جھوم رہے تھے دوران قوالی ہی میں مولانا تاج الدین نے قوالی کے خلاف بحث شروع کر دی۔ ان کے جواب حضرت شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ دیتے رہے مولانا نے جب کچھ زیادہ ہی شور مچایا تو حضرت شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی غصہ آ گیا اور فرمایا ارے مولانا اتنی بھی شونی نہ کیجئے۔ اس کے بعد مولانا اپنے گھر چلے گئے۔ جب مولانا اپنے گھر پہنچے تو اس نے اپنے جسم پر بڑے بڑے چھالے پڑے ہوئے دیکھے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے آمین ثم آمین۔

حضرت مولانا نقی الممدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے متقی بزرگ تھے آپ کا دستور مبارک تھا کہ آپ اپنی وظائف کی کتاب رات کے آخری حصہ میں لے کر گھر سے باہر روانہ ہوتے سارا دن اس کے ذکر و اذکار میں مشغول رہتے بعد پھر جب رات کی سیاہی چھا جاتی تو آپ اپنے گھر واپس پلٹتے تھے۔

حکایت: چند ابدال درویش آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا مولانا آپ ساتھ رہیے۔ تو حضرت مولانا نے جواب دیا کہ بال بچوں کا بوجھ میرے کندھوں پہ ہے تم جیسے بے گھر لوگوں کے ساتھ ہمارا گزارا نہیں ہو سکتا حضرت مولانا کے پاس ایک زر خرید لوٹڈی تھی اس نے ایک دن اپنے بچوں کو یاد کیا جو کہ اس کے اصلی وطن میں تھے چنانچہ حضرت مولانا اسے آدنی رات کے وقت اپنے گھر سے باہر لے گئے اور اسے چلے جانے کی اجازت دے دی۔ جب آپ کی بیوی کو لوٹڈی نظر نہ آئی تو حضرت صاحب نے سارا واقعہ کہہ سنایا تو آپ کی زوجہ محترمہ بہت خفا ہوئیں۔ تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ وہی لوٹڈی اپنے بچوں اور خاوند کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور

۱۔ مولانا تاج الدین شیخ امام اللہ پانی پتی کے معاصر تھے۔

۲۔ حضرت مولانا نقی الممدین اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۷۷۵ء میں ہوئی اور وفات ۱۸۳۵ء ہے۔

حضرت مولانا کے قدموں پہ گر گئی اور عرض کی ”حضرت ہم سب آپ کے غلام ہیں جس پر حضرت مولانا رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا ”میں نے تمہیں آزاد کر دیا ہے“ اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں ہوں۔

حضرت شیخ رفقتہ الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ نور الدین قطب عالم رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے تھے بڑے بزرگ، متواضع، منکسر المزاج اور صاحب حال بزرگ تھے۔ حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ رفقتہ الدین رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ”بخدا میں تو بازاری کتے سے بھی بدتر ہوں۔“

حافظہ: (ایک بار یہی واقعہ مصنف کتاب اخبار الاخیار حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے) اپنے والد گرامی کے سامنے بیان فرمایا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی ساری عمر میں یہ بات اپنے حال کے مطابق پائی ہے اللہ تعالیٰ ان پر اور تمام عارفین باللہ حضرات پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

حضرت شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ نور الدین قطب عالم کے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ بڑے بزرگ اور سخی سردار تھے بکریاں پال کر خوب فربہ کر کے ذبح فرما کر فقراء کو کھلا دیا کرتے تھے۔ اس میں سے خود کچھ بھی نہ کھاتے تھے حضرت شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات شریف میں لکھا ہے کہ۔

مخدوم زادہ حضرت شیخ انور رحمہ اللہ سے میں نے ایک دن پوچھا کہ عشق کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا جو لوگ آنکھیں کھول کر یہ دیکھتے ہیں کہ دوست یا خیال دوست یا پیغام دوست آ رہا ہے حقیقتاً وہی لوگ دیکھتے ہیں ورنہ وہ لوگ اپنی آنکھیں کس لئے کھولتے ہیں۔

حضرت میر سید اشرف سمنائی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو سید جہانگیر بھی کہا جاتا ہے۔ آپ صاحب کرامت و تصرف بڑے کامل بزرگ حضرت

۱۔ ۸۳۰ھ میں آپ پیدا ہوئے اور ۸۹۹ھ میں فوت ہوئے۔

۲۔ آپ کی پیدائش مبارک ۸۳۳ھ میں ہوئی اور وصال ۸۹۸ھ میں ہوئی۔

۳۔ آپ ۷۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۷۱ھ میں فوت ہوئے۔

تھے آپ سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سیروسیاحت میں بھی ہم سفر رہے۔ بالآخر ہندوستان میں آکر شیخ علاؤ الحق رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے بیعت سے قبل ہی آپ کشف وکرامات کے بلند مقامات حاصل فرما چکے تھے۔ آپ نے حقائق اور توحید کے بارے میں بڑے بلند مقام کی باتیں ارشاد فرمائی ہیں آپ کے مکتوبات شریف میں عجیب و غریب تحقیقات بیان کی گئی ہیں۔ آپ حضرت قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ دولت آبادی (دکنی) کے ہم عصر تھے۔ قاضی صاحب نے آپ سے فرعون کے ایمان کی بحث میں جس کا خصوص الحکم میں اشارہ کیا گیا ہے کہ بارے میں تفصیلاً گفتگو اور تحقیق طلب کی تھی جس کا جواب میر صاحب نے لکھا ہے۔ آپ کا مزار مبارک جو پنپور کے ایک گاؤں میں واقع ہے جو کہ ایک حوض کے درمیان میں ہے جہاں فیض عام جاری و ساری ہے۔

فائدہ: جن وغیرہ دور کرنے کے لئے آپ کا اسم گرامی اس علاقے میں بڑا مشہور ہے۔ آپ کے ملفوظات بھی آپ کے ایک مرید نے جمع کیے ہیں آپ کے مکتوبات میں سے بانیسواں خط درج ذیل ہے۔

خط ۲۲ عزیز برادر جامع العلوم (حضرت) قاضی شہاب الدین نور اللہ بنور الیقین یعنی اللہ تعالیٰ نور یقین سے آپ کے دل کو منور فرمائے دعائے درویشانہ فقیرانہ فقیر اشرف سے قبول فرمائیں۔ آپ کا خط مبارک کہ جس میں کئی باتیں تحریر تھیں پہنچا اور فرعون کے متعلق آپ نے جن چیزوں کو دریافت فرمایا ہے ملایہ وہی استفسار ہے جس کا جواب کتاب خصوص الحکم میں لکھا ہوا ہے سنئے! خصوص الحکم میں اس کے متعلق دس جگہوں پہ دس دلائل کے ذریعے جوابات دیئے گئے ہیں مگر یہ بھی وہ مشکل ترین مقامات ہیں جس کے بارے میں شرح کرنے والے بھی الجھ گئے ہیں اصل مطلب تک نہ پہنچ سکے، شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان مبارک ہے کہ فرعون جو کہ پانی میں ڈوبنے اور ہلاکت کے خوف سے ایمان لایا یہ دراصل ایمان کا لانا ہرگز نہیں کیونکہ دراصل ایمان خوف دوزخ اور عذاب آخرت کی وجہ سے ہی ہو سکتا ہے قیصری نے بھی یہی لکھا ہے۔ کہ فرعون نے مر۔ نے سے چند لمحے پہلے مرنے کے وقت جب دریا میں کھلا راستہ دیکھا جس سے بنی اسرائیل پار گزر گئے تھے تو وہ اس وقت ایمان لایا تھا جب کہ ابھی آخرت کے احکام کا ظہور نہیں ہوا تھا جیسا کہ لوگوں کا غرغہ لگنے سے قبل ایمان لانے کا سوال درست ہے کیونکہ غرغہ لگنے سے قبل عذاب آخرت دیکھے بغیر

ایمان بالغیب لانا صحیح و درست ہے اور اس کی صحت بالکل اسی طرح صحیح ہے جیسے کفار کا قتل کا وہ میں ایمان لانا درست مانا گیا۔ اور اس مسئلہ میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ خصوصاً الحکم میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ فرعون کی بیوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا ”اے موسیٰ (علیہ السلام) تم ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو تو فرعون کی بیوی کی آنکھوں کی ٹھنڈک سے تو اس کا کمال مراد ہے اور فرعون کی آنکھوں کی ٹھنڈک سے اس کا ایمان دار ہونا مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے غرق کے وقت عطا فرمایا اور اسے اللہ نے دنیا سے پاک و صاف کر کے قبض کر لیا اس لئے کہ وہ ایمان لانے کے بعد کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا اور پھر اس کو اپنی قدرت کی ایک نشانی بنا دیا تاکہ میری رحمت سے کوئی ناامید نہ ہو اور اللہ کی رحمت سے تو کافر ناامید ہوتے ہیں کافر ہوتا تو وہ ہرگز ایمان نہ لاتا فرعون کی عورت نے فرعون سے کہا تھا کہ یہ تیری اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل مت کرو بہت ممکن ہے کہ یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ کیا تو اب ایمان لاتا ہے حالانکہ اس نے قبل تو گناہوں میں مبتلا تھا تو یہ محض عتاب کے طور اللہ نے فرمایا تھا اس سے اس کے ایمان کی نفی ہرگز ثابت نہیں ہوتی قیامت کے دن گنہگاروں کو دوزخ میں ڈالنے اور دوزخ کو بدترین مقام قرار دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایمان اور دوزخ میں منافات ہے۔

اور فرعون کے کفر پر کوئی صریح نص موجود نہیں اور جن دلائل میں اس کفر کا ذکر ہے وہ تو اس کے ایمان لانے سے پہلے کے واقعات کو بطور حکایت کے بیان کیا گیا ہے ایمان کا فائدہ یہ ہے کہ خلود فی النار نہیں ہوگا، البتہ اس نے جتنے مظالم اور معاصی کئے تھے ان تمام کی اس کو سزا دی جائے گی اور شیخ اس آخری بات کا انکار نہیں کرتے (یعنی اس کا کچھ دنوں کیلئے معذب ہونا) اور شیخ ان تمام باتوں میں مامور تھے کیونکہ جو کچھ بھی انہوں نے اس خط میں لکھا ہے وہ تمام کا تمام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ہی سے لکھا ہے اس لئے وہ معذور ہیں جیسا کہ منکر مغرور معذور ہوتا ہے اور شیخ کا یہ فرمانا کہ اللہ نے اس کو اپنی قدرت کی علامت بنا دیا یہ اشارہ ہے۔ اللہ کے اس قول کی طرف۔

فاليوم ننجيك ببدنك (ای مع بدنك من العذاب بوجود الايمان الصادق منك بعد العصيان)

آج سے ہم نے تیرے بدن کو محفوظ کر دیا یعنی۔ تجھ کو تیرے بدن سمیت کفر کے بعد ایمان لانے کی وجہ سے بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر مومن اور کافر کو جاننے والا ہے۔

فائدہ: برادر عزیز، فاضل جلیل! میں خدا تعالیٰ کی عنایت سے اور آپ حضرات کی دعا سے صوفیاء کا مشرب رکھتا ہوں، اس بات کو ہمیشہ مد نظر رکھا جائے کہ کوئی شخص خدا تعالیٰ کی عنایت اور دیکھیری سے بغیر کوئی بلند درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ آپ کو جو کچھ بزرگی حاصل ہے وہ سب اللہ کی مہربانی ہے اور اللہ اپنی مہربانی جس پر چاہتا ہے مبذول کرتا ہے۔ تصوف اور عزت والے علم کے بارے میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ جو شخص جاہل ہو اور تصوف و شریعت کے علم سے نا آشنا ہو اس کیلئے خاتمہ بالکفر کا شدید خطرہ ہے۔ اہل علم حضرات پر خدا کی یہ مہربانی ہے کہ وہ کم از کم اللہ اور رسول کی تصدیق کرتے اور شریعت کے احکام کو مانتے ہیں۔ شرک خفی کے دریا کی متلاطم موجوں سے نکلنے کے لئے توحید و رسالت کو ماننا ہی بہترین عقیدہ ہے مشائخ چشت نے جو کچھ فرمایا ہے اور جسے میں بتا بھی چکا ہوں اسے تم روزمرہ کا معمول بناؤ اس کے بعد جو کچھ ظاہر ہو وہ ہمیں لکھ بھیجوتا کہ اس کے موافق شیطان کے وساوس سے چھکارا دلانے کی کوئی سبیل کی جائے۔ اور جب بالمشافہ گفتگو ہوگی اس وقت بتلا دیا جائے گا۔ میرے خط پہنچنے سے پہلے شیخ رضی کا مکتوب آپ کو مل جائے گا جو انہوں نے سلطان ابراہیم کو لکھا ہے وہ غالباً اس کا مطالعہ کر چکے ہوں گے آپ کے اخلاق عالیہ سے امید ہے کہ اس ضرب المثل کے موافق عمل کرو گے کہ مسلمان کے دل میں خوشیوں کا داخل ہونا سمندر کی طرح ہے اور عبادات قطرہ جیسی ہیں۔ اور اس پر بھی عمل کرو گے کہ جس نے اللہ کے راستہ میں اپنے قدموں کو غبار آلود کیا اس کے جسم پر اللہ تعالیٰ آگ حرام کر دیتا ہے۔ میں نے اپنی کوشش اور آپ کی رعایت کرنے میں کوئی طریقہ نہیں چھوڑا۔

گو بر آید کاری از دست کے

بہ کہ در کارش زند در دست و دپا

کار باید کرد از روئے دل

کار اونود، بود کار خدا

اس زمانہ کے درویشوں کے زخمی دل لوگوں کو معلوم ہے کہ جناب والا کو اس فقیر سے والہانہ الفت و محبت ہے اس لئے بھی ضرورت ہے کہ گاہے گاہے آپ کو بیدار کرتا رہوں تاکہ آپ اپنے قیمتی اوقات کو ضائع نہ کیا کریں۔

حضرت شیخ فتح اللہ اودھی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت حکیم شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ کئی سال تک جامع مسجد دہلی کے نیچے شمس مینار کے مدرسہ میں مسند احادیث و تعلیم پہ جلوہ افروز رہے۔ اوائل عمری میں آپ کا شمار دہلی کے بڑے علماء میں ہوتا تھا آخری عمر کے حصے میں آپ حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے اور منازل سلوک انہیں کے ذریعے طے فرمائیں۔

علم باطن کا حصول: بالائی کی روح پرور ہواؤں سے محفوظ نہ ہو سکے۔ آپ نے اپنے شیخ سے جب اس کیفیت کو بیان کیا تو مرشد نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ پڑھنا پڑھانا ترک کر دو اور اپنے

دل سے کتابوں کی دنیا نکال دو۔ آپ نے مرشد کے فرمان پر عمل کیا۔ البتہ ان کتب میں سے چند بہترین کتب اپنے پاس پھر بھی رکھ لیں۔ پھر بھی معرفت کا دروازہ کھلنے میں جب دیر لگی تو اپنے پاس والی کتب بھی کسی کو دے دیں۔ لوگوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ جب آپ کنارہ دریا پہ بیٹھے کتب کے اوراق دھوتے تھے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے اس عمل کو مرصہ گزرتا گیا حتیٰ کہ وہ وقت بھی آیا کہ جب غنّی دل ماسوا اللہ سے اچھی طرح صاف ہو گئی۔ شرعی علم کے بدلے میں آپ کو علم باطن حاصل ہو گیا

فائدہ: آداب السالکین کتاب میں آپ کے مرید حضرت شیخ قاسم اودھی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ پیر و مرشد جب اپنے مریدوں کو جائے نماز، تسبیح، کنگھا، عصا مبارک، لچنی، سوئی، لوٹا، کاسہ، نمکدان، طشت، آفتابہ، جوتا اور کھڑاؤں وغیرہ جو کچھ بھی عطا فرمایا کرتے تھے ان میں سے ہر چیز ایک خاص مفہوم کو ظاہر کرتی ہے۔

جانبہ فاضل: اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں ثابت قدم رہو گے۔
تسبیح: دینے کا مطلب یہ ہوا کرتا تھا کہ دل اچاٹ ہونا ختم ہو چکا ہے البتہ تسبیح کے دانوں کی طرح صرف ایک خوف باقی تھا وہ بھی اب ختم ہو چکا ہے۔ اور تسبیح کے دانوں کی طرح دل جمعی حاصل ہے۔
کنگھا: اچھائی اور بھلائی کی نشانی ہے شر اور فساد اب مرید سے دور ہو چکا ہے۔
عصا: اس بات کا ثبوت ہے کہ اعتماد اور بھروسہ صرف ایک ذات خداوندی پر کیا جائے۔

بہنہیں: اس امر کا ثبوت ہوا کرتا تھا کہ دنیا کے بڑے تعلقات اور ناقص آرزوئیں باقی نہیں رہی ہیں۔

موسیٰ: صورت و معنی اور ظاہر و باطن کو ایک ہی طرز پر سی دیا گیا ہے۔ نگلی سوئی عطا نہیں کرتے تھے بلکہ آپ دھاگا پرو کر دیا کرتے تھے۔

سوزن و رشتہ از پئے پیوند

آن بدو این بدوست حاجت مند

بیٹا اور کاسہ: اس امر کا ثبوت ہے کہ فقراء اور مہمانوں کی کھلانے پلانے کا خاص اہتمام کیا جائے۔

نمک دان، طشت و آفتابہ: یہ انعامات عطا فرمانے کا اس طرف اشارہ ہوتا تھا کہ پیروں کی خصلت اس میں پیدا ہو چکی ہے جو کہ اس کے حوالے کر دی گئی ہے۔

جوتا اور کھڑاؤں: جوتا اور کھڑاؤں ثابت قدمی کی علامت ہے۔

جب آپ کسی کو کنگھی عطا فرماتے تو کھلی کنگھی نہیں عطا فرماتے تھے بلکہ کاغذ یا کسی کپڑے میں لپیٹ کر دیتے تھے کیونکہ یہ جدائی ہے اور جب کسی کو چاقو عطا فرماتے تو بند کر کے اور لپیٹ کر عطا فرماتے تھے نیز چاقو کے ساتھ خر بوزہ یا گوشت بھی عطا فرماتے تھے۔ صراحی اور لونیا اس قسم کی کوئی اور چیز عطا فرماتے تو وہ پانی بھر کر دیتے تھے۔

ماندہ: کنگھا کنگھے دان میں رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے دندانے اندر کی طرف کرتے ہیں۔ کنگھا ہی بالوں کو الگ الگ کرنے کیلئے سب سے بڑا آلہ ہے اس لئے جو آلہ تفریق کا سبب ہے اس کی دوری واضح کرنے کیلئے دندانے اندر کی طرف رہنے بہتر ہے۔

حضرت مسعود بک رضی اللہ عنہ

سلطان فیروز شاہ تغلق کے آپ رشتہ دار تھے آپ کا اصل نام شیر خان تھا۔ کچھ عرصہ سرمایہ داری کے ساتھ ساتھ دولت مندوں کی طرح لباس استعمال کرتے رہے اچانک اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو اپنی طرف متوجہ کر دیا جس سے آپ فقراء اور درویشوں میں بیٹھنے لگے۔ آپ حضرت شیخ رکن الدین ابن حضرت شیخ شہاب الدین امام کے مرید ہو گئے۔ آپ عموماً مستانہ وار رہنے لگے۔

۱۔ حضرت شیخ رکن الدین بیہوش اور حضرت شیخ شہاب الدین بیہوش یہ دونوں بزرگ حضرت محبوب الہی بیہوش کے بڑے پیارے محبوب خلفاء تھے۔ حضرت شیخ شہاب الدین کو امام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت محبوب الہی بیہوش صرف آپ کے پیچھے ہی نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور آپ کو ہی حضرت محبوب الہی بیہوش کا محب بھی کہا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدت میں مست ہو گئے اسی وجہ سے مستانہ وار باتیں کرنے لگے۔ اسرار حقیقی جس طرح آپ نے بیان فرمائے یوں کسی نے بھی بیان نہیں فرمائے اور نہ ہی کسی نے ان کی طرح سرمستی کا اظہار کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی آنکھوں سے جو آنسو بہتے تھے وہ اتنے زیادہ گرم ہوتے تھے کہ اگر کسی کے ہاتھ پر وہ آنسو گر پڑتے تو اس سے اُس کا ہاتھ جل جاتا۔ حضرت مسعود بنک رضی اللہ عنہ نے تصوف کے بارے میں بکثرت کتب تحریر فرمائی ہیں۔ عین القصاف، ہدائی کی تمہیدات کی طرح آپ نے بھی ایک کتاب تمہیدات لکھی ہے اس کتاب میں قصیدے، اشعار اور غزل وغیرہ کے حقائق و دقائق بیان فرمائے گئے ہیں۔ اکثر قصائد اور اشعار میں بعض مقامات پر فن شاعری کے لحاظ سے چند اغلاط بھی واقع ہوئی ہیں مگر اس کے باوجود بعض اشعار اسے لطیف اور بہترین بھی ہیں جنہیں پڑھنے والا پھڑک اٹھتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی ایک تصنیف کا نام مراۃ العارفین ہے۔ اس میں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

مانسہ محمد مرسل فقادہ ایم

زیرا کہ ہر ولی است بایں نسخہ نبی

مزار مبارک: آپ کا مزار مبارک آپ کے مرشد کے مقبرے میں حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کے قریب ہی لاڈوسرائے (دہلی) میں واقع ہے۔ یہ مقام باقی سب آبادی سے الگ تھلک ہے۔

حافظہ: آپ مراۃ العارفین کے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں کہ زبان زمانہ ناطق ہے اور غیب کی نگاہ مشاہدہ ہم لوگ جو غائب تھے اس وقت حاضر اور جو موجود ہیں اور موجود تھے غائب ہو گئے ہم اپنے وجود کے لحاظ سے ظاہر نہیں ہیں اور ہم لوگ موجود ہیں نہ ہونے کے پیش نظر، اگر رموز کو ظاہر کرنا عیب جوئی خیال کرتے ہو تو پھر اس صورت میں اپنے آپ کو لفظ ہم سے تعبیر نہ کرو۔ حروف اصل میں پردوں کے برتن ہیں اور نقاط اسرار و رموز کی اصلیت، جو سفیدی دنیا میں نظر آتی ہے یہی سفیدی ہی اصل میں دل کی آنکھ میں سیاہی پیدا کرتی ہے اور ہمیں جو سیاہی نظر آتی ہے یہی حقیقت میں سیاہی دماغ میں پیدا کرتی ہے تو حقیقت میں وہ ہے جو آنکھوں کو دیکھنے والا کر دے اور دل کو بھی منور کر دے اور آگ (عشق کی) اصل میں وہ ہے جو راہِ خدا میں حائل تمام

پردے جلا کر خاکستر بنادے۔ ہم اصل میں کوہ طور کا ایک سرسبز شاداب درخت ہیں جس کا نور دیکھنے کے لحاظ سے تو آگ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت اسی کا نور ہی ہمیں بینا کر رہا ہے اور ہماری تاریکیوں کو ہٹا چکا ہے اس حالت میں وہ ہمیں ہمارے بغیر پا کر سب کچھ کہتا ہے اور تمہیں تمہارے بغیر پا کر سب کچھ کہتا ہے اور تمہیں تمہارے بغیر ڈھونڈھتا ہے یہی سب سے بڑا پردہ ہے جسے دور کرنا چاہیے، اپنے آپ کو محرم اسرار بناؤ یہاں جو بھی شکل و صورت ہے وہ کشف کے شیشہ میں بالکل واضح نظر آتی ہے اسی مقام کو عارف عروس اور دلہن کے نام سے یاد فرماتے ہیں جو کہ اسرار و رموز کے تمام زیورات سے آراستہ ہے یہی عارفوں کا شیوہ ہے اگر تمہیں چشم یقین میسر ہے تو پھر دیکھو!۔

لغۃ: مرآة العارفین کا یہ دیا چہ ہے صرف اتنی سی عبارت ہی اس کتاب کے عمدہ برتر ہونے کا کافی ثبوت ہے کتاب میں چودہ کشف تحریر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ چودہویں کشف میں روح کا بیان ہے درحقیقت جتنے عارف و اعلیٰ مضامین اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں وہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتے۔ چودہویں کشف میں روح کے متعلق لکھا ہے۔

تحقیق الروح: روح کا راز سر بستہ تمام کائنات سے پوشیدہ ہے عقل و شعور یا چشم ظاہر کے ذریعہ اسے کسی نے نہیں دیکھا۔ اللہ نے فرمایا:

(قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي) ”روح امر رب سے ہے درحقیقت وجود روح کو ثابت کر رہا ہے۔“
(مَا أَوْفَتْهُمْ مِنَ الْعِلْمِ) ”تم کو جو کچھ علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی تھوڑا ہے۔“

یہ طلب شہود سے انکار ہے روح اگرچہ اپنے آثار کے لحاظ سے ظاہر ہے لیکن عقل اس کی ماہیت سے ناواقف ہوتے ہوئے بھی اس کے جاننے کی شیدائی ہے۔ روح کی ماہیت و کیفیت کو کلام کے ذریعہ بتانا ناممکن ہے حقیقت شناس کہتے ہیں کہ روح کو روح ہی شناخت کرتی ہے روح کی اصلیت اس وقت معلوم ہوتی ہے جب پروردگار عالم اپنے جمال کا نقاب اٹھا لیتا ہے اور پھر شرح عقل اس کی نور معرفت سے درخشاں ہو کر استفادہ کرتی ہے روح درحقیقت انسان ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے۔

(وَكُنْتُ بِالْهِرُوحِ لَا بِالْجَسْمِ انْسَانًا) ”میں جسم کے ساتھ انسان نہیں روح کے ساتھ انسان ہوں۔“

خاندہ: انسان رُحْن کی صورت میں ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

(إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ) ”اللہ نے آدم کو اپنی صورت میں پیدا کیا ہے۔“

روح ایک نور ہے جو اللہ کے جمال سے درخشاں ہوتی ہے جس آئینہ میں کوئی قابلِ قدر جوہر منوجور ہوتا ہے وہ خود بخود اللہ کے جمال کو قبول کر کے منور ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: روح کے متعلق گفتگو کرنا ممنوع ہے کیونکہ اللہ نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے۔ روح دوسری مخلوق کی طرح نہیں ہے اور اللہ کے سرِ بستہ راز کو ظاہر کرنا کفر ہے۔

خاندہ: اے دوست آئینہ جس میں اپنی صورت دیکھتے ہو اس کی حالت یہ ہے کہ آئینہ تو درحقیقت موجود ہے اور جس کے دیکھنے والا صرف اپنی صورت دیکھتا ہے بس اسی طرح روح بھی آئینہ انسانیت میں پروردگار کا جمال ہے اس ترکیب کے مد نظر جو کوئی اللہ کا جمال دیکھتا ہے وہ آئینہ کی راہ میں قدم رکھ سکتا ہے اور جو شخص کہ آئینہ معرفت کو مد نظر رکھتا ہے وہ اپنے دامن کو حدوث اور مخلوق ہونے کی اذیت سے آلودہ کرتا ہے حدوث اور فنا ہونے کے میدان میں ظہور و فنا ہے اس کی ویسی مثال ہے جیسا آئینہ میں اپنی صورت دیکھنے والا کہ جب آئینہ کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو اس کی صورت بھی آئینہ سے الگ ہو جاتی ہے۔

اے دوست! روح کے بارے میں اتنی مختلف کیفیات ہیں جو کسی دوسری چیز میں نہیں ہیں جو کوئی روح کو عرض کہتا ہے وہ شخص بیمار ہے اور جس کا خیال یہ ہو کہ روح ایک جسم رکھتی ہے وہ بھی ناواقف اور جاہل ہے البتہ جو شخص یہ یقین رکھتا ہے کہ روح نام ہے ایک جوہر کا تو ایسے شخص کا دل و دماغ بھی ایک حلقہ میں گرفتار ہے جو شخص کسی طریقہ سے بھی روح کا کوئی نام تجویز کرے تو وہ اس کی معرفت ہی سے ناواقف ہے کیونکہ معلوم کرنے کی تعریف یہ ہے کہ کسی چیز کے معلوم کرنے سے عاجز رہنا ہی علم و درک ہے۔ خلاصہ یہ کہ روح کو کوئی دوسرا نام دیا جائے تو وہ نام صحیح اور درست نہیں ہو سکتا۔

تقریر صوفی: بعض صوفیہ کا بیان ہے روح ایک لطیف چیز ہے جو اللہ سے شرمناک ممتزج مقامات میں پھر رہی ہے اور لطف یہ ہے کہ اس کی زیادتی کے باوجود اس کی

حقیقت کا بیان نامکمل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ روح شراب ہے نہ پیالہ۔ بادل ہے اور نہ چاند بعض محققین نے لکھا ہے کہ روح کو اعتباری طور پر سراجی وز جاتی ہی کہا جاتا ہے۔

سراجی بمعنی چراغ کی طرح اور وز جاتی لائین کی طرح۔ علماء نے اپنے کشف کے ذریعہ

روح کو زجانی کہا اور سراجی کیفیت سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ اللہ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کے سراج کے سامنے ہزاروں اور لاکھوں لائٹیں ہیں اسی ایک سراج سے یہ سب درخشانی عکس حاصل کر رہی ہیں روح میں زیادتی اعداد سراج کے لحاظ سے نہیں بلکہ لائٹن کے اعتبار سے ہے۔

آفتاب ایک ہی ہے اور ہزاروں آئینہ اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں یہی صورت لائٹن کی ہے جو صفائی کے پیش نظر نباتات و حیوانات اور انسانوں کی صورت میں موجود ہے آفتاب جو مشرق سے نکلتا ہے اس سے زمین تین طرح کے اثرات قبول کرتی ہے ایک تو سایہ جو دوری کی وجہ سے حائل ہوتا ہے دوسرا اثر یہ کہ بغیر کسی چیز کے حائل ہوئے آفتاب کی روشنی کا اثر مرتب ہوتا ہے ایک یہ کہ نہر کا صاف مقام آفتاب کا عکس قبول کر لیتا ہے اگرچہ یہ تمام کیفیاتی اثرات باہم مختلف ہیں لیکن دراصل کئی قسم کی فرق نہیں اسی لئے کہتے ہیں کہ نباتات کی روح دراصل ایک سایہ کی طرح ہے جو واقع ہوتا ہے اور حیواناتی روح کی مثال آندھی اور سخت گرمی کی طرح ہے جو بغیر کسی مزید حالات کے خود بخود نمودار ہو جاتی ہے۔

انسانی روح کی مثال عکس کی طرح ہے جو اپنی صفائی کی وجہ سے براہ راست آفتاب سے حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ: اسے بھائی یہ بہت بڑا راز ہے تحقیق و تفتیش کی نظروں میں عکس ہی کو اصل شخص کہتے ہیں کیونکہ عکس تو کوئی اپنی علیحدہ ذات نہیں رکھتا بلکہ اصل شخص یا اہل چیز ہی کے سایہ کا عکس کہتے ہیں اور اس شخص میں بھی کوئی نور نہیں ہے بلکہ جو کچھ ہے وہ اصل چیز ہی کی حرکت وغیرہ کا عکس ہے اور جس طرح عکس و سایہ کو متعین و مقرر وجود مانتے ہیں اسی طرح اصل چیز کا بھی متعین وجود تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور اللہ اس سے بلند و بالا ہے عکس اگر درحقیقت عکس ڈالنے والی چیز ہی نہ رکھے تو اس کا عکس ہی نہ پڑے گا۔

فائدہ: وہ کیے اپنا جمال دکھاتا ہے اگر تم یہ سمجھو کہ انسانی روح باہم ایک دوسرے سے الگ اور مختلف ہے تو یہ بھی ناممکن اور غلط ہے کیونکہ اختلاف اور الگ ہونا یہ جوہر قابل کے لحاظ سے ہے۔ ورنہ آفتاب تو ہر جگہ یکساں اپنی روشنی ڈال رہا ہے۔ جو صرف جس قابل ہوتا ہے وہ اتنی ہی روشنی و حرارت حاصل کرتا ہے۔ اس لحاظ سے نوع انسان کے مد نظر تمام آدمی برابر نہیں اور جب صاف مقام میں روشنی پڑتی ہے تو اس کو ظاہر کرنے کیلئے اللہ نے نَفْثَ فِیہِ مِنْ رُوحِی کے الفاظ سے یاد

کیا ہے اور اس معنی کے پیش نظر فرشتے بھی احکام الہی کی ایک صورت میں اس واقعہ کے مد نظر انسانوں اور فرشتوں کی رُوح میں ستارہ اور چاند کی نسبت قائم ہوتی ہے۔ چاند اگرچہ اپنے ظہور میں کچھ فرق رکھتا ہے۔ لیکن بہر حال اس کی دفنار میں ترقی ہی ہوتی رہتی ہے اس کے برخلاف تمام ستارے ایک ہی قسم کی روشنی رکھتے ہیں اور ان سب کا ظہور ایک ہی طرح ہوتا ہے ان کی حیثیت میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ سب آفتاب کے دیدار سے بہت دور ہیں۔ یہی حالت فرشتوں کی ہے کہ وہ بھی کسی قسم کی ترقی نہیں کرتے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے:

مَکَیْمًا اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔

”(ہم میں سے ہر فرشتہ کا ایک مقام مقرر ہے) جس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتا) اور

اسی لئے وہ دیدار الہی سے پس پردہ رہتے ہیں۔“

ستارے کسی حالت میں بھی آفتاب کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور چاند سے کسی قسم کی روشنی حاصل نہیں کرتے کیونکہ چاند خود ہی روشنی نہیں رکھتا بلکہ وہ روشنی کی وجہ سے روشن ہوتا ہے دل کے شہر میں کسی کی بادشاہت و خلافت پیدا کرو تو یہ آسانی سے سمجھ میں آجائے گا کہ روح کیا چیز ہے وہ دل جس میں جو ہر قابل موجود ہو وہ سمجھ سکتا ہو ممکن کو اسی وجہ سے ممکن کہتے ہیں کہ اس کا نہ ہونا مسلم زیادہ قابل اعتبار ہے ہر شخص نے اپنی اپنی سمجھ کے موافق روح کے سر بستہ راز کو کشف کے ساتھ اشارۃ بیان کیا ہے اور اسے کوئی نہ کوئی نام دیا ہے لیکن کشف کے ماہر و کامل کہتے ہیں صحیح یہ ہے کہ روح ایک لطیف چیز ہے جس کی ذات پوشیدہ اور اس کے آثار و حالات ظاہر ہیں وہ اپنے ساتوں صفاتی تصرفات کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اور جسم سے متعلق رہتی ہے اور جب جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے تو زائل اور دور ہو جاتی ہے ہم نے جو یہ تعریف کی ہے یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے دنیا میں تصرفات کی ایک ظاہر صورت ہے جسے محسوسات یا عقل و شعور معلوم کرنے سے عاجز ہیں۔

تحقیق انیق: اے عزیز! روح کی کیفیت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے پوشیدہ اور اثرات کے لحاظ سے جسمانی زندگی پر اثر انداز ہے جب تک جسم میں تصرف کرتی ہے موجود رہتی ہے اور جب جسم سے الگ ہو جاتی ہے تو زائل ہو کر چلی جاتی

ہے اس کی مثال اس دنیا میں پیش کرنا ہم سے ناممکن ہے دل دنیا کا نمونہ ہے جسم کے تمام اعضاء اس کے رہن منت ہیں اور یہی کیفیت دنیا میں نباتاتی اجسام کی ہے ان میں روح ہے تو زندہ ہیں ورنہ فنا ہو جاتے ہیں اسی مثال کے پیش نظر روح دراصل جمال خداوندی کا عکس ہی نہیں بلکہ ظل ہی ظل ہے اللہ نہ تو دنیا میں ہے نہ دنیا سے الگ۔ اسی طرح روح ہے کہ جب وہ کسی چیز میں آتی ہے تو موجود پائی جاتی ہے۔

اے عزیز! اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو جسے روح کہتے ہیں اگر جسم انسانی کے سپرد نہ کرتا تو اللہ کی معرفت ناممکن ہوتی ہے۔ اس نے سب سے پہلے انسانی آئینہ میں اپنی صفات کو ظاہر کیا جس کے ذریعہ انسان نے اس کو پہچانا اور روح کو معلوم کیا۔ اللہ کے علم و ارادہ کی بدولت انسان میں علم و ارادہ جلوہ گر ہے اور اللہ کی قدرت حیات ہی کی وجہ سے انسان میں کام کرنے کی قدرت اور زندہ رہنے کی قوت پائی جاتی ہے انسان کا سننا، بولنا دیکھنا، چھونا غرضیکہ انسان کا ہر کام دراصل اللہ کے علم کی وجہ سے ہے اسی لیے تو کہا گیا ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو جان لیا اور اسی ذوق کی وجہ سے چونکہ رحمن کی صورت میں انسان جلوہ گر ہے اس لیے اس کی معرفت کے لیے نباتات کی ضرورت درپیش ہے روح کی تجلیات سے پوری دنیا مبداء و معمار کے ساتھ جی اور سنواری ہوئی ہے صوفیانہ لطائف روح کے متعلق عجیب و غریب پراسرار بیانات دیتے ہیں وہ مبداء خلق کو میر روح کہتے ہیں جو پروردگار کی قدسیت و سیبیت کا ادنیٰ جمال ہے جس کو علم قوت بھی کہتے ہیں جس طرح آفتاب میں تنویر اور درختانی کی قوت ہے اور نیچے وہ چکنانظر آتا ہے یہی کیفیت دل کے آئینہ کی ہے جس کے ظہور کے کئی طریقے ہیں جس طرح چاند کو سورج روشنی پہنچاتا ہے اسی طرح دل کو روح نے منور کیا جاتا ہے جو چیز جتنا صاف شفاف ہوگی اس میں اتنا ہی روشنی نظر آئے گی یہی کیفیت روح کی ہے جو مبداء کے لحاظ سے ازلی اور معاد کے مد نظر جمالی ہے لوگوں کے دلوں میں کفر و ایمان نیک و شقاوت بھی اسی وجہ سے ہے جس طرح آفتاب کا نور پانہ کی ابتدائی و انتہائی صورت میں جلوہ گری کرتا ہے۔ اسی طرح ہر کمال کی طلب میں چند راز ہیں سورج کی روشنی جس سے چاند روشن ہوتا ہے یہ سورج کی روشنی ہے چاند علیحدہ جسم ہے اور سورج الگ چاند کی جگہ گاہٹ کی وجہ سے کوئی شخص اس کو سورج نہیں کہتا حالانکہ چاند اپنی حیات تابندگی میں مکمل طور پر سورج کا دست نگر ہے اور کوئی شخص چاند کو پورا سورج یا سورج کا کوئی حصہ نہیں کہتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے سوا کائنات کی تمام چیزیں ایک دن فنا ہو جائیں گی معاد کا وجود بھی ازلیت کے ظہور کی وجہ سے ہے اور غلوت و فنا اپنے وجود کے ظہور کے آخری درجے میں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر چیز اللہ کے نور سے روشن اور زندہ ہے جسے میں نے ان اشعار میں قلمبند کیا ہے۔

گراز خودی خویش برون آئی تو

در پردہ توحید درون آئی تو

دراز روشن چوں و چرا بگدري

از خود شدہ بے چراو چوں آئی تو

حضرت سید اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت میر سید محمد گیسو دراز کے پوتے اور ان ہی کے خلیفہ تھے عشق و محبت آپ کا مرغوب ملک تھا۔

ہکایت: حضرت سید اللہ کم عمر تھے ایک دن حضرت گیسو دراز نے مسح کرنے کے لیے اپنی ٹوپی اپنے سر سے اتار رکھی تھی صاحبزادہ آئے اور بچوں کی عادت کے مطابق وہ ٹوپی اٹھا کر خود پہن لی یہ دیکھ کر حضرت گیسو دراز نے فرمایا یہ خلعت مبارک ہو۔ اور الحمد للہ کہ امانت مستحق اور اہل کونل گئی۔

اس واقعہ کے بعد حضرت گیسو دراز جس کو مرید کرتے اسے صاحبزادہ سید اللہ کی جانب رجوع کر دیتے صرف ذکر کی خود ہی ترتیب و تلقین دیا کرتے۔ صاحبزادہ سید اللہ کو ایک عورت سے محبت ہو گئی تھی جس کی الفت برسوں تک چھپائے رہے آخر کار اس سے شادی کر لی شہر کے دستور کے مطابق صبح تڑکے صاحبزادہ سید اللہ نے اس عورت کے خوبصورت چہرہ کو دیکھا ہی تھا کہ اس عورت نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی اور جان جان آفرین کے حوالہ کر دی۔ شادی کی محفل غم سے بدل ہو گئی صاحبزادہ سید اللہ نے اپنی بیوی کا سر پکڑا اور اس سے پہلے کہ یہ اس کے پاس سنبھل کر بیٹھتے خود سید اللہ نے بھی جان دے دی دونوں کو برابر دفن کیا گیا۔ (اللہ کی دونوں پر رحمت ہو)

شیخ پیارے رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحبزادہ سید اللہ کے مرید اور حضرت گیسو دراز کے تربیت یافتہ تھے۔
شیخ پیارے جب حضرت گیسو دراز کے پاس آئے تو حضرت گیسو دراز نے پوچھا اے

درویش تم نے کہیں عشق کیا ہے؟

شیخ پیارے نے شرمندگی کے ساتھ بہ تکلیف کہا۔ بندہ عشق سیکھنے ہی کے لیے تو خدمت عالی میں حاضر ہوا ہے۔ مجھے کیا معلوم عشق کیا ہوتا ہے جس پر حضرت گیسو دراز نے فرمایا:

اس دریافت سے تمہاری حالت کا امتحان اور تمہارے طریقہ کی کیفیت معلوم کرنا ہے عشق کے میدان میں تم پر جو واقعہ گذرا ہے وہ کہہ ڈالو۔ حجاب و شرم نہ کرو۔ چنانچہ شیخ پیارے نے کہا ایک دفعہ میں ایک ہندو عورت کے عشق میں پھنس گیا۔ کسی طرح اس سے ملنے کا موقع ہاتھ نہ آتا تھا چنانچہ میں جینو گلی میں ڈال کر اس مندر میں گیا جہاں وہ پوجا کرنے آتی تھی تاکہ اس کو جی بھر کہہ دیکھ سکوں۔ یہ سن کر سید محمد گیسو دراز نے شیخ پیارے کو گلی سے لگایا اور فرمایا تم جیسا بلند ہمت اور کون ہو گا یہ ہمت والوں کا کام ہے ایمان سے زیادہ کون سی چیز محبوب ہو سکتی ہے جسے تم نے محبت کی راہ میں صرف کر دیا۔ اب میں تم کو عشق حقیقی کی تعلیم دوں گا چنانچہ شیخ فرید الدین شکر گنج کے حجرہ میں جو حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے روضہ میں ہے شیخ پیارے کو مسلسل چلے کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ انوار معرفت حاصل کرنے کے قابل بنا دیا۔ اس کے بعد حضرت گیسو دراز کے حکم پر شیخ پیارے صاحبزادہ سید ید اللہ کے مرید ہو گئے اور کوشش کر کے درجہ کمال تک پہنچے۔

حضرت شاہ جلال گجراتی

آپ شیخ پیارے کے مرید اپنے زمانے کے کامل بزرگ اور صاحب تصرف و کرامت تھے اور ظاہر و باطن میں بڑا مرتبہ و درجہ رکھتے تھے۔ آپ دراصل علاقہ گجرات کے رہنے والے تھے لیکن گورو بنگالہ میں قیام کے زمانہ میں شاہوں کی طرح رہتے اور بادشاہوں جیسے احکام جاری کرتے تھے۔

بادشاہ گور کے دل میں غرض پرستوں نے وہم ڈالا مشکوک پیدا رکھے اس لیے اس نے آپ کو شہید کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

کرامت: قاتل آپ کی خافہ میں آئے اور خون ریزی شروع کی وہ جب آپ کے کسی مرید کو شہید کرتے تو آپ یا قہار یا قہار فرماتے لیکن جب آپ پر تلوار کا وار کیا تو آپ نے یار حُسن، یار حُسن کہا۔ اور یہی کلمہ یار حُسن کہتے ہوئے جان بحق ہوئے آپ کا سر جو زمین

پر پڑا تھا۔ وہ اللہ اللہ کہہ رہا تھا۔ اللہ کی آپ پر رحمتیں ہوں۔

شیخ محمد ملاوہ

لوگ آپ کو مصباح العاشقین کہتے ہیں آپ شیخ احمد راوتی کے مرید ہوئے اور انہی کی خدمت میں رہ کر ریاضت و مجاہدے کے آخر میں شیخ جلال گجراتی کے پاس پہنچے عشق و محبت کی نسبت ان کے ذریعہ حاصل کی۔ شیخ کامل اور صحیح الحال تھے قوالی اور وجد کے بڑے شوقین تھے۔

حکایت: ایک قوال آپ کے سامنے وہ خیال گارہا تھا جس میں فراق کا ذکر تھا۔ آپ کو ایسا وجد آیا کہ آپ کی روح نکلنے کو باقی رہ گئی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر اس شخص نے جو آپ کی حالت سے واقف تھا قوال سے کہا وہ خیال شروع کرو جس میں قرب اور وصال کا مضمون ہو۔

چنانچہ وصال کا خیال سنتے ہی آپ میں ایسی تازگی اور فرحت آگئی گویا نئے سرے سے آپ کے جسم میں جان پڑ گئی ہے۔

الوصلُ یُحییٰ والفراقُ یُمیتُ فَمَا زِلْتُ فی العشق حِیاً و مِیتاً

”وصل زندہ کرتا ہے اور فراق مارتا ہے اور میں ہمیشہ عشق و محبت میں زندہ ہوتا اور مرتا رہتا

ہوں۔“

گرہ بلطفم می نواز دگرہ بنای کشد

زندہ می سازد مرا آں شوخ و بازم می کشد

”وہ کبھی مجھے اپنی مہربانیوں سے نوازتا ہے اور کبھی اپنے ناز و ادا سے کشتہ کرتا ہے وہ شوخ

مجھے زندہ کرتا ہے اور پھر مارتا ہے۔“

کرامت: ایک مرتبہ آپ بچھے گھر میں آگ لگی اور گھر میں غلہ وغیرہ جو کچھ تھا سب جل کر راکھ ہو گیا۔ غلہ کے انبار میں تھوڑے سے تخم ریزی کے دھان بھی رکھے ہوئے تھے وہ

بھی جل گئے جب تخم ریزی کا زمانہ آیا تو آپ سے ماجرا بیان کیا گیا۔ کہ تخم ریزی کے جو دھان رکھے تھے وہ نذر آتش ہو چکے ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ ہم سوختہ سامان کے پاس جلے دھانوں کے سوا

اور کیا رہے گا؟ اس کے بعد تازہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور مناجات میں کہا۔ اے اللہ! تو ہمیشہ اپنی حکمت کے موافق کام کرتا ہے اس مرتبہ اپنے بندہ کے لئے اس طرح قدرت ظاہر فرما۔ اے اللہ

میرے پاس جتنے دھان تھے وہ سب تیرے حکم سے نذر آتش ہو گئے۔ کہتے ہیں اس سال ان کھیتوں میں اتنے دھان پیدا ہوئے جنہیں دیکھ کر بادشاہ وقت سلطان سکندر نے اللہ کے حضور سجدہ شکر کرتے ہوئے کہا۔ میری مملکت میں ایسے اللہ والے بھی موجود ہیں کہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔

حکایت: کہ ایک دن شیخ محمد ملاوہ قوالی سنتے ہوئے وجد کر رہے تھے اس زمانہ کا ایک رئیس ہندو سردار اسی راستہ سے گذرا اور تماشا دیکھنے کے خیال سے اُس نے آپ کے حجرہ کی کھڑکی میں سر ڈالا، جہاں آپ وجد کر رہے تھے وجد کی حالت میں آپ کے چہرہ کو دیکھتے ہی اُس نے اپنے ہندو ساتھی سے کہا۔ ”مجھے گھسیٹ لو ورنہ میں انکا مسلمان ہو جاؤں گا چنانچہ اس کا ہندو ساتھی کو کھڑکی سے گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے گیا یہ ہندو سردار عرصہ تک بے خود سارہا۔ پھر جب ہوش آیا۔ اور اُس کے دوست احباب نے واقعہ پوچھا تو اُس نے کہا۔ یہ مسلمان، خدا کو اپنی گود میں لیے وجد کر رہا تھا۔ اگر تم لوگ مجھے اس کھڑکی میں سے باہر نہ گھسیٹ لیتے تو میں اس کی طرف چل دیا تھا۔ اور اس کے پاؤں پر گر کر اس کے مذہب میں شامل ہو گیا ہوتا۔

عاشق گرد ہر کہ بکویت گذرو

آرے زردو بامِ تومی بارو عشق

شیخ محمد ملاوہ نے ۹۰۰ء میں وفات پائی علاقہ منوج کے مشہور قصبہ ملاوہ میں آپ کا مزار ہے اکثر لوگ آپ کے مرید خلیفہ ہوئے مصنف کتاب اخبار الاخیار کے دادا غلام شیخ سعد اللہ بھی شیخ محمد ملاوہ کے مرید تھے۔ (اللہ ان سب پر رحمتیں نازل کرے)

حضرت شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ملاوہ کے مرید تھے۔ سلطان سکندر کے زمانے میں جب شیخ محمد ملاوہ دہلی آئے تو آپ کی خدمت میں شیخ سعد اللہ عرصہ تک آتے جاتے اور خدمت کرتے رہے شیخ سعد اللہ مرحوم نے اپنے پیرومرشد سے درد عشق اور محبت و ثابت قدمی کے سبق حاصل کئے۔

آپ اس فقیر بچہ دان مصنف کے بڑے چچا تھے۔

حضرت شیخ رزق اللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشتاقِ تخلص کرتے تھے شیخ محمد ملاوہ کے مرید تھے اور پیرومرشد کی بھی آپ پر خاص

عنایت تھی۔ شیخ رزق اللہ مرد کامل و فاضل، عارف و نوادر اور نیک بزرگوں کی یادگار تھے ظاہری و باطنی فضائل کا مجموعہ ہونے کے علاوہ مسلک عشق و محبت سلامتی عقل، بلند حوصلہ، مشکلات پر صابر و شاکر، دوام حضور استقامت احوال میں یکتائے روزگار تھے بانوے سال کی عمر میں ذوق عشق و درد محبت جوان تھے۔

من اگر پیر شدم عشقِ جوان است هنوز

میں اگر چہ بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن میرا عشقِ جوان ہے

آپ کے شایان شان تھا جو کوئی آپ سے ملاقات کرتا اس سے آپ معارف آمیز اور محبت اور رموز و اسرار کہتے جو وجد و ذوق والے بیان کرتے کہ جس سے سینوں میں مسرتیں چھا جاتی تھیں خوش بیانی و خوش فکری کے ساتھ قصے، مشائخین کے حالات۔ ہندوستانی بادشاہوں کی تاریخ بڑے اچھے انداز میں بیان کرتے تھے۔ آپ جیسے بزرگ بہت کم ہوئے ہیں آپ گفتگو نہایت اطمینان کے ساتھ شیریں لطیف انداز میں کیا کرتے۔ محبت کی باتیں نہایت ذوق و شوق سے کہتے اور سنتے تھے اور اس وقت باہشتم نم آپ کی ایک حالت ہوتی تھی آپ نے بے انتہا سفر کئے۔ لوگوں کی صحبت حاصل کی۔ آپ تجربہ کار بزرگ تھے آپ کی ہمیشہ فقیروں، غریبوں اور مشائخ سے خوب مگر ما گرم صحبتیں جاری رہیں۔ ہندی اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہا کرتے تھے مدت تک ہندی زبان میں اشعار کہے۔

آپ کی نظموں کا مجموعہ پہچان اور جوت و زنجن بہت مقبول اور مشہور ہے ہندی زبان کی شاعری میں راجن اور فارسی میں مشتاق تخلص کرتے تھے۔ ۸۹۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰ ربیع الاول ۹۸۹ھ میں وفات پائی۔ میں (مصنف اخبارالاخبار) نے آپ کی تاریخ وفات یوں کہی ہے۔

مخدومی عارف زمان مشتاقے

دلے گفت بوقت نقل مشتاقِ ہم

حقے چو بتاریخ وفاتش مگر یست

نوک قلمش ہماں سخن کرو

اللہ آپ پر اور ہمارے تمام بزرگوں پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔ (آمین ثم آمین)

حضرت شیخ ابوالفتح جو نیپوری

آپ اپنے دادا قاضی عبدالمتقندر کے شاگرد اور مرید تھے۔ اپنے دادا ہی کے طریقہ پر گامزن تھے آپ زبردست فاضل اور عقلمند تھے اور انہی کی وصیت کے موافق ہمیشہ پڑھانے اور عوام کو فائدہ پہنچانے میں مشغول رہے۔ عربی زبان میں قصائد اور فارسی میں اشعار کہتے تھے۔

قاضی شہاب الدین سے اصول علم کلام اور فقہی مسائل میں اکثر مناظرے اور بحثیں ہوئی کالی بلی کے پسیدہ کو قاضی صاحب پاک اور ابوالفتح ناپاک کہتے تھے فقہی مسائل میں آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں آپ کی اولاد میں سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیخ ابوالفتح قوالیوں کی طرح بد زبان تھے دشمنوں کو گالی گلوچ دیتے اور ان پر غضبناک ہو جاتے تھے بہت ممکن ہے کہ مباحثہ کی صورت میں ان کی خود یہ حالت ہو جاتی یا وہ دیدہ و دانستہ دشمنوں کو برا کہتے ہوں اس کو اللہ ہی جانتا ہے مشہور ہے کہ ان کے گھر میں سونے کی بارش ہوا کرتی تھی اگرچہ یہ کہاو ت عام لوگوں کی زبان زد ہے لیکن انکے کسی خلیفہ نے یہ بات نہیں کہی اور انہوں نے اپنی کسی تصنیف میں بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ ان کی اولاد بھی اس واقعہ کی تصدیق نہیں کرتی۔ البتہ ان کی اولاد میں سے شیخ عبدالوہاب جو بڑے بزرگ آدمی ہیں ان کا بیان ہے کہ شیخ ابوالفتح نے اپنے دادا قاضی عبدالمتقندر کے ملفوظات جمع کیے ہیں جن میں لکھا ہے کہ قاضی شاہ جو قاضی المتقندر کے خلیفہ تھے انہوں نے ایک مرتبہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے پاس حاضری دی اور کہا کہ میں ایک دن قاضی عبدالمتقندر کے پاس گیا ان کے گھر تین دن سے فاقہ تھا جس کا تذکرہ بھی قاضی صاحب نے مجھ سے کیا۔ چنانچہ میں ان کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا۔ غم و عالم اور پریشانی کے عالم میں ابھی میں ان کے گھر میں کھڑا تھا کہ پندرہ بیس کافی سکہ رائج الوقت کی آسمان سے مجھ پر بارش ہوئی میں نے ان چاندی کے سکوں کو اکٹھا کیا اور ان کی خدمت میں پیش کر دیے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ اس پر وہ سخت ناراض ہوئے میں نے بے انتہا عاجزی کی کہ یہ قبول فرمائیے یا ان میں سے تھوڑے سے لے لیجئے جتنا میں نے اصرار کیا اتنا ہی ان کے غصہ میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور انہوں نے اس میں کوئی سکہ قبول نہ کیا۔ کیا نفری سکوں کی آسانی بارش یہ دراصل قاضی عبدالمتقندر کی کرامت تھی۔ کہتے ہیں کہ بعد کو قاضی عبدالمتقندر کے معتقدوں نے قاضی شاہ سے وہ نفرتی سکے ایک بڑی رقم کے عوض خرید لیے۔

فائدہ: ابوالفتح پہلے تو دہلی میں رہا کرتے تھے لیکن امیر تیمور کے ہنگامہ میں دہلی کے دوسرے بزرگوں بڑے لوگوں کے ساتھ جو پنور گئے اسی افراتفری کے زمانہ میں قاضی شہاب الدین بھی دہلی سے جو پنور پہنچے۔ شیخ ابوالفتح ۱۲ محرم ۷۷۷ھ میں بمقام دہلی پیدا ہوئے اور بروز جمعہ المبارک بتاریخ ۱۳ ربیع الاول ۸۵۸ھ میں وفات پائی۔

اللہ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حضرت شیخ تقی رحمۃ اللہ علیہ

کڑھ مانگہ رہیں رہا کرتے تھے پیشہ زراعتی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تقویٰ، برکات کرامات عطا فرمائی ہیں آپ کا نام لینے سے حشرات الارض کے کانے کا زہر فوراً اُتر جاتا ہے (گویا یوں سمجھیے کہ اولیاء کرام کو کیڑے مکوڑے اور موذی بھی مانتے ہیں) لیکن سانپ پکڑنے والوں میں مشہور ہے کہ آپ کا نام خاص طور پر سانپ کے کانے کا زہر اتارنے کے لیے بڑا ہی زوداثر ہے۔

حضرت سید شمس الدین طاہر رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ نور قطب عالم کے مرید اور نہایت بلند مرتبہ کے بزرگ تھے۔ شہر شہود کے رہا شی اور بڑی عمر کے بزرگ تھے۔ آپ کی عمر ڈیڑھ سو برس کے قریب تھی۔ حضرت معین الدین سے ارادت رکھتے تھے اور بہت محبت رکھتے تھے۔ اس کے باوجود کہ آپ کی عمر شریف بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ مگر بطور ادب و احترام آپ نے کبھی بھی اجیر شریف کی کسی گلی میں ناک کی ریشہ تک نہیں پھینکی اور نہ ہی کبھی کسی جگہ تھوکا۔ پیشاب و پاخانہ کا ذکر ہی بعید ہے۔ آپ شہر میں بلا وضو بھی داخل نہیں ہوتے تھے آپ نے اپنی اتنی طویل عمر میں مختلف اوقات میں ۱۲ شہروں میں رہائش اختیار کی۔ آپ اپنے کسی بھی شہر میں جاتے تو طہارت کا مکمل التزام فرماتے اور جب استنجاء کی حاجت ہوتی تو شہر سے باہر تشریف لے جاتے تاکہ شہر میں وضو نہ ٹوٹ جائے۔

حضرت شیخ عبداللہ شطاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد میں سے تھے ظاہری اور باطنی، دبدبہ و شوکت کے مالک تھے اپنے وقت کے زبردست مرشد تھے سلسلہ مظاریہ کے مخصوص و مشہور اشغال و اذکار کی تلقین

کرنے میں یگانہ تھے مشہور ہے کہ وہ نقارہ بجا کر آواز لگایا کرتے تھے جو طلب گار حق ہو وہ آجائے تاکہ اے اللہ کا راستہ بتا دوں جب مجلس میں بیٹھتے تو ہر طرف دیکھنے کے بعد کہتے یہاں کوئی تختہ سیاہ یعنی بد عقیدہ اور شک و شبہ کرنے والے نہ ہیں تاکہ اللہ کی باتیں کہا جاسکیں۔ آپ نے اپنے مشہور رسالہ شطاریہ میں سلسلہ شطاریہ کے اذکار و اشغال و مراقبہ لکھے ہیں رسالہ کی ابتداء میں شیخ شہاب الدین سہروردی تک اپنا نسب بھی درج کیا ہے۔

شیخ نجم الدین کبریٰ تک پانچ واسطوں کے ذریعہ آپ کا سلسلہ ارادت پہنچتا ہے۔

ﷺ: جب کوئی طالب حق آپ کے پاس آتا تو اس کے عقل و حواس کا امتحان لینے کے لیے اس کے پاس ایک مخلص روٹی دوسری کھانے کی روٹیوں کے ساتھ بھیجتے اور کسی کو مقرر کر دیتے کہ وہ دیکھے کہ آپ نے وہ مخصوص روٹی کھالی ہے یا چھوڑ دی ہے اگر وہ سب کھا لیتا تو یہ اس کی دانائی کی علامت تصور کرتے تھے اور اس کو باطنی ذکر و فضل کے لیے کوئی چیز عنایت فرماتے اگر یہ دیکھا جاتا کہ اس نے روٹی چھوڑ دی ہے تو اسے نادانی پر محمول کرتے اور کوئی وظیفہ یا دعا جو ظاہری حالت سے متعلق ہوتی سکھا دیا کرتے تھے۔

آپ کا مزار قلعہ مندومیں ہے۔ (اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے آمین ثم آمین)

حضرت شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ مائیک پور میں مقیم تھے آپ شیخ نور الدین قطب عالم کے مرید و خلیفہ اور اپنے وقت کے بڑے مشائخ ہوئے تھے علم شریعت و طریقت کے عالم تھے۔ رفیق العارفین آپ کے ملفوظات ہیں جسے آپ کے مریدوں نے جمع کر لیا ہے اس میں لکھا ہے کہ مریدوں کی پیروں سے متعلق وہی مثال ہے جیسے کپڑے میں پیوند ہے جو اصل کپڑے کے دھلنے کی وجہ سے کپڑے کے ساتھ خود بھی بالکل سفید ہو جاتا ہے جو فیض پیر کو حاصل ہوتا ہے وہ اس مرید کو بھی مل جاتا ہے اور اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔

اور جو کوئی اپنے پیر و مرشد کے فرمان پر عمل نہیں کرتا۔ وہ کسی درواچی مرید ہے یعنی وہ مرید ایک سفید کپڑے میں سیاہ پیوند ہے۔

اگرچہ پیر و مرشد کا فیض اس کے نافرمان مرید پر بھی ہوتا ہے لیکن اس کو اتنا فائدہ نہیں

پہنچتا تھا نفع ہونا چاہیے تھا۔ فیضِ رسانی کی دولت کوئی معمولی نہیں ہے ہر ایک پیر و مرشد میں فیضِ رسانی کی قوت و طاقت پوری طرح موجود رہتی چاہیے۔

حکایت: ایک مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک مینڈک بھدکتا ہوا مجلس کے قریب آگیا۔ یہ دیکھ کر ایک دانشور اس مینڈک کے پاس سے بھاگ کھڑا ہوا جس پر لوگ ہنسنے لگے اور انہوں نے پوچھا تم مینڈک سے کیوں ڈرتے ہو؟ اس دانشور نے کہا مینڈک سے میں نہیں ڈرتا البتہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ اس کے پیچھے کوئی سانپ آ رہا ہو اسی طرح اگر کوئی درویش کمزور ہو اور اس کا سلسلہ نہایت مضبوط ہو تو اس سے ڈرنا چاہیے کہ اُس کمزور درویش کے وجد وغیرہ کرانے کے ذریعہ اُس کے تمام شیخ و مشائخ پیرانِ کرام مغموم و رنجیدہ ہو جائیں گے۔

فائدہ: اپنے سر پر عامہ باندھنے اور خود رکھنے سے بہتر ہے روتے رہنا۔

ایک اونٹ کو جنگل میں چرتا دیکھ کر ایک چوہے نے کہا اے اونٹ اونٹ اور چوہے کا قصہ: تم کسی کے ہو رہو اونٹ نے جواب دیا میں تمہارا ہو گیا۔ ایک دن وہ اونٹ درخت کے ہرے ہرے پتے کھانے لگا تو اس کی ٹیکل ایک درخت میں پھنس گئی اور اونٹ عاجز ہو گیا اس نے اس بُرے وقت میں چوہے کو یاد کیا چنانچہ وہ چوہا اپنے دوسرے چوہوں کے ساتھ آیا اور سب نے مل کر درخت میں پھنسی ہوئی رسی کتر دی اس طرح اونٹ نے نجات پالی۔

یقین میدان کہ شیران شکاری

دریں رہ خواستد از مور یاری

”یقین جانو کہ شکاری شیر اس راستہ میں چیونٹی سے مدد چاہتے ہیں“

فائدہ: سالک ذکر و اشغال کے ذریعہ عاشق بن جاتا ہے اور فکر کرتے کرتے عارف ہو جاتا ہے۔
فائدہ: اللہ تعالیٰ کی برکتیں اچانک ہوتی ہیں اور اس دل تک جا پہنچتی ہیں اس لیے سالک کو منتظر رہنا چاہیے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

فائدہ: فراق کہاں ہے؟ وہ خود موجود ہے یا اس کا نور یا اس کا پرتو موجود ہے۔

حکایت: ایک درویش دوسرے درویش کے پاس گیا جو اس کو اپنے گھر میں لے گیا تھوڑی دیر بعد آنے والے درویش نے کہا یا اللہ یہ دیکھ کر گھر کے مالک نے اپنی بیوی کے سامنے چہرہ پر پردہ کھینچ دیا۔ بیوی نے خاوند سے اس دیر کے بعد پردہ کرنے کا سبب پوچھا تو خاوند نے کہا۔

جب یہ درویش آیا تھا۔ اس وقت اسے کچھ خبر نہ تھی اور یہ اپنا تھا۔ لیکن جب اس نے یا اللہ کہا۔ تو بیکانہ اور غیر ہو گیا کیونکہ یہ بے خودی سے ہوش میں آ گیا ہے۔

فرمایا کہ خلافت ملنے کے بعد سات سال تک میں فقیر رہا اور فاقہ کرتا رہا ہوں جب بھوک ستاتی تو پانی پی لیتا اور ذکر الہی میں مشغول ہو جاتا ایک دن میرا ایک لڑکا بھوک سے نڈھال ہو کر میرے پاس آیا اور رونے لگا اس وقت میری زبان سے صرف یہ نکلا۔

اے عجبا چوں توئی ہچومنی رانہ بس

”تعجب ہے کہ تو میرے جیون کیلئے کفایت نہیں کرتا۔“

اسکے بعد ایک شخص نے کھانے کا ایک بھرا ہوا دسترخواں بھیجا جس نے کبھی کوئی چیز نہیں دی تھی اور ایک دوسرے شخص نے تقریباً چالیس من عا ش بھیجے اس سے مجھ کو بے انتہا پشیمانی ہوئی کہ اس امداد کے لیے میری زبان کیوں کھلی؟ اپنی اس خواہش اور طلب پر میں عرصہ تک مارتا پیٹتا رہا۔

حکایت: مجھے اکثر کتابیں زبانی یاد تھیں۔ لیکن جب پیر و مرشد کے پاس پہنچا تو سب کچھ بھول گیا لیکن کتابی علوم کی بہ نسبت اب بدرجہا بہتر علم کا مالک ہوں جس کے ذریعہ ہر چیز کو اچھی طرح سمجھتا ہوں اس کے بعد اگر کوئی چاہے تو میں فقہ کی مشہور کتاب ہدایہ کو سلوک کی زبان میں کہہ سناؤں گا اس کے بعد فرمایا کہ والد بزرگوار مجھ سے پہلے بہت ناراض تھے کہ میں نے پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیا ہے یہ بات جب پیر و مرشد قطب عالم تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا فقیر کی یہ خواہش ہے کہ وہ اپنا مطہر ہے اور عقلمندوں کی آرزو یہ ہے کہ ہوش و حواس جمع رکھے۔ لیکن جوان مرد اور باہمت وہ ہے جو دونوں کام کرتا رہے اس کے بعد میں تھوڑا بیان کرتا رہا۔ لیکن اپنا کہا ہوا خود مجھے یاد نہیں ہے بولتے وقت سوچ کر کہتا اور سمجھ کر جواب دیتا تھا۔ مستی اور جذبہ کا یہ عالم ہوا کہ اللہ اللہ کہنا بھی دشوار ہو گیا۔ میں جب اللہ اکبر کہتا تو بے تاب ہو کر اتنا تر پتا کہ دیکھنے والے افسوس کرتے اور کہتے یہ نو جوان بڑا ہی سمجھدار اور عقلمند تھا ہائے دیوانہ ہو گیا۔ اسی کیفیت میں پیر و مرشد قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوا جو ہر منزل میں خواب میں کہتے میں تمہارے ساتھ ہوں غم نہ کرو۔ منزل منزل چلتے چلتے جب کشتی میں سوار ہوا تو میرے ساتھ ایک گدڑی والا فقیر بھی سوار ہوا۔ جب کشتی کنارہ پر پہنچی تو وہ فقیر پانی میں کود گیا اور کسی کو اس کا حال معلوم نہ ہوا۔ اس کے بعد میں نے پندرہ پہنچ کر پیر و مرشد کو حاضری دی تو اس گدڑی والے فقیر اور پیر و مرشد کی صورت یکساں پائی۔

راہ دانی کہ ملائک پہ اند
در رہ کشف ز کشف کم نیند

کیا وہ راہ جانتا ہے کہ جس کے در پہ ملائکہ ہیں کیونکہ کشف کی راہ میں وہ کشف سے کم نہیں۔
میں ابتداء صبح سویرے روزانہ پندرہ سپارچے پڑھتا پھر نماز چاشت تک وظائف مکمل کرتا۔
تفسیر مدارک میرے پاس رہتی ہے جب کسی لفظ کے مطلب و معنی سمجھنے میں دقت ہوتی فوراً تفسیر
اٹھا کر دیکھ لیتا۔ اس طرح تلاوت قرآن شریف میں بڑا ہی لطف آتا تھا۔ ایک دن غیب سے آواز
آئی۔ خوب پڑھتے ہو تو اسی طرح پڑھتے رہو۔

حافظہ: اگر کوئی مقام قطیبت میں پہنچ جائے تب بھی وہ تلاوت قرآن شریف نہ چھوڑے اور
کم از کم ایک سپارچہ تو ضرور ہی پڑھتا رہے۔

حافظہ: درویش کے پاس چار چیزیں ضرور ہونی چاہئیں، دو درست و صحیح اور دو ٹوٹی ہوئی۔ دین و
یقین درست اور پاؤں و دل شکستہ۔

حافظہ: لالچ کرنا بیماری ہے دست سوال دراز کرنا نزع و سکرات ہے اور دینے والے کو روکنا موت ہے۔
حافظہ: دنیا سایہ کی طرح ہے اور آخرت کی مثال آفتاب کی سی ہے۔ کوئی شخص کتنا ہی سایہ کو پکڑنا
چاہے کبھی اسے نہیں پکڑ سکتا۔ ہاں جو کوئی روشنی میں چلتا ہے وہ اپنے سایہ کو ساتھ ساتھ لیے چلتا ہے۔
ایسے بیٹھے نہ ہو کہ کھیاں چٹ کر جائیں۔

سب مل جل کر رہو اور کسی سے بھی کٹے نہ رہو۔

مرید ہونے کے بعد اپنے پرانے دشمنوں کے ساتھ نشست و برخاست نہ کر کیونکہ وہ بھٹکا
کر تمہاری راہ میں خلل ڈالیں گے۔

دلہیز پر بھی برسر راہ نہ بیٹھو شیطان صفت لوگ آکر تمہیں راستہ سے ہٹا دیں گے۔

حضرت مولانا جلال الدین مانکپوری

آپ شیخ حسام الدین مانکپوری کے دادا تھے بڑے عالم، عابد صالح اور پرہیزگار تھے کہتے ہیں
کہ نماز عشاء پڑھنے کے بعد آپ اسی وقت تک آرام کیا کرتے جب تک عام طور پر لوگ جاگتے
رہتے ہیں جب لوگ سو جاتے تو آپ اٹھ کر فجر کی نماز تک عبادت کرتے اور نفل پڑھا کرتے تھے

روزانہ آسمانیس بار سورۃ یس پڑھتے اور نماز چاشت کے بعد لوگوں کو مذہبی علوم پڑھایا کرتے۔ کتابت آپ کا ذریعہ معاش تھی قرآن شریف لکھ کر دہلی بھیجتے جو پانچ سو تک ہدیہ ہوتا۔ بغیر وضو ہاتھ میں کبھی قلم نہیں لیتے تھے جس زمانہ میں چوروں اور ڈاکوؤں کا شہر میں زور شور ہوتا۔ تو آپ اس خیال سے گوشت نہ کھاتے کہ شاید یہ چوری کے جانوروں کا گوشت ہوگا۔

حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفہ شیخ محمد کے آپ معتقد تھے شیخ محمد بہ بزرگ تھے جو ارشاد ہوں جیسا لباس زیب تن کرتے۔

سرمایہ داروں کی طرح رہتے اور بادشاہوں کے پاس آمد و رفت کیا کرتے تھے۔ حکایت: ایک دفعہ شیخ محمد مانکپور پہنچے ان سے ملنے کے لیے شہر کے قاضی اور ان کے صاحبزادے بھی آئے اور اپنے دل میں کہا۔ اگر یہ شیخ محمد ہمارے لیے چینی منگوا دیں تو ہم ان کو صاحب کشف و کرامات جانیں۔ ادھر شیخ محمد نے کہا اے مولانا جلال الدین! بعض لوگ ہمارا امتحان لینے آرہے ہیں تم تھوڑی چینی لے آؤ۔

قاضی صاحب وغیرہ جب حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے اپنی نسبت کے موافق مصری موجود پائی۔ یہ دیکھ کر شرمندہ ہوئے قاضی شہر نے کہا جناب والا غریب خانہ میں مہمانی قبول کر کے میزبانی کی عزت سے سرفراز فرمائیں اس پر شیخ محمد نے فرمایا۔ چالیس سال ہو گئے کسی قاضی کے گھر کھانا نہیں کھایا ہے جب یہ دیکھا کہ اس جملہ سے قاضی شہر دل شکستہ ہوا تو ارشاد ہوا آپ کے صاحبزادہ کے محکمہ انصاف (جج سیکشن) سے پنشن وغیرہ کچھ مقرر ہے؟ قاضی صاحب نے جواب دیا جی نہیں۔ تو فرمایا یہ لڑکا اپنی ملکیت سے کھانا فراہم کر لے تو ہم ضرور کھائیں گے۔

حضرت مولانا خواجہ رحمۃ اللہ

حضرت شیخ حسام الدین مانکپوری کے والد بزرگوار تھے بڑے مشہور دانا اور پرہیزگار تھے اکثر اوقات فاقے کیا کرتے تھے۔

فائدہ: ایک دفعہ تین دن سے فاقے ہو رہے تھے ایک شخص کوئی فتویٰ لینے آیا اور ساتھ ہی تھوڑا سا سونا بھی بطور نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے فتویٰ اس کے حوالے کیا۔ اور سونا اس کو واپس کر دیا اس سے آپ پر بڑے ناراض ہوئے۔ اسی دن مغرب کی نماز کے وقت ملک عین الدین مانکپور آئے

تھے۔ ایک دعا کے الفاظ سمجھنے میں انہیں کچھ دقت ہوئی۔ پوچھا یہاں کوئی عالم دین ہیں؟ آپ کے رفقاء وغیرہ نے کہا جی ہاں مخدوم مولاناہ خواجہ ایک دانابزرگ ہیں پھر اس نے مولاناہ کو بلوا کر اپنی پیش آمدہ مشکلات پیش کیں۔ آپ نے تمام حل کر دیں اس نے اتنا نقد رقم پیش کی جتنا پہلے والا فتویٰ پوچھنے شخص لایا تھا اور اتنا ہی زرقند کے ساتھ کپڑے اور کھانے کی چیزیں اضافہ کر کے مولاناہ خواجہ کی خدمت پیش کیں۔ مولاناہ نے گھر واپس ہو کر اپنے گھر والوں سے کہا میں نے ہمت کر کے مشکوک مال واپس کر دیا اللہ نے مجھے مال حلال طریقہ سے عطا فرمایا۔

شیخ کالو رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ حسام الدین مانکپوری کے مرید اور خلیفہ تھے آپ کا اصلی نام اگرچہ شیخ کمال تھا لیکن شیخ کالو کے لقب سے مشہور تھے بہت بڑے بزرگ اور صاحب ریاضت تھے آپ کا حزار کڑہ مانکپور میں ہے۔

حضرت مولانا شیخ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حافظ قرآن تھے اور مانکپور میں گوشہ نشین رہے بکثرت لوگ آپ کے پاس آتے تھے جو کوئی آپ کے لیے کھانا لاتا تو اس میں سے ایک لقمہ لیکر باقی اس کو واپس کر دیا کرتے۔ جب کوئی کا شکار آپ کے پاس آتا تو اس سے اسکے جانوروں اور کھیتی باڑی کے حالات پوچھتے۔

حکایت: شیخ حسام الدین مانکپوری کا بیان ہے میں نے مولانا شیخ سے پوچھا تم یہ کیا باتیں کہتے ہو؟ مولانا شیخ نے جواب دیا ان بیماروں کو علم سلوک و دیگر علوم سے کیا واسطہ۔ ان کی متعلقہ چیزوں کی گفتگو سے یہ خوش ہو جاتے ہیں اور اپنے گھر جا کر فخر سے کہتے ہیں کہ مخدوم نے ہم سے یہ پوچھا اور یہ فرمایا۔ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین ثم آمین)

شیخ علی پیر و گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ علاقہ گجرات میں تھے توحید کے ہر علم کے ماہر اور عالم تھے علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے نہایت عمدہ اور کارآمد کتابوں کے مصنف و مؤلف تھے آپ کی تفسیر رحمانی جو مختصر اور ہر تحقیق ہے جس میں قرآن کریم سے استخراج دیا ہے زوارف شرح عوارف بھی آپ کی تصنیف ہے خصوصاً

الحکم کی شرح بھی لکھی ہے جس میں ظاہر و باطن کو مطابق کرنے کی کوشش کی ہے رسالہ ادلۃ التوحید بہت ہی مختصر اور پاکیزہ مضامین کا حامل ہے اس کے علاوہ اور بھی اکثر کتابیں آپ نے تصنیف کی ہیں۔ رسالہ ادلۃ التوحید میں عقلی و قطعی دلائل جن میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے بڑے ہی دلچسپ اور تحقیق و باریک بیان پر رد قلم کیے ہیں اس رسالہ کے شروع میں آیات و احادیث لکھی ہیں جو نفس مضمون پر کافی روشنی ڈالتی اور انکے مطالب کو واضح کرتی ہیں جیسا کہ لکھا ہے یہ وہ دلائل توحید ہیں جو مکرین کے دلوں پر سے تردید کے پردے اٹھاتی ہیں اور تقلید کے شبہ قرآن کی ان آیات سے دور ہو جاتے ہیں: فَآيِنَّمَا تُولُوا فَتَعْمُ وَجْهَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔

”تم جہد رن کر واللہ تعالیٰ موجود ہے اور اس کا علم نہایت وسیع ہے۔“

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ۔

”دنیا اور ان کے نفسوں میں ہم اپنی علامات دکھاتے ہیں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے

کہ پروردگار ہی حق ہے۔“

أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔

”پروردگار عالم کی شہادت کیلئے یہ بہت کافی ہے کہ وہ ہر چیز پر گواہ ہے

أَلَا اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّعِطٌ۔

”وہ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں ہیں کبھی طرح جان لو کہ اللہ ہر چیز پر

احاطہ کیے ہوئے ہے۔“

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

”اللہ تعالیٰ ہی اول و آخر، ظاہر و باطن میں ہے اور وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔“

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ لَكِنْ لَا تَبْصِرُونَ۔ وَ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ

الْوَرِيدِ۔

”ہم تم سے تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں۔“

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ۔

”تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔“

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

”کائنات میں جو کچھ ہے سب فنا ہو جائے گا اور پروردگار صاحب جلال و اکرام باقی رہے گا۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ -

”اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا نور ہے۔“

عرب کے مشہور شاعر لبید نے خوب کہا ہے:

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلٌ -

”اللہ تعالیٰ کے علاوہ جو چیز ہے وہ فنا ہو جائے گی۔“

احادیث نبوی ﷺ جو سب سچی ہیں ان میں ہے:

نفل پڑھتے ہوئے بندہ اللہ سے بالکل قریب ہو جاتا ہے اور اللہ کو محبوب رکھنے لگتا ہے بندہ

جب اللہ کو محبوب ہو جاتا ہے تو وہ اس کی قوت سماعت بن جاتا ہے جس کے ذریعہ سنا ہے قوت

دید بن جاتا ہے جس کے ذریعہ دیکھتا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد رسول اللہ ﷺ

کی جان ہے اگر تم لوگ ذرا سی بھی اللہ سے پہلو تپی کرو گے تو اللہ کا غضب نازل ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیات و احادیث اور جمہور کے حالات اور طریقوں سے اگر لوگ اعتراض و

بے توجہی نہ برتیں گے اور شکوک و شبہات سے دور رہیں گے تو لازمی طور پر فوراً اللہ کی معرفت

حاصل کر لیں گے۔

شیخ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ جو پنور کے مشہور بڑے بزرگ تھے راہ الہی میں صادق اور مقامات عالیہ و حالات

مفیدہ کے علمبردار تھے آپ کی ولایت عظمت و کرامت پر سب متفق ہیں۔

آپ شیخ فتح اللہ اودھی کے مرید تھے آپ کے والد بزرگوار شیخ احمد عیسیٰ دہلی کے بڑے عزت

دار تھے۔

امیر تیمور کی آمد پر دہلی کے ہنگامہ کی وجہ سے دہلی کے اکثر معزز جو پنور چلے گئے جن میں شیخ

احمد عیسیٰ بھی شامل تھے۔ جس وقت امیر تیمور کا دہلی میں ہنگامہ ہوا اور آپ کے والد دہلی سے جو پنور

کی جانب روانہ ہوئے اس وقت شیخ محمد عیسیٰ کی عمر تقریباً سات آٹھ سال کی تھی سعادت ازلی اور

نظری استعداد کی وجہ سے شیخ فتح اللہ کے مرید ہوئے اور پیر و مرشد کے کہنے پر ایک مدت تک ملک العلماء قاضی شہاب الدین سے مذہبی و عقلی تعلیم حاصل کی۔

قاضی صاحب نے بحث امر تک اصول بزدوی پڑھائی تھی جس کی آپ نے شرح لکھی ہے علوم ظاہری سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد پھر پیر و مرشد کی خدمت میں باطن کے تصفیہ کے لیے حاضر ہو گئے۔ اور باطنی علوم پوری طرح حاصل کئے باطن میں اس قدر زیادہ مشغول ہو گئے کہ ظاہر کی کچھ خبر نہ رہی۔

کہتے ہیں کہ آپ کے کمرہ کے سامنے ایک درخت اُگا اور خوب بڑا ہو گیا۔ برسوں تک آپ کی اس درخت کے اُگنے اور اس کے بڑے ہونے کی خبر تک نہیں ہوئی ایک دن آپ کی نشت گاہ پر اس درخت کے پتے گرے پوچھا یہ پتے کہاں سے آگئے؟ لوگوں کی اطلاع پر اس وقت معلوم ہوا کہ کمرہ کے دروازہ ہی پر ایک درخت اُگ آیا ہے اور بڑا ہو گیا ہے غرضیکہ شیخ محمد عیسیٰ ہمیشہ مراقبہ میں رہا کرتے تھے جسم کی تمام ہڈیوں کے ساتھ گردن کی ہڈیاں تک ابھر آئی تھیں ٹھڈی اور سینہ اندر کی طرف گھس گئے آپ کا مزار جو پنور میں ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے آمین ثم آمین۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے اوصاف کی شہرت بیان کی محتاج نہیں۔ آپ کے زمانہ میں اگرچہ بڑے بڑے مشہور عقلاء موجود تھے۔ جو آپ کے استاد اور آپ کے ہم عمر تھے لیکن اللہ نے جو شہرت و قبولیت آپ کو دی وہ آپ کے کسی ہم عمر کو نہ ملی۔ آپ کی تصنیفات میں سے ایک مشہور کتاب کافہ کا حاشیہ ہے جو اپنی لطافت و متانت میں بے مثل ہے جو آپ کی زندگی ہی میں پوری دنیا میں کافی مشہور ہو گیا تھا۔ علم نحو میں آپ نے ایک اور کتاب لکھی جس میں تغیرات کے تحت کے مثالیں دی ہیں اور ایک خاص نئی ترتیب سے یہ کتاب لکھی ہے اس کی عبارت نہایت لطیف و متین اور بے مثل ہے علم بلاغت میں قرین اور ”بدیع البیان“ لکھی ہے جس میں جمع کو پیش نظر رکھا ہے فارسی زبان میں قرآن کریم کی تفسیر مواج کے نام سے لکھی ہے جس میں بیان ترکیب و معنی وصل و فراق تحریر کئے ہیں اس میں بھی جمع کے تکلفات موجود ہیں یہ نہایت عمدہ مختصر اور پاکیزہ ہے بحث امر تک اصول

بزدوی کی شرح اور دوسری کتابیں عربی تحریر کئے ہیں فارسی میں شعر بھی کہتے تھے ایک بادشاہ کے نام ایک لوٹری کی ضرورت کے لیے آپ نے یہ قطعہ لکھا ہے جو بہت مشہور ہے۔

ایں نفس خاکسار کہ آتش سزائے اوست
پُر بادِ اُشت لائق ہے آبِ کردن است
یک کس چناں فرست کہ پا بر سرِ مہد
ریزد ہمہ منی و تکبر کہ درمن است

آپ نے ۸۳۸ھ میں وفات پائی آپ کا مزار جو پور میں ہے قاضی شہاب الدین نے اپنے رسالہ مناقب السادات میں لکھا ہے میں نے اس رسالہ میں اہل بیت سے عقیدت و محبت تحریر کی ہے جو سرمایہ سعادت اور انشا اللہ آخرت میں موجب نجات ہوگا۔

اس کتاب کی تصنیف کے متعلق مشہور ہے کہ اس زمانہ میں ایک سید اجل بہت بڑے بزرگ اور سید تھے لیکن علم و فاضل کے زیور سے دور تھے شاہی محفلوں میں ان سے اور قاضی سے اول و آخر نشست و درجہ وغیرہ کے بارے میں کچھ ٹکرات تھیں قاضی شہاب الدین پہلے علماء کی فضیلت کے قائل تھے اور عبوری سید کو دوسروں پر اور علماء پر مقدم کرتے اور انہیں ترجیح دیتے تھے لیکن پھر غیر سید کو عالم کے برابر کہنے لگے بالآخر کار قاضی صاحب نے اس بارے میں ایک رسالہ لکھا۔ کہ ہمارا عالم ہونا متحقق اور یقینی ہے اور سادات کا سید ہونا مشکوک ہے اس لیے تم پر ہم کو ترجیح حاصل ہے قاضی شہاب الدین کی اس کتاب کے الفاظ آپ کے ایک استاد کو بڑے معلوم ہوئے اور وہ ان سے کبیدہ خاطر ہو گئے تو قاضی شہاب الدین نے پھر اپنے خیالات سے توبہ کر کے سادات کے مناقب و فضیلت میں کتاب مناقب السادات لکھی۔ اور پہلے جو کہا یا لکھا تھا۔ سب سے معذرت خواہی کی ہے بعض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے قاضی شہاب کو تنبیہ فرمائی اور سید اجل کو راضی کرنے کا شوق دلایا۔ اس خواب کے بعد قاضی شہاب الدین نے سید اجل کے پاس جا کر معذرت کی اور توبہ کی اور پھر مناقب السادات لکھی اللہ خوب جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے آمین ثم آمین۔

قاضی نصیر الدین گنبدی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ایک دانش ور اور درویش تھے دنیا کی کسی چیز سے نہ تعلق رکھتے اور نہ اہل دنیا کی جانب متوجہ ہوتے۔

فاقہ ہی فاقہ: آپ کے طالب علم آپ کی خانقاہ کی زنجیر اس خوف سے پکڑ کر کھڑے ہوتے تھے کہ فاقہ نقاہت و کمزوری کے باعث کہیں زمین پر گر نہ پڑیں۔

حکایت: قاضی شہاب الدین نے اپنی کتاب حاشیہ کافیہ لکھ کر قاضی نصیر الدین گنبدی کے پاس بھیجی اور التماس کی کہ اس میں مزید تحریر فرمادیجئے تاکہ اور بھی زیادہ فائدہ و نفع رساں ہو جائے۔ قاضی نصیر الدین نے اشکال باطنی یا بحث و تکرار کے سد باب کے لیے اس کتاب پر اجمالی نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ آپ نے ماشاء اللہ خوب لکھی ہے اس میں ہمیں مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ہے قاضی نصیر الدین گنبدی کا مزار بھی جو پور میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے آمین۔

شاہ میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ

آپ ایک واسطہ سے میر سید محمد گیسو دراز کے مرید اور کامل درویش تھے علاقہ مندو میں آپ کے زمانہ میں آپ جیسا بزرگ کوئی اور نہ تھا۔ آپ علاقہ مندو کے ولی تھے۔ آپ کی عمر ایک سو بیس برس تھی۔ اور آپ کے پیرومرشد ڈیڑھ سو سال کے تھے۔

فائدہ: رجب کے مہینے کے شروع سے دسویں عرم تک اعتکاف بیٹھے رہتے تھے اور کمرہ کے دروازہ کو پتھروں سے چنوا دیا کرتے تھے ان چھ مہینوں میں کچھ نہ کھاتے تھے۔ البتہ افطار کے وقت تھوڑا سا پانی پی لیا کرتا تھے۔

چھ ماہ کے اعتکاف کے بعد جب حجرہ سے باہر نکلتا چاہتے تو حجرہ کے اندر سے زور سے چیختے تاکہ کوئی آدمی سامنے نہ رہے وگرنہ آپ کی نظر اُس پر پڑ جاتی تو وہ ایک دو دن تک بیہوش پڑا رہتا۔

فائدہ: شہر کے قاضی آپ کی کرامتوں اور بزرگیوں کے منکر تھے اور اکثر آپ سے احتساب کرتے رہتے تھے ایک دن آپ کے حجرہ سے نکلتے وقت قاضی شہر آپ کے کمرہ کے سامنے موجود تھا آپ کی نظر جو قاضی پر پڑی تو قاضی بے خود ہو کر بیہوش ہو گیا۔

فائدہ: قاضی شہر ایک دن شاہ میاں جیو سے احتساب کرنے کے لیے ڈولی پر سوار ہو کر آپ کے

مکان پر آیا۔ شیخ کے دروازہ پر جب پہنچا تو شیخ کو اطلاع کی گئی شیخ نے اپنے حجرے کی کھڑکی سے قاضی کو دیکھا تو اسی وقت کہاروں کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور قاضی کے ہاتھ سے دُڑھ کر پڑا قاضی مذہب کا بڑا پکا تھا اُس نے زمین پر سے دُڑھ اٹھالیا اور شاہ میاں جیو کے حجرہ پر چڑھنے کا ارادہ کیا شیخ خود ہی حجرہ سے اترے قاضی کا ہاتھ پکڑ کر حجرہ پر چڑھ گئے قاضی کی نظر شراب کی بوتل پر پڑی۔ تو اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ شیخ نے پیالہ بھر کر قاضی کو دیا وہ خالص چینی کا شربت تھا۔ اس کے باوجود بھی قاضی نے وہ شربت کا گلاس نہ پیا۔ اور نیچے اتر آیا۔ اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔

حضرت شیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ فرید بن عبدالعزیز شیخ سے شیخ حمید الدین صوفی ناگوری کی اولاد میں سے ہیں اور صاحب مقام تھے علوم ظاہری و باطنی کے کامل و جامع تھے کتاب دُہن جو مصباح کی شرح ہے آپ کی تصنیف ہے ناگور سے کافروں کی فرقہ پر دازی کی وجہ سے آپ گجرات چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرے۔

خواجہ حسین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی شیخ حمید الدین صوفی ناگوری کی اولاد میں سے ہیں بڑے بزرگ صاحب مقامات عالیہ کرامات علم شریعت طریقت اور حقیقت کے جامع تھے تمام ناگوری آپ کی دلائت اور عظمت کا اقرار کرتے تھے ذوق کامل عشق تمام اور کافی بڑے علم کے مالک تھے زہد و پرہیز گاری میں مشہور تھے شیخ وحید کی اولاد شیخ کبیر کے مرید تھے گجرات میں مدت تک اپنے پیرومرشد کی خدمت کرتے رہے اپنی ذاتی محنت اور عطیہ کی بدولت علوم حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن واپس آئے عرصہ تک خواجہ معین الدین چشتی کے مزار کے نگار رہے اور اللہ کی عبادت کرتے رہے جن دنوں اجمیر میں ویرانی تھی اور اس کے آس پاس شیرزوں کی کچھاریں تھیں اور خواجہ چشت کے مزار پر گنبد وغیرہ نہ تھا تو سب سے پہلے آپ نے خواجہ چشت کے روضہ پر عمارت بنانے کا ارادہ کیا اور خواجہ اجمیری کی تعلیم اور ارباب یقین کے طریقوں کی تکمیل کی۔ آپ نے ایک تفسیر بھی لکھی ہے جس نام نور الہی ہے جس میں ہر پارہ کی علیحدہ علیحدہ تفسیر ہے اور ہر ایک کی ایک ایک جلد بنوائی اس تفسیر میں حاصل

زاکب اور قرآن کریم کے وہ معنی جو دوسری تفسیروں میں ہیں تفصیل کیساتھ آسان زبان میں بیان کئے ہیں قسم ثالث مفاح کی بھی شرح لکھی ہے اس کے علاوہ اور بھی کتابیں تصنیف کی ہیں یہ بھی ہے کہ سوانح شیخ احمد غزالی کی بھی شرح لکھی ہے رسول اکرم ﷺ کی محبت میں محو و مستغرق تھے۔ اپنا گھریا، کنواں، باغ سب کچھ سرور عالم ﷺ کے نام پر وقف کر دیا تھا۔

عرس کی تقریب اور کرامات: خواجہ حسین ناگوری نے اپنے دادا کا عرس کیا۔ اور کھانا

پکوا کر لوگوں میں تقسیم کیا۔ اپنے حصہ کا کھانا اپنے انظار کے لیے اٹھا رکھا۔ ناگور والے بھی اس عرس میں چاول ساگ پکواتے اور دہنی کیساتھ تقسیم کیا کرتے تھے ان کے پاس کا کھانا بھی آپ نے اپنے حصہ کا لیا کا اور یہ سب اکٹھا کر کے ایک برتن میں شام کو افطار کے وقت کھانے کے لیے رکھ دیا۔ اتفاقاً غیب سے چار آدمی آئے جنہیں کسی نے دیکھا نہیں تھا۔ اور نہ انہیں کوئی پہچانتا تھا۔ یہ چاروں کوڑھ کے مریض تھے ان چاروں کو اتنا سخت کوڑھ تھا کہ ان کی انگلیوں سے خون و پیپ ٹپک رہا تھا ان چاروں نے آکر خواجہ حسین ناگوری سے کھانا مانگا۔ خواجہ نے جو کھانا اپنے انظار کے لیے رکھا تھا۔ وہ ان چاروں کو دے دیا۔ ان چاروں نے اس برتن سے کھا کر تھوڑا سی برتن میں چھوڑ دیا اور خواجہ حسین سے کہا کہ یہ تم کھا لینا۔ چنانچہ خواجہ حسین ناگوری نے حال و صدقہ کے پیش نظر وہ پس خوردہ سب صاف کر لیا۔ اس دن کے بعد سے خواجہ حسین کو ایک نئی چیز حاصل ہو گئی۔ یعنی علم معرفت نصیب ہو گیا۔

ﷺ: ناگور والوں کی طرح خواجہ حسین کے پاس بھی ایک گاڑی تھی جس پر سوار ہو کر خود ہی بیلوں کو ہانکتے تھے گاڑی کے بیلوں کی خود ہی نگہداشت کرتے اور پچھنے پرانے کپڑے پہنا کرتے تھے۔

انکی اولاد میں سے ایک بزرگ شیخ عبدالقادر فقیر ملک دہلی آیا۔ جس کے پاس خواجہ حسین ناگوری کے اکثر تبرکات تھے اس کے پاس آپ کی پگڑی، کرتہ اور پانجامہ بھی تھا۔ ان کپڑوں میں سے ایک کی قیمت ایک پیسہ فی گز ہوگی (مصنف کتاب اخبار الاخیار نے ان چیزوں کو اس شخص کے پاس خود دیکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تبرکات کا سلسلہ بہت پرانا ہے)

ناگوری کے کرامات: ایک دن خواجہ حسین ناگوری پر سماع کی حالت طاری ہوئی آپ اس حالت میں جنگل کی طرف کھڑے ہوئے۔ ایک شخص بھاڑو سینے والا آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا وہ اور کچھ اقوال بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلے گئے یہ تو

مسلم ظاہری و باطنی پاکیزگی حاصل کر چکا تھا۔ ناگور شہر کے باہر ایک بڑا گہرا حوض ہے خواجہ حسین اس حوض میں بحالت جذب اس طرح چلنے لگے جیسے کوئی زمین پر چلتا ہے خواجہ صاحب کے پیچھے یہ نو مسلم بھی اس حوض میں تھوڑی دور چلا اور پھر کھڑا ہو گیا۔

خواجہ حسین کو سلطان غیاث الدین خلجی نے ’موئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرامات:‘ جو مندو کا بادشاہ بھی تھا بہت بلایا لیکن آپ

اس کے پاس نہ گئے۔ ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین خلجی کے پاس موئے مبارک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لایا گیا۔ لوگوں نے کہا اگر موئے مبارک کی اطلاع خواجہ حسین کو مل جائے تو بے اختیار وہ لوگ یہاں آجائیں گے چنانچہ سلطان نے خواجہ حسین کو موئے مبارک کی اطلاع دی تو آپ اسی وقت مندو کا احرام باندھ کر نہایت ذوق و شوق سے درود شریف پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے اور جب مندو شہر کے قریب پہنچے تو سلطان اپنے شاہی اعزاز کے ساتھ آپ کے استقبال کے لیے شہر پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ایک غبار آلود شخص پرانے کپڑے پہنے خود ہی بیل گاڑی ہانکتا چلا آ رہا ہے وہ سمجھا کہ شیخ خواجہ حسین ناگوری کوئی اور ہوں گے جب لوگوں نے کہا کہ شیخ یہی ہیں تو اس نے آپ کی مزاج پرسی کرنا چاہی لیکن شیخ کو موئے مبارک کی زیارت کے اشتیاق میں فرصت کہاں تھی۔ وہ تو خود بخود ہو رہے تھے کہتے ہیں موئے مبارک پر خواجہ حسین کی نظر پڑتے ہی وہ اڑ کر خود آپ کے ہاتھ میں آ گیا پھر سلطان آپ کو اپنے والد کی قبر پر لے گیا۔ اور ان کے لیے دعائے خیر کی درخواست کی آپ نے دعا فرمائی اور کشف کے ذریعہ صاحب قبر کا جو حال تھا وہ بیان کیا۔ سلطان نے آپ کو بیش قیمت تحفے دینا چاہے لیکن آپ نے کوئی بھی قبول نہیں کیا۔ کہتے ہیں یہ تحفے دیکھ کر خواجہ حسین کے ایک صاحبزادہ کو دل ہی دل میں ان کی جانب رغبت ہوئی۔ شیخ نے اپنے کشف کے ذریعہ یہ حالت معلوم کر کے فرمایا: یہ سانپ ہیں اور سانپ کو کوئی نہیں پاسکتا جب لڑکے کو دیکھا کہ وہ بیش قیمت تحائف کی رغبت دل میں رکھتا ہے تو فرمایا بیٹے ان میں سے تمھوڑا سالے لو۔ خواجہ بزرگ اور اپنے دادا کے مزارات کی عمارت بنوانے پر خرچ کر دینا۔ کہتے ہیں کہ خواجہ حسین کے ان صاحبزادوں کو سوا مندو کی دولت کے پھر کبھی کسی جگہ دولت ہاتھ نہ آئی۔ خواجہ حسین ناگوری کے مزار کے اوپر عمارت سلطان غیاث الدین خلجی نے خود بنوائی ہے البتہ آپ کے روضہ کا دروازہ سلطان کے بعد مندو کے دوسرے بادشاہوں نے بنوایا ہے۔

شیخ حمید الدین صوفی ناگوری کے دروازہ اور روضہ کی عمارت جو ناگوری میں ہے وہ اور مقبرہ ناگوری کی چار دیواری بھی سلطان محمد تھلک نے بنوائی ہے۔

حضرت شیخ احمد مجد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بزرگ تھے علوم شریعت و طریقت میں کامل پرہیز گاری اور تقویٰ میں یکتا۔ ذوق اور وجد و حال کے مالک تھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بڑی جانبازی دکھاتے۔ دنیا والوں کی آپ کے سامنے کوئی عزت نہ تھی۔ آپ کی مجلس حضرت سفیان ثوری کی طرح تھی۔ آپ خوبہ حسین ناگوری کے شاگرد اور مرید تھے۔

مانندہ: اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم پر حاتے تھے نارنول (گجرات) میں پیدا ہوئے اور اجمیر میں پرورش پائی۔ آپ کا مزار ناگوری میں ہے آپ کے والد قاضی مجد الدین بن قاضی تاج الافاضل بن شمس الدین شیبانی تھے اور یہ اسامہ اعظم کے ساتھی تھے قاضی مجد الدین کے سات بیٹے ہوئے۔ جو سب کے سب دانشور، متقی، دیاندار اور علماء تھے جن میں سب سے بڑے صاحبزادے شیخ احمد مجد شیبانی تھے جو علم و عمل میں سب سے زیادہ برتر و اعلیٰ تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں علماء سے بحث کرتے اور عربی و فارسی میں تقریر کرتے تھے بادشاہوں اور امیروں کی مجلسوں میں جاتے اور کھل کر گفتگو کرتے۔ جوانی ہی میں حسین ناگوری کے مرید ہوئے۔ اس کے بعد مبادیہ اور بادشاہوں کے پاس جانے سے توبہ کر لی۔ علم طریقت اپنے پیر و مرشد سے حاصل کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں نارنول سے اجمیر آئے۔ اور ستر سال تک یہاں پر پرہیز گاری اور ریاضت اور نیک کاموں میں عمر بسر کی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں۔ امیر فقیر اپنے اور غیر سب آپ کے نزدیک برابر تھے کبھی طرف داری سے کام نہیں لیا۔

ہکایت: شیخ احمد مجد کہتے تھے ایک مرتبہ میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ مد معاش کے لیے مندو گیا اس زمانہ میں کم عمر تھا۔ شیخ محمود دہلوی وہاں کے شیخ الاسلام تھے۔ اور تمام علماء کے صدر تھے۔ نماز میں امام سے پہلے انہوں نے اللہ اکبر کہہ کے ہاتھ باندھے لئے۔

نماز سے فراغت پا کر ان کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے کسی نے بھی ان سے کچھ نہ کہا۔ میں نے جب دیکھا کہ کوئی اُن سے کھ نہیں کہہ رہا ہے تو میں آگے بڑھا اور شیخ الاسلام سے

کہا۔ آپ کی نماز نہیں ہوئی۔ کیونکہ امام کی تکبیر سے پہلے ہی آپ نے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لئے مندو کی شاہی رسم یہ تھی۔ کہ لوگ اچھی طرح زمین کی طرف جھک کر اور اپنا انگوٹھا زمین پر رکھ کر شیخ الاسلام کو سلام علیک کہا کرتے تھے لیکن شیخ احمد مجد اور قاضی اور لیس دہلوی جو دونوں زبردست عالم تھے یہ دونوں شاہی رسم کے موطابق اس لئے سلام نہیں کرتے تھے۔ کہ یہ بدعت ہے بلکہ یہ دونوں السلام علیکم کہتے اور بادشاہ وقت کے برابر بیٹھتے تھے بادشاہ وقت نے انصاف کی خاطر قاضی اور لیس کو اجیر کا قاضی بنایا اور چار گاؤں انعام میں دیئے اور فتویٰ دیئے کا کام (جو شیخ احمد مجد کے بزرگوں میں چلا آتا تھا) آپ کے حوالہ کیا۔ یعنی شیخ احمد مجد کو مفتی بنایا۔

معمولات شیخ مجد: شیخ احمد مجد کو خاندان نبوی سے بے انتہا الفت و محبت تھی۔ اپنے پیرو مرشد کے دستور کے موافق دسویں محرم اور بارہ ربیع الاول کو نئے دھلے ہوئے کپڑے زیب تن نہ کرتے۔ اور ان راتوں میں زمین پر سویا کرتے اور سادات کے قبرستان میں اعتکاف کرتے۔ اور دن کے وقت زیادہ سے زیادہ سرور عالم ﷺ کو ازواج مطہرات کے نام پر لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ دسویں محرم کو نئے لوئے شربت سے بھر کے اپنے سر پر رکھ کر سادات کے گھر جاتے اور تہمتیوں و فقروں کو پلایا کرتے۔ دسویں محرم کو اتار دتے گویا سانچہ کہ ہلا ان کی آنکھوں نے دیکھا ہے۔ جب اس کے شہر کے دستور کے موافق یہاں کی لڑکیوں اور خواتین کے رونے کی آواز آپ کے کان میں آتی۔ تو بیخود ہو جاتے اور خون کے آنسو رو دتے تھے۔

صحابہ کرام اور تمام مشائخ کی فاتحہ خوانی حتی الامکان ترک نہ کرتے قوالی سننے کے عاشق تھے۔ لیکن خود قوالی نہیں کراتے تھے قوالی میں کبھی وجد و حال نہ لاتے۔ مجالس محرم کبھی نہ کرتے عام طور پر کم قیمت کا لباس پہنتے اور ایسے کپڑے نہ پہنتے جو بہت زیادہ صاف دھلے ہوئے ہوں اکثر اوقات صرف ٹوپی پہنے رہتے البتہ نماز کے علاوہ طبعی حرارت کے پیش نظر زیادہ تر سر پر غماہ باندھتے ہاں اگر ایک عمدہ غماہ اور ایک نفیس پوشاک ہمیشہ تیار رکھتے۔ جو نماز جمعہ اور عیدین میں استعمال فرماتے اگر کوئی بڑا دنیا دار آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اس وقت بھی نہ قیمتی لباس پہن کر غماہ باندھ لیا کرتے تھے۔

مجلس میں شیروں کی طرح بیٹھتے۔ اللہ (جل جلالہ) و رسول الہم ﷺ کے احکام پوری ہیبت و عظمت کے ساتھ اس طرح بیان فرماتے کہ بادشاہوں کا پتہ پانی ہو جاتا۔ اپنے مریدوں

سے فرماتے دنیا والوں کے ذریعہ دین والوں کو ذلیل نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ دنیا والے صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں شیخ اپنے زمانہ میں شہر کے فقیروں اور مجذوبوں کی بہت عزت کرتے تھے۔ آپ جب کبھی سواری پر کہیں جا رہے ہوتے اور راستہ میں کوئی مجذوب دکھائی دیتا تو سواری سے اتر کر اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو جاتے وہ مجذوب جو کچھ کہتا آپ اس پر عمل کرتے اگر کوئی آپ کے سامنے کسی کی غیبت کرنا یا ناشائستہ باتیں کرتا۔ تو اس سے فرماتے بابو خاموش ہو جاؤ اگر کوئی آپ کا نام آپ کے سامنے عزت و احترام سے لیتا یا جیسا کہ عام طور پر مریدوں کا قاعدہ ہے تو آپ چشم پر خم ہو کر فرماتے احمد موسیٰ زیانکار کو یہ القاب سزاوار نہیں۔

ہکایت: خواجہ حسین کو بھی اپنی تعریف اچھی معلوم نہیں ہوتی تھی اگر کوئی ان کے پاس آ کر ان کی تعظیم کرتے تو وہ کہا کرتے تھے ملا حسین تو رانک ہے۔

مانندہ: رانک کہنے کو کہا جاتا ہے اور یہی آپ کا بھی دستور تھا۔

عشق رسول اللہ ﷺ: اگر کوئی آکر کہتا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے تو آپ دور زانو ہو کر ادب سے بیٹھ جاتے اس کا پورا جواب

سننے اور اس کے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے اس کے دامن و آستین کو اپنے منہ پر ملواتے اور آنے والا جس مقام پر خواب دیکھتا وہاں خود میپے اور اس جگہ کو بوسہ دیتے۔ وہاں کی خاک و گرد وغبار کو اپنے چہرہ اور بالوں پر ملتے اگر وہ مقام پتھر ہوتا تو اس پتھر کو ڈھلواتے اور اس پانی کو پیتے اور اپنے اوپر گلاب کی طرح چھڑکتے۔

تعمیم سادات: اگر کسی سید سے کسی کی لڑائی بھڑائی ہوتی تو آپ اس کے پاس خود جاتے اور اس کی خوشامد کر کے سید کی بات اونچی رکھتے اور فرماتے کسی سید کو غلط باتیں نہ کہو بلکہ ہمیشہ مروت سے پیش آیا کرو۔

ہکایت: جب اجیر میں خوب افراتفری ہوئی اور زبردست ہت پرست رانا ساٹگانے مسلمانوں کے مقابلہ میں قلعہ اجیر پر قبضہ کر لیا اور اکثر مسلمانوں کو شہید کر دیا تو اس واقعہ سے سات دن پہلے شیخ احمد مجد نے بحکم خواجہ معین الدین چشتی شہر سے باہر نکل کر شہر کے تمام مسلمانوں کو خبردار کیا اور کہا اس شہر پر کچھ جلال و قہر الہی کی نظر میں دکھائی دے رہے ہیں اور خواجہ معین الدین چشتی کا حکم ہے کہ مسلمان اس شہر سے باہر چلے جائیں غرضیکہ آپ پیر کے دن ۹۲۲ھ کو مسلمانوں کی ایک

چھوٹی سی جماعت کے ساتھ اجیر سے باہر چلے گئے اور پھر دوسرے پیر کے دن اجیر پر کافروں نے حملہ کر دیا اور پورا شہر تباہ کر دیا۔

آپ اٹھارہ سال کی عمر میں اجیر آئے جہاں تقریباً نوے برس کی عمر تک رہے اس کے بعد نارتور میں تین چار سال رہے۔

ملفوظ: نارتول میں ایک دن ایک مجذوب آپ کے پاس آیا اور اس نے کہا احمد آپ کو آسمان پر بلایا جا رہا ہے اپنے پیر و مرشد کے پاس جاؤ آپ نے خود بھی اسی رات اسی طرح کی ایک چیز دیکھی۔ چنانچہ آپ فوراً ناگور روانہ ہو گئے اور تھوڑے دنوں بعد دنیا سے فانی سے دار بقا کی جانب کوچ کر گئے۔ کہتے ہیں کہ نزاع کی حالت میں جب ذرا سافا فہم ہوتا تو اس کو آپ ہاتھ اٹھا کر تکبیر تحریر کہتے اور پھر بے خود ہو جاتے۔ اس حالت میں اللہ اکبر کہتے ہوئے ۲۵ صفر ۹۱۷ھ کو جاں بحق ہوئے۔

مخدوم بزرگ سلطان التارکین کے روضہ میں اپنے پیر و مرشد کے پائیں مدفون ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات آپ کے مرید ملا نارتول نے لکھی ہے جو مرد صالح مقبول خاص و عام معتقد مشائخ اور اس کا علاقہ مورخ ہیں۔

نظر بستہ بود احمد مجدد شمیمال

زودن خزل ہجو زاہد ز شاہد

کہ تاریخ آن پیر خود نارتولی

بر آور داز جملہ شیخ زاہد

حکایت: نارتول کا ایک مشہور شاہی رئیس اپنے کمزور بھائیوں سے دشمنی رکھتا تھا جو آپ کا مرید ہوا۔ ایک دن یہ رئیس اپنے سر پر پانی بھری ہوئی صراحی رکھ کر شیخ احمد کی خانقاہ کی جانب روانہ ہوا۔ شہر بھر میں شور مچ گیا کہ فلاں رئیس اپنے سر پر پانی لئے شیخ احمد کی خانقاہ جا رہا ہے شیخ احمد نے جب اس رئیس کو اپنی خانقاہ میں اس حالت کے ساتھ دیکھا تو فرمایا ابو تمہارے صرف اس کام سے احمد مجدد خوش نہیں۔ جاؤ اپنے بھائیوں کا جھگڑا ختم کر کے پہلے ان کو خوش کرو تو میں بھی تم سے خوش ہو جاؤں گا۔

اس کے بعد اس رئیس نے شاہی دربار میں آمد و رفت کم کر دی۔

معمولات: شیخ احمد آدھی رات کو خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر جاتے وہاں تہجد پڑھتے اور پھر اس وقت سے چاشت کی نماز تک کسی سے گفتگو نہ کرتے چاشت کی نماز

کے بعد مذہبی علوم پڑھاتے اس کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتے ظہر سے عصر تک وظیفہ جات اور نماز عصر کے بعد لوگوں کو تفسیر مدرک پڑھاتے اور اسے تفصیل سے بیان کرتے۔ تفسیر مدرک میں جہاں جہان عذاب کا تذکرہ آتا وہاں اس طرح گریہ زاری کرتے جیسے قوالی میں صوفی آہ و بکاغ کرتے ہیں کثرت گریہ کے باعث آپ نے وہی طریقہ رکھا تھا۔ جو خواجہ حسین ناگوری اور شیخ مید الدین ناگوری صوفی کا تھا۔ آپ نے ستر سال تک اجیر میں اسی طرح زندگی بسر کی۔

ہکایت: شیخ احمد مجد جب اپنے مکان سے خواجہ چشت خواجہ شیخ کے روضہ پر جاتے تو روضہ کا دروازہ خود بخود کھل جاتا۔ جب یہ بات لوگوں میں عام ہو گئی تو ایک آدمی اس سربستہ راز کے معلوم کرنے کے لئے ایک رات آپ کے پیچھے پیچھے چلا۔ شیخ احمد جب روضہ پر پہنچے تو روضہ کھلا اور آپ اندر چلے گئے۔ اس شخص نے بھی اندر جانا چاہا لیکن دروازہ کے دونوں پٹ اس طرح بند ہو گئے کہ یہ شخص ان میں دب گیا۔ دونوں پٹ میں دبنے کی تکلیف برداشت نہ کر کے اس شخص نے کہا۔ شیخ احمد مجھ میاں جیو میں توبہ کرتا ہوں چنانچہ دروازہ ڈھیل پڑ گیا۔

مولانا محمد نازنوی جو شیخ احمد مجد کے مرید تھے اپنے استاد مولانا عبدالمقتدر عالم و عامل شرع نقیہ و ثقہ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بھی نازنوں میں چند لوگوں کے ساتھ شیخ احمد کے لیے رات وقت کے روضہ کا دروازہ خود بخود کھلتے دیکھا اور یہ روضہ شیخ محمد ترک کے قبرستان میں ہے۔

شیخ حمزہ دسر سوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا کی اولاد میں سے ہیں آپ کا سلسلہ سب حضرت سید محمد گیسو دراز تک پہنچتا ہے آپ بڑے بابرکت صاحب نعمت کرامت ہمیشہ عبادت گزار پابند اوقات اور زیادہ عمر والے اور اہل اسلام کے پیرو مرشد تھے۔

سلطان بہلول کے عہد سے اسلام شاہ کے زمانہ تک زندہ رہے۔

ہکایت: جوانی میں سی بادشاہ کے ملازم تھے ایک رات اس کے محل کی نگرانی کر رہے تھے کہ اچانک آپ کے دل میں خیال آیا۔ مجھے اس کا کام کرنا چاہیے جو میری حفاظت کرے نہ یہ کہ میں

دوسروں کا نگران رہوں۔ یہ خیال آتے ہی آپ سیدھے حضرت معین الدین چشتی کی زیارت کے لیے اتھیر کی جانب روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر ایک دیوانہ سے ملاقات ہوئی جن کا نام بھی معین الدین تھا۔ انہی کے ذریعہ نعمتیں پائیں۔ اور شیخ احمد مجد کی صحبت بھی حاصل کی پھر وہاں سے اپنے شہر دھرسو آئے جو نارنول سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے اور یہیں سکونت اختیار کی۔ آپ کے والد اور دوسرے عزیز زریں میں تھے لیکن آپ دھرسو میں اس لیے مقیم ہو گئے کہ یہاں کے اکثر سیدزادے اپنے چال چلن اور وضع قطع سے دور ہو گئے تھے آپ نے ان سب کی تربیت فرمائی اور ان کو زیور تعلیم سے سنوارنے کے لیے ایک عربی داں اور ایک فارسی داں استاد مقرر کئے اساتذہ وغیرہ کی بھی خود ہی نگرانی کرتے اور تمام طالب علموں کو خود بھی پڑھاتے تھے ان سب سے شہر کے دوسرے لوگوں اور فقیروں سے محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔

غیب سے آپ کو بہت کچھ ملتا جس میں کبھی کوئی کمی نہ ہوتی۔ آپ کو غیب سے جو کچھ ملتا وہ سب خرچ کر دیتے اور اس میں کچھ اٹھانہ رکھتے اپنے بال بچوں کو بھی بلحاظ تقسیم دیتے ان کو ان کے حصہ سے زیادہ نہ دیتے جس دن سے گوشہ نشین ہوئے۔ پھر کبھی کسی دنیا دار کے پاس خود گئے اور نہ اپنے کسی ملازم وغیرہ کو ان کے پاس روانہ کیا۔

ہکایت: آپ ہمیشہ جمعہ کی نماز کے لیے دھرسو سے نارنول آتے راستہ میں لکڑیوں کے گٹھے جمع کرتے جاتے پھر جہاں کوئی فقیر مل جاتا ایک گٹھا اس کو دے دیا کرتے۔

ہکایت: شیخ حمزہ کہا کرتے تھے دنیا کی مثال آگ جیسی ہے اس میں سے اتالی جائے جس کے ذریعہ کچھ بچا کر کھا سکیں اور سردیوں میں گرم رہیں یہ آگ جب زیادہ ہو جاتی ہے تو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

ہکایت: آپ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ شیخ حمزہ نے مجھے ایک ریگستان کی جانب روانہ کیا۔ میں اس ریگ راز میں پہنچ کر بھوک پیاس سے سخت پریشان ہو گیا میرے دل میں خیال آیا کہ دوسرے بھیر جب اپنے مریدوں کو وہاں بھیجتے ہیں جہاں پانی کے بدلے دودھ ملتا ہے اور ہمارے بھیر و مرشد نے مجھے اس بیابان میں بھیجا ہے جہاں پیاس سے مر رہا ہوں اس کے بعد بہت دور مجھے ایک چروا دیا دکھائی دیا۔ جو بکریاں چرا رہا تھا۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا۔ تم اپنی لعل کی ملک میں سے میرے منہ میں پانی کی کچھ بوندیں نکا دو۔ میں پیاس سے مر رہا ہوں اس نے یہ کہتے ہوئے کہ اس میں پانی نہیں بلکہ دودھ ہے تھوڑا سا مجھے پلایا۔ اس کے بعد میں آگے چل دیا اور

پاس نے مجھے پھر بے تاب کر دیا۔ اس میا بان میں ریت کے پہاڑوں میں پھر مجھے ایک ایسی ہی مقام جہاں بیٹھے اور شہد اپانی کا چشمہ تھا وہاں میں نے جی بھرے پانی پیا گویا مجھے از سر نو زندگی مل گئی۔ آپکی وفات ۹۵ھ میں ہوئی ۲۵ ربیع الآخر کو مغرب کی دو رکعت پڑھ چکے تھے کہ تیسری رکعت میں جان جان آفرین کے سپرد کی۔

شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

ایک دفعہ شیخ جلال الدین پانی پتی کے کسی مرید نے اپنے پیر مرشد کی دعوت کی جس میں شیخ احمد عبدالحق کو بھی بلایا شیخ احمد نے اس مجلس میں کچھ صاحب شریعت لوگوں کو بھی دیکھا جو شریعت کو ترجیح دے رہے تھے یہ کیفیت دیکھ کر شیخ احمد نے اپنے پیر مرشد شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کا مہلا کردہ خرٹہ وغیرہ ان کو واپس کر کے فوراً ہی وہاں سے اٹھ کر جنگل کی راہ لی جہاں ایک درخت پر چڑھ گئے ابھی یہ درخت پر بیٹھے ہی تھے کہ دو آدمیوں کو اپنی طرف آتا: کچھ کر درخت سے اتر کر ان سے جنگل سے نکلنے کا راستہ پوچھا انہوں نے کہا کہ تم شیخ جلال الدین پانی پتی کی راہ چھوڑ چکے ہو شیخ احمد عبدالحق نے جواب دیا ہاں ان دونوں نے کہا تو پھر یقین کیجئے کہ راستہ تم ہے شیخ احمد عبدالحق نے ان دونوں آنے والوں کو فرستادہ خدا سمجھ کر پھر اپنے پیر مرشد کی خانقاہ کی طرف واپس ہو گئے اور پیر مرشد کی خدمت میں حاضری دے کر اپنے اعتراضات سے توبہ کی اور دوبارہ اپنے پیر مرشد کی خدمت میں رہنے لگے۔

حکایت: ایک دفعہ سز کرتے ہوئے شیخ احمد عبدالحق ایک مسجد میں پہنچے یہ شب جمعہ تھی اور لوگ اپنے رواج کے مطابق شب جمعہ میں سات دفعہ اذان کہا کرتے تھے ان سے کہا کہ تم بھی اذان دو آپ نے پوچھا کہ سات دفعہ اذان دینے کی کیا وجہ ہے محلہ والوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ شب جمعہ میں اگر سات مرتبہ اذان دی جائے تو ایک ہفتہ تک کوئی بلا اس شہر میں نہیں آتی اور ہمارا اسی لیے طریقہ ہے کہ ہم شب جمعہ میں سات مرتبہ اذان دیتے ہیں اسی الجملہ نے کہا اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے آپ فرمایا اس کام میں میری نیت میرا ساتھ نہیں دیتی کیونکہ نیکیاں حاصل کرنے کے لیے جو بندہ اپنے اللہ کی عبادت کرتا ہے تمام بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے اور جو کوئی کام غیر اللہ کے کہنے پر عبادت کرے وہ بندوں کا بندہ ہے اللہ کا بندہ نہیں ہوگا۔

ہکایت: شیخ احمد عبدالحق تلاش حق کے لئے شیخ نور قطب عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے چونکہ اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ اور رواج ہے کہ بزرگوں کی خدمت میں حاضری کے وقت کچھ نذرانہ پیش کیا جاتے آپ نے شیخ نور قطب عالم کی خدمت میں حاضری دیتے وقت ایک ہراپتہ لے گئے اور ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا بابا پاک و صاف ہے شیخ نور قطب عالم نے کہا بابا عزت دار ہے تھوڑی دیر تک وہاں خاموش بیٹھے رہے پھر وہاں سے خاموشی واپس چلے آئے۔

پاک و صاف و عزت دار کی تشریح: شیخ عبد القدوس نے انوار العیون میں لکھا کہ درویش جب پاکی و صفائی دیکھتا ہے تو اس میں

تمام تر حق کا ظہور پاتا ہے شیخ احمد نے شیخ نور سے اس درجہ و مرتبہ کی تسخیر طلب کی چنانچہ شیخ نور نے ان کے جواب میں ان کو عزت دار فرمایا حالانکہ مرتبہ تنزیل پر ایک کم تر مقام ہے چونکہ شیخ احمد نے شیخ نور سے اپنی مطلب برآری نہ دیکھی اس لیے واپس چلے آئے چنانچہ اس واقعہ کے بعد شیخ احمد وہاں سے شہر بہار پہنچے جہاں دودویا نے تھے ایک کو شیخ علاؤ الدین کے نام سے یاد کرتے اور دوسرے ننگے سر اور ننگے جسم پھرا کرتا تھا صرف چیتھڑے کی ایک لنگوٹی باندھ رہتا تھا ان دونوں دیوانوں سے: احمد عبدالحق نے مطلب پایا یعنی فیض حاصل کیا۔ یہاں سے شہر اودھ میں شیخ فتح اللہ سے ملاقات کی شیخ فتح اللہ اودھی صاحب شریعت تھے زاہدوں کی طرح رہتے عشق و حمد ان کا مسلک تھا ان کی ملاقات سے شیخ احمد نے خود اپنے سے کہا اے احمد میں نے اپنی زندگی مطلب نہ پایا ابھی اور چند دن اللہ والوں کی صحبت میں رہوں تاکہ ان سے کچھ حاصل ہو سکے غرضیکہ چند سال تک شہر اودھ میں یا ہادی یا ہادی کہتے تھے پھر اپنی زندگی ہی میں اپنے ہاتھ سے اپنی قبر کھودی اور کہا اے احمد اب مرنا چاہیے چنانچہ چھ ماہ تک اسی قبر میں بیٹھے یا الہی کرتے رہتے۔

ہکایت: شیخ احمد عبدالحق کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام عزیز رکھا گیا جب وہ بچہ پیدا ہوا تو اس کی زبان سے حق حق کی آواز جاری تھی اس کے بعد اس بچے سے بہت سی کرامات صادر ہوئیں جن کا لوگوں میں شور ہو گیا۔ ایک دن شیخ احمد نے لوگوں کا یہ شور و غوغا سنا تو کہا ہمارے گھر میں یہ شور نہیں ہونا چاہیے چنانچہ فوراً ہی گھر سے لے کر قبرستان گئے اور وہاں ایک جگہ کا انتخاب کر کے کہا یہاں عزیز کی قبر ہوگی اس کے بعد آپ کا وہ لڑکا عزیز دو تین ہی دن زندہ رہا کہ عالم جاودانی کو کوچ کر گیا۔

۱۔ ممکن ہے اس دوران نکاح کر لیا ہو ورنہ ابتدا تو آپ نے اپنی نامردی کا غدر کر کے نکاح سے انکار کر دیا تھا اور نامردی سے ان کی مراد جسمانی نامردی نہ ہوگی بلکہ صوفیانہ عرف کی نامردی مراد ہوگی۔

ہدایت: شیخ احمد عبدالحق کہا کرتے تھے کہ منصور بچہ تھا تھا ضبط نہ کر سکا اسرار الہی فاش کر بیٹھا بعض لوگ اب بھی ایسے ہیں جو سمندر پی جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں دیتے نیز کہا کرتے تھے کی نظامی ایک ناقص شاعر تھا جس نے یہ شعر کہ دیا۔

محبت نیکاں ز جہاں دور گشت
خوان غسل خانہ زنبور گشت

ترجمہ: نیک لوگوں کو محبت دور ہوگئی شہد کا دسترخواں بھڑوں کا گھر بن گیا۔

رسول اکرم ﷺ کی صحبت جیسے صحابہ کو حاصل تھی ویسے ہی اب بھی آپ ﷺ کی صحبت صاحبان حال اور مجاہد ذوالجلال کو حاصل ہے (روحانی طور جیسے بعض اولیاء کے واقعات میں ہے) ہدایت: یہ شیخ احمد عبدالحق جامع مسجد میں اول وقت جاتے اور اپنے ہاتھ سے اس میں جھاڑو دیتے لیکن جامع مسجد کا راستہ نہ پہچان سکے جامع مسجد جاتے وقت آپ کے مریدین آپ کے ساتھ حق حق کہتے جاتے جدھر وہ چلتے آپ انکے پیچھے چلتے جاتے کیونکہ آپ ہر وقت بخودی کے عالم میں آنکھیں بند رکھتے تھے آپ اور آپ کے مریدین ذکر حق کیا کرتے تھے آپ کے سلسلہ سے منسلک لوگ السلام علیکم کے بجائے حق حق کہتے ہیں جھپٹنے والے کے جواب میں بھی حق حق ہی کہتے اور اپنی خط و کتابت میں سرورق یا سرنامہ پر تین مرتبہ حق حق ہی لکھتے ہیں دنیا کے جملہ امور ادا کرتے وقت بلکہ نماز و تکبیر وغیرہ کے بعد بھی لفظ حق تین مرتبہ بلند آواز سے کہتے تھے اور نماز سے فراغت پر بھی تین بار حق حق کہتے چونکہ یہ طریقہ خلاف سنت تھا اسی لیے فرمایا کہ شاید بعض لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہوں اسی لیے فرمایا کہ اسے ترک کر دو البتہ لکھنے میں حرج نہیں ہے ترک نامناسب ہے السلام علیکم کہنا اور چھٹکنے والے کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا سنت ہے شیخ احمد عبدالحق نے ۱۵ جلدی الآ خرہ ۸۳۷ھ کو وفات پائی۔

حق حق کہنے کی وجہ: شیخ احمد عبدالحق کہا کرتے تھے کہ حق کی ذات پاک اور بے نام و نشان ہے اگر اس ذات پاک کا کوئی نام مقرر کریں تو حق سے زیادہ کوئی اور بہتر نہیں ہے کیونکہ حق کا معنی جملہ کمالات کا سزاوار ثابت بالذات ہے اس لیے ذات پاک کو حق کہنا اس کے کمال کی وضاحت کرتا ہے۔

بعد وفات حق حق کی آواز: شیخ عبدالقدوس نے اپنی کتاب انوار العیون میں رسم حق کی توجیہ میں بعض باتیں آپ کے موافق اصلاح تحریر کی ہیں آپ کے بعض مریدوں کے انتقال کے وقت بھی حق حق ہی ان کی زبان پر تھا آپ کی خانقاہ میں غیب سے حق حق کی آواز سنائی دیتی تھی۔

ہکایت: شیخ احمد عبدالحق نے ایک دن اپنے دوستوں سے کہا گا زردن کے شہر میں خواجہ الحق گا زردنی کا چراغ روشن ہے جو قیامت تک روشن رہے گا میں نے ایک دیگ کھانے کی پکائی دنیا بھر کے لوگوں نے اس میں سے کھایا اس سے ذرہ کم نہ ہوا ایک دیگ اس طرح کھانے کے لیے رکھ دی اور دوسری دیگ پکوانا شروع کر دی کھانے کے لیے جو دیگ شاہراہ پر رکھ دی تھی اس میں سے ہر ایک نے تین دن تک لگا تار کھایا لیکن وہ جون کی تون رہتی تھی تین دن بعد احمد عبدالحق نے خود کو کہا شربت بھی ایک مصیبت ہے اور رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے وہ اپنے بندوں کو جانتا اور خود کھلاتا ہے چنانچہ وہ دیگ جو پکنے کے لیے چڑھائی تھی چولہے سے اُتار دی اور حق کہہ کر زمین پر الٹ دی اور طالبان حق کیلئے لفظ حق کا اضافہ کر دیا۔

حضرت شیخ صلاح درویش رحمۃ اللہ علیہ

ردولی ضلع بارہ بنکی میں حوض کے اوپر آپ کا مزار ہے پیدائش ۷۵۶ھ اور وفات ۸۲۵ھ ہے۔ شیخ احمد عبدالحق فرماتے ہیں کہ سفر سے جب میں اپنے وطن ردولی واپس ہوا تو میں نے یہاں قیام کے لیے شیخ صلاح مرحوم سے اجازت چاہی کیونکہ وہ یہاں کے صاحب ولایت تھے میں ردولی آکر اُنکے روضہ پر گیا فاتحہ خوانی کے بعد درود شریف پڑھ کر شیخ صلاح کے مزار پر بیٹھا اور میں نے کہا مجھے صرف جائے نماز اور ایک پانی کا گھڑا کافی ہے آپ مجھے یہاں قیام کی اجازت دیں شیخ صلاح کی قبر سے آواز آئی اے عبدالحق حوض پر آئیے اور جائے نماز اور گھڑا لے جائیے۔ چنانچہ میں نے حوض میں ہاتھ ڈالا تو سب سے پہلے میرے ہاتھ میں گھڑا آیا میں نے اسے نکال کر دو بارہ ہاتھ ڈالا تو پلنگ کا پڑانا ڈھانچہ میرے ہاتھ میں آیا میں نے وہ بھی نکال لیا کہ شاید میرا مصطفیٰ اسی کو مقرر کیا گیا ہے۔

۱۔ اہلسنت (بریلوی) یہی تو کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ اپنے مزارات میں زعمہ ہیں جسے جو چاہیں عطا فرما سکتے ہیں عالم رزق میں وہ اس طرح ہیں جیسے ہم اہل دنیا ہیں رابطہ قوی ہو تو نقد کام ہے ضعیف رابطہ والے بھی محروم نہیں رہتے ہیں۔

حضرت شیخ جمال گوجری رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ صلاح درویش کے مرید تھے اور اودھ میں شیخ احمد عبدالحق کی صحبت سے فیض یاب ہوئے تھے آپ کی پیدائش ۷۹۸ھ میں اور وفات ۹۲۲ھ میں ہوئی شیخ احمد عبدالحق کا بیان ہے میں نے ہندوہ تک دیار بکر (مملکت عرب) سے سفر کیا لیکن راہ میں کسی مسلمان سے ملاقات نہ ہوئی البتہ شیخ جمال گوجرہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا اودھ میں ایک لڑکے کو دیکھا۔

حکایت: شیخ احمد اودھ میں اپنے ساتھ ایک کتیا رکھتے تھے جب اُس نے بچے دیئے۔ تو شیخ احمد نے اس کے بچے دینے پر شہر کے رئیس حاکم اور عوام کو دعوت دی اور انہیں کھانا کھلایا دوسرے دن شیخ جمال گوجر نے آپ سے شکایت کی کہ آپ نے شہر بھر کو مدعو کیا لیکن مجھے کیوں دعوت نہ دی آپ نے فرمایا کتیا کی دعوت میں شہر کے کتوں کے بلایا تھا کیونکہ الدنیا جیفۃ وطلابہا کللاب۔

توجہ: دنیا مدار ہے اور کتے اس کے طلب گار ہیں اور تمہارا شمار آدمیوں میں ہے اس لیے آپ کو کیسے دعوت دیتا۔

حضرت شیخ بختیار رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی شیخ احمد عبدالحق کے مرید اور رازدان تھے سفر و حضر میں شیخ کے ساتھ رہتے تھے شیخ عبدالحق کے مریدوں میں سے آپ کے سوا کسی اور پر شیخ کی خصوصی شفقت نہ تھی۔ کہ وہ شیخ کا رفیق شریک ہوتا شیخ بختیار ایک سوداگر کے غلام تھے جب وہ سوداگر اپنے جواہرات کی تجارت کی غرض سے ردولی آیا تو آپ بھی اس کے ساتھ تھے شیخ احمد عبدالحق کو دیکھ کر آپ متعجب ہو گئے روزانہ صبح و شام شیخ احمد عبدالحق کی خدمت میں حاضری دیتے اور کھڑے رہتے چھ مہینہ اسی طرح گزر گئے اور شیخ احمد عبدالحق نے آپ کی جانب توجہ نہ کی بلکہ کبھی نہ پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیا کام ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

چھ ماہ بعد جب بختیار پر نظر کی تو شیخ احمد عبدالحق کی ایک بی نظیر ہی سے بختیار مدہوش ہو گئے اور اسی مدہوشی میں گستاخی کے ساتھ کہا شیخ احمد عبدالحق تم اتنی نعمتیں رکھتے ہوئے بندگان خدا کو محروم کر رکھتے ہو۔

شیخ احمد نے بہت سمجھایا لیکن بختیار مدہوشی میں یہی الفاظ کہتے رہے بالآخر شیخ نے انہیں تھوڑا سا پانی پلایا تو بختیار ہوش میں آئے اس کے بعد شیخ نے کہا بختیار اپنے آقا کے پاس واپس جا کر اس کی مرضی کے مطابق کام کاج کر چنانچہ بختیار نے سر تسلیم خم کیا اور اپنے آقا کے پاس جو پور گئے جہاں ہیڈ کوارٹر تھا۔ آپ کے آقا (سوداگر جواہرات) نے جب بختیار کا یہ حال دیکھا تو انہیں آزاد کر دیا۔ بختیار میں آتش عشق و محبت ایسی سلگ رہی تھی کہ انہیں ایک لمحہ کے لیے بھی قرار نہ تھا کیونکہ آپ اپنے پیر و مرشد شیخ احمد عبدالحق کے لیے بے تاب تھے۔

فائدہ: حضرت شیخ شرف الدین پانی پتی نے خفیہ طور شیخ احمد عبدالحق سے بختیار کی سفارش کی اور کہا بختیار جیسا آپ کو دنیا میں کوئی نہیں پہچانتا بہر حال بختیار مال و اسباب و عزت وغیرہ چھوڑ کر جو پور سے رو دی آیا اور شیخ احمد عبدالحق کی خدمت میں مشغول ہو گیا اور صدق دل اور خلوص سے خدمت کرتا رہا۔

حکایت: ایک دن شیخ احمد عبدالحق نے کہا بختیار میں چاہتا ہوں کہ خانقاہ کے صحن میں ایک کنواں کھودا جائے یہ سنتے ہی بختیار نے فوراً کنواں کھود کر اس سے پانی نکال لیا شیخ نے پانی کو دیکھ کر اللہ اکبر کہا اور فاتحہ پڑھ کر وہ پانی لوگوں کو تقسیم کیا پھر فرمایا اے بختیار اس کنویں کو باہر کی مٹی سے بھر دو اور کنویں کی مٹی سے ایک چبوترہ بنا دو بختیار نے اس کنویں کو باہر کی مٹی سے بھر دیا اور کنویں کی نگلی ہوئی مٹی سے چبوترہ بنا دیا اور بالکل دریافت نہیں کیا کہ کنواں کھودنے اور بند کرنے کا مقصد کیا ہے (اسے کہتے ہیں مرید حقیقی ورنہ رمی مرید تو ہزاروں)۔

حکایت: ایک دن شیخ احمد عبدالحق اپنے کمرہ میں بیٹھے تھے اور بختیار ان کے کمرہ میں خالص سونا بھرا ہوا دیکھا اسکے بعد شیخ نے فرمایا بختیار اگر چاہتے ہو تو لے لو میں عرض کیا خادم بختیار کو اس کی کوئی ضرورت نہیں اس کے بعد شیخ نے فرمایا اچھا اب دیکھو چنانچہ میں نے پھر کمرہ کو دیکھا تو کمرہ اپنی اصلی صورت میں مٹی کا ہی تھا۔

حکایت: ایک دن شیخ احمد عبدالحق نے اپنے بیٹے شیخ عارف کو بختیار کو بلانے کے لیے بھیجا شیخ عارف نے شیخ بختیار کے گھر پر آواز دی شیخ بختیار اس وقت اپنی بیوی کے ساتھ سو رہے تھے اور ہم بستر ہوا چاہتے تھے شیخ کا بلا واسن کر فوراً ہی کپڑے پہن کر پیر و مرشد کی خدمت میں دوڑے ہوئے حاضر ہو گئے۔

فائدہ: شیخ بختیار میں بے انتہا شہوت تھی اور جماعت کے لیے وہ فطری طور پر مجبور تھے شیخ نے

مرید بختیار کو عین اس حالت میں صرف امتحان کی غرض سے طلب کیا کہ وہ اس حالت میں میں بھی اپنے پیر و مرشد کا حکم مانتے ہیں یا ویر لگاتے ہیں۔

حکایت: ایک دن شیخ بختیار اپنے پیر و مرشد کے پاس آئے اور عرض کی میں تجارت کے لیے جانا چاہتا ہوں شیخ احمد عبدالحق نے فرمایا جاؤ لیکن دریا پار نہ کرنا کیونکہ دریا کے اس کنارے تک ہماری ولایت ہے۔

ملاحظہ: شیخ بختیار کچھ لکھے پڑھے نہ تھے لیکن اپنے پیر و مرشد شیخ احمد عبدالحق کے فیض صحبت نے ان میں یہ بات پیدا کر دی تھی کہ ان کی ہر بات قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطابق ہی ہوتی تھی (بزرگوں کی صحبت سے ایسا ہوتا ہے شاہ عبدالعزیز کے دو ان پڑھ خادم بہترین مفسر بن گئے اور شاہ احمد رضا رحمۃ اللہ کا جو تابر دار فقہ کی مہارت میں شرح وقایہ کے نام سے مشہور تھا۔ ۱۱۲ اویسی غفرلہ)

حضرت شیخ عارف رحمۃ اللہ

شیخ احمد عبدالحق کے فرزند اور جانشین ہوئے تقریباً چالیس سال کی عمر پائی ہر قسم کے درویشوں کے محرم اسرار تھے اور تمام لوگ آپ سے خوش رہتے تھے۔

حکایت: شیخ احمد عبدالحق کے جولو کا پیدا ہوتا وہ زندہ نہ رہتا ایک دن آپ کی بیوی نے آپ سے شکایت کی ہماری قسمت میں ایک بیٹا بھی نہیں۔ جو بھی پیدا ہوتا ہے حق حق کہتا ہوا اللہ کی رحمت میں جا پہنچتا ہے شیخ نے جواب دیا ایک بیٹا دینا ہم پر ضروری ہے وہ انشاء اللہ تم کو مل جائے گا لیکن ابھی وہ پہنچے نہیں ہوا ہے روم کے سفر میں اُسے پکا کر کے انشاء اللہ تمہارے حوالہ کروں گا اگر شرط یہ ہے کہ اُسے کچھ کہنا نہیں اور ہمیشہ اس کی خوشنودی میں لگی رہنا چنانچہ تھوڑے دنوں بعد ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عارف رکھا گیا ان شیخ عارف کے بیٹے کا نام شیخ محمد تھا جو شیخ عبدالقدوس کے پیر و مرشد تھے۔

حضرت شاہ داؤد رحمۃ اللہ

آپ سر ہر پور کے باشندے تھے چند واسطوں سے خواجہ قطب الدین بختیار کا کی اوشی رحمۃ اللہ کے خلیفہ تھے شاہ حضرت آپ کا سلسلہ نسب جا ملتا ہے۔ شاہ داؤد بہت ہی کامل درویش تھے۔ شیخ عبداللہ شطاری جب یہاں آئے تو لوگوں کا ان سے ملنے کیلئے جوم لگ گیا شاہ داؤد بھی

ان کی ملاقات کے لئے ان کے دولت کدہ پر گئے شیخ عبداللہ نے اپنی قدیم رسم کے موافق اپنے دروازہ پر ایک چوکیدار متعین کر لیا تھا کہ وہ بغیر اجازت کسی کو نہ آنے دے شاہ داؤد نے شیخ سے ملنا چاہا لیکن چوکیدار نے منع کر دیا اس پر شاہ داؤد نے اپنی جسمانی قوت سے چوکیدار کو دھکا دیا اور اس کے سینہ پر پاؤں رکھتے ہوئے شیخ کے پاس زبردستی جا پہنچے اور جس کرسی پر شیخ بیٹھے تھے اس کرسی پر ساتھ بیٹھ گئے شیخ نے شاہ کی عزت افزائی فرمائی اور شفقت سے پیش آئے اسی دوران شیخ کے ملازموں نے آپس میں کہا کوئی بے ادب خدا رسیدہ نہیں ہوا اس پر شاہ داؤد نے جواب دیا کوئی با ادب خدا تک نہیں پہنچا لوگوں نے کہا آپ کیا فرما رہے ہیں تو شاہ داؤد نے جواب دیا اگر میں ادب سے کام لیتا اور چوکیدار کو نہ مارتا تو شیخ کے حضور کیسے پہنچتا پھر خدا تک رسائی کیسے ہوتی شیخ عبداللہ شطاری یہ سن کر خوش ہوئے اور شاہ داؤد پر مزید عنایت فرمائی۔

حضرت شاہ نور رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ داؤد کے مرید اور پایہ کے بزرگ تھے صاحب تعرف اور کشف تھے ابتدا میں دھوبی کا پیشہ کرتے تھے ایک دفعہ کپڑے دھو رہے تھے کہ شاہ داؤدان کے پاس اچانک پہنچ گئے اور ان کا جوہر قابل دیکھ کر فرمایا کہ کب تک لکڑیوں پر مارتے رہو گے کوئی اور کام شروع کرو چنانچہ شاہ داؤد کے چاکر یہ پیشہ چھوڑ کر ریاضت الہی میں مشغول ہو گئے اور کمال حاصل کیا۔

شاہ نور کا ایک مرید خلیفہ پیرک تھا جو انبالہ میں رہا کرتا تھا اگرچہ اس نے شیخ یوسف قتال کی بھی بیعت کی تھی لیکن ان کی تربیت اور مکمل رہبری شاہ نور نے فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ شاہ نور کے سلسلہ میں لوگوں کو مرید کیا کرتے تھے۔ کافی مہر تھے اور صاحب مال و تصرف بزرگ تھے۔

حضرت شیخ یوسف قتال کے انتقال کے بعد وہ دہلی آ گئے اور انہی کے روضہ میں مشغول عبادت ہو گئے ان کے شیخ نے ان سے فرمایا تھا کہ میں نے تم کو بابا ابراہیم خلیل کے سپرد کر دیا یہ شیخ پیرک گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے گھوڑے بیچتے ہوئے علاقہ بہار کے گاؤں خرید نامی میں پہنچتے تو انہوں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو رزق برق کپڑے پہنے ہوئے شیخ بنے ہوئے ہیں پیرک نے کہا ہندوستان کے پیر و مرشد بھی رزق برق لباس پہنتے ہیں اس بزرگ نے باطنی طور پر معلوم کر لیا اور کہا تمہارے مرید پیرک نے جس کے متعلق کہا تھا میں وہی ابراہیم خلیل ہوں چنانچہ پیرک نے ان کی

۱۔ عشق میں بے ادبی ہو تو وہ بے ادبی نہیں سمجھی جاتی جیسے موبی کلیم اللہ کے جدِ اچھے کا واقعہ مشہور ہے جسے مولانا رومی نے تفصیل سے لکھا ہے حضرت علی مرتضیٰ نے نام نہانے سے انکار کر دیا جیسے نبی شریف میں ہے، غیر وہ غیر۔

خدمت کی اور انہوں نے بھی ان کی خوب تربیت کی اور وصیت کی کہ کسی سے شرم نہ کرنا اس کے بعد قندھار چلے گئے اور پیر کے حکم کے موافق عمل پیرا رہے یہ شیخ پیرک سلطان بھلول کے زمانہ سے اکبر شاہ کی ابتدائی حکومت کے زمانہ تک زندہ رہے۔

حضرت شیخ سعد الدین خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ مینا (لکھنوی) کے مرید تھے حدود شریعت و طریقت کے عالم و محافظ اور بلند ہمت بزرگ تھے۔ اپنے مرشد کے طرز پر دنیا سے الگ مجر د زندگی بسر کی تو ان کے رسیا تھے علوم نحو و فقہ اور اصول کی چند کتابیں لکھیں جیسے شرح مصباح، شرح کافہ، شرح حسامی اور شرح بزدوں وغیرہ نیز رسالہ مکیہ کی شرح مجمع السلوک خزائنہ جلالی کے طرز پر لکھی جس میں حضرت مخدوم جہانیاں کے ملفوظات ہیں۔

طریقہ تحریر: عام طور پر حضرت شاہ مینا کے ملفوظات و حالات تلمذ کئے ہیں جب حضرت شاہ مینا کا تذکرہ کرتے ہیں تو لکھتے ہیں کہ میرے شیخ و پیر و مرشد حضرت شاہ مینا نے یوں فرمایا ہے اور جب صرف لفظ شیخ لکھتے ہیں تو اس سے شیخ قوام الدین لکھنوی مراد ہوتے ہیں۔
 فائدہ: شیخ سعد الدین نے علوم ظاہری کی تکمیل مولانا اعظم سے کی جو اپنے زمانہ کے زبردست فقیہ اور عالم تھے۔

فائدہ: حضرت شاہ مینا نے بھی مولانا اعظم ہی سے عوارف المعارف پر مبنی شیخ سعد الدین کے بکثرت مرید تھے چنانچہ شیخ صفی جو صاحب ذوق و حال بزرگ تھے اور شیخ مبارک سندیلوی جو احکام شریعت و آداب طریقت میں کامل تھے اور شیخ سالار سید صفی انبالوی شیخ اللہ دیا وغیرہ یہ سب آپ ہی کے مرید تھے شیخ اللہ دیا ملکی ہنگامہ کی وجہ سے لکھنؤ آئے بڑے بزرگ اور سن رسیدہ تھے انہوں نے ۹۹۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت شہا سید و رحمۃ اللہ علیہ

آپ ابتدائی زمانہ میں بادشاہی ملازم خاص اور بڑے دولتمند تھے لیکن جذبہ الہی کے باعث امام دنیاوی مٹا باٹ چھوڑ کر شیخ حسام الدین مانگہ ری کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے خرقہ و رویش حاصل کی۔

ہکایت: آپ جوانی میں کسی خاتون پر عاشق تھے درویشی کے بعد ایک دن خرقہ درویشی پہنے اس خاتون کے پاس سے گزرے اس نے دیکھ کر کہا سید وتم الہیہ ہو گئے ہو۔ لکھنؤ چوک کی زبان میں الہیہ فقیر کو کہا کرتے تھے اس واقعہ کے بعد ان کا لقب سید والہیہ ہو گیا اور وہ خاتون بھی آپ کی محبت کی وجہ سے فقیر بن گئی شاہ شید و شاعر بھی تھے چنانچہ ان کی غزل کا ایک شعر یہ ہے۔

دل گویدم سیدو بگو احوال خودیک یک براو

آندم کہ خودی آیدا و سیدو کجا گفتار کو

ترجمہ: مجھے دل کہتا کہ اے سید اپنے تمام احوال محبوب کو کہہ ڈال لیکن جب سامنے آتے ہیں تو پھر گفتگو کی کیا مجال۔

ہکایت: ایک دفعہ شیخ حسام الدین، راجی شاہ اور شاہ سید و تینوں کے پاس کپڑے نہ تھے صرف ایک روٹی بھری قباحتی چنانچہ شیخ حسام الدین نے اس کے تین حصہ کر کے امروہ ایک کو دیا اور دوسرے کو استر اور باقی روٹی خود پہن لی اور اسے ایک رسی سے باندھ دیا یہ تینوں شگے سر بھی تھے چنانچہ اسی حالت میں یہ سب جامع مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں کسی نے کچھ حلوہ پتوں میں لپیٹ کر پیش کیا وہ حلوہ آپس میں تینوں نے تقسیم کر کے ان پتوں کی ٹوپیاں بنا کر پہن لیں حضرت شاہ سید و کا مزار کڑھ مانکپور کے قریب فتح پور میں ہے۔

حضرت راجی حامد شاہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ حسام الدین مانکپوری کے مرید صاحب نسبت اور حال صاف باطن بزرگ تھے۔

پیدائش ۸۰۹ھ، وفات ۹۰۸ھ۔

ہکایت: سلطان شمس الدین التمش کے زمانے میں سادات گروہ کے دو بھائی دہلی آئے ایک کا نام سید شمس الدین تھا جنہوں نے میوات میں سکونت اختیار کی۔ اور ان کی اولاد وہیں رہی۔ دوسرے سید شہاب الدین جن کی اولاد میں راجی حامد شاہ ہیں ان کے آباؤ اجداد بزرگ اور معزز تھے دہلی والے ان کو راجی کہتے تھے یہ پہلے سپاہیوں کے لباس میں رہا کرتے تھے بالآخر شیخ حسام الدین کی خدمت میں پہنچے ان کی صحبت میں رہے اور سخت ریاضت کی وجہ سے صفائی باطن اور حضور قلبی ہوئی بقدر ضرورت علوم ظاہری پڑھے تھے لیکن بڑے بڑے علماء آپ کے راسخ العقیدہ تھے۔

اگر کوئی دل میں چاہتا کہ آپ کشف کے ذریعے اس کے حالات بتائیں تو آپ کرامات: اس کے حالات خود ہی بیان کرنا شروع کر دیتے تھے اور اسی سلسلہ میں اس کا متعدد ظاہر کر کے اس کا حل بھی بیان کر دیا کرتے تھے۔ آپ کا حزار بھی مانگپور میں ہے۔

حضرت راجی سید نور رحمۃ اللہ علیہ

سید راجی حامد شاہ کے فرزند تھے اپنے والد کی طرح صاحب کرامت بزرگ تھے۔ پیدائش ۹۰۱ھ، وفات ۹۹۷ھ میں ہے سپاہیانہ لباس پہنتے جس میں اپنے حال اور مشغول باطن کو چھپائے رکھتے تھے آپ کا حزار بھی مانگپور میں ہے۔

حضرت شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ

آپ راجی شاہ کے مرید اور سید نور کے خلیفہ تھے شیخ حسن طاہر کے والد جن کا نام شیخ طاہر تھا ملتان سے بہار آئے آپ کی پیدائش ۸۳۱ھ، وفات ۹۰۹ھ ہے۔ آپ عرصہ تک شیخ بڈھ تھانی سے تعلیم حاصل کی آپ بہار ہی میں پیدا ہوئے جوانی ہی سے طلب کا درد آپ کا دامن گیر تھا۔ چنانچہ آپ درویشوں کی صحبت میں رہے۔

حکایت: شیخ حسن طاہر نے فصوص الحکم جب ایک شیخ سے پڑھنا شروع کی اور آپ کے والد فصوص الحکم کی تحریرات وغیرہ کے مخالف تھے انہوں نے آپ سے ایک دن مسئلہ توحید کی تحقیق کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے مسئلہ توحید کو علمائے طاہر کے مسلک کی طرح تفصیل سے بیان کیا اس سے آپ کے والد مولوی شیخ طاہر کے مشکل عقدے حل ہو گئے۔ اور فصوص الحکم پڑھنے کی اجازت دیدی اس زمانہ میں راجی حامد شاہ کی بزرگی و شخصیت مشہور ہو چکی تھی شیخ حسن بھی بغرض امتحان ان کے حالات دیکھنے گئے اور پہلی ہی ملاقات میں قوت جاذبہ ازلی کے سبب راجی حامد شاہ کے معتقد ہو گئے۔

زہرہ آنم کہ بایں جاذبہ شوق

رخسار تراہیم و بیتاب مگر دم

فائدہ: علماء میں سب سے پہلے آپ ہی سید راجی حامد شاہ کے مرید ہوئے شیخ جو پور کے مشائخوں میں سے تھے سلطان سکندر کے زمانہ میں اس کی خواہش پر جو پور سے بہار آئے۔

حکایت: سلطان سکندر کا ایک بھائی جس کو سلطنت کرنے کا جنون تھا وہ شیخ حسن طاہر کا مرید تھا

اسی خیال کو لیکر ایک دن آپ کے پاس آیا اور عرض کی حضور دعا کریں کہ دہلی کی سلطنت مجھ مل جائے آپ نے اس کو اس سودائے خام سے منع کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ایک کو ترقی دی ہے تم اس سے پر خاش نہ رکھو اور اس کی فرمانبرداری کرو جب آپ کے فرمان کی خبر سلطان سکندر کو ہوئی تو وہ آپ کی کرامت و دیانت کا معتقد ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوا وہ پہلے سے بھی مشائخ دہلی سے ملنے کا مشتاق تھا اور اس نے تو اسکی آتش شوق کو تیز تر کر دیا۔

فائدہ: شیخ پہلے جو پنور سے آگرہ میں عرصہ تک مقیم رہے اور دہلی پہنچ کر جے منڈل میں جس کا حصارو گنبد سلطان محمد تغلق نے تعمیر کرایا تھا آپ مع اہل و عیال سکونت پذیر ہو گئے۔ یہیں آپ نے ۲۴ ربیع الاول ۹۰۹ھ میں وفات پائی آپ کی اکثر اولاد کی قبریں یہیں ہیں طریقہ سلوک اور علم توحید میں آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں چنانچہ آپ اپنی کتاب مفتاح الفیض میں بطور سوال و جواب لکھتے ہیں۔

سوال: سلوک کیا ہے سالک کون ہے تزکیہ قلب و نفس تخلیہ سراور تجلی روح کیا چیز ہے منزل مقصد اور جذبہ کسے کہتے ہیں؟ وصول کیا چیز ہے؟ شریعت طریقت اور حقیقت کا کیا مطلب ہے اور ان کے مقامات کیا ہیں؟

جواب: سلوک کے معنی چلنا ہے اور صحیح طور پر چلنے کا معنی ہے یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانا اور عرف تصوف میں سلوک میں مصنوعی طور پر چلنا اور مصنوعی انتقال مراد ہے اسی سلوک و انتقال کو مرتبہ نفس میں تزکیہ کہتے ہیں تزکیہ نفس یہ ہے کہ نفس کو حیوانی بری صفت سے دور کر کے فرشتہ صفت اچھے اوصاف سے متصف کر لیا جائے نیز نفس امارہ کو نفس مطمئنہ سے بدل لیا جائے دل کے سلوک کو تصفیہ کہتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ آئینہ دل کو دنیوی رنج و غم کے زنگار اور دنیاوی رغبت و حرص و محبت اور غیر ضروری فکروں سے پاک و صاف کر لیا جائے تخلیہ سریہ ہے کہ اپنے سر میں غیر اللہ کی کوئی فکر نہ رکھے اور حق کے سوا ہر چیز سے علیحدہ ہو خواہ وہ جنت ہی ہو اور سر کی نگرانی کرے یعنی اللہ کے سوا دوسرے اندیشوں کو اپنے دل و دماغ اور سر میں نہ آنے دے اگر اچانک دوسرے خیالات آجائیں تو فوراً دل سے ان کو نکال باہر کر دے۔ تجلی روح یہ ہے کہ نور مشاہدہ حق ذرّ و سوتی و محبت اسرار و انوار مشاہدہ کے ذریعہ روح کو پاک و صاف اور آراستہ کرے حقیقت سلوک کا معنی یہ ہے کہ حیوانی اخلاق انسانی اوصاف سے نکال کر اخلاقِ انسانی (تخلیہ اہا اخلاق اللہ کا یہی مطلب ہے)

فائدہ: حضرت قطب عالمؒ الہ مہمات میں شریعت طریقت و حقیقت کے متعلق تحریر

فرمایا ہے کہ شریعت ہے پیروی کرنا اور طریقت انقطاع اطلاع مراد ہے۔
تشریح: شریعت میانہ روی میں کمر بستہ ہونا طریقت خود کو چھوڑ دینا کا اور حقیقت دوست سے
ہیستہ ہو جانا یعنی راضی اور خوش ہو کر فرمانبرداری کرنا شریعت ہے غیر سے بیزار ہو جانا طریقت
ہے اور دوست سے فوائد حاصل کرنا حقیقت ہے۔

شریعت غنا ہے طریقت فنا ہے اور حقیقت بقا ہے سالک ابتداء میں اچھی حالت رکھتا ہے
درمان میں معاد کی عقل پیدا ہو جاتی ہے اور آخر میں وہ اللہ کا نور بن جاتا ہے راہ الہی میں کوئی اور
راستہ نہیں۔ کیونکہ راستہ و منزل ہمیشہ دو چیزوں کے درمیان میں ہوا کرتا ہے اور جب دوئی اور
غیریت نہیں ہے تو راستہ رہا اور نہ منزل۔

حکایت: حضرت حسین منصور حلاج سے لوگوں نے پوچھا کہ راستہ کا کیا حال ہے جواب دیا کہ
راستہ دو چیزوں کے درمیان ہوا کرتا ہے اور راہ الہی میں سفر کرنے کی بے انتہا منزلیں ہیں کیونکہ
ان کی حدود کی انتہا نہیں ہے۔

خلاصہ: وحدت حقیقی تک رسائی ہو شرک اور احساس خودی اور غیریت سے علیحدگی ہو جائے۔

جذبہ بمعنی رحمت خاص جیسا کہ قرآن شریعت میں ہے ”اتَّبِعْنَا رَحْمَةً مِّنْ
جُذْبَةٍ كَمَا هُوَ“۔

ترجمہ: اسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت عنایت کی۔

حدیث: رسول اکرم ﷺ کی دعا بھی ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِكَ۔ ترجمہ اے اللہ میں
تجھ سے اس رحمت کا طلب گار ہوں جس سے میرا دل راہ مستقیم پر آجائے۔ اس کو فیض حق کے نام سے
موسوم کیا جاتا ہے کیونکہ پاکیزہ انس کا عمل مساوی ہوتا ہے اور یہ جذبات حق کا ایک جذبہ ہے۔

تو مستحق نظر شو کمال و قابل فیض

کہ منقطع نشود فیض ہرگز از فیاض

نظر کا مستحق ہو اور کمال فیض کے قابل ہو جا پھر تجھ سے فیاض کا فیض منقطع نہ ہو۔

حدیث: اسی طرف رسول اکرم ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا اِنِّیْ لَاجِدُ نَفْسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ
الْهَمَنِ۔ یمن کی جانب سے مجھے نفس رحمت کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔

باید کہ بوئے داند برو

م پر از نسیم صبا است

مرد کو چاہیے کہ وہ خوشبو فوراً محسوس کرے ورنہ جملہ عالم نسیم صبا سے مد ہے

درین دیار ازاں پر خوشم کہ گاہے

نسیم بوئے تو ام زیں دیار می آید

اس دیار میں اس لیے خوش ہوں کہ مجھے گاہے اسی دیار سے تیری خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

ہلفندہ: یہ بھی دائم اور فیض حق کی جانب ایک اشارہ ہے جذبہ حق اور وصال بحق کے معنی یہ ہیں کہ اپنے غم اور غیریت سے علیحدگی اور انقطاع کر لیا جائے اور وجود مطلق کی شان میں جہل و علم کو علیحدہ رکھ دیا جائے۔

حضرت مولانا الہ داد عجلہ اللہ

آپ جو پور کے زبردست عالم تھے کافیہ۔ ہدایہ بزدولی اور مدارک کی شرح لکھی طالب علمی ہی کے زمانہ سے تحریر و تصنیف پر کامل قدرت رکھتے تھے راجی حامد شاہ کے مرید اور ایک واسطہ سے قاضی شہاب الدین کے شاگرد تھے۔

حکیمیت: شیخ حسن طاہر اور مولانا الہ داد طریقت و سلوک کا علم حاصل کرتے وقت ساتھی اور ہم سبق تھے اور دونوں میں بڑی گہری دوستی اور محبت تھی۔ شیخ حسن طاہر جب راجی حامد شاہ کے مرید ہوئے تو مولانا الہ داد نے کہا میاں حسن تم نے عزت خاک میں ملا دی جس پر شیخ حسن نے جواب دیا تم ایک دن ان کے پاس چل کر امتحان لے لو پھر مجھے خود معذور سمجھو گے دوسرے دن دونوں دوست راجی حامد شاہ کے پاس جانے کیلئے تیار ہو گئے مولانا الہ داد نے جاتے وقت ہدایہ اور بزد دی کے چند مسئلے (جنہیں سمت اشکالی کہتے ہیں) اچھی طرح یاد کر کے ان کو ذہن نشین کر لیا۔ جب راجی حامد شاہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنی عادت کے موافق اپنے حالات بیان کرنا شروع کئے جس سے مولانا الہ داد کے مسائل خود بخود حل ہو گئے۔ چنانچہ مولانا الہ داد بھی راجی حامد شاہ کے مرید ہو گئے اور راہ سلوک کے حصول کے لیے ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔

حضرت شیخ معروف جو پوری عجلہ اللہ

آپ مولانا الہ داد کے مرید تھے مجاہدہ و ریاضت ذوق و شوق میں کامل اور صاحب حال بزرگ تھے آپ کی پیدائش ۸۶۹ھ اور وفات ۹۸۷ھ میں ہوئی آپ کے مریدوں میں سے شیخ احمد

زین جو پوری بڑے متوکل متقی اور زبردست عالم و بابرکت شخصیت تھے۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین جو پوری رحمۃ اللہ علیہ

جو پور کے مشہور مشائخ میں سے تھے اور شیخ محمد عیسیٰ کے مرید تھے آپ کی پیدائش ۸۷۱ھ اور وفات ۹۴۷ھ میں ہوئی ترک و تجرید اور صداقت و پاکیزگی میں نہایت ثابت تھے۔

ہکایت: صاحب نعمت و احسان شیخ حسین علاقہ گجرات کے دولقہ سے شیخ محمد عیسیٰ سے ملاقات کے شوق میں جو پور آئے ہوئے تھے۔

اور شیخ بہاؤ الدین اس زمانہ میں ایک صالح اور قابل طالب علم تھے۔

ان کی شیخ حسین سے ملاقات ہو گئی اور یہ شیخ بہاؤ الدین جیسے قابل و جوان کو فقیر و مستحق سمجھ کر دل میں سوچا کہ یہ ہمارے ساتھ ہوتا تو اچھا تھا چنانچہ ان سے کہا تم کو ہمارے ساتھ جنگل چلنا چاہیے چنانچہ دونوں جنگل میں گئے شیخ حسین نے وہاں کیمیا کی اکسیر بنائی اور شیخ بہاؤ الدین کو دیتے ہوئے کہا اس سے اپنی ضرورت کے موافق سونا بنایا کرو جب یہ ختم ہو جائے تو پھر ہم سے کہنا ہم اور بنادیں گے یہ سن کر شیخ بہاؤ الدین نے جواب دیا یہ کیمیاوی اکسیر میرے کسی کام کی نہیں ہے مجھے تو آپ سے ایک دوسری ہی کیمیا کی طلب ہے یہ سن کر شیخ حسین بہت خوش ہوئے اور ان کی باطنی تربیت میں اور اضافہ کر دیا اور اس باطنی تعلیم کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا جب تک کہ خود شیخ عیسیٰ سے خلافت اور خرقہ لے کر اپنے مسکن و دولقہ جانے لگے تو شیخ بہاؤ الدین نے شیخ حسین سے عرض کیا اب آپ مجھے مرید کر لیجئے اور خلافت عطا فرمائیے شیخ حسین نے کہا تمہارے ہیر و مرشد اس شہر میں ہیں ہم سے تم کو جتنا مل سکتا تھا وہ مل گیا۔ اس کے بعد شیخ حسین دولقہ چلے گئے پھر ایک عرصہ بعد شیخ بہاؤ الدین کا دل روحانی تعلق کیوجہ سے شیخ عیسیٰ کی جانب متوجہ ہوا اور یہ شیخ عیسیٰ کے مرید ہو گئے اور ان سے فیض حاصل کیا۔

ابھی خلافت حاصل کرنے نہ پائے تھے کہ شیخ عیسیٰ کا آخری وقت آپہنچا اور انہوں نے فرمایا اے بہاؤ الدین! تم کو خرقہ خلافت میرے سید صاحب پہنائیں گے جو قریب زمانہ میں مالکپور تشریف لانے والے ہیں چنانچہ مقررہ زمانہ کے موافق راجی سید حامد شاہ جو پور آئے شیخ بہاؤ الدین کو خرقہ خلافت پہنا کر اپنا خلیفہ بنایا۔

شیخ بہاؤ الدین نے ۹۴۷ھ کو وفات پائی۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین شطاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ابراہیم عطاء اللہ انصاری قادری شطاری حسینی تھے جو صاحب حال اور جامع برکات و کرامات تھے آپ کی پیدائش ۸۲۱ھ میں وفات ۹۲۱ھ میں ہوئی آپ کا وطن سرزمین ہند کے قصبہ جید میں ہے جہاں کسی مندوبادشاہ کے بلاوے پر آپ نے سکونت اختیار کی۔

سلسلہ قادریہ سے تعلق تھا۔ اور شطاری مسلک رکھتے تھے آپ نے اپنی ایک کتاب میں شطاریہ مسلک کے اذکار و اشغال اور طریقے اور آداب بیان کئے ہیں۔

زمینوں اور آسمانوں کے شیخ سید سلسلہ شطاریہ کی سلسلہ قادریہ سے نسبت: سلطان حضرت محی الدین عہد القادر

جیلانی تک ان کے فرزند شیخ عبدالرزاق جن سے دوسرے شیوخ معلومہ کے ذریعہ بہاؤ الدین شطاری کے پیر و مرشد سید احمد جلی قادری شافعی تک سلسلہ پہنچتا ہے آپ کے پیر و مرشد سید احمد جلی قادری شاہ نے آپ کو تمام اذکار و اشغال کی تعلیم دی اور فرقہ قادریہ بھی حرم شریف میں پہن کر مطلق اجازت دی کہ آپ دوسرے مستحق لوگوں کو مرید کر کے خرقہ پہنائیں پھر جو کوئی آپ کا مرید ہو جاتا آپ اسے خرقہ پہناتے تھے۔

ہکایت: شیخ بہاؤ الدین کو عمدہ خوشبو سونگھنے سے وجد و حال کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی کہ آپ قریب الموت ہو جاتے تھے ایک دفعہ آپ بے انتہا کمزور ہو گئے تھے کسی نے عمدہ ٹخنہ سونگھایا جس کے سونگھتے ہی آپ کو وجد آ گیا اور اسی حالت میں ۹۲۱ھ میں آپ نے انتقال کیا۔

وصال خدا کے راستے: رسالہ شطاریہ میں آپ نے لکھا ہے کہ اللہ تک رسائی کے اتنے راستے ہیں جتنے جملہ مخلوقات کی سانسیں لیکن ان میں سے تین طریقے زیادہ مشہور ہیں۔

۱- یہ اختیار اور اچھے لوگوں کا ہے اور وہ روزہ، نماز، تلاوت، سرائ کریم، حج اور جہاد ہے اور اس

طریقہ پر رہنے والے بہت عرصہ تک عمل کرنے کے بعد تھوڑا سا مقصد حاصل کر پاتے ہیں۔

۲- محابہ اور ریاضت کرنے والوں کا ہے جو بڑے اخلاق کو تزکیہ نفس و تصفیہ قلب اور تجلی روح

میں تبدیل کر لیتے ہیں اور یہ طریقہ پاکباز لوگوں کا ہے اور اس راہ پر چلنے والے اس راہ سے زیادہ اکثریت میں ہیں۔

۲۔ شطاریہ طریقہ جو ابتدا ہی میں اس مقام وصل تک پہنچ جاتے ہیں جہاں دوسروں کی انتہا میں بھی بمشکل رسائی ہوتی ہے اور یہ طریقہ شطاریہ پہلے دونوں طریقہ کی نسبت اللہ تک رسائی کی آسان اور نزدیک ترین راستہ ہے۔

طریقہ شطاریہ کے دس اصول:

توجہ: یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا دیگر تمام مقاصد سے علیحدہ ہو جانا۔

زہد: دنیا اور دنیوی محبت سے کنارہ کشی کم ہو یا زیادہ۔

توکل: یعنی اسباب سے قطع تعلق کر لینا۔

فناخت: یعنی خواہشات نفسانی سے بالکل الگ ہو جانا۔

کوشہ نشینی: مرنے تک لوگوں کے میل جول سے الگ ہو جانا۔

توجہ الی اللہ: یعنی ہر خواہش سے (جو غیر اللہ کو دعوت دیتی ہو) علیحدہ ہو جانا یہاں تک کہ

صرف اللہ تعالیٰ ہی مطلوب و محبوب و مقصود بن جائے۔

صبر: یعنی مجاہدہ کے ذریعے نفسانی خوشیوں کا خاتمہ کر دینا۔

رضائے الہی: یعنی اپنی ذاتی خواہشات کی جگہ پر اللہ کے منشاء و خوشنودی کو داخل کر کے اور

زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کر کے اپنا سب کچھ تدبیر الہی کے سپرد کر دینا۔

ذکر الہی: ذکر الہی کے سوا سب کچھ ترک کر دینا۔

مراقبہ: یعنی اپنی ساری زندگی میں موت آنے تک اپنی طاقت کے موافق اپنے وجود و قوت سے

علیحدہ ہو جانا۔

ذکر کی تین اقسام ہیں:

ذکر کی اقسام:

۱۔ اسم جلال۔

۲۔ اسم جمال۔

۳۔ اسم مشترک۔

جب غرور و نخوت اپنی ذات میں دیکھو تو پہلے اسم جلال کا ورد کرو تا کہ نفس سرکش مطیع و فرمانبردار ہو جائے جیسے یا قہار یا جبار یا مُتکبر اس کے بعد اسمائے جمالی جیسے یا ملک یا قدوس یا علیم وغیرہ اس کے بعد اسمائے مشترک پڑھو جیسے یا مُومن یا مُہمین وغیرہ جب تم میں انکساری و خاکساری کی صفت جلوہ گر ہو جائے تو پہلے اسمائے جمالی اور پھر اسمائے مشترک اور آخر میں اسمائے جلالی کا وظیفہ پڑھتے رہو۔ تاکہ تمہارا دل بالکل پاک و صاف اور روشن ہو جائے اور ذکر الہی سے دل کو صبر و قرا حاصل ہو۔

مقام ذکر کے لیے ناولے اسمائے الہیہ متفرق اثرات رکھتے ہیں اسی لیے صوفیہ کہتے ہیں کہ صبر ایک خاص مقام ہے اور ذکر کرنے والے کو اسم اللہ کے ذکر میں صبر و قرا ملتا ہے کیونکہ اللہ اسم ذات ہے اسکے سوا باقی اسماء اس کے صفاتی اسماء ہیں۔

فائدہ: جب تک ذکر الہی میں اسمائے صفات شریک رہیں گے اس وقت تک متفرق قسم کی رنگ کاریاں ہوتی رہیں گی ذکر کی جب اسم ذات تک رسائی ہو جاتی ہے تو اللہ اللہ کے لفظ کی سوزش و درخشانی سے ذکر کا خود کا وجود فانی اور سوختہ ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد ہی کہیں مقام فنا حاصل ہوتا ہے۔

بقاء بعد الفناء: وجود فانی کے مٹ جانے کے بعد مقام بقا میں قدم رکھنا نصیب ہوتا ہے ان حالات میں مرید صادق کو چاہیے کہ ذکر الہی کے بغیر سانس نہ لے اور

ذکر الہی کے ذریعے اپنے دل کو کشادہ کرے اور جب دل منور ہو جاتا ہے تو کشف کے ذریعے تمام چیزیں اس پر کھل جاتی ہیں یہ عالم بالا میں پرواز کر کے ہر ایک سے ملاقات کرتا ہے۔ اور ذکر حقیقی جو دراصل شہود حق ہے اس منزل میں نصیب ہوتا ہے۔

فائدہ: اس کتاب میں سلوک کی کیفیت اور اس کے آداب و طریقے شرائط ذکر اور اس کی اقسام و اسماء لکھتے ہوئے کشف ارواح کی تحقیقی لکھی۔

کشف ارواح کا طریقہ: کشف کے لیے یا احمد یا محمد پڑھنے کے دو طریقے ہیں۔

۱- یا احمد کو داہنی طرف اور یا محمد کو الٹی جانب پڑھتے ہوئے دل پر ضرب لگائے یا رسول اللہ داہنی طرف یا احمد بائیں جانب اور دل پر تصور کرے یا مصطفیٰ۔

۲- یا احمد یا محمد یا علی یا حسین یا فاطمہ چھ طرفہ ذکر کرے۔ تو تمام ارواح کا کشف ہو جاتا ہے (طریقہ دیگر) مقبرہ فرشتوں کے بھی یہی اثر کرتے ہیں یعنی یا جبرائیل و یا میکائیل

اسرائیل یا عزرائیل چار ضربی ذکر بھی یہی تاثیر رکھتا ہے یا شیخ یا شیخ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ صرف ندا کو دل کی سیدھی جانب سے پہنچنے اور لفظ شیخ کی ادائیگی کے ساتھ دل پر ضرب لگائے اس سے بھی کشف ارواح ہوتا ہے (یا رسول اللہ۔ یا علی یا غوث اعظم کے نعرے ثابت ہوئے مزید تفصیل فقہی کے رسالہ ”نعرہ بکیر بدعت ہے یا نعرہ رسالت“ میں پڑھے۔

طویل العمری کا وظیفہ: درازی عمر کے لیے نماز فجر کے بعد سے سورج نکلنے تک ہزار

مرتبہ یا حی یا قہوہ پڑھے اور ظہر کی نماز کے بعد ہزار مرتبہ دوہو العلی العظیم پڑھے۔ اور عصر کے بعد دو الرحمن الرحیم ہزار مرتبہ پڑھے اور مغرب کے بعد دو الفنی الحمید ایک ہزار مرتبہ پڑھے اور عشاء کی نماز کے بعد ایک ہزار مرتبہ دو الاطیف الخبیر پڑھے۔ پانچوں وقت اسمائے منذرہ بالا پڑھنے سے عمر دراز ہو جاتی ہے مراقبہ کی بابت لکھا ہے۔

طریقہ مراقبہ: قرآن کریم کی وہ تمام آیات و کلمات جن سے توحید کے معنی سمجھے جاتے ہیں یہ سب اسمائے مراقبہ یعنی ان کو پڑھ کر مراقبہ کیا جائے کلمات مراقبہ کی مثالیں یہ ہیں۔

(1) وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (2) اَيْنَمَا تَوَلَّوْا فَمَّ وَجْهَ اللّٰهِ (3) اَلَمْ يَعْلَم بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى (4) نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (5) اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ (6) وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفْلا تَبْصُرُوْنَ سَمْعٰیہِیْنَ (7) اِنَّ مَعِيَ رَحْمَةً (8) اَللّٰهُ حَاضِرِیْ اَللّٰهُ نَاطِرِیْ اَللّٰهُ شَهِدِیْ اَللّٰهُ مُّحِیّ (9) مراقبہ ذات (10) مراقبہ یا حی یا قیوم (11) مراقبہ المس و عزیز (12) مراقبہ تمام اسمائے حسنی (13) مراقبہ تلاوت قرآن حکیم (14) شیخ کا خود میں فنا ہونے کا تصور۔ یہ چند رموز مراقبہ تحریر کے گئے تاکہ قوم کے افراد ان میں سے کسی کا انتخاب کر کے مراقبہ شروع کر دیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے تمام حالات ثابت کرنے کیلئے بہت کافی ہیں مسلمان جہاں اور جس حالت میں ہو اللہ اللہ دل سے کہتا رہے تاکہ دل پاک و صاف اور روشن رہے۔

مراقبہ کی وجہ تسمیہ: مراقبہ مشتق ہے رقیب سے جس کا معنی ہیں حفاظت۔

مراقبہ کی وجہ تشبیہ: مراقبہ کا اصل مادہ الرقیب ہے بمعنی محافظ و نگہبان اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک مرید (ارادہ کرنے والا) مراقبہ میں ہے وہ اپنی جسمانی لذتوں کے مشاغل اور شیطانی طاقتوں اور نفسانی خواہشات سے بے پرواہ اور غیر اللہ سے الگ ہو کر صرف اللہ کے حضور میں متوجہ ہو جائے اسی لیے کہا گیا ہے کہ فکر افضل ہے ذکر سے کیونکہ یہ وہ باطنی شغل ہے جس کی کسی کو خبر نہیں ہوتی۔

خلاصہ: مراقبہ اسی کو کہتے ہیں کہ دل کی نگہبانی و حفاظت کی جائے اور دل کو اللہ کی طرف لگائے رکھے اور حق اللہ کے سوا جو اور چیزیں ہیں ان کو مطلق دل میں نہ آنے دیا جائے اور ایسے صفات سے موصوف صوفی کو صاحب دل کہتے ہیں۔

شیخ بدھن شطاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ عبداللہ شطاریؒ کی اولاد سے تھے سلطان سکندر کے زمانہ میں آپ کی شیخیت و ارشاد اور تربیت کا شہرہ تھا آپ طریقہ شطاریہ کے طالب کو تلقین کرتے تھے۔ مولف کتاب اخبارالاکھیار کے چچا شیخ رزق اللہ نے بھی شیخ بدھن شطاری سے ماہ ۱۳۱۱ھ کے ذکر الہی کی تلقین حاصل کی۔

مخدوم مولانا عماد الدین غوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ نارنول کے مشہور مشائخ میں سے تھے آپ کے آباؤ اجداد عمرہ عجم میں آئے اور پھر غور سے سلطان شہاب الدین غوری کے ساتھ ہندوستان آئے۔

(آپ کی پیدائش ۱۲۷۱ء میں اور وفات ۱۳۴۱ء میں ہوئی)۔

حکایت: مولانا عماد الدین نے ابتدائی عمر میں تحصیل علم کی کوشش نہیں کی۔ وہ بہت بڑے پہلوان تھے۔ اور پہلوانوں سے کشتی لڑا کرتے تھے۔ ایک دن اپنے سے زیادہ طاقتور پہلوان کو زخمی پر چت گردا کرتا رہے ہوئے شنی میں اپنے گھر لوٹ رہے تھے کہ ایک عالم دین نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر افسوس کرتے ہوئے طعنہ دیا اور کچھ برا بھلا بھی کہا۔ جس پر عماد الدین کو غیرت آئی اور اپنی دُش قطع سے پشیمان ہو کر علم حاصل کرنے کی درخواست کی۔ چونکہ بچپن میں کچھ لکھا پڑھا نہ تھا اس لیے جوانی میں سے کچھ نہ پڑھ سکے۔

پھر نارنول میں شیخ محمد ترک کے روئے میں رہنے لگے ہمیشہ با وضو ہو کر ذکر و نوافل اور

قرآن حکیم کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ طہارت کے لیے روضہ سے باہر نکلا کرتے تھے اور شیخ محمد زک کی روحانیت سے حصول علم کے طلب گار و خواستگار رہے۔

اٹھارہ سال تک اس طرح عبادت کرتے رہے ایک رات طہارت کے لیے روضہ سے نکلے تو پیچھے سے کسی نے ان کو پکڑ کر کہا مانگو کیا مانگتے ہو یہ چونکہ اپنے باپ دادا کے طریقہ کے طلب گار تھے اس لیے انہوں نے علم و تقویٰ کی درخواست کی جس پر انہوں نے کہا جاؤ بزرگوں کے کتب خانہ کو سامنے رکھو اور پڑھانا شروع کرو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان پر علوم دینی کھول دیئے۔

فائدہ: شیخ احمد مجد شیبانی کا بیان ہے کہ میں نے مولانا عماد الدین کو بچپن ہی سے دیکھا تھا۔ وہ ایک بڑے باکمال متبع شریعت بزرگ تھے۔ یہ مولانا عماد الدین غوری ان مولانا عماد کی اولاد سے تھے جو سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں مشہور عالم تھے۔

سلطان محمد تغلق نے بادشاہی کے غرور کے نشہ میں کہا کہ جب اللہ کا فیض و منکر ختم نبوت: کرم منقطع نہیں ہے تو فیض نبوت کس طرح ختم ہو سکتا ہے اب بھی جو کوئی پیغمبری کا دعویٰ کرے اور معجزے دکھائے تو اس کی تصدیق کرنے میں کیا امر مانع ہے جس پر مولانا عماد الدین نے فوراً برجستہ کہا گویا نہ کھاؤ کیا کہتے ہو اس پر سلطان محمد تغلق نے ان مولانا عماد الدین کو ذبح کرا کے ان کی زبان کھینچوالی۔

شیخ علم الدین حاجی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑے بزرگ دنیوی تعلقات سے دور بلکہ بالکل تارک الدنیا تھے مزدوری سے اپنی گزراوقات کرتے تھے جب مکہ معظمہ گئے تو اپنے ساتھ ایک کلباڑی ایک درانتی ایک رسہ لیتے گئے راستہ میں لکڑیاں اور گھاس بیچ کر بسر اوقات کرتے ۱۱۔ نہ مانگتے نیز کسی سے نذر نیاز بھی نہیں لیتے تھے خود کو بزرگوں کی طرح نمایاں نہ رکھتے بلکہ عام بود و راز زندگی بسر کرتے۔

شیخ علم الدین سید زادہ تھے لیکن لوگوں پر خود کا سید ہونا ظاہر نہ کرتے کسر نفسی کی مثال: تھے عالم خان میواتی آپ کا مرید تھا اس نے لاکھ چاہا کہ آپ کے لیے

۱۔ مزار والے سے علم کی طلب بتاتی ہے کہ اسلاف کا نیدہ یہی تھا کہ اہل قبور سے استمداد جائز ہے تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ نور الصدور فی استمداد القبور۔ (اویسی غفرلہ)

۲۔ صرف اہل قبور سے طلب کا ثبوت نہیں بلکہ سے مقدمہ عالے کا ثبوت بھی ہے ۱۲۔ اویسی غفرلہ

ایک گھر اور ایک خانقاہ تعمیر کر دے لیکن آپ نے منظور نہ کیا اور فرمایا شیخ محمد ترک صاحب ولایت ہیں تم جو عمارت میرے لیے بنانا چاہتے ہو وہ ان کے روضہ کے لیے بنا سکتے ہو۔
ابتداءً شیخ محمد ترک کا مقبرہ اور چار دیواری پست تھی لیکن عالم خان میواتی نے اس پر ایک عظیم الشان گنبد تعمیر کرایا جو اب تک موجود ہے۔

علامہ نرنولی شیخ حمزہ دھرسوی سے نقل کرتے ہیں کہ میرے دادا اور شیخ صدر الدین کھرولی اور شیخ علم الدین حاجی یہ تینوں حج کے لیے روانہ ہوئے جب سمندر پار کرنے کے لیے سمندر کے کنارے پہنچے تو ملاحوں نے کہا جو کوئی اپنے حقدار رشتہ داروں کے چھوڑ کر آیا ہے وہ لوٹ جائے اور اپنے متعلقین کے ساتھ صلہ رحمی کرے اس پر شیخ علم الدین نے اپنی کمر سے درانی اور کلہاڑی اور رسہ نکال کر بتاتے ہوئے کہا دیکھو یہ میرے رشتہ دار اور متعلقین ہیں جو میرے ساتھ ہیں۔
ملاح ہنسنے لگے اور ان کو کشتی میں سوار کر لیا اور باقی ان کے دونوں ساتھی گھر واپس چلے گئے شیخ علم الدین حاجی کا مقبرہ شہر نرنول کے باہر سوار جانے والی سڑک کے قریب ہے۔

حضرت مخدوم شیخ محمد الحسینی البھیلانی اوچی عیسیٰ

آپ اوج شریف ضلع بہاولپور صوبہ پنجاب پاکستان کے رہنے والے تھے حضور غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے تھے چھ واسطوں سے حضور غوث اعظم علیہ السلام تک آپ کا نسب ملتا ہے۔
شیخ محمد حسینی بن سید شاہ امیر بن سید علی بن سید مسعود بن احمد بن سید صفی الدین نسب نامہ: بن سید السادات شیخ سیف الدین عبدالوہاب بن شیخ السموات والد رضین محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی شیخ محمد صاحب عظمت و کرامات اور پر شکوہ و جلالت تھے۔ ظاہر شان و شوکت اور علوم معقول و منقول کے ماہر تھے ظاہری و باطنی نعمتوں کا فیض آپ کی ذات سے جاری تھا اور کسی ونسی بزرگیوں کے حامل تھے آپ کا وطن روم میں تھا وہاں سے خراسان تشریف لائے پھر وہاں سے ملتان آکر قصبہ اوج میں مقیم ہو گئے ایک مرتبہ پوری دنیا کا سفر بالکل تنہا اور بغیر ساز و سامان کے کیا۔ دوسری مرتبہ ہاتھی بھوڑے اور شان و شوکت اور بے شمار ملازمین و متعلقین کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ملتان میں تشریف فرما ہوئے ہا شاہ وقت بھی آپ کا عقیدہ ہو کر آپ کا مرید۔
اس وقت کی سلطنت کے وقت اوج ملتان سے منسلک تھا جب کہ ابھی ریاست بہاولپور کے وجود کا تصور تک نہ تھا۔
(اویسی غفرلہ)

ہو گیا۔ جو آپ کے متعلقین و ملازمین کیساتھ نہایت فراخ صلہ سے پیش آتا تھا۔ اس زمانہ میں جب کہ ملتان میں عالم فاضل اور بزرگوں کا قحط تھا آپ نے اپنی بلند فطرت اور ذاتی عزت کے ذریعے سب پر (درجہ اور رنگ) فائق و فائز تھے۔ اور مسند امتیاز پر انفرادی طور پر جلوہ فرما ہوئے آپ کو شعر گوئی سے خاصا شغف تھا۔

مناقب غوثیہ: سیدنا حضور غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں اکثر نظمیں لکھی ہیں آپ کا ایک دیوان بھی ہے قادری مخلص کرتے تھے صاف و سلیس زبان میں ترجیع بند بھی لکھے ہیں جس میں سے چند اشعار یہ ہیں۔

ترجیع بند

راندیم و قلندریم و چالاک	مستیم و معریدیم و بیباک
جامیم و صراحیم و بادہ	درد صد فیم و بحر و خاشک
والی ولایت شش و پنج	حامی بلاد فہم و ادراک
مجموعہ راز عالم دل	منصوبہ کشائے سر لولاک
بگذشتہ ز خویش بے کدورت	نکذشتہ ز عشق جوہر خاک
آئینہ صاف باغل و غش	صافی دل و پاک را شکاک
گر صاف شوی و پاک دائم	میگوئی چو قادری تو نا پاک
ما بلبل بوستان قدیم	شہباز سفید دست انیم

فائدہ: اس ترجیع بند کے آخری شعر میں تلخیص ہے آپ نے شہبازیت کو حضرت غوث اعظم سے تشبیہ دی ہے۔

شرح باز اشہب: شہباز سفید یعنی حضور غوث اعظم کا ایک لقب ہے جس کی بعض متقدمین اولیاء نے آپ کی پیدائش سے پہلے ہی اطلاع دی تھی کہ حضرت غوث اعظم کو اعلیٰ فرشتے باز اشہب کہتے ہیں جیسا کہ قصیدہ قطبیہ میں فرمایا ہے۔

انا بلبل۔ الافرح املاء دو حھا

طاباً و فی العلیاء باز اشہب

ترجمہ: مخدوم شیخ محمد کا مقبرہ ادوج (بہاولپور) میں ہے آپ کے تین صاحبزادے تھے عبدالقادر

ثانی جنہیں مخدوم ثانی بھی کہتے تھے سید عبداللہ جو سد سلیم الطبع اور اعلیٰ شعر گوئی میں اپنی مثال خود تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ عارف عبدالرحمن جامی (مصنف شرح جامی) آپ سے اشعار کی اصلاح لیا کرتے تھے۔

سید مبارک جو بڑے بلند مقام کے مالک تھے جن کی اولاد مین سے ایک بزرگ میر میراں ہیں جو بے انتہا بوڑھے اور بابرکت بزرگ ہیں آپ ان دنوں لاہور میں مقیم ہیں (یہ اس وقت کی بات ہے جب عبدالحق محدث دہلوی اس کتاب کو ترتیب دے رہے تھے)

حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر (ثانی اوچی) رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ محمد حسنی والحبسینی کے فرزند ہیں جو شیخ عبدالقادر ثانی کے لقب سے مشہور تھے آپ ظاہری کرامات آشکار حالات بلند مقامات اور عمدہ اوصاف کے حامل تھے۔ آپ کمالات ظاہری و باطنی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ درخشاں نورانیت مع کامل حامل کے مالک تھے اور آپ کا کمال خیال و گمان کی سرحدوں سے آگے تھا۔

اکثر و بیشتر فاسق و فاجر بلکہ کفار آپ کے مشاہدہ جمال اور معائنہ کمال سے توبہ کر کے مشرف باسلام ہوئے آپ شہر روح میں حضرت غوث الثقلین کے حقیقی وارث اور کمالات میں انہی کے تابع تھے اس لیے آپ کو شیخ عبدالقادر ثانی کہا جاتا تھا مؤرخین کا کہنا ہے کہ آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے آپ کے اوصاف میں قابلِ فخر یہی بات ہے کہ آپ کو شیخ عبدالقادر ثانی کہا جاتا تھا۔

حکایت: شیخ عبدالقادر ثانی نے اپنی پوری جوانی نہایت پوری ناز و نعمت و آسودگی میں بسر کی آپ عیش و نشاط کے دلدادا تھے کہ گانے بجانے کی چیزیں کئی اونٹوں پر لاد کر آپ کے ساتھ جاتی تھیں لیکن سجادہ شجیت اور مقام تربیت و ہدایت پر رونق افروز ہونے کے بعد ہر قسم کے گانے بجانے یہاں تک کہ قوالی سے بھی پرہیز کرتے، اپنے مریدین معتقدین اور طالبانِ راہِ حق کو بھی قوالی وغیرہ سننے سے نہایت سختی کے ساتھ منع کرتے تھے اگرچہ قوالی وغیرہ کی آواز آپ کے کان میں پڑ جاتی تو بارگاہِ الہی میں اتنا گریہ زاری کرتے کہ جان نکلنے کے قریب ہو جاتی۔

جذبہ کا آغاز: آپ ایک دن اوج شریف کے جنگل میں شکار کھیل رہے تھے اور ایک تیز عجیب و غریب آواز میں نالہ و فریاد کر رہا تھا ایک درویش اس جنگل میں گھوم

رہا تھا۔ اس نے اس تیر کی آواز سن کر اور شیخ عبدالقادر ثانی کو دیکھ کر کہا۔ سبحان اللہ! ایک دن وہ آئے گا کہ یہ نوجوان بھی اس تیر کی طرح تالہ و فریاد کرے گا درویش کی اس بات نے شیخ پر ایک خاص اثر کیا آپ پر ایک حالت طاری ہو گئے اور غیر اللہ سے دل ٹھنڈا پڑ گیا اس کے بعد روزانہ آپ پر جذبہ کے اسباب شوق کے آثار اور محبت الہی کے انوار کی مسلسل بارش ہونے لگی نتیجہ یہ کہ غیر اللہ سے تعلق ختم کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے ہو گئے۔

ہدایت: شیخ عبدالقادر ثانی کے والد کے پاس کہیں سے محفل کے تھان آئے بھیجنے والے نے کہلوا کر بھیجا کہ اس سے اپنا لباس بنائیں لیکن شیخ نے محفل کے تھانوں سے اپنے شکاری کتوں کے لیے جھولیں بنوائیں اس واقعہ کی اطلاع جب آپ کے والد گرامی کو ہوئی تو انہوں نے آپ کو بلوا کر ڈانٹا اسی رات آپ کے والد نے خواب میں حضرت غوث اعظم کو فرماتے دیکھا کہ تم اپنے دوسرے بیٹوں کو دیکھ بھال کرو عبدالقادر ہمارا بیٹا ہے تم اس سے کچھ نہ کہو اس کی تربیت ہمارے ذمہ ہے اس واقعہ کے ساتھ ہی عبدالقادر ثانی پر جذب و حالت میں اضافہ ہو گیا۔

حالت ثانی: مذکورہ اسباب کے بعد توبہ کر کے تمام عیش و نشاط و لذات سے کنارہ کشی فرمائی باجے کے آلات سب توڑ ڈالے شکاری جانور چھوڑ دیئے اور سرمنڈوا کر سلوک

اختیار فرمایا آپ کے والد ماجد نے وفات سے پہلے ہی آپ سب بھائیوں میں سے آپ ہی کو صاحب سجادہ مقرر کر دیا تھا آپ کے دوسرے بھائی بادشاہ وقت کے ملازم تھے۔ اور آپ بہت عرصہ پہلے اس ملازمت ترک کر چکے تھے۔ آپ کے والد کے انتقال پر بادشاہ وقت نے باوجود ان کے کہ اس کے دل پر آپ کی ترک ملازمت کا غصہ تھا اس نے آپ کے والد کے تمام کاغذات و مناسبات کی بحالی کے ساتھ ایک نیا فرمان بھی آپ کے نام جاری کر کے اپنے خاص چوہداروں کے ذریعے آپ کے پاس بھیجا لیکن آپ نے جواب دیا ہمیں اس میں سے کسی کی ضرورت نہیں ہے آپ جس کو چائیں دے دیں غرضیکہ بادشاہ وقت کے غضب اور دشمنوں کے ہاتھوں آپ نے بہت کچھ تکلیفیں اٹھائیں لیکن آپ کے پائے ثبات میں لرزش نہ آئی۔

ہکایت: بادشاہ وقت نے ایک فرمان جاری کیا کہ تمام مشائخ اگر چہ ان سے کچھ تقصیر و تاخیر ہو مگر ہوسب کے سب فرد افراد ہمارے پاس تشریف لا کر مشرف فرمائیں ان کی تشریف آوری میں سعادت اور کرم نوازی ہوگی اس فرمان کے جواب میں شیخ نے لکھا:

ہر آنچہ بر سر مای برد مبارکھاد
ہنچ باب ازیں باب روئے گشتن نیست
بکھائے بہشتی کجا شود دل شاد
کے کہ خلعت سلطان عشق پوشید است

سلطان سنجر

یہ واقعہ بھی بالکل ویسا ہے جیسا کہ سلطان سنجر نے حضرت غوث اعظم کو لکھا تھا۔ آپ اگر ہماری جانب تشریف لائیں تو مملکت سہستان پوری آپ کی خانقاہ کے نام پر لکھ دیتا ہوں جس کے ثواب میں غوث اعظم نے تحریر فرمایا تھا۔

چوں چتر سنجرى رُخ بنخم سیاہ بود

جز فقر اگر بود ہوس ملک سنجرام

زانکہ کہ یا ختم ملک نیم شب

صد ملک نیم روز بہ یک جوئی خرم

بعض لوگ اس حکایت کو شیخ نجم الدین کبریٰ کی جانب منسوب کرتے ہیں لیکن زیادہ مشہور

اور صحیح تر یہ واقعہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

ابتداء شیخ عبدالقادر ثانی کو اوراد و وظائف کا بہت شوق تھا ظاہری عبادت دل

معمولات: لگا کر کیا کرتے تھے اور دن بھر کسی سے بات کرنے کا موقع نہ دیتے آخر عمر

میں استغراق و محبت الہی کا یہ عالم تھا کہ فرائض اور سنن کی ادائیگی کے بعد جتنا وقت ملتا وہ تمام

مراقبہ میں صرف کر دیتے۔

فجر سے اشراق تک اور اشراق کی نماز کے بعد سے چاشت تک اور اسی طرح ایک نماز کے

بعد سے دوسری نماز تک مشغول مراقبہ رہتے اور تھوڑی دیر کے لیے مسجد کی چٹائی پر ہی آرام کر لیا

کرتے۔ اکثر اوقات خود ہی اذان اقامت کہتے اور امامت کیا کرتے اکثر فجر کی اذان دینے کے

بعد لوگوں کو گھروں سے جا کر نماز کر کے لیے جگا کر کہتے سعادت اور خوشی قسمتی کا وقت ہے۔ اٹھو

اور برکات سمیٹ لو جب اذان فجر کے بعد لوگ فوراً آپ کے پاس پہنچ جاتے تو فرماتے رسول

اکرم نے مجھے اسی صبح کے وقت اپنے جمال جہان آراء سے مشرف فرمایا ہے اسی لیے میری خواہش

ہے کہ تم لوگوں کو بھی اسی صبح کے تڑکے میں فیض پہنچاؤں لیکن تم لوگ کوتاہی کرتے ہو۔

حکایت: ایک دن ایک قوال آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا توبہ کر اور دُھول باجے توڑ پھینک سرمنڈوا دے اور درویش بن جا اس بد نصیب قوال کو تو اس کی توفیق نہ ہوئی لیکن اسی مجلس میں لنگایت (ہندو فرقہ) کا ایک سردار موجود تھا۔ آپ کی بات اس کے دل پر اثر کر گئی چنانچہ اس نے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کی ابھی وہ بیٹھا گریہ زاری کر رہا تھا کہ اس نے کہنا شروع کر دیا میں دیکھ رہا ہوں میرا بھائی جو گجرات میں تھا اس کا جنازہ نکل رہا ہے اسے لوگوں نے چرد خاک کر دیا یعنی مخدوم شیخ عبدالقادر ثانی کی سی برکت تھی کہ آپ کی ادنیٰ توجہ سے اس قدیم (لنگایت) کو فوراً کشف جلی حاصل ہو گیا۔

خواہش: ایک مرتبہ ملتان میں بڑی شدت کا طاعون پھیلنا لوگ کاروبار کرنے سے بھی عاجز ہو گئے۔ اس عام وبا میں لوگ اس جگہ کی گھاس جہان آپ نے وضو کیا تھا لیجائے طاعون کی کٹلی پر ملتے اللہ کے حکم سے صحت یاب ہو جاتے تھے۔

کرامت: شیخ عبدالقادر ثانی کہا کرتے تھے اللہ نے میرے ہاتھ میں ایسا اثر بخشا ہے کہ جس بیمار پر یہ ہاتھ لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شفا دیتا ہے اور یہ اثر صرف حضور غوث اعظم کی نسبت و وراثت سے پیدا ہوا ہے کیونکہ آپ کے ہمعصر لوگ کہا کرتے تھے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی اللہ کے حکم سے اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کرتے اور مردوں کو زندہ کر دیتے ایک مرتبہ اوج اور ملتان میں ایک عام وبا پھیلی ہر شخص کی پسلیوں میں درد ہوتا پھر کسی علاج سے فائدہ نہ ہوتا پسلیوں کے اس درد سے لوگ برابر مر رہے تھے غیاث الدین سردار لنگاہ جو آپ کی خدمت میں ہمیشہ حاضر باش رہتے اور متقی اور صالح تھے۔ ان کو ایک رات رسول اکرم ﷺ نے بانس کا ایک ٹکڑا جس کی مقدار ایک ہاتھ تھی عطا فرماتے ہوئے فرمایا یہ لے جاؤ اور ہمارے بیٹے عبدالقادر کو دیکر کہو کہ اس بانس کے ٹکڑے پر دس مرتبہ قل ہو اللہ پڑھ کر جس مریض کو لگاؤ گے وہ انشاء اللہ بحکم خدا فوراً تندرست ہو جائے گا اور اسی رات شیخ عبدالقادر ثانی کو بھی بشارت دی کہ ہم نے ایک مانت غیاث الدین کے سپرد کی ہے وہ اس سے لے لو اور اسے کام میں لگاؤ۔

عظیمہ رسولی کی برکت: بانس کے ٹکڑے سے وہ عجیب و غریب کرامات ظاہر ہوئیں جن کو لکھا نہیں جاسکتا اس بانس کے ٹکڑے کے قصے ملتان میں

آج تک مشہور ہیں۔

فائدہ: آپ کی والدہ سیدانی تھیں جن کے والد شیخ ابوالفتح تھے جو شیخ ابوالحق کے بھانجا سید صفی الدین گازردنی کی اولاد میں سے تھے۔

صفی الدین گازردنی نے شہر اوج کی بنیاد رکھی اور اس شہر اوج کی بنیاد کا سبب: میں عمارات بنوائیں شیخ ابوالحق گازردنی نے اپنے بھانجا سید صفی الدین گازردنی کو خلعت خلافت پہنا کر ایک اونٹ پر سوار کیا اور کہا جد ہر یہ اونٹ جائے تم ادھر چلے جاؤ اور جہاں جا کر یہ بیٹھ جائے وہاں تم سکونت اختیار کرنا چنانچہ وہ سرزمین جسے اوج شریف کہتے ہیں اونٹ پہنچ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے اٹھانا چاہا لیکن وہ نہ اٹھا تو آپ نے اپنے شیخ کے حکم کے پیش نظر اس مقام کو اپنا ٹھکانہ بنایا اور شہر اوج آباد کیا۔

شہر اوج اور اسکے جنگلات: شہر اوج اور اس کے جنگلات میں وہ کیفیت و تاثیر ہے جو کسی دوسری جگہ کو نصیب نہیں اور یہی وہ سرزمین ہے جو وادی فراق و دیوانگی کی راہ دکھاتی ہے اب بحالت موجودہ قدیم آبادی کے کھنڈرات اور نشانات تک باقی نہیں ہیں البتہ بزرگوں کے مزارات موجود ہیں اب اوج ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اب بھی اس آبادی میں پہنچ کر ایک وجد و کیفیت طاری ہو جاتی ہے جسے زبان و قلم ظاہر نہیں کر سکتی اس سے پہلے تو خوب کیفیات ہوں گی۔

فائدہ: یہ شیخ ابوالفتح دراصل شیخ عبدالقادر ثانی کی والدہ کے دادا تھے جو بڑے بزرگ اور عالی مقام تھے جنات وغیرہ کی حاضری میں خاص مہارت رکھتے تھے۔

وصال: شیخ عبدالقادر ثانی نے ۷۸ سال کی عمر پا کر ۱۸ ربیع الاول ۹۴۰ھ میں وصال فرمایا آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے آپ کے دو صاحبزادے تھے وہ بھی بزرگ اور اعلیٰ مقام کے مالک تھے۔

مخدوم سید شیخ عبدالرزاق اوچی رحمۃ اللہ علیہ

اب صاحب فضائل و مناقب و مغاخر اور بلند ہمت اور عظیم الشان تھے شیخ عبدالقادر ثانی کے فرزند تھے انکی وفات کے وقت آپ موجود نہ تھے کیونکہ کسی وجہ سے ناگور گئے ہوئے تھے۔ وہیں ناگور قیام کے زمانہ میں آپ نے ایک دن کہا کہ والد بزرگوار شیخ عبدالقادر ثانی نے مجھے آواز دے کر اپنے پاس بلایا ہے ضرور کوئی خاص واقعہ ہے لیکن ناگور سے روانگی میں آپکو کچھ دیر ہوئی

اس لیے انتقال بزرگوار کے سانحہ پر بروقت نہ پہنچ سکے بلکہ کئی دن کے بعد پہنچے اور والد بزرگوار کی وصیت کے پیش نظر خرقة خلافت زیب تن کر کے با مجاز شیخ کی حیثیت سے سجادہ نشین ہوئے آپ نے ۵ جمادی الآخر ۹۴۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت سید زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ عبدالقادر ثانی کے دوسرے صاحبزادے تھے آپ والد کی زندگی ہی میں عالم جادوانی کی جانب کوچ کر گئے سید زین العابدین کی والدہ ماجدہ ایک صالحہ عابدہ اور صابرہ شاکرہ سیدانی تھیں آپ کے ایک صاحبزادے پیر سید محمد تھے جو اپنے دادا کے منظور نظر اور ان کی مہربانی و شفقت کی آغوش میں رہتے تھے سید اللہ بخش اور ان کے دوسرے بھائی جولاہور میں رہتے تھے یہ سب سید محمد کے بیٹے اور سید زین العابدین کے پوتے تھے شاہ اللہ بخش اخلاق حمیدہ اور صفات برگزیدہ کے مالک تھے جنہوں نے ۹۹۱ھ میں علاقہ بنگال میں انتقال کیا۔

مخدوم شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر ثانی کے بیٹے تھے جو صحیح معنی میں سجادہ نشین اور خلیفہ مطلق حضرت غوث اعظم کے تھے بزرگ کامل رفیع الشان بلند مقام مظہر کبریا و ہلال صاحب تصرف و کرامت اور ذی عظمت و جلال اور بلند ہمت اور عالی مراتب شخصیت تھے ہر قسم کا دنیوی مال و متاع بکثرت آپ کے پاس تھا لیکن کبھی اتنا دولت اپنے پاس نہ رکھی کہ نصاب زکوٰۃ تک پہنچتی اور آپ پر زکوٰۃ واجب ہوتی جو کچھ آتا ہمیشہ راہ خدا میں تقسیم فرماتے اور اپنے دادا شیخ عبدالقادر ثانی کے مرید تھے کافی شہرت کے مالک تھے اپنی زندگی میں اس بلند سلسلہ قادریہ کا اپنی بزرگی و شہرت کی وجہ سے ڈنکا بجایا اور نام بلند کیا جس نے آپ کی مخالفت کی وہ کامیاب نہ ہو سکا اور اس نے اپنی زندگی ہی میں عنایت و پشیمانی پائی آپ نے اپنی زندگی ہی میں خلافت و سجادہ نشینی اپنے فرزند جمال الدین ابوالحسن شیخ موسیٰ کو عنایت کی اور ساتھ ہی اشغال باطن کی تلقین اور دیگر ظاہری لوازمات و متابعات میں کامل کر کے اپنی پوری محبت کے تحت اپنے دادا صاحب کی خوشنودی و قابلیت و استحکام کے جوہر دیکھ کر سلسلہ عالیہ قادریہ کی دولت ان کو سپرد کر کے تھوڑے

دنوں بعد ۱۹ ذی الحجہ ۹۷۸ھ میں وفات پائی۔

شیخ موسیٰ میں رسول اکرم ﷺ جیسا حسن خلق موروثی تھا یہ اپنے زمانہ ہی میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے سجادہ نشین تھے آپ کو حضرت غوث اعظم سے نسبت باطنی کے علاوہ ایک اور بھی نسبت ہے جو خاص لوگوں کو نصیب ہوا کرتی ہے آپ نے اکثر مرتبہ حضرت غوث اعظم اور سر در دو عالم ﷺ کی خواب میں زیارت کی نیز آپ نے اپنے پردادا شیخ عبدالقادر ثانی سے بذریعہ کشف قبور ملاقات کی اور ان کی بیعت سے بھی مشرف ہوئے آپ علم بُرداری و بہادری اور سخاوت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وارث تھے حسن صورت و سیرت میں بارہ ائمہ رضی اللہ عنہم کے رنگ میں تھے بلح و دلکش اور مخر صورت کے ساتھ خلق عظیم کی سیرت رکھتے تھے لوگ جب تک درود شریف پڑھتے رہیں اس وقت تک اللہ ان کے نور جمال سے دنیا کو بقیعہ نور رکھے۔

حضرت شیخ داؤد رحمۃ اللہ

آپ مخدوم شیخ حامد حسنی و حسینی کے مرید و خلیفہ تھے صاحب حال صحیح اور کشف ظاہر کے مالک تھے راہ سلوک میں بے انتہار ریاضت اور مجاہدہ کئے ہاتھ غیبی سے اشارات لارہی سنے۔

راہ سلوک میں قدم رکھنے کی ابتدا یوں ہوئی کہ دوران حصول حالت جذب کی ابتداء: تعلیم اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور ریاضت و مجاہدہ کا راستہ

دکھا یا نفس و خواہشات کے خلاف آپ نے ایسے ضبط سے کام لیا جو تحریر و تقریر سے خارج ہے۔ کبھی شروع شام سے عبادت میں کھڑے کھڑے صبح کر دیتے رکوع تک نہ کرتے کبھی ساری رات رکوع قعدہ یا سجدے میں بسر کرتے اس طرح سخت سے سخت عبادت کیا کرتے۔ کئی سال تک اسی طرح جنگلوں میں رہے اور اتنی عبادت کی کہ دل کے تمام وسوسے خارج ہو گئے اور تعلقات دنیوی سے بے نیاز ہو گئے فیض باطن کے ذریعے تفرقہ و تشویش کے جھنڈیوں سے کھل کر اطمینان و سکون سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اس کے بعد قیام سنت کی خاطر توبہ و بیعت و راہ سلوک طے کرنے میں طریقہ مشائخ کے پیش نظر اللہ کی جانب متوجہ ہوئے چنانچہ کمال حال طلب صداقت اور قوت استعداد کے مد نظر سلسلہ عالیہ قادریہ سے وابستہ دامن ہونے کی بشارت پائی۔ اسکے بعد آپ نے پھر بارگاہ الہی میں توجہ کی کہ خاندان عالیہ قادریہ میں کس خلیفہ کے ہاتھ میں

ہاتھ دوں؟ تو غیبی اشارہ ہوا کہ حضرت غوث اعظم کے سچے خلیفہ سید حامد کی خدمت میں حاضری دو۔ چنانچہ آپ نے شیخ حامد حسینی کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے بیعت کی اور انہی کی عنایات سے امت خلافت پائی۔

مقامات: شیخ داؤد مجلس میں پریشان بیٹھتے گویا آپ کی کوئی چیز گم ہو گئی یا محبوب کی راہ دیکھ رہے ہیں پھر یکایک ذوق و حالت طاری ہو جاتی اور حقائق و معارف بیان کرنے لگتے نہایت اورنجی باتیں اور راز کے نکات ارشاد فرماتے اور فرماتے عراق کی سمت سے میرے دل کو ہوا لگتی ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشبو ہوتی ہے اکثر و بیشتر آپ بغداد کی جانب دیکھتے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کو حضرت غوث اعظم سے معنوی نسبت تھی۔

حکایت: شیخ قطب عالم فرماتے کہ میں جب شیخ داؤد کے پاس گیا تو آپ کو اس جذبہ و غلبہ حق کی حالت میں بھی وعظ و نصیحت کرتے پایا ایک مرتبہ میرے دل میں آیا کہ شیخ داؤد طریقہ مہدویہ رکھتے ہیں یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ شیخ نے بلا تو قفسر اٹھا کر فرمایا فرقہ مہدویہ گمراہ اور باطل فرقہ ہے۔ اور انکا طریقہ مشہورہ پاس انفس انہیں بہ سند صحیح رسول اکرم ﷺ سے حاصل نہیں ہوا۔

فائدہ: ذکر کا کم ترین درجہ دراصل اسما غنفس ہے اور آپ کے روحانی جانشین اس وقت شیخ ابوالعالی ہیں جو عالی قدر منصب رکھتے ہیں اس کے باوجود سخت ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہیں کافی شہرت کے مالک ہیں تندرست و توانا ہیں اور حسن کی صفات سے موصوف ہیں حضور غوث اعظم کے مناقب فارسی زبان میں نہایت لطیف و فصیح بندوں کے ساتھ سادہ و شیریں الفاظ میں کہتے ہیں مجھ مؤلف اخبار الاخیار کو ان سے ملنے کا شوق ہے انشاء اللہ یہ آرزو بھی پوری ہوگی حضرت شیخ داؤد نے ۹۸۲ھ میں وفات پائی۔

تاریخ وفات: حضرت شیخ داؤد رحمۃ اللہ کی تاریخ وفات مشتاق منان سے نکلتی ہے آپ کا مزار شیر گڑھ (علاقہ پنجاب) میں ہے جو مرجع خاص و عام ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں آپ اپنی زندگی میں رہا کرتے تھے۔

میر سید اسماعیل
رحمۃ اللہ علیہ

آپ سید ابدال کے فرزند تھے جن کا سلسلہ شیخ عبدالرزاق سے غوث اعظم تک جا ملتا ہے میر

سید اسماعیل بنی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے ہمارے ملک میں غوث اعظم کی سجادگی کا طریقہ رائج کیا آپ کی پیدائش ۸۰۹ اور وفات ۹۰۶ھ میں ہوئی شیخ محمد حسن شیخ امان اور دوسرے درویش آپ کے معتقد اور آپ سے نسبت رکھتے تھے آپ نے ۹۰۶ھ میں وفات پائی آپ کا مزار انجور میں ہے جہاں آپ کسی تقریب کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تھے۔

حضرت شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ

آپ سید الخیوة کے صاحبزادے تھے آپ کو بھی شیخ عبدالرازق سے سلسلہ کی نسبت حاصل تھی علاقہ بنگال سے فقر و تجرد کے ساتھ آکر قصبہ سالورہ حضر آباد میں مقیم ہوئے اور ایک عرصہ تک تجرد و فقر کی زندگی بسر کی۔

عقد نکاح: سید نصر اللہ (جو عالم دین و عامل شریعت اور صاحب حال و متبع سنت اور راہ راست پر گامزن تھے) نے اپنی صاحبزادی کے ساتھ آپ کا عقد نکاح کر دیا شادی کی وجہ سے آپ نے سالورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور کافی شہرت پائی علاقہ اور گردنواح کے اکثر و بیشتر لوگ آپ کے عقیدت مند اور مرید تھے اور درویشوں کی ایک جماعت نے بھی جو آپ کی خدمت میں رہی خود کو آپ کی جانب منسوب کر لیا ان درویشوں کے کے جملہ شیخ عبدالرزاق جو شیخ بہلول کے نام سے مشہور ہیں آپ ہی کے مرید اور خلیفہ تھے یہ شیخ بہلول علم شریعت و طریقت میں کامل بزرگ تھے ابتداء ہی سے عبادت تقویٰ و صلاحیت میں مشغول رہا کرتے تھے اپنی فطری نیک بختی کے وجہ سے جب تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہوئے تو اس وقت خوش اخلاقی و عمدہ صفات سے مزین تھے آپ کے معاصرین میں سے زیادہ حق گو درویش سالک اس زمانہ میں کوئی نظر نہیں آتا تھا آپ عوام کو سلوک کی تلقین اس طرح کرتے کہ رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے راہ اسلام سے قدم نہ ہٹنے پائے واقعی ایسا بلند کردار شخص بہت ہی نایاب ہوتا ہے۔

وفات: شاہ قمیص احمد نے بنگال میں وفات پائی کیونکہ بادشاہ وقت نے کسی کام کے لیے انہیں بنگال بھیجا تھا۔ یہاں سے ۳ ذی قعدہ ۹۹۲ھ کو لا کر سالورہ میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

سلسلہ سادات قادریہ: اس عظیم الشان خاندان کا سلسلہ ہندوستان میں ویسے مشہور ہے جیسے قبل ازیں ہم نے ترتیب وار بیان کیا ہے۔ اور سید شاہ محمد فیروز

آبادی نے بھی اسی سلسلہ نسب کا دعویٰ کیا ہے۔

فیروز آبادی: سید شاہ محمد فیروز آبادی کے متعلق عجیب و غریب قصہ مشہور ہے کہ آپ دکن سے دہلی آئے اور خود کو حضرت غوث اعظم کے سلسلہ کی آخری کڑی کہنے کی مشہوری کی چونکہ قادری طریقے اور صورت شکل اور مشغولیت عبادت اور وظائف کی کثرت اور پاکیزگی اور استغناء وغیرہ سب آپ میں جمع تھے اسی لیے دہلی والے آپ کے معتقد ہو گئے یہ وہ زمانہ تھا جب کہ سلطان ابراہیم کو ظہیر الدین بابر بادشاہ کی جانب سے حملوں کا فکر دامگیر تھا سلطان ابراہیم درویشوں کی خدمت میں جا کر مضطربانہ طور پر التماس کیا کرتا تھا لیکن قضاء و قدر کے آگے کسی کی پیش نہیں جاتی بالآخر ظہیر الدین بابر کی فتح ہوئی اس کے دور حکومت میں بھی سید شاہ محمد ایک عرصہ تک قلعہ فیروز آبادی میں مقیم رہے اور سلطان نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں بھی قدر و عزت کے مالک اور بلندی درجات و مراتب کے حامل تھے بلکہ اسلام شاہ بن شیر شاہ لودھی کے زمانہ میں آپ کی شیخت و بزرگی میں چار چاند لگ گئے اور وہ آپ کا اتنا معتقد ہو گیا کہ حدود تقریر و تحریر سے خارج ہے۔ بادشاہ کی دیکھا دیکھی دوسرے افران و حکام سلطنت بھی آپ کے معتقد اور مرید ہو گئے بعض درویش اور بھی آپ کے مرید اور خلیفہ ہوئے اس دور میں آپ کی شیخت کا بول بالا رہا۔

خلاصہ:

دوسیدزادے: اسی زمانہ میں دو بزرگ سیدزادے باہر سے دہلی آئے (۴۱) میرٹھس الدین محمد جو بڑے عالم فاضل عقیل و نہیم اور فلسفی اور فہرین کے ماہر اور علم طب میں یکتائے روزگار تھے جنہوں نے تجرد کی زندگی بسر کی اور پوری دنیا کا سفر کیا تھا وہ دو تین کتابیں اپنے خادم کے پاس رکھا کرتے تھے بڑے باہمت تھے عرصہ تک کامل میں رہے اور نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کو ان سے بڑی عقیدت تھی۔

2- سید ابو طالب آپ بغداد کے سادات میں سے تھے خوبصورت و سیرت جوان آدمی تھے زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے آپ وطن سے نکل کھڑے ہوئے تھے بعض سفروں میں میرٹھس الدین کے ساتھی رہے تھے چونکہ دونوں میں اسلامی مواخات قائم ہو گئی تھی اس لیے دونوں ہندوستان کے سفر کے لیے شریک ہو گئے تھے۔ سید شاہ محمد فیروز آبادی نے جب ان

دو عظیم الشان بزرگ سادات کی آمد کی خبر پائی تو ان کو اپنے ساتھ ملانا چاہا (تاکہ اپنی صاحبزادیوں کا عقد کرادیں کیونکہ) شاہ محمد کی کئی لڑکیاں تھیں جن کی شادی کی یہاں کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ان دونوں بزرگوں کی آمد سے پہلے ہی شاہ محمد شہر کے اکثر لوگوں سے کہا کرتے تھے ہم عربی نسل ہیں اور عرب میں ہمارے عزیز موجود ہیں جو شریف و برگزیدہ ہیں اگر وہ آجائیں تو میری ان لڑکیوں کی شادیاں ہو جائیں۔

ان دونوں بزرگوں کی آمد پر جو دہلی میں بے یار و مددگار مسافر تھے اور ان کے قیام کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا سید شاہ محمد نے ان دونوں کو اپنا مہمان بنالیا۔

ان کی خاطر تواضع میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی شاہ محمد نے سید ابوطالب کو اپنی لڑکی کا پیغام نکاح بھجوایا جس پر سید ابوطالب نے جواب دیا ہم مسافر ہیں تجر کی زندگی بسر کرتے رہے اور اب بھی تنہا رہنا چاہتے ہیں شادی سے ہمیں معاف رکھا جائے۔

شہید شہزادے: ان دونوں سیدوں کو اچانک شاہ محمد کے گھر میں ہی کسی نے شہید کر دیا لوگوں میں ان کی اچانک قتل سے ایک شور مچ گیا اور لوگ بے انتہا رنج و غم کرنے لگے یوں معلوم ہوتا گیا کہ بلا کا منظر ہے ان دونوں سیدوں کا جنازہ ان کے خون آلودہ کپڑوں میں سیاہ جھنڈوں کے ساتھ اٹھایا گیا ایک کہرام مچا ہوا تھا بچہ بوڑھا عورت مرد سبھی پیٹتے کپڑے پھاڑتے اور یوانوں کی طرح غم کر رہے تھے جس کا تصور ان چند اشعاروں سے کیا جاتا سکتا ہے۔

اشعار

بازائیں چہ ظلم این چہ حسین این چہ کربلا است	بازائے فلک زہر خدا ایں چہ ماجرا است
عاشور نیست ورنہ قضیہ بعلینا است	بازائیں چہ کوفہ ایں چہ فراق است اینچہ وقت
ایں تیغ باز بر سر شیر خدا کراست	این زہر باز حسن و مجتبیٰ کہ داد
بازائیں چہ ہجرا ایں چہ فراق ایں چہ ابتلا است	باز اینچہ درد اینچہ الم اینچہ محنت است
باز ایں بخا ندان پیبر ستم کہ خواست	باز ایں با مل بیت نبوت کہ ظلم کرد
ویں داغ خشک را در گراز بر کہ پوست کا ستد	اک ریش کہنہ را در گراز سر کہ تازہ کر
ز نہار دل مہند بر ایں کار و باراد	اے دائے بر محبت دنیا و کاراد

غرضیکہ ان دونوں سیدوں کو مذنیہ منورہ میں روضہ اقدس حضرت عالم ہناہ رحمۃ اللہ علیہ کے حرم پاک میں دفن کیا گیا ابھی تک ان دونوں بزرگوں کے مزار موجود اور زیارت گاہ ہیں یہ واقعہ ۹۹۵ھ میں ہوا۔

ہر کما لے راز والے: اس جانکاہ کا حادثہ قتل کو لوگوں نے شاہ محمد کی جانب منسوب کیا اور اسی وجہ سے تمام شہر کے لوگ ان سے بدظن و برگشتہ ہو گئے معتقد منکرین گئے دوست قریبی دور ہو گئے اور دوستی رکھنے والے نفرت کرنے لگے۔ تاج کرانی اور شیخ فرید جو صوبہ دہلی کے دس دس ہزاری کے معزز رئیس تھے یہ دونوں تفتیش حالات کے لیے خود شاہ محمد کے پاس آئے لیکن شاہ محمد نے قتل سے انکار کر دیا کہا اتنا بڑا ذلیل کام میرے ہاتھوں نہیں ہوا بلکہ مجھے اس قتل کی کوئی اطلاع تک نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی سراغ لگ سکا ہے چور ہمارے گھر میں آئے اور ان بد بختوں نے اس جانکاہ حادثہ کا ارتکاب کیا اسلام شاہ بن شاہ لودھی بادشاہ وقت نے یہ معاملہ علماء کے سپرد کر کے حکم دیا کہ شریعت کے موافق اس کا فیصلہ صادر کیا جائے چنانچہ لاہور دہلی جونپور اور بہار کے چوٹی کے تمام علماء جمع ہوئے اور شاہ محمد کو نکالا کر دریافت کیا شاہ محمد نے قتل سے صاف انکار کر دیا اور بھرے مجمع میں کہا جو کچھ کرنا ہے کیجیے لیکن میں مظلوم بیگانہ اور اس حادثہ جانکاہ سے بالکل بے خبر ہوں مظلومی بے عزتی اور بے حرمتی اسل بیت پر قدیم رواج ہے جو دراصل ہم کو ملی ہے ہم پر جو ظلم ستم ڈھایا جائے گا۔ ہم اس پر صابر ہیں علمائے وقت نے شاہ محمد کے مقدمہ میں بے انتہا تحقیق و تجسس کیا مگر کوئی ایسا شرعی ثبوت شرعی ثبوت نہ ملا کہ جس کے ذریعے شاہ محمد کے لیے قصاص کا فتویٰ دیا جاسکے تفتیش مقدمہ کے دوران شاہ محمد جیل خانہ میں بند ہر قسم کی سختیاں تکلیفیں اور ذلتیں برداشت کرتے رہے۔

حکایت: شیخ امان پانی پتی کو اس مجلس میں بلایا گیا لیکن وہ نہ آئے بلکہ یہی جواب دیتے رہے کسی معاملہ میں اگر اہل بیت کے کو ذلیل خوار کر کے پیش کیا جائے اور فیصلہ دینے والوں میں امان بھی شریک ہو تو وہ لازماً دوزخ میں جھونک دیا جائے گا اور مجھ امان کی خواہش یہ ہے کہ میں آخرت کی مجلس میں اقبال و احتشام کے ساتھ مقام عزت پر متمکن رہوں آہ ان دونوں سیدوں کے قتل سے میرے جگر کے ٹکڑے ہو گئے۔ اور اس پر مزید خون کرنے سے پارہ پارہ ہو جاؤں گا۔

سید شاہ محمد سے تو یہ کام ہرگز نہیں ہو سکتا البتہ اس قسم کے قتل آوارہ مخلوق کرتی ہے۔

۱۔ یہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے دور میں ہو گا اب تو یہ شہزادے کون جملہ صحابہ و اہل بیت کے مزار بھی مٹا دیئے گئے ہیں۔

ایک مدت تک تکلیف بے عزتی اور سختیاں برداشت کر کے شاہ سید محمد شاہ کی وفات: محمد نے جیل ہی میں جان دی ان کی لاش کے پاؤں باندھ کر لوگوں نے بازار میں گھسیٹنا بالآخر قلعہ دہلی کے باہر ایک کونہ میں ان کو دفن کر دیا۔

حکایت: شاہ محمد کے پاس کچھ آئے ہوئے مہمان کھانا کھا رہے تھے کسی نے جمی ہوئی دہی کی خواہش کی شاہ محمد نے فوراً ہی دہی کا جما ہوا کوئڑا مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا ابھی یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے کہ ایک عورت چچنی چلاتی آئی اور کہنے لگی ابھی ایک سیاہ فام ننگا لڑکا میرا دہی کا کوئڑا اٹھا کر آپ کے گھر میں لے آیا ہے چنانچہ شاہ محمد نے اس عورت کو کچھ رقم دیکر واپس کر دیا۔

ترقی منزل کا راز فاش: شاہ محمد کے قبضہ میں جنات تھے جس کا ایک معمولی سا واقعہ یہ بھی ہے یعنی دہی اور قتل سادات اس دن کے بعد سے اکثر لوگ آپ کی محبت و اعتقاد سے برگشتہ ہو گئے۔

شاہ محمد کے خلفاء: شاہ محمد عاشق جو سنبھل ضلع مراد آباد پوپی میں تھے وہ شاہ محمد ہی کے مرید و خلیفہ تھے یہ بڑے نیک صاحب ذوق و حال بلند ہمت تھے۔ اور سخت ریاضت و مجاہدہ کیا کرتے تھے شیخ حسن سرمست جو ہر کانوئیس ہیں یہ بھی شاہ محمد کے مرید تھے۔

مولانا اسماء الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ علوم ظاہری و حقیقی کے ماہر تھے متقی و پرہیزگار بھی تھے دنیا کی فروانی کی خواہش نہ تھی صرف ضروریات زندگی کی حد تک دینی چیزیں استعمال کرتے تھے۔

آپ شیخ کبیر خندوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری کے مرید تھے میر سید شریف جرجانی کے شاگرد مولانا اسماء الدین سے آپ نے تحصیل علوم کی تھی۔

حکایت: ملتان کی خانہ جنگی و غلغلا کی وجہ سے ملتان سے ہجرت کر کے تھوڑا عرصہ نقور اور بیابانہ وغیرہ میں رہے اور پھر دہلی آ کر سکونت پذیر ہو گئے چونکہ بڑی عمر ہو چکی تھی اس لیے درازی عمر کی وجہ سے آخری زمانہ میں بینائی بھی جاتی رہی تھی لیکن اللہ نے بغیر کسی علاج کے پھر دوبارہ بینائی عطا کی۔

حکایت: مولانا اسماء الدین اپنے گھر کے دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر کہا کرتے تھے اللہ کی تمام مخلوق پر سب سے زیادہ مہربانی و شفقت یہ ہے کہ مخلوق کو اسماء الدین کی آنکھوں میں راہ دیدی ہے

آپ نے شیخ فخر الدین عراقی کی مشہور کتاب لمعات پر حاشیہ لکھا ہے جو اس کے معانی کی تشریح و بیج کے لیے بہت کافی ہے آپ کا ایک اور رسالہ مفتاح الاسرار بھی ہے جس کی اکثر عبارات شیخ عزیزی نسفی کے رسائل سے نقل کی گئی ہیں۔ آپ نے ۱۷ جمادی الاولیٰ ۹۰۱ھ میں وفات پائی۔

آپ کا مقبرہ دہلی میں حوض شمش پر ہے جہاں آپ کی اولاد کی قبریں لائون اور صفوں مزار: میں موجود ہیں۔

تحقیقی مکتوب: شیخ عزیزی نسفی کی مکتوبات مفتاح الاسرار میں ایک مکتوب یوں مرقوم ہے کہ انسان کی انتہائے بلندی اہل شریعت، اہل حکمت، اور اہل وحدت کا باہمی اختلاف ہے۔ اہل شریعت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم بنانے سے کئی ہزار سال پہلے روح کو پیدا کیا اور ہر ایک کا ایک مقام معین و مقرر فرمایا جہاں وہ روح لوٹ کر واپس آئے گی اور ہمیشہ رہے گی مامنا الالہ مقام معلوم۔ یعنی روح جب اپنے مقام ایمان سے الگ ہوتی ہے تو پھر لوٹ کر آسمان اول پر آتی ہے اور روح جب مقام عبادت سے جدائی اختیار کرتی ہے تو اس کی واپسی آسمان دوم پر ہوتی ہے اور روح جب مقام زہد و تقویٰ سے علیحدہ ہوتی ہے تو تیسرے آسمان ہر آجاتی ہے اور جو روح مقام معرفت سے الگ ہوتی ہے تو وہ چوتھے آسمان پر جلوہ گن ہو جاتی ہے اور جو روح کے مقام ولایت سے علیحدہ ہوتی ہے تو وہ پانچویں آسمان پر آجاتی ہے اور جو روح مقام نبوت سے الگ دور ہوتی ہے تو وہ چھٹے آسمان پر پہنچ جاتی ہے اور جو روح مقام رسالت سے علیحدہ ہوتی ہے تو... اتویں آسمان پر پہنچ جاتی ہے اور جو روح مقام الوالعزمی سے علیحدگی اختیار کرتی ہے تو وہ مقام کرسی پر لوٹ جاتی ہے اور رسول اکرم ﷺ جو روح جس نے مقام ختم نبوت سے جدائی کی تو اس کی بازگشت عرش پر ہے اور روح جس مقام سے نزول کرتی ہے پھر اسی مقام پر عروج کر جاتی ہے اور اپنا دائرہ پورا کر لیتی ہے اور یہ حالت نو مرتبہ واقع ہوتی ہے۔

ملاحظہ: جو مقام ایمان پر نہ پہنچے اس کی روح کی بازگشت کسی طرح بھی آسمان پر نہ ہوگی کیونکہ یہ تمام مراتب و درجات نہ تو کسی ہیں (عمل سے حاصل ہوں) اور نہ خلقی اور اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا (دین حق اور بالکل صحیح راستہ یقینی ہے) ان مراتب میں سے کوئی مرتبہ اور درجہ بھی اگر کسی ہوتا تو ممکن تھا کہ کوئی نہ کوئی اپنے کسب و عمل کے ذریعے اپنے سے زیادہ اونچے مرتبہ پر پہنچ جاتا اور کوئی مسلمان آج تک اپنے کسب و عمل کے ذریعے مقام

نبوت تک رسائی حاصل نہیں کر سکا۔

اسی جماعت صوفیہ کے نزدیک سلوک سے مقصد یہ ہے کہ مرنے سے پہلے اپنے مقام بازگشت کا معائنہ کرے اور علم یقینی کی بجائے اپنی آنکھوں

سے خود دیکھ لے۔

معراج دو قسم: انبیاء علیہم السلام کے معراج دو قسم ہے:

۱۔ روحانی یعنی جسم کے بغیر۔

۲۔ جسمانی یعنی جسم کے ساتھ۔

اور اولیاء کو صرف ایک ہی طرح کی معراج ہوتی ہے وہ جو جسم کے بغیر ہوتی ہے۔

مذہب اہل حکمت: حکما کہتے ہیں کہ چونکہ جسم سے پہلے ارواح موجود نہ تھیں اس لیے ان کو اپنا مقام معلوم نہیں تھا اس لیے وہ آپ اپنا مقام پیدا کرتی ہیں

آدمیوں سے پہلے بالفصل روح کا موجود ہونا محال اور ناممکن ہوگا۔ کیونکہ روح اگر بالفرض موجود ہوتا تو ان میں باہمی طور امتیاز ہوگا یا کوئی تمیز و فرق نہ ہوگا اگر ان میں فرق نہ ہو تو سب مل کر ایک ہی روح ہوں گی اور یہ ناممکن ہے اگر ان ارواح میں کوئی باہمی فرق و امتیاز ہو تو تمیز کرنے والی چیز ہمیشہ اس چیز کی عین نہیں بلکہ شریک و حصہ دار ہوتی ہے اس صورت میں روح کو مرکب کرنا پڑتا ہے اور سب کا قطعی فیصلہ ہے کہ روح انسانی مرکب نہیں ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ ہر ایک کی روح اس کے جسم کے ساتھ بالفصل موجود ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جسم سے الگ ہونے کے بعد روح باقی رہتی ہے اگر جسم نے کمال حاصل کر لیا ہو تو اس کی بازگشت عالم علوی میں عقل و نفس کے ساتھ ہونا چاہیے اور عقل و نفس یہ ہمیشہ پاکیزہ ہوتے ہیں اور کسب علم و اقتباس نور میں مصروف رہتے اور علم و طہارت حاصل کرتے رہتے ہیں اور وہ شخص جس کو عقل و نفس پاکیزہ کی نسبت حاصل ہو جائے وہ اگر اپنے جسم سے جدائی اختیار کرے تو نتیجہ کے طور پر اس کی عقل و نفس پاکیزہ اسکے جسم کو عالم علوی کی جانب کھینچ لے اور یہ بھی ظہور میں نہیں آتا۔

شفاعت کیا ہے: جس میں جیسی نسبت ہوگی تو اس کی بازگشت اسی نسبت کے مقام پر ہوگی یعنی اگر کسی نے اپنے نفس میں فلک قمر کی نسبت حاصل کی تو وہ اس سے

پیرزا کا دیانی کا رو ہے کہ وہ مرتبہ نبوت کا حصول کب سے سمجھتا ہے۔

فیض حاصل کر سکتا ہے اور جب اس مہارت و ملکہ کے ساتھ اس کی روح اس کے جسم سے علیحدگی اختیار کرتی ہے تو اس کا نفس اس کو فلکِ قمر تک پہنچا دیتا ہے اگر کسی نے اس حالت میں جان دی کہ اس نے علم و طہارت میں کمال حاصل کر لیا تھا یعنی اسے فلک الافلاک نسبت حاصل ہوگی تھی مرنے والا اس سے فیض حاصل کر سکتا اور اس صورت میں اس کی بازگشت فلک الافلاک ہوگی اس طرح ہر چیز پر قیاس کر کے اس مسئلہ کو سمجھ لیا جائے۔

خلاصہ: جو کوئی ریاضت و مجاہدات کے ذریعہ اپنے نفس کی فلک الافلاک سے نسبت حاصل کر لے گا تو مرنے کے بعد اس کی بازگشت فلک الافلاک سے ہوگی اور جو کوئی اکتسابِ بزم و ریاضت اور مجاہدات نہ کرے طہارت و پاکیزگی علوم کے ذریعے اقتباسِ نور نہ کر سکے تو وہ فلکِ قمر کے نیچے (جہاں دوزخ ہے) پڑا رہے گا اور عالمِ علوی میں (جہاں جنت ہے) نہیں پہنچ سکے گا۔ غرضیکہ جو کوئی مقامِ انسانیت تک علم و پاکیزگی کو پہنچانے کے لیے اس عالمِ صغیر کے مراحل طے کر کے عالمِ کبیر میں پہنچے تو وہ اللہ کا خلیفہ کہلانے کا مستحق ہے وہی اکبر اعظم اور جامِ جہاں نما ہے اس عالم میں پہنچ کر یہ پاکیزہ عبادت گزار کبھی عقل و ادراک کے ذریعہ اور کبھی صرف شعور و لا شعوری ادراکات کے ذریعے اللہ سے باتیں کرتا اس کی باتیں سنتا اور اپنی کہتا ہے اس مرتبہ پر پہنچ کر جو شخص اپنی روح کو اپنے جسم سے الگ کرتا ہے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ پروردگارِ عالم کے زیرِ رحمت شادان و فرحان رہتا ہے بلکہ بارگاہِ الہی کا مقرب ہوتا ہے اور یہ بہشتِ خاص ایسے کالمین بزرگوں کے لیے ہے۔

مذہبِ اہل وحدت: یہ کہتے ہیں کہ ترقی و عروج کی کوئی حد مقرر نہیں ہے اگر کوئی مستعد ایک ہزار سال تک بھی پوری مستعدی اور تندرستی اور مشقت کے ساتھ

ریاضت و مجاہدات کرتا رہے تو ہر آنے والے دن میں اس کو ایک نئی عجیب و غریب چیز معلوم ہوگی جو گزشتہ دن اس کو معلوم نہ ہو سکی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل اللہ کے علم و حکمت کی کوئی انتہا وحد نہیں ہے ان اہل وحدت کے نزدیک آدمی کے مقام سے زیادہ کوئی چیز بلند تر اور با عظمت نہیں یہاں تک کہ آدمی کی بازگشت حشر کے میدان میں آدمی ہی کی صورت میں ہوگی۔

حضرت شیخ عبداللہ بیابانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت مولانا سہال الدین کے صاحبزادے اور اپنے وقت کے سب سے بڑے زاہد و

مقی تھے۔ تجرد کی زندگی بسر کی اگرچہ جوانی میں شادی کی تھی لیکن جب اس سے حضور وقت اور فراغت عبادت میں فرق آتے دیکھا تو ہنسی خوشی بیوی سے الگ ہو گئے۔

فائدہ: شیخ عبداللہ دوران گفتگو متکلم کا صیفہ استعمال نہ کرتے بلکہ جو کچھ کہتے بصیغہ غائب کہتے مثلاً میں آؤں گا جاؤں گا کے بجائے وہ آئے گا وہ جائے گا کہا کرتے تھے (ہمارے علاقہ کے قریب جلاپور پیر والے کو ایک بزرگ حضرت حافظ فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال تھا آپ کے ساتھ ایک مخالف کا مکالمہ بھی مشہور تھا)

فائدہ: ابتدا دہلی میں ایک عرصہ تک شیخ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں مصروف عبادت رہے آپ ہر نماز کے وقت نہاتے اور کپڑے دھولیا کرتے تھے۔

حکایت: بادشاہ وقت نے بعض لوگوں کو جیل میں بھیج دیا تھا جس میں کچھ سادات بھی تھے چنانچہ آپ بادشاہ کے پاس گئے اور کہا ان سادات کو رہا کر دیا جائے بادشاہ نے آپ کا کہنا نہ مانا تو آپ نے فرمایا اس شہر میں قیام کرنا حرام ہے جہاں تیری بادشاہت ہے یہ کہ کر آپ دہلی سے مندو واپس چلے گئے (یہ ہے غیرت اسلامی) بادشاہ مندو نے آپ کو بہت تحفے دیئے لیکن آپ نے کوئی تحفہ قبول نہیں کیا اور کہا مجھے ان میں سے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہاں فلاں مقام کے حاکم کو حکم دو کہ فلاں جنگل میں وہ ہمیں رہنے دے اور ہم پر کوئی ظلم و ستم نہ کرنے آپ نے مندو کے کئی قسبات میں قیام کیا اور آپ کا مزار مندو کے ایک گاؤں میں ہے۔

حضرت سید کبیر الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑی سیر و سیاحت کے بعد اوج شریف میں سکونت پذیر ہو گئے۔

آپ کی ایک سو اسی سال عمر تھی۔ آپ سے خوارق عادات بھی سرزد ہوتے تھے۔

کرامت: آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے اکثر و بیشتر کافروں کو مشرف باسلام کیا۔ جس کافر کو اسلام لانے کا حکم دیتے تو اس میں انکار کو قوت نہ رہتی اور وہ

بے اختیار اسلام لے آتا۔ کافر گر وہ درگر وہ آپ کے پاس اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ یہی تعریف آپ کی اولاد میں بھی تھا لیکن آپ کی اولاد فریب نفس دنیا داری اور بدعات وغیرہ میں مبتلا ہو گئی۔ اور اس نے اس آبادی تصرف کے ذریعہ عجیب و غریب اختراعات و بدعات کھڑی کر دیں

اپنے کرتوت کی وجہ سے بدنام ہو گئی۔

حضرت سید کبیر الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ۸۹۶ھ میں انتقال کیا آپ کا مزار اوج شریف مزار: میں ہے۔

حضرت شیخ حسام الدین متقی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ ایک بڑے عالم زہد متقی تھے آپ بحکم خدا یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حکم ہے کے مصداق تھے۔ کھانے میں بڑی احتیاط کرتے تھے۔

لگان کی زمین میں کاشت کرتے اور اس کا محصول دیا کرتے تھے۔ پھر آپ پر ایک وہ وقت آیا کہ لگان کی زمین میں کچھ دوسری وجوہات کے سبب سے خلط ملط اور خرابیاں پیدا ہو گئیں تو جب تک آپ بھوک کی شدت سے بے قرار ہو جاتے کھانا نہ کھاتے بالآخر اس تنگی ترشی کی حالت میں آپ نے انتقال فرمایا تقویٰ، زہد اور اسلامی کردار کے لحاظ سے آپ اللہ کی ایک نشانی تھے اور آپ یقیناً ولی اللہ تھے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون الذین آمنوا وکانوا یتقون اولیاء اللہ پر کسی قسم کا خوف و غم نہیں اور یہ وہ مسلمان ہیں جو اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔

شاگرد رشید: شیخ علی متقی نے بھی آپ سے اوائل عمر میں اسلامی تعلیم حاصل کی اور تقویٰ، زہد و پاکبازی کے درس لیے۔

شیخ علی متقی کا بیان ہے ایک دن مولانا شیخ حسام الدین نے فرمایا آج دل کچھ مکدر سا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ کا دستور تھا کہ جب باطن میں کچھ کدورت سی محسوس کرتے تو اپنی غذا کے بارے میں تحقیق و تفتیش کیا کرتے تھے کہ شاید اس میں کچھ ناجائز ہو گیا ہوگا۔ چنانچہ اسی تفتیش کے سبب سے باورچی خانہ میں گئے۔ اور باورچی سے پوچھا آج کھانا کس طرح پکایا اور کہاں پکایا معلوم ہوا آگ لگانے کے لیے پڑوسی سے آگ پوچھے بغیر لائی گئی ہے۔ چنانچہ آپ خود اس پڑوسی کے پاس گئے جس کے گھر سے سلگانے کے لیے آگ لائی گئی تھی۔ آپ نے اس سے معافی چاہی اور کچھ دے کر اسے خوش کیا۔

حکایت: شیخ علی متقی کا بیان ہے مولانا شیخ حسام الدین متقی کی مجلس سے ایک آدمی جاتے وقت نادانستہ آپکا جوتہ لیتا گیا پھر اسے معلوم ہوا تو وہ آپ کا جوتہ لے کر حاضر خدمت ہوا آپ نے اصرار کر کے اس جوتے کی قیمت ایسے دیکر فرمایا کہ میں نے تمام چیزوں سے اپنی ملکیت اٹھالی ہے۔ تاکہ بغرض محال اگر کوئی چیز استعمال کرے تو وہ اس کے لیے حرام نہ ہو اور فرماتے یہ ان کا بیت المال ہے اور کسی مسلمان کو دوسرے کی ملکیت سے فائدہ حاصل کرنا درست نہیں۔

حکایت: آپ شیخ زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کی دیوار کے سائے میں کبھی کھڑے بہ ہوئے۔ آپ کے فرزند شیخ بایزید بھی متقی اور پرہیزگار اور مشائخ صفت بزرگ تھے۔

اولاد:

حکایت: شیخ حسام الدین متقی ملتانی کا قاعدہ تھا کہ مسجد میں سرور گانے کی ممانعت کیا کرتے تھے۔ اور کسی کو سرور گانا دیکھ کر اسے فوراً روک دیا کرتے تھے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے پابند تھے۔ اور دوسروں سے بھی پابندی کرانا چاہتے تھے اس کے برخلاف آپ کے صاحبزادے شیخ بایزید ہمیشہ مسجد کے کونہ میں چھپے روتے رہتے تھے۔

حکایت: ایک دفعہ شیخ بایزید کو کسی نے ایک روپیہ تحفہ دیا جس پر آپ نے فرمایا یہ کیسا ہے اور اس کا مصرف کیا ہے۔ اس دن کے بعد آپ کو معلوم ہوا روپیہ نقدی کا ایک سکہ ہے جو لوگوں کے لین دین کے امور میں کام آتا ہے۔

حضرت شاہ عبداللہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ الاسلام شیخ جہاء الدین زکریا ملتانی کی اولاد سے تھے جس زمانہ میں کہ آپ کے بزرگ ملتان سے دہلی آئے تو سلطان بہلول لودھی نے اپنی بیٹی کی آپ سے شادی کر دی اور آپ کو اپنا داماد بنالیا۔

آپ ایک سالک مجذوب تھے ظاہری شان و شوکت اور رفعت و عظمت کے مالک تھے۔ سلوک کے ابتدائی زمانہ میں آپ نے بے انتہار ریاضت اور انسانی طاقت سے زیادہ مجاہدات کئے۔ شاہ عبداللہ قریشی خود کہا کرتے تھے کہ میں سلوک کے ابتدائی زمانہ میں کم کثرت عبادت: از کم ایک ہزار رکعت نماز پڑھتا اور جب تلاوت کرتا تو تین قرآن کریم سُنم کرتا تھا۔ اور ایک ساعت کے ذکر الہی سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ تمام دیگر عبادات

سے زیادہ ہوتے تھے۔

ملفوظات: شیخ حاجی عبدالوہاب نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے ایک رات میں اپنے پیرو مرشد رئیس العلماء حضرت شاہ عبداللہ بن یوسف قریشی کی خدمت میں حاضر تھا۔

آپ نے اپنے علوم الہی سے مجھے بہرہ یاب فرمایا اس رات جب کیفیت مشاہدہ کی انتہا تک مجھے پہنچا دیا تو فرمایا یہ علم تقریر کے ذریعہ سینہ میں داخل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے حاصل کرنے اور سکھانے میں رشد و ہدایت کو مکمل دخل ہے کیونکہ دل وہ برتن ہے جو متفرق حالات کا جامع ہے اور دنیا میں کوئی دل ایسا نہیں ہے جو احوال کے اعتبار سے الگ اور متفرق ہو اسی طرح دو متفرق دل بھی اپنے تفرق و جدا حالات کے تحت یکجا نہیں ہو سکتے اور یاد رکھو کہ ہر دل میں دوسرے کے دل کے علاوہ ایک خاص قسم کی لذت بھی ہے۔

ہکایت: آپ ایک دن اس دو منزلہ مکان پر جواب تک آپ کے مقبرہ کے برابر موجود ہے کھڑے تھے کہ اچانک آپ پر ایک خاص حالت طاری ہوئی اور اسی کیفیت و جدا حال میں آپ دو منزلہ مکان سے نیچے گر پڑے اتنا بلندی سے گرنے کے باوجود بھی آپ کو کسی قسم کی چوٹ وغیرہ نہ آئی۔

کرامت، بکری زندہ ہو گئی: آپ نے ایک دن جذبہ و حال کی کیفیت میں ایک بکری کو اٹھا کر زمین پر دے مارا جس سے وہ مر گئی۔

لوگوں نے کہا بکری کی مفت میں جان لے لی۔ چنانچہ آپ نے اسی حالت جذبہ میں پھر اس بکری کی پیٹھ پر پاؤں مار کر فرمایا کھڑی ہو جا اور کسی آدمی کو بدنام نہ کر قدرت الہی سے وہ بکری زندہ کھڑی ہو گئی۔

ہکایت: ایک دن آپ نے جذبہ کی حالت میں اپنے خدمت گاروں سے کہا گھر میں جو کچھ مال و متاع اور سامان و اسباب ہے وہ سب نکال کر باہر رکھ دو اس کے بعد سب گھر کو آگ لگا دو۔ اس وقت آپ کے برابر آپ کے کسن فرزند شاہ احمد بھی کھڑے تھے انہوں نے کہا ایک ایک کر کے سامان باہر لانے میں لوگوں کو تکلیف ہوگی۔ مناسب یہی ہے کہ سب سامان اپنی جگہ رہنے دیا جائے اور بھرے گھر کو یونہی آگ لگا دی جائے تاکہ سب چیزیں ایک دم سے جل کر قصہ ہی ختم ہو جائے کسن بیٹے کی یہ بات آپ کو پسند آئی۔

مزار: شاہ عبداللہ قریشی کا مزار پرانی دلی ہی میں مرجع خاص و عام ہے آپ نے ۲۲ صفر کو انتقال فرمایا۔

شیخ حاجی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

آپ سید جلال بخاری بزرگ کی اولاد میں سے ہیں۔ جو مخدوم جہانیاں کے جد امجد تھے۔ سید جلال بخاری کے دو بیٹے تھے ایک کا نام سید محمود جن کے فرزند سید جلال الدین مخدوم جہانیاں ہوئے دوسرے بیٹے کا نام سید احمد کبیر تھا۔ جن کی اولاد میں سے شیخ عبدالوہاب مشہور بزرگ ہوئے ہیں آپ علم و عمل حال و محبت میں کامل تھے سلوک کے ابتدائی زمانہ میں ایک دن اپنے پیر و مرشد استاد اور مولوی صدر الدین بخاری کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے فرمایا اس وقت دنیا میں دو نعمتیں موجود ہیں جو سب سے افضل و برتر ہیں لیکن لوگ انکی قدر و قیمت نہیں جانتے اور ان کے حصول سے بھی غافل ہیں۔

ایک نعمت یہ کہ رسول اکرم ﷺ کا وجود مبارک مدینہ طیبہ میں بہ صفت حیات موجود ہے۔ اکثر لوگ اس سعادت سے بہرہ مند نہیں ہوتے دوسری نعمت قرآن کریم ہے یہ وہ کلام ہے اور جس میں بلا واسطہ اللہ تعالیٰ خود اپنی مخلوق سے کلام کرتا ہے اکثر لوگ اس نعمت سے بھی غافل ہیں۔

پیر و مرشد کی بات سنتے ہی شیخ عبدالوہاب نے اٹھ کر مدینہ طیبہ جانے کے لیے اجازت چاہی اور خشکی کے راستہ سے مدینہ طیبہ کے لیے بہت جلدی روانہ ہو گئے مدینہ منورہ میں روضہ اطہر پر حاضری کے بعد وہاں سے سیدھے اپنے وطن ملتان آئے لیکن پھر ملتان سے شرائر زمانہ اور دیگر کئی مصائب کی وجہ سے سلطان سکندر لودھی کے زمانہ میں دہلی آ گئے۔ سلطان سکندر آپ کا معتقد ہو گیا۔ اور اس نے آپ کی بے انتہا خاطر مدارت کی اور آپ کی قدر و منزلت کرتا رہا شیخ حاجی عبدالوہاب کو شاہ عبداللہ قریشی سے اس قدر محبت و عقیدت تھی گویا ثانی شیخ ہو گئے جیسے مولانا روجی کو شمس تبریز سے محبت و عقیدت تھی ویسے ہی حاجی عبدالوہاب اور شاہ عبداللہ کے درمیان موجود تھی۔ شیخ حاجی عبدالوہاب نے دوبارہ دہلی سے جا کر حرمین شریفین کی زیارت کی۔ اور اس سعادت عظیم سے مشرف ہوئے بزمانہ قیام مدینہ منورہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی بشارت پر آپ دہلی واپس آ گئے۔

مزار: آپ نے ۹۳۲ھ میں وفات پائی جس کے اعداد شیخ حاجی سے نکلتے ہیں آپ کا مزار بھی شاہ عبداللہ قریشی کے مقبرہ کے قریب ہی دہلی میں ہے۔

تفسیر القرآن: شاہ عبدالوہاب نے قرآن کریم کی ایک تفسیر لکھی جس میں جملہ قرآن کریم کی آیات سے سرور عالم ﷺ کی نعت ثابت کی ہے یعنی روحانی الفاظ و مطالب کو سرکار کائنات ﷺ کے ذکر و نعت سے تفسیر کیا ہے اس میں تمام دقائق عشق و اسرار محبت درج کیے ہیں مصنف اخبار الاخبار کا خیال ہے کہ شیخ حاجی عبدالوہاب نے قرآن کریم کی یہ تفسیر اپنے جذبہ و حال کے غلبہ کی کیفیت کے موقع پر قلمبند کی ہے اسی وجہ سے بعض مقامات پر الفاظ و مہارت کے معنی بھی بیان نہیں کر سکے۔

القرآن قصیدہ نبی آخر الزمان ﷺ: اس تفسیری کتاب کا قہور اس انتخاب مندرج ذیل ہے تاکہ اس عجوبہ کتاب کی کیفیت واضح

ہو۔ سورہ مریم کھیلے بعض کی تفسیر میں لکھا کہ اے حبیب ﷺ یقین کر لو کہ حروف مقطعات دراصل اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم خزانہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے حوالہ کیا گیا ہے کیونکہ رسول اکرم کے پاس فیب کی سنجیاں ہیں جن کو صرف اللہ ہی جانتا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے لیکن میں ممکن ہے کہ کاف سے کن حادیا سے صیا کی طرف اشارہ ہو وہ ذات سرور عالم ﷺ اور ص سے رسول اللہ کی صورت مراد ہے اب معنی یہ ہوا کہ اے اللہ کے بندے جمال الہی مزین ہو کر آجاتا کہ لوگ تجھ سے استفادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خطاب رسول اکرم ﷺ سے اس وقت کیا جب آپ شکم مادر میں تھے اس سے پہلے حضرت زکریا رضی اللہ عنہ نے اس کی شفاعت کے لیے کہا اذ نادى ربہ نداءً خفياً اس میں شفاعت کی استدعاء کی کیونکہ تمام انبیاء بھی رسول اکرم ﷺ کی شفاعت کے طالب ہیں اور جمیع امور و حوائج میں وہ آپ ﷺ کے طلبکار ہیں کیونکہ آپ ﷺ ان سب میں امام مشہور ہیں۔

والی خفت الموالی من ورائی اور مجھے اپنے بعد اپنے قرابت والوں کا ڈر ہے۔ ممکن ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکر یا کو قرابت والوں کا یہ ڈر تھا کہ وہ حضور ﷺ کے انتظار میں متغیر ہو جائیں کیونکہ تمام انبیاء کو حضور سرور عالم ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار تھا اور وہ اپنی امتوں کو آپ کے انتظار کی وصیت کی تاکہ آپ سے مکمل طور منتفع ہوں۔

یا معی! عذ الكتاب بقوة اے معی! کتاب مضبوط تھا م لو۔ یعنی اے یحییٰ! کہ کتاب نخب تمام لو جو سید المرسلین ﷺ کی صفات پر مبنی ہے و آئینہ الحکم اور ہم نے اسے کتاب کا سمجھا

عطا کیا کہ اے سید المرسلین ﷺ کتاب کو سمجھیں اور قوت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہونا ہے وکان تکلیما اور محی رسول اللہ ﷺ کے خلاف سے خوب ڈرنے والے تھے۔

وسلام علیہ یوم ولد و یوم یموت و یوم یبعث حیا۔ اے فلان ”علیہ“ کی ضمیر میں احتمال یہ ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ کی طرف راجع ہے یعنی حضور ﷺ پر سلام ہوں اس وقت تک جب دنیا میں تشریف لائے اور اس دن کہ آپ کا وصال ہوگا۔ اور اس دن کہ جب بعثت عام ہوگی۔
 ۱۔ یہ تفسیر حلوہ و مضائی اور کھیر سے بھی لذیذ تر ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور واذکر فی الکتاب مریم یاد کیجئے مریم کو جو جنت میں تمہاری زوجہ ہوگی اے محمد ﷺ خوبصورت اے احمد ﷺ۔ خوبرو فی الکتاب یعنی تیری کتاب میں ہے کہ مریم تمہاری زوجہ سے لما النعمت من اهلها ممکن ہے کہ مریم کا الگ ہونا اس لیے تھا کہ اسے معلوم تھا کہ جنت میں میرے شوہر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہونگے مکانا شرقیہا سے حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہونا مراد ہے اس لیے کہ اسے یقین تھا کہ اسے حب الہی اور حب مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے واردات نصیب ہونگے۔

فانتحذت من دولہم حجاباً فارسلنا الیہا روحنا فتمثل لہا بشرأ کہ ہم اس کے پاس روح یعنی رسول اکرم کی روح کو بھیجا تاکہ وہ کسی صورت میں نمودار ہوں ممکن ہے کہ یہ صورت جو بی بی مریم نے دیکھی حضور ﷺ کی مثالی صورت دکھائی گئی یعنی اس کی مثل جس صورت میں دنیا میں تشریف لائیں گئے تاکہ مریم اس صورت میں اب اسے دیکھ لیں تاکہ جب وہ جنت میں آچکو دیکھے تو کہہ سکے کہ یہ وہی صورت ہے جو اسے دنیا میں دکھائی گئی تھی۔

و نادناہ من جانب الطور الایمن و قدیناہ بختاً اور ہم نے موسیٰ کو طور کی جانب الیمین سے نداء دی اور نداء میں نبی پاک ﷺ کی نعت تھی اور بخیا سے مراد یہ ہے کہ وہ نبی پاک ﷺ کے فضائل و مناقب بیان کرے۔ لا یسمعون لہا لغوا الا صلاھا ”اور اس میں کوئی بیکار بات نہ سنیں گے مگر سلام“ ممکن ہے ان کا سلام رسول اکرم ﷺ پر ہو اور آپ ﷺ کا ان پر سلام دلوں کہ لہا بکرو و عشا ”اور انہیں اس میں ان کا رزق ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں رزق یعنی رسول اکرم ﷺ کی محبت نصیب ہوگی جو سب سے زیادہ اعلیٰ درجہ کا رزق ہے۔ تلک الجنة النبی نورث من عبادنا من کان نقیاً ”یہ وہ باغ ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے بتائیں گے جو پرہیزگار ہے“ تقیاً سے حضور سرور عالم ﷺ مراد ہیں یعنی جنت کا رسول اللہ ﷺ

۱۔ یہاں پر دیوبندی مترجمین نے کچھ مصامحین حذف کر دیے ہیں بعض کے مطالب تلا لکھے ہیں (اویسی لغز)

جکو مالک بنا مینگے پھر وہ جسے چاہینگے جنت میں بلائیں گے اور جس کو چاہیں گے روک دیں گے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ ہی دین، دنیا و آخرت کے بادشاہ ہیں اور دنیا و آخرت آپ ہی کے اختیار میں ہے اور آپ خود تمام چیزوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں (اسی کا نام ہے مختار کل اور یہی ہے حاضر و ناظر و لکن الوہابۃ قوم لا یعقلون اور یٰٰسٰی غفرلہ) فلما اتاہا نوذی یا موسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک ”پھر جب وہ آگ کے پاس آیا تو عنادی گئی کہ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار ڈال“ جب موسیٰ علیہ السلام آئے تو وہ کلام سلاطین سے خطاب کئے گئے اور انہیں اس طرح ادب کرنے کا حکم دیا گیا جیسے بادشاہوں کے ملاقاتیوں کو حکم ہوتا ہے۔ انی انا ربک میں اظہار سلطنت ہے اور فاخلع نعلیک میں ادب سے حاضری کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ بادشاہوں کے دربار میں باادب ہو شیارہ کرپورے شرائط اور آداب شاہی بجالاتے ہوئے حاضری دیا کرتے ہیں اور یہ سب آداب ہم نے ان کو اس لیے سکھائے تاکہ وہ اور سب اے رسول اکرم ﷺ آپ کا ادب و احترام کریں اور تھوڑی سی تکلیف ظاہری برداشت کریں۔ تاکہ برکات الہی سے فیض یاب ہو سکیں لیکن جب محبوب کو بلایا گیا تو طریقہ بدل گیا فرمایا السلام علیک ایہا العبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معلوم ہوا کہ کلیم سے شاہانہ گفتگو تھی اور محبوب سے محبت بھرا کلام ہوا نیز یہ بھی ہے کہ کلیم طالب تھے اور حبیب ﷺ مطلوب اسی لیے دونوں خطابوں میں بڑا فرق ہے علاوہ ازیں کلیم غائب تھے اور حبیب حاضر تھے آپ پر حاضرین والا تھا کلیم طالب تھے خود گئے اور محبوب مطلوب تھے تو بلائے گئے اور اعزاز ابراق بھیجا اور موتی کو وعدہ پر بلایا گیا محبوب کو خواب سے بیدار کیا گیا اور اس سے قبل کوئی وعدہ بھی نہیں۔

سورۃ انبیاء کی آیت لواردنا ان نتخذ لہوا لاتخذناہ من لدنا ان کننا فاعلمین ”اگر ہم کوئی بہلاوا اختیار کرتے تو اپنے سے اختیار کرتے اگر ہمیں کرنا ہوتا“۔ عیسائی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں بالکل غلط اگر اللہ اپنا بیٹا کسی کو بنا تا وہ من لدنا یعنی محمد رسول اللہ کو بیٹا بنانا کیونکہ آپ تمام کائنات کے ظہور سے پہلے میرے ہاں نور موجود تھے اور بشر ایسے کہ لمس کمثلہ احدہ ان جیسا کوئی اور نہیں ہے) اور اللہ تعالیٰ باپ بیٹا ہونے سے بلند و بالا اور پاک ہے اور عیسیٰ کو کیسے بیٹا بنانا جب محمد ﷺ کو نہیں بنایا جب کہ عیسیٰ محمد ﷺ کے تابعداروں سے ہیں اور محمد ﷺ اس کے عبد اور رسول ہیں۔ تو عیسیٰ بھی اللہ کے عبد اور رسول ہیں۔

یہ آیت الم تر ان الله يسجد له من فى السموات و الارض ایک بہت بڑا سمندر ہے جس میں اللہ نے رسول اکرم کی عظمت و شان کا اظہار یوں فرمایا ہے کہ اے محبوب ہم نے تمام چیزوں کو اپنا مطیع و فرمانبردار بنادیا ہے اور ہمیں آپ سے بڑی محبت ہے اس محبت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کے دل محبت کی دولت سے مالا مال ہیں۔

نیز اس واقعہ اظہار ہے کہ اے رسول اکرم جب آپ کسی راہ پر چلتے ہیں تو راستہ کے تمام درخت پہاڑ اور خشک و تر آپ کی عظمت و بلندی کا اقرار کرنے کے لیے آپ کے سامنے جھک جاتے ہیں آگے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں ان سب کے سجدے صرف اس لیے ہیں کہ دنیا و آخرت کی ہر چیز آپ کی مطیع و فرمانبردار کرے۔

”واذ بانا لابراهيم مكان البيت“

ترجمہ: جبکہ ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا ٹھکانہ بنادیا۔

آیت میں البیت سے رسول اکرم ﷺ مراد ہیں جس کی وجہ سے کعبہ کو شرافت و عظمت حاصل ہوئی اور آپ ہی کی وجہ سے کعبہ کو بیت اللہ کہا گیا۔ اور بقی سے مراد گنبد خضرا ہے جس کے اسرار سے صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ واقف ہیں۔

19- الله يصطفى من الملائكة رسلا ومن الناس

”اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور آدمیوں میں سے۔“

آیت میں صرف رسول اکرم مراد ہیں کیونکہ لوگوں میں ابتدائی اور انتہائی حالت میں صرف رسول اکرم ہی موجود ہیں جوازل میں بھی تھے اور آخر میں بھی ہوئے۔

رسول اکرم یکتا نور ہیں جو سید مرسلین اور امام المستنین ہیں (نکتہ) آیت ومن الناس رسلا نہیں کہا جو کہ اشارہ ہے کہ الناس میں رسول صرف ایک ہی یعنی محمد ﷺ ہیں دوسرے رسل کرام آپ کے تابع ہیں۔

”يا ايها الذين امنوا اركعوا واسجدوا وافعلوا الخير“

سب سے زیادہ خیر اور بھلائی یہی ہے کہ رسول اکرم کی اطاعت و فرمانبرداری کی جائے کیونکہ متابعت قول و فعل بغیر محبت کے ممکن نہیں اور اللہ نے رسول اللہ کی محبت و رامتیا بھی ظاہر کر دی۔ جو جذبہ و طلب کے ذریعے حاصل کی جاتی ہے نیک عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول

اکرم کے اقوال کی تعمیل کی جائے اور ساتھ ہی وظائف پڑھے جائیں۔ اور صالحین کے حالات دیکھے جائیں اور عملی طور پر یہ اطاعت بحالت موجود شیخ کامل کی صحبت سے حاصل ہوتی ہیں جو حال و کیفیت کے ذریعہ رسول اکرم ﷺ سے اپنی ہمت کے موافق صحبت حاصل کرتا رہتا ہے اور یہ بات بھی یاد رکھی جائے کہ حصول کے لیے الفت و محبت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر کوئی بغیر الفت کے شیخ کامل کی صحبت میں رہے گا تو کوئی مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا جب کسی سے محبت کی جائے اور بالخصوص شیخ سے تو اس الفت کے باعث ایک لمحہ میں حبیب اور محبوب ایک برتی رو سے جگمگاتے ہیں اس لیے مرید پر ضروری ہے کہ وہ پیر کی صحبت میں باطنی طور پر سرور رہے پھر یہ مسرت و محبت درازی عمر کا بھی سبب ہو جاتی ہے اور شیخ سے جتنی زیادہ محبت بڑھتی جائے گی اس سے زیادہ اللہ اور سرور عالم سے دل میں خود بخود الفت جاگزین اور متمکن ہوتی رہے گی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اخلاق سرور عالم دراصل الفت و محبت میں جو رحیم و کریم ہیں اور اللہ کے خلق سے متصف ہیں۔ اس لیے مشتاق لوگوں کو چاہیے کہ وہ نہایت شوق و ذوق سے اشتیاق کے ساتھ اپنے دل میں رسول اکرم کا شوق رکھیں اور اس شوق میں صحبت و الفت، نعمت و لذت اور وصل کو ہمیشہ ہمیشہ بڑھاتے رہیں تاکہ اس کے ثمرات ابد الابد تک ایسے اچھے اچھے حاصل کر سکیں جو تفرق و تحریر سے خارج ہوں۔

فائدہ: تفسیر کا آغاز ربیع الآخر ۹۱۵ھ اور اختتام ۷ اشوال ۹۱۵ھ یعنی چھ ماہ کچھ دن میں قرآن کریم کی یہ تفسیر شیخ عبدالوہاب ملتانی ثم الدہلوی نے مکمل کی ہے۔

شیخ جلال شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ نور بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے گلشن راز کی شرح آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ سلطان سکندر کے دور حکومت میں آپ حجاز سے ہندوستان میں دہلی تشریف لائے آپ بہت بڑے صاحب نظر بزرگ تھے حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی شریف آپ کی حرز جان تھی۔ آپ کا قد مبارک درمیانہ اور آپ کا چہرہ مبارک نورانی تھا آپ جس دن سے دہلی میں تشریف لائے اس دن کے بعد کبھی بھی آپ کے مبلغ کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی تھی آپ روٹی اور فرنی ہر وقت مہمانوں کے لیے تیار رکھتے تھے۔ مہمانوں کو دوسرے کھانے بھی کھلائے جاتے تھے مگر نان اور فرنی ہر مہمان کو کھلائی جاتی تھی۔

ہکایت: خود فرماتے ہیں کہ حرم شریف میں ایک بار ایک درویش سے ایسی بات سنی جو کہ صراحتہ شریعت کے خلاف تھی تو اس بات کی وجہ سے میں نے اسے پکڑ کر سزا دینی چاہی مگر وہ پہاڑی پر بھاگنے لگا میں اسکے پیچھے دوڑا مگر میں اسے پکڑ نہ سکا۔ البتہ اس نے بھاگتے ہوئے میری طرف مڑ کر دیکھا اور یہ شعر پڑھا۔

دست نا پیدا گریان می کشد

من چے دست و گریان می روم

ترجمہ: میرے گریان کو ایک نامعلوم ہاتھ کھینچ رہا ہے اور میں اس ہاتھ اور گریان کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا ہوں۔ یہ شعر سنتے ہی میں بہوش ہو کر گر پڑا۔

فائدہ: دہلی میں بسنے والے سادات بخارا سے آپ کے تعلقات یوں ہوئے کہ آپ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت شیخ مدرثر بن شیخ عبدالوہاب سے کر دیا تھا۔ آپ نے ۹۴۴ھ میں وفات پائی آپ کا مزار مقدس پرانی دہلی میں حضرت عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کے برابر ہے۔

حضرت شاہ احمد شرعی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عقائد بہت بڑے عالم دین اور کامل درویش تھے۔ عقلی و نقلی اور ظاہری و حقیقی تمام علوم میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔ آپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور چندیری میں مقیم تھے۔ دیوان کشاف کہ جس میں اہلسنت و جماعت کو شروع سے آخر تک برا بھلا کہا گیا ہے اس دیوان کشاف کے جواب میں حضرت شاہ احمد شرعی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ شعر ارشاد فرمائے ہیں جن میں چند اشعار درج ذیل ہیں

وَجَمَاعَتٌ سَمَوُا هُوَ اَهِمُّ سُنَّتِهِ	و جماعت حمر لعمری مؤلفتہ
قَدْ شَبَّهُوهُ بِخَلْقِهِ لَتَخَوُّوْا	شنع الوری لتستروا بالبلکفہ
عَجَبًا لِقَوْمٍ ظَالِمِينَ تَلْقَبُوا	بالعدل مافیہم لعمری معرفہ
قَدْ جَاءَ هُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَدْرُوْنَہ	تعطیل ذات اللہ مع نفی الصفہ

اشعار کا ترجمہ

1- یہ ایک ایسی جماعت ہے جس نے اپنی خواہشات کو سنت سمجھا ہوا ہے مجھے قسم ہے میری عمری یہ جماعت تو گدھوں کی جماعت ہے جو ایک دوسرے سے الفت و محبت کرتی ہے۔

- 2- یہ لوگ اللہ کی مخلوق پہ عیب لگانے سے ڈرتے نہیں ہیں۔ بدزبانی میں بڑی جرأت اور دلیری سے کام لیتے ہیں یعنی اس بارے میں ذرہ بھر بھی نہیں جھجکتے۔
 - 3- ایسی ظالم قوم پر تعجب ہے جو ظالم ہونے کے باوجود خود کو عادل کے لقب سے یاد کرتی ہے۔ حالانکہ اس قوم میں معرفت ہرگز نہیں ہے۔
 - 4- یہ لوگ تو فرقہ لاادری کی مانند ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اسکی صفت کو الگ کر کے خالق کائنات کو معطل بنانے میں ڈٹ گئے ہیں۔
- حضرت شاہ احمد شرعی رحمۃ اللہ علیہ ۹۲۸ھ میں فوت ہوئے۔

وفات:

لفظہ: تحقیق کرنے کے بعد حقیقت معلوم ہوئی ہے کہ جو ہندوستان میں بسنے والے لوگ اپنے آپ کو ترکی کہتے ہیں۔ وہ انہی حضرت شاہ احمد شرعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہیں دراصل یہ رشتہ داری اصل میں درست بھی ہے۔

لفظہ: شیخ عبدالغنی سینتی جو کہ دہلی کے قدیم ترین لوگوں میں سے ہیں یہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں اور نہایت منشرح اور عبادت گزار لوگ ہیں۔ حضرت شاہ احمد شرعی رحمۃ اللہ علیہ کی چند تصانیف اور قلمی نسخے آپ کے پاس ہیں جو کہ عموماً حضرت شاہ احمد شرعی رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف بیان فرمایا کرتے تھے۔

حکایت: شیخ عبدالغنی نے فرمایا کہ جب میں پڑھتا تھا اس وقت حضرت شاہ احمد شرعی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر چھانوے سال تھی آپ تیر اندازی اور نشانہ بازی میں یکتا تھے۔ ایک دن آپ نے نشانہ بازی کرتے ہوئے تیر نشانے پر مارا اور فرمایا اگر کہو تو دوسرا تیر مار کر اس تیر کی پوری نوک پر کھڑا کر دوں۔ اس کے بعد آپ نے دو تین تیر یونہی مارا اور ہر تیر دوسرے تیر کی نوک پر جا کر کھڑا ہو جاتا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اس طرح تو تیر برباد ہو رہے ہیں اور یہ فضول خرچی ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہاں سے یہاں تک ایک پر دوسرا تیر کھڑا کر دیتا۔

عظمت خدا کی ایک بڑی نشانی: کہا جاتا ہے آپ علم اور عمل میں اللہ تعالیٰ کی نشانیں میں سے ایک عظیم نشانی تھے۔ جمعہ کے

دن بادشاہ وقت کو اپنے عمل کے ذریعے پہنچ لیتے اور اس سے خلق خدا کے کام کرواتے تھے اور ان کی مشکلیں حل کرواتے تھے اپنے عمل سے بادشاہ کو یوں سمجھتے تھے کہ آپ تسبیح کا ایک دانہ پھراتے

اور فرماتے تھے کہ بادشاہ چلنے کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ پھر دوسرا دانہ گھماتے وقت فرماتے کہ بادشاہ فلاں مقام تک آ گیا ہے۔ اور پھر تیسرا دانہ پھراتے تو ارشاد فرماتے تھے کہ بادشاہ فلاں مقام تک آ گیا ہے یونہی مقررہ پھیرے تک بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا۔

حکایت: ایک دن آپ وضو کرنے کے لیے کمرہ سے باہر تشریف لے گئے وہاں ایک شرارتی بچے نے حضرت صاحب کی طرح تسبیح اٹھائی اور اس تسبیح کے دانے گھماتا گیا نتیجہ یہ نکلا کہ بادشاہ مقررہ دن اور وقت کے بغیر ہی کھنچ آیا۔ حضرت شاہ احمد شرعی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت غسل خانہ میں تھے اچانک خلاف وقت بادشاہ کے پہنچنے پر آپ حیران ہوئے پھر جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ایک شرارتی لڑکے نے تسبیح کے دانے گھمائے ہیں جس کی وجہ سے بادشاہ حاضر ہو گیا ہے۔

حضرت شیخ سلیمان بن عفان مندوی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ مریدوں کی اصلاح، تربیت و ہدایات اور ذکر و اشغال کی تلقین میں یکتا تھے خود بھی بہت مصروف مشغول رہتے تھے سیر و سیاحت کے ذریعے بھی بہت سی نعمتیں حاصل کیں۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ نقل ارواح جو کہ تصرفات نفس ناطقہ انسانی کے بہت سے مراتب میں سے ایک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ یہ مرتبہ بھی حضرت شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا اسی مقام ولایت کے ذریعے ہی آپ بہت سے حالات کی خبر دیا کرتے تھے۔

خاندہ: آپ کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ آپ نے قرآن مجید مع التمجید حضور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا اور آپ سے حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے تجوید کے ساتھ قرآن حکیم پڑھا اور کافی عرصہ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خانقاہ مبارک میں رہے۔

وفات: آپ کی وفات ۱۴ محرم الحرام ۹۴۴ھ کو ہوئی اور آپ کا مقبرہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے پچھلی طرف واقع ہے۔

حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ محمد بن عارف بن شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ آپ عالم باعمل صاحب ذوق و حال اور وجد و سماع کے بے حد شائق تھے۔ آپ نے ظاہری بیعت تو شیخ حور رحمۃ اللہ علیہ سے کی تھی مگر حضرت شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے دل سے نہایت عقیدہ مند بلکہ عاشق صادق تھے آپ ہی کی

روحانیت سے استفادہ کرتے تھے۔

کتاب انوار العیون: حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب ”انوار العیون“ تحریر فرمائی ہے اس کتاب میں آپ نے سات فنون بیان فرمائے ہیں۔ سب سے پہلے فن میں آپ نے حضرت شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب تحریر فرمائے ہیں اور ان مناقب میں حضرت شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی بہت زیادہ عقیدت کا اظہار فرمایا ہے اور ان کے تذکرہ پر کئی صفحات تحریر کئے ہیں۔ آپ نے ۹۳۵ھ میں وصال فرمایا آپ کے مریدین اور خلفاء کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

شیخ بھورو رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ عبدالقدوس کے مرید تھے۔ رنگریزی کا پیشہ اپنایا ہوا تھا آخر عمر میں آپ کی وجہ سے بڑا بلند مقام حاصل کیا۔ کیونکہ شیخ بھورو ہندو تھے آپ دست حق پرست پہ ایمان قبول کیا اور ایمان قبول کر کے آپ کے خاص مریدوں میں شمولیت اختیار کر لی ذاتی بہترین نظریات کی وجہ سے ان میں فقراء کی علامات پیدا ہو گئیں۔ شیخ بھورو رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۸۲ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت شیخ عمر دینی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بھی حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ آپ اگرچہ شیخ عبدالقدوس کے مرید تھے مگر شیخ عبدالرزاق سے بھی پوری توجہ اور عقیدت رکھتے تھے۔

حکایت: ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے اس وقت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ پر خاص حالت طاری تھی جب ہوش میں آئے تو اپنے تمام مریدوں کو حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے ملایا اور خصوصاً حضرت شیخ عمر دینی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک میں دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ آپ کا مرید ہے آپ کی نظر عنایت کا مستحق ہے۔ حضرت شیخ عمر دینی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھ کر حضرت شاہ عبدالرزاق کے قدموں پہ اپنا سر اور دونوں ہاتھ رکھ دیئے۔

زیارت حبیب کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم: حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ حضرت شیخ عبدالغفار اعظم لوری رحمۃ اللہ علیہ صاحب واقعات اور بڑے

بزرگ تھے۔ مشہور ہے کہ انہوں نے سید المرسلین نبی کریم رؤف الرحیم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خواب میں زیارت کی تو سرکارِ مدینہ سرور سینہ ﷺ نے انہیں یہ درود شریف پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا ”اللہم صل علی محمد والہ و اصحابہ بعدد اسمائك الحسنی۔“

حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد

آپ کے کئی صاحبزادے تھے جو کہ تمام ہی عالم دین، عبادت گزار اور شیخیت کے لباس سے آراستہ و پیراستہ تھے ان میں سے حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ بڑے برگزیدہ شخصیت کے مالک تھے آپ کا تو مسلک ہی فقر اور محبت تھا۔ آپ اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔

حضرت شیخ عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند حضرت شیخ عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ تھے شیخ عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی تعلیم حاصل کر لی تو عالم جوانی میں ہی مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے علماء و فقہاء سے علم حاصل کر کے واپس تشریف لے آئے اور اپنے والد گرامی سے زہد و عشق اور اپنے چچا صاحبان سے توحید و سماع کے مسائل حاصل کئے پھر آپ نے قوالی کے جواز میں ایک کتاب تحریر فرمائی اس کے بعد ایک رسالہ قوالی نہ سننے کے بارے میں تحریر فرمایا۔ قوالی نہ سننے کے بارے میں جو رسالہ آپ نے تحریر فرمایا اس کی وجہ سے آپ کو بہت تکالیف برداشت کرنا پڑیں مگر آپ کی شہرت کا سبب یہی رسالہ بنا۔

اس زمانہ کا بادشاہ وقت (اکبر) ایک ایسا وزیر اعظم چاہتا تھا جو عالم دین بھی ہو اور دیانتدار بھی چنانچہ آپ بعض ذرائع سے ۹۷۱ھ میں وزیر اعظم بنے۔ وزیر اعظم کے دور میں آپ کی مہر پر یہ تحریر تھی۔

بعض لوگ عبدالرسول، عبدالنبی، عبدالصطفیٰ، غلام حسن، غلام حسین، غلام علی وغیرہ اسلام کو شرک کے کھاتے میں ڈالتے ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ نام تو نبوت و ولایت سے محبت کی دلیل ہے۔ یہ نام رکھنے سے ہمارا مقصد مسی کے لیے حصول برکت ہے۔ عہد کا حقیقی معنی عبادت گزار ہے اور مجازی معنی ہے خدمت گزار، نیاز مند وغیرہ جبکہ اصول فقہ اور علم کلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ عرف کو حقیقت و مجاز دونوں پر غلبہ ہے اور عرف میں عہد جب غیر اللہ کی طرف مضاف ہو تو حقیقی معنی بالکل نہیں ہوتا جیسے عبدالدینار اور عبدالدرہم وغیرہ۔ اسلامی قاعدہ۔ حقیقت متروک ہو تو مجازی معنی کو ترجیح ہے یہاں تک کہ فقہ میں کتاب الایمان میں اسی قاعدہ پر کئی مسائل کو حل کیا گیا ہے۔ عہد کا اطلاق کئی معنی پر آیا ہے (۱) بندگی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

”لا اله الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین“

آپ نے بہت محنت کی، اس لیے اور بھی زیادہ عزت و منصب حکومت حاصل ہوئی۔ آپ نے وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالتے ہی ظلم اور تشدد کا خاتمہ کر دیا اور مال و جاہ بھی خوب حاصل کیا بادشاہ وقت آپ سے بڑی عقیدت رکھتا تھا جس وجہ سے دوسرے لوگ بادشاہ کی نظر میں حقیر نظر آنے لگے جو بھی آپ کے معیار پر پورا نہ اترتا تھا وہ ترقی کی منازل طے کرنے سے محروم رہتا تھا۔ چند سال یونہی گزر گئے بادشاہ کے مزاج میں فرق پیدا ہوا آپ وزارت کے منصب سے معزول ہو گئے۔

مکہ معظمہ کا سفر: آپ کو اور مولانا عبداللہ سلطان پوری کو جو کہ افغانوں کے زمانے سے

اس وقت تک عزت دار اور معتبر تسلیم جاتے تھے مولانا سلطان پوری کا لقب مخدوم الملک تھا وہ صحیح الرائے عقلمند اور تجربہ کاری میں مشہور و معروف تھے۔ ان دونوں کو ایک ساتھ ایک دوسرے کا ہم سفر بنا کر مکہ المکرمہ روانہ کر دیا۔ اور حقیقت یہ تھی کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف تھے ان دونوں نے آپس میں سارے راستے میں اور قیام مکہ کے دوران اتفاق و اتحاد کی فضا قائم نہ کی۔ ان دونوں کے دلوں سے کدوت نہ نکل سکی۔ بالآخر پریشانی کے عالم میں ان دونوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا۔ مخدوم الملک تو مکہ المکرمہ سے ہجرات آئے اور

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حصہ) (2) غلامی (3) محبت (4) نیاز مند (5) خدمتگار وغیرہ۔ حوالہ جات: (1) عربی کا مشہور مرقولہ ہے الانسان عبد الاحسان۔ ”انسان احسان کا عہد ہے۔“ (2) تفسیر کبیر میں ہے کہ ان ائمہ علیہ السلام میں سے جس پر انعام کیا وہ انعام کرنے والے کا عہد کی مانند ہے۔ (3) حضرت امام طہاوی رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مبارک نقل فرمایا ہے کہ انا عبد من علمنی حواء میں اس کا عہد ہوں نے جس مجھے ایک حرف بھی پڑھایا۔ **خاندہ:** مندرجہ بالا حوالہ کا ملاحظہ فرماں مسئلہ کی حقیقت انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں تو آپ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ اسماء ناجائز یا شرک ہیں ضدی اور عت درہم پہ کبھی دلائل واضح نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و غنی ابصارہم غشاوۃ و لہم عذاب عظیم۔ عبد بفتح غلام (1) قرآن کریم میں ہے کہ فانا کھوا الایامی منکم و انصالحین من عبادکم۔ **توجہ:** بے شوہر عورتوں کے نکاح کرنا اور نیک لوگوں کے تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے۔ (2) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کنت مع رسول اللہ ﷺ و کنت عبدا۔ ترجمہ: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا اور میں آپ کا عہد تھا۔ **خاندہ:** قرآن مجید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول مبارک میں عبد بفتح غلام ہے۔ یوں ہی ”علی“ اللہ کا نام بھی ہے حضرت علی کا نام بھی ہے اور بنو داؤد کا نام بھی۔ جب یہ اسماء اللہ کے لیے بولے جائیں گے تو ان کے معانی اور ہوں گے اور جب عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف مثلاً اولیاء و انبیاء کی طرف ہوگی تو جائز یا معافی غلام فرما کر یا نیاز مند وغیرہ مراد ہوں گے۔ اس لیے عبداللہ عبداللہ، غلام حسن، غلام حسین، غلام علی وغیرہ نام رکھنا نہ صرف جائز ہیں بلکہ دارین کی فلاح اور ہزاروں مشکلات سے نجات کو موجب بھی ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل کیلئے فقیر کا رسالہ ”عبداللہ و عبداللہ“ نام رکھنے کا ثبوت“ کا مطالعہ کیجئے۔ (اویسی غفرلہ)

وہیں ۹۹۱ھ میں فوت ہوئے اور حضرت شیخ عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کے پاس حاضر ہوئے اور کافی عرصہ جیل خانہ میں قید رہے۔ حضرت شیخ عبدالنبی رحمۃ اللہ علیہ سابقہ عزت و شان کے بدلے حقارت و بے اعتباری اور زلت و خواری برداشت نہ کر سکے وہیں جیل خانہ میں ہی ۹۹۲ھ میں وفات پائی۔

بھوک: حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ مبارکہ قدسیہ میں بھوک کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے فرمایا ہے کہ بھوک کی دو قسمیں ہیں۔ سفلی اور علوی۔

سفلی بھوک: سفلی بھوک تمام جانوروں میں پائی جاتی ہے روح حیوانی جب اس دنیا میں جانوروں کے اندر آ کر ان کے اجسام کو واضح کرتی ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے تمام جانور چلنے پھرنے لگتے ہیں اور ان میں حرارت پیدا ہوتی ہے تو وہ غذا کے محتاج نظر آتے ہیں اور انہیں بھوک پیاس لگتی ہے اور یہ اپنی بھوک پیاس کے اس ادنیٰ درجہ (سفلی بھوک) کی وجہ سے ترقی نہیں کر سکتے اور ان میں کم مانگی کی تجلیاں ظاہر ہوتی ہیں تمام جانور اپنے مختلف جسمانی اختلاف کے باوجود سفلی بھوک میں گرفتار رہتے ہیں۔

علوی بھوک: علوی بھوک تمام عام و خاص انسانوں میں موجود ہوتی ہے جب انسان صرف سمندر ہوتا ہے اور عالم غیب سے عالم محبوبیت میں عروج کر کے عالم جنبش سے عالم بے حسی میں حرکت کرتا ہے تو اس وقت حق کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے اور میدان حضرت الہی میں تجلی افروزی کی طرف لپکتا ہے جس کا مطلب اللہ کی احدیت ہے اللہ کی احدیت کے بہت زیادہ انوار و اسرار، جمال اور جلال، کریمی اور رحیمی ستاری اور جباری، قدوسی اور قہاری رزاقی اور اخلاقی، رحمانیت اور ربوبیت ہزار در ہزار موج در موج لہریں لپکتی ہیں۔ نور الہی کا رنگ، اضافت روح ولایت اور نبوت و رسالت یہ سب کچھ اسماء وحدہ لا شریک ہی ہیں جو کہ قد جاء کہ من اللہ نود کے مختلف مناظر کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ تو مقام احدیت کی ابتداء ہے جس مقام پہ انسانی روح کا مقام ہے اسی مقام پہ عالم جبروت بھی ہے جو کہ مقام قرب اور عالم معیت ہے اسے مقام تجلی بھی کہا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود مقام ہمسائیگی کے دبدبوں سے کامل طور سے فائدہ حاصل نہیں کیا جاسکتا تو لازماً پھر مقام تجلی میں واپس ہو کر عالم عقول بن جاتا ہے۔

روح انسانی کا مقام عالم ملکوت ہے اس مقام سے ظہور نفس کی معرفت ظاہر ہوتی ہے اور مقام تقدس اور میدان تسبیح و تہلیل قریب سے قریب تر ہو جاتا ہے اور یہی وہ مقام قید و بند ہے جس

کے متعلق ارشاد گرامی ہے وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ اور ہمارے میں سے ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے اسی وجہ سے مظہر عشق کی پذیرائی نہیں کرتا اور کمال معرفت کا فائدہ جو کہ بروج کا آخری مقام ہے حاصل نہیں کرتا۔ بالآخر مقام تجلی میں واپس ہو کر عالم اجسام میں ظہور پذیر ہو جاتا ہے اور شروع سے آخر تک مظہر انسانیت بن جاتا ہے عروجی شان کے مد نظر و ان الی ربك المنتهی کے بحر محض اور وجود صرف کی طرف قدم اٹھاتا ہے اور جب جوش سوز عشق مقام لاجبیت میں بحر صفات کا راز بن کر اپنے وجود مبارک میں جلوہ گری کرتا ہے تو وہ کم مایہ ہو کر اپنی معلومات کو علم کے حوالے کر دیتا ہے اور علم اپنی معلومات کے ساتھ بحر صفات بن کر مجاز کو حقیقت اور حقیقت کو مجاز، وحدت کو کثرت اور کثرت کو وحدت، غائب کو حاضر اور حاضر کو غائب صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح، برائی کو اچھائی اور اچھائی کو برائی بنا کر وجود کے میدان میں قدم رکھتا ہے اور پھر اس وقت الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ استویٰ کا جھنڈا بلند کرتا ہے اس کے بعد ایک گروہ جنت میں جاتا ہے اور دوسرا گروہ جہنم میں۔ اسی وجہ سے نار اللہ الموقدة التي تطلع علی الافئدة کے پیش نظر دنیا جہاں میں جوش و خروش اور شور و غل ہوتا ہے۔ جس سے عاشق کانپ جاتے ہیں۔ اور ہر ایک اپنی استعداد کے موافق اس عالم سے اپنا مطلوب حاصل کرتا ہے اور یہی وہ بھوک ہے۔ جو کہ معدہ انسانی میں فطرۃً موجود ہے۔ اور یہی بھوک دوزخ کی آگ سے بھی زیادہ سخت گرم اور تیز تر ہے یہ بھوک کبھی کثافت سے لطافت کے درجے میں پہنچ جاتی ہے اور مقید کو مطلق بنا کر انسانیت کو رجمانیٹ کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک پہنچاتی ہے۔ یہی وہ خاصیت ہے جو صرف انسانوں کے لیے خاص ہے یہ انسان کے علاوہ کسی دوسرے انسان کو سپرد نہیں کی گئی۔ کیونکہ وہ صرف سغلیٰ ہی سغلیٰ ہے۔ اگرچہ فرشتے اور ارواح علویٰ ہیں لیکن ان میں بھوک کا شائبہ تک نہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے مقام سے ذرہ بھر بھی ہل نہیں سکتے کیونکہ اپنے مقام سے ہلنا جلنا آگ کا کام ہے۔ یا بھر در در محبت اور عشق کا خاصہ ہے۔

بھوک کے تین درجات ہیں۔

بھوک کے درجات: ۱۔ ایک درجے کو آتش گرستی کہا جاتا ہے اس کی خوراک ۲۔

اور پانی ہے۔

۲۔ بھوک کے دوسرے درجے کو آتش در در محبت و عشق کہا جاتا ہے اس کی غذا خون بھر اور ش

خاشاک ہیں۔

۳۔ تیسرے درجے کو آتش محبوب و معشوق کہا جاتا ہے اس کی غذا حسن و جمال اور اوصاف کمال ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ۔ بیشک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔

عاشق حسن خود است آن بے نظیر
حسن خود را خود تماشا می کند

وہ اللہ تعالیٰ بے نظیر و بے مثال آپ ہی اپنے حسن کا محبت ہے اور خود ہی اپنے حسن کا تماشا کرتا ہے۔

حضرت شیخ امجد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سلطان بہلول کے دور میں حضرت خواجہ قطب الدین والحق رحمۃ اللہ علیہ کے ملازم تھے اور انہیں سے ہی روحانی فیض حاصل کیا۔ ایک دفعہ تلاش حق میں اپنے وطن سے روانہ ہوئے۔ راستے میں دریا تھا دریا کی جب گہرائی میں پہنچے ہلاکت کے قریب ہو گئے اسی وقت ایک آدمی دریا سے ظاہر ہوا جس نے انہیں دریا میں سے ڈوبنے دے بچایا۔ وہاں سے وہ واپس اپنے گھر آئے اور گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ اس کے بعد کبھی بھی گھر سے باہر قدم نہ رکھا بلا وسیلہ یعنی براہ راست حضرت قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کی نسبت قائم کر لی اور دوسرے لوگوں کو مرید کرنے لگے آپ کا مقبرہ حوض شمس پر واقع ہے۔

حضرت شیخ ادھن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ صاحب اخبار الاخیار (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کے نانا تھے آپ کا اصل نام زین الدین تھا۔ اور عرف شیخ ادھن تھا۔ آپ بڑے دانشمند اور زاہد و عابد تھے بے حد خشوع و خضوع، خاکساری، ادب و تہذیب اور وقار و دبہ کے مالک تھے۔ اور میرے والد ماجد (معنف) اخبار الاخیار یعنی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد (فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جس کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہو۔ ہاں حضرت شیخ ادھن رحمۃ اللہ علیہ جیسے گھر سے باہر رہتے تھے بالکل اسی طرح گھر میں بھی زندگی بسر کرتے تھے ہمیشہ ان کی زبان مہارک

پہلے ذکر وعدہ لا شریک رہتا تھا۔ عموماً آپ روزہ سے رہتے تھے اور کھانے میں بڑی احتیاط برتتے تھے سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی نے آپ کو اپنا مگراں (اے ڈی سی) مقرر کرنا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا۔ آپ حضرت مولانا سماع الدین رحمہ اللہ کے مرید اور حضرت میاں عبداللطیف طلمنی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے آپ نے ۹۳۳ھ میں وصال فرمایا۔ ششی حوض کے مغربی کنارے میں آپ کا مقبرہ ہے۔

حضرت شیخ یوسف قتال رحمہ اللہ

آپ نے ریاضات اور مجاہدات بہت کئے اور کمال حاصل کیا۔ آپ حضرت قاضی جلال الدین لاہوری رحمہ اللہ کے مرید اور داماد تھے۔

عبادت: آپ سلطان محمد تغلق کے ہوائے ہفت بل میں ریاضت اور عبادت میں مشغول رہتے تھے آپ جس دور میں ہفت بل میں عبادت کرتے تھے اسی دور میں جلال الدین نامی ایک شخص حصول نعت کا خواہش مند ہوا آپ جو کچھ بھی ارشاد فرماتے وہ اسی پہ عمل کرتا۔ وہ شخص آپ کے فرمان کے مطابق عبادت کرتے کرتے منزل مراد پہ پہنچ گیا۔ آپ ۹۳۳ھ میں فوت ہوئے اور ہفت بل کے کی عمارت کے احاطے میں ہی آپ کا مقبرہ ہے۔

حضرت مولانا شعیب رحمہ اللہ

آپ باعمل عالم دین اور صورت و سیرت کے لحاظ سے فرشتہ تھے۔ آپ وعظ و نصیحت میں بے مثال تھے آپ جب وعظ کرتے اور تلاوت قرآن پاک کرتے تو کوئی بھی ٹھہرے بغیر نہیں جا سکتا تھا جس کسی کے سر پہ بوجھ کا گھڑا ہوتا تھا وہ بھی اپنا بوجھ سر پہ لیے ہوئے بھی وعظ اور تلاوت قرآن کھڑے کھڑے سنتا رہتا تھا اور ایک بھی قدم آگے نہ بڑھاتا وعظ کے دوران خوشخبری اور عذاب کے مختلف مقامات پہ آپ کی حالت بدل جاتی تھی آپ پر وجد جیسی کیفیت ہو جاتی تھی۔ شہر کے بلند پایہ علماء کرام اور مشائخ عظام آپ کے وعظ میں شامل ہوتے تھے شہر کے اکثر عوام آپ کے شاگرد تھے۔

علم کے لیے ریاضت: آپ کے والد گرامی مولانا منہاج رحمہ اللہ اپنے بچپن میں لاہور علم حاصل کرنے کے لیے دہلی تشریف لائے۔ علم حاصل کرنے کے دور میں آپ کے والد منہاج رحمہ اللہ نے بہت سختیاں برداشت کیں۔

بالآخر سلطان بہلول کے دور میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دہلی کے مفتی مقرر ہوئے۔ اور دہلی میں ہی سکونت اختیار کر لی۔

حکایت: حضرت مولانا منہاج رحمۃ اللہ علیہ عموماً دکانات سے آنا اور کھی مانگ لاتے تھے اور اسی کا چراغ بنا کر آپ پڑھتے تھے اور جب دن طلوع ہو جاتا تھا اسی چراغ والے آٹے کی روٹی پکا کر تناول فرما لیتے تھے کافی عرصہ یہی دستور جاری رہا شب و روز صرف اسی ایک ہی روٹی پر گزارہ کرتے اور اسی طرح ساری ساری رات مطالعہ کر کے علم حاصل کیا۔ اور ہمارے (حضرت شاہ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ) خاندان کی حضرت مولانا منہاج رحمۃ اللہ علیہ سے قریبی رشتہ داری تھی۔

حکایت: حضرت یوسف قتال رحمۃ اللہ علیہ سے جس درویش کو پہلے نعمت حاصل ہوئی اس درویش نے حضرت مولانا شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ کر فرمایا کہ حضرت مولانا! میں تمہیں ایک کام سکھاتا ہوں لیکن اس کے لیے یہ شرط ہے کہ جو کام کرتے ہو (درس و تدریس) اسے چھوڑ دو یہ سن کر حضرت مولانا شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے مصلحت وقت کے مطابق جواب دیا کہ حضرت میں ایک محنتی آدمی ہوں یہ علم میں نے بڑی کوششوں سے حاصل کیا ہے اور تجات آخرت بھی اسی میں ہے۔ اس درس و تدریس کا چھوڑ دینا میرے بس کا روگ نہیں ہے۔ ہاں جو کچھ آپ ارشاد فرمائیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا اور پھر جب آپ کے فرمان و نشان کے موافق مشغل اور کام مجھ پہ غالب آجائے گا تو یہ تعلیم دینا اپنے آپ چھوٹ جائے گا اس کے بعد وہی درویش وہاں سے حضرت مولانا یوسف قتال رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا اور درویش سے جو کچھ انہوں نے فرمایا اس نے اس کے موافق عمل کیا۔ حضرت مولانا شعیب رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۳۶ھ میں وصال فرمایا آپ کی قبر حوض شمس پر حضرت ملک زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کے قریب شمالی جانب واقع ہے اور ملک زین الدین رحمۃ اللہ علیہ اصل میں سلطان سکندر لودھی کے دور میں ایک نیک اور نیک بزرگ تھے۔

حضرت ملک زین الدین اور حضرت وزیر الدین رحمۃ اللہ علیہما

یہ دونوں بھائی شریف خصال کے مالک اور نیک بزرگ تھے ان کے باپ دادا اور اشی طور پر دہلی کے بادشاہوں کے ملازم تھے۔ ان کے اخلاق کریمہ اور اوصاف حمیدہ کے بیان کیلئے دفاتر کی ضرورت ہے۔ سلطان سکندر کے چچا زاد بھائی خان جہاں کے وکیل حضرت ملک زین الدین رحمۃ اللہ علیہ

تھے جب کہ ایک زمانہ میں سلطان سکندر کو اپنے چچا زاد بھائی خان جہاں سے کچھ کدورت سی پیدا ہو گئی پھر بھی اس نے زمانہ سازی اور برادرانہ تعلقات کی وجہ سے اظہارِ رنجش نہ کیا بارہ ہزار سوار فوج اور حکومت اور گورنری وغیرہ انہی کے تفویض میں رہنے دی البتہ ان کے وکیل حضرت ملک زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خود خفیہ طور پر کہا بلکہ حکمنامہ لکھ دیا کہ خان جہاں کے مال اور دولت وغیرہ پر جیسے بھی ممکن ہو قبضہ کر کے جیسے چاہو خرچ کرو لیکن شرط یہ ہے کہ خان جہاں کو خبر بالکل نہیں ہونی چاہیے ساتھ ہی یہ حکم بھی لکھ بھیجا کہ وکیل زین الدین سے حساب لیا گیا ہے کہ ان سے تعرض کا حق نہیں ہے۔ نہ ہی ان کے ذمے کسی کا کوئی بقایا ہے۔ جو کچھ اس سعادت مند کے اختیار میں تھا صدقات و میراث وغیرہ سب کو نیک مقاصد صرف کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر علمائے کرام اور صلحاء عظام آپ کو دوست رکھتے اور آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ وزیر الدین آپ کا چھوٹا بھائی تھا اس نے حکومت کی کوئی ملازمت نہ کی بلکہ اپنے بڑے بھائی کی کفالت میں ہی رہے ساری عمر شادی کئے بغیر ہی اللہ کی عبادت میں گزار دی۔ اکثر و بیشتر دہلی کے مقبروں پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔

رحمۃ اللہ علیہ: ملک زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی اور اس کے ارد گرد کے مقابر اور زیارت گاہوں کی نگرانی اپنے قبضے میں لے لی اور تمام علماء، صوفیہ اور صلحاء کے ساتھ اچھا سلوک رکھتے ہوئے انہیں ہمیشہ خوش رکھا اور سلطان سکندر کے دور میں اصلاح، تقویٰ و پرہیز گاری، دیانت، امانت، علم اور بردباری کو علماء و صلحاء کے ساتھ برقرار رکھ کر ان سے ہمیشہ محبت اور رواداری کا برتاؤ جاری رکھا۔ اسی وجہ سے تمام دنیا کے علماء و صلحاء عرب و عجم سے یہاں تشریف لائے جتنے بزرگوں کا بھی یہاں ذکر آتا ہے ان سب کا تعلق اسی طبقہ سے ہے سلطان سکندر کی تقریفیں اور حضرت ملک زین الدین وکیل رحمۃ اللہ علیہ کی کارگزاری تقریر و تحریر میں نہیں آسکتی۔ نیز ملک زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی فراست و عقلمندی بزرگیان اور مزید بیان کی گئی ہیں۔

گرایں جملہ راسخدی املاکند

مگر دفترے دیگر انشا کند

وہمہ، اگر یہ سب کچھ سعدی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے تو ایک بہت بڑا دفتر ہو جاتا۔

سلطان سکندر کی حکومت: سلطان سکندر نے ۸۹۳ھ میں تخت نشینی کی اور ۹۲۳ھ میں وفات پائی گویا کہ سلطان سکندر نے ۲۹ سال حکومت کی۔

تلاوت قرآن کا شوق: حضرت شیخ زین الدین رحمہ اللہ ہمیشہ کھڑے ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ساتھ ہی چھت میں ایک رسی لٹکا کر

اس کا پھندا اپنے گلے میں ڈال لیتے تاکہ اگر نیند غالب آجائے تو یہ پھندا لگا دبانے لگے اور اس سے وہ پھر سونے نہ پائیں بلکہ تلاوت کرتے رہیں۔

کثرت وظائف: ملک زین الدین وکیل رحمہ اللہ کے تمام ملازمین آدمی رات کے بعد تہجد کے لیے اٹھ بیٹھتے تھے تہجد پڑھنے کے بعد چاشت کی نماز ختم ہونے تک

آپ کے محل میں کوئی شخص بھی سوائے اشارے کے زبان سے بات نہیں کرتا تھا آپ کے اوراد وظائف کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ جمعرات کے دن رات کے وقت چاروں پر تین تین بار سورہ اخلاص پڑھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کے لیے ایصال ثواب کیا کرتے تھے وہ چاول تقریباً کئی من ہوتے تھے جن کے دن کے وقت جمعہ کے روز قبولی پکتی اور غرباء میں تقسیم کی جاتی تھی۔

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یکم ربیع الاول سے بارہ ربیع الاول تک روزانہ ایک ہزار روپیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایصال ثواب کی غرض سے

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا فرض یا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ لیکن آج کل بعض لوگ عید میلاد النبی منانے کو نہ صرف برا جانتے ہیں بلکہ بڑی شدت سے روکنے کی لا حاصل کوشش کرتے ہیں لیکن بھگہ تعالیٰ جتنی شدت سے روکنے والے کوشش کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ خالق کائنات محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا زیادہ کرتا ہے۔ میلاد النبی کا شرعی ثبوت: اپنے اور بیگانے بھی جانتے ہیں کہ میلاد منانے والے پاک و مطہر جگہ پہنچ جاتے ہیں بعض مقامات پہ پہلے درود شریف اور گلہ طیبہ کا درود کیا جاتا ہے اور بعض مقامات پہ پہلے تلاوت قرآن کریم کی جاتی ہے۔ اس کے بعد صلوات و السلام پھر نعت حبیب کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد سلسلہ تقاریر کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس میں تبلیغ دین متین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان بیان کی جاتی ہے پھر ختم شریف کے نام پر مختلف قرآنی سورتیں اور آیات تلاوت کی جاتی ہیں پھر دعا مانگی جاتی ہے پھر اگر کھانا تیار ہو تو فی سبیل اللہ غریب و امیر سب کو کھانا کھلایا جاتا ہے پھر حرکت تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ ہے میلاد النبی بتائے اس میں ناجائز یا حرام یا بدعت کیا چیز ہے فردا فردا یہ تمام چیزیں نہ صرف جائز ہیں بلکہ ثواب کا سبب ہیں جسے موافق و مخالف سبھی جائز سمجھتے ہیں آیات قرآن و قرآنی سورتیں پڑھنا بھی ثواب، فی سبیل اللہ کھانا تقسیم کرنا بھی ثواب، وضو کرنا بھی ثواب، درود و سلام بھیجنا بھی عبادت، نعت حبیب کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا بھی عبادت اور سننا بھی عبادت، تبلیغ دین بھی عبادت، محبوب کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان بیان کرنا بھی عبادت، اللہ وحدہ لا شریک کی ست۔ لہذا میلاد النبی منانا مستحب اور مستحسن ہے بخاری شریف میں ہے کہ ابولہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی اپنا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

خرچ کیا جاتا تھا روزانہ اس پر ایک ہزار اضافہ کرتے تھے یعنی یکم کو ایک ہزار دوسری تاریخ کو دو ہزار، تیسری تاریخ کو تین ہزار اور بارہویں ربیع الاول کو بارہ ہزار روپے خرچ کرتے تھے یہ واقعہ ان دنوں کا ہے جب کہ سستا دور تھا۔

شہادت: حضرت ملک زین الدین رحمۃ اللہ علیہ اور وزیر الدین رحمۃ اللہ علیہ دونوں برادر ہر بدھ کے دن غسل کرتے اور ختم قرآن شریف کروایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی شہادت کی دعا مانگتے تھے بالآخر اسی طرح ہوا جیسا وہ دونوں بھائی چاہتے تھے واقعہ یہ ہے کہ حضرت شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کو سحر کے وقت ان کے ایک غلام نے زہریلا دودھ پلا دیا جس سے آپ شہید ہو گئے جب کہ حضرت شیخ وزیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان ابراہیم کے ساتھ میدان جنگ میں جام شہادت نوش فرمایا آپ کا مزار مبارک حوض شمس کے مغربی جانب ہے آپ کی خانقاہ مبارک چوترہ اور مزار (بچلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) بھجیا ہونے کے ناطے سے منائی اسے کیا انعام ملا حالانکہ اس نے ساری زندگی کفر میں گزاری۔ مضمون میلاد: بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے آکر ابو لب کو اطلاع دی کہ تیرے بھائی عبداللہ کے گھر میں فرزند (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے ہیں ابولہب یہ سن کر بہت خوش ہوا اور انگلی کا اشارہ کر کے کہنے لگا ثویبہ! جا آج سے تو آزاد ہے جب ابولہب مرا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں بہت بُرے حال میں دیکھ کر پوچھا کیا گزری؟ ابولہب نے جواب دیا تم سے علیحدہ ہو کر مجھے خیر نصیب نہیں ہوئی ہاں مجھے اس (کلمہ کی انگلی جس سے ثویبہ کو آزاد کرنے کا اشارہ کیا تھا) انگلی سے پانی دودھ ملتا ہے (جس سے میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے) کیونکہ میں نے انگلی کے اشارے سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ **حاشیہ:** ساری زندگی کفر کی حالت میں گزاری جب اسے یہ انعام ملا تو سچے دل سے جو غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی منائیں گے تو انہیں کیوں نہ انعام سے نوازا جائیگا۔ **خلاصہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری منانا ہی میلاد النبی ہے چند آیات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔ 1 "لقد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین" بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (سورہ مائدہ) 2 "وما ارسلناک الا رحمة للعالمین" اور ہم نے جنہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لیے۔ (سورہ انبیاء) 3 "لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنکم حرمہ علیکم بالمومنین رؤف الرحیم" بے شک تمہارے پاس تشریف لایا تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان اور رحم کرنے والے۔ (توبہ) 4 "لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولاً" بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ (آل عمران) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم اپر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہو جائے تو خوشی مناؤ۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

پُر انوار کا مکمل وقوع پُر اثر اور بے نظیر ہے آپ کا مزار حوض شمس کی دوسری عمارتوں سے زیادہ مشہور ممتاز، بلند اور پُر رونق ہے اب بھی آپ کے مقبرہ سے رحمت و بزرگی کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سماء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور یکائے زمانہ جامع خلاق بزرگ تھے آپ کا اصلی نام جمال خان تھا پہلے آپ جلالی تخلص کرتے تھے مگر بعد و مرشد کے کہنے پر جمالی تخلص رکھا۔ والد گرامی پہلے ہی یتیمی کی حالت میں چھوڑ کر فوت ہو گئے تھے آپ نے اپنی اہمیت و قابلیت کی بنا پر شاعری میں کمال حاصل کیا۔ آپ اقسام شاعری کے مجملہ مثنوی، غزل، اور قصیدہ کہتے تھے آپ کے اشعار کو اہل سخن جانتے ہیں آپ غزل اور مثنوی کی بہ نسبت قصیدہ زیادہ اچھا کہا کرتے تھے۔

فائدہ: آپ نے سیر و سیاحت بہت کی۔ حرمین شریفین کی زیارت سے بھی آپ مشرف ہوئے (پچھلے مسلمے کا حاشیہ) 5 قل بفضل اللہ و برحمته فہلک الملک فلیفرحوا۔ (سورہ یوسف) یونہی احادیث مبارکہ بکثرت وارد ہیں جن میں حضور ﷺ کے نور کی پیدائش، آپ کی نورانی حالت بیان ہوئی۔ جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے نور کو رکھا وہ بزرگ بھی عظیم الشان بن گئے۔ علمائے کرام نے بھی بکثرت میلاد النبی کے بارے میں دلائل دیے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اس میں تو کسی کو کلام نہیں ہے کہ نفس ذکر کلمات شریف حضرت فخر آدم سرور دو عالم ﷺ کا موجب خیرات و برکات دنیوی و اخروی ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ) بعد ازاں حاجی صاحب نے بیان فرمایا ہے کہ: مشرب فقیر کا یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کرتا ہوں اور قرآن خوانی ہوتی ہے اور گاہے گاہے اگر وقت میں فرصت ہوتی ہے تو میلاد شریف پڑھا جاتا ہے پھر حاضر کمانا کھلایا جاتا ہے۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ) میلاد النبی کے بہت فائدے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ دین کی تکلیف ہوتی ہے میلاد النبی ﷺ کے حالات جس جگہ پڑھے جائیں وہاں خیر و برکت نازل ہوتی ہے اور سننے والوں کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔

۱۔ کون کہتا ہے کہ محمد یا علی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یہاں تو اولیائے کرام کا مقام اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو دعاوی اللہ مانگے وہ پوری ہو جاتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں عادی لی ولما فقد للنتع بالعبوب و ما تقرب لی عبیدی بشئ و احب لی و ما تعرضت علی و ما یزال عبیدی یقترب لی بالکواکب حتی اتمیت و لانا اتمیت کلمت سنعة الذی یسمی بہ و بصرة الذی یصر بہ و ویدة الذی یجوش بہا و دجلہ الذی یبشی بہا و ان سألنی لأعطيہ و کن استعاکنی لأعینہ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص میرے کسی دلی سے دشمنی کرے گا اسے میری طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ اور میرا بندہ میری کسی محبوب چیز کے ذریعے میرا تقرب حاصل نہیں کرتا جتنا میرے فراموش کواداکر کے میرا تقرب حاصل کرتا ہے اور ہمیشہ میرا بندہ و اول کے ذریعے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ اور جلال الدین محمد دوانی سے بھی آپ نے ملاقات کی۔ آپ ظاہری اور باطنی طور پر پُر ہیبت تھے۔ محافل میں شرکت فرمایا کرتے۔ اپنے ارادہ کے بڑے مضبوط اور پکے تھے۔ آپ کے سامنے محفل میں بڑے بڑے لوگوں کو گفتگو کرنے کی مجال نہ تھی۔

سلطان سکندر بن بہلول کے دور میں آپ کی زندگی کا ابتدائی دور تھا بابر بادشاہ بھی آپ کی عزت کرتا تھا آپ نے بابر کے لیے بھی ایک قصیدہ لکھا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

شاہ دشمن کش ظہیر الدین محمد بابر آنکہ

کشور بنگالہ را ز الغار کابل بشکند

ترجمہ: بادشاہ ظہیر الدین محمد دشمن کو قتل کرنے والا ہے کہ بنگالہ کو کابل سے آکر فتح کیا۔

ہمایوں بادشاہ کی شان میں بھی قصیدے تحریر کئے ہیں۔

آپ اپنے پیرومرشد کے بہت معتقد تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف کے بارے آپ کا یہ شعر بہت مشہور ہے اور بعض صالح بزرگوں نے خواب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شعر کی قبولیت کی بشارت بھی حاصل کی ہے۔

موسیٰ زہوش رنت بہ یک پر توصفات

تو عین ذات می نگر می و تسمی

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام صرف ایک صفاتی پر تو سے بہوش ہو گئے لیکن اے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عین ذات کو دیکھ کر بھی تسمی فرماتے رہے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) بتا لیتا ہوں مگر میں جب اپنے بندے کو اپنا محبوب بتا لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور وہ اگر مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میں ضرور ضرور اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں ضرور ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔ یہ تو ہے شان ولایت شان نبوت پر مبنی ملاحظہ فرمائی ہو تو قرآن پڑھتے جائیں جہاں جہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی دعاؤں کا بیان ہے وہ وہ مقامات مطالعہ فرماتے جائیں قرآن پاک میں بنی اسرائیل کے واقعات جا بجا ہیں نبی کی دعا قبول ہوتی نظر آئے گی۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد گرامی ہے کہ ولسوف يعطيك ربك فترضى اعلیٰ حضرت کیا خوب فرماتے ہیں کہ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

قطب صاحب نے اپنی زندگی میں ہی اپنا مقبرہ بنا لیا تھا جہاں زندگی میں رہتے تھے وہیں مدفون بھی ہوئے آپ نے ۱۰ ذی القعدہ ۹۳۲ھ میں وصال فرمایا یہ وہ سال ہے جب کہ آپ ہمایوں بادشاہ کیساتھ گجرات تشریف لے گئے تھے اور وہیں آپ وصال فرما گئے تھے۔

حضرت شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تھے ایک شیخ عبدالحی تھے جن کا تخلص حیاتی تھا اولاد:

بڑے عہدہ و اعلیٰ اخلاق اور خوبیوں کے مالک تھے اپنے دور میں فاضلوں اور ظریفوں کا مجموعہ تھے۔ حضرت شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ ان سے بڑی محبت کرتے اور دل سے چاہتے تھے غریبوں کی طرح زندگی گزارتے تھے اور عجیب و غریب چیزیں کہتے تھے آپ فی البدیہہ اور بکثرت شعر کہتے تھے واقعہ یہ ہے کہ شعر کہنے کی طاقت کو اگر صحیح فکر اور زمانہ شناسی میں صرف کرتے تو آپ سے بہت کچھ عجیب و غریب باتیں ظاہر ہوتیں ہمیشہ دوستوں کی دلجوئی کرتے رہتے تھے۔ آپ چونکہ ہر ایک جماعت کے رازدار تھے اس لیے بڑی شہرت ملی آپ اتنی عزت اور بزرگی کے باوجود ہر ایک سے بلا تکلف تھے معمولی سی آمدنی میں آپ بہت خوش اور مگن رہتے تھے۔ آپ کی تکلیف اور محنت کی کو بالکل ہی معلوم نہ ہوتی تھی۔ آپ ہمیشہ روزانہ سیر و تفریح اور ذوق و شوق میں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ فقر و غنا درمندی اور ابدی سعادت کی دولت آپ کو وافر مقدار میں میسر تھی۔ افغانوں کے دور حکومت میں جو کوئی بھی طالب علم شاعر یا قلندر وغیرہ افغانستان کی طرف سے دہلی آتا آپ اسے اپنے گھر ٹھہراتے ہر ایک سے نہایت اچھا سلوک اور برتاؤ کرتے۔ والد کے ترکہ سے آپ کو بہت دولت میسر آئی تھی۔ وہ تمام دولت اپنے دوستوں پر چند ہی دنوں میں خرچ کر دی۔ اور جوانی کے عالم میں ہی خالق حقیقی کو پیارے ہو گئے آپ ۹۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۵۹ھ میں وصال فرما گئے۔ آپ کی مزار مقدس آپ کے والد ماجد کے مقبرہ کے چبوترے کے باہر واقع ہے۔

سید شاہ میرک رحمۃ اللہ علیہ جو میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے عالی نسب سید ہونے کے ساتھ ساتھ تمام فنون اور نوادرات میں بے مثال تھے۔ انہوں نے بھی حضرت شیخ عبدالحی حیاتی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وصال اس طرح بیان کی ہے کہ۔

تاریخ وفات:

نادر العصر شیخ عبدالحی کہ بو صفش مرا زباں نہ بود

وقت نزاعش بسر رسید من کفتم اے چوں تو در زمیں نہ بود
سال تاریخ خویش خود فرما کہ جز او درد زیں زبان نہ بود
نت تاریخ من بود نامم بندہ وقعے کہ در میان نہ بود
شیخ عبدالحی کی نادر الوصف ہیں انکا وصف میری زبان سے نہیں ہو سکتا۔ انکے نزاع روح
کے مہمانے ان کے سرہانے پہنچ کر کہا کہ تیرے جیسا زمانہ میں نہیں ہوا۔ اپنی تاریخ سال خود ہی
فرمائیے کہ اس کے سوا ہمارا اور زبان اور نہ ہو فرمایا میری تاریخ میرا نام ہی ہے اسوقت کہ بندہ
درمیان میں نہ ہو یعنی عبد۔

یہاں شیخ عبدالحی کے لفظ میں سے لفظ بندہ کا استخراج کیا ہے۔
حضرت شیخ جمالی بیہوش کے بڑے صاحبزادے شیخ گدائی بیہوش تھے بزرگی اور مقام میں
اپنے والد گرامی کے پہلو پہ پہلو تھے شروع سے آخر تک ہمیشہ بزرگی اور شوکت کے حاصل کرنے
کے متوقین رہے۔ دولت اور عزت دنیوی کے باوجود بڑے برگزیدہ بزرگ تھے۔

ابتدائی جوانی میں نصیر الدین ہمایوں بادشاہ کے خاص معاصیوں میں ملازم تھے پھر شیر شاہ
سوری جب دہلی کا بادشاہ بنا تو آپ شایع ملازمت سے تعلق رکھنے کی بنا پر دہلی چھوڑ کر کجرات چلے
گئے وہاں سے حرمین شریفین کی زیارت کرنے کے لیے اہل و عیال سمیت روانہ ہو گئے۔ پھر جب
جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے شایع منجہاں تو آپ اپنے اہل و عیال سمیت دہلی واپس آ گئے۔ آپ
خان خانان بیرم خان سے یگانگت اور دوستی کی وجہ سے پھر حکومت کے بلند عہدے پر مقرر
ہوئے۔ بعد ازاں کئی وجوہات اور حادثات اور خوف خدا کو مد نظر رکھتے ہوئے نواب خان خانان
کے مشورے پر ترک دنیا کے خیال کی بنا پر حرمین شریفین روانہ ہو گئے۔

دشمنوں کا حملہ: ۹۶۸ھ میں آپ ابھی حج کے سلسلے میں راستہ میں ہی تھے کہ آپ کو دشمنوں
نے بری طرح زخمی کر دیا وہاں سے آپ واپس لوٹے اپنے حاسدوں اور

دشمنوں سے بچنے کی خاطر کوہ جیسلمیر کے پہاڑوں میں کافی عرصہ رہے لیکن پھر دہلی واپس آ گئے۔
حکومت کی طرف سے آپ کی خشن بطور مدد معاش جو موجود تھی اسی پر قناعت کر کے زندگی کے دن
گزارے چنانچہ شایع حکم کی وجہ سے آپ نے دہلی میں سکونت اختیار کی۔ بوڑھا ہونے کے
باوجود بقیہ زندگی کے دن سینوں اور نازنیوں کے ساتھ باغات میں گزارے پھر جب پیام موت

۹۷۶ھ میں آیا تو سب کچھ چھوڑ کر عالم جاودانی کی طرف کوچ فرمایا۔

حضرت سید حسین پائے میناری رحمۃ اللہ علیہ

آپ سیاح اور صاحب محبت درویش بزرگ تھے اور جسیم و لحیم تھے۔ سلطان سکندر کے دور میں مشہد مقدس طوس سے دہلی تشریف لائے۔ سلطان کی محبت طبیعت کو نہ بھائی اس لیے دہلی کے قلعہ میں پائے منار کی مسجد میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ سلطان کی بعض رئیس زادیاں آپ کی معتقد ہو گئیں۔ اس طرح اسباب معیشت کا انتظام ہو گیا۔ علاوہ ازیں خود اندروں قلعہ کی زمین پر کاشت کرتے تھے اور اس کی آمدنی فقراء پر خرچ کر دیتے تھے۔

حکایت: آپ اور حضرت شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کچھ ناخوشگوارائی تھی۔ شیخ جمالی رحمۃ اللہ علیہ عموماً آپ سے مزاح کرتے اور ظرافت آمیز جملے کہتے تھے۔ آپ کی طرف بعض ناشائستہ باتیں منسوب کرتے تھے آپ نے ایک دن غصہ میں آکر عضو مخصوص کاٹ کر شیخ جمالی کے پاس بھیج دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے صحیح واقعہ یہ ہے کہ آپ کو استقامت کی بیماری ہو گئی تھی اطباء کے مشورے پر آپ نے آپریشن کروایا۔ اور لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی مشہور ہے کہ آپ کی ایذا رسانی کے مد نظر شیخ جمالی نے ظرافت کے طور پر یہ شعر کہا۔

آلت خویش را چو بربیدی

علت پس چگونہ خواہد رفت

تو نے اپنا آلہ تامل کاٹ ڈالا اسی سے تو بیماری نہ جائے گی۔

آپ نے ۹۳۶ھ میں وفات پائی اور آپ کا مقبرہ مبارک دہلی میں منار شمس کے پائیں

میں ہے۔

حضرت شیخ یوسف چڑیا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ

آپ سلسلہ شطاریہ کے درویش تھے آپ عجیب و غریب انداز سے حلقہ ذکر کیا کرتے تھے حلقہ کے دوران عشقہ اشعار پڑھتے اور اظہار شوق سے فرماتے آپ بڑی شان والے بزرگ تھے آپ کا سلسلہ دو ذرائع سے حضرت شیخ عبداللہ شطار رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے آپ کے والد ماحد نے

حضرت شیخ عبداللہ شطار رحمہ اللہ کی محبت سے خدمت کر کے تلقین ذکر حاصل کیا۔ آپ کی اولاد اب بھی دوآبہ کے درمیان بعض مواضع میں موجود ہے۔

حضرت شیخ خانوگوالیری رحمہ اللہ

آپ اپنے وقت کے بڑے مشہور و معروف بزرگ تھے حضرت خواجہ حسین ناگوری رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ اور حضرت شیخ اسماعیل ابن شیخ حسین سرمست رحمہ اللہ سے خرقہ حاصل کیا جو کہ چندیری میں رہائش پذیر تھے۔ آپ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ کی روحانی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے۔

بزرگوں کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا: بڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے لوگوں کی تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے تھے۔ آپ کے

والد ماجد آپ کے پاس گئے ہوئے تھے لوگوں میں مشہور تھا کہ آپ کسی کی تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوتے اس کے متعلق پوچھا تو حضرت شیخ خانوگوالیری رحمہ اللہ نے جواب دیا ”میں بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہوں ہر آنے جانے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا نہیں ہوا جاتا کسی کو کم اور کسی کا مقام

۱۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (حضور نے) بنو قریظہ (یہود مدینہ) کا ہجرت روز کے لیے حاضر ہوا تو وہ سعد بن حذافہ کے فیصلے پر آمادہ ہو گئے (کیونکہ حضرت سعد ان کے حلیف تھے) ان کا خیال تھا کہ وہ ہماری رعایت کرتے ہوئے ہماری کوشش کریں گے تو حضور ﷺ نے سعد کو بلا بھیجا۔

”لَجَاءَ عَلِيٌّ جَمْعًا فَلَمَّا دَفَعْنَا مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيَا نَصَارَ قُومُوا إِلَيَّ سُبْحًا“

تو وہ مکہ سے پر سوار ہو کر آئے وہ مسجد کے قریب پہنچے تو حضور ﷺ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب آپ (حضور ﷺ) کے پاس تشریف لاتی تھیں تو آپ ان کے لیے کھڑے ہو جاتے اور ان کے ہاتھ کو چومتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ آپ کے لیے کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپ کے ہاتھ چومتی تھیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتی تھیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

ثابت ہوا کہ بڑا چھوٹے پر مہربانی کرتے ہوئے اور شفقت فرماتے ہوئے اور بزرگوں کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا نہ صرف جائز ہے بلکہ صحابی رسول اور خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ ہمارے ان دلائل سے ثابت ہوا کہ بڑھاپے کے عذر سے تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہونے سے قیام تعظیسی کی نفی نہ ہوئی۔ اس کی تحقیق کے لیے فقیر کا رسالہ قیام تعظیسی کا مطالعہ کیجئے۔ اور اس غفرلہ

زیادہ سمجھنا فقراء کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اس لیے تعظیم کی غرض سے کھڑا ہونے کے سلسلے میں مجھے معذور تصور فرمائیے۔“

حضرت شیخ نظام نانوتی بھی آپ کے مرید تھے انہوں نے اپنے پیرومرشد کی اتباع میں تعظیم کی غرض سے کھڑا ہونا چھوڑ دیا تھا باوجود اس کے آپ بہت مشہور تھے۔

فائدہ: حضرت شیخ نظام رحمہ اللہ کے بھائی حضرت شیخ اسماعیل رحمہ اللہ بھی آپ کے ہی مرید اور خلیفہ تھے بڑے جوانمرد تھے ان کے بھی مرید بہت ہوئے۔ حضرت شیخ اسماعیل رحمہ اللہ کے مریدوں میں سے حضرت خواجہ علی رحمہ اللہ کو حضرت شیخ اسماعیل رحمہ اللہ نے پختہ درویش بنا دیا تھا جو کہ بیانہ کی ایک مسجد میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

حضرت شیخ منور رحمہ اللہ کا مزار مقدس آگرہ میں ہے وہ بھی حضرت شیخ خانو رحمہ اللہ کے مرید تھے حضرت شیخ خانو رحمہ اللہ ہمیشہ جذب کی حالت میں رہتے تھے اور ۹۴۱ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت شیخ علاؤ الدین رحمہ اللہ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت شیخ نور الدین اجودھنی رحمہ اللہ ہے جو کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے حضرت شیخ علاؤ الدین رحمہ اللہ یکتائے زمانہ فرشتہ صفت اور ذی اخلاق بزرگ تھے۔ جوانی کی ابتداء سے ہی آپ بڑے مہذب اور مؤدب تھے۔ اخلاق و کمالات درویشاں آپ کی فطرت میں داخل ہو چکے تھے۔ بردباری و کرم سخاوت اور درگزر کی صفات آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ آپ نفس کو خوش کرنے والی اور آسائش جسمانی کا سامان اپنے قریب بھی نہ آنے دیتے تھے لوگ فرید ثانی کے لقب سے آپ کو یاد کرتے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین رحمہ اللہ کی روحانیت سے آپ کو خاص رابطہ اور کامل اعتماد تھا۔

ہکایت: آپ کے پاس حاضر ہو کر ایک درویش نے عرض کی کہ میرے پاس تریاق ہے

آپ نے ارشاد فرمایا ”ہمارے پاس بھی تریاق ہے“

لوگوں نے کہا کہ لاؤ تجربہ کریں ”چنانچہ ایک چڑیا کو پکڑ کر اس کے حلق میں زہر ٹپکا دیا گیا۔ جس پر حضرت شیخ علاؤ الدین رحمہ اللہ نے اپنے لنگر خانے کی روٹی کا ایک ٹکڑا پانی میں بھگوایا اور وہ پانی اس چڑیا کو بلا دیا یہ پانی پیتے ہی وہ مردہ چڑیا فوراً زندہ ہو گئی۔

۱۔ حضرت شیخ علاؤ الدین رحمہ اللہ کی پیدائش ۸۷۲ھ اور وفات ۹۴۸ھ میں ہوئی۔

آپ ۸۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۳۸ھ میں فوت ہوئے آپ کا مقبرہ مقدس پرانی دہلی کی سرائے میں واقع ہے وہاں ہی آپ کے خاندان کے اکثر بزرگ سکونت پذیر ہیں۔

حضرت سید سلطان بھڑاچھی رحمۃ اللہ علیہ

(حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ) میرے والد ماجد ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید سلطان بھڑاچھی رحمۃ اللہ علیہ اہل دل، خاکسار اور باہمت بزرگ تھے۔ آپ حضرت شیخ علاؤ الدین اجمودہنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے مگر اس کے باوجود تلقین و ارشاد کا تعلق مشرب شطاریہ سے رکھتے تھے۔ لباس کے بارے میں صرف ستر عورت پر ہی گزارہ کرتے تھے۔ عموماً ننگے سر رہتے تھے کبھی درویشوں کے گروہ میں رہتے اور کبھی اکیلے تھے۔ آپ دنیوی رسم و رواج کے بالکل پابند نہ تھے۔ ذکر جہری بہت زیادہ کیا کرتے تھے۔ ذکر کرتے ہوئے قلب اس پر زور سے ضرب لگاتے تھے کہ جیسے صنوبر کی لکڑی چیرتے ہوئے کٹر کٹری آوازیں نکلتی ہیں یونہی آپ کے دل سے بھی آوازیں نکلتی تھیں۔ میرے والد ماجد ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں شروع شروع میں طلب حق کے سلسلہ میں حضرت سید سلطان بھڑاچھی کے پاس ایک دن بیٹھا ہوا تھا اور آپ کتابت میں مشغول تھے۔ سر جھکا کر میں چپکے چپکے ذکر الہی کرنے لگا تھوری دیر بعد انہوں نے سر اٹھا کر میری طرف غصے سے دیکھا اور پھر سکرا کر اٹھے اور مجھے سینے سے لگا کر شفقت فرمائی لیکن مجھے جرأت نہ ہوئی ان کی اس حالت کے متعلق کچھ تو چھوں۔ پھر جب میں وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے اپنی مجلس میں دوسرے لوگوں سے فرمایا کہ آج ایک نوجوان ہمارے پاس آیا تھا اس کا دل زکریا کر رہا تھا مجھے غصہ آ گیا اور چاہا کہ اس کے دل کے زرخ پر طمانچہ رسید کر دوں لیکن فوراً ہی میرے مرشد تشریف لائے اور مجھے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ رحم کا مقام ہے۔

آپ کو ایک ہندو عورت سے محبت ہو گئی
حضرت سید سلطان بھڑاچھی کی بہادری: وہ عورت آپ کی توجہ کی برکت سے

مسلمان ہو گئی۔ اس کے قبیلے والے ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ کے ایک عزیز محمد زمان کے پاس گئے اور حضرت سلطان بھڑاچھی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ حاکم وقت محمد زمان نے آپ کی

طرف پیغام بھیجا کہ اس ہندو عورت کو اپنے گھر سے نکال دو ورنہ ہم خود تمہارے سر پر پہنچتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت سلطان بھڑاچھی تلوار اپنے ہاتھ میں لے کر گھر سے باہر نکل آئے اور فرمایا عورت مسلمان ہو گئی ہے اب اسے کفار کے حوالے کرنا جائز نہیں ہے اور اگر جنگ کی دھمکی دیتے ہو تو پھر جلدی سے آ کر دو دو ہاتھ لڑو پھر دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ جب سید سلطان رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو حاکم وقت نے سنی تو اس کے دل میں اسلامی رعب بیٹھ گیا اور اپنے کبے پر شرمسار ہوا۔

حضرت شیخ علاؤ الدین شیخ ابن انبروہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے مریدوں اور خلیفوں میں سے حضرت شیخ علاؤ الدین ابن شیخ ابن انبروہ بھی ایک نہایت شریف بزرگ تھے جو کہ بوڑھے بابرکت اور مجذوب شکل تھے۔

حضرت سید علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ عالی نسب سید، بابرکت اور صاحب ذوق و حال بزرگ تھے۔ آپ ہندوستانی موسیقی کے فن میں بھی ماہر تھے آپ شاعری بھی کرتے تھے۔ یہ غزل بھی ان کی واردات قلبی کی ایک مثال ہے

ندانم آنگل خنداں چہ رنگ و بو دارد کہ مرغ ہر چمنے گفتگوئے او دارد
بجستجوئے نیا بد کسے مراد دلی کسے مراد بیا ند کہ جستجو دارد
نشاط بادہ پرستان بمنتہی برسید ہنوز ساقی مابادہ درسبو دارد
حدیث عشق تو تہا نہ من ہی گویم کہ ہر کہ ہست ازیں گو نہ گفتگو دارد
متاع دل تکلف دلبرے بدہ تو علاء کہ ایں متاع گر انما یہ راکو دارد

ترجمہ: 1- میں نہیں جانتا کہ اس گل خندان کی رنگ اور خوشبو کیسی ہے کہ ہر باغیچہ کا مرغ اسی کی گفتگو میں مصروف ہے۔

- 2- صرف جستجو کرنے سے تو کوئی بھی اپنے دل کا مقصد حاصل نہیں کر سکتا بلکہ مقصد وہ حاصل کرتا ہے جو اس کی تلاش میں ہو یعنی جو اسے ڈھونڈنے کی کوشش کرے۔
- 3- سرمستان شراب تو اپنی انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔ حالانکہ ساقی کے پاس تو سیو میں اب تک شراب موجود ہے۔
- 4- آپ کے عشق کی باتیں صرف اکیلا میں ہی تو نہیں کرتا بلکہ تیرے عشق کی باتیں تو ہر کوئی کر

رہا ہے۔

15 حضرت صاحب اپنے آپ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اے علاؤ الدین چونکہ وہ یعنی محبوب دل کے قیمتی سامان کو بہت پسند کرتا ہے اس لیے یہ دل کا سامان محبوب کے حوالے ہی کر دیتا ہے۔

حضرت سید علی حمید اللہ

آپ کے تعلقات ارباب کمال اور صاحبان سکروجد و حال سے گہرے تھے آپ ہمیشہ حال اور سرگرمی کے حال میں رہتے آپ مجذوبانہ گفتگو کرتے تھے ہمیشہ کوئی خاص لباس نہ پہنتے تھے آپ کبھی مشائخ کا خرقة پہنتے تھے تو کبھی سپاہیانہ لباس پہنتے۔ آپ سوانہ کے سادات کرام میں سے تھے طلب حق کی تلاش میں سوانہ سے ابتدا کی اور چلتے چلتے جو پور تشریف لائے۔ جو پور پہنچ کر درویشوں کی خدمت کی اور پھر حضرت شیخ بہاؤ الدین جو پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے۔ اللہ جل جلالہ نے مقبول خاص اور مخصوص حال بنا دیا۔ آپ پر پردہ غیب سے آمد کے دروازے کھل گئے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ اکثر لوگوں کو وظیفے دیا کرتے تھے۔ آدھی آمدنی اپنی بیویوں کو دیتے تھے اور بقیہ آدھی آمدنی غریبوں اور محتاجوں پہ خرچ کیا کرتے تھے۔ آپ کی آمدنی مسلسل جاری رہی کبھی بھی بند نہ ہوئی۔

حکایت: آپ نے چالیس سال تک اپنے کسی خادم سے کام کرنے کو نہیں کہا۔ ایک دفعہ آپ سو گئے۔ اچانک آپ کی آنکھ کھلی۔ آپ کو پیاس نے تنگ کیا ہمیشہ آپ کے لیے جو شخص پانی رکھا کرتا تھا اس رات وہ پانی رکھنا بھول گیا۔ آپ نے کئی بار پیاس کی شدت کی بناء پر پانی تلاش کیا مگر پانی نہ ملا۔ پیاس نے جب بالکل بے جان کر دیا تو آپ نے کسی نوکر کو آواز دے کر پانی طلب کرنے کے بجائے اس عہد شکنی کے مد نظر جو آپ نے اللہ جل جلالہ سے کیا تھا کہا۔ ”اے موت آ جا اب یہی وقت تیرے آنے کا ہے اسکے بعد بے چین ہو کر پانی کی صراحی تلاش کرنے کے لیے ہاتھ پھیلاتا تو اس وقت آپ کے ہاتھ میں پانی کا بھر ہوا پیالہ مل گیا آپ نے وہاں پانی پی کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

فائدہ: میرے والد بزرگوار ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات ہوئی ہے میں نے آپ کی گفتگو بھی سنی ہے۔ آپ کی گفتگو میں ذوق اور عرفان کا اثر تھا اور آپ کی باتوں

آپ ۸۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۰۵ھ میں فوت ہوئے۔

سے آپ کے دل کی سرگرمی محبت نیکیتی تھی۔ حضرت سید علی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے عمر بھر اپنا قدم کسی دنیا دار کے گھر میں نہیں رکھا۔ ہر ایک کو اس کے گھر سے اپنے گھر میں بلایا ہے۔ اور اپنے کسی نوکر کو بھی اپنے کسی کام کے سلسلے میں آج تک کسی کے پاس نہیں بھیجا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ ایسے ہوتے جو خود تو کسی کے گھر نہیں جاتے لیکن اپنے خادم کو بھیج دیتے ہیں یا اپنا رقعہ ارسال کر دیتے ہیں ان میں سے کوئی کام بھی منع نہیں ہے۔ ہاں البتہ لوگوں کی طرف سے سائل بن کر توجہ کرنا منع ہے۔

خواب میں زیارت حبیب کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم: آپ فرمایا لرنے تھے کہ ایک دن میں نے خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد

فرماتے ہوئے سنا کہ علی! تم اپنے دروازے پر نقارہ بجواتے ہو اور خلق خدا کے حالات کی دیکھ بھال نہیں کرتے۔ میں (حضرت سید علی رضی اللہ عنہ) نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقارہ آپ کی ہی اطلاع دینے کے لیے ہے ورنہ علی بیچارے کو اس سے کیا تعلق ہے۔

ارشاد گرامی ہوا کہ اے علی! تم خدا کی مخلوق کے لیے دعا کرو کیونکہ تمہاری دعا فوراً قبول ہوتی ہے۔“

ملفوظ شریف: ایک دفعہ حضرت سید علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں فقراء کی خدمت کرتا ہوں لیکن آپ سے صرف اتنی التجا ہے کہ عصر اور مغرب کے درمیان مجھ سے کوئی کام نہ لیں اور مجھے میری حالت پر رہنے دیا کریں۔ تاکہ اس گھڑی میں اپنے حال میں آجایا کروں۔“

ملفوظ: ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا یہ لوگ عجیب قسم کے ہیں جو لوگ توالوں سے کہتے ہیں کہ کہ فلاں چیز اور فلاں غزل پڑھو کیونکہ ہمیں یہ پسند ہے۔ اور وہ اچھی نہیں لگتی۔ اور میری (سید علی رضی اللہ عنہ کی) کیفیت یہ ہے کہ توال جو کچھ بھی گائیں وہ مجھے اچھا لگتا ہے۔ اور اسی میں ہی میرا ذوق تسکین حاصل کرتا ہے۔

وفات: آپ نے ۹۰۵ھ میں وفات پائی اور آپ کا مزار مبارک جو پنور میں ہے۔

حضرت شیخ ادھن جو پنوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد گرامی حضرت شیخ بہاؤ الدین جو پنوری رضی اللہ عنہ تھے آپ نے اپنے وقت کے شیخ

اور کامل تھے۔ آپ معمر، بابرکت اور ظاہری عظمت کے مالک تھے۔ آپ کی عمر مبارک سو سال سے بھی زیادہ ہو چکی تھی مگر پھر بھی ذوق شوق جوان تھا (ذوق شوق میں کوئی کمی نہ آئی بلکہ اضافہ ہی ہوتا رہا) جسمانی کمزوری کا یہ حال تھا کہ دو آدمی پکڑ کر اٹھایا کرتے تھے۔ لیکن قوالی میں آپ وہ عشق جوانی دکھاتے کہ دس آدمی بھی آپ کو نہ سنبھال سکتے۔

تکبیر اولیٰ کا اہتمام: حضرت شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ جس دور میں اپنے مرشد حضرت شیخ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کرتے تھے اس دور میں شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ نماز فجر کی تکبیر اولیٰ میں موجود پائے اسکے متعلقین میں سے اگر کوئی فوت بھی ہو جاتا تھا تو پھر بھی ان سے تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوتی تھی۔

ہکایت: حضرت شیخ بہاؤ الدین کا صاحبزادہ فوت ہو گیا تو چونکہ وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا اس لیے خود ہی اس بیٹے کی تجہیز و تکفین کے سامان میں مشغول ہو گئے اس مشغولیت کی بنا پر آپ تکبیر اولیٰ میں شرکت کی بجائے آپ نماز میں تشہد پڑھتے وقت شامل ہوئے حضرت شیخ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز ادا فرمانے کے بعد شیخ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رخ مبارک کر کے ارشاد فرمایا ”انشاء اللہ تعالیٰ اس بچے کے بعد والا بچہ (جو کہ ابھی تک وہ بچہ پیدا ہی نہ ہوا تھا) نہیں مرے گا۔ اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد آپ کے فرزند شیخ ادھن رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ اور پیر و مرشد کی دعا کی برکت سے آپ نے اور آپ کی اولاد نے لمبی عمریں پائی ہیں۔ حضرت شیخ ادھن رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۶۷ھ میں وفات پائی اور وہیں جو پور میں آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت میاں قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ ظفر آبادی

آپ حضرت شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے آپ راہ طریقت کے صادقین میں سے تھے آپ تنہائی پسند صاحب کرامت و استقامت اور اہل حرمت و تقویٰ تھے۔ اگرچہ آپ زمانے کے لحاظ سے متاخرین میں پیدا ہوئے مگر آپ کو صفائی معاملہ کے پیش نظر متقدمین میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

ہکایت: حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ تیس سال میں نے ریاضت کی تب کہیں تھوڑا سا علم نفس کی مکاریوں کا حاصل ہوا اور یہ معلوم ہو سکا کہ نفس ڈاکے کیسے ڈالتا ہے؟ اور نفس

۱۔ آپ ۸۹۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

کے مورچے کون کون سے ہیں؟

حکایت: شہنشاہ نصیر الدین محمد ہمایوں نے بڑی کوشش کی کہ حضرت میاں قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ نذرانہ قبول فرمائیں مگر آپ نے اس کا نذرانہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ایک دفعہ بادشاہ نے وہ تمام مہرے جو شاہی فرمان پر لگائی جاتی تھیں ایک سادہ کاغذ پہ لگا کر آپ کے پاس بھیجا تا کہ آپ اس کاغذ پر جتنے مواضع اور جتنی رقم چاہیں تحریر فرمائیں۔ شاہی مہر شدہ کاغذ دیکھ کر آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور بغیر ضرورت کے کسی بھی مسلمان کا حق دبا لینا بھی جائز نہیں ہے۔ نیز میں نے اپنے مرشد سے معاہدہ بھی کیا ہے۔

از خدا خواہم و ز غیر نخواہم بخدا

کہ نیم بندہ غیرے نہ خدائے دگراست

ترجمہ: بخدا صرف اللہ سے چاہوں گا غیر سے نہیں چاہوں گا نہ میں کسی غیر کا بندہ ہوں نہ میرا خدا کوئی دوسرا ہے۔ شاہی فرمان لانے والوں نے کہا کہ آپ اپنے بیٹوں کو دے دیں کیونکہ انہیں تو ضرورت ہوگی۔ آپ نے فرمایا مجھے ان پہ حکم چلانے کا کیا حق ہے وہ چاہیں لیں یا نہ لیں۔

بالآخر یہ شاہی فرمان جب آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیا گیا تو انہوں نے بھی اسے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا بیٹا وہ ہے جو اپنے باپ کے نقش قدم پر چلے جب میرے والد ماجد نے اسے قبول نہیں فرمایا تو مجھے بھی لازماً وہی کرنا چاہیے۔

حکایت: پھر (حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے) والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ پورے ہم چند آدمی دہلی آئے تھے جب ہم ظفر آباد کے قریب سے گزرتے لگے تو حضرت قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کو غنیمت جانتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں پہنچے اور آپ کا انتظار کرنے لگے۔ اسی انتظار میں ہی نماز کا وقت ہو گیا۔ شیخ وقت اپنے دوسروں ساتھیوں اور صوفیاء کرام کے ساتھ خلوت سے نکل کر باہر تشریف لائے۔ پھر نماز پڑھ کر ہماری طرف توجہ فرمائی۔ اور ہم سے دریافت فرمایا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ کا عہدہ اور اسماء گرامی کیا ہیں؟ ہم میں سے ہر ایک نے مختصر طور پر اپنا اپنا تعارف کروایا۔ اس کے بعد دسترخواں بچھایا گیا اور ہمیں درویشی کھانا کھلا کر رخصت کر دیا۔

میرے والد بزرگوار ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں جیسے ہی حضرت شیخ میاں قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ

سے نکلا فوراً ہی مجھ پہ رقت اور گریہ طاری ہو گیا۔ میں اس کی کیفیت بیان کرنے سے عاجز ہوں وہ سارا دن گریہ اور رقت میں گزرا۔ میان قاضی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۷۰ھ میں ذقات پانی اور آپ کا مزار پر انوار وہیں ظفر آباد (دہلی) میں ہے۔

حضرت شیخ محمد مودود رحمۃ اللہ علیہ لاری

آپ علم تو حید کے ماہر، رند مشرب، تنہا پسند اور اہل تفرید بزرگ تھے آپ بڑے بڑے لوگوں سے مقابلہ کر چکے تھے آپ عالی مشرب اور بلند ہمت کے مالک تھے آپ ۹۰۰ھ میں آگرہ تشریف لائے۔ حضرت شیخ امان اللہ سے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ شیخ امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے علم تو حید آپ سے سیکھا اور فصوص الحکم کے خاص خاص مقامات آپ سے پڑھے۔ جب رات ہو جاتی تو ذوق و حال کے نشہ میں سرگرم ہو جاتے تو اس وقت حضرت شیخ امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہتے دیوانہ! کتاب کو بند کرو اور ہماری باتیں غور سے سنو! پھر اس وقت آپ حقائق و اسرار کے واقعات بیان کرتے تھے۔

ملاحظہ: آپ کو بعض نفع بخش علوم مثلاً کیمیا وغیرہ معلوم تھے آپ اکثر اوقات حضرت شیخ امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک میوہ دار درخت ہوں مجھے ہلاؤ اور پھل چن لو۔ مگر حضرت شیخ امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ عموماً یہی عرض کرتے تھے کہ آپ کی علم تو حید پر مبنی گفتگو ہی میرے لیے ہزار ہا کیمیا سے زیادہ اچھی اور فائدہ مند ہے۔ آپ حضرت شیخ امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں ایک قابل جو ہر میسر آیا ہے مگر افسوس ہے کہ یہ یک چشمی ہے علاوہ ازیں آپ گفتگو کے دوران بھی شیخ امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو یک چٹکا کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے تھے۔ عرصہ تک آگرہ میں ہی قیام کیا۔ پھر حضرت شیخ امان اللہ کی محبت کی وجہ سے پانی پت جا کر ٹھہر گئے۔ آپ کی ضرورت کی خاطر حضرت شیخ امان رحمۃ اللہ علیہ نے مدد معاش (جاگیر اور نقد و طیفہ) حاصل کیا۔ غرضیکہ پانی پت میں ہی آپ نے وصال فرمایا۔ آپ اور شیخ امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارت برابر ہیں۔

حضرت شیخ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ حسن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے تھے اپنے دور کے بڑے عارف باللہ تھے آپ حال حج اور مشرف عالی رکھتے تھے مشہور ہے کہ خلوت سے جب آپ باہر تشریف لائے تو

ہندو مسلم سبھی آپ کو دیکھ کر تعجب سے اللہ اکبر کہا کرتے تھے۔ آپ علم و حال اور مظاہر صوریہ سے متصف تھے والد صاحب کے نسب کی وجہ سے چشتیہ تھے لیکن قادریہ سلسلہ سے زیادہ تعلق اور راہبہ رکھتے تھے کئی سال حرم مدینہ المنورہ میں رسالتا ب مٹی شہزادہ کی مجاوری کی وہاں جو قادریہ مشائخ تھے ان سے بیعت کر کے اجازت بیعت بھی حاصل کی۔ حضرت حاجی شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ جب دوبارہ زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تو حضرت شیخ محمد حسن کو بھی اپنے ساتھ واپس لائے۔ آپ کی ولادت جوہنور میں ہوئی اور آگرہ میں قیام پذیر رہے اور دہلی میں ۹۴۴ھ میں کوہنڈل کے نیچے اپنے والد کے مزار کے برابر دفن ہوئے۔

رات کا انتظار: آپ نماز دوئم (نماز عصر) کے بعد رات کے آنے کا یوں انتظار کرتے تھے جیسا کہ کوئی اپنے محبوب کے آنے کا منتظر رہتا ہے آپ شام ہوتے ہی خلوت میں چلے جاتے تھے۔ کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرتے شمع جلاتے اور ذکر حق میں مشغول ہو جاتے اور کبھی جی چاہتا تو ذکر حق کے متعلق کچھ نہ کچھ تصنیف و تالیف کرتے جب کتاب پوری ہو جاتی تو اسے جلادیتے یا فینچی سے کاٹ کر اسے پرزہ پرزہ کر دیا کرتے تھے۔ آپ کے بعض رسالے بھی ہیں اور آپ کے مکتوبات بھی یکجا جمع کئے گئے ہیں کبھی کبھی شعر بھی کہا کرتے تھے آپ کے بعض مریدین آپ کو شاہ خیالی بھی کہا کرتے تھے آپ کے مریدین بہت زیادہ تھے۔

آخری مرید: ہمارے (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کے مٹھلے چچا حضرت شیخ فضل اللہ عرف منجھو رحمہ اللہ نے بھی آپ سے بیعت کی تھی جو کہ آپ کے آخری مرید تھے۔

شیخ منجھو رحمہ اللہ

آپ بڑے صاحب برکت و نعمت بزرگ تھے اور ادو وظائف میں مشغول اپنے مرشد کی محبت میں مست رہتے تھے۔ آپ صاحب ذوق و حال اپنے وقت کے مشائخ عظام اور مجددین میں بہت مقبول تھے اور برکتیں اور نعمتیں ظاہر کیا کرتے تھے۔

خط مبارک: حضرت شیخ محمد حسن نے اپنے ایک مکتوب مبارک میں تحریر فرمایا ہے جو اقسام دنیا پر مشتمل ہے

ایک دنیا ایسی ہے جس کا صرف محسوسات کے ذریعے معلوم ہونا ممکن ہے۔

”قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ“

اے محبوب فرمادیتے! اللہ ہی وہ خالق ہے جس نے تمہیں بنایا ہے اور تمہیں کان، آنکھ اور دل عطا فرمایا۔

ایک دنیا وہ ہے جسے صرف عقل و شعور ہی پہچانتا ہے۔

عقل: عقل وہ نور ہے جسے اللہ تعالیٰ قلب مومن کے حوالے کر دیتا ہے جس کی وجہ سے حق و باطل اور صحیح و غلط میں یہی قلب امتیاز اور فرق کرتا ہے۔

ایک اور دنیا بھی ہے جسے علم کے نظروں سے ہی دیکھا جاسکتا ہے اگر تم علم والے نہیں ہو تو پھر اہل ذکر سے دریافت کر لیا کرو۔ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون۔

ایک وہ دنیا ہے جسے صرف عشق کے ذریعے ہی معلوم کیا جاسکتا ہے اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ نے قہاریت کی شان رکھتے ہوئے ان کی حفاظت کے لیے محافظ مقرر کر دیے ہیں۔

اے عزیز! طور حس، طور عقل اور طور علم سے بھی بلند اور آگے ایک اور بھی طور ہے جسے طور عشق کہا جاتا ہے۔ اس طور میں وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو کسی دوسرے طور

میں نظر نہیں آتی ہیں۔ عرف من ذاق اطلال شوق الابرار الی لغائی فانا الھیم لاشد شوقاً۔

(جس نے چکھا اس نے معلوم کر لیا ابرار کو۔ جب مجھ سے ملنے کا شوق بڑھ جاتا ہے تو میں بھی ان سے ملنے کا مشتاق رہتا ہوں) اے جوانمرد! مشتاق کے معنی ہیں صورت اور صورت کے معنی ہیں مشتاق۔ مولیٰ تعالیٰ بندے کا مشتاق ہے جب بندہ اللہ تعالیٰ کا مشتاق ہو۔

ہانگ می آید کہ اے طالب یا جو محتاج گدایاں چوں گدا

جودی جوید گدایان ضعاف ہجو خواہاں کاہنہ جو یند صاف

آواز آتی ہے اے طالب آجا۔ جو گداؤں کی طرح گداؤں کا محتاج ہے۔ جو کمزور گداؤں کی تلاش میں ہے جیسے خوبرو آئینہ کی تلاش کرتے ہیں۔

عاشق کی ذات صفت بن گئی اور صفت عاشق ذات ہو گئی۔ عاشق کی حرکت سکون بن گئی اور سکون عاشق حرکت ہو گیا یاد رکھو افعال اپنے آثار سے اور آثار اپنے افعال سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے۔ انکسار خاکسار سے اور خاکساری انکسار سے علیحدہ نہیں ہوتے رہے آثار و افعال ذات صفات کے مظاہر ہیں۔ ذات الہی سے صفات کمال کی علیحدگی محال ہے۔ اللہ جل جلالہ کی

ذات کے سوا کوئی اور شے حقیقتاً وجود نہیں رکھتی، بجز صفات کے اور کوئی مشہود نہیں ہے۔ وحدت، مقتضائے ذات ہے اور کثرت مقتضائے صفات۔

ایں جملہ صفت کہ کر دی اثبات می داں ہمہ بے لصف ذات
اور ابہمہ صفات می خواں! لیکن صفتش ہمہ یکے داں
توجہ: یہ تمام صفات کہ چکا تو نے اثبات کیا۔ تمام بے تعرف ذات سمجھ اسے تمام صفات سے
موصوف لیکن انکی صفات کو ایک جان۔

یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ حقیقی طور پر ذات و صفات کے لحاظ سے واحد ہے لیکن نسبتوں،
اضافات، حالات و اعتبارات کے لحاظ سے کثرت پذیر محسوس ہوتا ہے۔ جو باطن سے بے نمودی
کے ساتھ ظاہر ہوئی وہ ذات ذات الہی ہے جس کی صفات ظاہر نمود بے بود ہیں یہی افعال الہی اور
آثار خداوندی ہیں۔

بودے کہ نمود نیست اذرا
ذات است وصف بدان و دریاب
بازرا کہ نمود هست بے بود
فعل و اثرے بین و بھاب

توجہ: وہ وجود کہ اسے نمود نہیں وہ ذات و صفات سے وجود ہے اسے حاصل کر وہ جسے بلا
وجود نمود ہے وہ فعل و اثر ہے دیکھ اور اسکی طرف چل۔ گرچہ عقل و فہم کے مد نظر صفات غیر ذات
ہوتی ہیں لیکن تحقیق و حصول کے اعتبار سے یہ بھی عین ذات ہیں۔

بود است و نمود است و اگر چیزے نیست
حق است ہمہ بود و جہاں جملہ نمود
شوق است بوحث و زکثرت ہمہ ذوق
کثرت ز نمود آمد و وحدت ہمہ بود

توجہ: وہ موجود و ظاہر ہے اور کوئی شے نہیں تمام کا ہونا حق ہے اور جہاں کی نمود بھی
وحدت سے شوق ہے اور کثرت سے ذہ ہے کثرت نمود سے آئی ہے اور تمام وجود وحدت ہے ہر
مظہر خصوصاً اس چیز کا مغائر ہے جو کہ اس میں ظاہر ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ظاہر چیز صورت

ہوا کرتی ہے اور شیخ اپنی ذات اور حقیقت کے لحاظ سے خود مظہر ظاہر نہیں ہے۔

نہ بنی صورت در آب و مرآت
کہ آن دیگر بود تو دیگر ستی

ترجمہ: کیا پانی اور آئینہ میں نہیں دیکھ رہے ہو کیا کہہ سکتے ہو کہ وہ صورت اور ہے اور تو اور لیکن مظاہر الہی جو کہ ایک دوسرے کے ظاہر بھی ہیں اور مظہر بھی ہیں یہ باہم متحد ہیں ہاں البتہ ان میں جو باہمی ہے وہ اطلاق تجرد، یقین و تقید کا ہے جیسے انسانی حقیقت جو کہ اطلاق و تجرد کے لحاظ سے ظاہر ہے اور باعتبار تعین و تقید کے مظہر ہیں بلاشبہ حقیقت اپنے افراد کا عین ہے اور تمام بندے اس کے مظہر ہیں۔

آں نور پاک ظاہر و شخص تو مظہر است
باشد میاں ظاہر و مظہر دوئی محال
فرقے بجز تقید و اطلاق یافتن
نخواں میان ظاہر و مظہر بہ بیج حال

ترجمہ: وہ نور پاک ظاہر ہے اور تیرا وجود اس کا مظہر۔ ظاہر و مظہر کے درمیان دوئی محال ہے۔ ظاہر و مظہر کا فرق سوائے تقید و اطلاق کے کسی حال میں نہیں پایا جاسکتا۔

لہذا: بعض عارفین نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظاہر ہے اس تقید و تعین کے ساتھ جو کہ اس کے اسماء و صفات کی مقتضی ہیں۔ اور علی الاطلاق باطن میں ہے اور تجرد اس کا ایسا ہے جس کی ہویت ذات مقتضی ہے اور اس کا انکشاف و انجلاء ہو اس کے تقید و تعین کے اثرات ہیں وہ اپنے تجرد کے لحاظ سے پردہ خفا میں ہے وہ اول اور آخر اپنے مقام کے لحاظ سے ہے جسے زمانہ اور جگہ سے کسی قسم کا لگاؤ نہیں اور اللہ تعالیٰ کہ جس نے سب کو پیدا فرمایا ہے وہ عین کون و مکان انسان تمثیل خداوندی کا نام ہے جو تمام موجودات سے ممتاز ہے اور اسکی شکل میں تمام کائنات موجود ہے انسانوں کی دنیا بہت بڑی ہے۔ اور خود انسان ایک عالم صغیر ہے وحدت انسانی ہی اصل میں اللہ تعالیٰ کی وحدت کی دلیل ہے کائنات کی تمام چیزیں جو نظر آتی ہیں وہ وحدت حقیقی رکھتی ہوں یا کثرت نسبی وہ تمام انسان میں دیکھی جاسکتی ہیں نور محض اور خالص تاریکی ہے جو نظر نہیں آتی۔ اور جو نور کہ خلقت کے ماترہ قحط نظر آتا ہے اسے ضیاء اور روشنی کہا جاتا ہے۔

ہر فانی شے کا ظہور ایک ہستی کے ساتھ مربوط ہے جسے دنیا کہا جاتا ہے اور جس ظہور کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ نزول، اعیان کے ساتھ نسبت دی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کامل نورانی ہونے کے ساتھ اپنے اخلاق و وسعت میں بمرتبہ افعال و اسماء صفاتی کے جلوہ گر ہیں اور جب کہ تمام ممکنات ذات کے لحاظ سے معدوم ہیں تو ان کا علم و شعور اور ادراک بھی معدوم ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

کہ ادراک است عجز از درک ادراک

ترجمہ: عالم پاک سے خاک کو کیا نسبت ہے کہ اس سے ادراک بھی عاجز ہے کہ وہ ادراک کا درک کر سکے افسوس ہے! کچھ بھی سمجھ نہیں آتا کہ کیا چیز سمجھی جائے اور سر کہاں رکھا جائے حق تعالیٰ کی شناسائی بھی کوئی غیر حق تو نہیں ہے۔

لا یعرف اللہ غیر اللہ راہ حق کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایسے مقام پر پہنچیں جس مقام پر تمام چیزوں کو فانی پا کر اپنے آپ کو حق کے نور تجلی کے پرتو میں سرفراز و مسرور دیکھیں اور اپنے آپ کو فقر حقیقی کا مستحق بنائیں جو کہ ثانی اللہ کا ایک خاص مرتبہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ۔

ان الله يامركم ان تودوا الامانات الى اهلها

اللہ حکم دیتا ہے کہ امانتیں اس کے حقداروں کو ادا کرو ہستی ہمیشہ وجود اور ہونے کی طرف ہی مائل ہے جب کہ نیستی اور عدم اپنے محو ہونے کی طرف لپکتی ہے۔

ظہر النور ذوالمنن باشد

بطل الزور جان و تن باشد

ذوالمنن کا نور ظاہر ہے جان و تن تو خیال ہے جو باطل ہے۔

تبرہ او ایسی غفرلہ۔ یہ مکتوب وحدۃ الوجود پر مشتمل ہے جب تک وحدۃ الوجود کے فن سے آگاہی نہ ہو ایسے مکتوب سمجھنا مشکل ہے بلکہ بعض تو ایسے مضامین پر غلط فہمی سے کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالرزاق جھنجھانہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ محمد حسن بیہد کے مرید اور قادر یہ سلسلہ کے شیخ تھے۔ آپ صاحب کمال و

حال تھے۔ آپ کی کرامات اور خوارق عادات بہت مشہور ہیں جوانی میں آپ نے فقر و ادب و دیگر علوم حاصل کئے اس کے بعد مشرب عشق و محبت آپ پر غالب ہو گیا۔ بہت زیادہ ریاضت و مجاہدہ کرنے کے بعد آپ مشاہدہ تک پہنچ گئے۔

سلسلہ قادریہ: آپ نے قادر یہ سلسلہ میں کمال حاصل کیا کمال یہ ہے کہ آپ نے بغیر کسی واسطے کے براہ راست حصول و استفادہ کیا۔ تمام تکالیف، مصائب اور شدائد کا مقابلہ بڑی جوان مردی سے کیا اور سختی سے مشرب یہ قائم رہے۔

ہکایت: ایک دفعہ ایک سید کی رئیس نواب کے ہاتھوں قید کیا گیا۔ آپ نے جب اسے قید خانہ میں دیکھا آپ نے بغیر جان پہچان کے اس کی ضمانت کر لی۔ اور اس کے بعد اسے فرمایا کہ اب تم اس شہر سے کہیں دور چلے جاؤ۔ تمہارے بدلے میں جیل میں قید ہو جاتا ہوں۔ اس کے متعلق آپ پر بہت مصائب آئے مگر آپ نے ان تکالیف کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اور اپنی حیثیت اور شخصیت بالکل ظاہر نہ کی۔ غالباً حضرت شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے مابین توحید الہی، اطلاق و جودی اور عینیت و غیریت کے مسائل پہ گفتگو ہوتی تھی۔ شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی مشائخ عظام نے مسئلہ اطلاق حق کو ایک دوسری صورت سے پیش کیا چنانچہ شیخ امان رحمۃ اللہ علیہ کا اس کے متعلق ایک رسالہ اثبات احدیت بھی ہے۔ جسے مخالفین درانیہ کے نام سے یاد کرتے تھے جس میں سے کچھ ذکر انشاء اللہ تعالیٰ کروں گا۔ (درانیہ، ڈھکوسلہ، معاذ اللہ) یہ مخالفین کی عام عادت ہے کہ اپنے بالمقابل کے محاسن کو قبائح کا رنگ دیتے ہیں۔

آپ کے مرید: حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلفاء بکثرت ہیں جن میں سے حضرت سید علی لودھیانہ میں موجود ہیں (حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں موجود تھے) آپ بہت بوڑھے ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اوصاحب ذوق بزرگ ہیں۔ شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے ۹۳۹ھ میں وصال فرمایا۔

فائدہ: آپ نے اللہ جلا جلالہ کی عینیت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں حضرت شیخ امان اور حضرت شیخ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کرنے کے بعد ایک خط اپنے کسی دوست کو تحریر فرمایا وہ نقل کیا جاتا ہے کیونکہ حضرت شیخ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے خط کو اوپر نقل کیا جا چکا ہے اب ان کے خط کو ملاحظہ فرمائیں جو کہ حضرت شیخ عبدالرزاق مصنف نجات الانس اور شیخ علاؤ الدین حتمائی کے خطوط سے

بالکل ملتا جلتا ہے کیونکہ حضرت شاہ عبدالرزاق کے خطوط کا مجموعہ حضرت شیخ امان بیسٹہ نے مقابلہ کے بعد خطوط کے مجموعہ میں شامل فرمایا ہے مکتوب مبارک کی نقل درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم شیخ المشائخ شیخ حسن دام حسہ و عرفانہ، فقیر
مکتوب مبارک: عبدالرزاق احمد عرض پرداز ہے کہ اے بھائی آپ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت

و محبت عنایت فرمائے۔

معرفت دو قسم ہے۔

۱- معرفت استدلالی۔

۲- معرفت وجدانی۔

معرفت استدلالی یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے حسن لازوال کی معرفت استدلالی:

چمک دک اور یقین کو آسمان وزمین اور ان دونوں کے درمیان والی تمام چیزوں کی تخلیق میں دیکھا تو اسے وہ تمام علامات مل گئیں جو کہ اللہ جل جلالہ کے صانع و حکیم ہونے کی دلیل ہیں اور یہ تمام تخلیق اور صفت اللہ جل جلالہ کے عرفان کے دلیلی اثرات ہیں۔ یہ معرفت اگر ضروری ہو تو پھر کسی بھی مسلمان کو اس سے بے خبر رہنے کی جرأت ہو سکتی ہی نہیں حالانکہ تکمیل ایمان تو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ ہوتی ہے اور یوں معرفت عامہ ہر مسلمان کو حاصل ہو جاتی ہے جس میں حقیقی معرفت شامل نہیں ہے۔

جو آیات تست روشن گشت از ذات

مگر دو ذات او روشن ز آیات

ترجمہ: جب آیات ذات سے روشن ہوئیں تو اسکی ذات آیات سے روشن ہوئی۔ جو لوگ اللہ جل جلالہ کو راء عالم جانتے ہیں اور دلائل کی روشنی میں اس پر ایمان بالغیب لاتے ہیں۔

زہے ناداں کہ او خورشید تاباں

نور شمع جوید در بیابان

ترجمہ: اس بیوقوف پرانوسوں ہے کہ وہ چمکدار سورج کو جنگل میں شمع کی روشنی سے ڈھونڈتا ہے۔

معرفت حقیقت وجدانی: معرفت حقیقت وجدانی یہ ہے کہ عارف اپنے وجود کے لباس سے الگ ہو کر ریاضت و محامدہ، قلب و زبان کے دائمی

ذکر کے ذریعہ اپنے شیخ کے اعتقاد کے ساتھ فناء کے مسلک پر چل پڑے تاکہ اللہ جل جلالہ اسے اپنے احسانات سے سرفراز فرما کر اپنے اسماء تعلیم فرمادے یوں حق سے حق کی معرفت کر لیتا ہے جیسے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

”عَرَفْتُ رَبِّي“ میں نے اللہ کے ذریعے ہی اللہ کو پہچانا۔

رویت حق بحق شہود بود

خاصہ حضرت وجود بود

ترجمہ: دیدار الہی کا حق سے ہی مشاہدہ ہوتا ہے خاصہ حضرت وجود کا یوں نہیں ہوتا ہے۔

معرفت وجدانی کا مطلب: معرفت وجدانی کا مطلب یہ ہے کہ تمام ممکنہ موجودات اللہ جل جلالہ کے نور مقدس سے روشن اور موجود ہیں

اور جلی خداوند قدوس کی وجہ سے ہی تمام چیزیں اپنے وجود کے ساتھ منسوب ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرا کوئی بھی موجود نہیں ہے۔ بلکہ تمام اشیاء اسی کی وجہ سے ہی موجود ہیں یہ ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عالم سے خارج ہو اور دنیا اللہ تعالیٰ سے علیحدہ ہو۔ اللہ جل جلالہ اس سے بلند و بالا ہے اور میں (صاحب مکتوب) ہر قسم کی لغزش و خلل اور تفسیر بالرائے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر عنایت ہے کہ اللہ جل جلالہ نے مجھ پر فضل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ

اے ایمان والوں ایمان رکھو اللہ پر۔

یعنی! جو ایمان بالغیب لا چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے کسی بھی قسم کے شک و شبہ میں نہ رہو اور ہر متعین شے میں اللہ جل جلالہ کا مشاہدہ کرو کیونکہ اللہ مشہود ہے اور ہر مفید اور متعین چیز میں اللہ تعالیٰ اپنے اسماء و صفات کے ساتھ موجود ہے بظاہر حق تعالیٰ مقید نہیں ہے بلکہ تمام اشیاء سے الگ مطلق موجود ہے۔

ہمہ عالم جمال حضرت اوست

او جمیل و جمال دارد دوست

ترجمہ: تمام عالم حضرت حق کا جمال ہے وہ جمیل و جمال کو دوست رکھتا ہے۔

تقریر وحدۃ الوجود: تقریر ۱: اے بردار! اللہ تعالیٰ تیری عمر دراز فرمائے۔ اور تمہیں معرفت و محبت کے ساتھ زندہ رکھے۔ آپ اچھی طرح سمجھ لیں

کہ حق تعالیٰ واجب الوجود ہے یعنی اس کا وجود واجب ہے تو دوسری اشیاء کا عدم لازم ہے۔ اور جو کوئی یہ گمان کرے کہ حق تعالیٰ غیر اور سوا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حق تعالیٰ اس سے بھی پاک ہے نیز اس طرف پیارے محبوب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

”لَا تَسْبُوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ“

زمانے کو برانہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔

زمانے کا وجود ہی اصل میں پروردگار کا وجود ہے یہ ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ زمانے سے الگ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی بلند و بالا ہے اگر آپ اسے نہیں سمجھ سکے تو اس سے بھی یادہ واضح طور پر سنئے!

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ“

اے ایمان والو! اللہ پر ایمان رکھو۔

مطلب یہ کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو یعنی تم نے اپنی ہستی اور ذات کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے یقین کر لیا ہے کہ ہم موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حقیقت مستطاب سے تم خطاب کر رہے ہو اور وہ تمہیں جواب دے رہا ہے کہ تم اس فلک و ہاب تک پہنچو اور اے مسلمانو! یعنی اپنی ذات پر یقین کرنے والو! اس شے پہ ایمان لاؤ کہ تمہارا وجود بغیر کسی ضرورت کے اللہ تعالیٰ کا وجود ہے اور یہی رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

”مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ“

جس نے خود کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

اور جب (حقیقت یہ ہے کہ) اول، آخر، ظاہر باطن صرف حق تعالیٰ ہی ہے تو یہ امر خود بخود ثابت ہو جاتا ہے کہ اے انسان اپنی ذات کے اعتبار سے تو موجود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہی وجہ سے موجود ہے اور جب تو نے عرفان حاصل کر لیا تو تم نے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لی ورنہ (نعوذ باللہ حاکم بدہن) اللہ تعالیٰ کی ذات ایک جزوی حقیقت ہوگی جو عالم کے علاوہ ہوگی حالانکہ حق تعالیٰ اس سے بہت بلند اور بالا ہے۔

تقریر ۲: ممکن ہے کہ اسے تم نے نہ سمجھا ہو اس لیے اس کی مزید وضاحت کرتا ہوں۔ یا ایہا

لذین امنوا امنوا کا یہ مطلب ہے کہ اے ایمان والو! جب کہ تمام چیزوں پر تم ایمان لائے اور تم نے یقین کر لیا کہ تمام چیزیں اپنا وجود مستقل اور علیحدہ رکھتی ہیں اور حقیقت مطلقہ سے دور ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم رحمت نازل ہوا کہ اشیاء پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ کیونکہ ہمیشہ ایمان معلومہ ہمیشہ معدوم ہوتے ہیں اور وجود حق تعالیٰ کے ساتھ موجود رہتے ہیں جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اَللّٰهُمَّ اَرْنَا الْاَشْيَا كَمَا هِيَ“

یا اللہ! تو ہمیں چیزوں کی ماہیت و کیفیت اور حقیقت دکھا دے۔

در نظر عین غیر آب نما

محو شد قطره و حباب نما

ترجمہ: آنکھ میں پانی کے سوا کچھ نہ رہا قطرہ مٹ گیا تو حباب نہ رہا۔

اس لحاظ سے تمام اعیان و احجام جو کہ ممکن ہیں اصل میں معدوم ہیں نیز اعیان ممکنات کے وجود میں جو آثار ہیں وہ ظاہر ہیں اور اعیان وجود میں عین حق موجود ہیں اور وجود کی اعیان کے ساتھ نسبتی اضافت ہے جو کہ اعتباری ہے اور ہمیشہ افعال و اثرات وجود کے تابع ہوتے ہیں اور اعیان معدوم و محو ہو جاتے ہیں اور جو چیز معدوم ہو جاتی ہے وہ موثر حقیقی اور بالذات فاعل ہو سکتی ہی نہیں بلکہ حقیقی موجود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو یکتا ہے اور اسی کے ساتھ وہ باعتبار تعین و تقید کے بصورت بندہ موجود ہو گیا ہے اور یہ بھی حق تعالیٰ کی ایک شان ہے حقیقی طور وہ علی الاطلاق معبود ہے اسی وجہ سے عین عبد ظاہر دکھائی دیتا ہے اللہ تعالیٰ جو کہ معبود ہے وہ بندہ کی حقیقت سے علیحدہ معبود ہے اور حقیقت عبد اصل میں اس کی خود ذات الہی ہے اور اس کی ذات کثرت و تعدد کے لحاظ سے بواسطہ لباس و تعین کے خلق اور عالم دکھائی دیتی ہے اس لحاظ سے ظہور ذات کے قل عالم و دنیا حق اور پھر حق ظہور کے بعد عین و ذات عالم بن گیا۔

ہر شکل بتاں رہزن عشاق حق است

لا بلکہ عیاں درہم آفاق حق است

چیزے نبود زر وئے تقید جہاں

واللہ کہ ہماں ز وجہ اطلاق حق است

ترجمہ: شان رہزن (خبر و بیان) کی شکل پر دراصل عاشقان حق ہیں نہیں بلکہ جملہ آفاق

ہے کہ تمام صفات صرف اللہ کے لیے ہی خاص ہیں جس سے لازمی طور پر یہی نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ذات وجودی حیثیت نہیں رکھتی۔

تقریباً: اس سے بھی مزید وضاحت یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یا ایہا الذین امنوا باللہ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اس طرح ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور سب سے پہلے موجود اور اپنی تمام صفات کمالیہ سے موصوف ہے۔ نقص اور زوال سے پاک ہے بلکہ وہ موجود موصوف تم ہو۔ اس لیے حکم دیا کہ امنوا باللہ یعنی تم اللہ پر یوں ایمان لاؤ کہ تمام صفات کمالیہ سے موصوف بن کر تم خود تم نہ رہو۔ اور جب یوں ایمان لاؤ گے تو محسوس ہو جاؤ گے جیسا کہ اللہ نے خود ارشاد فرمایا ہے وَاللَّهُ الْمَوْمِنُ کَمِیْسَتِ السَّیِّئِ نے کہا۔

بیرون زحدود کائنات ست دلم

بیرون ز احاطہ جہان است دلم

فارغ ز تقابل صفات است دلم

مرآت تجلیات ذات است دلم

ترجمہ: حدود کائنات سے میرا دل باہر ہے احاطہ جہاں سے میرا دل باہر ہے۔ تقابل صفات سے میرا دل فارغ ہے تجلیات ذات کا آئینہ میرا دل ہے۔
حضرت شیخ عبدالرزاق رحمہ اللہ نے اپنے ایک اور رسالہ میں تحریر فرمایا ہے کہ
تصور مرشد: قریب ترین راہ الہی ذکر حق ہے۔

جس کی آسان ترین ترکیب یہ ہے کہ پیرو مرشد کی صورت کا تصور رکھے اور جسے دحدہ لا شریک اپنے مرشد کے واسطے سے مشغولیت کی توفیق عطا فرمادے تو پھر اس سے عمدہ کام کوئی بھی دوسرا نہیں ہے۔ مرید کوئی اور ریاضت کرے یا نہ کرے لیکن تنہائی میں بیٹھ کر اپنے مرشد کے تصور میں ضرور مشغول رہے تاکہ اس ذریعہ سے وہ خدا رسیدہ ہو جائے اور یہی ترکیب اسے خدا تک پہنچا دیتی ہے تصویر شیخ کے بغیر مرید کے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے کیونکہ عالم الہی وہ عالم معنی ہے جسے دیکھنا ممکن نہیں ہے ہاں! البتہ صاحب کمال کی صورت زیر نظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ انسان کامل کی ذات دراصل یہی ذات حق اور اس کے کمالات کا مظہر ہے۔

مظہر تام غیر انسان نیست
کہ ہمہ کون را مسخر کرد
انبیاء و اولیاء را حق بدان
سر مخفی کردہ ام باتو بیاں

مظہر تام انسان کے سوا کوئی نہیں کہ اس نے جملہ کائنات کو مسخر کر لیا ہے۔ انبیاء اور اولیاء کرام کو حق جان میں نے تجھے مخفی راز بیاں کر دیا ہے۔

مجھ عبدالرزاق کو میرے پیر و مرشد نے اپنے تصور کو چار پایہ ہو کر ہمیشہ پیتس نظر رکھنے کے متعلق ارشاد فرمایا۔ چنانچہ اپنے پیر و مرشد کے تصور میں چار پایہ ہو کر اس طرح مشغول ہوا کہ ذکر حق کرنا بھی ترک کر دیا۔ صرف تصور شیخ میں ہی ہر وقت مشغول رہتا تھا۔ ہاں البتہ نمازیں فرائض و سنن مؤکدہ اس زمانہ میں پڑھتا تھا۔

جو شخص بھی تصور شیخ میں شاعل رہے گا اور وہ (کسی بھی قسم کی نفلی) تصور مرشد کے فوائد: عبادت و ریاضت نہ ادا کر سکے تو پھر بھی اس کے مطالب حاصل ہوں

مے مقصود پورا ہوتا ہے کیونکہ جو طالب حق اور سعادتمند اپنے شیخ کی اتباع کرتے ہوئے شیخ کے چہرہ انور کی نورانیت کو اپنے قلب کے آئینہ میں روشن کرے گا تو وہ اپنے شیخ کی صفائی باطن کی وجہ سے اسے خود اپنے وجود میں موجود پائے گا اور جو فیض و عنایت شیخ کو حاصل ہے وہ اسے (مرید کو) حاصل ہو جائے گی اور جو ذوق و حال مرشد سے ظاہر ہوتا ہے اس سے بھی وہی ظاہر ہوگا جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

”مَا صَبَّ اللَّهُ فِيْ صَدْرِ شَيْءٍ إِلَّا وَقَدْ صَبَّتْ فِيْ صَدْرِ ابْنِ أَبِي قَحَافَةَ“

میرے دل میں جو چیز اللہ تعالیٰ نے ڈالی ہے میں نے وہی صدیق اکبر کے دل میں ڈال دی ہے۔

اس کے علاوہ میرے مرشد کا مجھ فقیر (صاحب متوب) پر اتنا غلبہ ہو گیا ہے کہ جیسے لوگ چاند کو دیکھتے ہیں بعینہ میں اپنے مرشد کو دیکھتا ہوں۔ مجھے آسمانی چاند بالکل ہی نظر نہیں آتا تھا۔ نیز میرے مرشد کی صورت مبارک مجھ پہ اتنی غالب آگئی تھی کہ میں جس چیز کی طرف بھی دیکھتا تھا وہ چیز نظر نہیں آتی تھی بلکہ اس چیز کی بجائے صورت مرشد میری نظروں کے سامنے رہتی تھی۔ میں

جس درخت، دیوار یا چیز کو بھی دیکھتا تو (وہاں) صرف جمال مرشد ہی نظر آتا تھا۔

در ہر چه نظر کردم غیر از تو نمی بینم

غیر از تو کسے باشد تھا کہ محال است ایں

در ہر چه نظر کنم تحقیق

جز نور رخ تو نیست منظور

ترجمہ: میں نے جس پر بھی نظر ڈالی تو تیرے سوا کچھ نظر نہ آیا تیرے سوا کوئی اور ہو بخدا محال ہے۔
میں نے جس شے پر تحقیق سے نظر کی تو سوائے تیرے رخ انور کے نور کے میری نظر میں کچھ نظر نہ آیا۔

حضرت شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں خوب مہارت رکھتے تھے آپ کا نام اسم گرامی عبدالملک اور آپ کا لقب مبارک ”امان اللہ“ تھا۔ لیکن عموماً لوگ آپ کو صرف امان کے لقب سے ہی یاد کرتے تھے۔ آپ ایک صوفی باصفا اور توحید پرست عالم تھے۔ حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار تھے صوفیہ میں بڑے بلند مرتبہ اور عزت والے تھے۔ توحید کے عنوان پر بڑے موثر انداز میں تقریر کرنے میں بہت مہارت رکھتے تھے توحید کے متعلق باتیں صاف صاف بیان فرماتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے اگر آج عدل و انصاف موجود ہوتا تو عالم توحید کو اعلانیہ برسر منبر یوں واضح کرتا کہ جس کے بارے میں کسی کو بھی انکار کرنے کی گنجائش نہ ہوتی نیز آپ نے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ابتداء میں مجھے توحید کے مسئلہ کے متعلق صرف دو دلیلیں یاد تھیں مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کی مہربانی اب مجھے مضبوط ترین سولہ (۱۶) دلیلیں یاد ہیں۔

تصانیف: آپ نے علم تصوف اور توحید کے متعلق کئی کتابیں تحریر فرمائی ہیں اور اپنی تقریر و تحریر میں تحقیق سے کام لیا۔

اثبات الاحدیت: آپ کی ایک تصنیف ”اثبات الاحدیت“ ہے اس کتاب میں آپ اللہ تعالیٰ کے حاکم مطلق ہونے اور عظیم کائنات کے حقائق کے علم یقین کے ساتھ یوں بیان فرمایا ہے جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور علم کے مطابق کامل ذوق کو

کلمات تحقیق اور اہل توحید کے مطابق لکھا ہے۔

لوائح کی شرح: حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف تصنیف لوائح کی ایک مبسوط اور مفصل شرح تحریر فرمائی۔ اس شرح کی ابتداء میں ایک

مقدمہ بھی تحریر فرمایا۔

تہذیب و اخلاق: آپ تہذیب و اخلاق اور عادات میں کمال مرتبہ کے مالک بزرگ تھے آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک درویشی دو

چیزوں سے ہے۔

(۱) خوش اخلاقی (۲) خاندان نبوت سے محبت

کمال محبت کی علامت: آپ نے فرمایا کہ کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ محبوب کے علاوہ محبوب کے متعلقین سے بھی محبت کرے۔ اللہ تعالیٰ سے

کامل محبت کی یہ علامت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے زیر اثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والوں کی محبت بھی سراپت کر جائے۔

قیام تعظیمی اور تعظیم سادات: اگر آپ کے پڑھنے اور پڑھانے کے دوران آپ کی گلی میں سید زادے کھیلنے کودتے گزرتے تو کتاب نیچے

رکھ کر (تعظیم کی خاطر) کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور جب تک سید زادے سامنے موجود رہتے تھے آپ بیٹھتے نہ تھے۔

آپ کی مجالس: تصوف میں آپ ملائیت مشرب رکھتے تھے آپ کی مجلس اور صحبت میں کسی قسم کا دنیوی تذکرہ اور ادھر ادھر کی باتیں نہیں ہوتی تھیں بلکہ ذکر حق اور علوم کی

اشاعت میں آپ اوقات گزرتے تھے آپ زیادہ تر کتب تصوف سے مانوس تھے عموماً آپ کتب تصوف کے پڑھنے اور پڑھانے میں مصروف رہتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ ہمیں صوفیہ کرام کے افعال و اقوال سے بہرہ ور فرما اور یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہر ایک کو کسی نہ کسی خاص چیز کی طرف رغبت ہوتی ہے اور مجھے تصوف کی کتابوں کی رغبت ہے اگر کوئی طالب حق آپ کے حضور حاضر ہوتا تو آپ اسے ارشاد فرماتے کچھ پڑھو کیونکہ یہی ہمارا طریقہ ہے اور اسی وجہ سے آپ کے پاس لوگ اکٹھے نہیں ہوتے۔

آپ کا طریقہ: آپ کی علیحدہ کوئی خانقاہ نہیں تھی اور نہ ہی مسافر خانہ آپ طالبوں کو عشق مجازی سے روکتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے کہ اس کام میں مبتلا ہونے سے مبتدی اپنے اصل کام سے رک جاتا ہے آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ اپنی آسائش، خواب اور خورد و نوش کیلئے کوئی شے اپنے پاس نہیں رکھتے تھے۔ آپ زمین پر لیٹ جایا کرتے تھے غذا کم تناول فرماتے اور ہر حال میں فقراء کو تعلیم سلوک دیتے تھے۔

ہکایت: ایک دفعہ ایک پاگل آپ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک ہزار گائیں آسمان سے آئی ہیں ابھی ابھی انہیں چند مغل لے گئے ہیں بس فوراً کھڑے ہو جاؤ اور میرے ساتھ چل کر ان سے میری وہ گائیں دلوادو۔ حاضرین مجلس نے اس پاگل کی یہ باتیں سن کر اس کا مزاق اڑایا لیکن آپ نے انہیں منع کیا اور فرمایا ہر درویش کے ساتھ محبت سے پیش آیا کرو۔ بعد ازاں آپ نے کھانا منگو کر اسے کھلایا۔ کھانا کھاپی کر پہلے والا اس کا جذبہ نہ رہا۔ اس کے چلے جانے کے بعد آپ نے اپنے دوستوں کو ارشاد فرمایا کہ مجذوبوں کو بہت سی چیزیں نظر آتی ہیں جن کا انکار کسی طرح بھی نہیں کیا جاسکتا۔ سب کچھ عالم نمود میں موجود ہے ممکن ہے یہ واقعہ بھی اس نے دیکھا ہو۔

از خود درنگی: حضرت شیخ امان رحمۃ اللہ علیہ کی بعض نمازیں بھی قضا ہو جاتی تھیں کیونکہ آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول، منہمک اور از خود رفتہ رہتے تھے۔ چونکہ آپ کی علم و حال اور صداقت و کمال خاص صفتیں تھیں۔

اس وجہ سے آپ کی طرف برا خیال نہیں کیا جاسکتا۔ آپ پوری رات جاگتے رہتے تھے اسی شب بیداری کی وجہ سے کئی بار اٹھ اٹھ کر وضو کیا کرتے پھر حالت وجد میں نعرے لگاتے تھے۔
نسبت: آپ حضرت شیخ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور شیخ محمد مودود لاری کے شاگرد تھے۔ اکثر ملاش سے آپ تعلق رکھتے تھے اور شرب قلندر یہ میں دو واسطوں کے ذریعے آپ کا سلسلہ حضرت نعمت اللہ شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور تمام سلسلوں کے منجملہ سلسلہ قادریہ سے بر بناء اعتقاد آپ کو مضبوط اور پختہ تعلق تھا۔

موت کا علم: حضرت شیخ امان رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں اپنے دوستوں سے ملنے آیا کرتے تھے آخری بار جب آپ دہلی سے تشریف لے جانے لگے تو اپنے دوستوں سے ارشاد

فرمایا اس دفعہ مجھے انشاء اللہ تعالیٰ دور کا سفر کرنا ہے آپ کے مخلص دوست حضرت شیخ ذکریا اجودہی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی اس دفعہ تو ہم بھی آپ کے ساتھ چلیں گے تو آپ نے فرمایا کہ دوست تو ظاہری سفر میں ساتھ چلتے ہیں اور مجھے دوسرا سفر ہے اس لیے میں نے تم سب کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیا۔ اس کے بعد آپ نے گھر جا کر تمام چیزوں کو دیکھا، ان سے رخصت ہو کر قرآن شریف کھول کر دیکھا اور ارشاد فرمایا ”اے کتاب کریم! میں نے تجھ سے استفادہ کر کے بہت فوائد حاصل کئے اس طرح تمام کمروں کی ہر چیز کو الوداع کہا اسی حال میں آپ کو بخار ہو گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا بہت سا پانی اچھی طرح گرم کرو اور لوٹے بھی نئے لے آؤ تا کہ ساری عمر کے وسوسے دور ہو جائیں۔

گیارہویں شریف: گیارہ ربیع الآخر کو آپ نے حضرت غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک کیا اور ارشاد فرمایا کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے قدم اٹھانا درست نہیں ہے جو کھانا آپ نے پکوا یا تھا اسی دن وہ سب کھانا تقسیم کر دیا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حبیب کبریا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی طور پر علوم غیبیہ سے نوازا ہے جو علوم غیبیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے ان میں سے موت کا علم بھی ایک نبی علم ہے۔ ابو داؤد، نسائی شریف، مسلم شریف اور خصائص کبریٰ شریف وغیرہ کتب حدیث میں یہ حدیث مبارک درج ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ فلاں کے گرنے کی جگہ ہے اور آپ نے اپنا ہاتھ مبارک زمین پہ رکھا اور فرمایا یہ جگہ فلاں کے (مر کر) گرنے کی جگہ ہے اور ہاتھ مبارک وہاں زمین پہ رکھا۔ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ قدرت میں میری جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی جگہ سے ان فرماتے ہوئے کافروں میں سے کوئی بھی پس و پیش نہیں ہوا (اسی جگہ پہ وہ تمام کافر قتل ہوئے جہاں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قتل کے بارے میں اشارہ فرمایا تھا) ثابت ہوا کہ حضور کو کل آنے والے وقت کا بھی علم ہے کہاں موت ہوگی۔

حدیث ۲: مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے تو قتل کر دیں گے۔ ان کی اولاد ہوگی اور ۳۵ سال قیام فرمائیں گے پھر ان کا وصال ہوگا تو میری قبر کے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کیے جائیں گے۔

حدیث ۳: حدیث مسلم شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وجال کے قتل کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ فیقتلہ حتیٰ بہاب لد فیقتلہ تو وجال کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تلاش کریں گے حتیٰ کہ باب لد کے پاس وجال کو پالیں گے تو اسے قتل کر دیں گے۔ وغیرہ۔

یہ گیارہویں کرنے والے کوئی بڑیلوی نہیں بلکہ ایک ولی کامل ہے اور الحمد للہ اولیاء بھی بڑیلویوں کے معتقد ہیں۔
اویسی غفرلہ (ہاتی حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

وفات: بارہ ربیع الآخر الشانی کو آپ پر موت کا غلبہ ہوا تو آپ نے عین اسی حالت میں ارشاد فرمایا مشائخ طریقت کھڑے ہوئے ہیں اور فتویٰ توحید طلب کر رہے ہیں چنانچہ آپ کی زبان مبارک پر کلمات توحید تھے کہ ۲ ربیع الآخر ۹۹ کو وفات پائی۔

(بچھلے مٹی کا حاشیہ)

۱۔ گیارہویں شریف:

کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جن سے روکا گیا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کو جائز رکھا گیا ہے جن قسم کے ہیں۔ حرام، مکروہ، تحریمی، مکروہ مکرہ، اور جن کاموں کو جائز رکھا گیا ہے۔ فرض، واجب، سنت، مستحب۔

۲۔ حد کا اسلام:

اس محل کے اثبات یا نفی کی کوئی دلیل نہ ہو اسے مباح کہا جاتا ہے اور مباح ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس فعل کو قرآن و حدیث میں کسی طرح بھی منع نہیں کیا گیا۔ کیونکہ "آن پاک سے ثابت ہے کہ ہر وہ چیز جس کا ناجائز ہونا قرآن سے ثابت نہ ہو وہ جائز ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

لَمْ يَنْهَ عَنْهُمُ اللَّهُ إِلَهِي أَخْرَجَ يُعْبَادِهِ

ترجمہ: کون ہے حرام کرنے والا اچھی چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ شرعی دلیل کے بغیر کسی چیز کو مکروہ یا حرام ہونا ناجائز ہونے کیلئے دلائل طلب کرنا اس آیت کے خلاف ہے بلکہ شریعت کا مقابلہ کرنے کے مترادف ہے۔

اب گیارہویں شریف کی حقیقت سمجھیں۔ قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب حضور غوث اعظم علیہ السلام کی روح مبارک کو پہنچایا جاتا ہے۔ ایصالِ ثواب احادیث سے ثابت ہے معتزلہ کے علاوہ ایصالِ ثواب کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ قرآن مجید اور دیگر اشیاء کا ثواب اگر اموات کو بخشا جائے تو اس کا ثواب پہنچا۔ اور چند نیک کام بھی جو جائیں تو وہ نیک اور ثواب والے کام حرام یا بدعت نہیں ہو جاتے۔

حدیث:

مکملہ شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں جب ایک بندے کا کوئی درجہ بلند کرتا ہے تو بندہ یوں عرض کرتا ہے۔ اے اللہ یہ میرا درجہ کیونکہ بلند ہوا؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ہاں مستغفار و لدک یہ درجہ تیرے بیٹے کے استغفار کی وجہ سے بلند کیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ اولاد کی عبادت کا ثواب پہنچتا ہے روحانی ہو یا جسمانی یعنی بیٹا ہو یا مرید ہو یا شاگرد۔ الحمد للہ ہم غوث اعظم کے مرید ہیں اس لیے ہم حضور غوث اعظم علیہ السلام کے لیے ایصالِ ثواب کو گناہوں میں شریف سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حدیث شریف:

نجمی شریف اور مسلم شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میری والدہ کا چانک انتقال ہو گیا اور وہ کوئی وصیت نہ کر سکی میرا خیال ہے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

شاگرد و معتقدین: آپ کے شاگرد اور معتقدین بکثرت تھے ان میں سے حضرت شیخ تاج الدین ذکر یا جودھنی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے شاگرد تھے جو حسن اخلاق اور معرفت کتب تصوف و توحید میں آپ کے قدم بہ قدم تھے حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحب ذوق بزرگ تھے توحید کی گفتگو اور وحدانیت میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ جو پہلے آپ سے ہی استفادہ کرتے رہتے تھے پھر آخر میں حضرت شیخ سلیم سیکری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ حسین چشتی رحمۃ اللہ علیہ خطاطی، جودت طبع، شعر گوئی اور ذوق و حال میں بہت ممتاز تھے ان کا ایک شگفتہ شعر یہ ہے۔

چنیں کہ بر پر طاؤس قین رامیلے است
مگر درد اثرے پائے ناقہ لیلی است

ترجمہ: قین (مجنوں) کو طاؤس سے میرے پیار ہے لیکن اصلی درد اسے ناقہ لیلیٰ کے پاؤں سے ہے۔

حضرت مولانا حسین نقشی رحمۃ اللہ علیہ

ایک روز شاگرد یہی نقشی صاحب تھے آپ صفت خط و کتابت، مہر سازی میں بے مثال با برکت، سخی، بیدار دل خوش وقت، خوش خلقی، ولی خصلت، پاکیزہ دل اور اپنے دوستوں کی خاطر مدارت بہت کیا کرتے تھے آپ حضرت شیخ امان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں محبت و عقیدت کے ساتھ ہمیشہ آپ کی خدمت کرنے کو باعث فخر سمجھتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ) وہ وصیت کرتے اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں تو ان کو ثواب ہوگا "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں ہوگا"۔
حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بیان کیا ہے کہ جو شخص اپنے مرحوم والدین کی طرف سے حق کرے تو اس حج کرنے والے کو آتش دوزخ سے نجات ملتی ہے اور اسکے والدین کو پورے حج کا ثواب ملتا ہے اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بڑھ کر صلہ رحمی یہ ہے کہ بیٹا اپنے مرحوم والدین کی طرف سے انکے انتقال کے بعد حج کرے۔ پس ثابت ہوا کہ ایصالِ ثواب کرنے سے میت کو بھی ثواب ملتا ہے ایصالِ ثواب کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی انعامات سے نوازتا ہے۔ گیارہویں شریف بھی ایصالِ ثواب ہی ہے لہذا گیارہویں شریف کرنے والا بھی اللہ جل جلالہ کے انعامات مغنیہ پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر نیک اور جائز کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔
زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو برکات گیارہویں شریف اور "الاکسیر الاعظم فی عرس الفوت اعظم" تصانیف فقیر ادبی مفرل کا مطالعہ کیجیے۔

حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

مجھ مصنف کتاب اخبار الاخیار (حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کے والد ماجد تھے آپ اپنے مرشد حضرت شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ عموماً اپنے پیر و مرشد کا ذکر خیر ہی کرتے رہتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ وجود و حال، گریہ زاری اور حالت جوش میں نہیں رہتے تھے آپ کے تمام دوست یوں آپ سے ملتے تھے جیسے طلبہ اپنے استاد کا ادب بوقت ملاقات کرتے ہیں علاوہ ازیں والد گرامی کو حضرت شیخ امان رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کے ساتھ ساتھ عقیدت بھی تھی۔ آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب میری عمر سات سال کی تھی اس وقت سے مجھے درویشوں کا درد، طلب اور شوق نیاز مندی ہے۔ آپ اکثر درویشوں کے پاس تشریف لے گئے لیکن مقصد حضرت شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے ہی حاصل ہوا۔ اور پیر و مرشد کے ذریعے جو قلبی تعلق حاصل ہوا وہ کہیں اور مقام سے میسر نہ آیا اس لیے بھی کہ میرے مرشد نے اپنی خاص عنایات سے خرقۂ خلافت سے بھی نوازا۔ خلافت عطا کرنے سے قبل پہلے کئی دن تک اپنے دست مقدس سے بہت کچھ تحریر فرمایا جس میں مختلف اقوام کے علم بھی تحریر فرمائے۔ اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا ہوا یہ سب کچھ بھی میرے حوالے کیا۔ میرے والد ماجد ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ابتداء میں ہم سہروردی سلسلہ کے ظاہری عالم کے مرید ہوئے تھے۔ مگر حضرت شیخ امان اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حضور حاضر ہوا تو عرض کیا کہ یہ خادم اس سے پہلے بیعت کر چکا ہے مگر آپ کا جذبہ محبت و اردت غالب آ گیا ہے اب ارشاد فرمائیے کیا کیا جائے؟ حضرت شیخ امان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ہے ہر انسان کو اپنے محبوب سے لگاؤ ضروری ہے اور اس دنیا میں محبت والفت کا اعتبار صحیح اور درست ہے۔

چنانچہ شیخ نے مجھے فرمایا آپ اپنے حالات، تصورات اور خیال بیان فرمائیں۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے حال نہیں آتا اس لیے میرے تصورات و خیالات کیا ہو سکتے ہیں۔ شیخ نے ارشاد فرمایا میں آپ کی طبیعت کی مناسبت معلوم کرنے کے لیے دریافت کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کی طبیعت کا میلان معلوم ہو سکے۔ میں نے عرض کیا کہ عموماً مجھے یہ معلوم ہوتا ہے زمین تا عرش تمام جہاں میرے احاطے میں ہے اور سب پر میں چھایا ہوا ہوں یہ سن کر ارشاد فرمایا ختم توحید کی کاشت

تو آپ میں موجود ہے پھر آپ نے مجھے تلقین فرمائی اور اپنی تربیت سے مالا مال کر دیا۔
 ایک رات شیخ (حضرت شیخ امان رحمہ اللہ) نے اپنی
اللہ تعالیٰ تک رسائی کا راستہ: خاص خلوت میں بلا کر مجھے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تک

رسائی کا ایک وہ راستہ ہے جس راستے سے دو قدم میں اللہ تعالیٰ تک رسائی ہو جاتی ہے۔
 اور ایک راستہ وہ ہے جس سے صرف ایک ہی قدم میں اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتے ہیں جس کی
 حقیقت یہ ہے کہ وجود ہو یا عدم دراصل عدم کچھ بھی نہیں ہے اس لیے صرف وجود ہی رہ جاتا ہے۔
 اور وجود ہی حق ہے اسی ایک قدم تک ہی اللہ تک رسائی میسر آ جاتی ہے۔ اور اسی کو سجود قلب کہتے
 ہیں۔ پھر فرمایا ”پانی پہ چلنا ہوا پہ اڑنا اور آگ میں چھلانگ لگانا (اور ضرر آگ سے محفوظ رہنا) یہ
 تمام چیزیں آسانی سے میسر آ جاتی ہیں جب کہ سجود قلب یعنی ایک قدم میں اللہ تعالیٰ تک رسائی
 بڑی مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔

کتاب کے آخر پر انشاء اللہ والد
رسالہ اثبات احدیت کی عبارت کا ترجمہ: ماجد کے حالات اور کلمات لکھے

جائیں گے اب حضرت شیخ امان رحمہ اللہ کے رسالہ اثبات احدیت کی کچھ عبارت نقل کرتا ہوں۔
 انہوں نے رسالہ کے شروع میں تحریر فرمایا ہے۔

محقق عارفین، دور نظر رکھنے والے، قائلین وحدۃ الوجود اور سعادت و معرفت و شہود کے
 فائزین کا ارشاد گرامی ہے کہ وجدان اور کشف کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ عین حقیقت
 وجود اور تمام موجودات کے ساتھ ظاہر و مشہود ہے۔ بعض صوفیائے کرام نے وحدۃ الہیہ کو نئے لفظ
 نظر سے سمجھا اور نزلے انداز میں بیان فرمایا ہے۔

صوفیائے کرام کی اقسام: الگ لکھے ہوئے ہیں۔ تا کہ حق و باطل میں فرق ہو سکے اور
 ناقص کامل کے مابین امتیاز ہو سکے۔ قدوة العلماء حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ اپنی

رباعیات میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض قاصروں نے محققین سے جب یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ عین ذات
 وجود ہے اس کا مطلب یہ سمجھ کر حق تعالیٰ تمام موجودات کے درمیان جامعیت مشترکہ رکھتا ہے
 اور جب علوم عقلیہ کے صاحبان کی یہ بات سنی کہ وہ کلیہ موجود نہیں مگر ضمن افراد میں تو اس کا یہ

مطلب سمجھے کہ افراد کے ممکنات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ موجود ہے اس کا وجود، وجود افراد پہ منحصر ہے نیز اس کی صفات کا دار و مدار لوگوں کی صفات پر ہے۔ جیسے لوگوں کا علم ہے ویسے اس کا علم، قدرت اور دوسری صفات بھی جیسے انسان گفتگو اور کلام پر کرتے ہیں اس طرح اسی کا کلام ہے غرضیکہ ان کم عقلوں کی سبج میں کھلی گمراہیہ اور بن ترین جہالت ان کے دل پر بیٹھ چکی ہے اس کے بعد تحریر فرمایا کہ مجھے ایسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا (یعنی شیخ امان ہسینہ) کہ انہوں نے جب یہ کہا کہ وجود کائنات کے ضمن میں ہی وجود حق منحصر ہے اللہ تعالیٰ کے علم و کلام کا انحصار انسانوں کے علم و کلام پر ہی ہے تو میں نے ہمیشہ یہی جواب دیا ہے کہ تمہاری اس گفتگو سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض ممکنات معلوم اور بعض غیر معلوم رہیں گے جیسے بارش کے قطرات اور ریگستانی ریت کے ذرات کی تعداد کسی بھی انسان کو معلوم نہیں اور تمہارے دعویٰ کے مد نظر نعوذ باللہ حق تعالیٰ کو بھی ان (ذات و قطرات) کی تعداد معلوم نہیں ہوگی اور پھر یہ بھی معلوم ہو جائے گا اور پھر یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ دنیا اور اس کی تمام اشیاء تخلیق الہی کے بغیر خود بخود ہی پیدا اور ظاہر ہو گئی ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان سب کا کوئی پیدا کرنے والا ہونا چاہیے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا تھا اس کے ساتھ کوئی بھی غلط عقیدہ کی تردید: شے نہیں تھی حق تعالیٰ نے جب تجلی کی تو جو چیزیں موجود نہیں تھیں وہ

تمام اس کی تجلی سے پیدا ہو گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان ساری اشیاء میں حلول کئے ہوئے ہے جو ظاہری طور پر موجود ہیں یا پوشیدہ طور پر (نعوذ باللہ) اور دنیا کے موجودات کے ساتھ اس کے علاوہ کہیں بھی باقی نہیں ہے البتہ یہ بات ہے کہ تمام موجودات کے ساتھ آپ خاتم الانبیاء بھی ہیں اور تمام موجودات کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے اور جو چیز غیر موجود ہو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نہیں ہے (نعوذ باللہ)

تردید: اس کا جواب یہ ہے کہ جو کچھ بھی موجود ہے کہ جو اپنا وجود رکھتا ہے وہ حقیقی ہو یا اعتباری عینی ہو یا علمی، لفظی ہو یا خطابی تعین کے بغیر نہیں ہوتا۔ اس لیے تمیز و امتیاز موجود کیلئے ضروری ہے کیونکہ کوئی بھی وجود بغیر تعین کے موجود کہلا سکتا ہی نہیں۔ اور حقیقت مطلقہ کی بھی یہی حالت ہے جو کہ فی نفسہ متعین اور اپنے ماسوا سے ممتاز اور یکتا و یگانہ ہے اس کے باوجود اس کے وہ افراد عالم کی شرکت سے بلند و بالا ہے وہ انسانوں کے تعین کی طرح نسبت عام و خاص سے بالاتر ہے۔ اس میں ایک راز کی بات ہے وہ جس موجود میں کوئی ترکیب ہو یعنی اس کا وجود ترکیبی

اجزا کی وجہ سے موجود ہو تو اس کی حقیقت مشترکہ الگ الگ تقسیم کر کے اس کے ہر حصے کو متعین اور ممتاز کر سکتے ہیں یعنی اس قسم کے کائناتی اور مخلوقی موجودات میں جو ہر عرض ہوگا اس کے برعکس جس موجود کے وجود میں کوئی ساخت ترکیبی نہ ہو بلکہ وہ تنہا ہو تو اس کا متعین کرنا ہی اس کی عین حقیقت ہے۔ ایسا اگر نہ ہو تو وہ یکتا و تنہا نہیں ہو سکتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کہ جس کا وجودی تعین اس کا عین حقیقت ہے وہ یگانہ و تنہا ہے۔ اور ہمیشہ سے وہ موجود ہے اور ہمیشہ ہی رہے گا۔ اس کا وجود عین حقیقت ہے اور یہ پھر بھی ظاہر ہے کہ سلسلہ موجودات تو متعین ہے جو کہ ایک مقرر میعاد پہ ختم ہو جائے گا کیونکہ کسی بھی چیز کے متعین ہونے کیلئے ضروری اور لازمی ہے کہ اس کی ابتداء بھی ہو اور اخیر بھی۔ اور اس کائنات کے تمام موجودات جنہیں حق تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے سب ایک دن ختم ہو جائیں گے اور ان سب کی فروغ بھی مثبت لہ، بھی اپنی ہیئت و کیفیت تعین و تمیزات کیساتھ اپنے وجودے معدوم ہو جائیں گی نیز یہ چیز بھی واضح ہے کہ موجودات کے خالق کی تجدید ان کے اعراض کے ذریعے ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا و مافیہا سب کچھ صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے قائم ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات وجود کے ساتھ قائم و موجود بالذات ہے۔

علاوہ ان کم عقل صوفیوں کے سب توحید پرست صوفیاء کرام اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ حقیقتاً مطلق اور یکتا ہے کسی بھی قسم کا تعین و تعدد اور کثرت اس کی شان میں گستاخی ہے اور حقیقت کے خلاف ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایسا مطلق موجود ہے جو کہ کلی یا جزئی عام یا خاص، ایک جمع، مطلق یا مقید نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس تعین سے منزہ اور برتر ہے جس قسم کے تعین، قید یا اطلاق کے ذریعے لوگ کسی چیز کو محدود اور محصور کر سکتے ہوں۔ اگر بفرض محال اللہ تعالیٰ کو کسی قید کے ساتھ مطلقاً تسلیم کیا جائے تو پھر عقل و شعور کہتے ہیں کہ ایک سلبی صفت کا ہونا اس میں ضروری ہے۔ جس کی بنا پر اس پہ اطلاق کی قید لگائی گئی ہے جب کہ تمام مسلمان اللہ جل جلالہ کو ایسا مطلق کہتے ہیں جس کی کوئی قید اور تعین نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کی نسبت سے پاک ہے وہ نسبت چاہے سلبی ہی ہو۔ وہ تنہا خالق و مالک ہے۔ یہ سب حالات اور کیفیات مجھے کشف اور ذوق صحیح کے ذریعے حاصل ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو عقل و شعور کے ذریعے سمجھا اور دیکھا جاسکتا ہی نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنی ذات پر کسی حکم کے ماننے کا محکوم ہرگز نہیں بلکہ وہ تو احکم الحاکمین ہے تمام کائنات اسی کے حکم پہ کمر بستہ و سرگرم عمل ہے وہ ذات کلی یا جزئی یا جزوی طور پر محکوم یا کلی و جزوی

طور پر خارج میں اس کی ماہیت موجود ہو ایسا بھی نہیں ہے۔ بلکہ درحقیقت اپنی تمام اضداد کے ساتھ موجود ہے۔ وہی اول بھی ہے اور آخر بھی، وہ ظاہر بھی ہے وہ باطن بھی اول اس طرح ہے کہ آخر بھی اس میں شامل ہے اور آخر بھی اسی طرح ہے کہ اس آخر میں اول بھی داخل ہے۔ بعینہ وہ ظاہر اس طرح ہے کہ اس ظاہر میں باطن بھی داخل ہے یونہی ایسا باطن کہ جس میں ظاہر بھی داخل و شامل ہے۔ نیز وہ اول اس اولیت کے لحاظ سے ہے کہ جس سے قبل کوئی شے نہیں اور یونہی آخر بھی ایسا کہ جس کے بعد کوئی چیز یا کوئی عدم نہ ہوگا۔

سوال: ہر ایک جانتا ہے کہ خارج میں جو چیز موجود ہوتی ہے وہ چیز متعین ہوتی ہے اور جو شے متعین ہوئی وہ مطلق ہرگز ہو سکتی ہی نہیں۔ اس قانون کو اگر پیش نظر رکھا جائے تو خارج میں ذات حق تعالیٰ واجب الوجود کیسے مطلق ہو سکتی ہے؟

جواب: یہاں مطلق کے وہ معنی مراد نہیں ہیں جو معنی فلسفی اور منطقی مراد لیتے ہیں بلکہ یہاں مطلق کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس سے متعین ہے کہ جسے باقی تمام تعینات منافی نہیں یعنی مطلب یہ ہے کہ ذات مطلق پہ تعینات کے پردے پڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ وہ یوں متعین ہے کہ وہ تمام تعینات کا جامع ہے تمام تعینات اپنے تزللات کے مراتب میں اس کے ساتھ موجود ہیں۔ حق تعالیٰ اپنی ذات اور حقیقت کے پیش نظر خارج میں بھی متعین ہے اور دوسرے تمام تعینات کی نسبت نظر مطلق ہے یعنی وہ متعین اور مطلق ہے نیز ذات حق تعالیٰ جو کہ موجود مطلق ہے وہ متعین اس لحاظ سے ہے کہ فرق اور مقابلہ بالکل منفی حیثیت رکھتے ہیں اور ذات واجب الوجود کا تعین علوی و سفلی اور صوری و معنوی خارج میں بھی مطلق حقیقی ہے جو کہ خود ہی تمام تجلیات کے ساتھ جلوہ فگن ہے اس نے ہی دوسری صورت متعینہ اور موجودات مستکثرہ کو ظاہر کیا نیز ذات الہی موجود مطلق متعینہ کو آنکھوں سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ کائنات میں صورت کوئیہ کے تحت اپنی نظروں سے لوگ ہر مادی شے کو دیکھتے ہیں اور حق تعالیٰ ان دونوں یا ان سے بھی زیادہ تعداد میں موجود رہتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

ماہکون من نجوى ثلاثۃ الا هو رابعهم ولا خمسۃ الا هو سادسهم ولا ادنى من ذلك ولا اکثر الا هو معهم۔

جہاں کہیں تین مخصوص کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس نے کم اور نہ اس سے زیادہ کی جہاں کہیں ہو وہ ان کے ساتھ ہے۔

تمام مخلوقات اپنی جسمانی اور روحانیت کے پیش نظر مخلوقی حیثیت کی بناء پر جیسے متعین ہیں اس طرح اللہ تعالیٰ کو متعین نہیں کر سکتے کیونکہ حق تعالیٰ کی عنینیت اور واحدانیت یکتا ہے اور اپنی مخلوقات سے بلند و بالا خالق و مالک اور یکتا ہے نیز جہان اور کائنات سے علیحدہ اور ان میں بھی موجود ہے اب تم اپنے متعلق جو چاہو کہہ سکتے ہو تم کہہ سکتے ہو کہ میں اس کا عین ہوں اور وہ میرا عین ہے اس لیے کہ حقیقت اور اعتبارات کے لحاظ سے میرے اور تیرے میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان کے حصے میں وجود نہیں ملا ہے اس بناء پر جب کہ بندہ فانی بندہ اور ذات واجب الوجود باقی ہے (اس لیے) ان دونوں میں کسی بھی قسم کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔

اللہ اللہ ہے جب کہ بندہ بندہ ہے: اللہ تعالیٰ اپنی حقیقت اطلاق کی وجہ سے اللہ ہے جب کہ بندہ نہیں پابندیاں اور تعینات کے تمام ثبوت لگے ہوئے ہیں اس لیے بندہ بندہ ہی ہے (بندہ خدا نہیں بن جاتا) البتہ ضرور ہے کہ حق اللہ تعالیٰ کی جمالیات کی بندہ پر کبھی کبھی بارش بھی ہوتی رہتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ایسا اطلاق اس کا نتیجہ اثری ہے جو کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات کے واسطے سے ظاہر فرمایا ہے جس میں جبر کے انحصار کی تاب و سکت نہیں ہے کیونکہ اگر اس میں اس جیسی تاب و سکت ہو تو وہ اس کے کمال کا منافی ہو جائیگا۔

من باتو چنانم اے نگار خنئی
کاندر غلطم کہ من توام پا تو منی
نے من منم ونے تو توئی تے تو منی
من ہم منم وہم تو توئی ہم تو منی

اے محبوب میں تیرے ساتھ ایسے ہوں۔ یہ میری غلطی ہے کہ کہوں میں تو ہے اور تو میں ہوں اور نہ ہی تو ہی تو ہے اور نہ ہی میں ہے میں بھی میں ہوں اور تو بھی تو ہے نیز تو میں ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ وجدة الوجود کے متعلق بہت کچھ تحریر فرمایا ہے میں اسے کہاں تک لکھوں بہر حال نمونے کے طور پر جتنا تحریر کیا ہے وہ مسلک و مقصد سمجھنے کیلئے کافی ہے۔

حضرت سید جلال الدین قریشی رحمۃ اللہ علیہ

ہم نے آپ کے متعلق ایسے عجیب و غریب حالات سنے ہیں جو تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔

آپ صاحب حال درویش اور مجذوب تھے۔ عموماً ننگے سر اور ننگے پاؤں رہا کرتے تھے۔ جنگلات میں پھرتے رہتے۔ صرف ستر عورت چھپانے کیلئے ہی کپڑا زیب تن فرماتے۔ آپ کو عقلی و نقلی، بری حقیقی علوم میں دستگاہ تھی۔ جب کبھی علمی گفتگو ہوتی تو آپ خوب تفصیلات بیان فرما پا کرتے تھے۔ جو اس سال تھے آپ کسی آدمی یا چیز سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے کسی آدمی اور کسی چیز سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھتے تھے۔ غلبہ حال کے باوجود شرعی احکام کی پابندی کرتے تھے۔ آپ کے نزدیک کسی دنیا دار کی کوئی عزت نہ تھی۔ جس گاؤں یا شہر میں آپ تشریف لے جاتے اس گاؤں یا شہر کے لوگ آپ کے معتقد ہو جاتے آپ سے بیعت کرنا چاہتے لیکن آپ کسی کو مرید نہ کرتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے کہ میرا صرف ایک مرید، شام ہے اور وہ جنگلوں میں گشت کر رہا ہے۔

حافظہ: مشہور ہے کہ آپ پر یہ حق تعالیٰ کا خصوصی کرم تھا کہ آپ عربی، فارسی اور ہندی زبان میں گفتگو کرتے تھے اور بات میں سے بات نکالتے تھے اور خوب بیان کرتے تھے جب گفتگو کرتے کرتے جوش میں آ جاتے تو جنگل کی طرف روانہ ہو جاتے۔

حکایت: ملا نور محمد نرنولی بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مسجد میں چند محاسب بیٹھے تھے فجر کی نماز کا وقت تھا۔ حضرت سید جلال الدین قریشی رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں تشریف لائے اور صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھ کر نماز کی نیت باندھ لی۔ لوگوں کو بُرا محسوس ہوا۔ نماز فجر کا وقت تنگ ہونے کے باوجود آپ نے لمبی قرائت پڑھی اور ننگے سر نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جھگڑنے لگے آپ نے اتنی روایات فقہ کی بیان فرمائیں کہ تمام لوگ حیران ہو گئے۔ دوران تقریر آپ نے یہ حدیث شریف بھی بیان فرمائی۔

”مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَمَنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُ“

ملاؤ خیر منہ

جس نے مجھے خاموشی سے (یا تنہائی میں) یاد کیا میں بھی اسے تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جس نے مجھے جماعت میں یاد کیا تو میں بھی اسے ایک جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہے۔

پھر اس حدیث شریف کے متعلق خوب تقریر فرمائی دوران تقریر جب جوش کچھ زیادہ ہوا تو آپ اٹھ کر جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔

ملفوظات: آپ کے ملفوظات شریف کو آپ کے کسی ایک معتقد نے کتابی شکل میں جمع کر کے آپ کے سامنے پیش کئے تو آپ نے وہ کتاب لے کر ایک کنوئیں میں ڈال دی۔ محبت، آپ کو محبت وجہ سے زیادہ بے چینی تھی آپ محبت میں سرشار تھے اور اکثر شعر پڑھتے تھے۔

حاصل عشقت سے سخن ویش نیست

سو ختم سو ختم سو ختم

ترے عشق کا حاصل صرف تین سخن ہیں زیادہ نہیں۔ ترے عشق میں جل گیا، جل گیا ہائے جل گیا۔

خام بدم، پختہ شدم، سو ختم
میں کچا تھا پختہ ہوا تو جل گیا

فائدہ: آپ قلندری مشرب رکھتے تھے۔ عبادت میں صرف فرض اور سنت ادا کرتے تھے آپ کو نصوص الحکم اور دوسری کتب تصوف خوب یاد تھیں۔ آپ نے پانچ سال کی توسط کے بغیر کتاب علم حقیقت پڑھی اور س پانچ سالہ مدت میں کسی آدمی کا چہرہ تک نہیں دیکھا اور (اس عرصہ میں) درختوں کے پتے کھا کر زندہ رہے آپ کے استاذ رجال غیب تھے۔

مجبذب کیسے بنے؟ آپ کسی غیبی مرد پر عاشق ہو گئے اس کے عشق میں آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہو گئی اور (یوں) آپ مجذب ہو گئے۔ اور

پھر آپ اجمیر شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ صحرائے اجمیر میں آپ نے ایک روحانی مفت بزرگ کا دیدار کیا۔ وہ بزرگ بہت خوبصورت تھا آپ اس کے پیچھے چل پڑے آپ سے کسی آدمی نے پوچھا کہ کیا وہ خوبصورت مرد حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تھے؟ آپ نے فرمایا وہ حضرت خضر علیہ السلام نہیں تھے۔ (کیونکہ) حضرت خضر علیہ السلام کے دیدار کی علامت یہ ہے کہ ان کی زیارت سے پہلے تھوڑی سی بارش ہوتی ہے لیکن یہاں اس وقت بارش نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ خوبصورت شخص رجال غیب میں سے تھا جو کہ سات سو پچاس علوم جانتا تھا۔

حکایت: حضرت سید جلال الدین قریشی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے پیر و مرشد بھی

۱۔ رجال الغیب کی تفصیل و تشریح فقیر کے رسالہ ”جامع الکمال فی احوال الابدال“ پڑھیے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح حسین و جمیل تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح خوش الحان بھی تھے۔ جب میں ان کا مرید ہوا تو میرے پیرو مرشد نے ارشاد فرمایا اب جاؤ کسی کی نوکری کر لو۔ میں وہاں سے نکلا ہی تھا کہ اچانک ایک آدمی نے مجھ سے دریافت کیا نوکری کرو گے؟ میں نے عرض کیا ”ہاں“

میں اس کے ہاں ملازم ہو گیا۔ وہاں سے میں نے بہت مال و دولت جمع کی۔ پھر مرشد کے کہنے پر وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے نام پر تقسیم کر دیا۔ یونہی تین بار دولت اکٹھی کی اور تینوں دلفی ہی مرشد کریم کے ارشاد پر راہ مولیٰ میں تقسیم کر دی۔ اس کے بعد ایک ایسے جنگل میں اپنے مرشد کے ساتھ رہا جس جنگل کی کسی کو بھی خبر نہیں تھی۔ اس جنگل کی ایک کوٹھڑی میں مرشد رہتے تھے اور میں اس کوٹھڑی سے باہر پڑا رہتا۔ جب میرے مرشد نماز پڑھنے کے لیے باہر تشریف لاتے تو میری ان سے ملاقات ہو جاتی تھی علاوہ ازیں بخدا میں اندھا ہو جاؤں اگر اس پانچ سالہ دور میں نے کسی اور آدمی کی شکل دیکھی ہو تو۔ وہاں تو پرندہ بھی پر تک نہیں مار سکتا تھا۔ فرمایا کہ پیرو مرشد نے مجھے (حضرت جلال الدین قریشی رحمہ اللہ کو) تین سو سے زائد علوم پڑھائے پھر ارشاد فرمایا ”تم میں اس سے زیادہ کا حوصلہ نہیں ہے۔“

یاد مرشد: ایک دن آپ کی رجاں غیب سے صحرائے اجیر شریف میں ملاقات ہوئی۔ وہ آپ کے سامنے سے گزرا تو آپ اس کے پیچھے بہت بھاگے مگر وہ کسی طرح بھی نہ مل سکے۔ عموماً گریہ زاری کرتے نعرے لگا کر اپنے پیرو مرشد کی یاد میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

دریغا مونس تہائی ما

دریغا سرمہ بینائی ما

دریغا دو لتے رفت از سرما

ہمائے بر پریداز کشور ما

ترجمہ: افسوس میری تہائی کے مونس و غمخوار افسوس میرے آنکھ کے سرمہ، افسوس مجھ سے دولت گئی، ہماری ولایت سے ہمارا گریا۔

اور یہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

من مست مئے عشقم ہشیار نخواہد شد

از رندی و قلاشی بیزار نخواہم شد

ترجمہ: میں عشق کا مست ہوں اس سے ہوشیاری نہ ہوگی میں زندگی اور قلاشی سے بیزار نہ ہوں گا۔ ایک دن لوگوں نے آپ کے سامنے کیسیا کا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ”تف کرامت: ہے کیسیا پر“ اور تف کہتے وقت آپ کا تھوک تانے کے ایک تھال میں جا گرا۔ تھوک جو نئی تھال میں گرا تو وہ تانے کا تھال فوراً سونا بن گیا۔ آپ کی کرامات اس کے علاوہ بھی سننے میں آئی ہیں۔

وفات: دہلی میں تھوڑے ہی دن رہے اس کے بعد آگرہ اور اس کے گرد و نواح میں بھی رہے آپ نے ۲۵ سال کی عمر میں وفات پائی آپ کا مزار مقدس منہ کے ایک موضع میں ہے۔

حضرت میر سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی معین عبدالقادر الحسنی القادری الاپرچی تھا۔ آپ بابرکت بزرگ، کامل فہیم فلسفی اور عقلی و نقلی، رسمی و حقیقی تمام علوم میں ماہر تھے۔ ہر فن کی بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اور ان کتب کی تصحیح بھی کی۔ آپ نے مشکل کتب کے مشکل مسائل کو اس طریقے سے حل کیا کہ معمولی نئی قابلیت والا بھی آپ کی حل کردہ مشکلات کو پڑھ کر استاد کی مدد کے بغیر انہی طرح سمجھ جاتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت دہلی میں کوئی بھی علم و دانش میں آپ کے برابر کا نہیں تھا۔

علمی قابلیت: آپ کے وصال کے بعد آپ کے کتب خانہ سے آپ کی اپنے دست مبارک سے تحریر کردہ کتب و دیگر کتب اتنا زیادہ برآمد ہوئیں کہ ضبط تحریر سے باہر ہے یہ حقیقت ہے کہ جس آپ کے معاصر نے بھی آپ سے استفادہ نہ کیا اور آپ کے علمی مقام کو تسلیم نہ کیا وہ بہت بڑا بے انصاف ہے۔

آپ کا دستور: لوگوں کی جہالت، نا انصافی اور ناقدری کی بنا پر آپ ہمیشہ گوشہ نشین ہو کر مطالعہ کتب اور ان کی صحت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ نے بہت کم لوگوں کو پڑھایا اور آپ سے عوام استفادہ نہ کر سکے۔ آپ کتاب مطالعہ کیلئے کبھی کبھی صرف اسے عطا فرماتے جسے آپ مخلص سمجھتے تھے اس میں ان کا کیا راز تھا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانے (وہ بھی راز

۱۔ آپ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں سلسلہ قادریہ رضویہ میں ہمارے جہان طریقت میں سے ہیں امام احمد رضا محدث بریلوی بیسویں سلسلہ طریقت میں فرمایا اس کی تفصیل سلسلہ قادریہ پر تشریح فرمائی ہے۔

بھی ہو سکتا ہے کہ کتاب واپس نہیں ہوتی جیسے دور حاضر میں یہ بیماری عام ہے۔

شیخ عبدالعزیز اور دوسرے صوفیہ کرام نے آپ سے علوم تصوف حاصل کئے ان کے تلامذہ: علاوہ دیگر مشائخ اور بزرگ حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

جیسے آپ نے دوسرے علمی علوم و فنون حاصل کئے اسی طرح ہی صحبت درویشاں، سلاسل مشائخ اور ان کے خانوادوں کی نسبت اور اوراد و وظائف، اشغال و اذکار، دعوات و طریق تربیت و ارشاد کے طریقے بھی حاصل کئے۔ قادر یہ سلسلہ کی نسبت کے اثرات کا آپ پر غلبہ تھا۔ آپ حضرت شیخ بہاؤ الدین قادری شطاری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

مشہور ہے حضرت شیخ بہاؤ الدین قادری شطاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا رسالہ طریقہ شطاریہ اپنے مرید صادق حضرت میر سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ہی تحریر فرمایا تھا۔

فائدہ: آپ کی واسطہ کے بغیر حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور ایک ہی نشست میں حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خرقہ عنایت فرمادیا۔

قوالی: حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ تو الیاں سننے کیلئے محافل قوالی میں شامل نہیں ہوتے تھے۔ حکایت: حضرت شیخ رکن الدین شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں (رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ) ایک دن حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور کہا آج حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک ہے آپ اگر تشریف لائیں اور محفل سماع میں شامل ہوں تو مناسب ہوگا۔

حضرت سید ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ”آپ تشریف لے جائیں اور مزار پر انوار کی زیارت کریں پھر ان (حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ) کی روحانیت کی طرف توجہ فرما کر دیکھیں کہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کے سامنے بیٹھ کر ان کی روحانیت کی طرف توجہ کی۔ قوالی کی محفل گرم تھی۔ قوال اور صوفیہ سب جوش و خروش میں تھے عین اس وقت حضرت خواجہ قطب الدین نے مجھے ارشاد فرمایا ”ان بد بخت قوالوں اور حال لانے والے صوفیوں کے نعروں نے ہمارا دماغ کھالیا ہے اور ہمیں پریشان کر دیا ہے“ (معلوم ہوا کہ موجودہ دور کی قوالی کے مسئلہ

سے معلوم ہوا جو کچھ ہماری نگاہیں نہیں دیکھ سکتی ہیں اولیاء کرام کی نگاہیں اسے بھی دیکھ لیتی ہیں۔ یہی ہمارا عقیدہ و مسلک ہے مگر قرآن جائیں سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک کے۔ آپ کی نگاہوں سے کیا ہے اوچھل چکا۔ ذرا حیات مصیب کبریائیں نظر دوڑائیں تو احادیث و تاریخ کی کتب میں بیشمار ایسے واقعات (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

میں امام احمد رضا بریلوی کا موقف حق ہے۔ اویسی غفرلہ
 قطب صاحب کا یہ حکم سن کر میں حضرت سید ابراہیم * کے پاس میں آیا تو انہوں نے
 مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا اب آپ مجھے محفل سماع سے معذور رکھیں گے یا نہیں؟
 میں نے عرض کیا ”جو کچھ آپ ارشاد فرماتے ہیں وہی صحیح ہے۔ آپ ہی حق پر ہیں۔“
 آپ سلطان سکندر کی سلفت کے دور میں تقریباً ۹۲۰ھ میں دہلی تشریف لائے۔
وفات: اسلام شاہ کی حکومت کے دور میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کا مزار پرانوار سلطان
 المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کے اندر اس خانقاہ میں واقع ہے جو حضرت امیر
 خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ہیں۔

حضرت سید رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ صفوی

حسب و نسب میں آپ صاحب فضیلت تھے آپ کے تمام آباؤ اجداد علماء و صلحاء اور پرہیز
 گار بزرگ تھے تفسیر معینی کے مصنف حضرت معین الدین رحمۃ اللہ علیہ آپ کے آباؤ اجداد میں سے ہی تھے
 جو کہ کئی سال مدنیہ المنورہ کے مجاور رہے۔ ان کی اولاد ابھی تک مکہ معظمہ میں ہے۔ یہ تفسیر معینی
 جامع، پاکیزہ اور مفید تفسیر ہے۔ علاوہ ازیں محقق نے انوکھے مضامین پڑھنی چند رسائل تحریر فرمائے۔
 حضرت شیخ صفی الدین عبدالرحمن جن کی طرف نسبت کرنے والے خود کو سادات صفیہ کہتے ہیں یہ
 بھی آپ کے اجداد میں سے تھے۔ حضرت شیخ الحدیث قدوة المحققین حضرت مولانا جلال الدین محمد
 دوانی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے اجداد میں سے ہیں جنہیں سادات اسلامیہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ وہ بزرگ
 ہیں جنہیں روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے سلام کا جواب ملا کرتا تھا بہر حال حضرت میر سید رفیع
 الدین صفوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے دانشمند محدث تھے آپ سخاوت، اخلاق اور مہربانیوں کے مجسمہ تھے آپ
 نے کتب منطق و فلسفہ حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں جو کہ آپ کو قرہی اجداد کی
 بزرگی اور حقوق سابق کی بنا پر شیراز شہر میں آپ کے گھر میں تشریف لا کر پڑھاتے تھے آپ نے
 (پچھلے صلیو کا حاشیہ) میں لکھا ہے جن سے ماننا پڑے گا جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو قبروں پر سے گزرے تو آپ نے غور میں ہوتے
 والے عذاب کو ملاحظہ فرمایا ایسے ہی معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر شریف میں نماز پڑھتے دیکھا۔ نیز نماز
 پڑھاتے ہوئے جتنی انگوروں کا کچھا ملاحظہ فرمایا اس طرح جیسا احادیث و وجود ہیں۔ اس مقام سے یہ بھی واقعہ نے
 غلاموں کا یہ حال ہے غرض دراز گزرنے کے باوجود اپنی قبر میں دنیا والوں کے احوال دیکھ رہے ہیں کون کہتا ہے کہ
 دلی مر گئے اس قید سے چھوٹے اپنے گھر گئے۔

حضرت شیخ شمس الدین محمد ابن عبدالرحمن سخاوی رحمہ اللہ حافظ مصری سے علم حدیث پاک پڑھا آپ علم حدیث کے محققین اور قدوة متاخرین میں سے تھے۔

ہکایت: حضرت شیخ سخاوی رحمہ اللہ نے حضرت پیر سید رفیع الدین صفوی رحمہ اللہ کے آنے سے پہلے ہی تقریباً پچاس کتب پڑھنے کی اجازت ان کے نام لکھ بھیجی تھی جس کے بعد سید رفیع الدین رحمہ اللہ نے حاضر ہو کر حضرت شیخ سخاوی رحمہ اللہ سے حدیث پڑھی، کافی عرصہ شاگرد رہے۔ حضرت سید رفیع الدین کا اصلی وطن شیراز تھا جہاں آپ کی پیدائش ہوئی اس کے بعد وہ اپنے بزرگوں کے ساتھ حرمین شریفین میں مقیم ہو گئے۔ پھر سلطان سکندر کے دور میں آپ گجرات سے دہلی تشریف لائے اور سلطان سکندر آپ کا معتقد ہو گیا آپ کو دنیوی ذرائع اور وسائل سے جو کچھ بھی حاصل ہوتا آپ وہ سب کچھ راہ خدا میں خرچ کر دیتے تھے۔ بالآخر سلطان کے کہنے پر آپ آگرہ میں قیام پذیر ہوئے اب (حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے دور میں) آپ کی اولاد میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ہے جسے آپ سے معمولی سی بھی رشتہ داری ہو۔ آپ کا سلسلہ اولاد بالکل ختم ہو گیا ہے آپ کے خاندان کا کوئی بھی فرد زندہ نہیں ہے انا اللہ وانا الہ راجعون۔

آپ نے ۹۵۳ھ میں وفات پائی آپ کا مزار مقدس آگرہ میں اسی گھر میں ہے جہاں آپ مقیم تھے۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین رحمہ اللہ مفتی آگرہ

آپ بڑے بزرگ، عالم دین، عامل، معمر، بابرکت اور دیانتدار بزرگ تھے۔ سخاوت اور مسلمان کی مدد کرنے میں یکتائے زمانہ تھے۔ حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین ذکر یا رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے آپ نے ۷۶۷ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کے بیٹے حضرت شیخ جنید رحمہ اللہ بھی نیک آدمی تھے۔

حضرت حاجی حمید رحمہ اللہ

آپ حضرت شاہ قازن رحمہ اللہ کے مرید تھے جن کے پیر و مرشد حضرت شیخ عبداللہ شطاری رحمہ اللہ تھے حضرت شیخ حاجی حمید نے سیاحت بہت کی تھی۔ گھڑے کے برابر ایک کوزہ اپنے پاس رکھتے تھے ہاتھ میں ڈنڈا اور کاندھے پر مصلیٰ ڈال کر بھرتے تھے بڑے ہی کمزور جسم کے بزرگ تھے۔

حکایت: شیخ محمد بیسہ جن کا لقب مبارک غوث تھا وہ اور انکے آٹھوں بھائی حضرت شیخ حاجی حمید بیسہ کے مرید تھے منقول ہے کہ جب حضرت شیخ محمد بیسہ آپ سے بیعت کرنے کیلئے آئے تو آپ اٹھے اور ان سے بغل گیر ہو گئے اور ارشاد فرمایا ”آؤ غوث“ حاضرین محفل نے آپ سے عرض کیا ”حضرت آپ نے ان میں کمال دیکھے بغیر ہی غوث کیوں فرما دیا ہے“ آپ نے ارشاد فرمایا ”باپ اپنے بیٹے کا نام شاہ عالم رکھتا ہے۔“

حکایت: اگرچہ شیخ حاجی حمید بیسہ شاہ قازن بیسہ کے خلیفہ تھے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ میرے پاس تو لوگ بہت اکٹھے ہو جاتے ہیں اور پیر و مرشد کے صاحبزادے حضرت شیخ ابوالفتح کو اس سے تکلیف ہوتی ہے تو آپ مرشد زادہ حضرت شیخ ابوالفتح بیسہ کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے مرید ہو گئے اور ان سے خلافت حاصل کی۔

حضرت شیخ محمد بیسہ اپنے شجرہ ادرات میں حضرت شیخ ابوالفتح کا نام تحریر فرماتے تھے جس وجہ سے شیخ ابوالفتح بیسہ کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ حضرت شیخ محمد غوث بیسہ نے قلعہ کالنجر میں ریاضت و مجاہدہ اور عبادت حق کی اور کمال حاصل کیا۔ اور دنیوی عزت اور دولت بھی بہت میسر آئی۔ نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ بھی شیخ حاجی حمید بیسہ کا معتقد تھا۔ آپ نے ۹۶۷ میں وصال فرمایا اور گوالیار میں دفن ہوئے۔

آپ کی کتاب معراج نامہ بہت مشہور ہے جس میں گجراتی علماء کے انکار کے قصے تحریر ہیں حقیقت حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے شیخ محمد غوث بیسہ کے بھائی شیخ بہلول سے بھی ہمایوں بادشاہ کو بڑی عقیدت تھی اس لیے یہ بھی اعلیٰ مرتبہ و عزت و جاہ پہ سرفراز ہوئے تھے جو بالآخر میرزا ہندال کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ مزار مبارک قلعہ بیانہ کے دروازے پر ہے۔

حضرت میر سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی حضرت سید عبدالحمید سالوری بیسہ ہے جو کہ معزز بابرکت بزرگ تھے۔

حکایت: سید عبدالوہاب اپنے بچپن شریف میں ایک دفعہ اپنے والد ماجد کے ساتھ ایک حوض پر نہانے کیلئے تشریف لے گئے اچانک حوض میں سے ایک آدمی ظاہر ہوا جو آپ کو کھینچے ہوئے حوض

میں لے جا کر غائب کر دیا۔ آپ کو بہت تلاش کیا گیا مگر نہ ملے کچھ عرصہ بعد پھر آپ اسی حوض میں تھے اسی حال میں نکلے کہ آپ صاحب فیض اور ایک بہت بڑے عالم تھے (اس طرح ہمارے پیرو مرشد خواجہ محکم دین سیرانی بھی ایک حوض میں ایک عرصہ گم رہ کر دوبارہ اسی حوض سے برآمد ہوئے تفصیل ذکر سیرانی تصنیف فقیر اویسی میں ہے)

حکایت: حضرت مولوی سید عبدالحمید سالوری رحمۃ اللہ علیہ کو ہدایہ (فتح کی مشہور کتاب) طلبہ کو پڑھا رہے تھے چند مسائل سمجھانے میں انہیں کچھ دشواری سی محسوس ہوئی اور سید عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں ان مشکلات کے حل بیان فرمادئے۔ سید عبدالوہاب جب بڑے ہوئے تو درس تدریس کتب اور مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔

حکایت: ایک دن آپ اپنے کتب خانہ میں کوئی کتاب دیکھ رہے تھے۔ آپ کے باپ کے پرانے کتب خانہ میں بہت زیادہ کتابیں اور قلمی نسخوں کا ڈھیر تھا کہ اچانک ایک آدمی آیا اور اس نے آپ کی خلوت میں ایک خاص ادا سے اشاروں میں کہا کہ یہ خلوت اور مطالعہ کیسا؟ اس سے آپ ایک عجیب و غریب کیفیت پیدا ہو گئی۔ جس کی وجہ سے آپ غیر اختیاری طور پر وہاں سے باہر نکلے اور عبادت و طاعت حق میں مشاغل ہو گئے۔ اور اس دن کے بعد آپ نے مطالعہ کتب، درس تدریس اور بحث مباحثہ سب کو چھوڑ دیا۔ ۹۶۵ھ میں وفات پائی۔ اور سالورہ شہر میں ہی دفن کیے گئے۔

حضرت میر سید عبدالاول رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی علاء الحسنی تھا۔ آپ حضرت میر سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے کسی کے مرید تھے جن کا مزار مبارک گلبرگہ (علاقہ دکن) میں واقع ہے۔ علاوہ ازیں آپ علوم عقلیہ و نقلیہ، ربی و حقیقی وغیرہ ہم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور بڑے دانشمند تھے۔ خود بھی اکثر مضامین کی کتابیں تحریر فرمائیں۔ فیض الباری شرح صحیح بخاری بھی آپ نے ہی تحریر فرمائی۔ علم فرائض کی مشہور و معروف کتاب ”سراجی“ کو ترتیب دے کر اس پہ شرح تحریر فرمائی یہ منظوم شرح ہے۔

تحقیق نفس و معرفت: تحقیق نفس و معرفت پر ایک محققانہ کتاب فارسی زبان میں تحریر فرمائی۔ سیرت پر اکثر کتابیں تحریر فرمائیں۔ انتخاب سفر

السعادی بھی لکھا۔ نیز اکثر کتب پر شروع اور حواشی تحریر فرمائے آپ بڑھاپے کو پہنچے آخر عمر شریف میں عجز و انکساری کا مجسمہ بن گئے تھے۔ اور مروجہ علمی علوم میں سے بہت کچھ بھول گئے تھے۔ آپ

کے کتب خانہ میں ہر قسم کی سینکڑوں کتابیں موجود تھیں۔

ابتدائی حالات: آپ کے والد بزرگوار قصبہ زہد پور علاقہ جو نیپور کے باشندہ تھے وہ وہاں سے گلبرگہ دکن شریف لائے یہاں آپ پیدا ہوئے۔ وہیں آپ نے

تعلیم حاصل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ گجرات تشریف لے گئے گجرات سے حرمین شریفین کی زیارت سے مستفید ہو کر آپ اپنے وطن واپس تشریف لائے۔ اس کے بعد خلق خدا تعالیٰ پر مہربان، محبت درویشاں میں سرشار، علماء و فضلاء کے سرپرست خانخاناں حضرت محمد بیرم خاں شہید بیسویہ کے حکم پر آپ دہلی تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ دو سال تک دہلی میں زندہ رہے اور ۹۶۸ھ میں وصال فرمایا۔ اور قلعہ دہلی میں کشک کے قریب ہی قبرستان میں دفن کیے گئے۔

تحقیق نفس و معرفت کے اقتسابات:

نفس کے معانی: نفس کے کئی معنی ہیں کبھی نفس کو ذات کبھی شے کی حقیقت اور کبھی اسے نفس ہی کہتے ہیں نفس کہنے کی مثال جیسے۔

تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسٍ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ

میرے نفس میں جو کچھ ہے میں ہی اسے جانتا ہوں اور جو کچھ تمہارے نفس میں ہے اسے میں نہیں جانتا۔

کبھی اس نفس کو روح علوی بھی کہتے ہیں جسے نفس ناطقہ بھی کہتے ہیں۔

کبھی اسے نجار لطیف کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے جو کہ دل سے اٹھ کر حرارت غریزی کو ابھارتا ہے۔ تمام لوگوں اور جسم کے تمام حصوں میں سرایت کر جاتا ہے۔

مثال: جو دو آدمی بظاہر قد و قامت کے لحاظ سے اور لاغری اور فزہی کے لحاظ سے برابر ہوں

ان میں سے ہر ایک کا تو ایک ظاہری جسم ہے اور دوسرا باطنی حصہ ہے۔ بدن کی مثال تو ظاہری لباس کی طرح ہے جو کہ جسم کو چھپاتا ہے اور نفس وہ نجار عمودی ہے جو کہ تمام اجزاء لباس کے ساتھ موجود ہوتا ہے اور لباس کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ اور آدمی کو جو حیاتی نجار آتا ہے یہ دراصل اس کا جسمانی حس و حرکت ہی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ حقیقت میں متحرک اور حساس ہے۔ بھوک، پیاس، حرص و ہوا اور شکم سیر وغیرہ، یہ تمام صفات جس کی وجہ سے قائم ہیں اسے ہی

تصوف کی زبان میں نفس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دور و حیل:

”ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ“ پھر ہم نے اسے اور صورت میں اٹھان دی۔

کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو انسانی روح سے یوں سرفراز فرمایا ہے حالانکہ وہ خالصتاً نباتاتی تھا اور اس میں جان بالکل ہی نہیں تھی اس طرح اسے دور و حیل سے سرفراز فرمایا گیا ہے اور حدیث شریف۔

”ثُمَّ أَرْسَلَ اللَّهُ الْمَلَائِكَةَ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ“ پھر اللہ نے فرشتے کو چار کلمات دیکر بھیجا کہ بھی یہی معنی ہے نیز یقین فرمائے کہ حیاتی تجربات اور ابتدائی انسانی تعلق یہ دونوں ہمیشہ ایک ہی وقت میں اکٹھی ہی ظاہر ہوتی ہیں انسانی وجود حیاتی قوت کے بغیر ممکن نہیں ہے اس طرح وجود حیوانی وجود انسانی کے بغیر ناممکن ہے ایک سو بیس دن کے بعد مضاعف انسانی میں روح ذالذی جاتی ہے پھر اسی وقت جنین اپنی ماں کے شکم میں حرکت کرنے لگتا ہے۔

روح انسانی و روح حیوانی کا اجتماع: روح حیوانی دراصل پاکیزہ اور لطیف ہے اور اس حکم کے پیش نظر کہ بعض فتنے کبھی دوسرے

فتنوں سے کم تر ہوتے ہیں۔ روح انسانی نے اپنی مناسبت کے پیش نظر روح حیوانی سے تعلق قائم کر لیا۔ شروع شروع میں تو روح انسانی جدائی کی وجہ سے بہت غمگین ہو گئی مگر آہستہ آہستہ روح حیوانی سے مانوس ہو گئی اور اپنا مقام بھول گئی۔ بعض روحوں نے اپنے نفس کی تابع ہو کر نچلے درجہ کی طرف مائل ہو گئیں اور بعض ارواح نے نفس کو سواری بنا کر کسب کمال کا ذریعہ بنالیا۔ کیونکہ مذہبی متفقین کا ارشاد گرامی ہے کہ ارواح مجرد ہیں یہ اعضاء اور آلات نہیں رکھتی ہیں جسمانی ترکیب سے قبل انہیں ترقی کرنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

مختلف اصطلاحات: **قلب و دل:** روح علوی کافی عرصہ موثر تام اور مبدع کمال الہی کے سایہ میں رہی جب کہ روح سفلی حق تعالیٰ کے جلال و جمال

سے دور تھی۔ ان دونوں روحوں میں چونکہ مرد و عورت دونوں کی قوتیں پائی جاتی تھیں جنہیں جوڑ دینے پر ان دونوں کی اولاد کا نام قلب و دل رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ روح جس میں پدری اور

مادری دونوں نسبتیں ہیں، ہمیشہ انقلاب پذیر رہتی ہے۔

نفس: نیز یہ بھی یقین کر لیں کہ جو بھی چیز محسوسات کے ذریعے معلوم ہوتی ہے وہ نفس ہے۔

روح: جو چیز معقولات کے ذریعے معلوم ہوتی ہے وہ روح ہے۔

قلب: محسوسات اور معقول کے مرکب کو قلب کہا جاتا ہے۔

ذات صفات الہیہ: جو چیزیں حس و حرکت کے ذریعے معلوم نہیں کی جاسکتیں وہ ذات صفات الہی ہیں۔

سر اور بھید۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے رحمت خاص دل سے متعلق کر دیا جسے سر یا بصید کہا جاتا ہے۔

سرخفی: سر سے بھی زیادہ طاقتور ایک بھید دل سے متعلق کر دیا جسے سرخفی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ذات حق کا کشف اسی سرخفی کی آنکھ سے ہوتا ہے۔ اور قدسی حدیث شریف میں ہے۔

وفي الخفي أناكـ سرخفی میں مہم ہیں (فرمان خدا)

حدیث مبارک سے بھی یہی ظاہر ہے۔

سر انسان میں روح علوی: اس میں ایک اور لطیف بات یہ بھی ہے کہ علوی روح ہر انسان میں موجود ہے یہ کبھی اپنے نفس کے تاریک پردوں

اور بری صفتوں کی وجہ سے چھپ جاتی ہے اور کبھی تزکیہ نفس کی وجہ سے اور قلبی تصفیہ کی وجہ سے ظاہر ہو جاتی ہے اور اس حالت میں تجلی روح کے ساتھ مجددانہ طور پر اثر کرتی ہے۔

ابوالارواح واختیار حبیب کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم: روح کے کئی درجات اور مراتب ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری تمام

۱۔ ابوالارواح:

یہ گویا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے اور کنیت کا معنی فیروز اللغات اردو جدید میں یہ ہے کہ:

”وہ نام جو ماں، باپ، بیٹا، بیٹی وغیرہ کے تعلق سے بولا جاتا ہے“ کنیت رکھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگان دین کی سنت ہے جیسے ابوالقاسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابوہریرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے۔ اسی طرح اکثر بزرگان دین نے کنیت رکھی ہے کئی کہ عموماً مسلمان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو آپ کی کنیت سے تو جانتے ہیں مگر آپ کے نام سے بہت کم واقف ہیں اس لیے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک اپنانے کی نیت (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیا جائے)

روحوں کے ابوالارواح، معدن انوار اور منشاء موجودات ہیں اس لئے تمام روحوں جسم کی طرح ہیں اور رسول اللہ ﷺ جان کی مانند رسول اللہ ﷺ کو تمام ارواح سے وہی نسبت اور تعلق ہے جو تعلق جان کو جسم سے ہوتا ہے نیز سرور کائنات ﷺ کو روح علوی، تمام موجودات اور ان کے آپس کے تعلقات یہ کامل قبضہ و تصرف اور اختیار و اقتدار حاصل ہے۔ ارباب کشف و شہود نے جو بیان فرمایا (پچھلے صفحے کا قیہ حاشیہ ملاحظہ ہو) سے ہمیں کثرت رکھنی چاہیے۔ ابوالارواح کی مزید تحقیق فقیر کی شرح دلائل الخیرات میں ملاحظہ ہو۔ (ادبی غفرلہ)

اختیار بنی کریم ﷺ

الحمد للہ ہمارا عقیدہ و مسلک یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ روح رب کائنات نے بہت اختیارات عطا فرمائے ہیں۔ اس مسئلہ کے دلائل قرآن حکیم و احادیث کی کتب میں بکثرت موجود ہیں جو لوگ اس کے خلاف ہیں (بقیہ حاشیہ ملاحظہ فرمے) انہیں تو خدا اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ مسئلہ سمجھنا مشکل ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو عموماً اور نبی کریم ﷺ کو خصوصاً بہت سے اختیارات عطا فرمائے۔

إِنَّا مَكْنُكُنَا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاتَّخَذْنَا مِنْ مَّكْنُكُنَا سَبَبًا۔ (سورۃ کہف) بے شک ہم نے ذوالقرنین کو زمین میں قابو (اختیار) دیا اور ہر چیز کا ایک سامان عطا فرمایا۔

وَلَا تَعْلُقُ مِنَ الطَّنِينِ كَهَمَّتِ الطَّيْرُ بِالنَّيْلِ

اور جب میرے حکم سے پرندے جیسی صورت بنانا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی اور تو میرے حکم سے مادرزاد اندھوں اور سفید داغ والوں کو شفا دیتا اور جب تو میرے حکم سے مردوں کو زندہ نکالتا۔

وَمَا نَقْمُوا اِلَّا اَنْ اغْنَاهُمْ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ (سورۃ توبہ) اور انہیں کیا نذرانہ لگا یہی نہ کہ اللہ و رسول ﷺ نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ لا تَكُوْلُ الَّذِیْ اَعْمٰہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ اَوْ لَعْنَتُہٗ عَلَیْہِ (سورۃ احزاب) اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی۔ اَحَادِیْث۔ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ لَدَا عَطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ (بخاری شریف) نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں جوامع الکلم کے ساتھ سموت کیا گیا ہوں اور میری مدد و عیب کے ساتھ کی گئی ہے اور میں نے سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کر میں یا عائشہ قلوشنت لسارت معی جبال الذهب (مشکوٰۃ شریف) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ وَاَعْطِیْتُ الْکَنْزِیْنَ الْاَحْمَرُ وَالْاَبِیْضُ (مشکوٰۃ شریف) مجھے دو خزانے سرخ اور سفید عطا کر دیئے گئے ہیں۔ الحمد للہ اختیار نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہمارا عقیدہ قرآن، احادیث اور ملف صالحین کے طریقہ کے مطابق ہے۔

ہے کہ انسانی روح پر ایک اور قدوسی روح بھی ہے۔ اس فرمانِ ذیشان کا یہی مطلب ہے کہ وہ روح قدسی سرور کائنات ﷺ کی روح پر فتوح سے اسی قاعدہ پر حضور سرور عالم ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ (تفصیلاً فقیر کی کتاب)

روح انسانی و حیوانی اور قلب کا اجتماع: روح انسانی و حیوانی اور قلب ایک ہی جسم میں یہ تینوں حقیقی جزو کی طرح موجود

ہیں اس کے باوجود ایک جسم دوسرے سے جدا ہی نظر آتا ہے مگر اس میں ظاہر اور پوشیدہ حکمت حق تعالیٰ یہ ہے کہ ہر روح ایک مخصوص روح اور ملکوتی جہت سے وحدت و جزئیت کی صفات سے موصوف ہو کر اجسام و نفوس اور انسانی ارواح سے متعلق رہتی ہیں اور ہر ایک میں تصرف کرتی ہیں ایک روح کا تعلق بہت سے اجسام کے ساتھ آسانی سے بیان کیا جاسکتا ہے جیسے جسم اور تمام انسانی اجزاء و اعضاء کے ساتھ نفس متعلق اور کار فرما رہتا ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو۔

مثال: فرض کرو کہ ایک نفس بہت طاقتور ہے اور وہ نفس جسم انسانی میں تصرف کرتے ہوئے گھر کے تمام در و دیوار پہ حکمرانی اور قبضہ رکھتا ہے وہ اس طرح کہ مشرقی دیوار کو مغرب کی طرف لاکھڑا کرتا ہے اور مغربی دیوار کو مشرق کی طرف لاکھڑا کرتا ہے یونہی ایک وہ نفس ہے جو اپنی طاقت کے بل بوتے شہر بھر پر حکمرانی اور تصرف کرتا ہے یعنی شہر اس کے اعضا کی طرح بن جاتا ہے یونہی ایک نفس تمام اقالیم پر شاہی کرتا ہے جبکہ ایسا بھی نفس ہے جو تمام روئے زمین پر مختار، قابض و متصرف ہے اور ایک وہ نفس بھی ہے جو تمام عناصر کا مجموعہ ہے ایسا نفس بھی ہے جو تمام عناصرِ افلاک پر متصرف ہوتا ہے جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی روح کہ جن کا جسم افلاک و عناصر کا مجموعہ ہے اور ساتوں آسمانوں کو محیط ہے۔ ان کا صدر مقام و مستقر (ہیڈ کوارٹر) سدرة المنتہی ہے جو ساتوں آسمان کے اوپر ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قوت: حضرت یوسف علیہ السلام کو جب ان کے بھائیوں نے کنویں میں ڈالا تو فوراً ہی حضرت جبرائیل علیہ السلام

کو اللہ تعالیٰ کا فرمانِ ذیشان پہنچا **ادرك عبدی۔** ”میرے بندے کو پہنچ“

ابھی تک حضرت یوسف علیہ السلام گہرے کنوئیں کی تہ تک نہ پہنچے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام

نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ہاتھ میں لے لیا اور با آسانی انہیں کنوئیں میں اتار دیا۔

غائدہ: اس واقعہ کے پیش نظر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سات ہزار سال کا سفر ایک ہی لمحہ میں طے کر کے کنوئیں میں پہنچے بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ ساتوں آسمانوں اور ان کے متعلقہ عناصر یہ سبھی حضرات جبرائیل علیہ السلام کے اعضا ہیں اور دنیا میں تصرف کرنے

۱۔ یہ وہی جبرائیل علیہ السلام ہیں جن کے لئے مشہور ہے جبرائیل امین خادم و دربان محمد ﷺ یہ تو خادم و دربان کی طاقت و قوت ہے اس کے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی قوت و طاقت کا کیا حال ہوگا۔ لیکن انفس تو اس قوم کا ہے جو خادم و دربان کی قوت اور طاقت کی قائل ہیں اور آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قوت و اختیار کے نہ صرف منکر بلکہ بنائے والوں کو مشرک کہتے ہیں اس کی مزید تحقیق فقیر رسالہ کا جبرائیل امین خادم و دربان محمد ﷺ کا مطالعہ کیجئے۔

۲۔ حاضر و ناظر:

حضور ﷺ کے حاضر و ناظر کا عقیدہ ایسا ہے جس کے بارے میں سابقہ ادوار میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے حاضر و ناظر ہونے کا یہ مطلب بالکل نہیں ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا جسم مبارک ہر وقت ہر جگہ چل پھر رہا ہے غافلین عوام کو محض دعو کہ دیتے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ایسی نفاست و لطافت عطا فرمائی ہے کہ ان کے دور و نزدیک، برابر و غیرہ کچھ معانی نہیں رکھتے یعنی ان کے درمیان کسی بھی قسم کے حجابات حائل نہیں زمین کر و زمین میل دور ہونے کے باوجود ہر وقت تمام عالم کے ذرات میں موجود ہے مثال تو محض سمجھانے کے لیے ہوتی ہیں۔ جیٹائی کو ہی دیکھ لے جینگ کا شیشہ اس کے آ پار جانے کو حائل نہیں ایک ہی لمحہ میں زمین سے آسمان تک پھیل جاتی ہے۔ وہ ہر وقت ہر جگہ موجود اور حاضر و ناظر ہیں۔ جب ملک الموت ہر وقت ہر جگہ موجود ہو سکتا ہے تو اگر رسول اللہ کو حاضر و ناظر مان لیا جائے تو شرکیہ عقیدہ کیسے؟ حضرت عزرائیل علیہ السلام ایک فرشتہ ہے پوری دنیا میں ایک ہی وقت میں ہزاروں لاکھوں موتیں واقع ہو رہی ہیں سب تک ملک الموت پہنچ رہا ہے حاضر و ناظر ہے اسے تسلیم کر لیا جائے اور حضور ﷺ کے بارے میں اشکالات پیدا کئے جائیں ضدی پن کے علاوہ کچھ نہیں ہے (اللہ ضد سے بچائے آمین)۔

حدیث: ملک الموت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ملک الموت کیلئے اللہ تعالیٰ نے زمین سمیٹ کر رکھ دی ہے اس کے لیے تمام دنیا قہال کی طرح ہے۔“

اب حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں ہمارا مسلمہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام کائنات سے افضل و اعلیٰ مقام کے مالک ہیں۔ عزرائیل علیہ السلام اور شیطان کو تو حاضر و ناظر مان لیا جائے مگر رسول اللہ ﷺ کے بارے میں انکار کیا جائے تو پھر اس مسلمہ عقیدہ کی خبر نہیں۔ قرآن پاک میں حضور ﷺ کیلئے اسم صہید (حاضر و ناظر) کئی بار آیا ہے مثلاً و یكون الرسول علیہ السلام شہید۔ شہید بھی حاضر و ناظر ہے اس لیے کہ شہید کا ماخوذ لفظ شہادت ہے اور شہادت بمعنی حاضر ہوتا ہے جو کہ غیب کی نفیض ہے۔ شہادت کے مشتقات اسماء اور افعال کو بمعنی حاضر قرآن میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے مثلاً اعلام الغیب و الشهادة یعنی وہی اللہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

کی مثال یہ ہے کہ ان کے گلے کے ہار کا ایک موتی ابھی گر کر گریں تک ہی نہیں پہنچا تھا کہ انہوں (بچلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) کنا علیہم شہود یعنی ہم تم پر حاضر تھے۔ شہدہ المقربون یعنی مقرب لوگ اس دن حاضر ہوں گے۔ شہید ایک کو کہتے ہیں عربی میں اس کی جمع ہے شہدا قرآن پاک میں ہے امر کنتہ شہداء الذ حضرت یعقوب الموت یعنی جب حضرت یعقوب علیہ السلام پر موت آئی اے بنی اسرائیل تم حاضر تھے پس معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں شہید یعنی حاضر و ناظر بھی ہے ثابت ہوا کہ جہاں حضور ﷺ کیلئے اسم شہید استعمال کیا گیا ہے وہ بمعنی حاضر و ناظر ہے۔ بعض لوگ پھر بھی بھند ہوتے ہیں شہید بمعنی گواہ کرنے کے تو یاد رکھیں یہاں بھی دھوکہ دینے کی سعی لا حاصل کی جاتی ہے کیونکہ شرعاً بھی اور عرفاً بھی گواہ بھی وہی ہوتا ہے جو واقعہ کے وقت موجود ہو واقعہ کے وقت وہاں حاضر و ناظر ہونا پس قرآن کریم سے ثابت ہوا کہ حضور حاضر و ناظر ہیں لہذا اب احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

حدیث: بخاری شریف مسلم شریف مشکوٰۃ شریف وغیرہم کتب احادیث میں یہ حدیث مبارکہ ہے کہ جب مردہ کو دفن کیا جاتا ہے اور لوگ واپس لوٹتے ہیں تو مردہ انکی جوتیوں کی آواز سنتا ہے پھر منکر دیکر دفرشتے آتے ہیں اور اس مردے سے تین سوال پوچھتے ہیں من ریک وما دینک اور تیسرا سوال ان سے یہ پوچھتے ہیں ماذا تقول فی حق هذا الرجل محمد ﷺ یعنی بندہ خدا تو اس رجل حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتا ہے حضور ﷺ ہر قبر میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو سوال فرشتے کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ کر رکھ دی پس میں اس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ رہا ہوں پس ثابت ہوا کہ ہر چیز حضور کے سامنے ظاہر ہے۔

مواہب لدنیہ شریف میں ایک حدیث پاک ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں دنیا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے سب کی طرف دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی قسط کی طرف دیکھ رہا ہوں“ قال ﷺ انا اولیٰ بکل مومن عن نفسه حضور ﷺ نے فرمایا میں ”ہر مومن کی جان سے بھی اس کے زیادہ قریب ہوں“۔

اولیٰ بمعنی قریب ہے ملاحظہ فرمائیں دیوبندی قاسم الخرات کی کتاب تحذیر الناس اس میں لکھا ہے کہ اولیٰ بمعنی قریب ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”جب تم مسجد میں داخل ہو تو نبی کریم ﷺ پر سلام عرض کرو“۔

اب مسجد کی وضاحت بخاری شریف سے ملاحظہ فرمائیں فرمایا جعلت الارض مسجداً و طهوراً ”میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا ہے“۔

مشکوٰۃ شریف میں حدیث پاک ہے کہ مدینے پاک کی ایک پہاڑی پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھ رہے ہو؟ تو صحابہ نے عرض کی نہیں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں تمہارے گھروں میں فتنے بارش کی طرح دیکھ رہا ہوں تفصیلات مطلوب ہوں تو حاضر و ناظر کے جوابات وغیرہ رسائل مکتبہ اویسیہ رضویہ بہادر پور سے منگو کر مطالعہ فرمائیں۔

تصرفات انبیاء و اولیاء:

انبیاء اولیاء کے تصرفات اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہم مانتے ہیں مخالفین جہاں خلاف ثابت کرنے کی سعی لا حاصل کرتے ہیں۔ وہ دلائل ذاتی تصرف کے ہیں۔ ذاتی تصرف کسی کو حاصل نہیں اللہ تعالیٰ نے انبیاء و اولیاء کو یہ قوت بخشا ہے جس کے ثبوت قرآن و احادیث میں بکثرت ملے ہیں۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام اور اصف بن برخیا والا واقعہ بقیس کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں تو ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ لوہا حضرت داؤد علیہ السلام کے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا (حضرت عزرائیل علیہ السلام کا بھی یہی حال ہے اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ ملک الموت اور حاضر و ناظر کا مطالعہ کیجئے)۔

جبرائیل علیہ السلام کی اس کیفیت سے مسئلہ حاضر و ناظر کا سمجھنا آسان ہو سکتا ہے۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام: حضرت عزرائیل علیہ السلام کی روح ابھی اسی طرح ہے۔ کہ سارنی کائنات کی ارواح ان کی اعضاء یعنی ہر ایک شے کی روح قبض

کر لئے کیلئے۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے تصرف کی مثال اس آدمی کی طرح ہے جو اپنے بدن کے اعضاء میں تصرف رکھتا ہے غرضیکہ ان مفاہم کا تصور اصل میں انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء عظام کی کرامات کا ثبوت ہے کیونکہ نبی ولی کے نفس میں بھی وہ قوت ہے جو اثر و نفوذ کرتی ہے اور جیسے اجسام کے اوپر تصرف کرتی ہے جسموں کے اندر بھی تصرف کرتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

(بچھاؤنی کا اقیقہ حاشیہ) ہاتھوں کیسے سوم ہوتا تھا۔ حضرت سیدنا ہوا یہ کیسے تصرف فرماتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا روپا مارا تو دریا پراستے بنادیئے۔ وہی عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پہ مارا تو بارہ پانی کے چشمے نکل پڑے۔ درجن بالا الامعات قرآنی سے تصرف انبیاء و اولیا کا ثبوت ملتا ہے اب احادیث سے ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

احادیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی قد اعطیت معانیتہ عزرائیل الاھض (بخاری شریف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا فرمادی گئیں۔ طبرانی شریف اور جامع صغیر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک کچھ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جنہیں لوگوں کی حاجات پوری کرنے کے لیے خاص کر دیا گیا ہے کہ لوگ ان کی طرف اپنی حاجتوں میں فریاد کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا انما انا قاسم والہ یعطی یعنی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور ہم بانٹنے ہیں (مشکوٰۃ شریف کتاب العلم)۔ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ہے کہ ایک میدان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استیجا کرنے کا ارادہ کیا وہاں دو درخت کھڑے تھے پردہ کی غرض ان دونوں درختوں کو لادیا۔ وہ دونوں درخت اونٹوں کی طرح حضور کی پیچھے پیچھے چلے آئے اور ان کی آڑ میں حضور نے استیجا کیا شامی باب التذین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آمنہ اور حضرت عبداللہ (ابو بنی ثعلبہ) کو زندہ کر کے مسلمان کیا۔ مختصر یہ کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے دو یا سو درخت صحرے کے وقت لوٹ آئے، اشارہ انگشت سے ہی چاند دو کھڑے ہوا انگلی کے اشارے سے ہی سنگروں نے نبوت کی گواہی دی ہزاروں مثالیں وجود میں تصرفات اولیاء سے انکار بھی بیخفا ہے کیونکہ یہ انکار بھی محض خدا اور ہٹ دھرمی کی بنا پر ہے ورنہ کرامات اولیاء اس بات کی شاہد ہیں۔ حدیث قدسی شریف ہے کہ نوافل کے ذریعے بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ (وغیرہ)

حکایت: چند آدمی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ سے چند سوال امتحان کی غرض سے کئے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی قوت کمال کس حد تک ہے بابا فرید نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے پڑے کھڑکیوں کے بوجھ پر مارے اور ارشاد فرمایا کہ اگر کہوں کہ سب زہر ہو جائیں اسی وقت ہی وہ تمام لکڑیاں سونا بن گئیں۔ اس طرح بزرگان دین کے تصرفات سے کتب تاریخ بھری پڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

روح مقدس تمام جہانوں کی جان ہے اس لیے لازمی ہے کہ وہ تمام اجزاء عالم ساری کائنات پر متصرف بھی رہے رسول اللہ ﷺ کے تصرف کا ایک معمولی سا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے ایک ہی اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے جیسے ناخن کے میل کو ناخن سے جدا کر دیا جاتا ہے (یہ ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے اکابر کا عقیدہ ہے جسے امام احمد رضا محدث بریلوی بیسے نے اپنی تصانیف میں واضح فرمایا الحمد للہ دور حاضر میں ایسے عقائد اہلسنت بریلویوں کو نصیب ہیں)۔

ذات پروردگار: تمام روحوں اور لطیفوں کا سلسلہ روح سرور کائنات خاتم الانبیاء ﷺ تک پہنچتا ہے اور سرکار کائنات ﷺ کی روح مقدس تمام روحوں کی جان ہے اب صرف ذات حق تعالیٰ ہی باقی رہ گئی ہے جس کی یہ حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کی امثلہ سے پاک، برتر اور منزہ ہے وہ رسالت مآب ﷺ کی بھی جان اور روح ہے۔

حق جان جہان است و جہاں جملہ بدن

افلاک و لطائف چہ قوائے ایں تن

افلاک و عناصر و موالید اعضاء

توحید ہمیں است، دگر حیلہ و فن

حق تعالیٰ جان جہاں اور جملہ جہاں ایک بدن ہے افلاک ہوں لطائف ہوں یا اس جسم کے قوی۔

افلاک و عناصر اور موالید اعضاء کی یہی توحید ہے دیگر باتیں حیلہ و فن ہیں۔

اس سے وحدۃ کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے لیکن وحدۃ الوجود کا اقرار بھی تو ہو اور جس نے انکار پر کمر باندھ کر کفر و شرک کا آرا چلا رہا ہو وہ کیا سمجھے گا۔

حق تعالیٰ اور جملہ کائنات: جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ کی ہستی کو تمام جہاں کی ذات

کے ساتھ نسبت تصرف مساوی حیثیت سے ہے دنیا کے

ہر ذرہ میں اسی کا آئینہ اور اسی کے کمال کا مظہر جمال ہے اسی لیے ہی ندا اور خطاب کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف دل سے ہی متوجہ ہوتے ہیں۔

مزید توضیح: دل روح حیوانی کا معدن اور مخزن ہے اور بقیہ لطائف انسانی روح کے

بارے میں ہیں جس سے یہ بڑی آسانی سے ثابت ہو گیا کہ دل کی طرف توجہ کا

یہی مطلب ہے کہ توجہ تمام لطائف کی طرف ہوتی ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ قلبی توجہ ہی فتح باب

مقدمہ: کشف لطائف اور مقصد حاصل کرنے کا سبب ہے اور اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ انوار و صفات حق تعالیٰ کا کشف ہوتا ہے اس لیے تو کہا جاتا ہے کہ جو دریچہ مپہوری قلب میں ہے اس کے ذریعے غیبی علوم کا کشف اور جبروت و لاہوت کے مراتب کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

لشکر حسنت نہ گنج در زمین و آسمان

من دریں گزم کہ اندر سینہ چوں جا کردہ

تیرے حسن کا لشکر زمین و آسمان میں نہیں سا سکتا میں حیران ہوں تو نے سینے میں کیسے جگہ بنائی یہ اس طرف اشارہ ہے جو حدیث قدسی میں ہے: لا یسعی عرش و لا کرسی و لا لوح و لا قلم لکن یسعی قلب المؤمن و ہی عرش اللہ ”میں نہ عرش میں ساتا ہوں نہ کرسی میں نہ لوح میں نہ قلم میں لیکن قلب مومن میں ساتا ہوں اور یہی عرش الہی ہے۔“

تین مقامات شاہی: قلب ایک لطیف چیز ہے یہ لطیفہ بتا رہا ہے کہ شاہی مقام تین ہیں۔

مقام ۱: وہ عالی شان اور وسیع عمارت ہے جہاں تمام فوج حاضر رہتی ہے، وزراء، اراکین سلطنت اور عمال (افسران) اپنے اپنے مقام پر تشریف رکھتے ہیں اور حکومتی کام تقرر و معزولی، منع و عطا اور مجاہدہ اعمال وغیرہ سرانجام دیئے جاتے ہیں۔

مقام ۲: وہ درمیانہ مقام ہے جس میں بادشاہ اپنے مخصوص لوگوں کے ساتھ نشست کرتا اور اجلاس کرتا ہے یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں عام آدمیوں اور عام فوجیوں کو آنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ مخصوص لوگ اپنی خدمات پر کے حقوق کی خاطر باادب کھڑے رہتے ہیں اور مختلف قسم کے عطیات و نوازشات شاہی سے سیرور ہوتے ہیں قرب شاہی کی لذت سے شاد گام ہوتے ہیں۔

مقام ۳: یہ وہ مختصر سا مخصوص مقام ہوتا ہے جو حرم حریم غیرت اور سراق خلوت و عصمت ہے جس جگہ بادشاہ خلوت فرماتا ہے یہی وہ مقام مخصوص ہے جہاں خاص الخاص یا عام، بیگانہ و شناسا غرضیکہ کسی کو بھی آنے کی بالکل اجازت نہیں ہوتی اسی ظاہری حالت کے لحاظ سے بادشاہوں کے بھی شہنشاہ رب تعالیٰ کی جلالت کے بھی (بلا تمثیل) تین مقامات ہیں۔

مقام نمبر 1۔ عرش عظیم: عرش عظیم وہ مقام ہے جو فیض خاص و عام کا، کامرکز ہے مومن و کافر کیلئے رزق کا دیوان خانہ اور دیوان خانہ رزق و

حوش و طيور مادہ وجود بقائے کل حیوانات و نباتات اور تمام لطائف و مفردات مرکبات کا مخزن ہے
اویہ حقیقت ہے کہ عرش عظیم تمام دنیا کے اوپر ہے جہاں سے تمام مخلوق کے مطالب حاصل ہوتے
ہیں اسی لیے تمام آدمی باطنی طور پر بھی اوپر کی ہی طرف توجہ کرتے ہیں اور سوال و دعا کرتے ہوئے
اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔

مقام نمبر 2- کعبہ شریف: یہ وہ مقام ہے جس جگہ خاص دوست اور مخلص مومن ہی
حاضر ہوتے ہیں ان حاضری دینے والوں کو مختلف قسم کے

تحائف سے نوازا جاتا ہے ان کے اگلے پچھلے تمام گناہ بھی معاف کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے
قرب سے بھی نوازا جاتا ہے اس مقام پہ ناشکروں کو آنے کی سکت ہی نہیں ہوتی۔ (الحمد للہ ہر
مسلمان امتی یہاں کی حاضری سے شرف رہتا ہے ورنہ تمنا تو ضرور رکھتا ہے)۔

مقام نمبر 3- بندہ مومن کا دل: بندہ مومن کا دل تیسرا مقام ہے۔ حدیث قدسی
شریف میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لا

یسعنی ارضی ولا سمانی ولكن یسعنی قلب عبدی المومن۔

”میرا مقام زمین اور آسمان نہیں ہے بلکہ میرا مقام تو بندہ مومن کا دل ہے۔“

بسم اللہ میں تینوں مقامات کا ذکر: ان تینوں مقامات کو بسم اللہ الرحمن الرحیم میں
اشارۃ بیان فرمایا گیا ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے

کہ ”بسم اللہ“ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو کہ اپنی عزت و وحدت کو قلب مومن کے عرش
عظیم پر بجلی فرماتا ہے۔ الرحمن کا مطلب یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ عرش عظیم پہ اپنی رحمت کاملہ و عالمہ
کے ساتھ تجلی فرما رہا ہے۔ الرحیم کا یہ مطلب ہے کہ حق تعالیٰ کعبہ شریف کے عرش عظیم پر اپنی
مخصوص رحمتوں کو مخصوص مسلمانوں کیلئے مخصوص کرنے کیلئے تجلی ریز ہے۔

ذکر سرہ رکنی: عام طور پر جو ذکر سرہ رکنی مشہور و معروف ہے کہ قبلہ کی طرف بیٹھ کر کے تین بار
”اللہ، اللہ اللہ“ اوپر سامنے اور دل پر ضرب لگا کر۔ کہتے ہیں کہ اس سے بھی

یہی تینوں عرش مراد ہیں۔

حضرت شیخ علی بن حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی عبدالملک ابن قاضی خاں اسماعیلی القادری الشاذلی الدینی

چشتی بیہیہ ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد جو پور سے برہان پور (دکن) تشریف لائے۔ حضرت شیخ علی بیہیہ کی ولادت باسعادت بھی برہان پور میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی نے آپ کو حضرت شاہ باجن چشتی بیہیہ کے پاس لے جا کر ان کا مرید کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک صرف سات آٹھ سال تھی۔ اس وقت حضرت شاہ باجن چشتی بیہیہ برہان پور میں مقیم تھے۔ کچھ دن بعد آپ کے والد گرامی وصال فرما گئے۔ باپ کی وفات کے بعد انسانی طبیعت کے لحاظ سے کچھ عرصہ آپ حسی لذتوں میں مشاغل رہے۔ اور زمانہ جوانی میں ہی ایک بادشاہ کی ملازمت بمقام مندو میں کی۔ دنیوی دولت خوب جمع کی۔ اسی دوران ہدایت حق نے اپنی طرف مائل کیا تو آپ نے دنیوی مال و متاع اور اہل دنیا کی بے ثباتی کو دیکھ کر حضرت شیخ عبدالکیم ابن شاہ باجن بیہیہ کی بارگاہ میں حاضری دی جن سے چشتیہ مشائخ کا خرقہ حاصل کیا۔

علماء و مشائخ سے استفادہ: چونکہ فطرتی طور پر آپ میں تقویٰ و پرہیز گاری کے نشوونما کا غلبہ تھا اس لیے ملتان شریف جا کر حضرت شیخ حسام

الدین متقی کی خدمت میں رہنے لگے ان کی صحبت بابرکت کے ذریعہ طریقہ سکون، تقویٰ و پرہیز گاری حاصل کیا علاوہ ازیں دوسرا تفسیر بیضاوی شریف اور عین العلم بھی انہیں سے پڑھ کر توفیق تقویٰ کی وجہ سے حرمین شریفین کی سعادت سے بھی مستفید ہوئے اور مکۃ المکرمہ کے شیخ الحدیث حضرت شیخ ابوالحسن بکری بیہیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت میں رہے۔ یہ بزرگ اپنے وقت کے مسلم ولی اللہ تھے۔ حضرت ابوالحسن کے علاوہ اس وقت کے علماء کرام اور مشائخ عظام سے بھی استفادہ کیا۔ وہاں کے ایک اور بزرگ حضرت شیخ محمد بن محمد سخاوی بیہیہ سے بھی سلسلہ قادریہ سے خرقہ قادریہ اور قلب وقت حضرت شیخ نور الدین ابوالحسن علی الحسن شاذلی بیہیہ سے شاذلیہ سلسلے کا اور حضرت شیخ ابودین شعیب مغربی بیہیہ سے سلسلہ مدنیہ کا خرقہ مبارک حاصل کیا۔ پھر وہیں ملتہ المکرمہ میں ہی مقیم ہو گئے۔ دنیا کو اطاعت الہی کے انوار، مجاہدات، آثار حلف دینی علوم اور یقینی معارف کے فیوض و برکات سے منور و درخشاں فرمایا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ علم حدیث اور تصوف کی کتابیں تصنیف و تالیف کرنے میں مصروف ہو گئے۔

فائدہ: یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت شیخ علی بن حسام الدین بیہیہ نے آثار سلف اور برکات الہیہ کے ذریعے جو تالیفات کی ہیں انہیں دیکھنے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے اور یقین کہہ اٹھتا ہے کہ یہ سب کچھ حق تعالیٰ کی توفیق اور برکات ہی ہے جو آپ کو یہ مقام میسر آیا کہ وہ اس بلند مقام پر غیب

استقامت کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب پہ کام

حضرت شیخ علی ہسینیؒ نے حضرت شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب جمع الجوامع اور جامع صغیر کی مندرجہ احادیث کو حروف تہجی کے لحاظ سے جمع کر کے تمام اقوال و احادیث رسول اللہ ﷺ کے فقہی مسائل کے لحاظ سے باب وار تحریر فرمایا۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ نے یہ کام کس خوبی سے مکمل کیا ہے۔ علاوہ ازیں ان کتابوں میں سے مکرر احادیث کو الگ کر کے اس کا انتخاب الگ مرتب کیا اور یہ بھی ایک دیدہ زیب و کارآمد کتاب تیار کی۔

فائدہ: حضرت شیخ ابوالحسن بکری ہسینیؒ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت علامہ سیوطیؒ نے جملہ عالم پر احسان کیا اور حضرت شیخ علی حسام الدین ہسینیؒ نے علامہ سیوطیؒ پر احسان کیا جو ان کی کتابوں کو مرتب، مہذب اور مبوب بنا کر پھر ان کا انتخاب بھی کتابی شکل میں مرتب کیا۔

مندرجہ بالا تصنیف و تالیف کے علاوہ بھی آپ نے کتنی کتابیں تصنیف فرمائیں تصنیفات: ہیں جو طریقت کے سالکین اور آخرت کے طالبین کیلئے سرمایہ وقت اور حال

کی مددگار ہیں۔ ان کی چھوٹی بڑی عربی اور فارسی کی سو سے زیادہ کتابیں ہیں۔ آپ کی تصنیف کردہ سب سے پہلی کتاب ”تبین الطريق“ ہے یہ کتاب تصنیف کرتے وقت آپ کو الہام ہوا کرتا تھا آپ کی ایک اور محرکہ الاراکتاب ”حکم کبیر“ ہے اس کتاب میں آپ نے تمام مسائل تصوف کا خلاصہ تحریر فرمایا ہے آپ اس کتاب کے متعلق اپنے دوستوں سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اس کتاب کی عظمت کا یہ حال ہے کہ تصوف کا جو بھی مشکل سے مشکل مسئلہ دیکھنا چاہو تو اس کتاب میں دیکھ لو اور جو مسئلہ بھی تصوف کا عوام پوچھیں اس کا جواب اس میں دیکھ کر بتا دو۔ بہر حال آپ اپنی زندگی کے آخری ایام میں باقتضاء انسانی عادت حرکت نہیں کر سکتے تھے مگر اس حالت کے باوجود دن رات احادیث کی کتابوں کی تصحیح اور مقابلہ میں مشغول رہتے تھے اور زندگی کی آخری سانس تک سنن و احادیث نبویؐ میں مصروف رہے۔

۱۔ ہمارے اکابر محمد بن رحمہم اللہ جہاں علوم ظاہری کے امام تھے انہیں تصوف کے ساتھ قلبی نگاہ تھا انہوں نے کہ آج کل دین کے مفکیر ان محدثین کی خوش چینی بھی کرتے ہیں اور روحانی مشغلہ (تصوف) کو کمرانی و ضلالت کہنے سے بھی پاک نہیں سمجھتے۔ اس سے عوام و اہلسنت اندازہ لگائیں کہ دشمنان تصوف کون ہیں حقیق کہتے۔ (اویسی غفرلہ)۔

حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ اور حضرت شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ

مشہور ہے کہ دقائق و نکات اور معانی و لطائف اخذ کرنے میں آپ کو خاص ملکہ و کمال حاصل تھا جس پر مجبوراً مکملہ المکرّمہ کے بڑے بڑے علماء آپ کی خیر و تحسین کیا کرتے تھے حضرت شیخ ابن حجر عسقلانی جو اپنے وقت کے مکرمہ کے بڑے زبردست محدث فقیہ اور عالم تھے وہ ابتدائی طور پر حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ کے استاد تھے لیکن کچھ عرصہ بعد ان کا دستور ہو گیا کہ جب کسی حدیث مبارک کے معنی میں تردد ہوتا تو کسی کے ذریعے معلوم کروالیا کرتے تھے کہ فلاں حدیث آپ نے جامع الکملہ کے باب میں مدون کی ہے حدیث شریف کا باب دریافت کر کے قرینہ و قیاس سے اس حدیث کا مطلب بیان کرتے تھے۔ حضرت شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ نے اپنے آپ کو بارہا حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ کا حقیقی شاگرد فرمایا ہے۔ بالآخر وہ حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ کے مزید بھی ہو گئے اور ان سے خرقة بھی حاصل کیا۔

مکہ معظمہ میں ہندی عالم کی دھوم: مکہ معظمہ کے علماء و مشائخ وقت نے حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ کے کمال فضل و ولایت کا اعتراف کیا۔

یہی وجہ ہے کہ فرد افراد اور متفقہ طور پر آپ کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے دور تک رحمۃ اللہ) مکہ معظمہ کے عوام و خواص جیسے اپنے بزرگوں کو یاد کیا کرتے ہیں اس طرح حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ کو بھی یاد کرتے ہیں۔ (یہی حال امام احمد رضا محدث بریلوی کا ہے تفصیل دیکھیے ڈاکٹر علامہ مسعود احمد کی تصنیف، اولیٰ غفرلہ ۱۲) علمائے ظاہر و کتابوں کی تصنیف و تالیف اور علوم کی نشر و اشاعت کو جو آپ کی صفات: توفیق و برکت حاصل ہوئی ہے اس کے قطع نظر حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ کے

ریاضات، مجاہدات، کرامات، خوش اخلاقی، عمدہ اوصاف حمیدہ، عزیز افعال، عمدہ حالات، ظاہری و باطنی آداب، تقویٰ و پرہیز و غیرہ جو کچھ بیان کی جاتی ہیں وہ تمام آپ کے باطنی کمالات اور حقیقی احوال کی واضح دلائل ہیں۔

مکتوب مبارک: حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ نے اپنے وصال کے دن محبت شیوخ کے احوال اپنے ایک خط میں تحریر کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم، والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ
 اجمعین، بعد حمد و صلوٰۃ و سلام محتاج خدا علی بن حسام الدین متقی جب کہ (اس) دنیا سے جا رہا ہے
 اور میدانِ آخرت میں داخل ہو رہا ہے رقمطراز ہے کہ میرے بچپن کے دور میں میرے والد گرامی
 نے مجھے حضرت شیخ باجن رحمۃ اللہ علیہ کا مرید بنایا۔ حضرت شیخ باجن رحمۃ اللہ علیہ تو الیاں سنتے تھے اور وہ
 حال بھی لایا کرتے تھے شیخ باجن رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی لڑکا کسی پیر کا مرید ہو
 ، اور وہ جوان ہو جائے تو اسے اختیار ہے کہ اپنے بچپن کے پیر کو برقرار رکھے یا نہ رکھے چنانچہ پیر
 مرشد اور والد گرامی کے وصال کے بعد حضرت شیخ عبدالحکیم ابن شیخ باجن رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر
 ہوا، اور ان کی محبت سے استفادہ کیا انہوں نے مجھے راہِ حق دکھائی اور خرقة مبارک پہنایا اس کے
 بعد میں ملتان شریف جا کر حضرت عارف باللہ شیخ حسام الدین متقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج کیا اور پھر مکہ
 معظمہ میں حضرت شیخ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ سے مسلسل ملاقات کا شرف حاصل کرتا رہا۔ اور ان کی
 محبت میں رہا۔ اور حضرت شیخ محمد سخاوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ، شاذلیہ اور مدنیہ کے فرعتے پہنچے۔
 اس خط مبارک کے علاوہ حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور خط تحریر فرما کر
 اپنے کسی مخلص کے حوالے کیا اور نصیحت کی تھی کہ میرے وصال کے بعد
 پڑھنا۔ جب حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تو بعد میں یہ خط مبارک سڑھا گیا جس کا مضمون
 یہ تھا کہ

”برادران! اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانیاں فرمائے۔ ہمارے پاس ایک اللہ تعالیٰ کی امانت م
 الحمد للہ ہم نے وہ امانت الہیہ اہل امانت اور قابل لوگوں کے سپرد کر دی ہے۔ سمجھا جو سمجھا نفقا
 والسلام۔“

تعارف حضرت عبدالوہاب بن ولی اللہ محبت خفی متقی قادری رحمۃ اللہ علیہ
 حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، مرید، خلیفہ اور دوست عارف باللہ شیخ کامل حضرت
 عبدالوہاب بن ولی محبت خفی قادری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ دائرہ استقامت کے مرکز، فلک ولایت کے قطب
 اور مشائخ و فقہاء کے نزدیک بالاتفاق بمن تا شام کے آپ زبردست ولی اللہ تھے حق تعالیٰ آپ
 کے علوم سے ہمیں مستفید فرمائے آپ کا تذکرہ مبارک حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کیا گیا ہے
 آپ کی زبانی حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات و حالات تحریر کئے جا رہے ہیں۔

استاد کے سامنے حاضری کے آداب: حضرت شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ علی رحمہ اللہ اپنے قیام ملتان

کے دور میں جب کہ اس وقت حضرت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ سے صحبت میں تھے اس زمانہ میں بھی وہ غلوت نشین تھے آپ کی یہ حالت تھی کہ حضرت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ اپنے سر پر کتابیں اٹھائے آپ کے کمرہ مبارک کے پاس آکر اندر آنے کی اجازت چاہتے کہ حسام الدین حاضر ہے کیا ارشاد گرامی ہے؟ ایک دو دفعہ اس طرح عرض کرتے پھر اگر حضرت شیخ علی رحمہ اللہ اپنے کمرے کا دروازہ کھول دیتے تو حضرت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ تفسیر بیضاوی شریف پڑھتے پڑھاتے جب تک کہ شیخ علی رحمہ اللہ کے پاس وقت کی گنجائش ہوتی اگر حضرت شیخ علی رحمہ اللہ دروازہ مبارک نہ کھولتے تو حضرت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ کھڑے کھڑے تھک کر واپس چلے جاتے۔

حضرت شیخ علی رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ ملتان شریف کے گرد و نواح کے

شہروں میں جہاں نیک لوگوں کی رہائش تھی آپ وہاں چلے جاتے اور جو جگہ آپ کو اچھی معلوم ہوتی اور وہاں آسانی سے عبادت کر سکتے چند دن وہاں قیام کرتے تھے۔ حضرت شیخ علی رحمہ اللہ کی سفری حالت یہ تھی کہ آپ کے پاس دو تھیلے تھے ایک تھیلے میں ضروریات اور کھانے پینے کی اشیاء مثلاً چاول، ماش، آنا، تیل، گھی، نمک وغیرہ کھانے پکانے کے برتن اور اپنے ہاتھوں کے ساتھ جنگل سے کاٹی ہوئی لکڑیاں ضرورت کے مطابق رکھتے تھے۔ دو دن کا سامان چار دن تک استعمال کیا کرتے تھے۔ مسجد میں کبھی نہیں ٹھہرتے تھے بلکہ کرایہ والے مکان میں ٹھہرا کرتے تھے چچاق پتھر سے آگ سلگایا کرتے تھے اور ایک لونا کہ جس میں ایک مشک پانی آتا تھا جو کھانے پکانے وضو اور بوقت ضرورت غسل کیلئے کافی ہوتا تھا۔ آپ اپنی پیٹھ پر لادے رکھتے تھے پہلے پاک پانی سے برتن دھویا کرتے پھر خود ہی کھانا پکاتے تھے آپ نے کبھی بھی کسی آدمی سے کوئی خدمت نہیں لی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ ہمیشہ اپنا کام میں اپنے ہاتھوں سے کروں گا اور نہ ہی کسی سے اپنے کام میں مدد لوں گا۔ اگر کسی وجہ سے شدید ضرورت پڑ جاتی تو پھر آپ پہلے کام کرنے والے کے ہاتھ میں رقم رکھتے تھے پھر اس سے کام لیتے تھے دوسرے تھیلے میں آپ چند کتابیں رکھا کرتے تھے جو راستہ اور سفر میں مطالعہ وغیرہ کے کام آتیں۔ اس طرح کی خوش اسلوبی اور سامان کیساتھ سیر و سیاحت کرتے تھے آپ کے ساتھ اگر کوئی ساتھ رہنے یا آپ

کی خدمت کرنے کی خواہش کرتا تو آپ قبول نہیں کرتے تھے۔

سلطان بہادر کا دور حکمرانی تھا جب حضرت شیخ علی ہمدانی
مال و دولت سے بے رغبتی: عجمرات گئے۔ وہ آپ کے اوصاف سن کر آپ کا معتقد

ہو گیا اس نے چاہا کہ وہ آپ کو قیمتی انعامات دے اور جاگیریں بھی عطا کرے مگر آپ نے سلطان
کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اس دور میں آپ کی کیفیت تھی کہ آپ جدھر بھی جاتے لوگ پیچھے پیچھے
ہوتے لوگ پروانوں کی طرح آپ کے پاس جمع ہو جایا کرتے تھے آپ اپنا کمرہ بند رکھتے تھے کیا
کو بھی اپنے ساتھ نہیں بٹھاتے تھے۔

ہکایت: ایک سندھی عالم، متقی اور صالح قاضی عبداللہ سندھی تھوڑے دنوں کیلئے یہاں گجرات
میں مقیم تھا اپنے اہل و عیال اور دوسرے لوگوں سمیت حج کی روانگی کی غرض سے یہاں ٹھہرا ہوا تھا۔
اسے بھی آپ سے محبت اور پختہ اعتقاد ہو گیا تھا انہوں نے سلطان بہادر کے از دیاد شوق ملاقات اور
اسی مقصد کے پیش نظر شیخ علی ہمدانی سے عرض کیا کہ اگر آپ ایک بار سلطان بہادر کو اپنی بارگاہ میں
حاضری کی اجازت بخش دیں تو مناسب ہے۔ اگر مرضی نہ ہو تو اس سے گفتگو نہ فرمانا اس وقت ہم
لوگ بھی حاضر رہیں گے اور اسے اپنی باتوں میں ہی مصروف رکھیں گے یوں اس کی بھی یہ آرزو
پوری ہو جائے گی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بادشاہ کے لباس اور وضع قطع سے غیر اسلامی چیزیں چھلکتی
ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے میں اسے دیکھنے کے بعد بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کروں ان لوگوں
نے عرض کیا ہم خادم موقع محل کے مطابق جو مناسب سمجھیں گے وہ کہیں گے اور کریں گے بھی لیکن
بادشاہ کی یہ خواہش ہے کہ ایک بار تو خدمت عالیہ میں شرفیابی کا موقع عطا فرمادیں۔

بادشاہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ کے معتقدین نے اطمینان
بادشاہ کی حاضری: کیں۔ اس ملاقات کے دوسرے دن سلطان نے گجراتی سکے ایک

کر دے آپ کے خدمت کے لیے بھیجے آپ نے وہ تمام سکے قاضی عبداللہ کو عطا فرماتے ہوئے ارشاد
فرمایا کہ چونکہ بادشاہ کی آمد کے تم ہی ذریعہ بنے تھے اس لیے یہ تمام رقم تمہاری ہے۔ بعد ازیں
ارشاد فرمایا کہ طالبوں اور مریدوں کی تربیت اور ارشاد ہمارے پیرومرشد اس طرح کرتے تھے کہ اس
کی ظاہری حالت برقرار رہنے دیتے اور خود ان کی باطنی تربیت میں مشغول ہو جاتے تھے اور اپنی
ہمت کے مطابق طالبان راہ اور مریدین کو سلوک کے راستہ پر گامزن فرمایا کرتے تھے یہ ساری تعلیم
و تربیت آپ یوں کرتے کہ مریدین اور طالبین کو آپ کے عمل مبارک کا بالکل پتہ نہ چلتا تھا۔

اس خادم (حضرت شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ) کی اپنی حالت یہ تھی کہ کچھ عرصہ انداز تربیت:

کے بعد پیر و مرشد شیخ علی رحمہ اللہ کی بدیہی حسی تعلیم کا علم ہو سکا کہ اس ذرہ کتر کو آپ کی تربیت نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ میں جب آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس سے دو سال بعد تک تو مجھے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کسی آدمی کی طرف توجہ فرما رہے ہیں اور کس ذکر، وظیفہ اور مجاہدہ وغیرہ کی تعلیم و تلقین ارشاد فرما رہے ہیں۔ البتہ اکثر اوقات ہمیں اپنی بایغات و تصنیفات کی کتابت اور مقابلہ و محنت کا حکم فرمادیا کرتے تھے۔ آپ کا کمال یہ تھا کہ ہر کام کرنے والے کو یہ محسوس ضرور ہوتا تھا کہ آپ اس کے پاس موجود ہیں اور اس کے یہ کام کروا رہے ہیں اس طرح عرصہ دو سال کا گزر گیا تو تب مجھے علم ہوا کہ میں اس دو سالہ دور میں کس قدر بلند مقام پر پہنچ چکا ہوں جس درجہ و مقام کا مجھے خواب و خیال میں بھی احساس نہیں ہو سکتا تھا۔

شیخ علی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عظام اپنے طالبوں اور مریدوں کے سلوک کی ملفوظ شریف: تربیت کرنے کی غرض سے دو طریقے عموماً اپناتے ہیں۔

1- پہلے مریدین کی خرابیوں کو انہیں کے عمل سے ہی دور کراتے ہیں بعد ازاں اپنی روحانیت سے کام لیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ انداز مرید کیلئے بڑی سخت اور مشکل ہے۔

2- مریدین کو خود انہیں کی حالت میں رکھتے ہوئے اس کی صفات میں تبدیلی کی کوشش کرتے اور اپنی روحانیت کے ذریعے آہستہ آہستہ اس میں وہ روحانیت پیدا کر دیتے ہیں جو مرید کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے یہی طریقہ آسان تر اور سودمند ہے۔

پیر و مرشد حضرت شیخ علی رحمہ اللہ عموماً علوم کی اشاعت و افادیت اور طالبان علم کی اشاعت علم:

مدد کرنے میں مصروف رہتے تھے کتابوں کی کتابت کا سامان فراہم کرنے میں بہت کوشش فرماتے تھے۔ سیاحی اپنے ہاتھ مبارک سے بناتے اور ہم لکھنے والوں کے ذریعے اس سیاحی سے لکھوایا کرتے تھے۔ غرب میں جو کتابیں مفید اور کم ملنے والی تھیں ان کی نقلیں کروا کر ان شہروں میں بھیجتے جہاں وہ کتابیں نہیں ہوتی تھیں اور جن کتابوں کی وہاں کے رہنے والوں کی ضرورت تھی۔

آپ کی مجلس مبارک میں اگر دوسرے لوگ مباحثہ کر رہے وقت مباحثہ آپ کا عمل:

ہوتے تو آپ اس بحث میں حصہ لینے کی بجائے خاموش

رہتے تھے۔ البتہ خاص مسائل کے تصفیہ میں ضرورت کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور ارشاد فرمایا کرتے تھے اگر کوئی آپ کی مجلس مبارک میں ایسی بات کہہ دیتا جس کی نفی اور اثبات کی دلیل نہ ہوتی تو آپ خاموشی سے سنتے رہتے اور کچھ بھی ارشاد نہ فرماتے تھے۔ کتب حقائق و اسرار اور توحید وغیرہ کے مشکل ترین مسائل بزرگوں کے طریقے کے مطابق نہایت آسان الفاظ میں سمجھاتے تھے۔

آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بزرگ عبودیت اور حفاظت انسانیت: اور مشائخ عظام کھانے پینے کے چند لمحوں کے

ملاوہ باقی سارا وقت عبادت اور انسانی حفاظت میں سے گزارتے تھے میرے پیر و مرشد حضرت شیخ علی ہجوئے کا دستور مبارک تھا کہ آپ اپنے لئے جو شوربہ تیار کر داتے تھے اس میں سے تھوڑا سا آپ چمک لیتے تھے باقی تمام اپنے ساتھیوں کو عطا فرما دیا کرتے تھے۔

آپ کے ایک نوکر کا نام کمال تھا لیکن وہ بد اخلاق غلام کے ساتھ حسن اخلاق: کمال درجے کا بد اخلاق اور بے ادب تھا

ہمیشہ کہ اس کرتار بہتا تھا جو جی میں آتا وہی کرتا اس کے باوجود پیر و مرشد اسے بڑا عزیز رکھتے تھے اس کی تمام بد اخلاقیوں برداشت کر جاتے تھے۔

حکایت: ایک دن وہ بد اخلاق غلام آپ کے لیے شوربہ پکا کر لایا اس میں نمک اتنا زیادہ ڈالا گیا تھا کہ نمک کی وجہ سے وہ شوربہ نہایت کڑوا ہو گیا آپ نے وہ شوربہ معمول کے مطابق چمکا تو اسے جھڑکنے اور ڈانٹنے کی بجائے صرف اتنا کہا کہ بابا کمال اوھر آؤ۔ پھر اسے اپنے پاس بٹھایا اور شوربے سے ایک چمچ بھر کر فرمایا ”لو! یہ تم کھاؤ اور دیکھو یہ شوربہ کیسا پکا ہے؟“ اس نے شوربہ چمکا اور شوربے کی زیادہ نمک کی کڑواہٹ کی وجہ سے منہ بناتے ہوئے کہا کچھ نمک زیادہ ہو گیا لیکن پھر بھی ہے بڑے مزے کا۔ آپ کھائے اس میں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا ”بہت خوب“ پھر آپ نے پانی منگو کر اس میں ڈالا اور وہی پانی سے ملا ہوا شوربہ نوش فرمایا۔

ایک دفعہ اس فقیر نے عرض کیا آپ اس بڑھاپے میں کتنے نفل عبادت و ریاضت: پڑھتے ہیں؟ ارشاد فرمایا جراتی میں تو بہت زیادہ نفل پڑھا کرتے تھا اب دن کے وقت تو ذکر خفی اور شغل الہی بھی جاری رہتا ہے اور علمی کتب کی تصنیف میں بھی

معروف رہتا ہوں۔ رات کے وقت بڑھاپے کی وجہ سے پیشاب زیادہ آنے کی بیماری لاحق ہوگئی ہے اس لیے دس بارہ مرتبہ پیشاب کرنے کے لیے اٹھنا پڑتا ہے اور ہر بار وضو کر کے حسب توفیق حق تعالیٰ دو دو، چار چار نفل کم و بیش ادا کرتا رہتا ہوں۔

ملفوظ شریف: آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں جوانی میں اجرت کتابت پہ زندگی گزارتا تھا اس میں سے بیوہ عورتوں کی مدد بھی کرتا اور اپنی ضروریات پہ بھی صرف کرتا تھا اور گر کہیں سے کچھ رقم مل جاتی تو حق تعالیٰ کو قرض دے دیتا تھا کیونکہ حق تعالیٰ کو قرض دینے سے بڑی وسعت اور خوش حالی پیدا ہو جاتی ہے۔

بزرگوں کے عرس پر صدقہ و خیرات: جب کوئی ایسی رقم آپ کے پاس آتی جس کے بارے میں آپ کو پختہ یقین ہوتا کہ یہ

۱۔ عرس:

عرس کے لغوی معنی ہیں شادی کے اسی لیے دوہا اور دہن کو عرس کہتے ہیں بزرگان دین کی تاریخ وصال کو اس لیے عرس کہتے ہیں کہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث پاک ہے کہ جب تکیرین فرشتے میت کا استحان لیتے ہیں اور وہ کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ میت کو کہتے ہیں۔ بعد مكنومة العروس الذی لا یوقظہ الا احب الہی یعنی تو اس دہن کی طرح سو جا جسے اس کے پیارے خاوند کے سوا کوئی نہیں اٹھا سکا۔ فرشتوں نے کامیاب ہونے والے کو چونکہ عرس فرمایا اسی لیے وہ دن بزرگوں کیلئے روز عرس کہلایا۔ کیونکہ وہ دن مجال معطلی کی دید کا دن ہے۔ تکیرین مجال معطلی دکھا کر کہتے ہیں تو ان کو کیا کہتا تھا وصال محبوب کا دن عرس کا دن ہے۔ اس لیے اس دن کو عرس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہر سال وصال کی تاریخ کے دن قبر کی زیارت فاتحہ اور صدقات و خیرات پہنچانا ہی عرس کہلاتا ہے۔

السنہ کے نزدیک عرس جائز اور مباح ہے اور احیاء اموات کیلئے فائدہ مند ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ ان النبی ﷺ مکان ہائی قبور الشهداء بالحد علی راس کل جمل (رواہ ابن ابی شیبہ) (نواد شامی جلد اول)۔

ترجمہ: یہ تک بلی کریم ﷺ شہداء احد کے حزاروں پر ہر سال کے کنارے پر حریف لے جاتے تھے۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے شہدائے احد کی قبور (حزاروں) کی زیارت کی۔ قبور کے لیے ہر سال تشریف لاتے تھے اور جب شعب کے قریب پہنچتے تو بلند آواز سے فرمانے اسلام علیکم (الی آخرہ) تم پر سلامتی جو اس کے بدلے میں جو تم نے مبر کیا تو کیا ہی اچھی حالت ہے تمہاری قیام گاہ میں پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح ہر سال کرتے رہے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی تشریف لاتے رہے۔

بہ نسبت ہوا کہ یوم وفات پر زیارت کی غرض سے خزارات پہ حاضر ہونا اور ایصال ثواب کرنا اور ان سے کسب فیض کرنا جائز ہے اور اسے ہی عرس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حلال کی کمائی سے ہے تو اس میں سے تمھوڑی سے رقم خود بھی خرچ کر لیتے تھے۔ آخر زمانہ میں بزرگوں کے عرس میں آپ کھانا نہیں کھلاتے تھے بلکہ کھانا کھلانے کی بجائے غرباء اور محتاجوں کو نقد رقم دیتے تھے اور اندازاً جتنی رقم کھانا کھلانے پر خرچ ہوتی ہے وہ سب نقدی کی صورت میں تقسیم کر دی جاتی اور تقسیم کا یہ طریقہ ہوتا کہ جسے جتنی رقم کی ضرورت ہوتی وہ خاموشی سے عطا فرمادیتے جب کہ اس کا کسی دوسرے کو پتہ نہ چل سکتا۔ اس طرح غرباء کی نقد رقم کے ذریعے امداد فرمادیا کرتے تھے۔ اور ارشاد فرماتے تھے کہ ”طعام کی مجلس اور جگھٹے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ (یہی طریقہ آج بھی اگر پیر صاحبان اور علماء حضرات کر دکھلائیں تو بہتوں کا بھلا ہوگا)۔ (اویسی غفرلہ)

حکایت: ایک وزیر مملکت نے ایک دفعہ پیر و مرشد کو دعوت دی اور عرض کی کہ غریب خانہ پہ تشریف لا کر خادم کو سر بلند فرمائیں اور برکت سے نوازیں آپ نے ارشاد فرمایا مجھے تو اپنے دولت خانہ پہ لے جانے سے معذور سمجھیں۔ فقیر یہاں سے ہی دعا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو برکات سے نوازے مگر جب اس دوریر نے زیادہ ہی اصرار کیا تو آپ نے انہیں ارشاد فرمایا فقیر تین شرائط پر حاضر ہو سکتا ہے۔
ضابطہ ۱: فقیر وہاں بیٹھے گا جہاں جی چاہے گا مجھے صدرات کے مقام پہ بٹھانے کی کوشش نہ کرنا۔

(مجھے اسلاف کا بقیہ عاشر) عرس کے بارے میں مولانا محمد امداد اللہ مہاراجی جو کہ مولوی رشید احمد اور اشرف علی قانونی کے پیر و مرشد ہیں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس لیے مقصود ایجاد اسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں باہم ملاقات بھی ہو جائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہنچا دیا جائے یہ مصلحت ہے تعین یوم میں۔ رہا خاص یوم و نقات کو مقرر کرنا اس میں اسرار غیبی ہیں ان کا اظہار ضروری نہیں، (فیصلہ ص 8) پھر آگے اس مسئلہ کے بارے میں اپنا مشرب ان لفظوں میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے۔ اور گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر حاضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے (فیصلہ ص 8) عرس کی خاطر سفر کرنے کے بارے میں اتنا یاد رکھنا ضروری ہے۔ سفر کی حرام کام کیلئے ہے تو حرام ہے۔ ہر جائز کام کی خاطر جو کام کیا جائے وہ سفر بھی جائز ہے۔ سفر کام کیلئے سفر بھی حرام اور فرض کے لیے سفر کرنا بھی فرض ہے جیسے حج فرض کی خاطر کیا جائے والا سفر فرض ہی ہے۔

جیسے دوستوں کی ملاقات، شادی، عیاد، علاج کی فرض وغیرہ جائز کام ہیں اس لیے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ کام تو جائز ہے مگر ان کاموں کی خاطر سفر تو حرام یا ناجائز ہے یا نہیں عرس کا جائز ہونا واضح ہے۔ جب عرس جائز و حرام نہیں بلکہ جائز ہے تو عرس کے لیے سفر ناجائز بھی جائز ہے۔ ناجائز یا حرام ہرگز نہیں ہے۔ بعض اوقات عرسوں پر ناجائز کام بھی ہوتے ہیں ان کی وجہ سے عرس کی خاطر سفر ناجائز بھی نہیں۔ یہ بیانہ بھی صحیح نہیں ہے ورنہ عیاد و شادی بھی حرام نہیں کیونکہ وہاں بھی بہت سے کام ناجائز ہوتے ہیں معلوم ہوا عرس منانا جائز ہے۔

شوط ۲: آپ یہ کھائیں، آپ یہ کھائیں اس قسم کا اصرار نہ کرنا میں جو چاہوں گا کھاؤں گا۔

شوط ۳: جب چاہوں گا اٹھ کر آجاؤں گا زیادہ دیر بٹھانے کی کوشش نہ کرنا۔

اس وزیر نے تین شرائط تسلیم کر لیں تو آپ نے ارشاد فرمایا میں انشاء اللہ تعالیٰ کل آؤں گا۔ آپ نے چند روٹی کے ٹکڑے تھیلی میں ڈالے جو ہمیشہ اپنی گردن میں لٹکائے رکھتے تھے۔ اکیلے ہی وزیر کے محل میں تشریف لے گئے۔ اور دروازے کے نزدیک ہی بیٹھ گئے حالانکہ وزیر مملکت نے شاہانہ انداز سے فرش فروش وغیرہ کا انتظام کیا تھا۔

وزیر نے عرض کی آپ یہاں صدارت والی کرسی پہ تشریف لائیں۔

پیر مرشد نے ارشاد فرمایا ”شرط یہ تھی کہ جہاں میرا جی چاہے گا بیٹھوں گا۔“

وزیر کی شرط یاد آگئی اس لیے خاموش ہو گیا۔ پھر جلدی جلدی مختلف قسم کے کھانے دسترخوان پہ پہنچنے لگے وزیر نے عرض کیا ”پیر و مرشد“ تناول فرمانا شروع فرمائیں۔

آپ نے اپنی ہی تھیلی سے چند ٹکڑے نکالے اور کھانا شروع کر دیا۔ وزیر نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کچھ کھالیں مگر آپ نے اس کے دسترخوان کی کوئی بھی چیز نہ چھچی اور ارشاد فرمایا کہ شرط یہ تھی کہ جو کچھ میرا جی چاہے وہی کھاؤں گا۔ ”اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور خدا حافظ کہتے ہوئے فرمایا یہی شرط تھی کہ جب جی چاہے گا پس آجاؤں گا“ السلام علیکم کہا اور آپ واپس اپنے مقام پہ تشریف لائے۔

بزرگوں کی زیارت کے لیے سفر کرنا: میں مصنفہ کتاب (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) سے انہی حضرت شیخ

۱۔ بزرگوں کی زیارت کے لیے سفر کرنا سنتِ کلیم اللہ ہے قرآن حکیم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی خاطر حضرت یعقوب علیہ السلام نے سفر کیا۔ قرآن شریف میں بہت قسم کے سرائیات ہیں لہذا بزرگوں کی زیارت کی خاطر سفر کرنا سنتِ کلیم اللہ، سنتِ صحابہ کرام، سنتِ تابعین، بزرگانِ دین اور سنتِ علمائے اسلام ہے لہذا باعثِ اجرِ عظیم ہے۔ نجدی اور وہابی ہندی و پاکستانی، حزارت کے سفر کو حرام کہتے ہیں ابن تیمیہ نے قواعد الصراط المستقیم میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد خضراء (حزارِ رسول) کی نیت سے جانے کو بھی حرام کہا ہے اور وہابی نجدی اور وہابی پاکستانی بھی اسی کی اتباع میں اب بھی وہی کہتے ہیں جو ابن تیمیہ کہ گیا۔ اگرچہ صاف کہنے۔ ”محدث“ اپنی تعقیفات بالخصوص حج کی کتابوں میں اتنا ضرور لکھتے ہیں کہ مدینہ شریف جاؤ تو سفرِ مسجد نبوی منہاجہ۔۔۔ کی بھی زیارت کر لینا۔

عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میرا مرشد حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظمہ میں قیام فرما رہے تھے دو مغربی باپ بیٹا مکہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے۔ دونوں بزرگ بہت عبادت گزار تھے بیٹا دس پندرہ دن بعد کھانا کھاتا اور باپ چار پانچ دن کے بعد کھانا تناول فرماتا۔ آپ نے ان دونوں بزرگوں کی تعریف سنی تو آپ ان سے ملنے کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن کمزوری کی وجہ سے پیدل چل نہیں سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا تو ایک تندرست اور طاقتور آدمی آپ کو کندھوں پر سوار کر کے ان دونوں مغربی بزرگوں کے پاس لے گیا۔ آپ اپنی کتاب حکم کبیر اور اپنے خادم کو بھی ساتھ لے گئے جب انہیں معلوم ہوا کہ شہر کے مشہور معزز حضرات ملاقات کے لیے آرہے ہیں جن کے آنے کی وجہ سے ہم مشہور ہو جائیں گے جس وجہ سے ہماری عبادت میں خلل واقع ہوگا۔ اس بنا پر ان دونوں بزرگوں نے ہمارے پہنچنے پر ہم سے بے التفاتانہ سلوک کیا چنانچہ میرا مرشد نے مجھ (عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ) سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ دونوں ہمارے ساتھ کیسے بے رخی سے پیش آرہے ہیں بوجھ سمجھتے ہوئے ہمیں اپنے پاس سے نکالنا چاہتے ہیں اس کے بعد میرا مرشد نے ان دونوں بزرگوں سے فرمایا ہم نے اپنے مشائخ کے چند اقوال جمع کئے ہیں وہ سنئے میرا مرشد نے میری طرف توجہ فرمائی میں نے چند اقوال سنائے ان دونوں بزرگوں میں کچھ گرمی کے آثار ظاہر ہوئے وہ دونوں بے اختیار ہو کر کھل کر بیٹھ گئے اظہار مسرت کرنے لگے اور ذوق و حال طلب کیا۔ اس واقعہ کے بعد وہ دونوں بزرگ ہمیشہ میرا مرشد کی قیام گاہ پہ آتے تھے اور استفادہ کرتے تھے بالآخر دونوں ہمارے میرا مرشد کے مرید ہو گئے۔

ہماری مرشد متوکل تھے آپ کو حصول رزق کے اسباب کسی وسیلہ کے بغیر ہی حاصل ہوتے تھے عموماً مقصد برآری کے پیش نظر دیکھا گیا کہ پانی کنوئیں کی تہہ میں ہے اور پیاسے ہرن حسرت سے پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ اچانک پانی اوپر آنے لگا یہاں تک کہ کنوئیں کے کنارے تک پہنچا۔ ہرن پانی پی کر واپس چلے گئے اور وہی بہتا ہوا پانی ہم نے بھی پیا ہے۔

میرا مرشد حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کسب حلال کے ذریعہ جو کمائی کی جائے وہ برباد نہیں ہوتی اور اگر کہیں گم بھی ہو

کسب حلال کی کمائی:

۱۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ الکا سب حبیب اللہ حلال روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔
 (۲) مشکوٰۃ شریف میں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”بھی کسی نے اپنے ہاتھ کی محنت کی۔ روزی سے بہتر کوئی کھانا نہیں کھایا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی (حضرت داؤد علیہ السلام) اپنے ہاتھوں کی محنت سے کمائی ہوئی روزی کھاتے تھے۔
 تو مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، رزق حلال کھاؤ۔ رزق حلال کھانے سے اللہ بھی خوش اور دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ مزید تفصیل فقیر کے رسالہ رزق حلال کے اسباب و وظائف پر ہے۔ (اویسی غفرلہ)

جائے تو وہ کم شدہ چیز دوبارہ مل جاتی ہے۔

کرامت: میرا اپنا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ ہم کشتی پر سوار ہو کر ایک کھاری سمندر میں سفر کر رہے تھے اچانک سخت طوفان آیا۔ اس طوفان کی وجہ سے ہماری کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ ہم میں سے کئی آدمی ایک ایک تختے کے سہارے ساحل تک جا پہنچے جو کتابیں ہمارے پاس تھیں وہ سب پانی سے بھیگ گئیں ہم چونکہ پیدل سفر کر رہے تھے اس لیے ہم نے وہ تمام کتابیں عرب کی سرزمین میں ایک گڑھا کھود کر دفن کر دیں۔ اس مقام پہ ایک خاص قسم کی نشانی بنا کر ہم پیدل ہی مکہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے پیاس کی وجہ سے ہم ہلکان ہو گئے اور سرزمین عرب میں پانی کا دور دور تک کوئی نشان بھی نہ تھا کئی ساتھیوں نے پیاس کی شدت سے مجبور ہو کر کہا کہ اب دعا کا وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پانی عطا فرمادے۔ میں نے جواب دیا۔ میں دعا کرتا ہوں اور آپ سب آمین کہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعا قبول فرماتے ہوئے اتنا پانی برسایا کہ ہم سب نے خوب جی بھر کر پانی پیا اور اپنے اپنے مشکیزے بھی بھر لئے۔ چند دن کے بعد ہم مکہ المکرمہ پہنچے۔ خانہ کعبہ شریف کا طواف و عمرہ کیا۔ مفاد مر وہ کے درمیان سعی بھی کی۔ اسی اثنا میں چند دیہاتی عرب ہمارے پاس آئے اور کہا ”ہمارے پاس چند کتابیں ہیں اگر آپ چاہیں تو وہ قیسا خرید سکتے ہیں۔ جب ہم نے کتابیں دیکھیں تو وہی ہماری کتابیں تھیں جو ہم نے دفن کر دی تھیں مختصر یہ کہ جو دام انہوں نے مانگے وہ دے کر وہ کتابیں ہم نے خرید لیں۔ کتابوں کے ورق بھیگ کر خشک ہونے کی وجہ سے آپس میں چپک گئے تھے ہم نے پھر انہیں بھگو کر تمام اوراق جدا کئے۔ ان میں کوئی بھی حرف ضائع نہ ہوا اس طرح وہ تمام کتب پھر سے استفادہ کے قابل ہو گئیں۔

حضرت حاجی نظر بد خشتانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ حاجی نظر بد خشتانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے کامل ولی تھے۔ آپ نے ماوراء النہر، شام اور مصری علماء سے علوم حاصل کرنے کے بعد وہاں کے مشائخ سے ریاضت و مجاہدہ کی تلقین حاصل کی تھی اور حج کے بعد مکہ المکرمہ میں بڑے بڑے کام کرنے کے بعد ایک بڑی بزرگ شخصیت کے مالک بنے۔

آپ ظاہر و باطن میں نفس کی تکمیل فرما چکے تھے۔ اہل اللہ کہلاتے تھے۔ مجھ فقیر

عبدالوہاب (رحمۃ اللہ علیہ) کی بھی ان سے ملاقات ہوئی اور میرے خیال کے مطابق وہ واقعی ولی اللہ تھے۔ یہ بھی میرے پیرومرشد حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت و اعتقاد سے ہر شار تھے عموماً آپ کے پاس خصوصی طور پر حاضر ہوتے تھے۔

حکایت: ایک دفعہ پیرومرشد کا ایک خصوصی آدمی میرے پاس تشریف لایا اور کہنے لگا کہ آج پیرومرشد پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہے اور جو ان نظر آرہے ہیں آج آپ کی حالت بہت اچھی معلوم ہو رہی ہے۔ آپ کو طلب فرما رہے ہیں میں (حضرت عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ) فوراً حاضر ہوا دیکھا کہ حضرت صاحب اپنی اصلی حالت میں ہیں لیکن کچھ شکرونیخودی کے آثار محسوس ہوئے۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا ”مرحبا خوش رہو“ اس کے بعد مہربانیاں کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”ہم پہ آج ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی تھی اور ہم سے کچھ خرق عادت بھی ظاہر ہوئیں اسی لیے تمہیں بلایا تھا کہ مزید ایقان ہو جائے اور اس حالت کو تم بھی دیکھ لو“۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا ”عبدالوہاب! تم اہل یقین میں شمار ہوتے ہو۔ تمہیں کسی خرق عادت کا م دکھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے“ اس کے بعد میں واپس چلا آیا۔

غیر مسنون لباس سے نفرت: سلطان محمود گجراتی عموماً پیرومرشد کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا کرتا تھا چونکہ وہ غیر مسنون لباس پہنتا تھا

اس لیے پیرومرشد حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے اور نہ ہی اس کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ وہ علماء و علماء جیسا لباس پہن کر آیا تو آپ نے اس کی طرف خوش ہو کر دیکھا جس پر سلطان محمود گجراتی نے التماس کی کہ آج پیرومرشد ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائیں تاکہ ہم سب آپ کے مطابق عمل کر سکیں۔

کرامت: مشہور ہے کہ سلطان محمود گجراتی کو پانی کے بارے بہت وسوسے آتے تھے اس میں بڑا شاک تھا۔ کسی طرح بھی یہ کیفیت دل سے نہ نکلتی تھی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ مسلمانو! یہ ہے ہمارے بزرگوں کا عمل اور ہمارا عمل کیا ہے۔ اسلامی ملک پاکستان کے کلی کوچوں، شہروں اور دیہات ہر جگہ پر دیکھیں۔ ہمارا عمل گھر کر سامنے آجائے گا ہم غیروں کے لباس میں ملبوس ہونا ایک کارنامہ سمجھتے ہیں۔ مسلمانو! غور کرو۔ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے لباس کے مطابق لباس پہنے سر پہ تاج مومن عمامہ سجائے، اپنے لباس کے ذریعے اللہ کے محبوب اولیاء کرام اور رسول کریم ﷺ کا لباس یاد دلانے اسے آج کل اسلامی ملک کے بڑے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا بلکہ اکثر ورمی کے نام پر قانونی طور پر مسنون لباس سے روکا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں غیر مسنون لباس سے بچائے اور مسنون لباس پہننے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک طشت منگوا یا اس میں تین بار اپنی ٹوپی دھوئی اور پانی پھینک دیا۔ اس طرح تین بار کیا۔ چوتھی بار اس طشت میں پاک و صاف پانی بھر دیا۔ پھر ارشاد فرمایا بابا محمود یہ پانی اب اسلامی شریعت کے لحاظ سے بالکل پاک و صاف ہے اس میں کسی قسم کا شک و شبہ کرنا وسوسہ ہے اور وسوسہ شیطانی کام ہے۔ لہذا اب یہ پانی پی لو اور کوئی وسوسہ اور شک دل میں نہ لاؤ۔

چنانچہ آپ کے کہنے پر سلطان محمود گجراتی نے وہ پانی پی لیا۔ وہ پانی پیتے ہی سلطان محمود گجراتی کے دل سے وسوسہ اور شک کی بیماری ہمیشہ کے لیے دور ہو گئی۔

وفات: حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات میں ایک کتاب تحریر کی ہے جس کا نام ”اتحاف النبی فی فضل شیخ علی المتقی رکھا ہے“۔ اس کتاب

میں ہے کہ پیر و مرشد حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ ۹۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ اس سے ایک سال قبل یعنی ۹۷۴ھ میں مکہ المکرمہ میں آپ کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو مکہ المکرمہ کے تمام بڑے بڑے علماء فضلاء اور متقی پرہیزگار لوگ اور مشائخ عظام جوق در جوق آپ کے مکان پر حاضر ہوئے لیکن آپ کے مکان پر آپ کو خوش خوش اور تندرست دیکھ کر حیران ہو گئے۔ حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے سب کو مکرر توبہ کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا ”ہمارے جیسے ایک آدمی پہ موت طاری ہوئی اور موت کے بعد حالات دیکھے تو بارگاہ رب العزت میں عرض کرنے لگا کہ یا اللہ اب مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا اب امید ہے کہ وہ موت سے کبھی غافل نہ ہوگا جیسے یہ فقیر اپنی اپنی موت سے غافل نہیں ہے۔

فائدہ: حضرت پیر و مرشد اپنی موت والی مرض میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں قطب وقت ہوں اور (یاد رکھو) مقام قطب کے لیے بھی سکرات موت کی شدتیں لازمی ہیں۔ ان سکرات موت کی شدتوں کے ذریعے درجات بلند ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر تم مجھ رموت کی سختی دیکھو تو اعتقاد میں کمی نہ کرنا۔

حیات بعد الممات: اس کے بعد پیر و مرشد نے مجھے ارشاد فرمایا کہ مجھے دفن کرنے کے

ایک عرصہ بعد میری تمہاری دنیوی زندگی کی باہمی نسبت کے لحاظ سے میری روح ایک مقام پہ پہنچ جائے گی اور میری صورت بھی مفقود ہو جائے گی (لیکن اس وجہ سے) بالکل نہ ہو جانا اور میری صورت کا تصور پیش نظر رکھنا اور میری قبر کے پاس دعاؤں اور تلاوت قرآن حکیم

رکھنا تاکہ خاص نسبت وہاں سے پیدا کر سکواس کے بعد جہاں جی چاہے چلے جاتا اور خوش و غم رہتا۔
جنات: شیخ کے وصال سے دو ماہ پہلے آپ کے پاس دو گرہ جنات کے آنے جانے لگے۔ ان
 میں سے ایک گروہ بطریق اعتقاد اور محبت، اردات و الفت آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا اور
 دینی فائدے حاصل کرتا۔ نیز تجدید توجہ، اخوت اور رشد و تربیت بھی سیکھتا اور آپ کی قدم پوسی سے
 بھی شرف حاصل کرتا تھا۔ جب کہ دوسرے گروہ میں ایسے جن بھی تھے جو آپ سے بغض اور دشمنی
 رکھتے تھے آپ کی ولایت کے منکر تھے۔ یہ جنات آپ سے دشمنی کے ساتھ پیش آتے۔ کبھی عیسائیوں
 فاسقوں اور بدکار لوگوں کی شکلوں میں آتے اور گفتگو نہ کرتے بلکہ آپ ان کے نام خط لکھ کر دے
 دیتے تھے۔ پیر و مرشد کے ان خطوط میں سے دو خطوط مجھ فقیر (حضرت شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ) کے
 پاس بھی موجود ہیں۔

پہلا خط مبارک: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ درود و سلام ہو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر منجانب بندہ حق
 تعالیٰ علی ابن حسام الدین متقی بنام بزرگ جن سلامتی ہو اس پر جس
 نے بھی ہدایت اور رشد کی پیروی کی۔ عرصہ سے تم ہمارے پاس آرہے ہو۔ لیکن کچھ گفتگو نہیں کرتے
 تاکہ تمہارے تشریف لانے کا مطلب معلوم ہوتا۔ میرے دوستوں میں سے ایک شخص عبدالوہاب
 ہے اگر تم چاہو تو اس کے پاس جا کر اپنا مطلب بیان کر دو تاکہ ہم تمہاری مدد کر سکیں یا اللہ ہم پر حق
 واضح کر دے اور حق کی پیروی کرنے کی طاقت عطا فرما اور باطل کو باطل کی شکل میں دکھا دے۔ اور
 ہمیں ہر طرح کی باطل پرستی سے محفوظ رکھ۔ یہ خط تمہارے نام اور تمہاری قوم کے نام ہے والسلام۔
دوسرا خط مبارک: اللہ تعالیٰ کے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں جس نے انسانوں اور جنوں کو
 صرف اپنی عبادت یعنی عرفان کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ
 تم پر رحمتیں نازل فرمائے اس بات کا یقین کر لو کہ حق تعالیٰ نے تمہاری تخلیق صرف اپنی معرفت
 کے لیے ہی کی، تمام علماء اور عرفاء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت صرف علم و عقل اور دانائی
 کے ذریعے ہی حاصل ہوتی ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ کے بندوں سے سلسلہ گفتگو بند کر لیتا ہے یا بذریعہ
 عقل و نیکی اور ہدی، شرارت اور نفع کا علم ہی نہیں رکھتا تو حق تعالیٰ کے عرفان کی دولت نہیں ملتی۔
 اس لیے لوگوں سے سیل جول میں اپنی گفتگو کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت کے طریقے
 حاصل کرو اور ہادی اور رہنما شخصیات کی فہرست میں اپنے کاموں کا اندراج کروالو۔ اللہ تعالیٰ کا

جو حق مجھ تھا میں نے پہنچا دیا ہے اپنے فریضہ سے میں سبکدوش ہو گیا ہوں۔ یہ نصیحت جو میں نے کی ہے اس پہ جس کا جی چاہے عمل کرے۔

وفات سے چند ماہ قبل: حضرت شیخ علی ہسینہؒ پر وصال سے قبل ایک جذبہ طاری تھا۔ آپ کی تمام حرکات و سکنات میں ایک نیا انقلاب رونما تھا۔ آپ نے اپنے وصال سے تقریباً تین چار ماہ قبل ماہ صفر ۹۷ھ کی ایک رات مجھے ارشاد فرمایا کہ فلاں شاعر کا شعر پڑھو۔ میں نے اپنی فراست کے مطابق یہ شعر پڑھا:

ہر گز نیاید در نظر نقشے ز رویت خوہتر

شمسے ندانم یا قمر حورے ندانم یا پری

ترجمہ: تیرے چہرے سے بڑھکر مجھے کوئی حسین چہرہ نظر نہیں آتا۔ نہ میں سورج کو جانتا ہوں نہ چاند کو نہ حور اور پری کو۔

یہ شعر سنتے ہی آپ کی حالت عجیب سی ہو گئی انہوں نے اونچی آواز میں ارشاد فرمایا کہ پڑھتے ہی جاؤ پڑھتے ہی جاؤ چنانچہ خادم نے یہی شعر کئی بار دہرایا۔ اس دوران آپ نے محبت کی باتیں بہت ارشاد فرمائیں اور شور انگیز نالے کرتے رہے یہی حالت ابھی تھی کہ ملازم آیا اور اس نے کہا کہ کھانا حاضر ہے۔ آپ کا دستور یہ تھا کہ آپ کے کھانے کو اتنا زیادہ کوٹا جاتا کہ اس کے تمام ذرات ایک جز ہو جاتے اور یہ پہچاننا بھی مشکل ہو جاتا کہ کون کون سی چیزیں اس غذا میں شامل ہیں۔ آپ نے اس ملازم کو ارشاد فرمایا کہ اسے پیس کراتنا باریک کر دو کہ اس کی تمام اشیاء یکجان ہو جائیں اور اس کے ذرات اس طرح آپس میں مل جائیں کہ انہیں پہچانا نہ جاسکے اور دوئی نہ رہے جیسا کہ اس دوہرے میں ہے۔

”سن سہیلی پریم کی مامتا“۔ یوں مل رہے جوں دودھ بناتا

اے سہیلی پریم کی مامتا آپس میں ایسے مل جاتے جیسے دودھ اور کھانڈ۔

مختصر یہ کہ تمام رات پیر و مرشد حضرت شیخ علی ہسینہؒ کی یہی حالت رہی۔ اس رات بھی گزشتہ راتوں کی طرح ہم سب آپ کے ساتھ ہی جاگتے رہے آپ ساری رات محبت بھرے کلمات ارشاد فرماتے رہے نیز مجھ فقیر (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہسینہؒ) سے حضرت شیخ علی ہسینہؒ کے یہی مرید حضرت شیخ عبدالوہاب ہسینہؒ ارشاد فرماتے تھے کہ اسی زمانہ وصال سے قبل

میں پیر و مرشد حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر جبری بکثرت پوری طاقت اور ذوق و شوق سے کرتے تھے۔ اور حضرت شیخ کی جسمانی حالت کا یہ حال تھا کہ نشست و برخاست اور حرکت کرنے کی بھی طاقت نہ تھی۔ جب کہ ذکر کے وقت آپ کی یہ حالت ہو جاتی تھی گویا کہ آپ خود اپنی آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں اور کبھی اسے بھگاتے بھی تھے اسی حالت میں ارشاد فرمایا معلّٰی میں قبر بنوا لینی چاہیے تاکہ رخصت ہونے سے پہلے ہی منزل مقرر ہو جائے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ہم کب تک زندہ رہیں گے اور کب وفات پائیں گے اور یہ مقبرہ عام مسلمانوں کا ہے۔ وفات سے پہلے ہی لوگوں کی جگہ پہ قبضہ کر کے انہیں تنگ کرنا بھی تو مناسب نہیں ہے وفات کے بعد لوگ جہاں چاہیں گے دفن کر دیں گے۔ آپ اسی حالت میں مقام قطبیت کے خاص لباس وضع قطع کو ظاہر کرتے تھے آپ نے وصال سے تھوڑی دیر ہی پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ جب تک میری شہادت کی انگلی حرکت کرتی رہے اس وقت تک میرے زندہ ہونے کا یقین رکھنا اور جس وقت میری شہادت کی انگلی حرکت نہ کرے اور بالکل رک جائے تو سمجھ لینا کہ میری موت واقع ہو چکی ہے اپنی آنکھوں سے ہم نے دیکھا کہ آپ کے انتقال کے بعد جب آپ کے جسم اطہر میں کسی بھی قسم کی گرمی باقی نہیں تھی مگر آپ شہادت کی انگلی متواتر متحرک رہی۔

حضرت پیر و مرشد شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے صبح سویرے ۲ جمادی الآخر ۹۷۵ھ میں اس طرح وفات:

وصال فرمایا کہ آپ کا سر مبارک مجھ فقیر (حضرت عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ) کے زانو پر تھا اور آپ کے لبوں پر ذکر حق جاری تھا۔

آپ کی تاریخ وفات قضیٰ نجہ ہے اور بعض لوگوں نے آپ کی تاریخ وفات شیخ مکہ اور "متابعت نبی" بھی نکالی ہے آپ ۸۸۵ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

کرامت بعد وفات: پیر و مرشد کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ آپ کی وفات کے بارہ

چودہ سال بعد آپ کے ایک بھتیجے کے صاحبزادے سیدی احمد کا انتقال ہو گیا۔ مکہ شریف کے رسم و رواج کے مطابق لوگوں نے کہا کہ سیدی احمد کو کسی ولی اور مشہور صالح کی قبر میں پہلے اس طرح رکھا جائے جیسے حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی قبر شریف میں رکھا گیا تھا۔ چنانچہ سیدی احمد کی میت کو حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک میں رکھنے کی تجویز منظور کر لی گئی جب حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور کھودی گئی تو کیا دیکھا کہ آپ کا جسم

اطہرجوں کا توں اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ حالانکہ مکہ المکرمہ کی زمیں کا یہ حال ہے کہ تین چار ماہ کے عرصہ میں ہی میت بالکل مٹی بن جاتی ہے اس کے جسم کا کوئی حصہ بھی نظر نہیں آتا۔

عظمت اولیاء بعد از وصال: میں مصنف کتاب (حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

قیام مکہ کے دور میں ہمیشہ حضرت شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا رہتا تھا اور ان کے ساتھ ہی حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پہ بھی جایا کرتا تھا میں ایک دن اکیلا ہی حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر گیا اور اپنی حالت کہہ کر ان سے بشارت چاہی چنانچہ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ مقام خنی میں ایک تخت پر تشریف فرما ہیں اور میں ان کے سامنے کھڑا ہوں اور کہہ رہا ہوں میں آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب سے ملاقات کرتا رہتا ہوں آپ مہربانی فرما کر ان سے سفارش کر دیجئے کہ وہ زیادہ توجہ فرما کر میری طرف شفقت اور مہربانیاں فرمائیں۔ یہی جملے مزار پر میں نے بار بار کہے۔ حضرت شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا مطلب پورا ہو جائے گا آپ مطمئن رہیں والسلام۔

کتاب اصول طریقت کی عبارت کا ترجمہ: ممالک مغربیہ کے مشہور شیخ حضرت شیخ احمد برزق رحمۃ اللہ علیہ کی

کتاب اصول طریقت کی شیخ حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ نے تشریح کی ہے اور ان کے پورے متن کو اپنی کتاب میں تحریر فرمایا ہے چنانچہ اس عبارت کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اصول طریقت پانچ: حضرت شیخ احمد برزق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے اصول طریقت پانچ ہیں۔

1- پوشیدہ و علانیہ اللہ تعالیٰ کا خوف و تقویٰ۔

2- تمام اقوال و افعال میں سنت نبوی کی پیروی۔

3- ذلت و اقبال مندی دونوں حالتوں میں خلق خدا سے الگ رہنا۔

4- کثرت و قلت اور افلاس و دولت مندی کے زمانہ میں راضی برضائے الہی رہنا۔

5- علانیہ اور خفیہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں رجوع کرتے رہنا۔

اصول طریقت کی وضاحت: اس کی تشریح یہ ہے کہ رجوع اور استقامت کی وجہ سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ خوش اخلاقی اور تحفظ کی

وجہ سے سنت نبوی کی پیروی نصیب ہوتی ہے۔ لوگوں سے علیحدگی تو کل و صبر اور برداشت کی وجہ سے میرا آتی ہے۔ اشاعت اور اپنا سب کچھ حق تعالیٰ کے سپرد کر دینے کے بعد راضی برضا حق تعالیٰ حاصل ہوتی ہے۔ تکالیف میں اللہ کے حضور التجائیں اور خوشیوں میں اللہ تعالیٰ کے شکر و حمد کی وجہ سے رجوع الی اللہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ سب پانچ اصول ہیں یعنی بلند ہمتی حرمت الہی کی حفاظت، حسن خدمت، پکارا ارادہ اور نعمتوں کی عظمت کیونکہ بلند ہمتی کی وجہ سے مراتب بلند ہوتے ہیں اور جو کوئی بھی احکام الہی کی حرمت کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے اور جو کوئی حسن خدمت سے کام لیتا ہے تو اسکی کرامات زیادہ ہوتی ہیں اور جو کوئی پختہ ارادہ رکھتا ہے تو اسکی ہدایت اور رہنمائی عام ہو جاتی ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی عظمت کرتا ہے تو لوگ اسے اپنی آنکھوں پہ بٹھاتے ہیں اور اس کے احسانات کے گن گاتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔

معاملات کے پانچ اصول: 1- احکام خداوندی کے اجراء کے لیے علم پڑھنا۔

- 2- بصیرت کے حصول کیلئے مشائخ عظام کی صحبت میں رہنا۔
- 3- حفاظت کے لیے تاویلات ترک کر دینا۔
- 4- حضوری کی خاطر پابندی اوقات و وظائف پڑھنا۔
- 5- اپنے نفس کو ہر معاملے میں ذلیل و کمتر کرنا تاکہ خواہشات نفس سے آزاد ہو کر سلامتی حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وإن تعدل کل عدل لا یؤخذ منها اور ارشاد گرامی ہے کہ۔

وما ابری نفسی ان النفس لا مارة بالسو الا مارحمہ ربی۔

اور میں اپنے نفس کو بے تصور نہیں بناتا بے شک نفس تو بڑا حکم دینے والا ہے۔

علاج کے پانچ اصول: جس چیزوں سے بیمار امراض کا علاج کیا جاتا ہے اس کے بھی پانچ اصول ہیں۔

- 1- کم کھانا۔
- 2- مشکل کے وقت اللہ تعالیٰ سے التجا کرنا۔

- 3- فتنہ و فساد کے مواقع اور شرارتوں کے مقام سے دور ہٹ جانا۔
 - 4- خلوت و جلوت میں ہمیشہ استغفار اور درود و سلام پڑھتے رہنا۔
 - 5- ساتھی اس شخص کو بنانا جو خود بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پر گامزن ہو اور دوسروں کو بھی آگاہ کرتا رہے۔
- وصیت:** حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ محبوب خدا علیہ السلام کی وصیت ہے۔

- 1- جہاں ثواب کی امید ہے وہاں جاؤ۔
- 2- جہاں گناہ نہ ہو سکے کا یقین ہو وہاں بیٹھو۔
- 3- اس کے ساتھ رہو جو اطاعت الہی کی تلقین کرتا ہو۔
- 4- اپنے نفس کی اس وقت تعریف کرو جب یقین زیادہ ہو۔
- 5- حسب ضرورت اور تھوڑا کہو۔

فرمان شاذلی رحمہ اللہ: دنیا داری کی طرف جو شخص تجھے توجہ دلائے وہ حقیقت میں فریب کرنے والا ہے۔ اور متقی وہ شخص ہے جو تمہیں اچھے کام کرنے کا کہے۔ اور جس نے تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ بتائی یقیناً اس نے تجھے نصیحت کی۔ تقویٰ کو اپنا وطن بناؤ کہ پھر نفس کا ہرج مرج عیب گناہ اور عام چیزوں کا خوف تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

بلاؤں کی تین جڑیں: میں کہتا ہوں۔

- 1- عام چیزوں کا خوف۔
- 2- گناہوں پر اصرار۔

3- عیبوں پر خوش ہونا یہ تینوں چیزیں بلاؤں، مصیبتوں اور مشکلات آنے کی جڑیں ہیں۔

فقراء پانچ چیزوں میں گرفتار: اس زمانہ کے فقراء ان پانچ چیزوں میں گرفتار ہیں۔

- 1- علم پر اپنی جہالت کو مقدم رکھتے ہیں

- 2- اپنی بکواس پر غرور اور ناز کرتے ہیں۔
- 3- اسلامی احکام کی تعمیل نہ کرنے پر دلیر ہیں۔
- 4- اپنی روش پر مغرور ہیں۔
- 5- مقررہ شرائط کے بغیر آمدنی اور فتوح کی جلدی کرتے ہیں اس لیے ان پانچ چیزوں میں گرفتار ہیں۔

1- بدعت۔

- 2- باطل پرستی۔
- 3- ذاتی خواہش پر عمل۔
- 4- کمزور اور نا کارہ چیزوں کی طلب۔
- 5- جھوٹے دعوے۔

اس وجہ سے انہیں عبادت میں دوسو سے آتے ہیں عادت اور فطرت الہیہ سے دور ہو جاتے ہیں ہر وقت گمانے سنتے ہیں۔ حتی الامکان خدائی احکام چھوڑتے ہیں اور خاص چیز یہ ہے کہ عوام کے ساتھ بالخصوص بے ریش لڑکوں اور نوجوان لڑکیوں کی صحبت گرم رکھتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو قومی کام، قومی لگاؤ، قومی حوادث اور قومی ترقی اور استحکام سے بالکل ہی تعلق نہیں رکھتے ہیں اگر وہ ذرا غور سے دیکھیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ قومی کاموں سے جدا ہو جانا، گانا سنا، حالات محلہ سے بے خبر رہنا اور اقبال مندی سے دور بھاگنا ان کی موت اور ان کے ساتھیوں کی حقیقت میں موت ہے۔ من گھڑت باتیں کہنا۔ جبر و ظلم و ستم، غفلت جہالت کا تصوف اور لڑکوں کے ساتھ صحبت گرم کرنا یہ تمام وہ چیزیں ہیں جو دنیا میں شرم کا باعث ہیں اور آخرت میں عذاب لائیں گی۔

سیدی ابو مدین رضی اللہ عنہ کا بیان

حضرت سیدی ابو مدین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جو بھی تمہارے طریقہ کے خلاف ہو اگرچہ سات سال کا بچہ ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ نہ رہو کیونکہ ایسا بچہ کسی ایک حالت پہ قائم نہیں رہتا اسے جو کچھ سکھایا جاتا ہے تو وہ اسے نہیں کرتا یا پھر اسے بھول جاتا ہے۔ طوائف زادوں اور گانا بجانے والوں سے تو بالکل ہی علیحدہ رہو۔ یاد رکھو! جو کوئی اپنے آپ کو اللہ والا کہلاتا ہو اور حالت اس کی یہ ہے کہ وہ احکام الہی کی نافرمانی کرتا ہو، تصنع یعنی بناوٹ کرتا ہو حریص ہو، بندوں میں پھوٹ ڈالتا ہو۔ شرعی امور صحیح طور پر بجانے لاتا ہو تو ایسا شخص صاف جھوٹا ہے لپٹاٹا اور بہر و پیما ہے۔

مرید میں پانچ چیزیں پیدا کرے: شیخ پر لازم ہے کہ اپنے مرید میں پانچ چیزیں پیدا کرے۔

علم صحیح، ذوق صریح، بلند ہمتی، ہر حالت میں خوش رہنا، بصیرت نافذہ۔

سخت بری چیزیں: اس کے برعکس یہ پانچ چیزیں جس شخص میں بھی ہوں گی اس کی اصلاح کوئی بھی پیر یا شیخ نہیں کر سکتا۔

جہالت، مسلمانوں کی ذلت، دخل در معقولات، خواہشات کی پیروی، بد اخلاقی۔
 مرید کو اپنے بھائیوں اور شیخ کے ساتھ درج ذیل پانچ امور کا لحاظ
 قابل لحاظ پانچ امور: رکھنا ضروری ہے۔

- 1- تعمیل احکام بموجب اسلام۔
 - 2- ممنوعات اسلامیہ سے پرہیز۔
 - 3- زندگی موت اور غائب و حاضر ہونے کی حالت میں بھی عزت کرنا۔
 - 4- ادائیگی حقوق۔
 - 5- نصاب پر انصاف کے ساتھ عمل کرنا اور اگر پیر و شیخ میں پوری قابلیت نہ ہو تو پھر بھی اس کے ان احکام کی تعمیل ضرور کی جائے جو شریعت کے مطابق ہیں۔ مگر اپنے تمام پیر بھائیوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے ہی پیش آتا رہے۔
- ماخذہ: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اصول مکمل طور پر تحریر کئے ہیں انہیں دن میں ایک دو بار ضرور پڑھ لیا کرو اور ان پر عمل کیا کرو تا کہ یہ اصول تمہارے دل میں جا گزیں ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنی خوشنودی کے مواقع فراہم کرے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔
- حضرت سیدی ابودین رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ طریقت کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔

- 1- غلط باتیں ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آکر متقی بن جاؤ۔
- 2- سنت نبوی پر عمل اس طرح کرو کہ صحیح احادیث پر ہی کار فرما ہو۔
- 3- مخلوق سے اس طرح جدا رہو کہ کوئی بھی تم پر تہمت نہ لگا سکے۔ کوئی تمہیں محسن کا لقب بھی نہ دے مگر ان معاملات کی حد تک جن کے کرنے کا اللہ اور حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے وہ کام تو ضرور کرو۔
- 4- صبر و شکر ہر حالت میں کرتے رہو۔ اسلامی کام کرتے رہو۔
- 5- اللہ کی جانب رجوع کرتے رہو جیسے حضور ﷺ کا حکم ہے کہ تم اپنی موجودہ حالت اور کیفیت کے ساتھ اس طرح متقی بنو کہ برائیوں سے دور رہ کر اچائیاں کرو۔ مخلوق خدا سے خوش رہو اور ایثار کو کام میں لاتے رہو۔ حاکم وقت کے اسلامی حکم کی تعمیل کرو۔ نماز پڑھو، روزے رکھو بھی

افطار بھی کرو۔ سفری حالت میں نماز قصر پڑھو تو اللہ تعالیٰ تم پہ کثادگی کرے گا اور دنیا میں فلاح و بہبود ہوگی۔ مردوں اور زندوں سے ملاقات کیا کرو لیکن اسے واجب نہ بنا لو۔ عالم و متقی کی عزت کرو۔ اصل بھلائی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو اور اپنی حاجت برآری کے سلسلے میں اسی کے دربار میں گریہ کرو اور مجھ فقیر کے نزدیک ہر حاجت کے لئے یہی کفنجی ہے اس سے سارے مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کے فتنوں سے حفاظت ہوتی ہے۔ محمد تعالیٰ نہایت وضاحت کے ساتھ طریقت کے بنیادی اصول مکمل ہوئے ہیں۔ اور درود و سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر۔

سیدی شیخ عبدالوہاب الہمتی القادری الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مندو میں پیدا ہوئے آپ کی پیدائش ۹۰۲ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد شیخ ولی اللہ مندو کے رئیسوں سے تھے حادثات و انقلابات زمانہ کی بدولت مندو سے روانہ ہو کر برہان پور آئے اور اسی کو وطن بنا لیا۔ برہان پور آ کر ماضی کی طرح عزت دار و سر بلند ہوئے اور پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد انتقال کیا اسی زمانہ میں آپ کی والدہ نے بھی وفات پائی آپ کی صغریٰ ہی میں جب کہ آپ یتیم ہو چکے تھے اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق نے آپ کی رفاقت کی اور اسی زمانہ سے آپ نے طلب حق کے لیے فقر و تجرید و سفر و سیاحت اختیار کی آپ نے زیادہ تر گردنواح، گجرات، اطراف و اکناف علاقہ دکن، سیلون، لنکا اور سراندیپ میں سیاحت کی آپ کا قاعدہ تھا۔ کہ تین دن سے زیادہ کہیں نہ ٹھہرا کرتے تھے البتہ تحصیل علم اور مشائخ عظام و صلحاء کرام سے استفادہ کے لیے بعد ضرورت قیام کرتے تھے۔

ہجرت مکہ و فراغت علمی: بیس سال کی عمر میں جب کہ آپ کی داڑھی نہ تھی مکہ معظمہ پہنچے حضرت شیخ علی متقی سیہی کی چونکہ آپ کے والد گرامی سے شناسائی اور ملاقات تھی اس لیے وہ آپ کی مکہ معظمہ میں آمد کی خبر سن کر آپ سے آپ کی قیام گاہ پر ملنے آئے اور بڑی شفقت کرتے ہوئے اپنے ساتھ قیام کرنے کی استدعا کی پھر جب انہوں نے آپ کی خوش خط تحریر دیکھی تو کہا آپ ضرور بالضرور میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں اور ہماری تصانیف کی کتابت کر دیں آپ نے اپنے استغنائے ذاتی اور بے نیازی کے پیش نظر

حضرت شیخ علی کی دعوت قبول نہ کی حالانکہ اس وقت آپ مسافر و تنہا تھے آپ نے حضرت شیخ علی سے فرمایا دیکھتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ نصیب میں کیا ہے؟ لیکن بالآخر شیخ علی کا فضل و کمال اور استقامت حال دیکھ کر ان کے پاس قیام کر لیا۔

صحبت شیخ علی رحمہ اللہ: آپ کو اپنے والد گرامی کی نصیحت یاد تھی کہ اگر تمہیں راہ حق کے سکون کی توفیق ہو تو شیخ علی متقی اور ان جیسے بزرگوں کی محبت ضرور اختیار کرنا فلاں فلاں لوگوں کے ساتھ رہنے کی کوشش کرنا ان بزرگوں کے ساتھ ایک ایسے کا نام بھی لے لیا تھا جو دعوت اسمائے الہی اور بادشاہوں کے مسخر کرنے میں مشہور تھا کہ اس شخص سے ہمیشہ پرہیز کرنا آپ خط نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے لیکن حضرت شیخ علی رحمہ اللہ نے اس خیال سے کہ خط نسخ میں قرآن کریم لکھا جاتا ہے اور یہی علماء و صلحاء کی عادت رہی ہے آپ کو خط نسخ کی مشق کرنے کی طرف توجہ دلائی چونکہ آپ کو تحریر میں مہارت حاصل تھی اور آپ کے ہاتھ میں قوت و برکت بھی تھی اس لیے بہت جلد خط نسخ بھی خوب لکھنے لگے پھر شیخ کی تالیف کی کتابت اور تصحیح اور مقابلہ میں مشغول ہو گئے آپ نے شیخ کی اتنی کتابیں تحریر کی ہیں جن کا شمار کرنا ناممکن ہے آپ کی زود نویسی کی یہ حالت تھی کہ شیخ نے بارہ ہزار اشعار کا ایک موازنہ لکھا تھا جس کی کتابت تصحیح وغیرہ میں غلط تھی۔ چنانچہ آپ نے اس موازنہ کی بارہ راتوں میں کتابت کر دی اور دن کو اپنے معمول کے مطابق شیخ کی دوسری کتابوں کی کتابت، تصحیح، ترتیب اور اصلاح میں بھی مشغول رہتے شیخ کی اکثر کتابوں کی ترتیب، اصلاح، تالیف آپ ہی کے ہاتھوں مکمل ہوئی۔

قسط مکہ معظمہ: جن دنوں مکہ معظمہ میں قسط سالی ہوئی اور حضرت شیخ علی رحمہ اللہ بھی دوسروں کی طرح قافے کرنے لگے تو آپ ایک دوسرے آدمی کے پاس جا کر کتابت کرتے اور اس کی اجرت پر آپ کی اور شیخ کی گزر بسر ہوتی تھی چونکہ ان دنوں بڑے بیگن بہت سستے تھے انہیں خرید کر ان میں تموز اساعتک ڈال کر اچار کے طور پر رکھ دیتے اور یہی روزانہ تناول کرتے تھے آپ اپنے پیر و مرشد کی پیروی، خدمات اور رضامندی میں اتنا کوشش کرتے تھے کہ گویا نانی الشیخ ہو گئے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شیخ کی ظاہری و باطنی مہربانیوں کے لیے صرف آپ ہی مخصوص ہو گئے اور انوار و اسماء و کمالات سے خوب بہرہ ور ہوئے اپنے پیر و مرشد کے

کمالات کا صرف مجموعہ ہی نہیں بلکہ گویا پیر کی عین ذات بن گئے حضرت شیخ علی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے راہ خدا میں ایک بھائی پایا جو عبدالوہاب متقی ہے۔

وصیت شیخ: شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پیر و مرشد نے مرید کرتے وقت مجھ سے عہد لیا کہ مالداری پر فقر کو مقدم رکھنا اور اس اعتقاد پر جے رہنا چنانچہ اب تک میرا

یہی عقیدہ ہے غرضیکہ شیخ کے ہاتھ میں نے ماہ جمادی الاولیٰ ۹۶۳ھ میں بیعت کی اور انکی خدمت میں ان کی وفات ۲ جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ تک رہا اس اعتبار سے میں انکے ساتھ تقریباً بارہ برس رہا اس وقت پیر و مرشد کی عمر تقریباً (۶۳) سال ہوگی آپ نے اپنے قیام مکہ معظمہ کے زمانہ میں ۴۴ حج کئے اور چوالیس حج کے بعد آپ دوسرے سال حج کے لیے مکہ معظمہ سے گجرات آئے کشتی کے ذریعہ آمد میں ۱۵-۱۴ دن اور مکہ کی واپسی کے لیے چالیس دن صرف ہوئے اس سال بھی آپ نے مکہ واپس آ کر حج ادا کیا آپ کی آمد و رفت کا یہ قلیل عرصہ جو کشتی کے ذریعہ طے ہوا آپ کی کرامت تھی۔

شیخ کی جانشینی: شیخ عبدالوہاب اس زمانہ میں علم و عمل، حال اور پیروی استقامت و تربیت مریدین کے سلوک اور طالب علموں کی افادیت، امداد اور غرباؤ

فقراء پر مہربانی و شفقت خلق خدا کو نصیحت و برکت اور عطاء نورانیت اور تمام اچھے کاموں کی تلقین کرنے میں اپنے پیر و مرشد کے حقیقی وارث اور اولین اور صاحب اسرار ہیں اہالیان حرمین اور مشائخ یمن و مصر و شام سے سب سے آپ کی ملاقات رہی اور یہ سب آپ کی ولایت اور بلند مقامی کے معتقد تھے اور ان سب کا متفقہ بیان ہے کہ شیخ عبدالوہاب دراصل قطب وقت امام ابوالحسن شاذلی کے شاگرد شیخ ابوالعباس مری کے قدم بہ قدم گامزن ہیں بعض مشائخ یمن نے اہالیان حرمین کے نام شیخ عبدالوہاب کی تعریف میں لکھا ہے اے اہالیان حرمین تم میں ایک شمع منجانب اللہ روشن ہے اس سے روشنی حاصل کرو۔

ہکایت: اہل یمن کے متفق علیہ صاحب حال عارف و محقق شیدائی توحید شیخ سید حاتم ایک مرتبہ شیخ عبدالوہاب سے ملنے کے شوق میں مکہ معظمہ آئے لیکن شیخ عبدالوہاب نے اپنے مکان پر ملنے کی ان کو اجازت نہ دے کر کہلا بھیجا دلوں کی ملاقات ہی زیادہ وقعت رکھتی ہے جسمانی طور پر ملنے کی خاص ضرورت نہیں چنانچہ سید حاتم یہ جواب پا کر شاد و مسرور یمن واپس ہو گئے۔

ہکایت: جس سال میں (شاہ عبدالحق) مکہ معظمہ سے دہلی واپس ہونے والا تھا کہ یمیں نے کہا

یہی وہ موسم ہے جس میں سید حاتم نے شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ ملنا چاہا تھا اسی زمانہ میں ایک دن بیٹھا ہوا حزب البحر کی نقل کر رہا تھا کہ مکہ کے زبردست عالم، صالح و مشہور بزرگ شیخ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ میری عیام گاہ پر آئے اور پوچھنے لگے یہ کیا لکھ رہے ہو؟ میں نے جواب دیا حزب البحر لکھ رہا ہوں تاکہ سمندری سفر میں اسے پڑھ سکوں پھر انہوں نے دریافت کیا کسی سے اجازت بھی لے ہے؟ میں نے کہا ہاں شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے پوچھا کیا تم شیخ کو جانتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں میں تقریباً دو سال تک ان کے ساتھ رہا ہوں۔ تو انہوں نے کہا مبارک ہو تمہارے حج مقبول اور تمہارے اعمال منظور ہوئے میں نے پوچھا کس طرح؟ جواب دیا کہ میرے یمن کے سفر میں وہاں کے مشائخ فقراء نے مشرک طور پر کہا کہ شیخ عبدالوہاب مکہ معظمہ میں اپنے وقت کے قطب تھے۔

فصوص الحکم کا فیصلہ: شیخ عبدالوہاب کتب حقائق و توحید مثلاً فصوص الحکم وغیرہ کے بارے میں خاموش رہتے نہ تو اس قسم کی کتابیں پڑھتے پڑھاتے

اور نہ ان کی ممانعت کرتے اور دوسرے فقہاء کی طرح کسی پر لعن طعن نہیں کرتے تھے بلکہ فرمایا کرتے کہ ظاہری باطنی طریقہ پر اہل سنت والجماعت کی طرح پہلے اپنا عقیدہ پختہ کر لو پھر ہر قسم کی کتابیں مطالعہ کیا کرو حقائق و اسرار کی کتابوں میں سے مشکل مقامات پر نہ ٹھہرو اور اپنے دل میں کوئی دوسرہ اور غلطیان پیدا نہ کرو اس قسم کی کتابوں کے ذریعہ اپنے اعتقاد درست کرنا مناسب نہیں ہر شخص کی ہر قسم کی گفتگو سن کر ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرو اس میں سے جو بات حق کے موافق ہو اسے اپنی جیب میں ڈال لو باقی کو چھوڑ دو اگر تم میں اتنی ہمت اور قوت نہیں ہے تو سرے سے لوگوں کی اس قسم کی گفتگو ہی نہ سنو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنے عقیدہ میں کسی قسم کا خلل نہ ڈالو۔

حضرت عبدالکریم جیلی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف: ایک دن شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب انسان کامل کا تذکرہ کرتے ہوئے

فرمایا شیخ عبدالکریم جیلی نے جو عدن میں تھے اس کتاب کو شیخ ابن عربی کی کتابوں کی طرح علم حقائق و توحید میں تصنیف کیا ہے بعد کو یمن میں مقیم ہو گئے تھے بڑے بزرگ عالم اور صاحب حال تھے نیز انہوں نے قرآن پاک کی تفسیر بھی لکھی ہے جس کا کمال یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تشریح کی تو انیس جلدیں تیار ہوئیں بسم اللہ کے حرف پر ایک ضخیم جلد تالیف کی ہے جس میں سے دو تین جلدیں میں نے بھی دیکھی ہیں، ہر ایک میں بڑے بڑے علوم کو عالمانہ طور پر لکھا ہے حقیقت۔

ہے کہ زہر کو شکر میں لپٹ کر پیش کیا ہے اگر اس کتاب کے مطالعہ سے پرہیز کیا جائے تو بہتر ہے ورنہ اس سے یقیناً مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ملاحظات: فرمایا کرتے تھے کہ راہ سلوک کے لیے یہ کوئی مقدم شرط نہیں ہے کہ ابتداء ہی میں توحید و جود کی اعتقاد کو مکمل کیا جائے جیسا کہ فصوص الحکم وغیرہ میں درج ہے بلکہ راہ سلوک کے لیے شرط یہ ہے کہ ہمیشہ عمل اور ریاضت کی جائے اور اہل سنت والجماعت کا پختہ عقیدہ رکھا جائے تا کہ رفتہ رفتہ ذوق و حال پیدا ہو کر باطن میں ادراک ہو جائے جو شخص کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد اسلام لانے کا اقرار کرے اور نماز روزہ ادا کرتا ہو اگر اس سے ذوق و حال اور ادراک کی چیزیں صادر ہوں تو اس کو معذور رکھ کر اس پر لحن طعن نہ کرو اور اسے طعن نہ کہو اس کے برخلاف جو مسلمان نہ ہو اور ارکان اسلام ادا نہ کرتا ہو وہ اگر توحید و جود کی اور اپنے ادراک و ذوق و حال کو بیان کرے تو وہ پاک طہ اور بے دین ہے ایسے شخص کی باتوں کا فوراً انکار کر دو

قوالی کا مسئلہ: قوالی کے متعلق شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ حالت تھی کہ کسی مرید کو قوالی سننے کی اجازت نہ دیتے تھے۔

ہندو پاک کی قوالی: ایک دفعہ میں (شاہ عبدالحق) نے کہا ہمارے ملک میں قوالی سننا ایک عام چیز بن گئی ہے اگر کوئی شخص قوالی سننے سے انکار یا پرہیز کرے

تو لوگ اس کے مخالف ہو جاتے ہیں اور اسے برا جانتے ہیں اور مبشائخ کے حوالہ سے اس کو ہتھیں لگاتے ہیں ایسے موقع پر کیا کرنا چاہیے آپ نے فرمایا کہ اگر کبھی بموافق دوستان خدا اور صاحبان معنی اور ہم مشرب حضرات کے ساتھ کوئی غزل قوالی میں مقررہ شرائط کے ساتھ سنی جائے تو حرج نہیں ہے اس پر میں نے پھر کہا کہ ہندوستان کا قاعدہ یہ ہے کہ مجلس قوالی میں ہر قسم کے لوگ اہل و نااہل صالح و منافق جمع ہوتے ہیں اور چٹان و چٹیں کرتے ہیں جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا اس مجلس قوالی کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ جواب فرمایا ایسی مجلس قوالی بالکل جائز نہیں طالب حق کے لیے اس سے پرہیز کرنا واجب ہے اور جب کبھی ایسا مسئلہ درپیش ہو تو اس میں کبھی چشم پوشی نہ کرنا۔

حافظہ: شیخ عبدالوہاب اپنے پیرومرشد کے زمانہ میں اور ان کے بعد بھی عرصہ تک مجرور رہے البتہ جب تقریباً پچاس سال کی عمر ہو گئی نکاح کیا اور نکاح کرنے سے پہلے آپ کے پاس کتابت اور دیگر نذرانوں وغیرہ کی جو رقم تھی وہ تمام آپ نے فقراء میں تقسیم کر دی اللہ تعالیٰ ذاتی ضروری کپڑے

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے یہی فرمایا بلکہ اس پر عمل کر دکھایا۔ فقیران محض اس سے اجتناب کرتا ہے کہ غنہ سے دل سے غور فرما کر صدیوں پہلے کے فیصلہ پر عمل فرمائیے۔ (ادبیک غفرلہ)

اور غلہ اور کتابیں اپنے پاس رہنے دیں لیکن نکاح کے بعد آپ اہل و عیال کے حقوق دوسروں پر مقدم رکھتے نیز فقیروں اور غریبوں کی غم خواری اور مدد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔

ہندی فقراء: مکہ معظمہ میں جو ہندوستانی فقراء ہیں ان سب کی آپ ہی پشت پناہی کرتے ان کے لباس کھانے پینے وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں مدینہ منورہ میں حضور رسول اکرم ﷺ کی زیارت کرنے جاتے ہیں انکے اسباب سفر میں پوری امداد فرماتے ہیں۔

شیخ عبدالوہاب شیخ عبدالحق کی نظر میں

مجھے اس اعلان عام میں کسی قسم کا پاک نہیں کہ کہہ دوں کہ شیخ عبدالوہاب سے زیادہ اس زمانہ میں کوئی دانشمند فلسفی اور علوم شرعیہ کا ماہر موجود نہیں ہے لغت قاموس زبانی یا دقہی اس طرح فقہ، حدیث اور فلسفہ کی اکثر کتابیں از بر تھیں عربی ادب بھی بخوبی جانتے تھے برسوں تک حرم شریف میں عربی ادب فقہ حدیث اور فلسفہ وغیرہ کی کتابیں پڑھائیں اب بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں سے کم دکھائی دیتا ہے اس لیے خانہ نشین ہیں جو کتابیں نادر و کمیاب اور زیادہ فائدہ رساں ہیں ان کو منگوا کر ان کی تصحیح کرتے ہیں اور اصل مسئلہ تلاش کر کے اسے لکھ دیتے ہیں جس سے طالب کی کامل تشفی ہو جاتی ہے اگرچہ آپ اس طالب کے سامنے اپنی زبان سے کچھ بیان نہیں کرتے ہیں۔

علم کا نفع: فرمایا کرتے تھے کہ علم غذا کی طرح ہے جس کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے اس کا نفع عام ہے علم کی مثال دوا کی طرح ہے جس کے ذریعہ علاج کیا جاتا ہے۔

طالب علموں کو پسند و مواعظت: طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے کاموں سے فرصت نکال کر خلوت میں فراغت دل اور حضور

قلب کرے بالخصوص رمضان المبارک کے آخری عشرہ اور ذی الحجہ پہلے عشرہ وغیرہ میں خصوصیت کے ساتھ خلوت میں ذکر و مشغل و عبادت کرے اور ساتھ ہی باقی دنوں میں تحصیل علم میں مشغول اور پڑھنے پڑھانے میں منہمک رہے۔

ازالہ وہم: کسی نے کہا کہ مشائخ تو یہ کہتے آئے ہیں کہ ہمیشہ اور ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہنا چاہیے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جو شخص اچھے کام میں مشغول ہے وہ درحقیقت ہمیشہ ذکر الہی کر رہا ہے نماز ادا کرنا، قرآن کریم کی تلاوت، مذہبی علوم پڑھانا اور جتنے

اچھے کام ہیں یہ سب ذکر الہی ہیں جو ہمیشہ جاری رہتے ہیں اس کے برعکس جو لوگ پڑھنے پڑھانے اور اچھے کاموں کو خیر باد کہہ کر صرف ذکر و شغل میں مشغول ہو جاتے ہیں یہ لاعلاج بیماری ہے ہاں جب بیماری سخت ہو تو اس وقت خلوت میں زیادہ سے زیادہ پورے انہماک سے ذکر الہی کیا جائے۔ نیز سلف صالحین کا یہی قاعدہ رہا ہے کہ تمام اچھے کام جیسے تہذیب اخلاق، اشاعت علوم خدمت خلق وغیرہ میں ہمیشہ پابندی سے لگے رہتے تھے علم وہ چیز نہیں ہے جسے ترک کر دیا جائے بلکہ یہ وہ دولت ہے جس کی درستی میں سچی نیت سے کام کیا جائے۔

ذکر کا فائدہ: کسی فقیر نے آپ سے پوچھا نماز پڑھنا اچھا ہے یا ذکر الہی؟ آپ نے جواب دیا نماز پڑھنا بہت بڑا کام ہے لیکن بکثرت ذکر الہی سے اتصال و اتحاد کی وہ دولت ہاتھ آتی ہے جو بالآخر فنائے وحدت کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

فنائے وحدت کا مطلب: کسی نے پوچھا کہ فنائے وحدت کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد فرمایا وہ ایک لذت ہے جس کا پھکنے سے تعلق چاہے اور تمام طالبان راہ ہدی کا حقیقی مقصد صرف اسی لذت کی تحصیل ہے جس نے ایک مرتبہ بھی اپنی عمر میں یہ لذت چکھ لی اس کو پھر زندگی بھر اس لذت کا ذوق باقی رہتا ہے۔

ایک سوال کا جواب: بعض نے پوچھا کہ درویش جس طرح دعوت حق دیتے ہیں یہ وصول حق کا طریقہ ہے یا نہیں؟ جواب دیا ممکن ہے یہ طریقہ صحیح ہو لیکن یہ دُوت دینے والے بڑے ہی بدخلق ہوتے ہیں یہ لوگوں کی ایذا رسانی برداشت نہیں کرتے اور جو آدمی برا ہوتا ہے وہ جلد اپنے عمل کا بدلہ پاتا ہے دعوت حق دینے والوں کو خوش اخلاق اور مصیبتیں سہنے والا ہونا چاہیے اور ہمارے پیرو مرشد جو دعوت حق دیتے تھے وہ خوش اخلاق تھے نیز لوگوں کی ایذا رسانی برداشت کیا کرتے تھے۔

دعائے سیفی: مجھے ایک جگہ سے دعائے سیفی کی اجازت ملی ہے جس کی سند بہت بڑی ہے چونکہ پیر و مرشد کو دعائے سیفی کی اجازت نہ تھی اس لیے جب انہوں نے مجھے علوم شریعت و طریقت کی اجازت دی تو دعائے سیفی پڑھنے کی مجھ سے اجازت لی اس کے بعد دعائے سیفی پڑھنے کی مجھ کو اجازت دے دی تاکہ میں ان کی جانب سے مجاز مطلق اور پورا خلیفہ ہو جاؤں۔

شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے پیر و مرشد فرمایا کرتے تھے کہ بدعت حسنہ:

صوفیہ کرام جو ذکر اور حلقہ وغیرہ کرتے ہیں اگرچہ اس کی سند سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے نہیں ملتی تاہم شیوخ کا یہ عمل مستحسن ہے ہر وہ کام جس کی بنیاد ذکر الہی پر ہو وہ موثر ہوتا ہے اصلی ذکر (لا الہ الا اللہ) ہے اور باقی اذکار و اشغال اسی سے لفظی معنی اور تصویری طور پر مستخرج ہیں الفاظ کو پوی طرح اور صحیح مخرج کے ساتھ ادا کیا جائے (لا الہ) میں حرف لا کو اور الا اللہ میں الا کو کھینچ کر پڑھنا چاہیے اور حرف ہا کو بخوبی واضح طور پر ادا کیا جائے غلبہ شوق اور استیلائے ذکر میں پھر الفاظ ذکر جس طرح ادا ہوں درست ہے لیکن پورے الفاظ کی ادائیگی کا خیال و اہتمام رکھا جائے۔

مشائخ کو ذکر ”ارہ“ وغیرہ کرتے ہوئے ان کے مریدوں نے دیکھ کر خود اسی طرح ذکر ”ارہ“ کرنے لگے اگرچہ بعض نے اس کی سند بھی حاصل کی ہے۔

ذکر خفی: ذکر خفی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو ذکر آہستہ کیا جائے اس طرح کہ برابر والا بھی نہ سن سکے ایسا ذکر خفی ہے۔ عرض کیا گیا بعض لوگ ذکر خفی اسے کہتے ہیں کہ زبان کو دخل

نہ ہو یا کہ قلب کو بھی خبر نہ ہو۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے فرمایا یہ الگ بات ہے کہ ذکر خفی کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ ذکر خود سن لے۔ جیسے غیر جبری نماز اور دل میں ذکر کرنے کا حکم الہی ہے اور یہی طریقہ رائج ہے۔ لیکن اس پر ذکر کا اطلاق نہیں آتا کہ نہ لفظ ذکر کا تعلق زبان سے ہے مجازاً قلب کے ذکر کو کہا جاسکتا ہے۔

افشاء رموز مع اسرار: پوشیدہ اسرار بذریعہ کلام و بیان ظاہر نہیں کئے جاسکتے کیونکہ یہ ایک بڑا سمندر ہے اسی لیے کسی نا محرم و ناواقف اور نا اہل کا

رہائے حقیقت سے یہ راز نہیں کہہ جاسکتے۔

جو اہل ہیں ان سے بقدر ضرورت بیان کئے جاتے ہیں مجھے جب شیخ عبدالوہاب سے نور استقامت و استماع فضائل ان کی خدمت گزاری کے بعد حاصل ہو چکا تو میں نے یہ عاجزی سے کہا کہ اپنے حالات و اخبار سے گاہے گاہے اس خادم کو سر بلند فرمایا کیجئے چنانچہ وہ کبھی کبھی باتوں ہی باتوں میں راز ہائے سربستہ بیان فرمادیا کرتے تھے۔

ابو العباس مرسی کے نقش قدم: ایک دن میں نے شیخ سے پوچھا کہ مشائخ و فقراء اہل یمن و حرمین شریفین کہتے ہیں کہ آپ شیخ ابو العباس مرسی

کے قدم بہ قدم گامزن ہیں اس واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟ اس پر مسکراتے ہوئے جواب دیا میں (عبدالوہاب) کیا جانوں کہ وہ لوگ یہ کیوں کہتے ہیں اور کس وجہ سے کہتے ہیں۔

مناقب ابوالعباس مرسی رحمہ اللہ: شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ نے شیخ ابوالعباس مرسی کے مناقب و فضائل بیان کرنا شروع کئے اور کہا یہ شیخ

ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ کے مرید تھے شیخ شاذلی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد شیخ ابن عطاء اللہ صاحب حکم نے اپنے پیر و مرشد کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام لطائف الممن فی مناقب شیخ ابوالعباس و شیخ ابوالحسن ہے شیخ ابوالعباس بہت بڑے بزرگ تھے۔

حکایت: بادشاہ وقت کو ان سے بدگمانی سی پیدا ہو گئی تھی اس نے آپ کے تقویٰ و پرہیزگاری کے امتحان کی غرض سے آپ کو دعوت دی اور دو طرح کے کھانے پکوائے ایک تو وہ تھے جو عام طور پر کھائے جاتے ہیں جیسے بکری، اور مرغ وغیرہ اور دوسری کچھ حرام چیزیں جیسے کتا اور بلی وغیرہ کا گوشت وغیرہ اور حکم دیا کہ مرغ وغیرہ حکام اور افواج وغیرہ کی جانب (جو ایک طرف بیٹھیں گے) بڑھا دیے جائیں اور کتا بلی وغیرہ کا گوشت فقراء اور درویشوں کی طرف رکھے جائیں اور اس کی کانوں کان کسی کو خبر نہ ہونے پائے برتنوں وغیرہ میں ایک خاص قسم کی شناخت رکھی تاکہ ایک دوسرے سے ملنے نہ پائیں۔ شیخ کے دل میں مجلس میں پہنچنے کے بعد مناجات اللہ یہ بات معلوم ہوئی تو آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور آستین چڑھا کر فرمانے لگے آج میں خلق خدا کی خدمت کروں گا یہ کہہ کر وہ غذا لائیں جو امراء و حکام کے آگے چنی گئی تھیں فقراء کی جانب کھسکا دیں اور درویشوں کے آگے جو غذا لائیں آتی گئیں وہ سب تمام امراء و حکام کے سامنے رکھ کر فرمایا۔

الْغَيْبَاتُ لِلْغَيْبِينَ وَالْغَيْبُونَ لِلْغَيْبَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ

ترجمہ: خراب چیزیں خراب لوگوں کے لیے اور عمدہ چیزیں اچھے لوگوں کے لیے ہیں۔

یہ دیکھ کر بادشاہ نے اپنی بدگمانی اور بد اعتقادی سے توبہ کی اور فوراً ہی شیخ کے قدموں پر گر پڑا۔
حادثہ: حکایت بیان کر کے شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ خاموش ہو گئے اور مجھے باقی واقعہ کے سننے کا انتظار تھا چنانچہ ایک سال بعد میرے پوچھے بغیر ایک دن فرمایا کہ ہم نے تم سے ایک قصہ بیان کیا تھا۔ وہ تمہیں یاد ہوگا ادھر ارہ گیا تھا۔

بقایا حکایت: پھر واقعہ یوں ہوا کہ مولانا محمد طاہر یمنی کا ایک ملازم جوان کے پاس سے شیخ

ابوالعباس مرسی کی زندگی میں مکہ معظمہ آیا تھا اور چونکہ مولانا طاہر یمنی سے شیخ ابوالعباس مرسی کے مراسم و تعلقات تھے اس لیے وہ شیخ کی مہمان سرائے میں ٹھہر گیا اسی دوران وہ بیمار ہو گیا۔ شیخ عبدالوہاب کبھی کبھی اس کی عیادت کو جاتا تھا ایک رات میں نے حضور سرور عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا جو ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے عبدالوہاب جاؤ اس بیمار کی خبر لو اور ثابت قدم رکھو چنانچہ میں بیدار ہو کر اس بیمار کے پاس گیا دیکھا تو اس کا آخری وقت تھا چنانچہ اس کے سرہانے بیٹھ کر میں نے قرآن کریم اور مناسب وقت کچھ دعائیں پڑھیں اور اس بیمار نے یہ آیت تلاوت کی۔

وَيُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ بِالْعَقْلِ الثَّابِتِ۔ پھر جاں بحق ہو گیا اس کی آیت کی تلاوت میں۔ سے میں نے حضور ﷺ کے پاک فرمان کو کہ اس کو ثابت قدم رکھو بالکل ثابت پایا پھر دوسرے دن اس کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھی میں اس قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی اور بحالت خواب میں نے دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے مجھے دیکھ کر میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ تمہاری مصیبت اور ثابت قدمی کی برکت سے اللہ تعالیٰ عزوجل نے مجھے نزع کے وقت شیاطین و وساوس سے نجات دی۔ اور شیخ ابوالعباس مرسی رحمہ اللہ کے محل کے پاس جنت میں مجھے جگہ دی ہے میں نے یہ خواب اپنے شیخ سے بیان کیا وہ اور ہم سب لوگ خوب روئے۔

ادھورے قصہ کی تکمیل: شیخ عبدالوہاب نے فرمایا کہ یہ قصہ ابھی ادھورا ہے اس کا باقی حصہ یہ ہے کہ میں نے جس بیمار کو خواب میں دیکھا تھا اس نے

مجھ سے کہا آئیے ذرا ہمارا گھر دیکھئے چنانچہ ہم اس کے گھر کے بیرونی دروازہ پر پہنچے پھر اس میں سے گزر کر اندر دروازوں میں ہوتے ہوئے اس کے گھر میں گئے دیکھا کہ اس کا یہ گھر ایک بہت بڑا محل ہے جو ہر قسم کے ساز و سامان اور جواہرات سے آراستہ ہے اس میں قیمتی جواہرات اور موتیوں کی ہچکچکاری ہے دروازے اور درتے تمام قیمتی جواہرات کے ہیں اور واقعی اس کا یہ محل ایسا تھا جیسا کہ جنت کے اور مکانوں کا حال ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد میں اس سے رخصت ہو کر باہر آیا وہ شخص بھی مجھے رخصت کرنے باہر آیا۔ باہر نکلنے پر وہیں مجھ سے ایک اور آدمی ملا جس کے چہرہ سے کرامت، ولایت اور عظمت ظاہر تھی اس نے بڑھ کر السلام علیکم کے بعد اپنے گھر چلنے کی خواہش کی جس پر میں (عبدالوہاب) نے کہا ہماری آپ کی کوئی شناسائی نہیں ہے میں آپ کے گھر کیسے چل سکتا ہوں اس نے شخص نے کہا یہ کیا ضروری ہے کہ ہم میں آپ میں بظاہر کوئی شناسائی نہیں ہے ہم میں آپ میں

اتحاد اور یگانگت کی ایک خاص نسبت ہے بہر حال اس کے اصرار اجبار پر میں اس کے گھر گیا دیکھا تو اس کا محل بہت زیادہ عمدہ اور جواہر و یاقوت وغیرہ کا بنا ہوا ہے اور پہلے والے شخص سے بھی زیادہ آراستہ و پیراستہ ہے میں نے ان کا نام پوچھا تو جواب دیا میرا نام ابو العباس مری ہے انہوں نے اپنی نشست نگاہ پر مجھے بٹھایا اور کہا آپ یہاں بیٹھے اور آپ ہمارے جانشین ہیں ایک عرصہ کے بعد وہاں سے باہر نکل کر دیکھا کہ وہیں پیر و مرشد شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی محل ہے میں ان سے ملا وہ جہاں بیٹھے تھے اس کے ارد گرد نہریں جاری تھیں ایک نہر کی جانب اشارہ کر کے فرمایا جامع کبیر ہے۔ (حضرت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور کتابیں جامع کبیر جامع صغیر وغیرہ ہیں)

پھر ایک دوسری نہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ جامع صغیر ہے پھر دوسری نہروں کی طرف اشارے کرتے ہوئے کہا یہ میری فلاں کتاب ہے یہ میرا خواب تھا اور شیخ ابو العباس مری کے متعلق میں یہی جانتا ہوں ممکن ہے کہ شیخ ابو العباس مری رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی فقرائے یمن اور اہلیان حرمین شریفین کو اطلاع دی ہو ورنہ میں نے کسی فرد واحد سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ یہ خواب آج تیس سال بعد صرف تم سے کہہ رہا ہوں اور وہ بھی اس وجہ سے کہ اس خواب کے بیان کی ضرورت پیش آگئی تھی۔

ملاقات حضرت خضر علیہ السلام: حضرت علیہ السلام سے ملاقات کے متعلق فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں صغریٰ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ علاقہ مندو کے حادثات اور انقلابات

میں کہیں گم ہو گیا اور ہم مارے مارے اس جنگل میں جا پہنچے جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز تھی میں صغریٰ میں بھوک کی وجہ سے رونے لگا تو والد گرامی نے کہا تھوڑی دیر صبر کرو کھانا تیار ہے لیکن بچپن کی بھوک سے ان باتوں سے کوئی خاص فائدہ نہ ہوا شام ہو گئی تو شیر اور بھیڑیا وغیرہ کے خوف سے ہم نے درخت پر رات گزار دی صبح کو اٹھ کر دیکھا تو اسی درخت کے نیچے ہی بیٹھے پانی کا چشمہ پایا ہمیں دیکھ کر وہیں ایک نورانی بزرگ (سن رسیدہ) نے اپنی بغل سے گرما گرم دو روٹیاں نکال کر ہمیں دیں اس درخت کے قریب ہی ہم کو ایک گاؤں کی آبادی کے اثرات بھی معلوم ہوئے چنانچہ وہ روٹی کھا کر اور چشمہ کا میٹھا پانی پی کر ہم آبادی کی جانب روانہ ہوئے گاؤں میں پہنچ کر ہم مسرور ہوئے پھر اس آدمی اور چشمہ کے دوبارہ دیکھنے کے شوق میں ہم گاؤں سے جب اس درخت کے پاس پہنچے تو وہاں نہ وہ چشمہ تھا اور نہ وہ بوڑھا بزرگ ہم پریشان و حیران ہوئے بالآخر

معلوم ہوا کہ وہ بوڑھا بزرگ خوابہ خضر ہی تھے جو ہماری امداد کے لیے وہاں تشریف لائے تھے۔
استدراج کی تحقیق: ایک دفعہ آپ نے استدراج کے متعلق فرمایا کہ فاسق اور بدعتی (بد مذہب) بھی ایک قوت و تصرف حاصل کر لیتے ہیں جس کے ذریعہ عوام الناس کے دل اپنے جانب کھینچ لیتے ہیں جس کے سبب کمزور ایمان والے پھسل جاتے ہیں بالکل اس طرح میرا خود قصہ ہے۔

حکایت: میں (شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ) ایک علاقہ ملا بار میں اس وقت پہنچا جب کہ عبدالعزیز شافعی وہاں کے قاضی شہر تھے ان کا دستور تھا کہ وہ مسافروں اور درویشوں اور گدڑی پوشوں سے راز داری کی گفتگو کے خواہاں تھے مجھے درویشی لباس میں دیکھ کر میرے پاس آ کر بیٹھے دوران گفتگو میں نے پوچھا کیا آپ کے شہر میں کوئی صالح و فقیر ہے جس کے ساتھ نشست و برخاست کی جائے انہوں نے کہا ایک اہل باطن ہے شہر والے اس کے معتقد ہیں لیکن وہ بعض ممنوعات الہی کو ظاہر کرتا ہے اس لیے ہمیں پسند نہیں ہے چنانچہ میں دوسرے دن قاضی صاحب کے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچا دیکھا کہ وہ ایک بلند جگہ پر بیٹھا ہوا ہے مجھے دیکھ کر اس نے مسرت کے عالم میں مرحبا کہا تھوڑی دیر بعد شراب کا جام آئے اور دو روپے لگا مجھے بھی پینے کا اشارہ کیا میں نے کہا یہ حرام ہے۔ اس نے بے انتہا اصرار کیا لیکن جب میں نے نہ پی تو اس نے کہا اگر نہیں پیتے ہو تو دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں میں اس سے رنجیدہ خاطر لوٹا اپنے دوستوں میں پہنچ کر بھی میں نے یہ واقعہ کسی سے نہ کہا کھانا تیار تھا لیکن وہ بھی اچھا معلوم نہ ہوا اسی حالت میں سو گیا خواب میں دیکھا کہ ایک پر بہار باغ ہے جس میں ہر طرح کے میوے لدے ہوئے ہیں وہاں وہی شخص اپنے ہاتھ میں جام شراب لے آیا اور کہا یہ پی لو میں تمہیں باغ میں لے آیا ہوں لیکن دن کی طرح میں نے اس وقت بھی جام شراب پینے سے انکار کر دیا پھر تھوڑی دیر بعد آنکھ کھل گئی اور میں نے جاگتے ہی لاحول پڑھا اس کے بعد میں پھر سو گیا اور دوسری مرتبہ بھی یہی خواب دیکھا چنانچہ بیدار ہو کر رسالت اب مکی ﷺ کی بارگاہ میں میں نے التجاء کی اور مدد چاہی اب کی تیسری مرتبہ خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ صومست مبارک میں عصا لے رونق افزا ہیں۔ اور میں آپ کے رو برو باادب کھڑا ہوں اتنے میں وہی بدعتی (بد مذہب) آگیا حضور ﷺ نے اپنا عصا مبارک اس کی جانب پھینکا اور وہ کتے کی صورت بن کر بارگاہ رسالت آ۔ ﷺ سے بھاگ کھڑا ہوا اس کے بعد آقا و مولا حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ وہ

بھاگ گیا اب دوبارہ اس شہر میں نہ آئے گا چنانچہ خواب سے بیدار ہو کر میں نے وضو کیا اور دو گانہ پڑھ کر شکر الہی ادا کر کے اس بدعتی (بد مذہب) کی قیام گاہ پر پہنچا دیکھا کہ وہاں کوئی پرندہ تک نہیں ہے اور وہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی فرار ہو چکا تھا لوگوں نے دریافت کرنے پر کہا کہ تھوڑی دیر پہلے یہ مصنوعی پیر بدعتی (بد مذہب) اپنا گھر خالی کر کے سامان لے کر چلا گیا ہے۔

عبادت کی تحقیق: ایک دفعہ آپ نے عبادت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا سلوک و جذب کی راہ میں عارف باللہ اپنی نظروں سے عین حقیقت وغیرہ دیکھتے

ہیں اسی نشست میں جب پوچھا گیا کہ کیا بغیر جذب و سلوک کے بھی اللہ تعالیٰ تک رسائی ہوتی ہے جیسا کہ عام لوگوں کا خیال ہے؟ فرمایا ہو سکتا ہوگا پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا ہمیں بھی ابتدائی زمانہ میں ایک واقعہ پیش آیا تھا اس پر غور کر کے بتاؤ کہ یہ کس قسم میں ہے؟

حکایت: ایک دفعہ ہم احمد نگر (دکن) کے ایک باغ میں بیٹھے تھے ہمارے ساتھ اور بھی فقراء تھے جو کھانا پکانے کی تیاری کر رہے تھے کہ دور سے ایک آدمی آتا دکھائی دیا میں نے دل میں کہا اگر یہ شخص ہمارے پاس آئے تو اس کو بھی ہم کھانا کھلائیں گے چنانچہ وہ شخص ہمارے پاس آیا میں نے اس سے کہا ذرا بیٹھے کھانا تیار ہو رہا ہے ایک لقمہ کھا لیجئے میرا اتنا کہنا تھا کہ وہ سر پر پاؤں رکھ کر اس طرح بھاگا جیسے جنگل کا جانور چوڑیاں بھرتا ہوا دوڑتا ہے اس کے آنے اور جانے کی یہ ادا میرے دل میں گھر کر گئی چنانچہ میں بھی اس کے پیچھے دوڑا لیکن وہ باغ میں لا پتہ ہو گیا لا کھ ڈھونڈ لیکن دکھائی نہ دیا آخر میں مایوس ہو کر واپس ہو رہا تھا کہ ایک درخت میں سے جس کی شاخیں زمین پر آ کر اس درخت کے تنا کو چھپائے ہوئے تھیں (یہ درخت خاص خاص باغات میں اکاؤ کا ہوتا ہے اور دکن کی زبان میں اسے مگر مست چمپا کہتے ہیں اس کا پھول سفید اور تقریباً تین انچ لمبا ہوتا ہے اس میں بڑی میٹھی اور مست خوشبو ہوتی ہو اس درخت کی پتلی پتلی لمبی لمبی شاخیں بہت زیادہ بڑھتی اور درخت کے تنا کے چاروں طرف ذرا سا حصہ چھوڑ کر زمین تک پھیل جاتی ہیں اس کے اندر وہی حصہ میں اتنی کافی جگہ ہوتی ہے کہ دو آدمی باسانی بیٹھتے اور کھاتے پیتے ہیں اویسی غفرلہ) اس میں سے اس نے آواز دے کر کہا کیا دیکھ رہے ہو کسے ڈھونڈ رہے ہو۔ میں نے کہا میں تم ہی کو تلاش کر رہا ہوں اس نے مجھے بلا کر اس جھاڑی کے اندر بٹھایا اور کہا کہو اللہ اللہ چنانچہ میں نے یہ اسم اعظم چھ سات مرتبہ کہا ہوگا کہ غیب سے ایک نور دکھائی دیا اور میں خود رفتہ ہو گیا مجھے اپنی سدھ بدھ

نہ رہی عقل و شعور جاتا رہا اور مرنے کی سی حالت ہو گئی اس کے بعد اس مرد حق نے میری گردن اور کان سہلائے تھوڑی دیر کے بعد میرے ہوش ٹھکانے ہوئے لیکن وہاں کی خصوصی حالت سے میں ایسا متاثر ہوا کہ عرصہ تک اپنی اصلی حالت عقل و ہوش میں نہ آ سکا اور بہت دنوں تک اپنی ذات میں اس دن کے انوار و برکات کے اثرات محسوس کرتا رہا۔

جنگم جوگی کا حال: ایک دن جنگم جوگی کی ریاضت و تصرف کا ذکر ہوا تو فرمایا دوران سیاحت ہماری بھی ملاقات ایک جوگی سے ہوئی جو بڑی ریاضتیں کرتا

تھا اور عام عادات انسانی کے خلاف مظاہرے کیا کرتا تھا اور مجھ سے کہتا تھا کہ میرے پاس سونے کا ایک قلعہ ہے تم (عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ) اگر میرے ساتھ ریاضت کرو تو میں تمہیں اس طلائی قلعہ کے اندر لے جاؤں گا شہر کے مرد و زن اس کے پاس جمع رہتے ہیں اور ہر قسم کے تحائف کھانے شربت اور زرق و نقد لاتے لیکن وہ تمام فوراً تقسیم کر دیتا اور خود اس میں سے کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھتا میں نے اس کو مذہب اسلام کی کچھ باتیں سنائیں تو اس نے بڑے شوق سے سنیں چونکہ اس نے طلائی قلعہ دیکھنے کا کئی بار مجھ سے تذکرہ کیا تھا اس لیے میں نے خاص طور پر اس پر توجہ ڈالی وہ ویسا ہی متعطل و پریشان رہا کیونکہ جوگی گری کے کاموں میں میری توجہ کے بعد مشغول ہو جاتا تھا لیکن آخر کار وہ اسلام لایا اور توبہ کر کے میرا مرید ہو گیا۔

حکایت: ایک دفعہ شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک درویشوں کی ریاضت، ترک سوال اور غذا سے غیر متعلق رہنے کے سلسلہ میں آپ نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ایک وقت میں ہماری غذا کی یہ حالت تھی کہ ہمارا ایک دوست قصاب سے ناکارہ ہڈیاں اور گےہوں کے تنکے جو کھیتوں میں پڑے رہتے ہیں لاتا انہیں دھو کر دیگچہ میں ابالتا اور دونوں اس شور بے کا ایک ایک پیالہ پی لیا کرتے لوگوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ قسم و قسم کے کھانے لانے لگے تو ہم وہاں سے روانہ ہو گئے پھر ہم نے دستور بنا لیا کہ تین دن سے زیادہ کہیں قیام نہیں کرتے تھے۔

حکایت: شیخ عبدالوہاب کے ایک دوست مجھ (عبدالحق) سے کہتے تھے ایک مرتبہ قلعہ کے زمانہ میں شیخ عبدالوہاب اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک مسجد میں تھے، ایک کونہ میں یہ اور دوسرے کونہ میں وہ عبادت الہی کر رہے تھے دونوں نے معاہدہ کر لیا تھا کہ ہم آپس میں گفتگو نہ کریں گے نیز کسی سے کھانا نہ مانگیں گے بیس دن تک یہی حالت رہی کہ ان دونوں نے ایک دوسرے سے

کوئی بات نہ کہ اور نہ کسی نے کھانا کھایا اکیسویں دن ایک حلوہ فروزش ان دونوں کے درمیان حلوہ رکھ کر چلتا بنا۔ ان دونوں نے اس میان سے کچھ نہ کھایا پھر دوسری مرتبہ بھی یہی ہوا یہاں تک کہ تیسری مرتبہ اس حلوائی نے اپنے ہاتھ سے لقمے بنا کر دونوں کے کھلائے۔

فائدہ: یہ اس زمانہ کے واقعات ہیں جب شیخ عبدالوہاب مکہ معظمہ میں نہیں آئے تھے اور آپ کی عمر تقریباً پندرہ، سولہ سال ہوگی آپ اپنی عمر کے بیسویں برس مکہ معظمہ آئے اور حضرت شیخ علی کی صحبت میں رہنے لگے۔

حکایت: ایک دن میں فقیر (شیخ عبدالحق دہلوی) نے پوچھا کہ اس ریاضت، حال، مکاشفہ اور تصرفات کے باوجود جو آپ کو حاصل تھے آپ نے مشائخ کی صحبت سے اور کیا چیز حاصل کی؟ جواب دیا مجھے جو کچھ ملا ان مشائخ کرام کی صحبت کی برکت اور انہیں کا فیض ہے تھوڑی دیر کے بعد کہا میرا مذہب اور میرے اسلامی شریعت کی بقا و قیام کا انحصار ہی ان بزرگوں کی برکات پر ہے ابتدائی زمانہ میں ایسے مختلف حالات پیش آئے کہ میں کہتا واللہ علم میرا کیا خشر ہوگا اور کس جنگل میں سرگشتہ و حیران پھروں گا لیکن بزرگوں کے طفیل اور ان کی صحبت کی برکت سے میرا طریقہ دین و اسلام مستحکم و مضبوط ہوا اور اصل کام یہی ہے کہ آخرت کے کام درست ہو جائیں۔

حکایت: ایک مرتبہ رسالت مآب ﷺ کی محبت اور پیروی کی گفتگو ہوئی فرمایا ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ میں سبز گنبد کے اوپر گیا گنبد شوق ہوا میں اس دراز میں سے مزار شریف پر پہنچا اور اس میں سے نکل کر متلاشی ہوا اور اسی قوت کے اثر سے مشرق و مغرب کی ہر چیز سے بلند و بالا ہو گیا ہوں میں نے یہ خواب پیر و مرشد شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے زمانہ میں دیکھا تھا جب ان سے یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے تعبیر دی کہ تم پیروی سرور کائنات ﷺ میں کامل اور آقائے دو عالم ﷺ کی محبت میں مستغرق اور باقی باللہ رہو گے۔

حکایت: ایک مرتبہ عمرہ بھر انہ کا تذکرہ ہوا تو شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ نے کہا مکہ معظمہ سے تقریباً سات میل کے فاصلے پر ایک گاؤں بھر انہ ہے جہاں حنین کا مال غنیمت تقسیم کرنے کے لیے سرور عالم ﷺ نے قیام فرمایا تھا۔ اے عبدالحق جب تمہارا گزر ادھر سے ہو تو وہاں ضرور عمرہ کرنا اس کے قریب وہ پہاڑ ہے جہاں حضور ﷺ نے قیام فرمایا تھا اس جگہ کو ہرگز نہ بھولنا آپ نے اس مقام کی پوری پوری نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا اگر تمہاری قسمت میں ہے تو وہاں حضور ﷺ کا جمال مبارک

جہاں آرا لانا نصیب ہوگا میں وہاں پہنچا تو سو گیا اور خواب میں تھا کہ آنکھ جھپکنے کی مقدار میں، میں نے حضور ﷺ کا جمال جہاں آرا دیکھا دو منٹ یا اس سے بھی کم تر مدت تقریباً میں نے آقائی و مولیٰ رحمۃ اللعالمین کو سو سے زیادہ مرتبہ دیکھا ہے اور شیخ عبدالوہاب المتقی القادری الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ اس مقام کا عمرہ کرنے کے لیے ہمیشہ روزہ سے اور پیدل اچایا کرتے تھے۔

حضرت شیخ عزیز اللہ متوکل رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ علی متقی کے پیر مرشد (شیخ باجن) کے پیر تھے فقر و توکل میں کامل تھے آپ کا دستور تھا کہ جب رات ہوتی تو ضرورت سے زیادہ جو چیزیں ہوتیں وہ سب کے سب پڑوسیوں کو دے دیا کرتے۔ یہاں تک کہ وضو کا پانی بھی صرف اتنا ہی رہنے دیتے جو نماز تہجد کے وقت طہارت کے لیے ضروری ہوتا مال داروں کو اپنی مجلس میں بیٹھنے نہیں دیتے تھے۔

حکایت: ایک دن ایک رئیس نے آپ کے کسی صاحبزادے سے یہ خواہش کی کہ شیخ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں انہوں نے کہا شوق سے آئیے لیکن شرط یہ ہے کہ جوتوں کے پاس دوسرے فقیراء کے ساتھ بیٹھنا ہوگا چنانچہ بعد نماز مغرب جب وہ رئیس آپ کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ گھر میں اندھیرا ہے اس دن آپ کے پاس اتنا نہ تھا کہ چراغ کا تیل منگواتے چنانچہ اس رئیس نے آپ کے صاحبزادے سے کہا میں تیل کے کپے بھجاتا ہوں خرچ کیجئے اور جب ختم ہو جائیں مطلع فرمائے گا اور بھیج دوں گا دوسرے دن شیخ نے دیکھا کہ گھر بھر میں خوب چراغ روشن ہیں پوچھا یہ کہاں سے آئے ماجرا سن کر غصہ میں ہوئے اور اس رئیس سے کہلوا یا کہ اب آئندہ تیل نہ بھیجیں اور جتنا تیل گھر میں تھا وہ سب کا سب فقیروں محتاجوں کو بانٹ دیا آپ کا قیام برہان پور میں تھا اور آپ کی اکثر اولاد نے احمد آباد کو بھی وطن بنالیا تھا۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۸۱۹ھ میں وفات ۹۱۲ھ کو ہوئی۔

حضرت مخدوم جیو قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی پیدائش ۸۳۹ھ میں ہوئی آپ حیدر آباد دکن کے ضلع بیدر میں رہا کرتے تھے بے انتہا بڑے دے دے پتے عبادت گزار بابرکت عالی ہمت اور عظیم الشان بزرگ تھے مالداروں کی جانب بالکل متوجہ نہیں ہوتے تھے بلکہ عام لوگوں سے بھی بے نیاز تھے حضرت شیخ عبدالوہاب متقی فرماتے تھے اگرچہ مخدوم جیو قادری میں کمزوری کی وجہ سے کمرے ہونے کی قوت نہ تھی لیکن اپنی کمر کس کر

ہاندہ جتے اور راتوں کو بڑی دیر تک کھڑے ہو کر نفل پڑھا کرتے تھے شیخ عبدالوہاب یہ بھی کہتے تھے کہ خدوم جیو قادری ہم سے زیادہ علم، اسلامی احکام کی تعمیل کرنے والے متقی و پرہیزگار تھے ہم اور وہ ایک عرصہ تک ساتھ رہے ممکن تھا کہ میں ان کا مرید ہو جاتا لیکن میری قسمت میں تو شیخ علی متقی ہونیدہ سے بیعت ہونا لکھا تھا خدوم جیو قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ۱۰۰۰ھ کے وسط میں وفات پائی۔

حضرت میاں غیاث رحمۃ اللہ علیہ

آپ علاقہ گجرات کے مشہور شہر بہوچ میں رہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں شمار ہوتے تھے (خیر الناس من ینفع الناس) بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔ آپ پر صادق تھا آپ کی پیدائش ۸۹۵ھ میں اور وفات ۹۹۸ھ میں ہوئی۔

معمولات: آپ کے پاس عوام الناس کی ضرورت کی ہر چیز مثلاً روپیہ، پیسہ، کپڑے، غذائیں، دوائیں، کتابیں، اسباب و سامان اور آلات وغیرہ سب اپنے گھر میں جمع رکھتے آپ کا بہترین کارنامہ یہ تھا کہ جس کو جس چیز کی ضرورت ہوتی دے دیا کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ آپ زبردست عالم، متقی اور شریعت کے پیر و کار تھے سیدی شیخ عبدالوہاب فرماتے تھے کہ بحالت خواب میں نے ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اس زمانہ میں سب سے اچھا کون شخص ہے جواب مرحمت فرمایا میاں غیاث پھر تمہارے شیخ علی متقی اور پھر محمد طاہر ہونیدہ اس زمانہ کے بہترین لوگ ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل ان سب پر رحمتیں نازل کرے۔

حضرت میاں محمد طاہر رحمۃ اللہ علیہ

آپ علاقہ گجرات کے شہر پنن میں رہا کرتے تھے اور پنن کی بوہرہ قوم سے تعلق رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم و فضل کی دولت سے مالا مال کیا آپ حرمین شریفین گئے اور وہاں کے علماء و مشائخ سے علم حدیث کی تکمیل کی۔ شیخ علی متقی ہونیدہ کی صحبت میں رہے اور انہی کے مرید ہوئے پھر برکتیں اور بزرگیاں حاصل کر کے اپنے وطن واپس ہوئے بوہری قوم میں جو بدعتیں اور خرابیاں پیدا ہو گئیں تھیں وہ دور کر کے اہل سنت اور بدعتیوں کا فرق اپنی قوم کو سمجھایا علم حدیث میں اکثر کتابیں تالیف کی ہیں ان میں سے آپ کی ایک کتاب مجمع البحار بڑی مشہور ہے جس میں احادیث کی شرح لکھی ہے آپ کی ایک دوسری کتاب کا نام مغنی ہے جس میں اسماء الرجال کی صحت

کی ہے اور راویان حدیث کا مختصر و مفید حال لکھا ہے اپنی کتابوں کے دیباچوں میں شیخ علی متقی کی بے انتہا تعریف سپرد قلم کی ہے آپ کا دستور تھا کہ اپنے پیر و مرشد کی وصیت کے مطابق اپنے ہاتھ سے روشنائی بنا کر طالب علموں کو مفت دیا کرتے تھے پڑھاتے وقت بھی زبان سے پڑھاتے اور ہاتھ سے اکثر و بیشتر روشنائی گھونٹا کرتے اور کہتے ہاتھوں کو بھی کام میں لگا رہنا چاہیے آپ نے علاقہ گجرات کے اہل بدعات کی بدعتیں چھڑانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی لیکن اسی جماعت کے افراد نے آپ کو ۹۸۰ھ کے کچھ دن پہلے شہید کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششیں قبول فرمائے اور مسلمانوں کیلئے اچھے کام کرنے کے عوض میں اچھے بدلے عنایت کرے۔

حضرت شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ

یہ دو عزیز مدینہ طیبہ کے فقہاء اور صوفیاء کرام میں سے تھے جو وہاں سے ہندوستان آئے اور علم حدیث پڑھاتے تھے۔ یہاں کے طالب علم وغیرہ ان دونوں کو شیخین کہتے تھے خواجہ عبدالشہید عبداللہی فرماتے تھے کہ یہ دونوں شیخین دراصل حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما شیخین کی یاد دلاتے ہیں یہ دونوں علم و عمل اور تقویٰ کا مجسمہ تھے ان جیسے اشخاص مدینہ منورہ سے آج تک نہیں آئے یہ دونوں شیخ علی متقی کے خصوصی دوست اور خلیفہ تھے سلطان روم کی جانب سے جو حاکم مکہ معظمہ میں آتا وہ شیخ علی متقی کی خدمت میں جو کچھ از قسم جنس اور مال آتا وہ سب اپنے دوستوں خادموں اور فقراء کو تقسیم کر دیتے ہیں اور اس میں سے کوئی چیز ان دونوں شیخین اور شیخ عبدالوہاب کو اس لیے نہ دیتے کہ شاید یہ مال کسب حلال نہ ہو شیخ رحمت اللہ کے والد قاضی عبداللہ حوادث زمانہ کی وجہ سے سندھ سے ہجرت کر کے اپنے تمام اہل عیال کے ساتھ مدینہ طیبہ جانے کے لیے روانہ ہوئے دوران سفر میں کچھ دنوں احمد آباد میں ٹھہرے اور شیخ علی متقی سے گرم صحبت رہے پھر تبرک مقامات کی زیارت کرتے ہوئے مدینہ منورہ مقیم ہو گئے مدینہ منورہ پہنچنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد انتقال کر گئے اور یہ شیخ عبداللہ دراصل قاضی عبداللہ کے گہرے دوست اور باوفا ساتھی تھے انکی نشوونما بھی مدینہ منورہ ہی میں ہوئی تھی انہوں نے عرصہ تک وہاں تعلیم دی تھی اور عبادت بھی۔ بعض حوادث کی وجہ سے یہ شیخ عبداللہ وہاں سے ۹۷۷ھ کے قریب ہندوستان آئے اور تھوڑے دنوں اپنے آبائی وطن احمد آباد میں مقیم رہے اور عین بیماری کی حالت میں جب کہ قوت حس و حرکت تقریباً

مفتقد ہو چکی تھی یہ دونوں بزرگ بغاوت چند سال آگے پیچھے احمد آباد سے نکل کر تبرک مقامات کو جانب روانہ ہوئے اور مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد ان دونوں نے انتقال کیا اللہ تبارک و تعالیٰ ان پر اور تمام صالح بندوں پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔

حضرت شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو سلوک میں خاص رفتار حاصل تھی بے قیدی، بے تکلفی اور ہمت فرمائی میں ایک خاص طریقہ رکھتے تھے شیخ عبدالوہاب متقی کے دوستوں میں سے تھے شیخ عبدالوہاب فرماتے تھے کہ یہ شیخ حسین ہمارے عزیزوں میں سے تھے یہ بلند ہمت اور عجیب حالت کے بزرگ تھے معمولی چیزیں غلہ و ترکاری خریدتے وقت ان کے پاس جو کچھ ہوتا وہ سب بیچنے والے کو دے دیتے عام ازیں کہ وہ مظفری ہوتا یا روپیہ اور کبھی نہ سودا چکاتے اور نہ اس کی قیمت کا حساب کرتے۔

حکایت: شیخ عبدالوہاب فرماتے تھے کہ ایک دن ہم دریا زربدا سے گزرنا چاہتے تھے زربدا کے کنارے بہت سے لوگ اس لیے جمع تھے کہ زربدا کے بیچ میں ایک شیر اپنی کچھار میں بیٹھ گیا تھا جس کی وجہ سے لوگ دریا میں آنے جانے سے مجبور ہو گئے تھے یہ دیکھ کر شیخ حسین اپنے ایک ہاتھ میں چاقو لے کر اور دوسرے ہاتھ پر ایک چادر لپٹ کر کچھار کے اندر گھس گئے اور شیر کو وہاں نکلنے نکلنے کر کے لوٹ آئے اور لوگوں کے آنے جانے کے راستہ کھول دیا۔

حکایت: ایک دفعہ ایک آدمی اونچی اونچی جگہ نماز پڑھانے کیلئے کھڑا ہوا نیت میں اسے دوسو آنے لگے اور اس نے نیت کے الفاظ اتنی مرتبہ دہرائے کہ مقتدی کچھ پریشان سے ہو گئے جس پر ان شیخ حسین نے زور سے اس امام صاحب کے منہ پر ہاتھ مارا کہ وہ برابر کے پانی میں گر پڑا اور پھر اس کے دل میں بالکل کوئی دوسو نہ باقی نہ رہا۔

حکایت: ایک دفعہ شیخ حسین رحمۃ اللہ علیہ سے ایک طالب علم احیاء العلوم شریف پڑھ رہا تھا جس کی زبان میں بے انتہا لکنت تھی وہ کتاب پڑھنے میں بہت ہی عاجز اور پریشان تھا شیخ عبدالوہاب کہتے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ اس طالب علم کے ساتھ وہی برتاو کیا جائے جو شیخ حسین اس امام صاحب کے دلی وسادس دور کرنے کے لیے کیا تھا لیکن میں اس وجہ سے خاموش رہا کہ شاید اس کی ہمت رفتہ رفتہ شیخ حسین کے اثرات قبول کرے گی۔

ہکایت: شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ ہم میاں غوث سے ملنے گئے اور شیخ حسین ہمارے ساتھ۔ میاں غیاث پانی کو پاک رکھنے میں بڑی نگہداشت رکھتے تھے۔ پانی کے برتن بڑے ہی احتیاط سے رکھتے تھے ایسی احتیاط کسی دوسرے سے دیکھنے اور سننے میں بھی نہیں آئی اس کے ساتھ ان کو غصہ بھی جلد آتا تھا شیخ حسین نے ان کے منکے سے ایک آنچورے میں پانی لیکر پیا اور وہ آنچورہ زمین پر رکھ دیا یہ دیکھ کر میاں غوث غضبناک ہوئے اور زور سے کہا ہائے ہائے تم نے آنچورہ ناپاک کر دیا ان کا اتنا کہنا تھا کہ شیخ حسین نے اس آنچورہ کو زمین پر دے مارا اگر ناپاک ہو گیا ہے تو اس کا توڑ دینا ہی اچھا ہے یہ سن کر میاں غوث نے ہنستے ہوئے شیخ حسین کو گلے لگایا اور کچھ نہ کہا اس پر حاضرین مجلس میں سے کسی کے دل میں یہ خیال آیا کہ آنچورہ توڑ کر شیخ حسین نے فضول خرچی اور وقت ضائع کیا ہے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے اس پر ان لوگوں کا خلجان دور کرنے کے لیے شیخ حسین نے کہا کہ حضرت امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ جو مٹی کا برتن ناپاک ہو جائے اس کا پاک کرنا ناممکن اور اس کا استعمال ناجائز ہے اس لیے اس کے توڑ دینے کے سوائے اور کوئی علاج نہیں ہے۔ آپ کی پیدائش ۹۱۴ھ اور وفات ۱۰۰۵ھ کو ہوئی۔

حضرت شیخ عبدالعزیز بن حسن طاہر رحمہ اللہ

آپ میاں قاضی خان کے خلیفہ اور متاخرین مشائخ چشتیہ کے مشہور بزرگ تھے علوم شریعت و طریقت کے عالم تھے بچپن سے سہادت و ریاضت بکثرت کرتے یہاں تک کہ مشائخ کے مرتبہ پر پہنچ گئے بچپن میں جو وظیفہ اور اوقات مقرر کئے تھے وہ آخر عمر تک باقی رکھتے مشائخ کی پیروی اور ان کے قواعد اور آداب کی حفاظت میں یکتائے زمانہ تھے تواضع، بردباری صبر استقامت رضا و تسلیم الہی، مخلوق پر شفقت اور فقیروں کی رعایت کرنے میں اپنی مثال آپ تھے اپنے زمانے میں مشائخ چشت کی یادگار تھے دہلی میں آپ کی وجہ سے سلسلہ ارشاد و مشیخت قائم تھا تو الیٰ سنتے تھے۔ مشہور ہے کہ رحلت کے وقت بھی ذوق اور حالت کی کیفیت تھی آپ

وفات کی کیفیت: نے یہ آیت مبارکہ پڑھ کر انتقال فرمایا: فسبحان الذی بیدہ ملکوت

کل شی و الہ ترجعون۔

توجہ: پروردگار کے دست قدرت ہی میں تمام چیزوں کی ملکیت ہے اور اسی کے پاس سب کو جانا ہے۔

(مصنف کے والد بزرگوار شیخ سیف الدین فرماتے تھے کہ ہم نے شیخ عبدالوہاب کو جوانی کی

حالت میں دیکھا تو ہم رونے لگے کیونکہ ان کے چہرے کے بشری سے شوق الہی اور غربت نکلتی تھی شیخ عبدالعزیز ۸۹۸ھ کو جنہور میں پیدا ہوئے اور ۹۷۵ھ کو بمقام دہلوی میں وفات پائی آپ کا مزار آپ کی خانقاہ کے صحن میں ہے میں نے ان کی تاریخ وفات یہ کہی ہے۔

قطعہ تاریخ وفات:

شیخ کامل عارف دوراں خود عبدالعزیز
آنکہ می دادا بل دل را مجلس یاد دار بہشت
ہرچہ ازاد صاف اہل اللہ در عالم بود
حق تعالیٰ از ازل فطرت بذات او سرشت
یاد گار اہل چشت او بود در دوران خود
گشت از اں تاریخ فوتش یاد گار اہل بہشت

(۹۷۵ھ)

شیخ عبدالعزیز کے شریف بیٹے شیخ قطب عالم ہیں جو عالم فاضل، خوش اخلاق خوش اطوار صاحب استقامت، اپنے والد صاحب کے سجادہ نشین ہیں اطاعت و عبادت میں لگے رہتے ہیں شیخ عبدالعزیز کے بڑے خلیفہ شیخ جامیلہ ہیں جو تمام خلفاء اور مریدوں میں خصوصیت، عزت اور رازداری کے مالک ہیں بعض لوگ انہیں شیخ کا جانشین کہتے ہیں شیخ کے دوسرے خلیفہ شیخ عبدالغنی بدایونی ہیں جو عالم، عامل، صاحب حال و ریاضت و فقر و کوششینی کے باوجود تمام آداب سلوک سے متصف ہیں اور دہلی کے پتھوں بیچ فیروز شاہی عمارت کی مسجد میں بیٹھے اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں ان کے طور طریقہ اور حالات سے استقامت اور قوت الہی صاف ظاہر ہے۔

حضرت شیخ جنید حصاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے اور بوڑھے ہو گئے تھے آپ کی پیدائش ۷۴۹ھ اور وفات ۹۰۱ھ کو ہوئی ظاہری عظمت و برکت و بزرگی کے مجسمہ تھے آپ بہت تہذیب رکھتے تھے زودنوئیسی کی حالت یہ تھی کہ تین دن میں پورا قرآن کریم مع اعراب کتابت کرتے

تھے اور یہ آپ کی کرامت تھی اس کے سوائے اور بھی خرق عادات آپ سے ظاہر ہوتی ہیں آپ نے اپنی بعض تصانیف میں دنیا کی نادر اور انوکھی چیزیں جن سے واسطہ پڑا تھا تحریر کی ہیں یہ ایسی چیزیں اور واقعات ہیں جو سمجھ سے بلند ہیں اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ انکی کیا تاویل کی جاسکتی ہے اور شیخ جنید نے انہیں کن چیزوں پر محمول کیا ہے کہتے ہیں کہ آپ کی اولاد میں سے بعض لوگوں نے آپ کی تصنیفات کی ان انوکھی و نادر چیزوں کے حالات وغیرہ اس لیے کتاب میں سے منادیئے ہیں کہ یہ باتیں لوگوں کی سمجھ سے بہت دور ہیں آپ کا مزار شہر حصار میں ہے۔

حضرت میاں نجم الدین مندوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شاہ جیو بسینہ کے مرید تھے آپ نے ایک سو تیس سال عمر پائی آپ کے والد گرامی سلطان غیاث الدین مندوی کے وزیر تھے۔

آپ کی پیدائش ۸۷۹ھ اور وفات ۱۰۱۰ھ کو ہوئی آپ عالم و عارف باللہ صاحب حال، دنیا داری سے دور تھے اور ستر چھپانے کی حد تک لباس پہنتے تھے آپ کی عمر سات برس تھی کہ آپ کے پیر و مرشد نے آپ پر توجہ کر کے اپنی جانب کھینچ لیا۔

ہکایت: مشہور ہے کہ آپ نے احمد آباد میں ایک مردہ کو زندہ کیا تھا اور اس واقعہ کے بعد آپ وہاں سے ایسے غائب ہوئے کہ پھر کسی نے آپ کو وہاں نہ دیکھا چنانچہ احمد آباد سے روانہ ہو کر دہلی آئے زیادہ تر خواجہ قطب الدین، مختیار کاکی بسینہ کے مزار پر حاضر رہتے تھے روحانیت سے خواجہ صاحب سے اجازت لیکر اجیر شریف گئے اور تھوڑے دنوں بعد وہیں اجیر میں وفات پائی۔

کہتے ہیں کہ خواجہ معین الدین اجیری بسینہ خواجہ غریب نواز کا فرمان بذریعہ خواب: نے اپنی اولاد میں سے کسی سے اس کے

خواب میں فرمایا شاہ نجم الدین کا زمانہ وفات قریب آگیا ہے انکو میرے کمرہ کے سامنے دفن کرنا چنانچہ میاں نجم الدین صاحب کا مزار خواجہ کے گنبد کے بائیں جانب ہے۔

حضرت شیخ برہان کالپی رحمۃ اللہ علیہ

آپ عبادت الہی میں مشغول رہے اور بہت ہی ریاضت کرتے تھے مشہور ہے کہ آپ کو تصرف اور جلی کشف حاصل تھا لوگوں میں آپ کے دو ہڑے مشہور ہیں جن سے درد و حال نکلتا

ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ مہدوی عقائد رکھتے تھے۔ واللہ اعلم دسویں صدی کے اواخر میں وفات پائی۔

حضرت شیخ سلیم بن بہا والدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی اولاد میں سے تھے آپ ۸۹۷ھ میں پیدا ہوئے جوانی کے زمانہ میں سپاہیوں جیسا لباس پہنتے تھے اور بے انتہا ریاضت و مجاہدہ کرتے تھے اسی زمانہ میں نکاح کرنے سے پہلے موسم سرما میں سفر کا آپ کے دل میں خیال آیا چنانچہ ۹۳۱ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے عرب و عجم کے شہروں کی سیر و سیاحت کی اور وہاں کے مشائخ اور باکمال بزرگوں کی صحبتوں سے فیض حاصل کیا اور بڑے بڑے نیک کام انجام دیئے ایک عرصہ کے بعد فتح پور سیکری گئے جہاں آپ کے والد گرامی اور بھائی دہلی سے آکر بعض رئیسوں کے ملازم ہو گئے تھے اور سیکری کو اپنا وطن بنا لیا تھا شیخ سلیم سیکری کے ایک پہاڑی غار میں گوشہ نشین ہو عبادت الہی کرنے لگے نیز آخری ایام حیات تک طے کے روزے رکھے اور ان چیزوں سے انظار کرتے تھے جن کی خاصیت سرد ہے جیسے پرانا سرکہ اور ٹھنڈی ترکاریاں وغیرہ روزانہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرتے اور سخت جاڑوں میں بھی ایک باریک کرتہ پہنتے تھے۔

حالات کی تبدیلی: سیکری آنے کے بعد شادی کی اور بال بچوں والے ہوئے زمانہ کی ترقی کے ساتھ آپ کے حالات و کوائف میں بھی تبدیلی ہوئی اور

آپ نے بھی عمارتیں، باغ اور کونویں وغیرہ بنوائے اس کے بعد سجادہ مشینت پر رونق افروز ہو گئے اہل حرمین شریفین کی طرح آپ اول وقت نماز ادا کرتے اور وہ چیزیں جو عوام میں رواج پذیر ہیں اور اسلام میں ناجائز نہیں وہ بھی کرنے لگے طلبگاروں اور مریدوں کو ریاضت و مجاہدہ کی تلقین اور رہنمائی کرتے تھے آپ کی نشست گاہ بالکل امراء و حکام کی طرح تھی کسی کو نصیحت اور کسی کو نصیحت کرتے۔ جن لوگوں کو آپ سے ملنے اور خدمت کرنے کا موقع ملا وہ آپ سے محبت کرنے لگے اور آپ کے معتقد ہو گئے اور یہی لوگ آپ کی اکثر و بیشتر کرامت تصرف، کشف کے عجیب و غریب قصے بیان کرتے ہیں یہی مولفون کی ایذا رسانوں وغیرہ کے سبب آپ دوسری مرتبہ ۹۶۲ھ میں حرمین شریفین گئے اور سیر و سیاحت کے بعد ۹۷۶ھ میں واپس ہوئے۔

اکبر بادشاہ کی عقیدت: سلطان جلال الدین، محمد اکبر بادشاہ کا آپ سے رابطہ اعتقاد یگانگت بے انتہا پختہ ہو گیا تھا چونکہ اس کی اولاد نہ تھی اس لیے

وہ شیخ سلیم کی جانب خاص طور پر متوجہ ہوا اور اولاد کی خواہش کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اکبر بادشاہ کو اولاد دی اور ان شہزادوں کو شیخ سلیم اپنے ہی گھر میں تعلیم دیا کرتے تھے اکبر بادشاہ کو آپ کے خاندان والوں سے اتنی محبت اور رازداری پیدا ہو گئی کہ درمیانی حجابات اٹھ گئے اور آپ کے تمام متعلقین مرد و عورتیں اور بچے کبھی فرداً فرداً شاہی عنایتوں سے سرفراز ہوئے آپ نے بحالت اعتکاف ۲۹ رمضان المبارک ۹۷۹ھ کو اس دنیا فانی سے کوچ کیا اپنے انتقال سے پہلے ایک روضہ بنانے کی بنیاد ڈالی تھی اسی کے اندر مدفون ہوئے آپ کی وفات کے بعد اس روضہ کی حاکم وقت نے تعمیر مکمل کی آپ کے روضہ اور مسجد کی عمارت ایسی اچھی ہے کہ اس جیسی روئے زمیں پر شاید کہیں ہو اس مسجد کی تاسیس و آغاز تعمیر کی تاریخ ثانی مسجد الحرام اور روضہ کی خانقاہ اکبر ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین انبیطھوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ معروف جو پوری کے مرید تھے جن کے پیر و مرشد مولانا اللہ داد رحمۃ اللہ علیہ تھے جنہوں نے کافیاد ہدایہ کی شرح لکھی ہے آپ کی پیدائش ۹۰۹ھ میں اور وفات ۹۸۱ھ میں ہوئی شیخ نظام الدین صاحب حال مجذوب و سالک تھے شکروستی ان پر غالب تھی سکون کی حالت میں بڑی بڑی ریاضتیں کی تھیں آپ صاحب باطن تھے اور ظاہر میں کشف عام کیا کرتے تھے جو شخص آپ کے پاس گیا اس نے آپ کی کرامت آنکھوں دیکھی ہیں خود قوالی نہیں سنتے تھے۔ اور اپنے مریدوں کو بھی قوالی سے معنوی و ظاہری پرہیز کا حکم دیا کرتے تھے اور کہتے کہ اگر باز کی آنکھوں پر پٹی باندھیں اور اس کو شکار کرنے کی ترکیب نہ سکھائیں تو وہ جنگلی چیزوں کا شکار کرنے لگے اور اس کو جب بڑینگ (سکھایا) دے دیتے ہیں تو وہ کلنگ کو شکار کرتا ہے قوالی کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ قوالی سننے میں اختلاف عمل کیوں کیا جاتا ہے اگر تقلید ہی منظور ہے تو اسلامی بزرگوں اور پہلے اسلام لانے والوں کی تقلید کی جائے۔

معمولات: جب آپ پر حالت طاری ہوتی تو آپ اپنی اندرونی آگ ظاہر کرتے اور کبھی خاموشی کے ساتھ خون کے گھونٹ پیتے اور خوب تکلیفیں سہتے آپ اکثر و بیشتر طریقت کے طریقے کرتے

نیک اعمال میں مصروف رہتے اور اہل لوگوں سے راز ہائے توحید و حقائق بھی بیان کرتے تھے کہتے ہیں آپ کا قاعدہ تھا کہ صبح صادق کے وقت مسجد میں آتے اور نماز پڑھتے تھے۔ آپ کے اس درامی عمل کے لحاظ سے آپ کی جائے نماز مسجد میں بچھادی جاتی ہے۔

ہکایت: ایک دن آپ خلوت سے باہر مسجد میں آئے اور جہاں جائے نماز بچھائی جاتی تھی وہاں نہ گئے بلکہ مسجد شریف کے صحن میں کھڑے ہو کر کہا ہم یہیں نماز پڑھیں گے ممکن ہے کہ پہلے والی جگہ پر کوئی موذی جانور ہو آخر کار لوگوں نے جب آپ کی کچھی ہوئی جانماز کے پاس گئے تو دیکھا کہ اس کے ایک کونہ میں سانپ کنڈی مارے بیٹھا ہے آپ نے ۹۸۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ جلال قنوجی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ لکھا (سیر الاولیاء میں ہے کہ لکھا نے ایک سو ستائیس سال کی عمر پائی اور جذب کی حالت ہی میں وفات پائی) کے نام سے مشہور تھے صاحب حال و ذوق و وجد تھے اسمائے الہی پڑھنے کے ذریعہ آپ کو دست غیب حاصل تھی آپ اکثر و بیشتر گریہ و زاری کرتے ہوئے فریاد کرتے اور نعرے لگاتے آپ پر جب جذبہ و حال زیادہ طاری ہوتا تو آپ کی ظاہری وضع بدل جاتی اور آپ گدھے پر سوار ہو کر شہر کی گلیوں میں چکر لگاتے تھے آپ بڑے بوڑھے اور عمر رسیدہ ہو گئے تھے۔ آپ نے ۹۸۸ھ میں وفات پائی۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری کابلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے اور اپنے وقت کے مشہور عالم عامل، صاحب استقامت شیخ کامل تھے آپ کی پیدائش ۸۹۴ھ اور وفات ۹۸۹ھ کو ہوئی۔

ابتدائی عمر سے زندگی کے آخری دنوں تک اطاعت و عبادت، پڑھانے اور تقریر، ذکر و سماع اور ذوق و حال میں مصروف رہے دراز عمر پائی تھی آداب و نوافل کی حفاظت اور وظائف و اوقات کی رعایت میں زندگی کے آخری وقت تک ثابت قدم رہے۔

ہکایت: اپنے بیٹے کے انتقال کے غم میں ایک مدت تک آپ نے قوالی نہیں سنی اور جب لڑکے کے فوت ہونے کا غم محبت الہی میں تبدیل ہو گیا تو پھر قوالی سننے لگے آپ کے پیرومرشد شیخ عبدالقدوس نے آپ کو خطوط لکھے ہیں اور آپ نے بھی اپنے پیرومرشد کے طرز پر خطوط تحریر کئے ہیں

اور آپ نے چچانوے سال کی عمر میں ۳ ذوالحجہ ۹۸۹ھ کو وفات پائی۔

حضرت شیخ اسحق رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت ہی بوڑھے تھے ملتان سے دہلی آئے تھے آپ نے بے انتہا سیاحت و سفر کیا اور خوب ریاضت کی اکثر و بیشتر خاموش رہتے اور بہت ہی کم گفتگو کرے تھے میں نے بھی آپ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ کے طریقہ التفات و عنایات کو بچشم خود دیکھا ہے۔

حکایت: شیخ اسحق خود کہا کرتے تھے کہ مجھے ایک بچہ کی آرزو ہے چنانچہ بڑھاپے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں لڑکا عطا فرمایا جس کی پیدائش کے بعد خود انتقال کر گئے۔

واقعہ وفات: بروز جمعہ اپنے اپنی بیوی سے کہا گھر میں کچھ ہوتو لے آؤ تاکہ خیرات کر دوں اس نیکہا کہ تمہارے گھر میں کب کوئی چیز ہوئی ہے جو آج ہوگی اس پر آپ

نے کہا تھوڑی بہت جو کچھ ہو وہی لے آؤ چنانچہ دو تین سیر غلہ اور ایک پھٹی پرانی چادر لے آئی وہ سب آپ نے فقراء پر تقسیم کر دی اس کے بعد کہا تو اسی سنا چاہتا ہوں تو والوں کو بلاؤ بیوی نے کہا تمہارے پاس ہے کیا جو تو والوں کو دو گے آپ نے کہا ٹوپی اور چادر جو اوڑھے ہوئے ہوں یہ تو والوں کو دوں گا پھر اپنے پڑوسی کے گھر گئے جہاں توالی ہو رہی تھی آپ نے وہاں توالی سنی اور خوب روئے جب بے ہوش ہو گئے تو آپ کو گھرا لایا گیا آپ تھوڑی دیر سو گئے پھر اٹھ کر کہا آج جمعہ شریف ہے میں نہایا نہیں ہوں جام کو بلایا گیا حجامت بنوائی نہا دھو کر اپنے دوستوں سے ملے اور انہیں الوداع کر کے فرمایا میں نے آج حسب معمول قرآن کریم نہیں پڑھا ہے چنانچہ قرآن کریم کی تلاوت فرمائی اور اس کے بعد سو گئے اور جان جان آفرین کے حوالہ کی یہ واقعہ ۹۸۹ھ کا ہے۔

حضرت شیخ عبدالغور مانو رحمۃ اللہ علیہ

آپ جنات کو بلانے کے علم و عمل میں کامل تھے اور اپنے نفس پر پورا قابو رکھتے تھے ہندوستان اور خراسان کی خوب سیر و ساحت کی آپ اپنے نانا شیخ شمس الدین کے مرید تھے اور انہی سے تلقین حاصل کی۔

جنات لے گئے: آپ کو ایک دفعہ جنات اٹھا کر اپنے ملک میں لے گئے جہاں عرصہ تک رہے آپ کے گھر والوں کا خیال تھا کہ آپ کہیں سیر و سیاحت

کرنے گئے ہیں آپ جنات کی وضع قطع رہن سہن اور انکے علاقہ جات وغیرہ کو تفصیل سے بیان کرتے تھے اور انکی زبان بھی بخوبی جانتے تھے جنات شہر کے میں رہتے سہنے کی وجہ سے آپ کی شکل و صورت میں بھی کافی تبدیلی ہو گئی تھی کوئی نیا شخص دیکھ کر کبھی یہ نہیں کہتا تھا کہ آپ ہمارے ملک کے باشندے ہیں آپ بہت زیادہ بوڑھے ہو گئے تھے۔

مانو کی وجہ تسیہ: مانو کہنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ مانو آپکی محبوبہ کا نام تھا وہ جنات سے تھی نیا آدم زاد آپ کو اس سے اتنی محبت تھی کہ اگر کوئی شخص مانو کا لفظ کسی ٹھیکری پر لکھ کر آگ میں ڈال دیتا تو آپ بے تحاشا آگ میں کود جاتے اور اگر لفظ مانو کی لکھی ہوئی ٹھیکری میں پھینک دیتا تو آپ اس کنوئیں میں کود کر پانی کی تہہ میں سے اس ٹھیکری کو نکال لاتے تھے۔

رشتہ داری: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالغفور ہمارے خاندانی عزیز تھے ایک شخص میرے والد بزرگ وار کو آپ کے پاس دعا کرانے کی سفارش کے لیے بھی لے گیا تھا۔

جنات خدام: شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا کہ چونکہ شیخ عبدالغفور ہمارے رشتہ دار تھے اس لیے ہماری اکثر یہاں کہا کرتی تھیں بارہا ایسا ہوا کہ کوئی باہر سے ہمارے گھر میں آکر غلہ وغیرہ اٹھاتا اور نوکروں کی طرح کام کاج پورا کرتا پھر وہ آنے والا گھر سے غائب ہو جاتا تھا۔

شیخ کی درگاہ کی حاضری: کبھی شیخ عبدالغفور مانو اپنے پیرومرشد شیخ شمس الدین کے پاس اپنی پوری جماعت لیے اس طرح آتے کہ کسی کو پتہ نہ چتا کہ یہ کون لوگ ہیں۔

حضرت مولانا درویش محمد واعظ رحمۃ اللہ علیہ

آپ بڑی ریاضت کرنے والے عبادت گزار، سالک و عارف اور صورت و سیرت کے لحاظ سے بھی درویش تھے پوری عمر ملوک کی راہ، ریاضت میں گزاری، صاحب ذوق اور شوق اور خوشگوار صحبت رہے بانسری کی آواز پر درد شورش کا اظہار کرتے اور اتنا روتے تھے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا اصلی وطن ماوراء النہر تھا برسوں حرمین شریفین میں فقر و ریاضت مجاہدہ و عبادت کی زندگی بسر کی

افغانوں کے عہد حکومت تقریباً ۹۵۵ھ میں آپ ہندوستان آئے اور یہاں کے اکثر و بیشتر مشائخ کرام کی صحبت میں رہے پھر دہلی میں فقراء اور درویشوں کی طرح زندگی گزار دی ۹۹۷ھ میں وفات پائی اور پیدائش ۸۹۱ھ ہوئی تھی۔ آپ کا مزار دہلی میں شیخ برہان الدین گنجی کے چبوترہ کا پاس ہے۔

حضرت مولانا بخش عیسیٰ

آپ کا نام محمد اور بخش تخلص تھا۔ ابتداء میں بڑے آزاد تھے لیکن آخری عمر میں توفیق الہی سے راہ فقر و ریاضت پائی آپ ۸۴۹ھ کو پیدا ہوئے۔ تیس سال تک مسلسل روزے رکھے اور ریاضت کرتے رہے دہلی میں حضرت نظام خواجہ الدین اولیا رحمہ اللہ کے قریب رکھیں وقت مرزا محمد عزیز نے آپ کیلئے ایک خانقاہ بنوائی آپ اسی میں مشغول عبادت رہتے تھے اور وہیں دفن ہوئے آپ دہلی کی دیران گلیوں میں خوب گشت کرتے تھے۔

کشف قبور: آپ کو کشف قبور بھی حاصل تھا آپ بحالت باخبر بیدار دل فوت ہوئے اپنے وقت کے جواں سال عالم و فاضل، ادب و مہذب مقبول عام و خاص، درویشوں کے معتقد مولانا حسن کشمیری نے آپ کی تاریخ وفات یوں کہی ہے:

فات فی السبع شیننا بخش

کہ نبودش نظیر بے شک و ریب

ترجمہ: ہمارے شیخ بخش ہفتہ کے دن فوت ہوئے۔ بے شک اور لاریب ان کی مثال نہیں ہے۔

سال تاریخ آن ملک سیرت

فات بخش ندا رسید زغیب

ترجمہ: اس مرثیہ سیرت کی تاریخ سال (فات بخش) ہے۔ بخش فوت ہو گئے یہی آواز غیب سے پہنچی۔

بعض مجذوبوں کے حالات

حضرت شاہ ابوالغیب بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد کا نام شیخ حاجی عبدالوہاب بخاری ہے اکثر اوقات مستی اور جذبہ و حال میں رہتے تھے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں دوسرے طالب علموں سے دروس میں سبقت لے جانے کی خواہش کرتے اور کہتے آپ ہمیشہ پڑھتے رہیں گے اور مجھے اپنی فرصت وقت پر بھروسہ نہیں (واللہ اعلم) کیا حالت ہو آپ نے تمام مروجہ درسی کتب پر عبور حاصل کر لیا اس کے بعد آپ پر ایسا جذبہ طاری ہوا کہ تمام کاموں سے ہاتھ اٹھالیا۔

حکایت: دن بھر آپ کے گھر میں روٹیاں پکتی تھیں انگیٹھی گرم رہتی تھی آپ نے ایک دفعہ اپنے دونوں پاؤں اُس میں رکھ دیئے اور بہت دیر تک اس میں کھڑے رہے لیکن آپ کے پاؤں پر آگ کا کوئی اثر تک ظاہر نہ ہوا۔

حکایت: ایک دن اپنے پیرومرشد کے پاس جا کر کہا قسمت میں ہے تو توکل آؤں گا۔ وہاں سے لوٹ کر گھر میں والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ اماں جان آپ جانتی ہیں کہ میں سید ہوں؟ والدہ نے کہا بیٹا۔ تم سید تمہارے باپ سید اس پر شاہ جی نے کہا میں باپ دادا کو نہیں پوچھتا میں سید ہوں یا نہیں اس کے بعد اپنے خدمت گار کو بلا کر کہا تم اپنے آقا پر کس طرح روئے روئے دکھاؤ چنانچہ اُسی دن یا دوسرے دن انتقال کیا۔

(جلال الدین اکبر بادشاہ کے زمانہ کے مشہور صوفی تھے ۹۹۵ھ میں بمقام لکھنؤ انتقال کیا اور جتنا زہد ملی لایا گیا جہاں دفن ہوئے آپ کو میر ابوالغیب بخاری بھی کہتے تھے)۔

(اضافہ اولیٰ غفرلہ)

حضرت میاں معروف رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشہور مجذوب تھے اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار شریف کے قریب شیخ

برہان الدین بلخی کے مقبرہ سے پاس والے پرانے گنبد میں رہتے مستی اور جذبہ کے حالت کے باوجود تعویذ (علم تکسیر) میں اللہ تعالیٰ کی خاص نشانی تھے شیر شاہ نے دہلی کے قلعہ کو جس وقت ویران کیا تو آپ سنتے ہی ایسے غائب ہوئے کہ پھر آپ کا نشان تک نہ ملا۔

حضرت شیخ علاؤ الدین مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو شیخ علاول بلاول بھی کہتے تھے کشف حالات اور دلوں کے حالات ظاہر کرنے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانی تھے جو کوئی آپ کے پاس گیا اُس نے آپ کی کوئی کرامت دیکھی ابتداءً جوانی میں طالب علم تھے عرصہ تک سامانہ میں رہے طالب علمی کے زمانے میں دہلی میں بھی پڑھا اس کے بعد جب جذبہ و حال طاری ہوا تو آگرہ چلے گئے عرصہ تک مجرد رہے آپ کی کرامت دیکھ کر لوگوں نے آپ کی خدمت کیلئے آپ کو نوکرا اور کنزیں خرید کر دیں بلحاظ فطرت انسانی آپ نے ان میں سے بعض کے ساتھ شادیاں کیں جن سے کئی اولادیں ہوئیں۔

حکایت: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے بعض بچوں کے غائب ہونے سے سخت پریشان تھا میں ان کی خیریت طلی کیلئے صدقہ دینا یا قرآن پاک پڑھنا یا کسی اسم الہی کا ورد کرنا چاہتا تھا اسی پریشانی اور تردد میں شیخ علاؤ الدین مجذوب کے پاس گیا تاکہ وہ جو کچھ بتائیں ویسا کروں چنانچہ مجھے دیکھتے ہی انہوں نے فرمایا قرآن پاک سب سے زیادہ بہتر ہے۔

حکایت: چچا جان فرماتے تھے کہ ایک دن میں نے شیخ علاؤ الدین سے کہا کہ مجھے کوئی شغل بتائیے جسے کرتا رہوں جواب دیا کہ تمہارے لیے تختہ عشق کافی ہے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

حکایت: میرے والد گرامی فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میرا ایک دوست مجھ سے جدا ہو گیا مجھے اس کی ملاقات کا بہت ہی شوق تھا اور وہ دہلی ہی میں تھا چنانچہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں اور میرا دوست دونوں شیخ علاول بلاول کے پاس بیٹھے ہیں میں اپنے دوست کا ہاتھ پکڑ کر شیخ کے قریب آیا اور کہا اس جوان کے ہاتھ چومیے شیخ نے جواب دیا تم جو موسم اس کے عاشق ہو اللہ تعالیٰ قبول کرے گا دوسرے دن صبح سویرے میں شیخ کے پاس پہنچا دیکھا کہ وہ دروازہ پر کھڑے ہوئے ہیں دور سے مجھے دیکھ کر چہچہے اور کہا جاؤ جلدی جاؤ وہ تمہارے مشتاق ہیں خیر دین خیر دین چنانچہ میں فوراً ہی دہلی کے ارادہ سے روانہ ہو گیا میرے ساتھ کوئی خادم وغیرہ نہ تھا جس کے لیے توقف

کرتا چنانچہ فرح سرائے میں ٹھہر ایک شخص میرے پاس آیا میرے پوچھنے پر اس نے کہا کہ میرا نام خیر دین ہے میں دہلی جانا چاہتا ہوں اور آپ کی خدمت میں رہوں گا دوسری منزل پر پہنچنے کے بعد ایک دوسرا شخص میرے پاس آیا اور اس نے کہا میں دہلی چلوں گا اور میرا نام خیر دین ہے۔ شیخ علاؤ الدین مجذوب نے خیر دین خیر دین دو مرتبہ کہا اس کا راز اب معلوم ہوا کہ یہ دونوں خیر دین ہمارے ساتھ رہیں گے ہم جب دہلی پہنچے تو ہمارے اس دوست نے اشتیاق ملاقات کا اظہار کیا اور ہم دونوں مل کر بہت خوش ہوئے آپ کی تاریخ وفات علاؤ الدین مجذوب ۹۴۶ھ ہے۔

حضرت مسعود نخاسی رحمۃ اللہ علیہ

آپ بدایوں میں ایک مشہور دیوانے تھے شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ خواجہ زین الدین ساکن مدرسہ معزمی نے ایک دن مسعود نخاسی سے کہا ہمیں کوئی فائدہ والی بات بتائیے مسعود نخاسی نے کہا شراب منگاؤ خواجہ نے اپنے غلام کے ہاتھ شراب منگوا کر آپ کے سامنے رکھ دی آپ نے کہا دریا کے کنارے جا کر پیئیں گے چنانچہ دونوں دریا کنارہ پر پہنچ کر بیٹھے آپ نے خواجہ سے کہا اٹھو شراب پلاؤ خواجہ نے جام بھر کر دیئے دیوانے نے پیے اور جب مست ہو گیا تو کہا میں کپڑے اتار کر پانی میں جاؤں گا چنانچہ دریا میں گیا اور وہاں سے نہا دھو کر نکلا اور کہا خواجہ پانچ عادتیں اختیار کرو۔

- 1- ہر ایک کے لیے اپنا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھو۔
- 2- خندہ پیشانی، کشادہ روی اور خوش رہنے کا مظاہرہ کرنا۔
- 3- تھوڑا بہت جو کچھ میسر ہو اس میں دریغ نہ کرنا اور دیدینا۔
- 4- اپنا بوجھ کسی پر نہ ڈالنا۔
- 5- لوگوں کے بوجھ خوشی سے برداشت کرنا۔

حضرت شیخ حسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ ریری کے باشندے تھے لیکن اکثر و بیشتر دہلی میں سیر کیا کرتے تھے اور سلطان سکندر لودھی پر عاشق تھے کہتے ہیں کہ سلطان نے کئی مرتبہ آپکو جیل خانہ میں قید کیا مگر دوسرے دن آپ دہلی کے بازاروں میں گشت کرتے دکھائی دیتے۔

خواست: ایک دفعہ سلطان سکندر لودھی اپنے خاص محل میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ وہاں اچانک آ موجود ہوئے جس پر سلطان نے کہا ہماری اجازت کے بغیر یہاں کیوں آئے؟ جواب دیا کہ میں تمہارا عاشق ہوں تمہیں دیکھنے آیا ہوں سلطان کے پاس انگلیٹھی رکھی تھی اس نے آپ کی گردن پکڑ کر اس میں رکھ دی بہت دیر تک اس طرح انگلیٹھی میں گردن جھکائے رہے پھر سر نکالا تو سب نے دیکھا کہ آپ کی گردن اور چہرہ وغیرہ پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

حضرت شیخ حسن بودلہ رحمۃ اللہ علیہ

دہلی کے ایک قدیم رئیس کے فرزند تھے بچپن ہی سے مجذوب تھے دنیا کے طور طریقوں سے بے پروا تھے آپ کی عجیب و غریب حالت تھی اکثر اوقات بالکل ننگے رہتے اور آپ کے عضو مخصوص میں کبھی انتشار نہیں دیکھا گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لی کا غلہ دیوار میں چپکا ہوا ہے رو پیہ پیہ اور کپڑے اور بھی جو کچھ آپ کو ملتا وہ تمام حاضرین اور قوالوں میں کی تقسیم کر دیتے تھے اس حالت کے باوجود آپ کی ظاہری صورت یہ تھی کہ مجلسوں میں جاتے ہر ایک کی جانب التفات کرتے اور پر لطف گفتگو کرتے۔

بعض علماء نے خواب میں دیکھا کہ شیخ حسن دربار رسالت مآب ﷺ میں حاضری: بودلہ دربار رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہیں

اور وضو کر رہے ہیں۔

بعض صاحبان نے بیان کیا کہ ہم نے شیخ حسن بودلہ کو مکہ معظمہ میں دیکھا حالانکہ وہ دہلی میں موجود تھے۔ آپ نے تقریباً ۹۶۳ھ میں وفات پائی آپ کا مزار شریف دہلی بازار میں خواص خاں کے مقبرہ کے پاس ہے یہ خواص خاں دراصل شیر شاہ سوہی کا مصاحب (اے، ڈی، سی) اور اپنے وقت کا بڑا مخنی سردار اور صالح شخص تھا اور بے انتہا اوصاف کا مالک اور بڑا مشہور آدمی تھا اسے ۹۵۸ھ میں سلیم شاہ نے شہید کیا۔

حضرت شیخ عبداللہ ابدال رحمۃ اللہ علیہ

آپ دہلی کے مشہور صاحب حال مجذوب تھے بازار میں ناچتے ہوئے چلتے اور اپنے جسم کا حال ہندی کے دوہرے پڑھا کرتے تھے آپ کے ساتھ لوگ دف اور ستار بجاتے ہوئے چلتے تھے۔ یہ صرف ممکن بلکہ حقیقت ہے فقیر کے اس مسئلہ پر دور سالے ہیں۔ ولی اللہ کی پرواز اور الاموال فی تطور الالہیاء۔

حکایت: شیخ حضرت عبداللہ ابدال سخت بیمار تھے ایک دن گھروالوں نے آپ کی بغل میں ہاتھ ڈال کر اٹھایا اور آپکو گھر کی دلیز (باہر کی بینک جو صرف دالان نما ہوتی تھی) پر بٹھا کر اندر آئے پھر تھوڑی دیر بعد باہر جا کر دیکھا تو آپ لاپتہ تھے۔

حکایت: حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے چچا شیخ رزاق اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہم جب گجرات گئے تو گجراتیوں سے شیخ عبداللہ ابدال کے ہندی کے بہت سے ڈوہرے سنے اس پر میں شیخ رزاق اللہ نے کہا وہ تو دہلی میں تھے یہاں کب آئے تھے؟ تو ان لوگوں نے جواباً کہا وہ تو اکثر و بیشتر یہیں گجرات میں رہا کرتے تھے وہ دہلی گئے کب؟

فائدہ: حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابدال ہمارے رشتہ دار تھے اور ہمارے دادا مرحوم کے بھانجا تھے اپنے جذبہ دوستی کے باوجود جب میرے دادا (مرحوم) کو دیکھتے تو ان کی طرف متوجہ ہو کر کہتے آپ تو ہمارے قریبی عزیز ہیں اس کے برخلاف اگر دوسرے بھائیوں کو جو مشرب معرفت و محبت سے بیگانہ تھے دیکھتے تو ان کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے۔

حضرت میاں مونگیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ لاہور میں قیام پذیر تھے اپنے وقت کے مجذوب، نفس گیر اور جذبہ کامل کے مالک تھے حاجی محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کہ ایک مرتبہ میں لاہور گیا اور میرے دوست اور رفیق شیخ حسن بودلہ اپنی محبت کے سبب میرے ساتھ تھے ایک مجلس میں ہم لوگ بیٹھے تھے کہ وہاں اچانک میاں مونگیر آئے اور شیخ حسن بودلہ کو دیکھ کر کہا تم یہاں کہاں سے آگئے؟ تمہیں لاہور سے کیا واسطہ؟ ان کے کہتے ہی شیخ حسن بودلہ گریہ و زاری کرنے لگے اور اتاروئے کہ اُن کو اتاروئے ہوئے کبھی کسی نے نہیں دیکھا تھا چنانچہ انہوں نے فوراً ہی وہاں سے بھاگ کر دہلی میں آ کر دم لیا۔

حضرت بابا کپور مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ اصل میں کالپی کے باشندے تھے ابتدا ہی میں سلوک کے اکثر راستے طے کر چکے تھے بہشتی پیشہ تھے راتوں کو کمزور لوگوں کے گھروں کا پانی بھرا کرتے تھے اسی زمانہ میں ایک شخص سے مستی و جذبہ کی دولت ہاتھ آئی اور گوالیاء میں مقیم ہو گئے ابواب فتوح آپ پر کشادہ اور لوگوں کے

۱۔ ابدال (گولیا) کے لیے عام ہے تفصیل و دلائل فقیر کے رسالہ جامع الکملات فی احوال الابدال میں ہے۔ (ایسی فقرہ)

دل آپکی جانب مائل ہو گئے۔

معمولات: بابا کپور اکثر و بیشتر استغراق کی حالت میں رہتے تھے ضروریات انسانی کے وقت استغراق میں تھوڑا سا افاقہ ہو جاتا تھا آپ کا دستور تھا کہ کئی کئی دن بعد تھوڑے سے دانے بطور غذا کھایا کرتے اور ستر چھپانے کی حد تک لباس پہنتے تھے بعض اوقات ذرا سا بھی کپڑا جسم پر نہ رکھتے عمدہ و قیمتی لباس جب آپ کو دیا جاتا تو وہ غرباء کو تقسیم کر دیتے مالداروں کو پاس بہت کم آنے دیتے دل کی دنیا سے آپ کا خاص تعلق تھا آپ کی اکثر کرامات بھی دیکھی گئیں اپنے بڑھاپے کے زمانے میں شاہ مدار کے سلسلہ میں داخل ہوئے آپ نے بہت سے سربستہ راز و اسرار کا انکشاف کیا بعض فضلاء نے آپکی تاریخ وفات کپور مجذوب نکالی ہے آپ نے ۸۷۹ھ میں وفات پائی۔

حضرت یاسین مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ اجیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر پڑے رہتے تھے اصل میں مالوہ کے باشندے تھے لیکن اجیر شریف میں ان کو جذبہ الہی نصیب ہوا تھا۔
ہکایت: میاں شیخ حمزہ دھرسو رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ توبہ و استغفار کرنے کے ابتدائی زمانہ میں جب میں خواجہ چشت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف پر گیا تو یاسین مجذوب نے اپنے قریبی لوگوں سے کہا ”میاں آرہے ہیں۔“

لوگ یہ سنتے ہی ہر طرف دیکھنے لگے کہ کیا ہونے والا ہے چنانچہ دور سے مجھے دیکھ کر کہا وہ دیکھو ”میاں آرہے ہیں“ جب میں انکے پاس پہنچا تو کہا اور میرے نزدیک آ جاؤ جب میں ان کے پاس گیا تو میری کمر میں بندھی ہوئی کٹنار کو دیکھ کر کہا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ تھیار ہے اور حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اس کے بعد میرے پاس تھوڑی سی رقم تھی وہ نکال لی اور کہا یہ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ یہ زادراہ ہے اور یہ بھی حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے میرے پاس دو کنگھے نکال کر وہ کنگھا جو سر میں استعمال کرتا تھا اپنے ہاتھ میں لے کر دھوپ کی جانب چمکایا اور جو کنگھا میں اپنی دڑامی میں استعمال کرتا تھا وہ میرے ہاتھ میں دے دیا چنانچہ ان کے اس اشارہ کنایہ پر میں نے فوراً سر منڈوا ڈالا اسنے میں شیخ احمد امجد رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع

ہوئی کہ قاضی کریم الدین کا لڑکا اپنا شہر چھوڑ کر یہاں آیا ہوا ہے تو وہ آئے اور مجھے اپنے گھر مہمان بنا کر لے گئے اس دعوت میں باین مجذوب بھی شریک ہوئے انہوں نے تمام دعوتیوں کو اپنے ہاتھ سے ایک ایک نوالہ دیا جسے سب نے تبرک سمجھا اس کے بعد انہوں نے اپنے آگے کی پلیٹ اٹھا کر مجھے دی اور کہا سب کو ایک ایک نوالہ اور میاں کو پوری پلیٹ اس مجلس دعوت کے بعد سے لوگ مجھے ”میاں“ کہنے لگے اور اسی دن سے مجھ پر ابواب نعت الہی کشادہ ہو گئے۔

ہکایت: شہزادہ سلطان بہادر جب اپنے والد شاہ گجرات سے خفا ہو کر اجمیر شریف آیا تو پہلے خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جب اجمیر شریف میں کفار کی حکومت تھی اور مزار خواجہ کو لوگوں نے مندر بنا رکھا تھا اور اس میں بت بھی بٹھا رکھے تھے مزار خواجہ پر شہزادہ سلطان بہادر نے منت مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے بادشاہ بنادے تو میں تاحدا مکان ان کفار سے بدلہ لوں گا۔ باں باین بھی وہاں موجود تھے انہوں نے اپنی دایہ شادان نامی سے سے کہا ”شادان مشادان“ اونچا تخت بچھاؤ کیونکہ دریائے مرغ آ پہنچا ہے میاں باین کی اس بات کو شہزادہ سلطان بہادر نیک فال سمجھ کر اگلے پاؤں واپس ہوا اور بادشاہ بننے کے بعد اس نے اپنی منت کے موافق اجمیر شریف کے کفار سے انتقام لیا۔

حضرت الہ دین مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

آپ نارنول کے باشندہ تھے صاحب نفس کے لقب سے مشہور تھے عموماً نارنول کے بازاروں میں گشت کرتے پھرتے رہتے تھے اور نارنول میں ہی آپ کا مزار انوار ہے۔ جس جگہ آپ بیٹھ جاتے تھے وہاں کئی دن تک بیٹھے رہتے تھے تہائی میں آپ باتیں کرتے رہتے تھے کبھی گریہ زاری کرتے اور کبھی ہنسنا شروع کر دیتے۔ کبھی اپنے آپ سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیتے تھے اور کبھی دو تار بجا کر فارسی چٹکلے بیان کیا کرتے تھے۔ پرانے میلے چیتھرے پہنتے تھے اور ہاتھ پاؤں میں لوہے کی زنجیریں ڈالے رکھتے تھے گفتگو کے دوران آپ کا تکیہ کلام یہ تھا: ”اے خدا آؤ، اے خدا جاؤ، اے خدا بیٹھو آپ جس سے بھی گفتگو کرتے یہ تکیہ کلام ضرور استعمال کیا کرتے تھے۔“

ملا محمد نارفول بیان کیا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میری ماں نے مجھے فرمایا کہ ایک بار تم شیر خوارگی کے دوران سخت بیمار ہو گئے تھے۔ تمہارے بچنے کی امید نہ رہی۔ ہمارے محلہ سے الہ دین مجذوب گذرا اس نے کسی کو ایک ٹھیکری دے کر ہمارا پتہ بتایا کہ یہ انہیں دے دینا۔ وہ شخص ٹھیکری لایا اس ٹھیکری کا تعویذ بنا کر تمہارے بازو پر باندھ دیا جس سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں تندرست کر دیا۔ اس کے بعد باپ الہ دین کو گھر لایا۔ تاکہ اسے کھلائیں۔ الہ دین نے آکر فرمایا ”خدا یا کوئی چیز گرم، خدا یا کوئی چیز ٹھنڈی، خدا یا کوئی چیز نکھٹی، خدا یا کوئی چیز میٹھی۔ تیرے والد نے فوراً ہی چاول پکوائے اور دہی لاکر دیا اور الہ دین کھا کر چلا گیا۔

حکایت: ملا محمد نارفول یہ بھی بیان کیا کرتے تھے کہ ایک دن میں تھوڑے سے پیسے نذرانہ لیے الہ دین کو تلاش کرنے لگا۔ تمام مقامات پہ تلاش کیا مگر الہ دین کہیں نہ ملا۔ اتفاقاً میں نے شہر سے باہر دیکھا کہ گھوڑے پر کوئی شے چیتھڑوں میں لٹھی ہوئی پڑی ہے میں سمجھا کہ شاید یہ کوئی مردار ہے لیکن جب میں نے نزدیک جا کر دیکھا تو وہی چیتھڑے حرکت کرنے لگے میں سمجھا کہ یہ تو کوئی زندہ شے ہے بعد ازاں ان چیتھڑوں میں سے اُس نے ہاتھ باہر نکال کر فرمایا ”خدا یا لاؤ، جولائے ہو“۔ منت کی رقم میں نے اُن کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ رقم لے کر الہ دین نے کہا خدا یا لوٹ جاؤ۔ یہاں گھورے۔

حضرت الہ دین مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے شبِ برات پندرہویں شعبان المبارک ۹۴۷ھ کو **وفات:** صبح صادق کے وقت انتقال کیا۔ آپ کی تاریخ وفات مجذوب صادق ہے۔

حضرت شاہ منصور رحمۃ اللہ علیہ

مندو کے کشف ظاہر اور مکمل تصرف رکھنے والے مجذوب بزرگ تھے۔

حکایت: محمد ہانیوں بادشاہ نے جب گجرات کا رخ کرنا چاہا تو فال لینے کے لیے شاہ منصور کے پاس اپنا ایلچی بھیجا۔ آپ کے پاس جب شاہی آدمی پہنچا تو آپ نے اس کے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس تیر کے پرتو ڈالے پھر وہی تیر اُسی ایلچی کے ترکش میں رکھ دیا۔ اُس نے واپس آکر ساری کہانی بادشاہ کو سنائی تو بادشاہ نے کہا ”یہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم گجرات فتح نہ کر سکیں گے اور ہماری فوج پریشان ہو جائے گی علاوہ ازیں اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اگرچہ ہماری فوج پریشان اور تیر تیر ہو جائے گی

لیکن میری ذات کو نقصان نہیں پہنچے گا اور ہم اپنے مقام پر سلامتی سے واپس آجائیں گے۔

ہجاءیت: حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ برہان پور کے صاحب ولایت شاہ بھکاری رحمۃ اللہ علیہ کے وضو کا پانی حضرت شاہ منصور رحمۃ اللہ علیہ نے پی لیا تھا۔ وضو کا پانی پیتے ہی ان کی حالت مجذوبانہ ہوگئی۔ شروع شروع میں جب میں نے راہ سلوک میں قدم رکھا تو قال اور نصیحت لینے کے لیے حضرت شاہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا۔ ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے پوچھا بھاکری کیا کئے ہو؟ اسکے بعد اپنے آپ ہی فرمایا ”بھاکری کیا نام مشکل ہے، محنت مشقت کر کے باجرہ لانا پھر اس باجرہ کو چھڑنا، پینا، بنیر کرنا، پھر لکڑیاں جمع کر کے لانا، چولہا جلانا وغیرہ یہ سب کچھ مشکل ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو بھی سکا تو سر، چہرہ اور بال جل جاتے ہیں۔ بھاکری کیا نام مشکل ہے مختصر یہ کہ یہ الفاظ شکستہ زبان سے مجذوبوں کی طرح کئی بار کہے ان کے ہر بار کہنے پر میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ میں انشاء اللہ پکاؤں گا پھر تھوڑی دیر بعد انہوں نے سراٹھا کر فرمایا ”پکا سکتے ہو تو پکاؤ اور اس لفظ کو بھی آپ نے تقریباً پچاس ساٹھ بار دہرایا۔ ان کے اس لفظ کے فرمانے پر ہر بار میری ہمت فقر و تجرید میں تازگی پیدا ہوتی تھی میں ان کے پاس سے واپس آیا لا رہے کام میں مصروف ہو گیا۔

حضرت شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ

آپ لاہور کے ایک مجذوب بزرگ تھے۔ لمبا قد، مونے جسم والے باہمت اور صاحب عظمت اوقات کے پابند تھے۔ سر مبارک پہ بڑی پگڑی باندھتے تھے، سر منڈاتے تھے۔ صاحب کشف اور کشادہ باطن کے مالک تھے۔

ہجاءیت: حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن میں نے حضرت شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ آپ لاہور کے نچاں بس لیں کھڑے ہو کر بلند آواز سے اسرار و رموز کی باتیں بیان فرما رہے تھے آپ نے مجھ سے بھی میری پوشیدہ باتیں بیان فرمائیں حالانکہ وہ باتیں میرے سوا دوسرا کوئی بھی نہ جانتا تھا۔ دوسرے دن پھر میں آپ کے پاس حاضر ہوا تا کہ اپنے منہ کے بارے میں مدد اور نصیحت کے ارد گرد کے علاقہ میں جوار باجرہ کی روٹی کو جسے درویش اپنے ہاتھ سے نیک پکا کر کھاتے تھے اسے بھاکری کہتے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

ج۔ ہر قسم کے جانور اور دوسری چیزیں فروخت کرنے کے ہفتہ وار بازار کو نکاس کہتے ہیں۔ (اویسی غفرلہ)

میں نیک فال لوں۔ تلاش کیا مگر نہ ملے میں واپس آ گیا۔ میں اپنی سرگزست لوگوں کے سامنے بیان کر ہی رہا تھا کہ حضرت یوسف اچانک تشریف لائے مجھے ارشاد فرمایا خبردار سفر بالکل نہ کرنا۔ مبارک نہیں ہے۔ وہاں کے لوگ کہتے تھے کہ حضرت شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ آج بارہ سال بعد تشریف لائے ہیں اس سے قبل کبھی بھی اس راستہ سے نہیں گزرے۔

حضرت سوبھن مجذوب شاہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سوبھن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ صاحب حال و تصرف مستانہ تھے آپ قوم کے کوری تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ مجذوب ہو گئے۔ آپ حضرت شیخ علاؤ الدین اجودہنی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات عالی میں رہے کافی عرصہ قطب صاحب میں آپ عبادت کرتے تھے کبھی عرصے تک کچھ بھی نہ کھاتے تھے اور کبھی کئی کئی من کھا جاتے اور پانی کی بھری ہوئی مشک پی جایا کرتے تھے کبھی یہ بھی دیکھا گیا کہ چوڑے کی بھٹی میں پڑے چونا کھا رہے ہیں۔ جب آپ کو اس حالت میں کسی نے کہا کہ یہ کھانے کی چیز نہیں ہے آپ اسے کیوں کھا رہے ہیں؟ ”تو آپ نے فرمایا کیا کروں اس بد قسمت کو کھانے کی بہت حرص ہے سوائے خاک کے کسی چیز سے پر ہوتا ہی نہیں۔

تھے۔ راجپوتوں میں ایک نسل کوٹھار اور دوسری کو ”کوری“ کہتے ہیں یہ قوم پوہی کے علاقہ شاہجاں پور، رام وغیرہ کے علاقہ میں بکثرت ہے جو کاشتکاری کرتی ہیں۔ (ادبی غفر)

چند صالح خواتین (رضۃ اللہ علیہن)

حضرت بی بی سارہ رضی اللہ عنہا

حضرت شیخ نظام الدین ابوالموید رحمہ اللہ کی والدہ ماجدہ تھیں اور متقدمین میں آپ بڑی صالحہ بزرگ بی بی تھیں۔

حکایت: ایک دفعہ خشک سالی ہوئی تمام لوگ بارش کیلئے دعا مانگتے رہے مگر بارش نہیں ہوئی تھی حضرت شیخ نظام الدین ابوالموید رحمہ اللہ نے اپنی ماں کے دامن کا ایک دھاگہ اپنے ہاتھ میں لے کر عرض کی ”یا اللہ یہ اُس بزرگ خاتون کے دامن دھاگہ ہے جس پر کسی نامحرم کی نظر کبھی بھی نہیں پڑی اس کے صدقے بارش برسا دے۔ ابھی شیخ نے کہا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً بارش عطا فرمادی۔ بی بی سارہ کا مزار پُر انوار دہلی میں رانی عمید گاہ کے پہلو میں ہے جس کے سرہانے کی طرف خواجہ قطب الدین کا مزار ہے۔

حضرت بی بی فاطمہ سام رضی اللہ عنہا

آپ اپنے زمانے کی صالحہ عابدہ صابرہ اور پاکیزہ بی بی تھیں۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ اور آپ کے خلفاء کے ملفوظات میں آپ کے تذکرے بکثرت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ عموماً بی بی فاطمہ کے مقبرہ میں مصروف عبادت رہتے تھے۔

فرمان بابا فرید رحمہ اللہ: حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ فاطمہ سام تو ایک مرد جنہیں اللہ نے عورتوں کی شکل میں بھیجا۔

فرمان شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ: حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ نے فرمایا اپنے کچھار سے جب شیر نکلتا ہے تو پھر کوئی بھی

نہیں پوچھتا کہ یہ نہر ہے یا مادہ انسانوں کو ان سے ڈرنا ضروری ہے وہ نہر ہو یا مادہ۔ بعد ازیں حضرت بی بی فاطمہ کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”وہ نہایت بوڑھی اور نیک بی بی تھیں میں

نے انہیں خود دیکھا آپ بڑی پیاری بی بی تھیں۔ حضرت بابا فرید، حضرت شیخ نجیب الدین متوکل اور بی بی فاطمہ سام آپس میں منہ بولے بھائی بہن تھے آپ کے متعلق حسب حال شعر کہا کرتی تھیں مجھے اُن کے یہ دوسرے یاد ہیں۔

ہم عشق طلب کنی وہم جاں خواہی
ہر دو طلبی ولے میسر نشود

روٹی پانی صدقہ کرنے کا اجر: حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے بی

بی فاطمہ کی زبان سے میں نے خود سنا ہے وہ کہا کرتی تھیں کہ کوئی تھوڑی سی روٹی اور پانی کا گلاس کسی کو دیتا ہے تو اُس پر دین و دنیا کی ایسی نعمتیں اللہ تعالیٰ نچھوڑتا ہے جو کہ لاکھوں روزے اور نماز سے بھی نہیں مل سکتیں۔

مقام اولیاء: حضرت میر سید گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات شریف میں تحریر فرمایا ہے کہ

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس پاک میں ایک دن حضرت

بی بی فاطمہ سام کی فضیلت کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں جس پر حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نے ارشاد فرمایا: اپنے انتقال کے بعد ایک شخص سے خواب میں ارشاد فرمایا کہ میں ایک دن اپنے

مقرر کئے ہوئے طریقے کے مطابق بارگاہ رب العزت میں جا رہی تھی کہ میری فرشتوں جیسی پرواز

دیکھ کر ایک آسمانی فرشتہ نے کہا کون ہو جو اس طرح پیدا کی سے اڑ رہی ہو؟ اور میں نے بھی قسم کھائی

کہ جب تک مجھے حق تعالیٰ خود نہ بلائے گا میں یہیں بیٹھی رہوں گی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ

حضرت ام المومنین بی بی خدیجہ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہا اور حضرت بی بی فاطمہ الزہراء رحمۃ اللہ علیہا دونوں تشریف

لائیں۔ میں اُن دونوں کے قدموں پر گر پڑی اور قدم بوس ہوئی، ان دونوں نے ارشاد فرمایا

اے فاطمہ سام! آج کیا بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے بلانے کی خاطر بھیجا ہے؟ میں

نے عرض کیا میں تو آپ کی لونڈی ہوں اور میری عزت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ

میرے بلانے کی خاطر تشریف لائی ہیں۔ بات صرف اتنا ہے کہ میں نے قسم کھائی تھی اس کے بعد

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ فاطمہ سام سچ کہتی ہے تم دونوں درمیان میں سے ایک طرف ہو جاؤ اور

اے فاطمہ سام میرے پاس آؤ میرے پاس آ کر کہو کیا چاہتی ہو؟ میں خود آیا ہوں جس پر

میں (فاطمہ سام) نے عرض کیا ”یا اللہ! تیری بارگاہ اقدس میں ایسے بے ادب بھی ہیں جو تیرے

پاس آنے والوں کو پہچانتے بھی نہیں ہیں (یعنی فرشتے جنہوں نے آپ کو اڑتا ہوا دیکھ کے بیباکی کا الزام لگایا) یہ خواب بیان کر کے خواب دیکھنے والے آدمی نے زور سے آہ کھینچی اور اپنی قبر میں بیٹھ گیا حضرت میر سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ خادم (حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ) یہ عرض کرتا ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طرف اشارہ کیا ہے اور قدیمی رسم کے تحت متکلم لفظ کی بجائے غائب (وہ) لکھا ہے۔

خیر المجالس میں ہے کہ حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا ”اے حسام الدین ہم نے آج ایک

ابدال کی زیارت کی ہے۔“

انہوں نے عرض کیا ”حضور کہاں زیارت کی؟“ فرمایا ”آج میں حضرت بی بی فاطمہ کی زیارت پر گیا ہوا تھا جو حوض والے قبرستان میں ہے ہاں میں نے ایک مرد دیکھا جو ککڑیوں کی ٹوکری سر پر رکھے ہوئے حوض کے کنارے پر آیا۔ اُس نے ککڑیوں کا ڈھیر لگادیا پھر اس طرح وضو کیا جسے دیکھ کر مجھے حیرانی ہوئی۔ بہر حال اس نے بڑے سکون سے دو رکعت نماز پڑھی مجھے اس کی ذوق بھری نماز پڑھنے پر بھی حیرت ہوئی اس کے بعد حوض میں اس نے تین بار ٹوکرا دھویا پھر درود شریف پڑھ کر ایک ایک کر کے تمام ککڑیاں دھو ڈالیں۔ اس کے بعد دھلی ہوئی ٹوکری اُس نے پھر حوض میں تین بار ڈبو کر باہر نکال کر کنارے پہ رکھ دی تاکہ اس کا پانی نیچے گر جائے یہ سب کچھ میں نے دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنی پگڑی میں سے ایک روپیہ نکال کر اسے دیا اُس نے نہ لیا۔ اور فرمایا ”مجھے معذور رکھو“ میں نے عرض کی ”آپ دو آنے کی خاطر اتنا وزن اٹھائے ہوئے اتنی تکلیف کرتے پھرتے ہو اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس ایک روپیہ بھجوایا ہے اسے کیوں نہیں لیتے؟“ اس نے پھر وہی فرمایا ”مجھے معذور رکھیے“ میں نے عرض کی ”اچھا پھر یہ تو بتائیے یہ روپے تم کیوں نہیں لیتے؟“ اس نے فرمایا ”بیٹھو۔ میں تجھے بتاؤں ہم دونوں بیٹھ گئے اس نے فرمانا شروع کیا ”میرے والد ماجد بھی یہی کاروبار کرتے تھے ابھی میں بچہ ہی تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ میری والدہ نے مجھے صرف اتنے ہی احکام ارشاد فرمائے تھے کہ میں صرف پانچ وقت کی نماز ہی پڑھتا تھا۔ پھر میری والدہ نے اپنے انتقال کے وقت مجھے نزدیک بلا کر فرمایا ”میری گرہ میں ایک چیز رکھی ہوئی ہے وہ چیز نکالو میں نے وہ گرہ نکال کر اپنی والدہ کو دی تو انہیں نے مجھے وہ

عمرہ کھول کر اس میں سے کچھ روپے نکال کر مجھے عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ میرے دُشمن کفن کیلئے ہیں پھر اس گروہ کی بقیہ رقم میں روپے تھی یہ بھی مجھے دیتے ہوئے ارشاد فرمایا بس یہی تنہا رہے باپ کی عمر بھر کی کمائی ہے یہ لو اور باغ میں جا کر اس سے لکڑیاں اور سبزی وغیرہ خرید کر فروخت کرنا اس پر اپنی گزر بسر کرنا اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے کوئی بھی چیز نہ لینا اور اسے اپنے استعمال میں ہرگز نہ لانا جب اس لکڑی والے نے اپنا یہ قصہ پورا سنا دیا تو میں سمجھ گیا کہ یہ ”ابدال“ ہے اور ابدال کسی سے کوئی چیز نذر یا تحفہ وغیرہ قبول نہیں کرتے صرف مزدوری کرتے ہیں۔

مزار پر انوار: سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت بی بی سام کا مزار پر انوار قصبہ اندر پت کے اطراف میں ہے اور ان کا مزار مرجع خاص و عام ہے لیکن میں مؤلف

اخبار الاولیاء (حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں کہ بی بی فاطمہ سام کا مزار پر انوار تو اب تک دہلی نواح دروازہ کے اندر ایک کھنڈر میں واقع ہے جس سے عموماً لوگ واقف نہیں ہیں۔ بعض لوگ انہیں بی بی شام اور بعض بی بی صائمہ کہتے ہیں یہ دونوں نام غلط ہیں بلکہ ان کا اصلی نام تو بی بی فاطمہ سام ہے اللہ تعالیٰ آپ پر رحمیں کرے۔ (آمین)

والدہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

آپ بہت بڑی مستجاب الدعوات بی بی تھیں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے جب اجدوہن (پاکپتن شریف) میں سکونت اختیار فرمائی تو حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ جاؤ اور میری والدہ محترمہ کو دہلی سے یہاں لاؤ حضرت شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے اور دہلی سے بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کو لا رہے تھے کہ راستہ میں پیاس لگی آپ انہیں ایک درخت کے سایہ میں بٹھا کر پانی کی تلاش میں چلے گئے جب واپس آئے تو دیکھا کہ بابا فرید کی والدہ ماجدہ وہاں نہیں ہیں۔ آپ حیران و پریشان ہو کر تلاش کرنے لگے مگر آپ کی والدہ ماجدہ نہ ملیں مجبوراً حضرت بابا فرید کے پاس پہنچ کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا پکوا کر لوگوں کو کھلایا اور صدقہ (ایصالِ ثواب کیلئے) بھی دیا۔ ایک عرصہ بعد حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ کا گزر اسی جنگل میں پھر ہوا چنانچہ آپ اسی درخت کے نیچے اس خیال سے گئے کہ شاید حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا کچھ پتہ چل جائے۔ اس درخت کے نیچے کچھ ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں جو کہ آدمی کی معلوم ہوئی تھیں آپ نے اُن ہڈیوں کو اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور دل میں کہا کہ آپ کی والدہ کو کسی شیر نے مار ڈالا ہے۔ وہ ہڈیاں

تھیلے میں ڈال لیں اور حضرت بابا فرید کے حضور حاضر ہوئے پھر سارا ماجرا کہہ سنایا حضرت بابا فرید نے وہ تھیلا طلب فرمایا۔ وہی تھیلا جب کھول کر جھٹکا گیا تو اس میں سے کچھ بھی نہ نکلا (وہ تھیلا بالکل ہی خالی تھا)۔

حضرت بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا

حضرت بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ حضرت شیخ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ والدہ ماجدہ کو اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق تھا جب انہیں کوئی کام درپیش ہوتا تو اسکے متعلق پہلے ہی خواب دیکھ لیا کرتی تھیں اور اس کام کی تکمیل کرنے پر انہیں مکمل طور پر اختیار حاصل ہو جاتا تھا خود میری یہ حالت ہے جب بھی کوئی ضرورت پڑتی ہے تو میں اپنی والدہ کے مزار پر جا کر عرض کرتا ہوں تو میرا وہ کام ہفتے کے اندر پورا ہو جاتا ہے بہت کم ایسا اتفاق ہوا ہے کہ اس کام کے پورا ہونے میں ایک ماہ لگے۔ میری والدہ کو زندگی میں جب کوئی ضرورت ہوتی تو وہ پانچ سو بار درود شریف پڑھ کر اپنا دامن پھیلا کر دعا مانگتی تھیں وہ پورا ہو جاتا تھا۔

۱- فضائل درود شریف:

- ۱- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا“ (تقرب الی اللہ کے سلسلے میں) اس کے دس دروجات بلند کرے گا۔
- ۲- حضرت علی الرضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا“ (میرا نام لیا گیا) تو اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔
- ۳- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو میری قبر (روضہ انور) کے پاس مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے میں اسے خود بخا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود شریف بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔
- ۴- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص مجھ پر درود بھیجے اور (درود بھیجنے کے بعد یہ) کہے: **اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْعِلْمَةِ**۔
”یا اللہ قیامت کے دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر جگہ دے جو تیرے نزدیک مقرب ہے۔“
تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔
- ۵- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بے شک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود شریف بھیجے گا۔“
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ خبر دیجئے ان درود شریف بھیجنے والوں کے بارے میں جو آپ پر درود شریف بھیجتے ہیں۔
حالاںکہ وہ آپ سے غائب ہیں۔ اور جو انہیں گے آپ کے بعد ان وہ شخصوں کا آپ کے نزدیک کیا حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خود بخا ہوں درود ان کا جو مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں انہیں پہنچاتا ہوں اور پیش کیا جاتا ہے مجھ پر دوسروں کا درود شریف (فرشتوں کے ذریعہ) الحمد للہ اور درود شریف پڑھنے کی سعادت بھی ہم اہل سنت کے نصیبوں میں ہے دوسرے گروہ اس سعادت سے بھی محروم ہیں۔

برکت: حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ ماجدہ کا دستور تھا کہ جب گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا تو آپ ارشاد فرمایا کرتی تھیں کہ آج ہم اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ ان کی اس بات سے مجھے ایک خاص ذوق میسر آتا تھا کہ اچانک کوئی آدمی ایک اشرفی کاغذ ہمارے گھر ڈال گیا وہ اتنے دن چل جاتا کہ میں اس کے ختم نہ ہونے کی وجہ سے تنگ ہو جایا کرتا تھا اور اس ذوق کا انتظار کیا کرتا تھا کہ میری والدہ ماجدہ فرمائیں گی کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں۔ اس غلہ کے ختم ہونے پر والدہ ماجدہ نے ارشاد فرمایا کہ آج ہم اللہ کے مہمان ہیں اُن کی اس بات سے مجھے وہ ذوق چین سکون اور آرام ملا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

ہکایت: سلطان قطب الدین بن سلطان علاؤ الدین خلجی نے حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے جھگڑنا چاہا اور جھگڑنے کا ابتدائی سبب یہ ہوا کہ اُس نے قلعہ سپیری میں ایک مسجد بنوائی اور تمام مشائخ عظام اور علمائے کرام کو حکم دیا کہ وہ جمعہ المبارک کی نماز اس جامع مسجد میں پڑھیں۔ حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پہلے جمعہ میں وہاں نماز پڑھنے کے لیے طلب کیا لیکن آپ نے کہا ابھیجا کہ ہمارے نزدیک ہی ایک مسجد ہے اور اُس مسجد سے زیادہ مستحق یہ قریبی مسجد ہے اس لیے میں جمعہ یہاں اس مسجد میں پڑھوں گا۔ آپ مسجد سپیری میں نہ تشریف لے گئے۔ نزاع کا دوسرا سبب یہ بنا کہ حکم شاهی کے مطابق ہر چاند کی پہلی رات تمام مشائخ عظام اور علمائے کرام اور معززین شہر نے چاند کی مبارکباد پیش کرنے کے لیے بادشاہ کے حضور حاضر ہوتے۔ حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی بجائے کسی ملازم کو بھیج دیتے۔ حاسدوں نے بادشاہ کو دشمنی پر ابھارا۔ اس لئے بادشاہ نے شاهی غرور میں آکر حکم دیا کہ جو کوئی آئندہ نوپندی جمعرات نہ آئے اسے ہمارے دربار میں حاضر کیا جائے ہم اسے سزا دیں گے۔ یہ سن کر حضرت شیخ نے کچھ بھی نہ فرمایا بلکہ سیدھے اپنی والدہ ماجدہ کے مزار پر انوار پر تشریف لے گئے اور دعا کرتے ہوئے کہا۔ بادشاہ وقت سلطان قطب الدین نے مجھے تکلیف دینے کی ٹھانی ہے کہ اگر اگلے ماہ کی پہلی تاریخ کو میں اس کے پاس نہ گیا تو سزا دیگا۔ اگر ایسا ہوا تو میں آپ کی زیارت کے لیے نہ آسکوں گا اور یہ جملہ اپنی والدہ سے ناز و ادا کے ساتھ کہہ کر اپنے گھر میں آکر بیٹھ گئے آئندہ مہینہ کی پہلی تاریخ کو بادشاہ پر یہ بلا ٹوٹی کہ خسرو خان پروان نے (جو بادشاہ کا درباری بھی تھا) بادشاہ کو قتل کر دیا اور محل میں سے اس کی لاش اٹھا کر باہر پھینک دی جیسا کہ مشہور ہے۔

مرنے سے قبل موت کا علم: حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جمادی الاولیٰ کی پہلی تاریخ میری والدہ کی تاریخ وصال

ہے۔ میرا قاعدہ تھا کہ نوچندی جمعرات کو چاند دیکھ کر میں اُن کی قدمبوسی کرتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ نوچندی کے دن چاند دیکھ کر میں نے والدہ کی قدمبوسی کی تو آپ نے ارشاد فرمایا آئندہ نوچندی جمعرات کو کس کے پاؤں پر سر رکھو گے؟ میں سمجھ گیا کہ میری والدہ اب نہ رہیں گی میری حالت غیر ہوگئی اور میں رونے لگا اور میں نے روتے ہوئے عرض کیا ”اماں جان! مجھ غریب بے چارے کو کس کے سپرد کرو گی؟“ آپ نے فرمایا ”یہ تجھے کل بتاؤں گی“ پھر فرمایا ”آج رات حضرت شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر آرام کرو“ میں اُن کے گھر جا کر سو گیا میں سو ہی رہا تھا کہ رات کے آخری حصہ میں جبکہ صبح کا وقت ہونے والا تھا ماما آئی اس نے مجھے کہا کہ بی بی آپ کو یاد فرما رہی ہیں جب میں پہنچا تو آپ نے ارشاد فرمایا ”تم نے کل مجھ سے ایک بات پوچھی تھی جس کے بتانے کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ اب کہتی ہوں پھر میرا سیدھا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ”یا اللہ! اسے تیرے حوالے کیا“ بس اتنا کہا اور جاں بحق ہو گئیں۔ آپ کا روضہ مبارک حضرت شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کے پاس ہی ہے اسی مقام پر آپ اپنی زندگی میں رہتی تھیں۔ بی بی نور جہاں عموماً خواتین کثرت سے جاتی تھیں مگر یہی حقیقت میں بی بی نور کا مزار ہے تو اس کے عقب میں ہی والدہ مرحومہ کا مزار مبارک واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔

حضرت بی بی اولیاء رحمۃ اللہ علیہا

آپ اپنے زمانے کی صالح اور بزرگ بی بی تھیں مشہور ہے کہ چلہ کھینچتے وقت آپ اپنے ساتھ چالیس لوٹک لے جایا کرتی تھیں اور جب چلہ سے باہر آیا کرتی تھیں تو لوگ دیکھتے تھے کہ ان چالیس لوٹکوں میں سے بھی چند لوٹکیں ہی کھائی تھیں باقی سب لوٹکیں بچی ہوئی تھیں کہا جاتا ہے کہ سلطان محمد تغلق بادشاہ وقت آپ کا معتقد تھا۔

آپ کا مزار مبارک دہلی میں تلحہ علائی کے باہر واقع ہے آپ کی اولاد بہت تھی جن میں سے ایک عورت کا نام اولیاء ہی ہے نیز آپ کی اولاد میں سے ایک شخص احمد نہایت پختہ کار تھے جو کہ اکثر مشائخ عظام کے صحبت یافتہ تھے اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔ (آمین)

تکمیلہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے خاندانی حالات

دہلی میں آمد: سلطان محمد علاؤ الدین خلجی کے روشن دور ہیں ہمارے جد امجد حضرت آغا محمد ترک بخاری اپنے وطن بخارا سے دہلی تشریف لائے۔ آپ اپنے قبیلہ کے سردار تھے اس لئے بہت سے ترک جو آپ کے رشتہ دار، مرید اور تابع تھے آپ کے ساتھ ہی بخارا شریف سے دہلی آ گئے۔ بادشاہ کی نظر عنایت کی وجہ سے عزت و عظمت کے بلند منصب پہ فائز ہوئے۔

علاؤ الدین کا آغا محمد ترک کی طرف توجہ کرنا: علاؤ الدین خلجی کے دور حکومت میں علاؤ الدین گجرات فتح کرنے

کے ارادہ سے لکھا اور اپنے چند امیروں کو ہمراہ لے لیا۔ اس نے راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ اسی مقام پہ ایک دن اسکے مصاحبوں اور رفیقوں کے مابین کسی معاملے میں رنجش پیدا ہو گئی چنانچہ وہ بحکم الہی اپنے تمام حکام ساتھیوں سے علیحدہ ہو کر جد امجد آغا محمد ترک کی طرف مزید توجہ فرمائی اور انہیں پہلے سے بھی بڑے منصب اور عہدہ پہ فائز کر دیا۔

کثرت اولاد: علاؤ الدین خلجی کے دور حکومت کے بعد قطب الدین اور سلطان محمد تغلق کے دور حکومت میں جد امجد کے تمام صاحبزادے ذاتی و کسبی فضیلت

کے مالک تھے دولت و نعمت کے لحاظ سے اتنے سرفراز ہوئے کہ اپنے اپنے زمانہ میں عزت دار اور دولتمند کہلائے قرآن حکیم میں ہے کہ:

العمال و البنون زینت الحیوۃ البدنیۃ۔

”مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی خوبصورتی ہیں۔“

اس فرمان خدا کے مصداق بہت دولت پائی اور بامراد و کامیاب رہے اللہ تعالیٰ نے آپ

کو (۱۰۱) صاحبزادے عطا فرمائے۔

اعتکاف بیٹھنا: (۱۰۱) صاحبزادوں کے علاوہ آپ کی حیات مبارک میں آپ کے پوتے وغیرہ اور بھی تھے مگر تھوڑے ہی عرصہ میں ایک کے سوا سبھی کا وصال ہوا صرف

ملک معز الدین کو ہی اللہ تعالیٰ نے حکمت بالغہ کے تحت زندہ رکھا۔ اس وجہ سے آپ کی آسائش و فراغت سبھی کچھ رنج اور غم میں تبدیل ہو گیا آپ نے ملک کے اعلیٰ مراتب اور تمام لاؤشکر چھوڑ کر سیاہ رنگ کا لباس پہن لیا اور بغرض اعتکاف حضرت شیخ صلاح الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ شریف میں بیٹھ گئے۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد آپ کو بشارت ہوئی کہ تیرے فرزند ملک معز الدین کی اولاد بہت زیادہ ہوگی اور رہتی دنیا تک ان کی اولاد باقی رہے گی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ملک معز الدین رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے سوبھائیوں کی فضیلت، استعداد اور نعمتوں سے مالا مال کر دیا اور بہت زیادہ صلاحیتیں عطا فرمائی۔ آپ نے اپنا سب کچھ (دولت وغیرہ) اپنے صاحبزادے حضرت ملک موسیٰ کے حوالے کر کے ۷۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ عید گاہ ششی کے عقب میں آپ کا مزار ہذا انوار ہے۔

ملک موسیٰ: ملک موسیٰ بھی مملکت کے بڑے عہدے دار اور رئیس تھے۔ آپ مادرِ انہر تشریف

لے گئے اور وہاں سے ”صاحب قرآن“ اور ”امیر گورگاں“ کے معزز عہدیدار کی حیثیت سے دہلی تشریف لائے۔ اور اپنے آباؤ اجداد کا سلسلہ دوبارہ آباد کیا اور دہلی کو ہی اپنا وطن بنالیا۔ آپ کی اولاد میں سے پھر کوئی بھی باہر نہیں گیا ملک موسیٰ کے کئی بیٹے تھے جن میں سے ایک بیٹے کا نام شیخ فیروز تھا۔ یہی میرے والد کے حقیقی دادا تھے۔

شیخ فیروز: حضرت شیخ فیروز رحمۃ اللہ علیہ ظاہری اور باطنی تمام فضائل سے موصوف تھے آپ دینی اور کسی ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال تھے۔ فن جنگ میں آپ بے مثال تھے۔

جنگی چالوں میں اپنی قوت طبع، جودت اور سلیقے کے لیے بھی آپ بے مثال تھے۔ تعلیم شاعری، دیرہ، سخاوت، ظرافت و لطافت، عشق و محبت اور دیگر اعلیٰ صفتوں میں بھی باکمال تھے علاوہ دولت و شہمت، جاہ و عزت، سرفرازی و عظمت کے لحاظ سے بھی عروج حاصل کیا۔ ہمارے گھر میں شیریں کلامی، ذوق شاعری اور خوش طبعی آپ کی وجہ سے ہی ہے۔ آپ سلطان بہلول کی حکومت تک زندہ رہے۔ آپ نے سلطان حسین شرقی کے آنے اور بہلول سے جنگ کا واقعہ نظم میں تحریر کیا جو کہ ہمارے پس تھا لیکن اس وقت موجود نہیں ہے ہاں البتہ اس کے دو شعر مجھے اب بھی یاد ہیں جو منجانب حسین شرقی، سلطان بہلول کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر کیے ہیں۔

ایا قابض شہر دہلی شنو حیاتت چو خواہی ازیں جابرو
منم قابض ملک ماراست ملک خداداد مارا خدا راست ملک

توجہ: اے دہلی کے قابض بن لے۔ اپنی زندگی میں جہاں چاہو جاؤ۔

میں بھی ایک ملک پر قابض ہوں ہمارا بھی ایک ملک ہے ہمیں اللہ نے ملک دیا اور ملک اللہ
تعالیٰ کا ہے۔

شیخ فیروز بریلویؒ ۸۶۰ھ میں بھڑاچ کشمیر لے گئے وہیں جنگ میں ہی جام شہادت سے
سرفراز ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

حضرت سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

جنگ میں جاتے وقت حضرت شیخ فیروز بریلویؒ کی اہلیہ محترمہ نے عرض کی کہ میں امید سے ہوں۔
آپ نے ارشاد فرمایا۔ انشاء اللہ بیٹا پیدا ہوگا اور اس کی اولاد بکثرت ہوگی۔ پیٹ کے فرزند و رتم دونوں کو
اللہ کے سپرد کیا۔ کیا پتہ جنگ میں کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا دیا۔ جن کا نام سعد اللہ تھا۔ اور وہی
میرے حقیقی دادا تھے یہ بھی اپنے والد گرامی کی طرح فضیلت، اداافت و طرافت، خوش مزاجی اور عشق و
محبت وغیرہ جیسی تمام صفات سے موصوف تھے آپ کے چہرہ مبارک سے بچپن سے ہی رشد و ہدایات
اور بزرگی کے آثار نمودار تھے۔ آپ علم سے فارغ ہونے کے بعد مصباح العاشقین حضرت شیخ محمد متکین
بریلویؒ کے مرید ہوئے جو کہ اپنے وقت کے بڑے کامل شیخ اور بزرگ تھے جن کا تذکرہ ہم اسی کتاب میں
۱۔ پیٹ میں بچہ یا بچی: یہ ہے شان اولیاء جبکہ بعض لوگ سید الانبیاء علیہ السلام کے علم غیب کی لٹی کرنے کی غرض سے مختلف
حیلے بہانے تراشتے ہوئے کہتے ہیں کہ کسے معلوم کہ بچہ جننے سے پہلے ماں کے پیٹ میں بچہ ہے یا نہیں جس کی دلیل قرآنی
آیات بتاتے ہیں۔ وہ آیات یہ ہیں اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيُعَلِّمُ الْاَرْحَامَ ۝ ہ شَک اللہ
کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارنا ہے بارش اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے (بیٹا یا بیٹی) حالانکہ اس آیت
مبارک میں کسی ایک لفظ سے کسی طرح بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا یا اللہ تعالیٰ کسی کو علم دیتا بھی نہیں۔ تفسیر
ادرج البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے۔

وَمَا رَوَىٰ عَنِ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا وَلِیَّاءٍ مِنَ الْاَعْبَادِ عَنِ الْعُیُوبِ مَبْتُعِلُوہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِمَّا بِطَرِیْقِ الْوَحٰی اَوْ بِطَرِیْقِ
الْاِلْہَامِ وَالْکَشْفِ وَکَذَا اَخْبَرَنَا بَعْضُ الْاَوَّلِیَّاءِ عَنْ نَزْوِلِ الْمَطَرِ وَاَخْبَرَنَا عَمَّا فِی الرَّحْمٰہِ مِنْ ذَکْرِ اَوْ الْاَنْشِیْ مَوَاقِعَ
کَمَا اُخْبِرَ۔ (روح البیان)

اور جو غیب کی خبریں انبیاء کرام اور اولیائے کاملین سے مروی ہیں پس یہ اللہ کی تعلیم سے ہے یا وحی یا الہام کے طریق سے اور اسی
طرح بعض اولیاء نے بارش آنے کی خبر دی اور بعض نے رحم کے پچڑ کے پلاڑی کی خبر دی۔ تو وہی ہوا جو انہوں نے فرمایا تھا۔
پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایسے علوم غیبیہ انبیاء اور اولیاء کو عطا فرماتا ہے۔

کر چکے ہیں۔ حضرت سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے انکی خدمت میں خوب ریاضت کی پیر و مرشد کی عنایات کی بنیاد پر خصوصی قبولیت حاصل کر کے ان کے خلیفہ بنے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت شیخ رزق اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت شیخ محمد منکن رحمۃ اللہ علیہ کا مرید کروایا۔

ریاضت: میرے والد ماجد حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد ماجد حضرت سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت ذوق و شوق، ریاضت و مجاہدہ طلب فقر و عنایا میں مشغول رہا کرتے تھے۔ راتوں کو بہت دیر تک جاگتے رہتے اور بارگاہ رب العزت میں گریہ و زاری کرتے ہوئے عاشقانہ اشعار پڑھا کرتے تھے ان میں سے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار مجھے یاد رہ گئے ہیں یہ اشعار آپ رات کے آخری حصہ میں پڑھا کرتے تھے۔

ہمہ شب رود رہی را کہ مرا مباحشت ہمہ کس بخواب راحت من بتلانشست
غرض وای امکان چه خیال فاسد است ایں ہوں جمل سلطان بدل گدا نشست
ترجمہ: 1- تمام شب اس راہ پہ بیٹھا رہتا ہوں جہاں سے صبا کا گذر ہے تمام لوگ میٹھی نیند سوتے ہیں اور بتلائے یار بیٹھا جاگتا رہتا ہوں۔

2- غرضیکہ امکان خارج خیال فاسد میں ہوں جمال محبوب کی ہوں اس گدا کے دل میں بیٹھ گئی ہے۔
وفات: میرے چچا رزق اللہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن میں نے اپنے والد گرامی حضرت شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا ابا جان! کبیر شاعر جو کہ لے سے پڑھا کرتا تھا یہ مسلمان تھا یا کافر؟ آپ نے فرمایا موصد تھا اس پر میں نے کہا کیا غیر کافر مسلمان اور کافر بھی موصد ہوتا ہے۔ آپ نے جواب دیا ابھی یہ سمجھنا مشکل ہے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سمجھ جاؤ گے۔ دادا حضرت سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بروز جمعۃ المبارک ۲۲۔ ربیع الاول ۹۲۸ھ کو انتقال فرمایا۔

حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

اس وقت میرے والد ماجد حضرت شیخ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب ہمارے والد ماجد کا وقت قریب آیا مجھے لے کر صبح سویرے ہی کوٹھے پر تشریف کے گئے۔ تہجد کے نماز پڑھ کر مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا: ”اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے اپنے دوسرے لڑکوں کی تربیت کی اور ان کے حق ادا کیے لیکن اسے یتیم، یتیم، یتیم،

چھوڑ کر جا رہا ہوں اس کے حقوق ادا کرنا ابھی میرے ذمہ تھے اس لیے اسے تیرے حوالے کر رہا ہوں تو یہی اس کا متوئی اور مربی ہے یہ دعا کر کے فوراً ہی کوٹھے سے اتر آئے۔

والدہ کی خدمت: مختصر یہ کہ میرے دادا صاحب کے وصال کے بعد میرے والد ماجد

حضرت شیخ سیف الدین رحمہ اللہ میں اپنی ذاتی استعداد اور (اپنے) والد گرامی کی دعا کی وجہ سے ترقی و قبول کے اثرات ظاہر ہونے لگے آپ نے اپنے بھائیوں کے موجود ہونے کے باوجود اپنی والدہ ماجدہ کی ہاتھ پاؤں اور زبان وغیرہ سے خوب خدمت کا حق ادا فرمایا۔ خرچ کی تنگی اور موانعات زمانہ کے باوجود تعلیم حاصل کرنے لگے۔ شاعری، فصاحت، قبولیت، ذوق و شوق محبت و الفت، خوش مزاجی، بے تعلقی، خوش کلامی، حضور قلب، ذکر حق، لطائف و ظرائف، باریک بینی اور دور رسى میں بے نظیر اور ملک کی یادگار ثابت ہوئے۔

پوشیدہ صفات: تمام شہر والے کہتے تھے ان بھائیوں کی وجہ سے شہر دہلی بھی ہے اور آباد بھی ہے۔ مرتبہ عقلی اور تیز محبت کے باوجود والد گرامی نے درویشانہ طریقہ نہیں

اپنایا، خدمت درویشاں کا انہیں خیال تک نہ آیا۔ آپ اکثر اپنے ہم زماں رئیسوں اور مالداروں سے اپنی کفاف معیشت کے سلسلے میں میل جول رکھتے تھے مگر اس کے باوجود ان رئیسوں اور مالداروں کو آپ کے فقر و فاقہ کا پتہ نہ چل سکا۔ پورے شہر کے صرف چند لوگ ہی میرے چچا صاحبان اور والد گرامی کے درویشانہ حالات جانتے تھے باقی شہر کے رہنے والے ان کے علم و فضل، سخن جنہی سخن شناسی، سخن گوئی خوش مزاجی کی تعریف کرتے اور اسی اعتبار سے ان سے واقف تھے ہاں البتہ جوان کی خلوت کے ساتھی وہی انکے فقر و عنا کو جانتے تھے اور تمام ظاہری اور باطنی دسیلوں کے باوجود دنیوی شان و شوکت اور جاہ و حشمت کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ تمام ہمت اور پوری نیت کے ساتھ صرف قلب اور باطن کی طرف ہی متوجہ رہتے تھے۔

ملفوظات شریف: 1- قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں دنیا کی طلب، مال و دولت کی کثرت، مالدارى اور سرمایہ دارى کا شوق ہرگز نہیں کیونکہ

ہمارا دلی رجحان صرف محبت الہی اور فقر کی طرف ہے۔

2- جب نفس کی گفتگو ہوتی ہے تو ادا ہر دل لگا جاتا ہے نیز فرماتے تھے مجھے ان لوگوں پر حیرت آتی ہے جو اپنا اعتبار بڑھانے کیلئے لوگوں کے کام کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ لوگوں

سے کیا واسطہ صرف خدا سے وابستہ رہنا چاہیے۔

- 3- آپ فرماتے تھے کہ مجھے سات سال کی عمر سے جس میں ادراک، شعور اور عقل کی ابتدا ہوتی ہے۔ درد محبت، طلب الہی اور شوق معرفت دامن گیر تھا۔ اور اسی ذکر فکر میں عمر گزری ہے۔
- 4- نیز آپ فرماتے تھے کہ مجاہدہ اور ریاضت کے دور میں میں نے وہ وہ حالات دیکھے ہیں جن حالات کا تذکرہ نہ کرنا ہی اسرار اور رازداری ہے اور یہی چیز فقراء کے لیے ضروری بھی ہے۔
- 5- آپ فرماتے تھے کہ دنیا کی لذت، احتلام کی لذت کی مانند ہے جو ایک لمحہ بعد ہی زائل ہو جاتی ہے مگر اپنی کثافت اور کدورت باقی رکھتی ہے۔

- 6- نیز آپ ارشاد فرماتے تھے ابتدائی دور میں نسبت یا دداشت برقرار رکھنے کی کوشش کیا کرتا تھا مگر اب یہ حالت ہو گئی ہے کہ ایک لمحہ بھی اگر غافل ہونا چاہوں تو یہ بات میرے اختیار سے باہر ہے علاوہ ازیں ابتدائی دور میں اسی راہ میں مجھے ایسی مشکلات درپیش آئی تھیں کہ صرف جان نکلنا ہی باقی رہ گئی تھی مجھے اتنی وحشت ہوئی تھی کہ جی چاہتا تھا کہ جان دے دی جائے اکثر میں نے ارادہ کیا کہ کسی کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں اور موجودہ کشمکش سے جان چھڑا لوں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی فرما کر مجھ پر فتوحات کے دروازے کھول دیے۔
- کشا د گیاں عطا کر دیں اور اپنی عظیم نعمتوں سے مجھے نوازا۔

- 7- آپ فرماتے تھے کہ معرفت و حقیقت کی راہ کے طلب کرنے والے جو نوافل اور مستحبات ادا کرتے ہیں وہ میں نے ہرگز ادا نہیں کیے ہاں! البتہ عاجزی، حسرت و ندامت اور قناعت اپنائی کہ کاش یہ سب کچھ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو جائیں اور یہ جملے آپ نے اس مجلس میں ادا فرمائے جبکہ قلندر یہ مشرب کا آپ کے سامنے تذکرہ ہوا اور آپ سے کہا گیا تھا کہ آپ نے زیادہ سے زیادہ نوافل اور مستحبات ادا نہیں کیے ہیں۔

خلاصہ: خلاصہ یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی مکمل کرتے تھے۔ دوسرے لوگوں کی رسمیں اور عادتیں جو کہ ناجائز ہوتی ہیں انہیں ناکارہ فرماتے۔ اللہ کی طرف قلب کو خوشدلی سے مائل کرتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں بذات خود کچھ بھی نہیں ہوں اور ہاں جو کچھ ہوں وہ سب کچھ اسی راہ مشرب کی وجہ سے ہوں۔

مضبوط: آپ کو سلسلہ قادریہ سے نسبت و ارادت تھی اور دوسرے سلسلوں کے ذریعے بھی اجازت

اور نسبت حاصل تھی مشغولی باطن کی وجہ سے آخری عمر کے حصہ میں سلسلہ نقشبندیہ پر قائم ہو گئے اور زیادہ سے زیادہ آپ پر مشرب توحید غالب تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ جب میں علما و فضلاء کو طلب عزت و جان اور مال کی کثرت میں لوگوں سے جھگڑا پیدا کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں بہت زیادہ پڑھ کر بہت بڑا آدمی نہیں بنا ہوں۔

نزاعی مسئلہ کا حل: عموماً آپ مجھے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ علم کے بارے میں کسی سے

تکرار بالکل نہ کرنا۔ اور کسی کو مشقت میں نہ ڈالنا مخالف فریق اگر حق پر ہو تو اسکی بات بغیر کسی چون و چرا کے تسلیم کر لینا۔ اور اگر تم حق پہ ہو تو فریق مخالف کو دو تین بار سمجھانا تاکہ وہ صداقت قبول کر لے (پھر بھی وہ تسلیم نہ کرے تو) آخر میں اسے کہو کہ مجھے تو یہی بات معلوم ہے جو میں تجھے کہہ رہا ہوں اور ممکن ہے کہ جو تم کہہ رہے یہ بھی صحیح ہو لیکن اصل نزاعی مسئلہ صداقت و نطلان کا تو باقی رہ ہی جاتا ہے اور اگر یہی بات تمہارے کسی استاد یا پیر سے ہو تو ان سے اپنی محبت اور خوش عقیدگی قائم رکھنا ان سے کسی طرح بھی جنگ نہ کرنا اور نہ ہی ان سے تعصب کرنا کیونکہ اصل میں محبت کرنے والوں کا تو صرف کام ہی یہ ہے کہ محبت سے کام لیں۔ یاد رکھو: اساتذہ اور مشائخ عظام کی محبت ہی فائدہ مند ہے۔ اور لڑائی تو اپنے نفس کے لیے کی جاتی ہے جبکہ دوستوں سے تو کوئی بھی نہیں لڑتا۔

فرمانِ مرشد کا مقام: طالب کو چاہیے کہ وہ اپنے مرشد کے فرمان پر اچھی طرح بھروسہ کرے اور ان کے احکام پر اچھی طرح کاربند رہے خواہ اس مسئلہ میں

ان سے اختلاف ہی کیوں نہ رکھتا ہو۔ لیکن اس کے بارے میں کوئی شک و شبہ کیے بغیر پیر و مرشد کے فرمان پر آمرا و صدقہ قنا کہے۔ نیز یہ تو وہ راستہ ہے کہ اس راستے میں شروع سے ہی پیر و مرشد کے فرمان کو بغیر کسی چون و چرا کے ماننا ہے نہیں تو آگے چل کر نقصان اور غلبان کا شکار ہو جاتا ہے پہلے پہل مرشد کی پیروی اور اعتقاد میں مشغول رہے اور پھر آہستہ آہستہ ان کی صحبت اور اپنے ذوق و شوق، فطرت سلیمہ کے مطابق تحقیق اور یقین کے مقام پہ فائز ہو جائے۔ آپ فرماتے تھے کہ ابتدائی طور پر مجھے بھی توحید کے معنی اور کیفیت کے عقیدہ میں دوسرے اور غلبان تھا کئی کوشش کیں مگر ناکام رہا۔ میں اپنے دل میں کہتا اتنے زیادہ اولیاء اللہ اور مشائخ عظام راہ توحید پر گامزن ہیں کیا یہ سبھی معاذ اللہ گمراہ ہیں حالانکہ ان بزرگ شخصیات کے مقابلے میں میری کیا حیثیت ہے؟ بالآخر اب یہ حالت

ہوگئی ہے کہ لاکھوں بہانے بھی کروں تو پھر بھی راہ تو حید کے بارے میں مجھے کسی بھی قسم کا شبہ نہیں آتا۔ آپ فرماتے تھے کہ جب میں کسی کی طرف نظر کرتا ہوں تو پہلے اس میں ایک اجتماعی بسیط نور کی کیفیت نظر آتی ہے پھر تفصیلی حالات اور کوائف اس شخص کی صورت اور شخصیت ظاہر کرتے ہیں۔

حالت مشاہدہ: آپ کی بیماری کے آخری زمانہ میں آپ کے ایک دوست بیمار داری کے لیے تشریف لائے تو آپ نے ان سے فرمایا تم جانتے ہو کہ مشاہدہ کیا کیا حالت ہے؟ واقعہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو مظاہر کو نبیہ میں یوں دیکھتے ہیں جیسے شیشہ میں اس طرح دیکھا جائے کہ آئینہ درمیان میں نہ رہے اور صورت پیش نظر رہے فقراء کی دید کی اس دنیا میں یہی حالت ہے اور آخرت میں ان کے دیکھنے کا اک علیحدہ طور ہے۔

طریقت کا راستہ: طریقت کے کئی راستے ہیں مختلف راہیں ہمت والوں نے اختیار کر لی ہیں لیکن اصلیت یہ ہے کہ معیت حق کو یوں پیش نظر رکھیں کہ کسی بھی وقت، کسی معاملہ اور کسی چیز میں بھی غیر حق نظر نہ آئے اور فوراً ہی دیدار الہی سے خیال منتشر نہ ہو جائے دنیا کے کام ہاتھ سے کرتے رہو اور دل کو یار کی طرف لگائے رکھو۔

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ کار می دار نہفتہ چشم دل جانب یار
”ہمیشہ ہر جگہ تمام لوگوں کے ساتھ جملہ امور ہیں چھپے چھپے دل کا گوشہ محبوب کی طرف رکھ“۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت اس طرح کرے کہ اس نے ہمیں اپنی شکل و صورت پر پیدا کیا ہے۔ اس نے حکم اس طریقے پر عمل کرنے کا دیا ہے اور روایت کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دے اور دنیوی طور پر مطلق اللہ تعالیٰ کی ہی پاکیزگی، روایت اور اعتبار دنیا والوں کی نگاہوں میں محفوظ رہے۔
ملفوظات شریف: 1- آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت تک حقیقت کے معنی مثالی طور پر معلوم نہیں ہو جاتے اس وقت تک شک و شبہ باقی رہتا

ہے اور جب معنی اور حقیقت مثالی طور پر معلوم ہو جاتے ہیں، پیش نظر ہو جاتے ہیں تو اس کے بعد کسی بھی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ دولت مجھے حضرت شیخ امان اللہ رحمہ اللہ سے حاصل ہوئی تھی۔

2- آپ ارشاد فرماتے تھے کہ میں جتنی بھی سعی کروں کہ توحید معلیٰ کے علاوہ کوئی اور صورت

ظاہر ہو کر پھر بھی اس کا کوئی بھی امکان نظر نہیں آتا۔ وحدت سے کثرت (دوئی) میں آنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ لیکن فطرتِ سلیمہ کہتی ہے کہ یہ حالت بھی صاحبانِ فطرت کو فطری طور پر ہی حاصل ہوتی ہے اور اس کے حاصل ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صحیح ذوق اور فہمِ سلیم عطا فرما دیتا ہے۔

3- آپ ارشاد فرماتے تھے کہ حضور و توجہ اور ذکر و اذکار کی حالت بھی غفلت کے خلاف اور برعکس ہے۔ حضور اور توجہ کے حاصل ہونے کی صحیح نشانی یہ ہے کہ خورد و نوش اور غضب و نزاع کے وقت بھی ہر شخص کو ہوشیار رہنا چاہیے اور توجہ اور حضور کی قلب کو کسی بھی قیمت پر ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔

4- آپ ارشاد فرماتے تھے کہ میرا امتحان جب چاہے لے لو کہ میں اس نسبت کو جانتا ہوں یا نہیں ایک دفعہ دو فقیر ایک دوسرے کا حضور قلبی کے سلسلے میں امتحان لینا چاہتے تھے وہ دونوں ایک دن ایک مجلس میں تشریف فرما تھے میں وہاں پہنچا تو ان میں سے ایک نے فرمایا ”اس آنے والے کو پہچانتے ہو؟ ہاں جانتا ہوں یہ تو وہی ہے جسے تو جانتا ہے“ ان کے اس سوال و جواب سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ آگاہی اور حضور قلبی کے سلسلے میں بات چیت تھی۔ میں نے اپنے دل میں کہا ”میں اپنے بارے میں ان دونوں کے حضور قلب کا امتحان لوں گا میں ابھی تک اسی خیال میں ہی تھا کہ ایک اچانک بڑے شاندار بارعب بزرگ اس مجلس میں تشریف لائے۔ ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تم اسے جانتے ہو کہ یہ کون بزرگ ہے؟ دوسرے نے فرمایا ”خدا کی قسم میں تو اسے نہیں جانتا؟“ اس پر سوال کرنے والے نے فرمایا یہ بھی وہی ہے جسے تم جانتے ہو اور غفلت کے مقام میں ہوسیار رہنا بڑا مشکل ہے۔

5- آپ فرمایا کرتے تھے کہ خورد و نوش بھی ایک قسم کی غفلت ہی ہے شخص ہوشیار کا مشاہدہ ہے کہ وہ غذا کی لذت اور اس کی لذت آنے کا سبب اور غذا عطا فرمانے والے کی لذت سے بھی آشنا ہوتا ہے۔

6- آپ فرمایا کرتے تھے کہ کتابت و تحریر کی حالت بھی عجیب و غریب ہے۔ مشاہدہ دکھائی ہے۔ پڑھ غیب سے مختلف حرف خارج سے وجود میں اپنی مختلف حالتیں لاتے ہیں اور وحدتِ علم اور ارادہ قلبی کی عجیب و غریب مثالی شکلیں وحدت سے کثرت سے ظاہر کرتے ہیں۔ اور اپنے

وجود تشریفاتی اور عملی سے احکام و آثار ماہیت کے ذریعے علمی صورتیں ظاہر کرتے ہیں۔

7- آپ فرماتے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل و صورت میں تشریف لانا مقصود تشریفاتی کے مطابق ایک مثال ہے یہاں پر اگر غور فرمائیں تو پتہ چلے گا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی برتری، قدرت ارادہ کاملہ کے باوجود تعمیل احکام کے پیش نظر اپنا دی صورت میں ظاہر ہوتے تھے اور حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے جسم اور لباس کی طرح جسم اور لباس اختیار کر کے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ یکس پناہ میں حاضر ہوا کرتے تھے اور وہ اسی کیساتھ ہی اپنی ذات میں کسی بھی قسم کے تغیر و تبدل اور حلول کے بغیر موجود رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام اگر چاہیں تو ایک وقت میں ہزار ہا شکلوں میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ کسی بھی قسم کی تشبیہ کے بغیر (یہ بات سمجھنی چاہیے کہ) یونہی اللہ تعالیٰ صوری اور معنوی مظاہر میں جلوہ گر ہے۔ اور یہی حقیقت بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے ہے۔

8- آپ کا فرمان ہے کہ پیر و مرشد حضرت شیخ امان اللہ رحمہ اللہ اس جملے کی تکرار بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وحدت و اطلاق کے باوجود ہر ایک ذرہ میں موجود اور کار فرما ہے "نیز والد بزرگوار بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ نور کی تقسیم کرنا اور اس کے ٹکڑے کرنا ممکن نہیں ہے اگر ایک دیئے سے لاکھوں دیئے جلائیں تو اس پہلے والے دیئے میں کسی بھی قسم کی کمی یا نقصان نہیں ہوگا اسی طرح ہی اللہ تعالیٰ ہے (اللہ تعالیٰ کے وجود میں کمی یا نقصان نہیں آتا) جو کہ تمام (کائنات) کا مصدر ہونے کے باوجود اپنی حالت مجرد اور اطلاق پہ قائم اور برقرار ہے۔

9- ارشاد: آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ روحیں کیا چیز ہیں؟ (کبھی غور کیا؟) سنو ایہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں اور اس واجب الوجود کے تعینات کے حصے ہیں جو مختلف مہبتوں میں مقسم ہوئے ہیں اور یہ (ان کا) تقسیم ہونا اس نوعیت کی تقسیم نہیں ہے جسے عقل و شعور اپنے دوسرے مقتضیات پہ محمول کرے۔ اس عبارت کو آپ نے ایک اور طریقے سے یوں واضح فرمایا ہے تم نے دیکھا ہوگا کہ ایک ہانڈی میں بہت سے سوراخ کر کے بچے اس میں چراغ رکھ دیتے ہیں اس چراغ کی روشنی اس ہانڈی کے سوراخوں سے نکلتی ہے اور چراغ اپنی اصلی روشنی قائم رکھتا ہے جس کی روشنی میں کسی بھی قسم کا تجزیہ تقسیم اور حصے نہیں ہوتے۔

کسی قسم کی تشبیہ کے بغیر (یہ بات سمجھو کہ) بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کا وجود بھی اپنے حقیقی علاقہ پر قائم اور برقرار ہے اور کائناتی مایہوں کے روزنوں اور درپچوں سے روشن ہے۔

10- آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ علمائے کرام اور مشائخ عظام کا بیان ہے کہ عالم ازواست، بدواست بلکہ ہمدوست یعنی عالم اس سے ہے اور اس پر ہے بلکہ تمام اشیاء اس سے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اچھا کہنا یہ ہے کہ عالم اللہ سے ہی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ تو دل کا کام ہے زبان سے تو اس کا کوئی بھی تعلق نہیں ہے۔ زبان سے تو صرف وہی کچھ کہنا چاہیے جو بالکل شریعت کے موافق ہو اور اگر ذرا غور سے ملاحظہ فرمایا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ ”ازواست“ کے بھی وہی معنی ہیں جو ”ہمدوست“ کے معنی ہیں۔

11- آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سوا کون سی چیز ہو سکتی ہے اور کس طرح ہو سکتی ہے کیونکہ خود وحدہ لا شریک کا فرمان ہے کہ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْئًا اللّٰهُ تَعَالٰی تھا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔

جو چیز بھی عدم سے وجود میں آئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہی ظاہر ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ تو جیسا تھا بالکل اسی طرح ہی اب بھی ہے یعنی وہ پہلے بھی اللہ تعالیٰ تھا اور اب بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ ساتھ کوئی چیز بھی اسکی شریک نہیں ہے۔

سوی الله و الله مافی الوجود کجا غیرو کو غیر کو نقش غیر

ترجمہ: غیر اللہ کہاں؟ اور نقش غیر اللہ کہاں ہے؟

اللہ تعالیٰ کے سوا بخدا وجود میں کوئی شے موجود نہیں۔

12- آپ فرماتے تھے کہ ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ کے بارے خواہ کچھ ہی کہیں ہم تو اسے معنی تو حید پر ہی سمجھتے ہیں عالم کا مخلوق ہونا یا اللہ تعالیٰ کا مظہر ہونا یہ دونوں جملے ہمارے نزدیک بالکل ایک ہی ہیں۔ اپنی جوانی (کے دنوں میں) ایسی باتیں کرنے سے ذوق حاصل ہوتا تھا مگر اب تو کوئی بھی ایسی باتیں کرے تو اس کے منہ پر تھپڑ مارنے کو جی چاہتا ہے تاکہ پھر کبھی وہ اللہ تعالیٰ کی تو حید مطلقیت اور موجودگی کے سلسلے میں کوئی غلط بات نہ کہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات مندرجہ اس شخص سے ہی بیان کی جاسکتی ہیں جو ہمزاد ہو، ہمدام اور سچا طالب ہو۔

13- میرے والد ماجد اپنی فطرت کے لحاظ سے عشق و محبت کا مشرب رکھتے تھے انہوں نے ارشاد

فرمایا کہ۔

مصرعہ: ایں لذت بشیر آمد دروں با جاں بروں آید۔

ترجمہ: یہ لذت جو شیر کے اندر میں ہے وہ جان کے ساتھ باہر آتی ہے اور ان کی خود اپنی یہی کیفیت اور حالت تھی۔

14۔ عشق و محبت: آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنی پانچ چھ سال کی عمر میں جب مدرسہ میں جایا کرتا تھا وہاں میرے ہم عمر لڑکے سے مجھے عشق تھا۔ اور اس عشق کی یہ کیفیت تھی کہ مجھے عشق و محبت کے مفہوم کا بھی پتہ نہ تھا بچپن سے اب تک سودائے عشق سلایا ہوا ہے۔ اگر یہ عشق بازی رسوائی اور ذلت کا سبب نہ بنے تو اس بڑھاپے میں بھی عشق کرنے کو جی چاہتا ہے۔ میرا دل محبت کی آگ سے کباب بن گیا اور میری جان شوق کی راہ میں خستہ اور خراب ہو چکی ہے۔

ہکایت: والد گرامی ارشاد فرمایا کرتے تھے ہم ایک بار قلعہ تغلق کی دیوار پر بیٹھے ہوئے تھے اچانک وہاں سے وہی لڑکا گزرا جس سے ہمیں پیار تھا۔ بس فوراً ہی ہم زمیں پر گر پڑے اس وقت تو مجھے اس گرنے کی چوٹ محسوس نہ ہوئی مگر اب بڑھاپے کی وجہ سے اُن چوٹوں کا درد محسوس ہو رہا ہے۔ میرے والد گرامی اور چچا صاحب دونوں ہی جب خلوت میں ہوتے تھے تو ان پر ذوق و حال طاری رہتا تھا یہ درد سے بھری ہوئی باتیں اور دل آویز واقعات بیان فرمایا کرتے تھے لیکن اب اس وقت کسی میں بھی حال و ذوق نظر نہیں آتا مگر ان دونوں بزرگوں کی مجلس پاک شروع سے آخر تک شوق، گریہ اور درد محبت سے بھر پور رہتی تھی۔

چچا اور والد ماجد کی حالتیں: چچا صاحب حضرت شیخ رزق اللہ رحمہ اللہ کی مثال تو را کہ میں چھپی ہوئی چنگاری جیسی تھی اور ذرا سی تلاش پر وہ (چنگاری) انگارہ بن جاتی ہے اور والد گرامی اس چیز کی مانند تھے جس چیز سے پانی نپکتا ہو جو معمولی سادہ کھانے کی وجہ سے بھی بہنے لگے۔ آپ بڑے ہی نرم دل اور سر بلع تاثیر تھے ان کے سامنے جب درد محبت کی کوئی گفتگو کی جاتی تو وہ اس بات سے متاثر ہو کر رونے لگتے تھے جب میں نے اُن کے سامنے خیام کی یہ رباعی پڑھی تو ان پر کیفیت گریہ اور جذبہ طاری ہو گیا۔ حالانکہ اسی رباعی کو میں روزانہ بارہ مرتبہ پڑھتا ہوں۔

این کو زہ چومن عاشق زارے بودہ است

در بندہ زلفا نگارے بودہ است

این دست کہ در گردن اومی بنی

دست است کہ در گردن یارے بودہ است

ترجمہ: یہ کمزوری جو مجھ جیسے عاشق زار کو لاحق ہوئی ہے یہ محبوب کی زلف کی قید کی وجہ سے ہے۔ یہ ہاتھ جو تم انکی گردن میں دیکھ رہے ہو یہ وہ ہاتھ ہے جو سانپ سیاہ (زلف) کی گردن میں جکڑا ہوا۔
 سماع: والد بزرگوار ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ محفل سماع میں حال و جذبہ صرف ایک لمحہ کے لیے ہی پیدا ہوتا اور اس وقت عقل اور شعور بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے اس کی مثال بجلی کی اس چمک جیسی ہے جو کہ آنکھ جھپکتے ہی چمکی اور ختم ہو گئی۔ ایک لمحہ کے اثرات کی وجہ سے جو حال، جذبہ، گریہ و فریاد اور لطیف تجلی پیدا ہوتی ہے وہ تو صرف ایک دو منٹ یا دس گیارہ منٹ تک جاری رہتا ہے اس سے زیادہ اس کی تاثیر قوت اور کیا ہو سکتی ہے؟

قول فقہا کی تردید: آپ فرمایا کرتے تھے کہ فقہاء کا یہ قول کہ سماع نفاق پیدا کرتا ہے مجھے سمجھ نہیں آیا حالانکہ نفاق اور منافقت کو گانا (سماع) سننے سے کیا

تعلق؟۔ حالانکہ سماع کے وقت تو خود اپنی ہی خبر نہیں رہتی اس حالت میں نفاق کی ملاوٹ کس طرح ہو سکتی ہے؟ یہ حال تو خاص بندگان الہی کا ہے کہ وہ یاد محبوب میں محو ہو جاتے ہیں باقی اللہ تعالیٰ ہی زیادہ جانتا ہے۔

نگاہ دلی: میرے والد گرامی اور چچا صاحب قبلہ کی تو یہ حالت تھی کہ یہ دونوں بزرگ ہی جب کسی کی طرف توجہ فرماتے یا اس کی تربیت فرماتے اور طالب میں اگر ذرا سی بھی قابلیت ہوتی تو متاثر ہو کر اثرات، تربیت اور توجہ قبول کرتے ہوئے یا اسکی تربیت فرماتے ہوئے لیاقت مآب بن جایا کرتا۔ مجھ فقیر (حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ) کو کامل طور پر یہ یقین ہے کہ ان دونوں بزرگوں نے اپنی محبت اور الفت کی مخصوص نظروں اور عنایات سے جو کہ طبعیت انسانی کا خاصہ ہے مجھے خاص فرمایا ہے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ والد ماجد کے سامنے ایک دن میں ایک علمی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہا تھا وہ میری طرف ہی توجہ فرما رہے تھے۔ انہوں نے دونوں ہاتھ میرے منہ پر پھیرتے ہوئے مجھے دعا دی اور مجھے ارشاد فرمایا کہ تیرے چہرے پر مجھے ایک تجلی اور نور جھلکتا ہوا نظر آیا جسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہی جانتا کہ وہ کیا کیفیت تھی۔

۱۔ سماع کے متعلق بہترین محقق فقیر اویسی غفرلہ کا اطلاق المہموم ترجمہ احیاء العلوم کا مطالعہ فرمائیے۔

ہر آدمی کی حقیقت: آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ درویشوں اور علمائے کرام کی محبت کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہے کہ ہر آدمی کی حقیقت حال میں آسانی سے پہچان لیا کرتا ہوں، میں نے انکی اس صفت کو کئی بار پرکھا۔ کہ جس میں جو بھی صفت پیدا کر دی وہ اُس میں اگر اسی وقت نہ بھی ظاہر ہوئی تو آخر میں لازمی طور پر وہ اس صفت معلیہ میں کامل اور ماہر ہو گیا۔

مبالغہ اور شد و صد سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں کسی کو اندھیری رات میں بھی چھو لوں تو اُسکی حقیقت حال بیان کر دو آپ فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ انہیں کسی سے تعلق تو نہیں ہوتا مگر وہ کسی کو تکلیف بھی نہیں دیتے۔

ظاہر و باطن یکساں: آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایسے بھی کچھ لوگ ہیں جو کہ بناوٹ، تکلیف، منافقت اور دکھاوا ہی کرتے ہیں اپنے آپ کو یوں ظاہر کرتے ہیں گویا کہ انہیں مخلوق سے کسی قسم کی کوئی طلب نہیں ہے اور حقیقتاً اسی طرح ہی ہونا چاہیے کہ تصنع اور تکلیف برطرف کر کے اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے صداقت اور محبت کا برتاؤ کیا جائے انسان کا ظاہر اور باطن ایک جیسا ہونا چاہیے اور اصلی معاملہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ راستی اور راستبازی کا معاملہ ہمیشہ ٹھیک رہنا چاہیے۔

مسوداتِ کلام: والد ماجد نے بہت سی غزلیات، رباعیات، مثنویاں، نظمیں اور قصائد تحریر فرمائے تھے لیکن وہ سب کچھ بیاض میں تحریر کرنے سے قبل ہی ضائع ہو گئے۔ شہر کا ایک مشہور بد معاش آپ کے کلام والا صندوقچہ اس خیال سے چوری کر کے لے گیا کہ شاید اس صندوقچہ میں کچھ زرق و نقد وغیرہ ہوگا۔ پھر اس نے تمام کلام کے مسودات کا راز فاش ہو نیکیے خوف کی وجہ سے جلادیا۔

والد گرامی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں جوانی میں بعض تقریروں میں اشعار پڑھا کرتا تھا اور اشعار سنا کر میں خوش ہوتا تھا لیکن یہ شعر گوئی میری فطرت میں نہ تھی۔ فن شعر پر میں نے ایک دو کتابیں بھی تحریر کی تھیں۔

رسالہ کاشفات: ایک دن پیر و مرشد حضرت شیخ امان بیہید نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس اکثر و بیشتر لوگ آتے تو ہیں لیکن پتہ نہیں کہ وہ ہمارے ذوق اور

مشرّب سے لذت اور فیض حاصل بھی کرتے ہیں یا نہیں انہیں کوئی بات دریافت کرنے کے سلسلے میں کسی قسم کی جھجک اور شرم نہیں کرنی چاہیے۔ یہ سن کر میں (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کیا کہ فقیر کی یہ مجال تو ہرگز نہیں کہ آپ کے رد و ردو کچھ عرض کر سکے۔ ہاں البتہ اگر اجازت ہو تو درستی کی غرض سے کچھ لکھ کر پیش کر دوں۔ کیونکہ وہ اعلیٰ قوت فصاحت و بلاغت تو ہے نہیں کہ سخن آرائی اور فضل و کمال کا دعویٰ کر سکوں اور کلام کا دریا بہا دوں مجھے پیر و مرشد نے تحریر کر کے پیش کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ میں نے اپنی بے بضاعتی کے پیش نظر فقیرانہ و عاجزانہ حیثیت سے پیر و مرشد کا حکم مانتے ہوئے ایک رسالہ کا شفاف تحریر کیا جس میں تحریر کیا ہے کہ

حقیقت مطلقہ کا بلاکم و کیف ادراک تین طرح ہوتا ہے۔

حقیقت مطلقہ کا ادراک:

1- ایک یہ کہ مرتبہ جمعیت میں بلحاظ شمول و احاطہ اس کا

بلاکم و کیف ادراک اس طرح ہو کہ وہ تمام چیزوں میں جاری ساری نظر آئے اور یہ وہ حالت ہے جو عین مرتبہ کم و کیف میں ظاہر ہوتی ہے۔

2- حقیقت مطلقہ کو بلاکم و کیف بلحاظ مماثلت و واسطہء سرور دو عالم (ﷺ) یوں ادراک کرے کہ سیرت حبیب کبریا (ﷺ) میں وہ نظر آئے اور اس لحاظ سے ہر انسان کو جو اپنے عصری ترکیب کو تحلیل کر دے۔ حقیقت مطلقہ ہر شے کے ذریعہ اچھی طرح ادراک ہوتا ہے اگر تمام حواس ظاہری و باطنی انسان کے جن کو اعضائے ربیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اگر بالفرض محال محو اور فنا بھی ہو جائیں تو پھر بھی اس کے وجود اور جسم کے لحاظ سے اسے انسان ہی کہتے ہیں اور یہ دوسری بات ہے کہ انسانیت نواز انسان عقل و شعور کو ہی یاد کیا جاتا ہے۔ اور دراصل جب انسان اپنی خواہشات غیروں کے تصور سے فنا کر دیتا ہے تو بلاکم و کیف مطلقہ ادراک ہوتا ہے جیسے وحدہ لا شریک نے اپنی توحید اس طرح بیان کی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ۔

”آدم (ﷺ) کو اس کی صورت پر بنایا۔“

عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔

”آدم (ﷺ) کو تمام اسماء سکھائے۔“

اس کے علاوہ آپ کی ایک مثنوی سلسلۃ الوصال ہے جس میں مثنوی سلسلۃ الوصال: تقریباً پانچ سو اشعار ہیں جس کے بارے میں آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ مثنوی غلبہ شوق کی وجہ سے ایک ہی دن میں تحریر کی ہے پھر اس پر نظر ثانی نہیں کی اور اس میں کوئی غلطی ہو تو پڑھنے والے اصلاح کر لیں۔

قصیدہ: پیرو مرشد حضرت شیخ امان اللہ رحمہ اللہ کی مدح میں لکھا ہے:

ہر چہ زمن درخن آمد یقین	ہست ہم از صحبت آن مرد دیں
ورنہ چہ حدے است کہ راز درون	از دہن چوں منی آید برون
من یکم و کیم و چستم	ز دم عیسیٰ نفیہ زبستم
اوست دریں راہ مرا رہنما	خاک درش چشم مر تو تیا
ہست دل او یحییٰ آو یختہ	آب صفت در ہمہ آیینہ
دست من و دامن او بالیقین	مقصد و مقصود من آں شاہ دیں
عشق رخس ہدم و ہما زمن	درد غمش مونوس و ہمراز من

ترجمہ: 1- جو مجھ سے یقیناً سخن ظاہر ہوتا ہے وہ اسی مرد دین کی صحبت کی برکت سے ہے۔

2- ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے جیسے کے منہ سے ایسی بات ظاہر ہو۔

3- میں کون کیا اور کیا ہوں کہ دم عیسیٰ سے دم ماروں۔

4- اس راستہ کا میرا رہنما ہے اور اسکے در کی خاک میرا سرمہ ہے۔

5- اس سے ہی میرا دل لٹکا ہوا ہے پانی کی طرح ہر جگہ ملا ہوا ہے۔

6- میرا ہاتھ اور اس کا دامن ہے میرا مقصد و مقصود وہی ہیں۔

7- اسکے رخ اقدس کا عشق میرا ہدم و ہما ساز ہے۔ اسکے غم کا درد میرا مونوس ہمراز ہے۔

نمونہ تغزل:

سازی نمودہ در ہمہ اعیان چناں عیاں
کز غایت ظہور نہان است در نہاں
از نام برنشاں کہ تواند نشاں وہد
گویا ہزار نام و نشاں ست بے نشاں

پیش از ظہور بود و ما کان شیئی معہ
 بعد از ظہور هست علی ماعلیہ کاں
 کون و مکاں بہ پر تو حسن جمال دوست
 ویں طبرنہ ترنگر کہ نہ کون ست و نہ مکاں
 نزدیک عار فان محقق، مُحَقَّق است
 کہ عین عالم است و لیکن درائے آں
 کہ روئے پوش، ہجو عروسان جلوہ گر
 کہ باہزار و شغب جامہا دراں
 سیفی بخویش نسبت ہستی گمان تست
 اے والے بر کسے کہ بماند دریں گماں

ترجمہ: 1- تو اعیان میں ایسا عیاں ہے کہ انتہائی ظہور کی وجہ سے نہایت ہی مخفی ہے۔

2- تیرے نام و نشان کی کسے ہمت ہے کہ خبر دے گویا ہزار نام و نشان کے باوجود بے نشان ہے۔

3- ظہور سے پہلے وہی خود تھا اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی ظہور کے بعد اسی طرح ہے جیسے تھا۔

4- مُحَقَّق عارفین کے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ عالم کا عین ہے لیکن اس سے ماورا۔

5- کون و مکان اس کے حسن و جمال کا پر تو ہے۔ ادھر دیکھو تو نہ کون ہے نہ مکان۔

6- مُحَقَّق عارفین کے نزدیک یہ بات محقق ہے کہ عالم کا عین ہے لیکن اس سے ماورا۔

7- کبھی دو لہنوں کی طرح چہرہ چھپا کر جلوہ گر ہے کبھی ہزار شور و شغب کے ساتھ ظاہر و عیان۔

8- سیفیؒ اپنی ہستی کا خیال تیرا ایک گمان ہے اس پر بہت افسوس ہے جو اس گماں میں ہے۔

وسری غزل:

ز بہر دانہ فتادی بدام رسوائی
 پری بگردِ شکر چو ذبابِ حلوائی
 بساخت است ترا ہر درائے ہر جائی
 چہ خامِ مشرلی اربادہ رانہ پیائی

ہمائے سدرہ نشینی و مرغِ بالائی
 شرابِ شوقِ بکام تو کہ رسد از احص
 ز دشمنی است کہ نفس تو بہر پارہ ناں
 بدام در چمن از دست ساقی مہوش

لباس بوریا گر پوشی از ریا نند
ہزار مرتبہ بہتر ز صوف دارائی
بر و بمیکدہ سیفی و بنگر از سر ہوش
کہ عارفان خدا بند زیر یکتائی
ترجمہ: 1- تو سدرہ کا ہما اور عالم بالا کا پرندہ ہے دانہ کی لالچ میں تو رسوائی کے دام میں پھنس گیا۔
2- حرص کی وجہ سے تیرے حلق میں شراب شوق کیسے پہنچے تو دنیا کی چاشنی کی گرد سے پُر ہے
حلوائی کی مکھی کی طرح۔

3- یہ نفس کی دشمنی سے ہے کہ روٹی کے ٹکڑے کے لیے تجھے ہر دروازہ کا ہرجانی بنا دیا ہے۔
4- باغ میں شراب چاند جیسے چہرے والے محبوب کے ہاتھ سے کیوں نہیں لیتا۔ تو کیسا نا پختہ
عاشق ہے اگر یہ شراب نہ پی تو بے حاصل رہا۔
5- ریاء سے اگر تو ناٹ پہنتا ہے اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا ریا نہ ہو تو یہ دار کے لباس سے
بہی تیرے لیے ہزار مرتبہ بہتر ہے۔

6- اسے سیفی رحمۃ اللہ علیہ میکدہ میں جا اور ہوش سے دیکھ کہ تمام عارفین باللہ یکتائی کے پابند ہیں۔
آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ سیفی بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے شاعر ہیں میں ان کی برابر
نہیں کر سکتا اور میں خود سیفی تخلص رکھنا اپنے لیے پسند بھی نہیں کرتا۔ میرا نام چونکہ سیف الدیر
ہے اس لیے بعض دوستوں کے بار بار اصرار کی وجہ سے مجبوراً سیفی تخلص رکھا ہے۔

محویت و فنا کا غلبہ: غرضیکہ والد گرامی پر زمانہ بڑھاپا میں محویت و فنا کا غلبہ تھا۔ کھانے پینے
پہننے فراغت و آسائش، صحبت اور ادب و شاعری وغیرہ سے بالکل
علیحدہ ہو گئے تھے جب ان کے علاج کی کوشش کی جاتی تو آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ آج تک
میں نے کونسا اچھا کام کیا ہے جو آئندہ کے لیے صحت اور تندرستی کی طلب کروں۔ میرا تو ہونا اور نہ
ہونا دونوں یکساں ہیں۔

خوف الہی آپ پر اتنا غالب تھا کہ کبھی بھی آپ حیثیت حق سے فارغ نہ ہٹتے اور آپ
ارشاد فرماتے تھے کہ میں اپنے آپ میں ایسی کوئی چیز نہیں دیکھتا جس کی وجہ سے میں ناز کروں اور
اسے بارگاہ حق میں پیش کر سکوں اس کے بعد آپ بہت رویا کرتے تھے۔

خوف خدا: اگر آپ کو تسلی دی جاتی کہ خوف خدا کی وجہ سے ایک آنسو بھی دوسری تمام عبادات
سے افضل ترین ہے حالانکہ آپ کے تو خوف خدا کی وجہ سے اتنے زیادہ

آنسو بہہ چکے ہیں اب تو رونابند کر دیجئے تو یہ نکر آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ”حیرانی ہے میری نظر جب اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور استغناء پر پڑتی ہے تو اپنی تمام عبادات اور اطاعتیں بر باد نظر آتی ہیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ میرا انجام کیسا ہوگا؟ اور آخر دم کیا طور ہوگا اسی لیے تو میرا ہر وقت روتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔

قرآن سنتے وقت حالت: آخری زمانہ میں آپ بہت زیادہ گریہ و زاری کرتے تھے۔ گھر میں تلاوت قرآن حکیم کرتے وقت عذاب کے تذکرے والی آیات آہستہ پڑھتے اور اگر کبھی کسی تذکرہ عذاب ولی آیت کی معمولی سی آواز آپ کے کان میں پڑ جاتی تو آپ بہت زیادہ روتے تھے حتیٰ کہ جاں بلب ہو جاتے تھے۔ ہاں البتہ جب رحمت و کرم الہی کی آیات کی آواز آپ کے کان میں پڑ جاتی تو آپ میں تازگی اور بشارت پیدا ہو جاتی تھی۔ بیماری کے زمانہ میں ایک رات آپ کی یہ حالت رہی کہ آپ تین گھنٹے تک بے سندھ رہے پھر جب رات کے آخری حصہ میں ذرا سا ہوش آیا تو میں نے بڑے شوق اور خوش الحالی سے قرآن حکیم کی تلاوت شروع کر دی اور جب اس آیت پہ پہنچا۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَعَاثُوا تَعٰوِلَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَنْ لَا تَخَافُوا
وَلَا تَحْزَنُوا وَبَشَرُوا الْهَاجِعَ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعِدُونَ۔

”بیکم جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔“

سہ آیت میری زبانی سن کر انہیں بڑی خوش ہوئی اور ارشاد فرمایا: ”بیٹے! رحمت ہو ہزار بار تم پر رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ذوق و شوق اور عمر میں اضافہ فرمائے انشاء اللہ تعالیٰ تم خوش نصیب ہو گے اور نیک اعمال کا بدلہ پاؤ گے۔“

آج تک مجھے فقیر عبدالحق (رحمۃ اللہ علیہ) کو والد گرامی کی یہ دعائیں یاد ہیں اور امید ہے کہ ان کی یہ دعائیں دنیا و آخرت میں انشاء اللہ تعالیٰ میرے لیے سرمایہ ہوں گی۔ والد گرامی نے وصال مبارک سے تھوڑی دیر قبل ارشاد فرمایا۔

”وہ اشعار اور دعائیں جو غفور و مغفرت کے لیے مناسب حال ہوں ایک کاغذ پر لکھ کر میرے کفن کے ساتھ رکھ دینا اور یہ رباعی بھی۔

دارم دل کہ غمیں بیا مرزو مپرس صد واقعہ درکین بیا مرزو مپرس
 شرمندہ شوم اگر ہر سی عملم اے اکرم الاکرین بیا مرزو مپرس
 ترجمہ: ”دل پر غم رکھتا ہوں اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ سے سوال نہ کر میری بے شمار غلطیاں
 ہیں پوشیدہ طور بخش دے اور پرسش نہ فرما۔“

”اگر مجھ سے اعمال کا پوچھنے کا تو میں شرمسار ہوں گا اے اکرم الاکرین مجھے بخش اور
 مجھ سے سوال نہ کر۔“

اور یہ دو اشعار بھی۔

قَدِمْتُ عَلَى الْكَرِيمِ بِغَيْرِ زَادٍ مِنْ التَّحْسَنَاتِ وَالْقُلُوبِ السَّلِيمِ
 تَحَمَّلُ الزَّادُ أَقْبَمَ كُلِّ شَيْءٍ إِذَا كَانَ الْقُدُومُ عَلَى الْكَرِيمِ
 ”میں کریم کی خدمت میں زاد کے بغیر حاضر ہوا نہ میرے پاس حسنات ہیں اور نہ قلب سلیم۔“
 ”ویسے کریم کے پاس زاد لیجانا بھی قبیح امر ہے۔ کہ نہ یہ ان کی خفت شان ہوگی۔“
 اس کے بعد فرمایا منکر نکیر کے جواب میں لکھو:

اللہ ربی و محمد رسولی و عبد القادر شیخی

اللہ میرا رب ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میرے نبی ہیں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ

میرے شیخ ہیں۔

جمالِ حق: ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا اب مجھے دنیا سے کوئی تعلق نہیں رہا ہے اس کے
 تیسرے دن عصر کی نماز کے وقت آپ کی حالت بدل گئی۔ میں (شیخ عبد الحق

محدث دہلوی رحمہ اللہ) اس وقت مسجد میں تھا مجھے وہاں سے بلوایا۔ جب میں آیا تو دیکھا کہ اس وقت
 آپ میں ایک عجیب قسم کا ذوق و شوق اور تازگی کے آثار موجود تھے۔ جسے ضبطِ تحریر میں نہیں لایا جا
 سکتا چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ”بابا اب ہمیں کسی قسم کا رنج و غم اور تکلیف نہیں ہے شوق در شوق
 اور طلب در طلب کا معاملہ پیش ہے اب ہمارے جسم میں کسی بھی قسم کی بیماری، درد، جھمن اور
 تکلیف بالکل نہیں ہے۔ اب تم عبادت میں مشغول ہو کر میرے حق میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اب
 ہمیں جلدی اپنے پاس نکالے۔ میری ساری عمر کا سرمایہ مجھے ہاتھ آ گیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ
 سرمایہ پھر میرے ہاتھ سے نکل جائے۔ میں سیف الدین ساری عمر یہی دعا کرتا رہا ہوں کہ یا اللہ!

تو مجھے اپنی یاد میں مشغول رکھ اور اپنے ذوق و شوق ملاقات میں ہی دنیا سے اٹھالے وحدہ لا شریک کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس وقت جمال مراد بطریق مکمل جلوہ گر ہے۔ اگر اس حالت میں اللہ تعالیٰ مجھے اپنے پاس بلا لے تو اس کا بہت بڑا لطف و کرم ہوگا۔ نیز اس زمانہ میں آپ کے جو دوست وغیرہ عبادت کو تشریف لاتے آپ ان دوستوں کو فرماتے تھے کہ دعا کرو جلد خاتمہ بالخیر ہو جائے۔ اگر کوئی کہتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا اور تندرستی دے تو آپ اس سے ناراض ہو کر فرماتے کہ خدا را ایسا نہ کہو بالکل دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اب تو بہت جلد اپنے پاس بلا لے لیکن فرماتے ”اگر کوئی شخص دو تین دن سرائے میں رہے تو اس سرائے میں رہنے کی وجہ سے تنگ ہو جاتا ہے جبکہ میں تو اس سرائے میں ستر سال کا عمرہ گزار چکا ہوں بناؤ میں تمکین اور ملول کیوں نہ ہوں؟“

گلاب کی خوشبو: آپ نے کھانا تناول فرمانا بالکل ہی ترک کر دیا تھا آپ فرماتے تھے دل چاہتا ہی نہیں پھر کیسے کھاؤں؟ اور حالانکہ کھانے سے کوئی فائدہ

بھی نہیں ہے علاوہ ازیں اس لیے بھی نہیں کھاتا کہ اس کی وجہ سے مزید بقائے حیات کا سبب ہو جاتا ہے حالانکہ یہاں جو کھڑی گزر رہی ہے وہ مصیبت معلوم ہو رہی ہے میرا دل تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لگا ہوا ہے۔ ایک شخص آپ کی علالت کی حالت میں گلاب کا پھول لایا آپ نے اسے سونگھ کر درود شریف پڑھا اور ارشاد فرمایا ”گلاب کی خوشبو اور درود شریف دونوں بارگاہ نبوت میں پیش ہوتے ہیں اور گلاب کا جسم (پھول) یہاں تم لوگوں کے سامنے موجود رہتا ہے۔ اس کے بعد حوض سلطان اور اس کے ارد گرد کے مقامات اور اپنے عبادات کے اوقات یاد کر کے بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

”ہم انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب پھر ان مقامات کی دل کھول کر آزادی سے سیر کریں گے آپ پر سکرات کا عالم طاری تھا کسی نے آپ سے دریافت کیا آپ کیا دیکھ رہے ہیں۔“

آپ نے جوارشاد فرمایا کہ

”ہاں، چشمے، اور سادات بخار موجود ہیں میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔“

زمانہ علالت کے واقعات: علالت کے زمانہ میں ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا ”حضرت غوث الثقلین کا فرمان آیا ہے اسے پڑھو کیا لکھا

ہوا ہے؟“ میں فقیر (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے عرض کی ”کیسا فرمان؟ کون لایا ہے؟“ آپ نے ارشاد فرمایا: ”ایک صالح اور سعادت مند لایا ہے۔ ذرا ٹھیک ٹھیک پڑھو کہ اس

میں کیا لکھا ہے؟“

عاجزی کی حقیقت: ایک دن میں فقیر (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) نے

آپ کی علالت کے زمانہ میں ہی عرض کیا کہ انسان کی عاجزی کیا عجیب و غریب بات ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ”عاجزی کی حقیقت یہ ہے کہ ضرورت و حاجت جو امکانی ماہیت کے لیے لازمی ہے اسے وجدان کے ذریعے معلوم کریں اور اس کے ساتھ ساتھ اس ذوق معنی کا ادراک بھی ہو اس حالت کو عاجزی کہا جاتا ہے اور یہی انوکھی چیز ہے۔“

آخری خواہش: ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا ”بیٹے! خوش الحان جو حافظ تمہارے دوست ہیں انہیں بلواؤ ہم کچھ قرآن شریف سنیں گے“ اس کے فوراً بعد

ہی ارشاد فرمایا: ”رہنے دو تم خود ہی دن رات میرے پاس بیٹھ کر قرآن شریف پڑھتے رہو یہی بہت کافی ہے اب کسی قسم کی خواہش نہیں ہے یہ عبودیت کا وقت ہے اللہ تعالیٰ جب چاہیں کسی کو بھیج کر بلا لیں گے۔“

پاس انفاس: اسی دن آپ کے وصال سے قبل میں نے سنت طریقہ سے آپ کو تلقین کی اور عرض کیا اس وقت درویش پاس انفاس میں مشغول رہے ہیں تو آپ نے

آنکھیں کھول کر آہستہ سے ارشاد فرمایا ”ہاں! پاس انفاس“ اس وقت کارآمد ہوتا ہے کیونکہ تمام جسمانی اعضاء بیکار ہو گئے ہیں اور سانس لینے کی بھی طاقت نہیں ہے۔

وفات: اس کے بعد آپ نے بلند آواز سے کئی بار۔
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

فرمایا اور خاموش ہو کر دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد کرنے لگے جس کا اثر یہ ہوا کہ دل میں سے کلمہ طیبہ کی آواز آتی رہی اور اس کے چند لمحوں بعد آپ ۲۷ شعبان ۹۹۰ھ کو حق تعالیٰ سے پیوستہ ہو گئے۔ آپ کی تاریخ وفات بعض لوگوں نے ولی تحت القیاب بھی نکالی ہے۔

خاتمہ کتاب

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خودنوشت حالات

مؤلف اخبار الاخیار کے چند ابتدائی واقعات جو توفیق ایزدی سے محمد تعالیٰ مکمل ہوئے۔ والد گرامی نے اپنے بڑھاپے کمزوری اور آخری دور میں میری دلدہی کی طرف زیادہ توجہ دی۔ جوانی ختم ہو جانے اور دوستوں کے فوت ہو جانے کی وجہ سے وہ ایک بار سخت بیمار ہوئے اس دور میں میری عمر تقریباً ۳ سال کی تھی۔ میں آپ کی بیماری کی حالت میں دلدہی کیا کرتا تھا۔ آپ دن رات شفقت اور عنایت فرمایا کرتے تھے ان دنوں میں بچہ تھا مجھے آپ اقوال سنایا کرتے تھے اور میری تربیت باطنی بھی کرتے تھے اور میں بھی فطرتاً ان باتوں کے سننے کا شوقین تھا۔ وہ باتیں کرتے کرتے خاموش ہو کر بالکل از خود رفته ہو جایا کرتے تھے۔

جس دور میں میری عمر دوڑھائی سال کی ہوگی اس وقت کی اکثر باتیں مجھے یاد ہیں اور یہ وہ باتیں ہیں جو دانشمندیوں کے جاننے کے لئے ضروری اور فائدہ مند ہیں۔ جس زمانہ میں والد گرامی کی عنایات کے اظہار کا وقت آیا تو میں علم حاصل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ دن رات ذکر و تذکرہ اور بحث و تکرار میں گزارنے لگا۔ عموماً آپ مجھ سے خود ہی علمی مباحث سنتے تھے اور خوش ہو کر خصوصاً علم توحید کے مسائل یوں سمجھاتے گویا علم شہود اور آنکھوں دیکھی باتیں بیان کر رہے ہیں جب علمی مقدمات کے لحاظ سے علم شہود اور حقیقت کے سمجھنے میں مجھے کوئی دقیقہ رہ جاتا تو اسی قسم کے شکوک و شبہات ان مسائل میں عموماً پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ تمام شبہات آئندہ دور ہو کر تم اپنے آپ ہی بہ جمال یقین ان کا مشاہدہ کر لو گے جتنی ہو سکے کوشش کرتے رہو۔ ہمیشہ اسی خیال میں رہو کہ مسائل ربانی یاد ہو جائیں اور عموماً یہ شعر آپ پڑھا کرتے تھے۔

لنگ و لوک و خفتہ شکل و بے ادب سوئے ادبی خیزد اور امی طلب

”لنگز العجز اور نیند کا پیاسا اور بے ادب اسکی طرف اٹھتے ہیں اسکی طلب نہ کرتا۔“

۱۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مؤلف کتاب خدا کی بیدائش مبارک محرم ۹۵۸ھ اور وفات ۱۰۵۲ھ میں ہوئی۔

تر بیت: میں نے حروفِ تجہی پڑھے بغیر ہی ابتداء ہی میں قرآن کریم کے تین پارے اس طرح پڑھے کہ مجھے والد ماجد ایک ایک سبق لکھ کر دیتے تھے اور میں اس لکھے ہوئے سبق کو پڑھتا تھا اس کے بعد والد ماجد کی تربیت و شفقت کا یہ اثر ہوا کہ میں ہر روز جتنا قرآن کریم پڑھتا وہ سبق انہیں سنا دیتا تھا۔ اس طرح دو تین ماہ کے اندر ہی میں نے پورا قرآن حکیم پڑھ لیا۔ معلم صاحبان جیسے قرآن حکیم رٹاتے ہیں میں نے اس طرح قرآن حکیم نہیں رٹا۔ مجھے والد گرامی نے فایا قاف تک مختصراً لکھائی تھی اس کے بعد تقریباً ایک ماہ کے اندر اندر مجھے لکھنے کی قدرت حاصل ہو گئی۔ اور میں انشاء لکھنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے والد ماجد میں یہ اثر و خاصیت رکھی تھی کہ کوئی شخص چاہے جتنا ہی غبی ہو آپ کی توجہ مہربانی اور تربیت سے اس غبی شخص میں بھی صلاحیتیں ظاہر ہو جاتی تھیں مجھے جو کچھ بھی ملا وہ صرف والد گرامی کی توجہ مہربانی اور عنایت کا ہی اثر ہے۔ میرے والد ماجد نے اپنے تمام حقوق پدری میری تعلیم و تربیت پر ہی صرف کر دیئے بوستان، گلستان، دیوان خواجہ حافظ اور نظم کی دوسری رائج کتب خود پڑھائیں۔ بچپن سے قرآن حکیم مکمل پڑھنے تک اور اسکے بعد میزان، منہج سے لے کر کافیہ کی تعلیم بھی خود ہی دی۔ پڑھانے کے زمانے میں آپ اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ تم انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد عالم بن جاؤ گے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہر علم کی تھوڑی تھوڑی کتابیں پڑھو جو تمہارے لیے کافی ہیں اور اس کے بعد تم پر انشاء اللہ تعالیٰ برکت و سعادت کے دروازے کھل جائیں گے اور تم تمام علوم بلا تکلف حاصل کر لو گے والد ماجد کے ان پاکیزہ جملوں نے ایسا اثر دکھایا کہ متداولہ اور مروجہ کتب میں نے جلدی جلدی پڑھیں اور بہت کم عرصہ میں زیادہ سے زیادہ علوم حاصل کر لئے علوم کے مد نظر یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کئی سال اور بہت عرصہ تعلیم حاصل کرنے میں صرف ہوا ہو!

۱۔ صحبت بزرگانِ دین:

بزرگانِ دین کی نگاہِ فیض سے انسان کو بہت فوائد میسر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہو تو صحبت بزرگان سے چند لمحوں میں وہ لغو ذات و برکات حاصل ہوتے جو عرصہ دراز میں بھی حاصل نہیں ہو سکتے۔

ایک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت ہے ریا

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات شریف میں ہے کہ ”اگر کوئی شخص علماء کی طرف دیکھے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کے لیے بخشش مانگتا رہتا ہے (دلیل العارفین) حضرت معین الدین چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ قادیان ظہریہ میں لکھا دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا فرماتے ہیں کہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

شوق حصول علوم: علوم نحو میں کافیہ، لب الالباب اور ارشاد وغیرہ کے بعض اوقات ایک ہی نشست میں سولہ سولہ صفحات پڑھ جاتا اور شوق کا یہ حال تھا کہ

حاشیہ والی جب کوئی کتاب میسر آ جاتی تو وہ کتاب میں کسی استاد سے پڑھنے کی بجائے اکثر اپنے آپ ہی پڑھ لیا کرتا تھا اور سمجھ بھی لیتا تھا۔ ہاں البتہ اگر کوئی باب مشکل ہوتا تو وہ مشکل باب لازمی طور پر اپنے استاد کے سامنے پڑھ کر سمجھتا تھا یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ طالب علمی کے ابتدائی زمانہ میں کیا پڑھتا اور کیا سمجھتا تھا۔ ہاں اتنا ضرور مجھے یاد ہے کہ کتاب کی اصل عبارت اس کے حاشیہ کے ذریعہ اچھی طرح میں سمجھ لیا کرتا تھا۔ میرے ہاتھ میں جو بھی کتاب آ جاتی میں اس کے شروع اور آخر کا لحاظ کئے بغیر اسے کھول کر آخر تک پڑھ لیا کرتا تھا۔ مطالعہ کو وقت کا تقاضا اور ضروری لازمہ سمجھتا تھا کیونکہ حصول علم میرا نصب العین تھا۔

میں نے شرح شمسہ اور شرح عقائد شفی بارہ تیرہ سال کی عمر میں پڑھ لی تھیں۔ مختصر معانی اور مَطْوَل پندرہ سولہ سال کی عمر میں ختم کر ڈالیں۔ لوگوں کے خیال کے مطابق بیس سال کی عمر میں فلسفہ ادب اور فقہ وحدیث وغیرہ پڑھ چکا تھا اور حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اس کے بعد صرف ایک سال اور کچھ دن اوپر میں نے قرآن حکیم بھی حفظ کر لیا۔ اور کلام اللہ کی حفاظت میں آیا اور وہ نعمت عظمیٰ کر لی جس کے ایک حرف کا شکر یہ بھی سو سال میں ادا نہیں کر سکتا مختصر یہ کہ میں نے کتب مروجہ پہ عبور حاصل کر لیا اس کے بعد ادب، فلسفہ، علم کلام وغیرہ میں مہارت اور تدریسی مشق کے سلسلے میں ماوراء النہر گیا۔ اور وہاں بھی علوم کے حاصل کرنے میں اتنا زیادہ مشغول ہوا کہ تعلیم ومطالعہ کتب سے دن رات میں صرف دو تین گھنٹے کی ہی فرصت ملتی تھی اساتذہ کرام کے سامنے جب میں عجیب وغریب بحث کرتا یا مفید بات کہتا تو وہ ارشاد فرماتے ”اے عزیز! ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں، اور تمہارے شکر گزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا شوق تھا اور وہ کسی طلبہ تھی اگر اتنا ذوق وشوق، طلب حق اور باطن کی صفائی میں ہوتا تو نہ معلوم میں آج کہاں سے کہاں پہنچ جاتا۔

جو محض علماء (علما مشائخین) سے آمد و رفت رکھے اور سات دان انکی خدمت کرے اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے اور سات ہزار سال کی نیکی اس کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے ایسی نیکی کہ دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑے ہو کر (نوافل میں) گزار دے (دلیل العارفین صفحہ ۲۲۔ ہشت بہشت)

اصحاب کہف کا کتنا بہشت میں جائے گا محض اولیاء اللہ تعالیٰ کی صحبت کی ہی برکت سے ورنہ اس میں کوئی خوبی ہے۔
مختصر یہ کہ بزرگوں کی صحبت میں دینی ودنیوی ہر قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

حکایت: ایک دفعہ کا ذکر ہے (یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں کافیہ وغیرہ پڑھتا تھا) ہمارے طالب علم ساتھی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور ایک دوسرے سے یہ سوال پوچھ رہے تھے کہ علم حاصل کرنے کے بعد کیا کرو گے؟

بعض دوستوں نے تو بناوٹ کے طور پر جواب دیا کہ ”ہمارا مقصد تو معرفت حق تعالیٰ ہے۔“
بعض نے نہایت سادگی سے صاف صاف جواب دیا کہ ہمارا مطلب تو دنیا طلبی ہے۔

پھر مجھ سے پوچھا ”کہ تم کیا کرو گے؟“

میں نے جواب دیا کہ ”مجھے تو بالکل معلوم نہیں کہ علم حاصل کرنے کے بعد معرفت الہی میں مشغول رہوں گا یا دنیا طلبی میں ہاں! البتہ ان دنوں میں تو صرف اتنا معلوم کرنا ہے اسلاف عقلاء اور علماء کرام نے کیا کہا ہے اور کشف حقیقت اور معلومات مسائل کے بارے میں کون کون سے موتی پروئے ہیں۔ اس کے بعد جو بھی حالت پیش ہوگی اسے بعد میں دیکھا جائے گا دینیو عیش و عشرت کی طرف توجہ دوں گا یا محبت الہی اور طلب عقبی کے راستے پہ چلوں گا۔“

حالت بچپن: میں بچپن سے ہی یہ نہیں جانتا کہ کھیل کود کیا چیز ہے؟
مصاحبت و دوستی، سیر و تفریح اور آرام و آسائش کے کیا معنی ہیں؟

شب خواب چہ وسکوں کد ام است ، خود خواب بعاشقان حرام است
”رات کی نیند کہاں اور سکوں کونسا۔ بلکہ عشاق پر خود نیند حرام ہے۔“

علم و عمل کے شوق کی وجہ سے کسی وقت بھی کھانا وقت پر نہ کھایا اور نہ ہی کبھی بروقت آبائی محل میں سویا۔

حصول علم کے لیے مشقت: سردیوں کی سخت ٹھنڈی ہواؤں اور موسم گرما کی چلچلاتی دھوپ میں (ہر حال میں) رواز نہ دو ہار صبح اور دوپہر

میں مدرسے جاتا تھا جبکہ مدرسہ ہماری محلہ سرائے تقریباً دو میل فاصلے پر واقع تھا۔ مدرسہ سے جب دوپہر کے وقت گھر لوٹتا تو دوسروں کی طرح صرف قوت ارادی اور قوم حرکت انسانی کے لیے صرف چند لقمے کھالیا کرتا۔ صبح سویرے اٹھ کر پہلے ایک دو جزء دیئے کی روشنی میں پڑھتا اور اس کے بعد مدرسہ میں اول وقت میں پہنچ جاتا۔

اس برطرز یہ کہ مجھے گھر میں جتنا بھی وقت ملتا میں اک لمحہ بھی بے کار نہیں بیٹھتا تھا بلکہ

مطالعہ کتب، بحث و تکرار، اسباق کی دہرائی، شروع و حواشی دیکھنے میں گزار دیا کرتا۔ دن رات پڑھتا رہتا علاوہ ازیں رات کو اور دن کے کسی نہ کسی حصے میں خوشخطی بھی لکھتا۔

کھیل کود سے بیزاری: میرے والدین ہمیشہ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ کسی وقت تم محلہ کے لڑکوں سے مل کر کھیل کود کر دل خوش کر لیا کرو اور رات کو پاؤں

دراز کر کے آرام سے سو لیا کرو۔ جواباً میں عرض کرتا جب دل ہی خوش کرنا تو میں اس بات سے خوش ہوتا ہوں کہ کچھ پڑھتا اور لکھتا رہوں۔ عموماً لوگ اپنے بچوں کو سکول جانے اور پڑھنے کی تاکید کیا کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس میرے والدین مجھے کھیل کی طرف متوجہ کرتے تھے۔

شوق مطالعہ: پڑھتے پڑھتے جب رات کے بارہ بج جاتے تھے تو میرے والد گرامی ارشاد فرماتے:

”بابا کیا کر رہے ہو؟“ میں یہ سنتے ہی فوراً سونے کی ہیت سے لیٹ جاتا تا کہ جھوٹ نہ کہوں اور پھر عرض کرتا ”جی میں تو سو رہا ہوں۔ فرمائیے ارشاد کیا حکم ہے؟“ اس کے بعد پھر اٹھ کر پڑھنے لگتا تھا۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ چراغ کی لو سے میری پگڑی اور سر کے بالوں میں آگ لگ گئی اور مجھے اس وقت پتہ چلا جب آگ کی گرمی میرے دماغ تک پہنچی۔

چہ وہ ہائے چراغ کہ در دماغ زلفت کد ام بادۂ محنت کہ در ایاغ نہ رفت
کدام خواب وچہ آسائش و کجا آرام چہ خار خار کہ در بستر فراغ نہ رفت
بجیر تم ز دل خود کہ عمر رفت ولے ز کج غمکہ ہرگز بھمن باغ ز رفت
”کونے چراغ کا ڈھواں ہے جو میرے دماغ میں نہیں گیا اور کونسا مادہ محنت ہے جو میرے کاسہ میں نہ پہنچا ہو“۔

”نیند کہاں اور آسائش کیسی اور آرام کونسا۔ کونسا کاٹا ہے جو میرے بستر فراغت پر نہ گیا ہو“۔

”میں اپنے دل سے حیرت میں ہوں کہ عمر گزر گئی لیکن غمکہ کے گوشے سے باغ صحن میں نہیں گیا“۔

تحصیل علم کے اتنے زیادہ شوق کے باوجود نماز، وظیفہ، شب خیزی، مناجات وغیرہ میں اپنی فطرت کے مد نظر بچپن سے ہی میں اتنا مشغول تھا کہ لوگ حیران ہوتے تھے۔ سحر خیزی کے

شوق اور کام میں ہر وقت مشغول رہنے کی وجہ سے اب تک اللہ تعالیٰ کے فضل نامتناہی اور اسکی توفیق کی وجہ سے بہت نعمتیں میسر آئی ہیں۔ اور اب پہلے سے بھی زیادہ محنت و ریاضت اور تعلیم و افادیت میں مصروف ہوں اور دنیا کے نیک و بد سے علیحدہ گوشہ غربت میں پڑا ہوا ہوں جسکی وجہ سے مجھے کسی قسم کا فکر اور تکلیف نہیں ہے نیز لوگوں کی دشمنی یا دوستی سے بچا ہوا ہوں اور نحوی جملوں زید و عمر کے قصوں سے مبرا اور جدا ہوں۔

صد شکر کہ با بیچ کسم کارے نیست واز من بدل ہچکس آزارے نیست
گر بردل دشمنان من بارے نیست بر خاطر دوستان من بارے نیست
”بیٹھا شکر کہ مجھے کسی سے سروکار نہیں اور نہ ہی مجھ سے کسی دل کو اذیت پہنچتی ہے۔“
”میرے دشمنوں کے دل پر مجھ سے کوئی بوجھ نہیں اور نہ ہی دوستوں کے دل پر میری طرف سے کوئی غبار ہے۔“

حق تعالیٰ نے کہ جس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے یعنی میں اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا کہ اس نے مجھ غریب کو اپنے ذوق و شوق کی اس حالت سے مخصوص اور مالا مال کر دیا ہے۔ کہ میرا دل اور میرا سارا وقت صرف اُسی کے حضور میں مشغول رہتا ہے اور لوگوں کے میل جول سے علیحدہ ہوں۔ میں اپنے خیال میں مصروف ہوں اگرچہ وہ راز ہائے سربستہ کا سرا ہی ہو یا مانجیو لیا لیکن یہ مقطعہ میرے احوال کا آئینہ دار ہے۔

حق کی کجا و صحبت کس کز خیال دوست دارم بخود چور دم دیوانہ عالمے
”اے حق (شاہ عبدالحق) تو کہاں اور صحبت عوام سے نقصان کیسا جب کہ دوست کا خیال دل میں ہے جب چلتا ہوں تو دیوانہ بلند قدر ہوں (کیونکہ دوست کا خیال بلند قدر بنا دیتا ہے) بمطابق حکم والد گرامی کہ ”ملا خشک اور ناہموار نہ بنا“ میں بچپن سے ہی ہمیشہ عشق و محبت کا دم بھرتا ہوں اور غمخواری اور درد مندی کے راستے پر چلتا ہوں۔“

بیدرد نہ ایم ہرگز از عشق دامن دل درد ناک دارم
”عشق سے ہم درد کے بغیر ہرگز نہیں ہم تو ہمیشہ دل درد ناک رکھتے ہیں۔“

امید ہے کہ صاحب قدم کی وجہ سے میرا دل کارفرمائی کرے اور اصل کام تو یہ ہے کہ نفس کو بیکار کر دیا جائے اور میں بیکار نہ رہوں اور میں اپنا دل یوں خوش کروں کہ کام کے شروع یا کام کے

دوران جن چیزوں کے ذریعے قدم ڈگمگایا کرتے ہیں اور دل کی آنکھیں بند ہو جایا کرتی ہیں وہ تمام مشکلات میرے سامنے آجائیں اور پھر پردہ غیب سے میری مدد ہو اور کارخانہ نفس و شیطان پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ غلبہ پا کر مجھے گوشہ نشین بنا دے اور دوسروں سے اپنی روزی مانگنے کی بجائے میں صرف اللہ تعالیٰ سے ہی ہر چیز طلب کرنے والا بن جاؤں۔ گذشتہ زمانہ میں ایک عرصہ تک مزاحمت عقل کی وجہ سے ہی صورت تو حید نظر نہ آئی اور نقشہ مقصود بحالت درستی و صفائی حاصل نہ ہو سکا۔ حالانکہ حقیقت کے طالبوں کے لیے پہلی یہی شرط ہے کہ انہیں تو حید حق حاصل ہو جائے بالآخر جب مخلوق کے مشوروں سے مقصد حاصل نہ ہوا تو مجبوراً اللہ تعالیٰ سے ہی خیر طلب کی۔ اور اس طلب میں عقل کی گتھیاں سلجھائیں تاکہ دیوانگی کا ساتھ نہ چھوٹنے پائے۔

زین خرد بیگانہ می باید شدن دست در دیوانگی باید زدن
”اس عقل سے بیگانہ ہونا چاہیے۔ دیوانگی کے گریباں میں ہاتھ مارنا چاہیے۔“

بہر حال راحت اور آرام حاصل کرنے اور خطرات اور وسوسوں کے زوال کے بعد جس کا نتیجہ عموماً مایوسی ہوتی ہے میں تمام کاموں سے ہاتھ دھو کر اور لوگوں سے آنکھیں بند کر کے دل کے دروازے پر اس انتظار میں بیٹھ گیا کہ اب کیا ہوتا ہے اور کونی راہ کھلتی ہے چنانچہ ”جس نے بھی دربار الہیہ میں توبہ کی وہ مایوس نہ رہا اور جس نے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی وہی کامیاب و کامران ہوا“ کے احکام کے پیش نظر اچانک، بیکسوں کے چارہ گر آوارہ لوگوں کے رہنما نے مجھے اپنی طرف نکالیا اور خانماں برباد کی گردوں میں شوق کی زنجیر ڈال کر اپنے گھر کی طرف گھیسٹ لیا۔ اور مجھ نامراد کو بھی منزل مقصود پہ پہنچا دیا یعنی اپنے حبیب پاک ﷺ کے دربار فیض آثار میں پہنچا اور حریم عنایت و کرم سے سرفراز فرمایا گیا۔

حاشا و ان محرم الراجی مکانہ اویرجع البخار منه غیر محترم
”ناممکن ہے کہ امیدواران کے در سے محروم ہو۔ یاد رہا ان سے ناپوس ہو کر لوٹیں۔“

بشارت: مجھ فقیر (حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ) کو حضرت خیر و بشیر اور نذیر (رسول اللہ ﷺ) کے انعامات و اکرامات سے جو کچھ بشارت ملی ہے وہ بیان کرنے میں بھی نہیں آسکتی۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ آثار اور انوار نیک لوگوں کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ ضامن و کفیل ہوں گے۔

میں اگرچہ اپنے کثیر ذاتی نقائص اور کمی استعداد نظر کے باوجود قدرے مطمئن نہیں کہ میں اپنا مطلوب اور مقصود پوری طرح حاصل کر سکوں لیکن دست امید دراز ہے اور پائے یقین مضبوط ہے کہ میں نوح علیہ السلام کی کشتی میں بیٹھا ہوا ہوں اس لئے انشاء اللہ تعالیٰ نجات کے کنارے تک پہنچ جاؤں گا جہاں پہنچ کر جمال حق سے خوش ہوں گا اور اگر کوئی دنیوی کشتی میں بیٹھ کر سرکشاں اور غرور کرے وہ اس کا بھی یقین کر لے کہ دوزخ کی آگ کے طوفان سے اسے نجات بالکل نہیں مل سکے گی۔

اتباع اولیاء: میرا مرکز اعتماد ان صاحب قدم پر ہے جو مالک رقاب اولیاء ہیں۔ اور کوئی بھی چلنے والا ایسا نہیں ہے جو ان کی خدمت میں اپنے سر کے بل نہ جائے اور ان کے قدموں پہ اپنا سر نہ رکھے اور یہ سب کچھ خود ان ہی کی سرفرازی ہے ان کی صفت یہ ہے کہ وہ بزرگ اولیائے کرام رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پہ چلتے رہے بلکہ سرکارِ دو جہاں ﷺ کی طرح ہی قدم بہ قدم چلتے رہے اور اسی کو سعادت ملی ہے جس نے حضور ﷺ کے قدموں پر سر تسلیم خم کیا اور ہر قسم کے آپ کے احکام کی تعمیل کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی المرتضیٰ شہید خداوندی کی وراثت سے تمام بزرگوں کو جو کچھ بھی ملا وہ سب کچھ صرف خلف صادق کے حصہ میں آیا۔ یہ بہت بڑی تو نگری اور امارت ہے اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے وارث تو بہت ہیں لیکن جو کچھ ان خلف صادق ﷺ کو ملا وہ دوسروں کو نصیب نہ ہو سکا۔ دولت و مال میں تو تمام وراثتوں کو برابر برابر مقرر کیا ہوا حصہ ملتا ہے لیکن کیف و حال کی وراثت میں ایک کو دوسرے کے برابر حصہ نہیں ملتا کیونکہ کیف و حال اور مراتب وہ دولت عظمیٰ ہے کہ جس کے مستحق کو ہی یہ قیمتی دولت عطا کی جاتی ہے اگر دوسرے لوگ قطب ہیں تو یہ خلف صادق، قطب الاقطاب ہیں۔ اگر دوسرے سلطان ہیں تو یہ خلف صادق سلطانوں کے شہنشاہ ہیں۔ اور آپ کا اسم مبارک حضرت شیخ سید سلطان محی الدین محبوب سبحانی غوث الصمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ ہے جنہوں نے دین اسلام کو دوبارہ زندہ فرمایا ہے کافروں کے طریقے کو یکسر ختم کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے کہ۔

الشیخ یحییٰ و یُمیمت۔

”شیخ مردے زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔“

حضرت شیخ کے مراتب کی بلندی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جائے کہ اللہ تعالیٰ جو کہ حی و قیوم

ہے اللہ تعالیٰ نے ہی ہمیں دین اسلام عطا فرمایا اور غوث الثقلین غوث اعظم علیہ السلام نے دین اسلام کو دوبارہ زندہ کیا۔

غوث الثقلین: غوث الثقلین کے معنی یہ ہیں کہ جنات اور انسان سب اس کی پناہ میں آتے ہیں چنانچہ میں ٹیکس و محتاج بھی ان کی ہی پناہ کا طلبگار اور ان ہی کا درباری غلام ہوں۔ مجھ پر اس کے عنایت و کرم ہے اور ان کی مہربانیوں کے بغیر کوئی فریادرس نہیں ہے۔

مناجات:

غوث اعظم دلیل راہ یقین
 کز یقین رہبر اکابر ایں
 ”غوث اعظم راہ یقین کی دلیل ہیں جو یقیناً اکابر دین کے رہبر ہیں۔“
 شیخ دارین و ہادی ثقلین
 زبدۂ آل سیدی کونین
 ”آپ دارین میں شیخ اور ثقلین کے ہادی ہیں سید الکونین کی آل کا خلاصہ ہیں۔“
 بادشاہ ممالک قربت
 رہ نور مسالک قربت
 ”ممالک قربت الہی کے بادشاہ ہیں۔ مسالک قربت کے رہ نور ہیں۔“

اوست در جملہ اولیاء ممتاز
 چو پیبر درا نبیاء ممتاز
 ”آپ جملہ اولیاء میں ایسے ممتاز ہیں جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جملہ انبیاء میں ممتاز ہیں۔“

اولیاء بند ہاش از دل و جان
 قدم او بگردن ایشان
 ”تمام اولیاء دل و جان سے آپ کے نیاز مند ہیں آپ کا قدم ان کی گردن پر ہے۔“

وصف تعریف او زمن نہ نکوست
خود کرامات او مٹرف اوست
”میرے جیسے سے انکی تعریف اچھی نہیں آپکی کرامات خود ہی آپکی تعریف کرنے والی ہیں۔“

من کہ پر وردہ نوال ویم
عاجز از مدح کمال ویم
”میں آپکی نوازشات کا پروردہ ہوں آپکی مدح کے کمال سے عاجز ہوں۔“
ہمہ دم غرق بحر احسانم
اے فدائے درش دل و جانم
”ہر لمحہ میں بحر احسان میں غرق ہوں آپ کے در اقدس پر میری جان و دل فدا ہے۔“

در دو عالم باوست امیدم
سہت باوے امید جاویدم
”آپ سے ہی مجھے دونوں جہانوں میں امید ہے آپ سے مجھے ہمیشہ امید ہے۔“

نسبتِ غوثِ اعظم: میں امیدوار ہوں کہ اگر میں ٹھیک سیدھے راستے پہ چلوں تو وہ میری رہبری کریں گے اور اگر کہیں میں ٹھوکر کھا جاؤں گا تو وہ مجھے سنبھال لیں گے کیونکہ انہوں نے اپنے دوستوں کو بشارت دی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ۔

اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ایک رجسٹر بنادیا ہے جس میں قیامت تک ہونے والے میرے مریدوں کے نام تحریر ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہو چکا ہے کہ ان سب کی میں نے بخشش کر دی ہے اور تمام گناہ ان کے بخش دیئے۔

کاش میرا نام بھی حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں کے رجسٹر میں ہو۔ اس صورت میں مجھے کیا غم ہے کیونکہ میری مرضی کے مطابق کام پورا ہو گیا ہے۔ میں نامراد بھی حضرت غوثِ اعظمین کا مرید بن گیا ہوں۔ قبول کرنا یا انکار کر دینا یہ اُن کے ہاتھ میں ہے۔ میں آپ کے خواہشمندوں میں ہوں اور یہ ان کا چاہنا بھی آپ کے اختیار میں ہے حقیقی طور پر مرید ہونا مجھ جیسے

مجازی آدمی سے کیسے ممکن ہے۔

کسی بے نمازی کے درود شریف پڑھتے رہنے کی وجہ سے ہمیشہ فوائد نہیں ملتے۔ میں نے چونکہ اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کر لیا ہے اور ان کی بارگاہ مقدس میں ہی پناہ چاہنے والا ہوں لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جبکہ ازل سے ہی یہ سعادت میری قسمت میں ہی تھی لازمی میرے ساتھ ہی ابد تک رہے گی۔ میری تو یہ حالت ہے کہ مجھے جس زمانہ میں ابھی عقل و شعور بھی نہیں تھا اس زمانہ سے ہی اپنے دل کی تختی پر آپ کا ارم گرامی لکھتا ہوں۔

ما بعشق تو نہ امروز گرفتار شدیم

کہ گرفتاری بابا تو ز روزِ ازل است

”ہم تیرے عشق میں آج گرفتار نہیں ہوئے ہماری یہ گرفتاری روزِ ازل سے ہے۔“

آپ کا جذبہ محبت تو خود ہی مجھے اپنی طرف کھینچ رہا ہے جس کی مجھ میں تو سکت نہیں ہے اور آپ کا کرشمہ عنایت خود ہی مجھے مخاطب کر رہا ہے حالانکہ مجھے تو اس کا عقل و شعور ہی نہیں ہے۔

ہنوز از دم هستی اثر نبود مرا

کہ جذب عشق تو از خویش می ربود مرا

”ابھی مجھے دمِ هستی کا اثر نہ ملا کہ تیرے عشق کے جذبہ نے مجھے کھینچ لیا۔“

یہ تو آپ کا ہی باطنی فیض ہے جس نے میرے ظاہر و باطن کو محفوظ رکھا ہوا ہے اور اول و آخر کو معصوم اور محفوظ قرار دیا ہے۔ والد ماجد بھی آپ کے در کی خاک تھے۔ اور اسی نسبت کے زیر اثر تربیت دیتے اور تقویت پہنچاتے تھے۔ وہ عموماً ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اس بادشاہ عالم کی جناب میں ویلے کے بغیر پڑھنے کی کوشش کی مگر تمام کوششیں جو ویلے کے بغیر کی گئیں۔ سب بیکار گئیں مجھے اکثر و بیشتر بشارت ہوئی کہ

واہتفوا الیہ الوسیلة۔

”اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔“

اس فضیلت کے حاصل کرنے کے لیے جس ویلے اور نسبت کی ضرورت ہے وہ سلسلہ ارادت ہے میں نے بہت کوشش کی کہ کسی نہ کسی طریقے سے باطنی طریقے پر اسلامی نسبت قائم کر لوں اور جسمانی قربت کو روحانی رشتے سے منسلک کر لوں اور اس کے دست مبارک پر بیعت کر

کے اپنی ساری زندگی انکے قدموں میں گزار دوں۔ بالآخر میری سچی نیت نے کام کر دکھایا اور میرا درخت مراد پھل لایا اور جیسے۔

يَرْزُقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْسِبُ۔

”اللہ تعالیٰ بغیر شان و گمان کے رزق پہنچا دیتا ہے۔“

بالکل اسی طرح ہے اللہ جل جلالہ نے میرے پاس اس عیسیٰ نفس کو بھیج دیا۔ جس کی ہر سانس میں آسمان معرفت کے دسترخوان بچھتے تھے اور عیش و نشاط کی محفلیں جمتی تھیں۔ وہ موسیٰ علیہ السلام مقام تھے جن کا آتشِ جمال شجر وحدت بن کر طلوع تھا اور حقیقی طور کی درخشاںی اُن کا نور مبارک تھا۔ وہ باقی رہنے والے خلیل، جس رخسارِ زیبا میں باغات کی بہار اور ملتِ اسلامیہ کے باغ کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ وہ مصطفیٰ جمال کہ جن کا چہرہ مبارک نمکدانِ خوان۔ اَنَا أَمْلَأُ تَحْتَا اور آپ کی زبان مبارک قرآن مجید کی بہترین فصاحت و بلاغت کو واضح کیا کرتی تھی۔ آپ وہ مرتضیٰ کمال تھے جن کا دل علم کے شہر کا دروازہ اور ان کے ضمیر پر اسرار و کشف کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ وہ حسن صورت جو کہ خلقِ عظیم کی وراثت کے مقام اور مسلمانوں پہ مہربان کے مقام پہ فائز تھے۔ وہ حسین سیرت تھے جو کہ آیتِ تطہیر اور مودتِ قربیٰ کے مصداق تھے۔ آپ کا اسم گرامی زین العابدین اور امام الصادقین سید تقی علوی، علی المہدی جناب حضرت کلیم اللہ ﷺ تھا جو کہ حبیبِ خدا (رسول اللہ ﷺ) کے محبوب تھے۔

احمد خوئے کہ عالمی بندہ اوست

یوسف روئے کہ ماہِ شرمندہ اوست

عیسیٰ نفسے کہ جان و دل زندہ اوست

موسیٰ کہ لقائے دوست خواہندہ اوست

”احمد (مسیح) کے اخلاق والے کہ جملہ عالم انکا غلام ہے یوسف علیہ السلام کے چہرے والے کہ چاند انکے آگے شرمندہ ہے دمِ عیسیٰ علیہ السلام والے کہ جان و دل ان سے زندہ ہے موسیٰ علیہ السلام جیسے کہ لقائے دوست چاہنے والے ہیں۔“

”قرآن کریم میں جو صفت آئی ہے وہ صفت آپ پر صادق آتی ہے وہ صفت آپ کی حالت سے عین مطابقت رکھتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دل مبارک

آپ کو عطا فرمایا گیا ہے حالانکہ حقیقت یہ کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشہ ہیں۔“

اے دیدہ بیا لقائے منظور بہ میں

آں جبہ و آں جمال و آں نور بہ میں

در وادی ایمن . محبت بگذر

ہم موسیٰ وہم درخت وہم طور بہ میں

”اے آنکھ آ محبوب کا لقا (دیدار) کروہ کیسا ماتھا کیا جمال کیسا نور ہے دیکھ وادی،

ایمن کی محبت سے گذر کر پھر دیکھ موسیٰ اور درخت اور کوہ طور دیکھ۔“

آپ حمیدہ صفات جانشیں، حامد اور مقام محمود کے وارث ہیں اور آپ حامد اور حمد بیان کرنے والے ایسے ہیں کہ آپ کی شان مبارک بیان کرنے کے سلسلے میں زبان سے بے اختیار بہت زیادہ تعریف نکلتی ہے غرضیکہ جب یہ دولت دین و دنیا کا سورج طلوع ہوا تو میں نے یقین کر لیا کہ یہی سورج میرے مقدر میں ہے اور جیسے ہی میری آنکھیں ان کے جمال سے روشن ہوئیں تو میرے دل میں کچھ اور ہی نور و سرور جلوہ گر ہو گیا میرا دل پہلی ہی ملاقات میں ہاتھوں سے نکل گیا۔ اور میں انکے قدموں پہ گر پڑا۔

مدتے بود کہ مشتاق لقایت بودم

لا جرم روئے خرا دیدم و از جا رتم

’بڑی مدت سے میں تیرے دیدار کا مشتاق تھا۔ بہر حال تیرا دیدار دیکھا تو بے ہوش

ہو گیا۔“

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا کہ میں نے اپنے احوال آپ کے مرشد کے سامنے حاضری: سامنے عرض کرنے کی جسارت کی۔ لیکن میرے معروضہ

عرض کرنے سے پہلے ہی آپ نے اپنے صفائے باطن کے ذریعہ میرے احوال معلوم کر کے میرا مطلب و مقصود سمجھ گئے۔

لیکن پھر بھی میری صداقت کی بھوک و پیاس کی تشفیش اور تحقیق کرنے کی خاطر پھر میرے احوال خود پوچھتے ہوئے ارشاد فرمایا ”اے پیاسے! سنو! ہم اور تم سبھی ایک ہی نہر کے پیاسے پیر اور ایک ہی دریا کی نہریں ہیں مجھے یقین ہے کہ تم میرے پاس سمندر کے طالب بن کر آئے ہو اور

حالانکہ میری تو اپنی یہ حالت ہے کہ دوسرے لوگوں کی طرح اپنے آپ کو دریا کی ایک نہر کہتا ہوں۔ اچھا کہو تم جس نہر کو زیادہ میٹھا اور اس کے پانی کو زیادہ صاف سمجھو اسے طلب کرنے کی کوشش کرنا۔ اور اگر یہ نہیں چاہتے کہ تم اپنے اختیار سے کام لو اور صرف امتحان کی تمنا ہے تو پھر اپنے آپ کو سمندر کے حوالے کر دو۔ اسکی توجہ کا انتظار کرو تا کہ وہ جس راستے سے چاہے تجھے اُسی راستے سے بلا لے اور جہاں پہنچانا چاہے وہاں پہنچا دے۔ یہ سنتے ہی میں نے ایک چیخ لگائی اور عرض کیا ”میں تو تخیل کے سراب میں حیران و پریشان حیرت کے ساحل پر پڑا ہوا ہوں اس لیے مجھ سے سمندر کو کیا واسطہ ہے جو میری صدا سنے گا۔ اسے کیا پڑی ہے کہ وہ میری چیخ و پکار کی طرف کان لگائے گا (ضرورت مند وہ نہیں بلکہ میں ہوں) میں نے تو اپنے آپ کو آپ کے حوالے کر دیا ہے اب آپ کی مرضی ہے جہاں پہنچانا چاہیں پہنچا دیں۔“

آپ نے ارشاد فرمایا ”ما یوس نہ ہو۔ تمہیں سمندر سے خاصی تعلق ہے اور اگر بالفرض محال سمندر سے کوئی شناسائی نہ بھی ہو تو تب بھی وہ دریائے رحمت ہر ایک پر محیط ہے چاہے کوئی چھوٹا ہو یا بڑا، ناقص ہو یا کامل۔ یاد رکھیے وہ بوقت ضرورت فریاد رس کرتا ہے اور جنگی کے وقت دنگیری کرتا ہے۔“

پہلی رات میں بشارت: آپ کے اشاروں پر میں تیزی سے چل پڑا۔ پہلی رات میں ہی مطلب برآری اور مقصود حاصل ہونے کی بشارت میں نے پالی۔ میں نے آپ کی بغیر کسی توقف کے بے اختیار ہو کر بیعت کر لی۔ اور آپ کی خدمت کرنے لگا۔ یہ واقعہ ۴۔ شوال ۹۸۵ھ کا ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور سعادت اور بہت بڑی نعمت بھی مجھے حاصل ہو گئی جسے ظاہر کئے بغیر میں صبر نہیں کر سکتا حالانکہ وہ پوشیدہ رکھنے والا راز ہے جسے چھپایا ہی جاتا ہے۔

۱۔ علم اولیاء:

جیسے علوم غیبیہ کا عطاء ہونا انبیاء کرام کا مجزہ ہے اس طرح اولیاء کرام کے علوم غیبیہ اولیائے کرام کی کرامات ہیں۔ جیسے معجزات انبیاء حق ہیں اسی طرح کرامات اولیائے کا انکار بھی ممکن نہیں کیونکہ کرامات اولیاء کی ثبوت خصوصاً علم غیب اولیاء کا ثبوت قرآن پاک میں بھی ملتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کا واقعہ کرامات اولیاء کی بین دلیل ہے۔ اور علم غیب کا بھی ثبوت ہے۔ حضرت عمر فاروق کا ساریہ کو مدنیہ میں پکارنا۔ حضرت آصف بن برخیا کا تخت بلقیس کے مقام پہ آنا غانا۔ پہنچنا اور آنکھ جھپکنے سے قبل لانا بہت سی کرامات کا ثبوت فراہم کر رہا ہے خصوصاً علم غیب اولیاء کا ثبوت۔

لیکن از شوق حکایت بزباں می آید

”لیکن شوق سے بات زبان پر آ جاتی ہے۔“

سر بستہ راز: جب ازلی سعادت نے مجھے یہ نعمت عطا فرمائی تو میں ہمیشہ اسی شوق میں ہوں کہ مجھے میرے مقصود کے متعلق بشارت مل جائے تاکہ میں تسلی اور اطمینان کے ساتھ سلوک کے راستے میں تیزی سے آگے قدم بڑھاؤں اور اگر طلب فرقت کی سوزش ہے تو پھر بھی مجھے معلوم ہو جائے کہ میری یہ آرزو کتنی بڑی ہے اور میرا یہ مقصد کتنا عظیم الشان ہے۔

من و وصال تو ہیہات بس عجب ہوس است

ہمیں کہ نام توام برزباں رود نہ بس است

”میں اور تیرا وصال یہ بڑی عجیب ہوس ہے تیرا نام میری زبان پر جاری ہو یہی کافی ہے۔“

ہمیشہ اسی خیال میں دن رات گزار رہا تھا کہ کبھی راتوں میں اس لیے جاگ کر راتیں گزار دیتا کہ بارگاہ جمال نظر آئے اور یہی جستجو دن کو بھی رہتی تھی کہ خواب و خیال میں ہی کم از کم اسکے وصال کی کوئی نہ کوئی نشانی مل جائے۔

اگر تو وعدہ و صلہ دہی بہ بیدارن

حرام باد سر خود - اگر بخواب آرم

وگر بخواب نمائی جمال خود یکدم

ہر روز حشر نخواہم کہ سرز خواب آرم

”اگر تو مجھے وصال کا وعدہ بیداری میں دے مجھ پر حرام ہے کہ نیند کے لیے سرزمین پر لاؤں اگر تو خواب میں اپنا دیدار کرائے تو قیامت تک نیند سے سر نہ اٹھاؤں گا۔“

اور یہ حالت اس وقت تک طاری رہی جبکہ عقل کا پردہ اور خواہش طلب درمیان سے اٹھ گئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم نے اپنا کام کر دکھایا۔ مجھ غریب کو براہ راست اپنی چوکھٹ پر پہنچا دیا۔ اس تمام بیداری کے نتیجے میں وہ خواب دیکھا جو ہزاروں بیداریوں سے بہتر و دیر تر ہے۔

بخیالے ز تو راضی و بخوابے خوشنود

حاصل از وصل تو خوابی و خیالے دارم

”تیرے خیال سے راضی ہوں اور خواب سے خوش ہوں۔ خلاصہ یہ کہ تیرے وصال

’کی امید میں خواب و خیال میں ہوں‘۔

یہ قصہ کا جملاً بیان ہے جسے قلم کی زبان سے تو ادا نہیں کیا جاسکتا۔

حقا بیان شوق پیاپیاں نمی رسد

کو تاہ ساز قصہ درد دراز را

”بخدا تیرے شوق کے بیان کی حد نہیں اب درد کے طویل قصہ کو مختصر کر“۔

اب مجھ فقیر کی بارگاہ العزت میں ایک مناجات ہے اور ایک ضرورت ہے جسے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں پیش کرتا ہوں۔ جس میں سے چند جملے ان اور اوراق پر تحریر کر رہا ہوں تاکہ جب چاہوں ان کو پڑھ کر اپنی خوش وقتی بناؤں اور اگر کسی دوسرے شخص کی بھی میری ہی جیسی حالت ہو تو وہ بھی اس سے اپنا وقت خوش کر سکے اور عین ممکن ہے کہ وہ میرے لیے بھی دعا کرے جو کہ مقصد کے حصول کا سبب بن سکے اور اللہ تعالیٰ قریب اور مجیب ہے۔

اے پروردگار! میرے ساتھ تو وہی سلوک کر جو
مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات: سلوک ایک کریم اور محسن آقا اپنے کمزور اور مجرم
نوکر کے ساتھ کرتا ہے۔ اور ایسا سلوک میرے ساتھ نہ کر جو ایک منصف اور صاحب اقتدار حاکم
اپنے مفید عیار اور بدکار ڈاکو کے ساتھ کرتا ہے۔

یا اللہ! اگر تو ہم کمزوروں کے ساتھ انصاف کرے گا تو ہم تیرے حضور اپنی عاجزی اور صبر کا
پیانہ پیش کریں گے اگرچہ اس کی کوئی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن اسکے علاوہ ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔
عاجزی کے علاوہ ہمارے ہاتھ میں کیا ہے؟

یا اللہ! اپنے بندوں کو تو نے پیدا ہی اس طرح کیا ہے کہ وہ اپنا ہی نفع چاہتے ہیں۔ یہ خصلت
تو نے ہی تو مخلوق کو دی ہے۔ جس کی استعداد، قابلیت اور مامیت بیان کرنے کی طاقت ہم میں
نہیں ہے۔ یا اللہ قرآن مجید میں ہم نے پڑھا ہے اور تیرے حبیب پاک ﷺ نے بھی ہمیں بتایا
ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے فدا کرنا چاہتا ہے اسے فدا کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
جسے چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جسے نہیں چاہتا وہ ہرگز نہیں ہوتا۔ یا اللہ! تو نے ہی اپنا یہ فرمان
ذیشان ہمارے دل میں ڈال دیا کہ ”مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا“۔
یا اللہ! حی و قیوم ہوتا تیری ہی صفت ہے تو اپنی تخلیق میں تبدیلی نہیں کرتا ہے۔ جو کچھ

ہونے والا ہے وہ سب کچھ لکھ کر تیرا قلم مبارک خشک بھی ہو چکا ہے۔ تیرے کاموں کے مارے میں تجھ سے پوچھنے کی کسی میں بھی طاقت نہیں ہے۔ اور تیری بارگاہ میں کوئی بھی بات تبدیل نہیں کی جاتی۔ تو بڑا ہی رحیم بھی ہے اور کریم بھی۔ انسان میں اگر تو نے فاعل ہونے کی قدرت رکھی ہے اور اسے اولین شرط قرار دیا ہے تو پھر قیامت تک اس بے دوا درد کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا یا اللہ یہ امر تو صرف تیرے لیے ہی سزاوار ہے کہ تیری بارگاہ میں کوئی بھی درد مند (استفادے سے خالی) نہ رہے گا یا اللہ تو ہم پر رحم فرما، کرم فرما۔

یا اللہ ہمیں حضوری قلب عطا فرما کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چیز بھی فائدہ مند نہیں ہے۔ یا اللہ وہ کشادگی اور فارغ البالی عطا فرما دے جس کے ذریعے دنیا اور آخرت کے تمام مقصود پورے ہو جائیں استغفر اللہ مجھے تو ان باتوں سے کچھ بھی سروکار نہیں ہے میں تو نہایت کمزور فقیر بھیک مانگنے والا ہوں۔ مجھے قوت یقین سے نواز دے اور مجھے وہ سرمایہ حیات عطا فرما کہ پھر مخلوق کی حاجت نہ رہے اور وہ عطیات عطا فرما جن سے میرا ظاہر و باطن معمور ہو جائے۔

یا اللہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میرے دل میں کتنی آرزوئیں اور امیدیں ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے اپنی کمزوری اور بے بسی کا یقین بھی ہے۔ میں اپنا کوئی مقصد مقرر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجھے کیا معلوم کہ فائدہ اور بھلائیاں میرے مقصد کے خلاف ہوں۔ ہاں البتہ آخرت کے مقرر کئے ہوئے درجات کی آرزو ہے۔ اور کبھی کبھی تو یہ بھی خیال آتا ہے کہ یہ خواہش بھی بندگی کے طریقے سے دور ہے۔ بندے کو کسی قسم کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن یہ بہت بڑی بات ہے اور یہ حقیقت ہے کہ بندہ تو سراسر عاجز، آرزو مند اور خواہش مند ہے یا اللہ مجھے یقین ہے کہ موت تمام دنیوی خواہشات کے درمیان حائل ہے جو بالکل بیچ ہے۔ اسی لیے میں تجھ سے تیری رضا چاہتا ہوں۔ تیرے راستے میں ثابت قدمی، حق پر قائم رہنے، قوت یقین، اور شک و شبہ کو زائل کرنے کے لیے عقل شعور چاہتا ہوں مرنے کی محبت عطا فرماتا کہ دنیا سے رخصت ہونا مشکل نہ معلوم ہو۔ فقراء کی محبت عطا فرماتا کہ موت سے محبت ہو سکے۔

یا اللہ! مجھ میں اسباب اور سامان اکٹھا کرنے کی طاقت ہرگز نہیں ہے حالانکہ کوئی کام بھی بغیر کسی سامان کے ہو سکتا نہیں۔ یا اللہ مجھ غریب کے تمام کام سبب کے بغیر پورے کر دے۔ اگر تو سبب کے بغیر کرنا نہیں چاہتا تو پھر اس کام کے اسباب آسان کر دے۔

یا مفتح الابواب اور یا مسبب الاسباب جو سامان حاصل کرنے کی ہم میں سکت نہیں ہے وہ سامان ہمیں عطا فرما۔ یا اللہ تو جانتا ہے کہ تیرے کاموں کی تکمیل ہوتی نظر نہیں آ رہی صرف تیری بارگاہ سے ہی امید ہے کہ تو اپنے خاص لوگوں (بزرگان دین) کے وسیلہ جلیلہ انسانی کوشش کے بغیر مکمل کر دے۔ یا اللہ اگر توقع کے مطابق خیالات پورے نہ ہوں تو مخلوق اپنی بے مبری اور بے طاقتی کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے۔ یا اللہ ایسے حالات پیدا کر دے جو دل کی گرہ کھول دیں۔ دل خوش ہو جائیں اور دلوں کو فراغت ملے۔ یا ارحم الراحمین اور سب سے زیادہ کرم کرنے والے، جنوں اور انسانوں کی مدد فرمانے والے سب سے بہترین مددگار تو ہی مدد فرما۔ یا اللہ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے لیکن اس سے قبل بشارت سے تو نواز دے تاکہ دل خوش ہو جائے اور تکالیف دور ہو کر دولت یقین میسر آجائے۔ یا اللہ ہمارے لیے تمام دنیوی کام آسان فرما دے اور ان کے وجود اور عدم کو یکساں بنا دے۔ یا اللہ میرے لیے دنیا کو مقصدِ اعلیٰ نہ بنا، دنیا میں گرفتار نہ رکھ، صرف دنیوی مبلغ علم، دنیوی اعلیٰ تعلیم تک ہی متعین نہ رکھ۔ جو لوگ لوگوں پر رحم نہیں کرتے انہیں حاکم نہ بنا۔ یا اللہ میں نے تو صرف تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور صرف تیری ہی بارگاہ اقدس میں عاجزی سے دعا کر رہا ہوں۔

یا اللہ! حقیقت تو کل و بھروسہ تیرے کمال معرفت و شہود کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ حالانکہ معرفت و شہود وہ مقام کمال ہے جسے ہم ناقص اور ناکارہ طلب نہیں کر سکتے۔ مجھ جیسا اندھا، بے دست و پا، اکیلا ہی اس جنگل میں پڑا ہوا ہے جسے مصیبتیں گھیرے ہوئے ہیں یا اللہ میں اندھا، مجبور اور بے اختیار تیری بارگاہ مقدس میں فریاد کر رہا ہوں اب تو تو ہی مدد کر دے اور میرا فریاد رس بن جا اگر بالفرض محال مدد نہیں کی جاسکتی کسی وجہ سے تو میں اندھا، استغاثہ اور گریہ و زاری کے علاوہ صبر کیسے کر سکتا ہوں۔

یا اللہ! ہماری پرانی امیدیں نئے سرے سے نئی کر دے۔ اور پھر مردہ دل میں تازگی عطا فرما۔ جو چیز عطا کرنے کے لائق نہیں ہے اس کی خواہش ہمارے دل سے باہر نکال دے اور جو چیز عطا کرنے کے قابل ہے اس کے لیے ہمیں ہمت عطا فرما تاکہ اس کے لیے ہم کوشش کریں اور یقین عطا فرما تاکہ وقت سے پہلے ہی جلد بازی سے کام نہ لیں۔

یا اللہ جوانی کے دنوں میں (میرا عجیب حال تھا کہ) جہالت و فطرت کی وجہ سے جیسے بھی ہو سکے (جائز یا ناجائز طریقوں سے) دنیا اکٹھی کرنے کی خواہش تھی لیکن اب فکرِ آخرت ہے۔ غم

دنیا اور فکر آخرت دونوں اکٹھے ہو گئے ہیں۔ دنیا اس انداز سے عطا فرما کہ اس کی وجہ سے دین میں کسی قسم کا خلل اور خرابی پیدا نہ ہو سکے۔ اور غم آخرت دل سے نہ نکلے (ہر وقت رہے) اور غم آخرت اس طرح عطا فرما کہ سوائے غم آخرت کے دل میں کوئی اور غم نہ ہو۔ اور میں اپنے سینے کو اپنے ہی ناخنوں سے نہ چھیلوں۔

یا اللہ! میرے کاموں میں ترقی عطا فرما اور تنزل و ذلت ہم سے جدا کر دے۔ یا اللہ جھے تیری رضا مندی مطلوب ہے جس طرح چاہے اپنی خوشنودی سے ہمیں مالا مال کر دے۔ اگر ہم کسی انسانی جلد بازئی اور میلان طبع کی وجہ سے کوئی ایسی چیز چاہیں جو کہ ظاہر اتواچھی ہو مگر باطنی طور پر خراب ہے تو پھر وہی فرما، جیسے تو چاہتا اور پسند کرتا ہے مجھے اس کی توفیق عطا فرما اور جسے تو نہیں چاہتا وہ چیز ہم سے دور فرما دے۔

یا اللہ تجھ پر تو ہر کام آسان ہے بلکہ آسان کے کیا معنی ہیں۔ ہر قسم کی نعمت کہ جس کا تصور کیا جاسکتا ہے وہ تو نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہے۔

یا اللہ! تو نے تو عزت دینا، شان و شوکت، عظمت و رفعت، مذہب و ملت، علم و ہدایت، اور قرب و کرامت وغیرہ تمام نعمتیں اپنے بندوں کو عطا فرمادی ہیں۔ میں کسی بھی چیز کی وجہ سے مایوس نہیں ہوں اور میں مایوس کیوں ہونے لگا۔ ہاں البتہ مشیت تیرے ہاتھ میں ہے۔ جسے جتنا چاہتا ہے تو عطا فرماتا ہے۔ خواہش بھی حقبتا تیری ہی خواہش ہے مجھے اس بات کا یقین ہے کہ کوئی بھی خواہش انسان میں تیری خواہش کے بغیر پیدا ہو سکتی ہی نہیں اور نہ ہی فائدہ دیتی ہے۔ انسان بے چارہ تو اس پر بھی مجبور ہے کہ وہ اپنی خواہش پر صبر بھی نہیں کر سکتا اور تیرے حضور اپنا آرزو بھرا دل پیش کرتا ہے۔

یا اللہ میں تیرے قرآن پاک اور تیرے محبوب کی سنت کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کر رہا ہوں تو میری اس دعا کو شرف قبولیت سے نواز دے یا اللہ جب میں دعا قبول ہونے کی شرطیں دیکھتا ہوں تو اس وقت مایوس ہو جاتا ہوں اور دعا کرنے میں سستی کرتا ہوں لیکن اگر تیرا یہی فیصلہ ہے کہ شرائط دعا کے بغیر میں کوئی دعا قبول نہیں کرتا تو پھر مجھے شرائط دعا کی توفیق جلد از جلد عطا فرما۔ اور پھر میری دعائیں قبول کر لے اور میرے جرائم پہ نظر کئے بغیر ہی میرا دامن گوہر مقصود سے بھر دے۔

یا اللہ! جب تک تو میرے مطلوب کی بشارت، دلیل اور یقین سے عنایت نہیں کرے گا تو اس وقت تک تیرا یہ بندہ (ناچیز) تیرے دربار ادب میں چنچا، چلاتا، پکارتا اور گریہ و زاری کرتا ہی رہے گا۔ کیونکہ روئے بغیر دل کو قرار ہی نہیں آتا اور اگر میری دعائیں تیری بارگاہ اقدس میں شرف

قبولیت سے نہ نوازی گئیں تو پھر میرے لیے افسوس اور مایوسی ہی مایوسی ہوگی۔ یا اللہ تو مجیب الدعوات ہے ہماری دعاؤں کو شرف قبولیت سے نواز دے، یا اللہ تو کریم بھی ہے اور رحیم بھی ہے اس لیے اپنے ذلیل بندہ کی عاجزی کو شرف قبولیت سے نواز دے۔

یا اللہ! نفس اور شیطان کے خوف سے میرے اوقات کو تشویش سے بچا۔ مجھ پہ جب نفس اور شیطان غالب ہوں تو اس وقت قرآن کریم کی توفیق عطا فرماتا کہ کلام پاک کی تلاوت کے ذریعے تمام رنج و غم دور ہو کر قلبی راحت ہوتی رہے۔

یا اللہ! اپنے عظیم کلام سے محبت والفت عطا فرماتا کہ میں اس میں مستغرق رہوں اور تیرے ذکر کے علاوہ ہر چیز سے دست بردار ہو جاؤں۔

یا اللہ! میرے غم کی حالت اور حقیقت تیرے سوا کوئی بھی نہیں جانتا، میں جس سے بھی اپنی مشکلات بیان کرتا ہوں وہ حقیقت حال پر غور کئے بغیر ہی وہ بات کہتا ہے جو میرے لیے مفید نہیں ہے اور میرے درد کا علاج نہیں نیز اکثر لوگ میری تکلیفیں سننے کے بعد (میری غرض سمجھنے کے بجائے) کچھ دوسری ہی غرض سمجھتے ہیں۔

یا اللہ! تو میری حقیقی حالت، میری غرض، میرے مقصد، میرے مطلب، اور میری نیت سے اچھی طرح واقف ہے میں اپنی سچی نیت ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتا کیونکہ تجھ سے کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں ہے اس پر بھی میں اپنی سچی نیت اور اچھے اعمال کے بارے تجھ رحیم و کریم سے سوال کر رہا ہوں۔ یا اللہ! تیرے دربار کے قابل تو میرا کوئی بھی عمل نہیں ہے کیونکہ میرے تمام اعمال میں فساد نیت اور سچی عمل شامل ہیں۔ ہاں البتہ مجھ فقیر کا صرف ایک عمل تیری ذات مقدس کی عنایت کے سبب بہت شاندار ہے اور وہ شاندار عمل یہ ہے کہ میلا دمبارک کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا اور نہایت عاجزی و خاکساری، محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب ﷺ پر درود سلام بھیجتا رہا۔

۱۔ درود سلام:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ "بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔"

اس فرمانِ دیشان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اے ایمان والو! اے مومن کہلانے والے والو! صلوٰۃ و سلام میرے نبی کریم پر بھیجو درود و شریف کے فضائل پہلے بیان کیے جا چکے ہیں اب سلام کے بارے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے جو زمین پر سیاحت کرنے والے ہیں میری امت کا سلام میرے پاس پہنچاتے ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

یا اللہ! وہ کونسا محل و مقام ہے جہاں میلاد النبی ﷺ سے زیادہ تیری خیر و برکت اور کرم و رحمت کا نزول ہوتا ہے؟۔ اس لیے یا ارحم الراحمین مجھے اس بات کا پختہ یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بھی بیکار نہیں جائے گا بلکہ (انشاء اللہ تعالیٰ) لازمی تیری بارگاہ شرف قبولیت سے نوازا جائے گا اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعے دعا کرے وہ کبھی بھی مسترد نہیں ہو سکتی۔

یا اللہ! میرے درود طلب میں مزید اضافہ فرما دے اور سچائی کی پیاس مزید بڑھا دے۔ تو نے جو نعمتیں مجھے عطا فرمائی ہیں وہ مجھ سے واپس نہ لے اور جو رزق مجھے عطا فرمایا ہے وہ بھی واپس نہ (مجھے صفحہ کا بقیہ حاشیہ 2)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔“

الحمد للہ! ہم اہلسنت و جماعت نبی کریم پر صلوٰۃ و سلام اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق پڑھتے ہیں جب دونوں کے جدا جدا فضائل مسلم ہیں تو ان کا اجتماع انہیں ناجائز نہیں کر دیتا۔

صلوٰۃ و سلام کو اللہ تعالیٰ نے بھی ایک ہی آیت میں بیان فرمایا ہے اور ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف لائے آپ کے رخ انور سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس (حضرت) جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھے کہا کہ رسول اللہ ﷺ آپ اس بات راضی نہیں کہ آپ کا کوئی اتنی آپ پر ایک بار درود بھیجے تو میں اس پر دس بار درود شریف بھیجوں اور آپ کا جو اتنی آپ پر ایک بار سلام بھیجے تو میں اس پر دس بار سلام بھیجوں۔ (دلائل الخیرات شریف)

پس یہ ثابت ہوا کہ صلوٰۃ و سلام کا جمع کر کے پڑھنا قرآن و حدیث کے مطابق ہے رہا یا رسول اللہ ﷺ کہنے کا بیان جب رسول اللہ ﷺ ہمارا درود شریف بہ نفس نفیس سن رہے ہوتے ہیں تو اس میں کیا حرج ہے ملاحظہ فرمائیں (دیوبندی) تبلیغی نصاب صفحہ ۲۰۲۔ فضائل درود شریف صفحہ ۲۳۔ ”نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے پاس کھڑے ہو کر سلام پڑھنا درود پڑھنے سے زیادہ افضل ہے یعنی السلام علیک یا رسول اللہ افضل ہے الصلوٰۃ علیک یا رسول اللہ سے، آگے مولوی ذکریا صاحب لکھتے ہیں کہ ”بندہ کے خیال میں اگر درود و سلام دونوں کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا نبی اللہ وغیرہ کے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ۔ اسی طرح اخیر تک سلام کے ساتھ الصلوٰۃ کا لفظ بھی بڑھا دیا جائے تو زیادہ اچھا ہے“ یہ مولوی ذکریا صاحب نے روضہ انور کے سامنے کے بارے میں لکھا ہے کہ کیونکہ آپ سنتے ہیں اس لیے اور سننا صلوٰۃ و سلام کا جب دور سے بھی ثابت ہے تو الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وغیرہ دور سے پکارنے میں بھی کسی قسم کا اشکال باقی نہیں رہتا۔ صلوٰۃ و سلام تعظیم سے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی افضل ہے۔ فاضل دیوبندی مولوی عبد اللہ جاوید غازی پوری نے ایک حدیث کا ترجمہ یوں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص میری قبر کے پاس (کھڑا ہو کر) مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو سننا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے“ (مظاہر حق جلد اول صفحہ ۶۲۳) حالانکہ جیسے قبر کے پاس درود شریف پڑھنے کے بارے فرمایا گیا من صلی علی نبینا و آلہ صلی علیہم اجمعین ہی درود درود شریف پڑھنے والے کے بارے ارشاد ہوا من صلی علی نبینا و آلہ صلی علیہم اجمعین ہوا کہ جب روضہ انور کے پاس کھڑے ہو کر پڑھنے کا حکم ہو تو دور سے پڑھنے والے کے بارے میں بھی حکم ہو گا بلکہ ثابت ہوا کہ ”ام کھڑے ہو کر پڑھنا ناجائز ہرگز نہیں صرف ذہنی بگاڑ کی بنا پر مخالفین فتویٰ بازی کرتے رہتے ہیں۔“

لے۔ تو نے جو مجھے بشارت دی ہے اُسے پُر اثر بنادے کیونکہ تو ہر چیز پہ قدرت رکھتا ہے۔
 اللہ! میری خواہش ہے کہ میں ہر لمحہ ایک نئے انداز سے تیری بارگاہ میں سوالی بن کر
 حاضری دوں اور جو کچھ میرے دل میں ہے وہ زبان پر لاؤں۔ میرے دل میں جو درد تو نے رکھ دیا
 ہے اسے تو مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے اس سے تو اچھی طرح واقف ہے اور میرے دل میں جو
 انجام کار نہیں ساتی تو اسے بھی اچھی طرح جانتا ہے۔

یا اللہ! اپنی گریہ و زاری سے میں تجھ پر کو حکم نہیں چلاتا بلکہ جو کچھ بھی عرض کر رہا ہوں وہ سب
 کچھ عاجزی، انکساری، بے بسی اور میری مجبوری ہے۔ کیونکہ انسان کو تو کمزور فطرت دی گئی ہے۔
 یا اللہ! نیک بزرگ اور جوانمرد چلے گئے ہیں۔ اب تو وہ زمانہ آ گیا ہے جس میں نیک بن کر
 رہنا مشکل ہو گیا ہے بلکہ اب تو نیکی کا تصور بھی محال ہو گیا ہے۔ لیکن اگر تو طاقت عطا فرمادے
 اور تائید فرمادے تو ہر مشکل کام آسان ہے۔

یا اللہ! ابھی تک جو تھوڑے سے نیک بزرگ باقی ہیں تو ان کی حفاظت کرتا کہ وہ نیکی
 پھیلاتے رہیں۔ انکی نیکی سے نیکی کی مزید شاخیں اور پھل پیدا کر، ہماری امیدوں کو شاخ در شاخ
 اور ہمارے دلوں کو اس طرح باغ باغ بنادے جیسے تو نے شجرہ طیبہ کی جڑ مضبوط کر کے اسکی شاخیں
 آسمانوں میں پھیلا دی ہیں جن کے پھل تیرے احکام کے بموجب نیک بزرگ کھا رہے

۱۔ دعا اور درود سلام:

دعا سے پہلے اور دعا کے بعد اگر درود شریف پڑھا جائے تو وہ دعا بارگاہ وحدہ لا شریک میں شرف قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔

حدیث:

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”دعا اس وقت تک آسان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اور اس میں سے
 کوئی چیز بھی اوپر نہیں جڑھتی جب تک کہ تم اپنے نبی پر درود شریف نہ بھیجو“۔ (ترمذی شریف۔ مشکوٰۃ شریف)
 حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں نماز پڑھ رہا تھا رحمت عالم ﷺ بھی وہیں تشریف فرما تھے اور
 آپ کے پاس حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی حاضر تھے (نماز سے فارغ ہو کر) جب میں بیٹھا تو اللہ تعالیٰ کی
 تعریف بیان کرنا شروع کر دی اور آنحضرت ﷺ پر درود شریف بھیجا۔ اسکے بعد میں اپنے (دینی اور دنیاوی مقاصد) کے
 لیے دعا مانگنے لگا (یہ دیکھ کر) آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ماگو! ایسے جاؤ گے (یعنی دعا مانگو دعا ضرور قبول ہوگی)
 مشکوٰۃ شریف۔ ترمذی شریف۔ حصن حصین کے حوالے سے مظاہر حق میں ہے کہ حضرت شیخ ابوسلمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ نے
 فرمایا کہ جب تم اللہ کے سامنے اپنی کسی حاجت کی تکمیل کے لیے دس دعا دروازہ کرو تو اسکی ابتداء آنحضرت ﷺ پر درود
 شریف بھیجنے سے کرو اس کے بعد تم جو کچھ چاہتے ہو اس کے لیے دعا مانگو اور دعا کو درود شریف پر ختم کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ
 اپنے فضل و کرم سے دونوں درودوں کو قبول کرتا ہے اور وہ اس چیز سے بزرگ و برتر ہے کہ اس دعا کو چھوڑ دے جو ان
 دونوں درودوں کے درمیان ہے۔“

ہیں۔ آخر میں دعا ہے کہ یا اللہ! تیرے لیے ہی تمام تعریفیں ہیں تو ہی جہانوں کا رب ہے اپنے تمام کام کا ج میں نے تو تیرے سپرد کر دیے ہیں اور تو اپنے بندوں کا خیر خواہ اور رکھوالا ہے۔

سپر دم بتو مایہ خویش را

تو دانی حساب کم و بیش را

”میں نے اپنا تمام معاملہ تیرے سپرد کیا تو کی بیشی کا حساب جانتا ہے۔“

اور درود و سلام ہو رسول اللہ ﷺ پر اور آپ کی آل و اصحاب پر اور تمام نیک لوگوں پر آمین ثم آمین۔

اب میں اپنے نعتیہ قصیدہ پر یہ کلام ختم کرنا چاہتا ہوں تاکہ انجام اچھا ہو۔ یہ قصیدہ میں نے لکھا تو ہند (ہندوستان میں تقسیم ہند سے پہلے) میں تھا مگر جب زیارت مدنیہ طیبہ کی سعادت حاصل ہوئی اس وقت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں پڑھا گیا اور موقف قبولیت حاصل کر کے میرے حقیقی مقاصد حاصل کرنے کا سبب بنا۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

بیا اے دل نوے از ہستی خود ترک دعویٰ کن

میفکن چشم بر صورت نظر در عین معنی کن

”اے دل آتھوڑی سی دیر اپنی دعویٰ ہستی ترک کر۔ آنکھ ظاہری صورت پر نہ ڈال بلکہ عین معنی پر نگاہ کر۔“

فگندی چوں نظر در عین معنی بعد ازاں ایدل

چوں عفا از سر عزت بقاف فقر ماویٰ کن

”جب تم عین معنی پر نظر کر لو تو اس کے بعد اے دل عفا کی طرح حصول عزت کے لیے فقر کے کوہ قاف میں ٹھکانا بنا۔“

ز چاک سینہ ہر دم صد نوائے درد دل بشنو

بدیں قانون الفت ترک بزم اہل دنیا کن

”سینہ کے چاک سے ہر لمحہ درد دل کی بیشار آواز سن اسی قانون سے اہل دنیا کی بزم سے ترک الفت کر۔“

بصد خون جگر در زیر راں کش تو سن نفست
 بدیں ساں راہ راحل گیر قصد راہ عقبی کن
 ”بصید خون جگر سے یعنی سخت کوشش سے اپنے نفس کے سرکش گھوڑے کو تابع کر۔
 اسی طریقے سے اس راہ کا حل تلاش کر کے آخرت کی راہ کا ارادہ کر۔“

پس آنکہ بر سر کوئے فنا نہ پائے استغنا
 وجود خویش را گم در شہود نور مولیٰ کن
 ”پھر کوئے فنا پر استغناء کا پاؤں رکھ کر اپنے وجود کو مولیٰ کے نور شہود میں گم کر۔“

اگر خواہی تماشا شائے جمال شاہد معنی
 نخست ایں چشم صورت ہیں بہ میل عشق اعلیٰ کن
 ”اگر محبوب حقیقی کے جمال کا تماشا چاہتے ہو تو پہلے اس ظاہری آنکھ کو عشق کی میل
 میں نابینا بنا۔“

بشاگردی در آدر کتب جاں پس بلوح دل
 بتعلیم و بیر عشق حرف شوق اِلا کن
 ”کتب جاں کی شاگردی میں لوح دل کو لیکر آ۔ استاد عشق کی تعلیم سے حرف شوق لکھا
 کر۔“

مبند اے خفته دل چشم بکشا سرفرو مفکن
 بعین عبرت آخر سیر صبح حق تعالیٰ کن
 ”اے غافل دل بند نہ کر آنکھ کھول سر نیچے نہ کر عین عبرت سے حق تعالیٰ کی صنعت کی
 سیر کر۔“

چہ حاجت کز پئے خلوت روی در کنج تہائی
 بیاد دوست خود را از خیال غیر تہا کن
 ”خلوت کے لیے گوشہ تہائی میں جانے کی کیا ضرورت ہے دوست کی یاد میں خود کو
 غیر سے تہا کر۔“

بیاد ر انجمن خلوت گزین واز راه دیگر
پچشم دل جمال دوست را ہر دم تماشا کن
”انجمن میں آخلوت اختیار کر ہر راستہ چھوڑ کر دل کی آنکھ کو ہر لحظہ جمال دوست کا
تماشہ دکھا۔“

برش غیر را محرم مگر داں بلکہ در خلوت
چناں پوشیدہ کن ذکرش کہ از دل نیز اخفا کن
”دوست کے راز سے غیر کو محرم راز نہ بنا بلکہ خلوت میں اس کا ذکر ایسا مخفی کر کہ خود اپنے
دل سے بھی مخفی ہو۔“

چوننی ماسویٰ کرسی چہ دل کو جاں ہمہ، بچند
دلایع کل شئی ہالک الا و جہ راکن
”جب تو نے ماسویٰ کی نفی کر دی پھر دل کو ادھر لگانے کا کیا جبکہ وہ کچھ بھی نہیں اسکی
دلیل بنا کل شی الخ اللہ کی ذات کے سوا ہر شے لاشے ہے۔“

چو فرق واضح آمد درمیاں مہلک و ہالک
ہلاک و نیستی راحم بر ہر چیز حالا کن
”مہلک و ہالک کا فرق جب واضح ہے تو پھر ہر شے پر ہلاک و نیستی کا حکم کر۔“

کش از پر کار الا خط عدم بر صفحہ عالم
بسان دائرہ آزا محیط جملہ اشیاء کن
”صفحہ عالم پر الا کے پر کار عدم کی لکیر کھینچ دائرہ کی طرح اسے جملہ اشیاء پر محیط بنا۔“

ہیں انگہ نقطہ ذاتست کا مد مرکز ہستی
بروں زیں دائرہ و آن نقطہ را ثابت بہ الا کن
”پھر مرکز ہستی کا ذات حق تعالیٰ نقطہ ہے اس دائرہ سے اس نقطہ کا الا سے ثابت کر۔“

ہماں نقطہ تحریک کردو آمد دائرہ پیدا
مثال از بہر ایں از نقطہ جوالہ پیدا کن
”اس نقطہ کی تحریک سے دائرہ ظاہر ہوا ہر شے کو اسی نقطہ سے کوئی صورت ظاہر کر۔“

چو کہنی نور مطلق خویشی را در میاں ناری
 ہوا الحق از اناء الحق بعد ازیں مختار اولیٰ کن
 ”جب تم نور مطلق دیکھ لو تو پھر خود کو درمیان میں نہ لاؤ انا الحق سے ہوا الحق ہے اس
 کے بعد اولیٰ کو اختیار کر۔“

مسکی واحد و اسماء او از حد وعد پیروں
 بہرا سے شہود نور ذات آل مسکی کن
 مسکی تو ایک ہے ہاں اسماء بے حد و بے شمار ہیں۔ ہر اسم سے اس مسکی کے نور کا مشاہدہ کر۔
 معنائیت مشکل در حساب عاقلان وحدت
 تحصیل کمال نفس حل ایں معما کن
 ”عقلندان وحدت کے ہاں یہ مشکل معما ہے کمال نفس کی تحصیل کے بعد اس معما کو
 حل کر۔“

کمال نفس وہم تہذیب اخلاق بدست اید
 اگر ایں را ہوس داری بنائے شرع بر پا کن
 ”کمال نفس بھی اور تہذیب اخلاق بھی تمہیں نصیب ہو گئے اگر تجھے یہ امور چاہیں تو
 پھر بنائے شرع پر قائم رہ۔“

حقیقت از شریعت نیست بیش عارفاں پیروں
 مثال آں بکشتی ساز و شبہ آں بدر یا کن
 ”عارفین کے نزدیک شریعت حقیقت سے باہر نہیں اس کی مثال کشتی کی سمجھ درمیانی
 شبہات کو دور یا میں ڈال۔“

زباں مکشا بنا فرمودہ شارع سخن ایں است
 چنے اسماء توفیقی زبان عجز گویا کن
 ”شارع کے فرمان کے مطابق زبان کھول کہ اس کے اسماء توفیقی ہیں اس کے آگے عجز کی
 زبان بول۔“

دہاں را قفل خاموشی نہ دہر بستہ دار آں در
 کلید امرش آدر دن در سر بستہ را وا کن

”منہ پر خاموشی کا تالہ لگا کر اس کے دروازہ پر سر رکھ دے اسکے امر کی چابی لا اور سر بستہ راز ظاہر کر۔“

وگر خوابی زباں بکشانى و در راه سخن پيوى
ثنائے بادشاہ یثرب و سلطان بطحا کن
”اگر تو زبان کشائی اور اس راہ میں چلنے کا ارادہ رکھتا ہے شاہ مدینہ و سلطان بطحا کی مدح و ثنا کر۔“

سریر آئے ملک آمرین احمد مرسل
کہ پیش از وے نشد در ملک ہستی کار فرما کن
”ملک خداوندی کے احمد مرسل تخت نشین ہیں۔ اس لیے کہ آپ سے ملک ہستی باہر نہیں اسی لیے آپ کی مدح میں کام کر۔“

بشر تا بر سر منشور عالم خاتم حکمش
زدیوان ازل آمد براں منشور طغرا کن
”تمام منشور عالم پر آئے حکم کی مہر ہے۔ دیوان ازل سے اس منشور پر آپ کا قبضہ ہے اسی عقیدہ پر۔“

بیان قربت اوقاب قوسین است او ادنیٰ
بمقدار علو قدر او ایں نیز ادنیٰ کن
”آپ کی قربت قوسین اودانی ہے۔ آپ کے قدر و منزلت کے مطابق اس مرتبہ کا عقیدہ رکھ۔“

قیاس رتبہ و مقدار فضل از انبیاء تاوے
زقطرہ تا بدر یاز ذرہ تا بہ بضیا کن
”آپ کے رتبہ و قدر کے بالمقابل انبیاء علیہم السلام کا رتبہ و فضیلت یوں سمجھ جیسے دریا سے قطرہ اور بیضاء سے ایک ذرہ۔“

حبیب اللہ بودا و انبیاء را دان محب اللہ
قیاس کار از اسری بعید و جاء موی کن
”آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب اور دیگر انبیاء محب اللہ ہیں اس کی دلیل آپ کے

معراج اور موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پہ بیہوش ہو جانا ہے۔“

بخود میرفت موسیٰ لیکن اور حق بخود بروش
زرفتن تائبہ بروں فہم فرق آشکارا کن
”موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو گئے لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ خود اپنے قرب میں لے گیا
جانے اور لیجانے کا فرق ظاہر ہے اس سے خود سمجھ لے۔“

چو خود بر دند او را در حق او قدرائی گفتند
موسیٰ بن ترانی فہم تفصیلش ازیں جاکن
”جب انہیں خود لے گیا اور انکے حق فرمایا کہ اس نے حق دیکھا اور موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا
”ان ترانی اس سے آپکی دوسرے انبیاء پر فضیلت کا فرق جان لے۔“
خطاب باعتاب ان تولیتم اگر خواندی
بایں والی و الا قدر ملک دیں تو لاکن
”ان تولیتم کا اگر تو نے خطاب باعتاب پڑھا ہے تو اسے بھی ملک دین میں انکی قدرو
منزلت کے لحاظ سے محبت کا خطاب سمجھ۔“

اگر خیریت دنیا عقبی آرزو داری
بدر گاہش بیا و ہرچہ می خواہی تمنا کن
”اگر دنیا و آخرت کی خیریت کی تو آرزو رکھتا ہے تو اس کی درگاہ میں حاضر ہو کر جو
چاہتا ہے آرزو کر۔“

بیا اے دل قدم نہ بر سر کوئے وفا وانگہ
زراہ صدق جاں را خاک راہ آں کف پاکن
”اے دل آرزو وفا کی گئی میں سر رکھ بھرا زراہ صدق جان انکے کف پا پہ قربان کر دے۔“
سروتن را براہ جلوہ آں سرو بارا کش
دل و جان را فدائے حسن آں رخسار زیبا کن
”سرواز جسم کو اس سرو بالا کے جلوہ کے راستہ پر قربان کر اور دل و جان اس رخسار زیبا
کے حسن پر فدا کر دے۔“

تائش گو دے چوں نیست ایفائش ز تو ممکن
بایں یک بیت مدحش را علی الاجمال ایفا کن
"انکی تعریف کر لیکن اس کا ایفا تیرے امکان میں نہیں اس ایک بیت پر انکی مدح کو
اجمالی طور پر بیان کر سکتا ہے۔"

نخواں اور خدا از بہر امر شرع و حفظ دیں
وگر ہر وصف کش میخوانی اندر مدحش املا کن
"اسے خدا نہ کہہ یہی امر شرع ہے اور اسی میں دین کی حفاظت ہے اس کے علاوہ جتنا
چاہے انکی تعریف کر اور انکی مدح لکھ۔"

چواز انشاء تفصیل صفائش عاجزی ایدل
بیاد عرض حال خویش برا خدا مش انشا کن
"انکی صفات کی تفصیل کے بیان سے اے دل جب تو عاجز ہے تو پھر اپنا حال آپ کے
خدام کی خدمت میں عرض کر۔"

خراہم دا غم ہجر جمالت یا رسول اللہ
جمال خود قمار حے بجان زار شیدا کن
"میں آپ کے جمال کے ہجر کے داغ سے پریشان ہوں۔ اپنے شیدہ اور حال زار
عاشق کو اپنا جمال دکھا۔"

دلبران تو جان دادند در ہجر لب لعلت
دہاں بکشا داز راو کرم احیائے موتی کن
"تیرے عاشقوں نے جان دیدی آپ کے لب سرخ پر" لب کشائی فرما از راہ کرم
ان مردوں کو زندہ فرما۔"

جہاں تاریک شد از ظلمت ظلم سہ کدراں
بیاد عالمے را روشنا نور حجاب
"ظالموں کے ظلم سے جہاں تاریک ہو گیا ہے تشریف لا کر اپنے نورانی جلوہ سے
جہاں کو روشن فرما۔"

زیان کاراں بہ بازار ہوا سودائے زر دارند
 نکست و رونق و گرمی ایں بازار و سودا کن
 ”نقصان والے اس بازار کی خواہش رکھتے ہیں۔ اس بازار کو رونق دیکراگی خواہش کو
 نکست دیجئے۔“

ہم بے ہمتان و ہر بخل آئین خو کر دند
 بلطف امعاں مبین و از کرم احیائے جیاء کن
 ”زمانہ کے تمام بے ہمتوں نے بخل کی عادت بنا رکھی ازراہ لطف چشم پوشی چھوڑ کر جیاء
 بشم کا احیاء فرمائیے۔“

بنگ سیم و زر جاہل گرا ہمار است از عالم
 بمیزان عدالت قدر ہر یک را ہویدا کن
 ”سیم و زر کے بالمقابل جاہلوں کا پتھر بوجھل ہے اپنے عدل کی میزان سے ہر ایک کو
 ظاہر فرما۔“

بصدیق (رضی اللہ عنہ) صداقت پیشہ فرماتا قدم آرد
 طریق صدق و آئین و قارا باز پیدا کن
 ”صدیق علیہ السلام کی صداقت کے صدقے صداقت کا طریقہ فرمائیے صدق و وفا کا
 طریق و آئین کو ظاہر فرمائیے۔“

عمر علیہ السلام را باز ہنشاں بر سر بر معدلت آئیں
 بدیں آئیں میان خلق رسم عدل احیا کن
 ”عمر علیہ السلام پھر تخت عدل و انصاف پر بٹھائیے اسی طریق رسم عدل کا احیاء فرمائیے۔“
 ہمہ کس راست از عجب و تکبر دعویٰ اندر سر
 ز سر فرست عثمان را و قطع امر شورا کن
 ”ہر ایک کو عجب و تکبر سے سر میں دعویٰ ہے حضرت عثمان علیہ السلام کو بھیج کر اس شور کو قطع
 فرماتے۔“

بدفع حیلہ ایں رو بہاں بفرست شیر حق
 بفر مائش کہ قطع باغیان و قطع اعدا کن
 ”ان لومڑیوں کے مکرو فریب کے دفع کرنے کے لیے شیر حق (رضی اللہ عنہ) کو بھیجئے

اور انہیں اپنے فرمان سے باغیوں اور اعداء کا قلع قمع فرمائیے۔“
 بزور بازوئے خیبر کشا بنیاد جہل اقلن
 رواج رونق بازار علم و کار تقویٰ کن
 ”بازو کے خیبر کے زور سے جہل کی بنیاد اکھیر دیجئے علم کی بازار کو رونق اور کار تقویٰ کو
 رواج دیجئے۔“

وگر نائی تو با یاراں بظلم آباد ایں دنیا
 بدفع ظالماں حکم نیابت۔ راہہ عیسیٰ کن
 ”اگر خود اپنے یاروں سمیت دنیا سے ظلم کو دفع کرنے کے لیے تشریف نہیں لاتے تو
 پھر ان ظالموں کے ظلم کے دفع کرنے کے لیے اپنی نیابت میں عیسیٰ علیہ السلام کو فرمائیے۔“
 بہر صورت کہ باشند یا رسول اللہ کرم فرما
 بلطف خود سرو سامان جمع بے سرو پا کن
 ”بہر صورت یا رسول اللہ (ﷺ) کرم فرمائیے ہم بے سرو سامان لوگوں کے لیے
 ازراہ لطف سرو سامان جمع فرما دیجئے۔“

محبت آل و اصحاب توام کار من حیران
 بلطف خویش ہم امروز و ہم روز فردا کن
 ”میں آپ کی آل و اصحاب کا محبت ہوں اسی لیے ازراہ لطف مجھے حیران و پریشان کا کام
 آج دنیا اور آخرت میں درست فرمائیے۔“

یا حقّی مدہ تصدیج خدام چنا بش را
 کہ احوال تو معلوم است اظہار ش کن یا کن
 ”اے حقّی آپ کے خدام کی سروردی نہ کیجئے کیونکہ انہیں تیرے حالات معلوم ہیں تو
 انہیں ظاہر کریا نہ کر۔“

قسمت باش راضی دم حزن لا بشکر حق
 سکونت و تسکین دل خود از قسمت کن
 ”قسمت پر راضی ہو اور دم نہ مار ہاں حق تعالیٰ کا شکر کر سکون اختیار کر اور قسمت کے حکم

سے دل کو تسلی دے۔ (تمت بالخیر قصیدہ بخیر و خوبی ختم ہو)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

کتاب اخبار الاخیار مکمل ہوئی لیکن حقیقتاً اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ زبدۃ المعتبرین، قطب الاقطاب، فضیلت مآب تجلیات الہیہ کے مظہر، نامتناہی برکات کے مصدر، امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ احوال تحریر نہ کئے جائیں میں مصنف (حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) کو آخری عمر میں آپ سے نسبت حاصل ہوئی اس لیے آپ مقدم ترین کا ملین اور سابق واصلین امی اللہ کا تذکرہ مبارک اس کتاب کے آخر میں ہی زیادہ مناسب ہے اور اگر حقیقی نظر سے دیکھا جائے تو اول و آخر سب ایک ہی چیز ہے آپ سے میرا رجوع ہونا، اللہ حضرات کی ربانی بھی مشہور ہے جیسا کہ کتاب کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان کیا جائے گا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ: آپ کا سلسلہ نسب (۲۸) واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ ۹۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ عقلی و نقلی علوم سے قموڑے عرصہ میں فارغ ہوئے۔ سلسلہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور کبرویہ کی اجازت اپنے والد ماجد سے حاصل کی اسکے بعد آپ حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے۔ اور دہلی میں آپ نے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور کچھ عرصہ انکی محبت میں رہے۔ لیکن صرف دو ماہ اور چند دنوں کی خدمت کے بعد آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کی مکمل تعلیم اور اجازت حاصل کر لی۔

بشارت مرشد: حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک دوست کو تحریر فرمایا کہ سرہند میں ایک بہت بڑے عالم اور عامل ہیں جن کا نام شیخ احمد ہے اس نے چند

دن ہی میرے پاس نشست و برخاست کی ہے جس میں میں نے ان کے عجیب و غریب حالات دیکھے ہیں اور ان کے اوقات و اعمال سالانہ کے پیش نظر یقین ہے کہ وہ عنقریب ایسا روشن آفتاب ہو کر چمکیں گے جس سے ساری دنیا جگمگا اٹھے گی۔ علاوہ ازیں خواجہ صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں جن کا سایہ میں ہم جیسے ہزاروں تارے پوشیدہ ہیں۔

مناقب و فضائل بزبان مرشد: حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مناقب و فضائل بہت تحریر فرمائے ہیں جن میں سے چند ایک

دہلی آنے کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں آپ کی عالمگیر شہرت ہو گئی۔ اور آپ کے آستانہ عالیہ پر صاحبانِ علم و کمال جمع ہونے لگے۔ علمائے کرام دور سے حاضر ہوئے اور رئیسِ ترکستان اور تاشقند وغیرہ سے آپ سے ملاقات کے لیے حاضری دیتے مشائخِ زمانہ بھی آپ کے معقد اور اکابرینِ وقت آپ سے عاجزانہ طریقے سے ملتے۔ آپ کی وجہ سے تانا سونا بنا۔ اور ذرا آفتاب کہلایا۔ آپ کی ذات مبارکہ اللہ تعالیٰ کی خاص نشانی اور نعمت تھی۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام کے مابین جو مسائل ایک ہزار سال سے باعثِ نزاع تھے آپ نے وہ تنازع ختم کر دیا احادیث کے مطابق ان دونوں گروہوں کو ملا دیا۔ جیسا کہ مشہور و معروف کتاب ”حضرات القدس“ میں ہے کہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جوامع الکلم میں حدیثِ پاک نقل فرمائی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”میری امت میں ایک ایسا شخص ہوگا جسے لوگ صلہ کہیں گے اور اسکی سفارش سے بے شمار لوگ جنت میں جائیں گے اور یہ لفظ مبارک آپ ہی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپ نے ہی تمام علمائے کرام اور صوفیاء کرام کے مابین تنازع ختم کر دیا۔ اور آپ نے ہی مسئلہ وحدت الوجود کی طرف دونوں کو ایک ہی راہ پہ لگایا۔

اس تحریر کے بعد آپ نے خود تحریر پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس نے بحرین کے درمیان مجھے صلہ بنایا ہے۔ آپ لوگوں کے اندرونی اور قلبی حالات جانتے تھے، پوشیدہ باتیں بتایا کرتے تھے اس نگوینی عالم میں تصرف دکھاتے تھے۔

آپ کے خوراقِ عادات جو کہ کتابوں میں تحریر ہیں تقریباً وہ واقعات سات سو سے بھی زیادہ ہیں اور ان تحریر شدہ واقعات کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت سی کرامات ہیں۔ اگر سب نہیں پا سکتے تو سب کو چھوڑ بھی نہیں اس لیے چند کرامات حوالہ قلم کی جاتی ہیں۔

کراماتِ مجدد رحمۃ اللہ علیہ: ایک دفعہ آپ سفر میں تھے ہوا سخت گرم تھی۔ دوستوں نے اصرار کیا آپ نے بارش کے لیے دعا کی تو فوراً ہی صاف آسمان پر بادل آیا اور بارش ہو گئی۔

کسی نے عرض کیا کہ ”اس سال پھر میں حج کرنے جا رہا ہوں“ تو آپ نے اسے ارشاد فرمایا: ”میدانِ عرفات میں تم مجھے نظر نہیں آتے۔ اگرچہ تم کئی بار حج کے ارادہ سے گئے ہو لیکن حج

کرنا تمہیں نصیب نہ ہوا۔

آپ کے مرید جان محمد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شام کے وقت حضرت شیخ عیسیٰ نے میرے ہاتھ میں ایک جائفل دیا اور ارشاد فرمایا: ”حافظ! باغ میں چند درویش مقیم ہیں ان میں سے ایک شخص چمک رو ہے جاؤ اسے یہ جائفل دو اور اسے اپنے ساتھ لیتے آنا۔“ میں آپ کے بتائے ہوئے پتے پر پہنچا دیکھا کہ وہاں چند قلندر جمع ہیں اور ان سے تھوڑے سے فاصلے پر ایک چمک رو فقیر بیٹھا تھا۔ اُس فقیر نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا: ”کیا حضرت شیخ نے تمہیں میرے لئے بھیج دیا ہے؟“ میں نے جواب دیا: ”ہاں!“ وہ جائفل دیتے ہوئے حضرت شیخ کا پیغام پہنچایا۔ یہ سن کر اس نے کہا: ”ہمیں پلایا ہے خود نہیں آئے۔“ وہ فقیر میرے ساتھ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت شیخ نے مجھ (جان محمد) سے قبوہ منگوائی۔ میں قبوہ لایا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ”پہلے ان درویش کو دو۔“ میں نے جو درویش کی طرف دیکھا تو وہاں (اس فقیر کی جگہ) اپنے آپ کو وہاں بیٹھا ہوا دیکھا اور انہوں نے ارشاد فرمایا کہ پہلے حضرت شیخ کو دو۔ پھر میں جس نے طرف بھی دیکھا حضرت شیخ ہی کو جلوہ گر پایا۔

ان درویش صاحب نے میرے (جان محمد) متعلق حضرت شیخ سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا لگایہ جان محمد فلاں قلندر کے فرزند ہیں اس پر اُس درویش نے کہا وہ تو ہمارے دوست تھے۔ اب یہ جان محمد کس سلسلہ میں بیعت ہے تو حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا: ”سلسلہ قادریہ میں۔“ درویش نے کہا: ”میں سفارش کرتا ہوں کہ اسے حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تک پہنچا دیجئے۔“ چنانچہ حضرت شیخ نے اٹھ کر قطب ستارہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھے ارشاد فرمایا: ”جان محمد! تم قطب تارہ پہنچاتے ہو۔ اچھی طرح غور کر کے بتاؤ۔ یہی ہے یا دوسرا ہے۔“ چنانچہ میں نے دیکھا کہ قطب ستارہ میں سے ایک شخص سیاہ لباس اوڑھے تیز چلتا ہوا حضرت شیخ کے پاس تشریف لایا۔ پھر حضرت شیخ نے مجھ (جان محمد) سے فرمایا: ”لو حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دو۔ اس کے بعد حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ پھر قطب ستارہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور غائب ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد مسجد میں اُس درویش نے مجھے کہا: ”حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ سے تم نے ملاقات کی؟“ میں نے جواب دیا: ”جی ہاں!“

حضرت شیخ کے الہامات اور مبشرات بھی بکثرت ہیں اُن میں سے ایک یہ وسیلہ اولیاء: ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں اور اس شخص کو جس نے تمہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ قیامت تک وسیلہ بنایا، بخش دیا ہے۔“

حافظہ: جو شخص حضرت شیخ کے تفصیلی کرامات، کشف، الہامات اور مبشرات وغیرہ سے آگاہی کا خواہشمند ہے وہ آپ کی کتب ”حضرات القدس، برکات احمدیہ، معارف جدیدہ اور حقائق نادرہ وغیرہ“ کا مطالعہ کرے یہ کتب آپ کے نورانی قلم سے تحریر کی گئی ہیں۔ آپ وہ آفتاب تھے جن سے منکرین کی آنکھیں چندھیاتی تھیں اور حاسدوں کے دل اندھے ہو جاتے ہیں یہ معارف و حقائق اور ہدایات و ارشادات جو سُنئے اور دیکھے جارہے ہیں یہ اُس ذات والا صفات کے ہیں جو علی علی کہا کرتے تھے۔ آپ مجدد ہیں۔ سو سال کے بعد والے مجدد نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہزار سال کے بعد والے مجدد ہیں اور یہ کوئی معمولی فرق نہیں ہے بلکہ بہت بڑا فرق ہے۔ کاش تم لوگ اس سے واقفیت حاصل کرتے۔

حسن اخلاق و سیرت: آپ کے حسن اخلاق اور اعلیٰ سیرت کے متعلق عرض ہے کہ مبرور تحمل، رفتار و تسلیم، اور ہر شخص کی تعظیم، مخلوق خدا پر شفقت کے

ساتھ صلہ رحمی، مستحقین کی امداد، سلام کرنے میں سبقت، نرم اور آہستہ گفتگو آپ کی سیرت و عادت تھی آپ کا مسلک قرآن وحدیث تھا۔ یہ فضیلت آپ کے باقی تمام فضائل پر سبقت لے گئی ہے۔

اپنی موت کا اظہار: آپ اپنا مرکز ارشاد اپنے صاحبزادوں کے حوالے کر کے خلوت نشین ہو گئے تھے اور خلوت سے جلوت میں بہت کم آیا کرتے تھے۔

وصالی سے بہت پہلے ہی اشارات میں اپنی وفات کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن واضح طور پر ارشاد فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ میں چودہ، پندرہ ایام میں بارہ محرم الحرام ۱۰۳۳ھ سے پہلے انتقال کروں گا۔ چنانچہ آپ نے بروز منگل صبح کے وقت جبکہ سورج کچھ طلوع ہوا تھا سرور عالم ﷺ کی عمر شریف کے موافق (۶۳) تریسٹھ سال کی عمر مبارک میں اس فانی دنیا سے ملک جاوداں کی طرف کوچ فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے وصال مبارک، غسل اور اس کے بعد کے معاملات میں جو عجیب و غریب امور دیکھنے میں آئے وہ کتاب ”مقامات“ میں ملاحظہ فرمائیں۔ میں (شیخ عبدالحق دہلوی ہنسید) نے خواجہ باقی باللہ ہنسید کے مرید و خلیفہ شیخ حسام الدین کو ایک خط تحریر کیا ہے۔ اس خط کے متعلق ابتداء میں تذکرہ کیا ہے چنانچہ اس وعدہ کو اب آخر میں پورا کیا ہے۔

مجھ فقیر عبدالحق کو شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے جو باطنی صفائی عطا فرمائی ہے وہ حد شمار سے باہر ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے کوئی حجاب بشریت باقی نہیں رکھا، آپ نے طریقت، انصاف اور تمیز عقلی جو بزرگوں کا خاصہ ہے۔ اس دنیا کے اندر میرے باطن میں بطریقہ ذوق، وجدان و غلبہ کے پوری طرح جاگزیں کر دیا، جس کے بیان سے زبان عاجز ہے۔

تمام خوبیاں اور پاکیزگی صرف رب تعالیٰ ہی کیلئے ہیں جو بدلتا ہے دلوں کو اور درست کرتا ہے حالات کو، بعض لوگ شاید اس کو عقل سے بعید بات سمجھیں لیکن میں نہیں جانتا کہ اب میری حالت کیا ہے اور طریقہ کیا ہے۔

لاکھوں درود و سلام ہوں حضور پر نور، شافع یوم النشور ﷺ پر، آپ کی آل پر، اصحاب پر اور تمام صالحین پر، اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے، تو ہم پر اپنی رحمتوں کا نزول فرما۔ آمین!

بعض دوستوں نے اس کتاب کی یہ تاریخ نکال ہے۔

اللہ حقى انفاک زادک اللہ قوۃ و غنى
نام و تاریخ این کتاب عزیز گر کنی ذکر اولیاء احسن

(۹۹۹ھ)

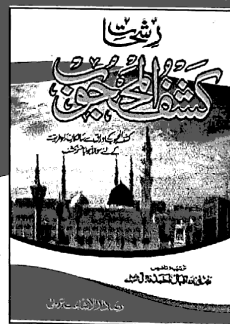
”اے حق تیرے انفاک کو اللہ تعالیٰ پاکیزہ بنائے، اللہ تعالیٰ تیری قوت و غنا بڑھائے۔

اس کتاب عزیز کا نام و تاریخ اگر تاریخی کرنا چاہتے ہو تو وہ ”ذکر اولیاء احسن“ سے ہے۔



وُوعَانِ عِکَالِیَاتُ

بِشْرَحْ اَخْبَارُ الْاَفْیَارُ



RS 290/-

RAZA DARUL
ISHA'AT

Anand Vihar Colony Rampur Road
Barilly- Mob: 8923738627